ملفوظاتِ حکیم الامت

مسمّٰی بہ

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

باہتمام ——— نسیم احمد

ناشر: ادارہ فکر اسلامی دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴

V - 2

قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی کے سیکڑوں مسائل کا حکیمانہ حل

ملفوظات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

جلد دوم

قسط اول

مجدد ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

باہتمام نسیم احمد

ناشر ادارۂ فکر اسلامی دیوبند۔ یوپی

نام کتاب ———— ملفوظاتِ حکیم الامت رح جلد دوم قسط اوّل
باہتمام ———— نسیم احمد بن شمس الحسن صاحب مرحوم
سن طباعت ———— ۱۹۸۷ء ۱۴۰۸ھ
طباعت ———— محبوب پریس دیوبند
کتابت ———— محمد سفیان اعظمی
ٹائیٹل ———— قمر الدین اعظمی
قیمت فی قسط ———— دس روپے

ملفوظات حکیم الامت کی جلد دوم قسط اول مسلسل ترتیب کی قسط ع۶ ناظرین کے سامنے پیش ہے۔ کوئی بھی شخص ایک خط لکھ کر ممبر بن سکتا ہے۔ فیس ممبری کچھ نہیں۔ ممبر بننے کے بعد ہر دو ماہ میں ایک ایک قسط ۱۰/ روپے کی وی پی سے اور دو قسط ایک ساتھ ۲۰/ روپے کی وی پی سے ارسال ہوگی جس کا وصول کرنا آنجناب کا اخلاقی فریضہ ہوگا

———— نیجر ادارہ ————

خریداران ملفوظاتِ حکیم الامّت سے خصوصی گذارش

یکم جنوری ۱۹۸۷ء سے حکومت ہندوستان نے کیونکہ محصول ڈاک کی شرح میں زبردست اضافہ کردیا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ دس روپے کی وی پی کی شرح بھی بڑھانی پڑے ہم اس کا دعویٰ تو نہیں کرتے کہ شرح وی پی میں اضافہ نہیں کریں گے مگر آخری کوشش ہماری یہی ہوگی کہ آپ کو ۱۰/ روپے کی وی پی سے ہی ملفوظات کی قسطیں پیش کرتے رہیں، اسلئے اب آپ حضرات کو ۲۰/ روپے کی وی پی سے دو قسطیں ایک ساتھ ارسال ہوا کریں گی۔ آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ ساتھ ساتھ یہ گذارش ہے کہ پوری توجہ سے ارسال کردہ وی پی وصول فرمائیں اور احباب کو ممبر بنائیں۔

فہرست مضامین الافاضات الیومیہ جلد دوم قسط اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۱　ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک گاؤں والے نے جو دیندار تھا اور بے تکلف حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو پاؤں دباتے ہوئے دیکھا کہنے لگا کہ مولوی جی، جی تو بڑا خوش ہوتا ہوگا کہ پاؤں دبوا رہا ہوں فرمایا کہ ہاں خوش تو ہوتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ میں بڑا ہوں بلکہ راحت کی وجہ سے تو وہ کہتا ہے کہ بس تو تم کو پاؤں دبوانے جائز ہے کیا ٹھکانہ ہے اس فہم کا۔

ملفوظ ۲　ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں خود ایک زمانہ تک اس غلطی میں مبتلا رہا کہ سب کے ساتھ مساوی برتاؤ رکھنا چاہئے اب تو میں غلطی ہی کہوں گا کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور بھی سب کے ساتھ مساوات نہ فرماتے تھے۔ خود مجلس میں بھی جیسی توجہ اور بے تکلفی حضرات شیخین کے ساتھ فرمائی جاتی تھی کسی کے ساتھ بھی نہ تھی۔

ملفوظ ۳۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قبض بھی تربیت میں نافع ہوتا ہے۔

ملفوظ ۴　ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل خدمت اکثر مجاذیب ہوتے ہیں اور ان کے اسرار اکثر سمجھ میں نہیں آتے اس قسم کے مضامین میں نے ایک وعظ میں بیان کئے ایک عالم خشک نے اعتراض کیا کہ یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کہ اہل خدمت بھی کوئی چیز ہوتے ہیں میں نے راوی سے کہا کہ ان سے پوچھنا چاہیئے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو کیا کہو گے۔ گو یہ اصطلاح قرآن میں نہ آئی ہو مگر عنوانات تو مقصود نہیں ہوتے معنون مقصود ہوتا ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں واقعات خضریہ کے توجیہ میں فرمایا کہ غالباً پہلے شرائع میں کشف و الہام حجت ہوگا اور میری شریعت میں وہ حجت نہیں۔ پھر اگر کسی بزرگ سے کوئی امر قولی یا فعلی جو ظاہراً منکر ہو صادر ہو اس میں بدوسری تاویل کریں گے بدگمانی کر کے ان حضرات کو ملحد اور دہری کہنا بڑے ظلم اور غضب کی بات ہے پھر بطور تفریح کے فرمایا کہ ہم لوگوں کو وہابی کہتے ہیں کسی وہابی کے کلام میں تو صوفیا کی حمایت دکھلا دو۔

ملفوظ ۵　ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان جاہل صوفیوں کی بدولت طریق بدنام ہو گیا۔ ورنہ طریق بالکل بے غبار اور واضح ہے اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص صوفی الہ آباد میں ملے صاحب کشف تھے انہوں نے مجھ سے سماع کے متعلق سوال کیا میں نے سوچا کہ ان کے ساتھ فتووں سے تو کام چلتا نہیں اس لئے میں نے انہی کے مذاق

ان سے پوچھا کہ یہ بتلایئے اس طریق کی روح کیا ہے جو حاصل ہے سلوک کا کہا کہ مجاہدہ میں نے کہا کہ مجاہدہ کی کیا حقیقت ہے کہا کہ نفس کی مخالفت۔ میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ تمہارا نفس سماع کو چاہتا ہے یا نہیں کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا نفس بھی چاہتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ تم نفس کا چاہا ہوا کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے تو اس صورت میں صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم، درویش تم ہوئے یا ہم، صوفی تم ہوئے یا ہم، چپ رہ گئے اور کچھ سکوت کے بعد کہا کہ آج غلطی پر تنبہ ہوا اور سمجھ میں آ گئی۔ بحمد اللہ تائب ہو گئے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ مجھ پر اکثر عنایت فرماتے رہتے ہیں (یعنی اعتراض) کہتے ہیں کہ یہ جو بعض دفعہ ہدایا وغیرہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ بہت سا آئے یہ نہ لینے کی حکمت بیان کی تعبیر ہے تو خواہ حکمت ہو یا نہ ہو مگر اس سے ایک مسئلہ نکل آیا کہ ایک ضد کبھی دوسری ضد کا سبب بن جاتی ہے جیسے صورۃً نہ لینا اور حقیقۃً زیادہ لینا اسی طرح تکبر کبھی بصورت تواضع ظاہر ہوتا ہے اور ریا بصورت خلوص کبھی ظاہر ہوتی ہے اب اس کو سن کر بعض لوگ دوسرے وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے تمام افعال میں انکی ضد کا شبہ اور وسوسہ ہو جاتا ہے یعنی اخلاص میں وسوسہ ہوتا ہے کہ شاید اس میں خفی ریا ہو سو اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ ان اوہام کی طرف التفات نہ کرو، یہ وساوس ہیں اگر آدمی آنے دو ان کی فکر ہی میں نہ پڑو بس ان کا قصد نہ کرو اور ان کے اقتضاء پر عمل نہ کرو ان کی فکر میں پڑنا یہ بھی شیطان اور نفس کی شرارت ہے کہ اس میں مشغول کر کے اللہ کی مشغولی سے باز رکھنا چاہتے ہیں بس کام میں لگو انشاء اللہ تعالیٰ کشتی پار لگ جائے گی۔

۱۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دعا میں جی نہیں لگتا۔ فرمایا کہ جی نہ لگنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کا اثر فوراً نظر نہیں آتا۔ مثلاً کوئی دعا میں روپیہ مانگے اور فوراً جھن جھن ہونے لگے یا سیب مانگے اور فوراً آ پڑے پھر دیکھیں کیسے جی نہ لگے بس جی نہ لگنا مرادف اس خیال کا ہے کہ اس کو کچھ ملے گا نہیں سو یہ خیال خود محرومی کی دلیل ہے مانگنے کے وقت تو یہ استحضار ہونا چاہیئے کہ ضرور دیں گے۔ باقی دینے کی حقیقت یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ ہم سے جو کوئی خیر طلب کرتا ہے ہماری رحمت خاص اس طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو دعا کا اثر رحمت خاصہ ہے نہ کہ خاص یہ مطلوبہ مثلاً کسی سائل نے کسی سے روپیہ مانگا اور اس نے اشرفی دیدی جس کی وہ قیمت نہیں جانتا تو اس کو غلطی ہوگی کہ روپیہ ہی کیوں نہ ملا۔ تو جیسے وہاں حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے نہیں سمجھا کہ روپیہ کے بجائے اس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اشرفی مل گئی۔ ایسے ہی یہاں حقیقت نہ سمجھنے کی بدولت اپنے کو محروم سمجھتا ہے مثلاً مانگے

تھے مور دپئے مگر دو نفلوں کی توفیق ہو گئی تو یہ کیا کچھ کم رحمت ہے۔ مگر یہ سمجھتا ہے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی

ملفوظ ۸:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں اہل علم اور طلبہ کا کافی مجمع رہا بڑی رونق رہی فرمایا کہ یہ بھی کوئی رونق ہے کہ مجمع رہا تھا اس سے بڑھ کر یہ رونق ہے اب کوئی نہیں سوائے ایک کے مگر ایک بات اس جماعت کی قابل قدر ہے کہ باوجود کثرت کے کوئی بات کلفت کی پیش نہیں آئی۔ نہایت ادب اور تہذیب سے کئی روز گذار کر گئے۔ مگر یہاں پر رہ کر جانے والوں پر بعضے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہتے ہیں کہ خشک ہو گئے کوئی کہتا ہے صوفی بن گئے۔ غرض بیچاروں کو قسم قسم کے اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس قدر اجنبیت ہو گئی ہے طریق سے۔

ملفوظ ۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہر معاملہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ حضرت یہ چاہتے ہیں کہ جو غیر ضروری بات جمعیت قلب کے خلاف ہو اس کو ترک کر دو اور ایسی چیزوں سے اکثر منع فرماتے تھے۔

ملفوظ ۱۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت خالص تو عمل ہی سے معلوم ہو سکتی ہے محض زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہاں کے ایک بزرگ بڑودت میں رہتے تھے محبت کے جوش میں مولد شریف بہت کرتے تھے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ارشاد فرمایا کہ ہم اس سے زیادہ خوش نہیں جو ہماری بہت تعریف کرے۔ ہم تو اس سے خوش ہوتے ہیں جو ہمارا اتباع کرے۔

ملفوظ ۱۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی عجیب و غریب تحقیقات اور حکمتیں ہوتی تھیں ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیسی حکمت کی بات فرمائی کہ جب کسی معاملہ میں تم سے کوئی قیل و قال و بحث و جدال کرے تم سب رطب و یابس اس کے سپرد کر کے خاموش الگ ہو جاؤ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔

ملفوظ ۱۲:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں تحریکات کے سست ہو جانے پر فرمایا کہ اب تو وہ فتنہ بھی ختم ہو گیا مگر حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے پہچانا ہی نہیں اگر مولانا کو یہ مدعیان اجتہاد لوگ پہچان لیتے تو سب سے پہلے یہی لوگ مولانا کے مخالف ہوتے یہ لوگ یہ سمجھے کہ مولانا ہمارے جیسے ہیں مگر یہ سمجھنا ایسا ہے جیسے شیعوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ ہم جیسے ہیں اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ حضرت علیؓ ان جیسے نہیں تو سب سے پہلے یہ شیعہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہوتے۔

ملفوظ ۱۳:- (ملقب بتدبیر الفلاح) ایک صاحب نووارد متمول نے چند ضروری باتیں مسلمانوں کی دینوی فلاح و بہبود کے متعلق بصورت سوال حضرت والا کی خدمت میں برائے مشورہ پیش کیں وہ اور اس پر حضرت والا کا جواب حسب ذیل ملاحظہ ہو۔ ایک نووارد متمول صاحب کلکتہ سے دیوبند اور دیوبند سے ایک مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر خانقاہ میمون حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف نے ان صاحب کی معیت میں حضرت والا سے پیشتر ملاقات کی اور عرض کیا کہ یہ بہت بڑے شخص ہیں باعتبار تمول کے کلکتہ میں مسلمانوں کے اندر ان کی ایک ممتاز ہستی ہے حضرت والا سے بعض ضروری باتوں کے متعلق بغرض مشورہ کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اگر حضرت والا اجازت فرمائیں اور کوئی وقت گفتگو

کا تعین فرما دیں تو میں ان سے کہہ دوں حضرت والا نے فرمایا کہ ان سے تو جب گفتگو ہوگی ان کو مشورہ دیا ہی جائے گا مگر ان سے پہلے بغرض خیر خواہی آپ کو مشورہ دیتا ہوں وہ یہ کہ آپ کو ان کے ہمراہ آنے کی کون ضرورت تھی۔ جب کلکتہ سے دیوبند تک خود آ گئے۔ تھانہ بھون آنا کون مشکل تھا میں اہل علم کے لئے ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا یہ اہل دنیا خصوص اہل مال اہل حرین اور اہل علم کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں اس لئے اہل علم کو ہر گز ان کی چاپلوسی نہیں کرنی چاہیئے نیز بھی نہ لگنا چاہیئے اب آپ کی ہمراہی کے سبب مجھ کو ان کی بعض مراعاتیں کرنی پڑیں گی۔ آپ ہمراہ نہ ہوتے تو جو مصلحت اور ضرورت سمجھتا وہ ان کے ساتھ برتاؤ کرتا آئندہ ایک بات کا آپ کو خیال رہنا چاہیئے یہ جو آپ کو مشورہ دے رہا ہوں اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے عرض کیا کہ میں بہت اچھی طرح سمجھ چکا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔ اور اس میری کم فہمی اور غلطی کو حضرت والا معاف فرمائیں۔ فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ آپ کم فہم ہوں۔ نہ میرا یہ مطلب ہے کہ بے فکری اس کا سبب ہے اگر کسی کام کرنے سے قبل اس میں فکر اور غور کر لیا جائے تو صدور غلطیوں کا تو پھر بھی ممکن ہے۔ مگر شاذ و نادر جو النادر کالمعدوم کا مصداق ہوگا۔ اور بدون فکر اور غور کے بکثرت صدور ہوتا ہے یہ فرما کر فرمایا کہ ان صاحب کو اسی وقت بلا لیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کیا بات کہنا چاہتے ہیں میں ان کو اسی وقت فارغ کر دوں گا تاکہ ان کا بھی کوئی حرج نہ ہو اور میں بھی یکسو ہو جاؤں بعد فراغ ان کو قیام کے متعلق اختیار ہوگا۔ چاہے واپس جائیں یا رہیں۔ میری وجہ سے نہ ان کا حرج ہو اور نہ کلفت ہو غرضکہ ان صاحب کو مجلس میں بلا لیا گیا۔

بعد سلام اور مصافحہ کے ان صاحب نے عرض کیا کہ میں کلکتہ سے دیوبند ہوتا ہوا حضرت والا کی خدمت میں چند ضروری باتیں بطور مشورہ عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں.... اگر اجازت فرمائی جائے تو عرض کروں فرمایا سر آنکھوں پر شوق سے فرمایئے انشاء اللہ تعالیٰ سنکر جو ذہن میں آئے گا میں بھی بے تکلف عرض کر دوں گا۔ آپ فرمائیں انہوں نے کہا کہ ۱ مدرسہ دیوبند میں بقدر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی چاہیئے۔

۲۔ میرا خیال ہے کہ چند طلباء عربی کو کلکتہ لے جا کر انگریزی کی اعلیٰ تعلیم دلواؤں تاکہ دیگر ممالک میں جا کر تبلیغ کر سکیں۔

۳۔ مسلمانوں کو تجارت کی سخت ضرورت ہے ان کو اس کی طرف رغبت دلائی جائے۔

۴۔ مسلمان دوسری قوموں سے خرید و فروخت اور لین دین چھوڑ دیں اس کی تحریک علماء کو کرنا چاہیئے یہ ہیں وہ باتیں جو مجھ کو حضور والا سے عرض کرنی تھیں اب جو حضرت والا کا مشورہ ہو اس پر عمل کر لیا جاوے۔

حضرت والا کا جواب

آپ کے خیالات نیک نیتی پر مبنی ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کی تکلیف کا احساس کیا آپ کے دل میں ان کی طرف سے درد ہے جس کی مجھ کو بھی مسرت ہوئی اس لئے کہ اہل تمول مسلمانوں کو قطعاً اس طرف التفات نہیں کہ غریب مسلمانوں کی خبر گیری کریں میرے ذہن میں آپ کی باتیں سنکر جو مفید اور کار آمد مشورہ آیا ہے۔ وہ میں بے تکلف عرض کرتا ہوں امید ہے کہ خالی الذہن ہو کر آپ بغور سنیں گے اور جہاں جس بات پر شبہ ہو میری تقریر کے بعد اس کو ظاہر فرمائیں گے۔

میں پھر اس کے متعلق عرض کروں گا۔ تقریر کے درمیان میں بولنے سے ایک الجھن پیدا ہوگی۔ پہلے اور دوسرے سوال کا جواب آپ کا یہ فرمانا کہ مدرسہ دیوبند میں بقدر ضرورت تھوڑی سی انگریزی ہونی چاہئے اور طلباء عربی کو دوسری جگہ بھیج کر انگریزی کی تعلیم اس نیت سے دلوائی جائے کہ وہ دوسرے ممالک میں جا کر تبلیغ کر سکیں اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ طریق مقصد ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ مضر ہوگا۔ مدرسہ میں انگریزی داخل ہونے سے خلط مبحث ہو جائے گا۔ اب جو کام مدرسہ میں ہو رہا ہے یہ بھی نہ ہوگا۔ مدرسہ ایک معجون مرکب ہو جائے گا۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ کو تو اپنی حالت پر رہنے دیجئے جو کام ہو رہا ہے ہونے دیجئے اور انگریزی کے متعلق ایک درسگاہ الگ تیار کرا دیجئے اس کا نظم و نسق ان ہی حضرات کے ہاتھ میں رہے۔ جو عربی کا نظم و نسق فرما رہے ہیں اور صورت اس کی یہ ہو کہ عربی کے فارغ التحصیل طلباء انگریزی درسگاہ میں تعلیم پائیں اور جب تک طلبہ فارغ التحصیل نہ ہو جائیں ان کو انگریزی کی تعلیم پانے کی اجازت نہ ہو، ہاں فراغت کے بعد کوئی حرج نہیں اس لئے کہ قبل فراغ اندیشہ ہے اس طرف کے جذبات کے غلبہ کا اور بعد فراغ یہ اندیشہ نہ رہے گا۔ فراغ کے قبل اجازت نہ ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ اکثر نقد غالب آجاتا ہے ادھار پر اور اس صورت مجوزہ میں مدرسہ کا کوئی حرج نہ ہوگا۔ ایک یہ بات بھی ضروری ہے کہ کتابیں ختم کرنے کے بعد جب تک دو چار مرتبہ نہ پڑھا لے علم محفوظ نہیں رہ سکتا۔ سو فارغین گھنٹوں کے حساب سے دونوں کام کر سکتے ہیں۔ یعنی فارغ التحصیل طلبہ اس صورت میں عربی بھی پڑھا سکتے ہیں اور انگریزی بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور دوسری جگہ بھیج کر فارغ التحصیل طلبہ کا بھی تعلیم انگریزی پانا مضرت سے خالی نہیں۔ ان کا یہ رنگ رہ ہی نہیں سکتا۔ اور نہ اس کام کے بن سکتے ہیں جو آپ کی غرض ہے اس کا بھی صحیح طریق یہی ہے کہ اپنے ہی قدیم اساتذہ کی نگرانی میں تعلیم پائیں تاکہ ان کے جذبات پر برا اثر نہ پڑے۔ یہاں سے الگ ہو کر ان جذبات کا محفوظ رہنا مشکل ہے جس کا نتیجہ بجائے ہدایت کے گمراہی ہوگا۔ اور انگریزی کو خود مدرسہ میں داخل کر دینے سے عوام کے اوپر بھی برا اثر ہوگا وہ شروع ہی سے اپنے بچوں کو تعلیم انگریزی کے لئے بھیجنا شروع کر دیں گے ان کے پاس اس سمجھنے کا کوئی معیار ہی نہیں کہ اس کو مدرسہ دینیہ ہی کی شاخ بنا کر رکھنا چاہیئے اور مدرسہ دینیہ ہی کے خدام ان انگریزی شاخ کے نگران رہیں۔ اور میری مجوزہ صورت میں ہر مصلحت محفوظ رہتی ہے اور جیسے مبلغ آپ چاہتے ہیں ویسے تیار ہو سکتے ہیں۔ اسلئے کہ جذبات دینی ہی رہیں گے۔ غرض کہ مدرسہ دینیہ کے ماتحت انگریزی درسگاہ کو رکھنا چاہئے تاکہ انگریزی خانہ عربی خانہ سے زیادہ مقصود نہ ہو جائے پھر اس اہتمام اور نگرانی کے بعد اگر کوئی بگڑے تو بگڑنے ہم تو ذمہ دار نہ ہوں گے اور اس کے خلاف صورت میں ہم ذمہ دار ہوں گے یہ ہے فرق دونوں صورتوں میں اور میں اس سے آگے توسع کر کے کہتا ہوں اور آپ کے درد کی قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے لئے میں یہاں تک تیار ہوں کہ مدرسہ دیوبند کو اس کی موجودہ حالت پر رکھتے ہوئے اور جو کام وہاں پر ہو رہا ہے اس کا تحفظ کرتے ہوئے خود مشورہ دیتا ہوں۔ آپ انگریزی تعلیم کے متعلق یہاں پر تھانہ بھون میں انتظام کر دیجئے میں ہر کام اپنی نگرانی میں لے سکوں گا اور مدرسین کا انتخاب وغیرہ اپنی رائے سے کروں گا۔ طلباء کی نگرانی اور ان کے متعلق اصول و قواعد میں خود منضبط کروں گا یہ سب سے بہتر اور آسان صورت ہے تجویز ہے یوں کہ یہاں پر نہایت سہولت سے مکان کا بھی طلبہ کی سکونت

اور خورد و نوش کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ جدید تعمیر کے انتظام کی فوری ضرورت نہ ہوگی۔ اہل علم میں سے بعض
ایسے لوگ میری نظر میں ہیں جو اس کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کریں گے اور انجام دے سکتے ہیں۔ اور اس طریق
کار میں کسی گڑبڑ کا بھی اندیشہ نہیں غرض جملہ امور متعلقہ تعلیم و نگرانی کا کافی انتظام ہو جائے گا۔ آپ کے ذمہ محض
مالی اعانت کا بار رہے گا اس کا انتظام آپ کیجئے یہ جاسہ ذرہ نہیں پھر دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ کیسے مبلغ پیدا ہوتے
ہیں۔ اس مشورہ کے سن لینے کے بعد اگر آپ کے ذہن میں کوئی مفید مشورہ اس کے علاوہ ہو وہ فرمائیے عرض کیا کہ اس
جز کے متعلق تو عرض کرنے کی کوئی گنجائش ہی حضرت نے نہیں رکھی نہایت جامع اور مختصر مشورہ میں سب ہی کچھ بیان
فرما دیا، ورمیری جو رائے دی تھی اس میں واقعی غلط مبحث کا اندیشہ تھا جو سابقہ تعلیم عربی میں بھی گڑبڑ کر دیتا اور
طلبہ کا باہر جا کر تعلیم پانا بھی اس خطرہ سے خالی نہ ہوگا جو حضرت والا نے بیان فرمایا بس یہی مفید مشورہ ہے۔
حضرت والا نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کروں گا۔ فرمایا کہ اب آپ انتظام فرمائیں یا نہ فرمائیں
مجھ کو انتظار رہے گا۔ اس لئے کہ جو چیز میرے اختیار سے خارج ہے اس کا میں کیوں انتظار کروں اور کیوں فکر کروں
آپ جانیں آپ نے مشورہ لیا۔ مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کو جی میرا بھی چاہتا ہے میں نے طریق کار بیان کر دیا۔

(تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب) اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اس کے لئے ایک کام کرنے والی جماعت
کی ضرورت ہے جو محرک ہو اور عمل کرا سکے جس میں مسائل شرعیہ اور حدود کا تحفظ کرتے ہوئے تحریک کرنا چاہیئے
ایسا نہ ہو جیسا کہ زمانہ تحریک خلافت میں ہڑبونگ مچا تھا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کو تیار ہو گئے تھے
ایسا کرنے کی بے برکتی بھی دیکھ لی مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ ولایتی کپڑا پہننا حرام ہے اب وہی خود اس کو استعمال
کر رہے ہیں کل تو حرام تھا آج حلال ہو گیا یہ لغو حرکت ہے ایسی گڑبڑ سے ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتی اب
رہا یہ کہ علماء اس کی تحریک کریں یہ بھی غلط اصول پر مبنی ہے صحیح طریق یہ ہے کہ ایک جماعت ہو مسلمانوں کی جو اندرونہ
مسلمانوں کو ترغیب دے اور تحریک کرے جتنی قوموں نے ان معاملات میں ترقی کی ہے انہوں نے اس کی بھی صورت
اختیار کی کامیابی ہوئی دھنوں اور پمفلٹ، اور اشتہاروں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے ایک مقام پر مدعو کیا گیا تھا وہاں پہ مجھ
سے قبل وعظ فرمائش کی گئی کہ ہندوؤں کے بائیکاٹ کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے میرا ہمیشہ بیان کے متعلق یہ معمول رہا اور
ہے کہ فرمائش پر بیان نہیں کرتا۔ بلکہ ضرورت کو محسوس کر کے وقت پر جو اللہ نے دل میں ڈالا بیان کر دیا۔ اور یہی اکثر
مفید ثابت ہوا۔ میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ بیان نہ کروں گا۔ گو تمہارے نزدیک یہ بیان مفید اور محمود ہو مگر
میں اس طرز کو مضر سمجھتا ہوں ایسے طریق سے بیان کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ تو اعلان کر کے سو جاتے ہیں اور
دوسرے لوگ جاگ جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوتا ہواتا کچھ بھی نہیں اور عمل نہ کرنے کے سبب اوپر سے
ذلت گلوگیر ہو جاتی ہے دوسری قومیں نظر تحقیر سے دیکھنے لگتی ہیں جس کی مفید صورت تو یہ ہے کہ ہم اپنے طریق سے دوکانیں
کھولیں اس میں نہ فتوے کی ضرورت نہ اعلان کی ضرورت یہ نیا طرز نکالا ہے کہ فتویٰ ہو اعلان ہو سو یہ طرز نہایت مضر
اور خطرناک ہے البتہ حدود شرعیہ کی حفاظت کی ہر حال میں ضرورت ہے غرض کام جس طریق سے ہونا چاہیئے نہ جس

کہ شریعت کے حدود بھی محفوظ رہیں اور کام بھی ہو جائے ایسی صورت نہ اختیار کرنی چاہیئے جیسا کہ زمانہ خلافت میں کیا گیا تھا کہ میاں کام کرنے کا وقت ہے مسائل کا وقت نہیں لعنت ہے ایسے کام پر جو شریعت مقدسہ کے حدود سے تجاوز کر کے کیا جاوے اللہ جس کام سے راضی نہ ہو وہ کام مسلمان کا نہیں ہم جو مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ہیں جب اسلام اور شریعت کا تحفظ نہ فرمایا گیا تو کیسی ہمدردی اور خیر خواہی اور کیسا دردیوں تو فرعون نے ترقی کی، شداد نے ترقی کی، نمرود نے ترقی کی، قارون نے ترقی کی آخران کی ترقی بھی تو ترقی ہی تھی پھر قابل ملامت، ور مذموم کیوں ہوئی۔ اس لئے ہی کہ وہ حدود سے تجاوز کر کے ترقی کی گئی تھی۔ جس کو اکبر الہ آبادی نے ایک شعر میں کہا ہے ؎

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنٹ کوئی جج ہے

یہ جو آج کل کے لیڈروں اور ان کے ہم خیال مولویوں نے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کے متعلق طرز اختیار کیا ہے کہ ان کی مربات کا اشتہار اور اخبارات میں اعلان کرایا جاتا ہے۔ یہ طرز نہایت ہی غیر مفید ہے۔ شور و غل تو تمام دنیا میں اور عمل ندارد اور سب سے بڑی بات قابل ذکر بلکہ قابل شکایت یہ ہے یہ لوگ دوسروں سے تو اسلام کی عزت کے خواہاں ہیں۔ اور خود اسلام اور احکام اسلام کو پامال کرتے ہیں۔ ایک زمانہ میں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پروا نہیں۔ رمضان المبارک میں علی الاعلان شاہراہوں پر میزوں پر کھانے چنے گئے اور کرسیوں پر بیٹھ کر کھائے گئے۔ یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں۔ نمازوں کے لئے مسجدوں میں نہ آنا۔ گھروں پر جانماز بچھی ہیں۔ یہ متکبروں کی ایک پہچان ہے کہ وہ مسجد میں آنا اور غرباء کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ اور پھر بھی مسلمانوں کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں۔ شرم نہیں آتی اگر مسجد میں آئیں گے بھی تو جمعہ کے روز وہ بھی پیدل چل کر نہیں جب دیکھو فٹن میں دھرے ہیں۔ اور دل میں قلق بھرے ہیں۔ بندۂ خدا مسجدوں میں آ کر غریب مسلمانوں کی بری حالت کو دیکھو جو کام کرنے کے مفید طریقے ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں۔ سب زبانی جمع خرچ جب چاہو جس چیز کی چاہو اسکیم پڑھ لو جب چاہو اعلان کرا لو۔ بس اسی کے مرد ہیں ایک محقق نے کہا کہ اگر سب مسلمانوں سے ایک ایک پیسہ لیا جائے تو لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں روپیہ جمع ہو جائے پھر اس کو قومی کاموں میں صرف کیا جائے دوسرے نے جواب دیا کہ اگر سورۂ بقرہ ایک منٹ میں سات مرتبہ پڑھ لو تو ہفت اقلیم کے بادشاہ ہو جاؤ۔ بس مسلمانوں سے تو یہ کاغذی حساب پوچھ لو کرنے کرانے کے نام صفر۔ ایک بنئے کی حکایت یاد آئی کہ کنبہ کو لیکر سفر میں چلے راستہ میں ایک دریا آگیا۔ آپ نے پانی کا حساب لگایا۔ کہیں تو ٹخنوں تک، کہیں گھٹنوں تک کہیں کمر تک کہیں سینے تک کہیں گلے تک کہیں سر سے اوپر آپ نے کاغذ پر اوسط لگایا تو گھٹنوں تک اوسط نکلا۔ گاڑی ڈالدی سب لگے ڈوبنے تو بنیا کہتا ہے کہ حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈوبا کیوں بھائی وہ عملی حساب نہ تھا کاغذی حساب تھا اس کا یہ نتیجہ ہوا۔

یہی حالت ان باتیں بنانے والوں کی ہے۔ میاں صاحب کلی صورت میں تو اگر تھوڑے سے مسلمان بھی کام کرنے والے ہوں تو چند روز ہی میں کچھ سے کچھ ہو جائے۔ گاؤں کے اندر دس ہوں قصبہ کے اندر پچاس ہوں، شہر کے اندر سو ہوں مگر مخلص کہ جان تک اڑا دیں پھر دیکھو کیا ہوتا ہے سب باتوں کا انتظام بسہولت ہو سکتا ہے مگر جو کام کرنے کے ہیں ان کی طرف تو کبھی التفات بھی نہیں ہوتا اور یہ بائیکاٹ وغیرہ ان سے کیا کام چلتا ہے اگر انبیاء علیہم السلام نرے بائیکاٹ سے کام لیتے تو ہرگز دین کی حفاظت نہ ہوتی کام تو کام کے طریقہ سے اور ہر موقع پر اس کے مناسب عمل سے ہوتا ہے۔ دیکھ لیجئے جب تک قوت جمع نہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے صبر اور حلم سے کام لیا جہاد کی بھی اجازت نہ ہوئی جب قوت جمع ہو گئی جہاد بھی فرض ہو گیا۔ اور تلوار سے کام لیا گیا۔ پھر آنا بڑا کام کر اظہر من الشمس ہے یہ سب برکت مناسب طریقہ پر عمل کرنے کی تھی اس مناسب عمل پر یاد آیا کہ ایک صاحب پنجاب سے آئے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ اس تحریک خلافت میں کیوں نہیں شریک ہوتے میں نے کہا کہ ایسے عظیم الشان مقاصد کے لئے ضرورت ہے قوت کی اور قوت موقوف ہے اتفاق پر اور اس کے دو درجے ہیں ایک حدوث ایک بقاء۔ سو اول تو اس وقت تک حدوث بھی نہیں ہوا۔ لیکن اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بقاء کا کوئی سامان نہیں۔ کہنے لگے بقاء کیسے ہو میں نے کہا اس کے لئے ضرورت ہے امیر المومنین کی کہ وہ اپنے قہر سے اتفاق کو باقی رکھ سکتا ہے کیونکہ خروج عن الجماعۃ پر سزا دے سکتا ہے اور یہاں کوئی امیر المومنین نہیں کہنے لگے ہم آپ کو امیر بناتے ہیں میں نے کہا میں بننے کو تیار ہوں مگر اس کے کچھ شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ تمام مشاہیر علماء اور لیڈروں کے دستخط میرے امیر تسلیم کر لینے پر کرا لاؤ اگر ایک نے بھی اختلاف کیا تو میں امیر نہیں بنتا۔ اس کے بعد اگر پھر کوئی کسی قسم کی گڑبڑ کریگا۔ اس کو درست کر دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں شخصی سلطان بنوں گا جمہوری نہ بنوں گا۔ دوسروں کی رائے کا منتظر نہ رہوں گا۔ تیسرے یہ کہ ہندوستان کے سب مسلمان اپنا سرمایہ چاہے وہ کسی قسم کا ہو نقد، زیورات، جائیداد، مکانات، باغات سب میرے نام ہبہ کر دیں میں بھیک مانگنے والا امیر نہ بنوں گا کہ ضرورت تو ہے اس وقت اب چندہ کرتے پھر رہے تھے چندہ ہو دہاں سب کام درہم برہم اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس ہبہ کے بعد جس کی طرح پر گذر ہو رہی ہے اس سے بھی اچھی طرح پر گذر کا انتظام کر دوں گا تکلیف کسی کو کسی قسم کی نہ ہونے دوں گا مجھ سے اس کا اقرار نامہ لکھوا لیا جائے۔ جب یہ سب ہو جائے گا۔ اس کے ضروری سامان مہیا کر دوں گا۔ اور سب سے پہلے جو امیر المومنین ہو کر حکم دوں گا وہ یہ ہو گا کہ دس برس تک سب تحریک اور شور و غل بند۔ ان دس سال میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ جب یہ قابل اطمینان ہو جائیں گے تب مناسب حکم دوں گا۔ باقی جب تک قوت نہ ہو کفار سے بھی نہایت لطف اور حسن سے کام لینا چاہیے۔ اور اگر یہ شرائط پورے نہیں ہو سکتے اور محض کاغذی امیر المومنین بناتے ہو تو آج امیر المومنین ہوں گا۔ اور کل کو اسیر الکافرین۔ کہنے لگے یہ تو بہت مشکل کام ہے، میں نے کہا بس

تو کامیابی بھی مشکل ہے بس یہ سن کر رہ گئے بیچارے۔ تو محض زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے یہ جمع خرچ اور حساب تو ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ میں بنیئے کی حکایت بیان کر چکا ہوں۔ کاغذی حساب تھا عملی نہ تھا اس کا نتیجہ تو یہی ہوتا ہے کہ حساب جوں کا توں اور کنبہ ڈوبا کیوں۔ لوگوں کے ان خیالات کی اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے شیخ چلی کے گھڑے کے گر کر پھوٹ جانے پر سارا گھر بار ہی برباد ہو گیا تھا۔ جو کام کرنے کے ہیں وہ کرو جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ بدوں باشوکت امیر اور سردار کے کام چلنا نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ اور سب سے بڑی ضرورت تو اس کی یہ ہے کہ بدون امیر کے حدود شریعت کا کون تحفظ کرائے گا۔ اور عدم تحفظ حدود شرعیہ پر اگر کامیابی ہو بھی گئی تو یہ خود ایک مسلمان کے لئے نہایت زبردست ناکامی ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ حجروں میں رہنے اور بیٹھنے کا وقت نہیں میدان میں آنے کا وقت ہے۔ اگر طریقہ سے کام ہو تو میدان میں آنا بھی کوئی مشکل کام نہیں مگر بے طریقہ کام کرنے سے حجرہ بھی ہاتھ سے جاوے گا اور میدان بھی۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
پھر ان نووارد صاحب کی طرف مخاطب ہو کر حضرت والا نے فرمایا کہ جو میں نے عرض کیا آپ کی سمجھ میں آیا۔
عرض کیا کہ جو حضرت فرما رہے ہیں لیکچر سن رہا ہوں اور سمجھ رہا ہوں مگر یہ کام بھی حضرت ہی کے کرنے کا ہے فرمایا مجھے ایسا رکیک ہے میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ مگر جماعت بنانا آپ کا کام ہے ایسی جماعت آپ پیدا کریں جو دل سے اور خلوص نیت سے لوگوں کو عملی صورت پر آمادہ کرے احکام ہم سے پوچھئے مشورہ لیجئے جو طریقہ ہے کام کرنے کا اس طرح کیجئے۔ بہرحال صورت یہ ہے کہ آپ ایسی جماعت پیدا کریں اور ہم سے مشورہ لیں یہ ہے طریقہ کام کرنے کا اور یہ طریقہ آسان بھی ہے اس پر عمل کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کامیابی ہوگی۔ ایک بات یہ ضروری ہے کہ عمل کرنے کی صورت میں کسی پر جبر نہ کیا جاوے جیسے کہ آج کل بعضوں نے وتیرہ اختیار کیا ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ شرکت نہ کرے اس کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ جبر سے قلوب میں بددلی ہوتی ہے جو کام خوشی سے ہوتا ہے۔ اس میں مداومت ہوتی ہے آپ اس مجموعی طریق کو عملی جامہ پہنائیں یہ سب صورتیں تجربہ کی بنا پر میں نے بیان کی ہیں میری تو دل سے تمنا ہے کہ دین کے ساتھ مسلمانوں کی دنیا کی بھی فلاح ہو مگر طریقہ کے ساتھ یوں ہی اڑنگ بڑنگ کرنے سے کام نہیں چلا کرتا۔ نہ اس میں برکت ہوتی ہے میرا تجربہ ہے کہ آج کل مسلمانوں کا کام جوش کے ماتحت ہوتا ہے۔ اسی لئے اس میں استقلال نہیں ہوتا اگر ہوش کے ماتحت ہو تو دنیا کی تمام قومیں بیٹھی دیکھا کریں۔ ایک یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جو شخص جس کام کا اہل ہے وہی کام اس سے لیا جائے۔ اس میں گڑبڑ نہ کی جاوے اس کے خلاف کرنا موضوع کے خلاف کرنا ہے جو بظاہر سبب ہوتا ہے عدم کامیابی کا یعنی جو کام لیڈروں کا ہے وہ کریں جو کام علماء کا ہے وہ کریں۔ جو کام عوام کا ہے وہ کریں پھر عوام میں بھی دو طبقے ہیں ایک اہل مال ایک اہل جان اہل مال کا جو کام ہے وہ کریں اہل جان کا جو کام ہے وہ کریں۔ تقسیم عمل سے بڑی سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ علماء سے دوسرے کام کی توقع ایسی ہے جیسے کوئی شخص حکیم محمود خاں کے پاس جا کر ٹوٹے ہوئے جوتے کے سینے کی ترکیب ان سے پوچھے۔ وہ کہیں گے کہ دلی دروازہ پر باہر چمار بیٹھا ہے یہ کام اس کے سپرد کرو ہمارا یہ کام نہیں۔ یا حکیم صاحب

سے کوئی کہے کہ میڈیکل کانفرنس میں جوتے گانٹھنے کے منافع بیان کردو یہ سخت توہین ہوگی حکیم محمود خاں کی اور فن
طب کی بھی ایسے ہی یہاں سمجھ لو علماء سے مسائل پوچھو دنیا کے حصول کی تدابیر انہیں کیا معلوم۔ خوب سمجھ لیجئے۔
پھر ایک اور بات بھی قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ دنیا کی ترقی اور اس کے حصول کے بھی تو کچھ شرائط اور حدود ہونگے
یہ تو نہیں کہ اس کے لئے جو جی میں آیا کر لیا جو جی میں آیا کہہ دیا۔ جب دنیا کی ترقی کی بھی ایک حد ہے تو اس سے آگے
بڑھنا وبال جان بلکہ مضر ایمان ہوگا۔ میں نے لکھنؤ میں ایک وعظ میں بیان کیا تھا اس وعظ میں تو تعلیم یافتہ
طبقہ کے لوگ زیادہ تھے بڑے بڑے بیرسٹر وکلاء کا مجمع تھا میں نے کہا تھا کہ ترقی ترقی گاتے پھرتے ہو آخر اس کے کچھ
حدود بھی ہیں اگر ہر ترقی مطلوب ہے تو انسان کے بدن پر کبھی ورم آجاتا ہے جس سے اس کے جسم میں ترقی ہو جاتی
ہے تو پھر اس کے ازالہ کی تدابیر طبیب یا ڈاکٹر سے کیوں پوچھتے ہو اور اس کو مذموم کیوں سمجھتے ہو اگر حدود سے گزر
کر ترقی کی جاوے تو وہ ایسی ہوگی جیسے فرعون نے ترقی کی تھی تو ایسی ترقی سے ایک مسلمان ایمان والے کو کیا فائدہ
ایسی ترقی مسلمانوں کی ترقی کہلانے کے قابل کب ہوگی یقیناً کفار کی ترقی کہلائے گی اور اس کے حصول کی فکر بھی
بے ضرورت ہی ہوگی۔ اسلئے کہ کفار کی ترقی تو ہو ہی رہی ہے پھر مسلمانوں کے لئے ایسی ترقی میں کونسی خوبی ہوگی
ان کی خوبی تو اسی ترقی میں ہے کہ حدود کا تحفظ ہو اور پھر ترقی ہو یہ ہے خوبی کی بات اور ایسی ترقی غیر ممکن نہیں
محال نہیں سلف کے کارنامے تمہارے سامنے ہیں کہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اعلاء
کلمۃ الحق کر گئے ان کی کامیابی اور ترقی میں جو بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ حدود کا تحفظ کیا اور اس کے ماتحت
کامیابی اور ترقی کی۔ نکاح کا نتیجہ جب ہی برآمد ہو سکتا ہے کہ میاں بھی صحیح المزاج ہو اور بیوی میں بھی کوئی
نقص نہ ہو تب ہی اولاد پیدا ہوگی۔ اسی طرح اگر علماء بھی متدین اہل تقوی و اہل فتوی ہوں اور عوام بھی
ان کے مطیع و فرماں بردار ہوں اس صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ نتیجہ بہتر سے بہتر برآمد ہوگا۔ غرض کام کے
انجام دینے کے لئے ایک مخلص جماعت چاہیئے جس کا شب و روز یہی کام ہو پھر اس جماعت میں دو قسم کے لوگوں
کی ضرورت ہے ایک وہ لوگ جو دنیا کی وجاہت رکھتے ہوں۔ دوسرے جو دین کی وجاہت رکھتے ہوں اگر دنیا
کے متعلق کوئی شبہ ہو تو پہلا طبقہ جواب دیگا۔ اور اگر دین کے متعلق کوئی شبہ ہو تو دوسرا طبقہ جواب دے گا۔
رہا میری شرکت کے متعلق سو یہ عرض ہے کہ غیب کی خبر نہ مجھ کو نہ آپ کو اس لئے پہلے سے کیسے جازم فیصلہ کردوں
بس مطلقاً اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر شریعت کے موافق طریق کار ہو میں شریک ہوں مجھ کو انکار نہیں اصرار نہیں
ضد نہیں۔ جو بات تھی میں نے صاف صاف ظاہر کر دی تا کہ کسی قسم کی آپ کو الجھن نہ ہو دھوکہ نہ ہو۔ نہایت احسن
طریق سے کام شروع کیا جاوے اور اگر اس میں کوئی مخالفت کرے اس کے ساتھ نرمی سے کام لیا جائے جبر اور تشدد
کو پاس نہ آنے دیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ سب شریک ہو جائیں گے۔ سب سے اول ضرورت خلوص کی
ہے پھر خلوص والے خود بخود آ شریک ہوں گے۔ آپ دیکھیں کہ شیعوں کا مذہب نہایت لچر ہے مگر ظاہراً ان کے
نرم ہونے کی وجہ سے بہت لوگ اس طرف مائل ہیں۔ نرمی وہ چیز ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے

وعظ میں دیکھا کہ ایک شخص ٹخنے سے نیچے پاجامہ پہنے ہوئے ہے آپ نے ختم وعظ پر فرمایا کہ میاں ذرا تم ٹھہرے رہنا تم سے کچھ کام ہے سب لوگ چلے گئے وہ شخص ٹھہرا۔ بالتنہائی میں اس سے کہا کہ ذرا دیکھنا میرا وہم ہے یا سچ مچ تجھ میں ہی غلطی پر ہوں میرا پاجامہ ٹخنے سے نیچے ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس پر ایک ایسی وعید ہے اس لئے دیکھ کر بتلا دو تاکہ زیادہ احتیاط کروں اور یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ کہ بھائی اچھی طرح دیکھ لو۔ اس شخص نے نہایت عجزیانہ لہجہ میں عرض کیا کہ حضرت خدا نہ کرے آپ کا تو کیوں ہوتا۔ البتہ میرا ہی پاجامہ ٹخنے سے نیچے ہے میں توبہ کرتا ہوں۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک خان صاحب مولانا کے بڑے دوست تھے مگر لباس ان کا خلاف شریعت تھا اور وہ جمعہ کے روز مولانا ہی کے پاس آ کر غسل کرتے کپڑے بدلتے اور جمعہ پڑھتے اور انداز سے یہ معلوم تھا کہ پکے آدمی ہیں کہنے سے نہ مانیں گے۔ مولانا نے ایک جمعہ کو ان سے فرمایا کہ میاں آج دو جوڑے لیتے آئیے ہم بھی آج تمہاری وضع کا لباس پہنیں گے وہ صاحب بے حد متاثر ہوئے اور عرض کیا کہ خدا نہ کرے آپ مجھ خبیث کی وضع پر رہیں آپ ہی مجھ کو ایک جوڑہ دیجئے میں اس کو پہنوں گا اور ہمیشہ کے لئے اس لباس سے توبہ کر لی۔ حق تعالیٰ نے نرمی میں خاصہ رکھا ہے جذب کا بس آپ ان اصول پر کام شروع کریں اگر شریعت کے موافق تحریک نافذ ہوگی میں دل و جان سے شریک ہوں پھر فرمایا کہ تجارت کے متعلق ایک اور بات کام کی یاد آئی وہ یہ کہ امراء کو یہ رائے دی جائے کہ گراں قیمت کی چیزیں خرید کر غرباء کو سستی دیں تاکہ تجارت میں مسلمان دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ دوسری قومیں مسلمانوں کو اپنی چالوں اور تدابیر سے تجارت میں چلنے نہیں دیتیں اور اس کی چند روز ضرورت ہوگی۔ پھر کام چل نکلنے پر کچھ ضرورت نہ ہوگی وجہ یہ کہ لوگ بھی اصول تجارت سے واقف ہو جائیں گے۔ اور ان تدابیر سے یہ مقصود نہیں کہ سب مسلمان اہل ثروت ہوں امیر ہوں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ انکی حوائج ضروریہ چلتی رہیں اور کم از کم ہم دوسری قوموں سے مستغنی ہو جائیں یہ میں چند باتیں جو تجربات کی بناء پر میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیں۔ مجھ کو مسلمانوں کی طرف سے جو زیادہ قلق ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ ان کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک مریض کسی طبیب کے پاس جائے مگر وہ طبیب خود ہی بیمار ہو وہ کیا خاک علاج کریگا۔ تو حضرت ہمارے طبیب ہی بیمار ہیں کیا علاج کریں گے۔ رہنما ہی غلط راستہ پر ہیں کیا رہبری کریں گے، الا ماشاء اللہ۔

ملفوظ ۱۴: ایک صاحب نے ایک بڑے غیر مسلم حاکم کا مقولہ نقل کیا کہ حضرت چھوٹے قصبہ میں رہتے ہیں دہلی جیسی جگہ میں کیوں قیام فرماتے تاکہ زیادہ لوگوں کو نفع ہو فرمایا کہ چھوٹی جگہ میں رہکر کام زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ وقت فراغ کا زیادہ ملتا ہے اور بڑی جگہ میں رہکر چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ زیادہ وقت واردوصادر کی دلجوئی ہی میں گذرتا ہے اور اس وقت تک جو کچھ کام ہوا یہ سب اسی جگہ کی برکت ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ہے اور حضرت ہی کے فرمانے کی وجہ سے کانپور سے یہاں پر آ کر قیام کیا اور ان کے علاوہ سب سے بڑی بات جس سے برکت بڑھتی

بڑھتی ہے یہ ہے کہ کام میں خلوص ہو یعنی جو کام ہم کریں۔ اس میں یہ نیت ہو کہ اللہ راضی ہو پھر برکت ہی برکت ہے اور کام میں جو بے برکتی ہوتی ہے وہ نیت کی خرابی اور عدم خلوص کے سبب ہوتی ہے۔

ملفوظ ۱۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ (اصول اسلامیہ کی خاصیت) کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے گل بنفشہ میں برکت ہے (زکام کے دفع کی) خواہ مسلمان پئے یا کافر پئے اسی طرح جو شخص اصول صحیحہ پر عمل کرتا ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر وہ راحت پاتا ہے۔ اصول صحیحہ میں فطرۃً یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور کلفتوں کو دور کرتی ہیں۔ اس میں مسلم غیر مسلم کی کچھ قید نہیں جیسے شاہ راہ یعنی سڑک شاہی ہے جو گذرے گا وہ راحت سے سفر کریگا۔ درختوں کا سایہ اس کو ملے گا۔ اب چاہے مسافر مسلم ہو یا غیر مسلم ہو شیخ سید مغل پٹھان ہو یا بھنگی اور چمار ہو اس میں کسی کی کوئی قید نہیں البتہ آخرت میں ترتب ثمار کے لیے اسلام بھی شرط ہے۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۱۶:- ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کئی مہینے تک خط کا نہ بھیجنا یہ دلیل ہے ضعف طلب کی۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ بھی راز ہے میرے یہاں تاخیر بیعت کا اس پر فرمایا کہ آج کل بیعت بھی من جملہ اسباب افتخار کے ہوگئی ہے طلب نہیں ہے، میں ضابطہ کے تعلق کو تعلق نہیں سمجھتا خلوص کے تعلق کو تعلق سمجھتا ہوں اور خلوص بھی وہ جس میں نفس کو بھی دخل نہ ہو اور یہ بھی تجربہ کی بات ہے کہ یہ پیری مریدی کا تعلق اس سے قبول کرنا چاہیے جس پر حکومت کر سکے نیز مرید ہونے کے قابل وہ شخص ہے جس پر حکومت کر سکے۔ نیز مرید ہونے کے قابل وہ شخص ہے کہ جس کو پہلے سے محبت ہو خلوص ہو اس میں بڑی مصلحتیں اور راحتیں ہیں۔

ملفوظ ۱۷:- آج صبح کی مجلس میں ملفوظ [illegible] میں جو ایک نووارد متمول صاحب سے گفتگو نقل کی گئی ہے ان کے متعلق حضرت والا نے فرمایا کہ صبح ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی دو قسم کے لوگوں سے گفتگو ہوئی ایک تو وہ جو ان کے بالکل ہم خیال ہیں۔ انہوں نے ہمہ تن موافقت کی اور ایک وہ جنہوں نے بالکل مخالفت کی میں نے یہ کیا کہ اصل مقصد میں موافقت اور طریق کار میں اختلاف کیا اور میرا اختلاف بالکل اصول صحیحہ پر منطبق تھا، الحمدللہ میرے اندر بے پروائی نہیں ہاں میں تابع بننا نہیں چاہتا۔ تابع تو شریعت ہی کے رہنا چاہیے اب جو کوئی کام شریعت کے موافق ہے تو مجھے شرکت سے خدمت سے انکار نہیں اگر خلاف شریعت ہے تو میں شرعاً معذور ہوں میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں جہاں کسی نے مولویوں کے ذمہ کام ڈالا میں نے فوراً اس کو

بھی ایک کام تبلا دیا بس اس سے ان کی سب فضولیات ختم ہو جاتی ہیں یہ دنیا دار باتیں ہی باتیں بناتے ہیں۔ جب کام سر پر پڑتا ہے تو محض ناکارہ ثابت ہوتے ہیں ان کی رگ رگ سے ہی پہچانتا ہوں اب یہ گئے ہیں مگر جو کچھ کریں گے دیکھ لیجئے۔ و بس سن لیجئے وجہ یہ کہ اس میں طریق کار میں نے ایسا بیان کر دیا کہ جس میں ان کو خود بھی کچھ کرنا پڑیگا۔ اور یہی تیر تکبیر ہے۔

ملفوظ ۱۸: فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ایک باطنی حالت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کو بقا نہیں، میں نے لکھا ہے کہ بقا ہے مگر اس حالت کا غلبہ نہیں رہتا اور وہ دائم رہ بھی نہیں سکتا۔ اگر انسان چاہے کہ ایک سی حالت ہمیشہ رہے یہ ہو ہی نہیں سکتا حالات کے تغیر تبدل میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

ملفوظ ۱۹: ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ بہت عرصہ سے نہ حاضری ہوئی اور نہ خط بھیج سکا حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس سے میرا کوئی حرج نہیں بالکل بے فکر رہو۔

ملفوظ ۲۰: ایک صاحب کا خط آیا اس کو اس طرح بند کیا تھا کہ کھولتے ہوئے پھٹ گیا۔ اس پر حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ اس حالت میں یا تو تم کو بند کرنے کی تمیز نہیں یا مجھ کو کھولنے کی تمیز نہیں اور بدتمیز نہ مرید ہونے کے لائق ہے اور نہ پیر بننے کے لائق اس واسطے اس قصہ کو ختم کرو اور اگر تم نے بند نہیں کیا کسی اور نے بند کیا تو آئندہ بھی ایسے ہی بدتمیز آدمی سے بند کرایا کرو گے تو یہ تکلیف کون برداشت کریگا جواب آیا کہ خط کے اوپر گوند دوسرے شخص نے لگایا تھا حضرت والا کا جواب گیا کہ تم نے خود کیوں نہیں لگایا کیا اپنے کو اتنا بڑا آدمی سمجھتے ہو کہ ایسے معمولی کام بھی دوسروں سے لیتے ہو تو متکبر آدمی بھی مرید ہونے کے لائق نہیں۔

ملفوظ ۲۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کسی کے چہرہ پر نظر نہیں کرتا طبعاً حجاب معلوم ہوتا ہے

ملفوظ ۲۲: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوگا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا یہ تجربہ کی بات ہے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عموماً مشائخ کے دربار میں اس پر نظر رہتی ہے کہ کون خدمت زیادہ کرتا ہے اور کون کم اس وجہ سے لوگ اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں الحمد للہ مجھ کو اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا بلکہ بعضوں کی خدمت سے اور تکلیف ہوتی ہے کیونکہ بعض کو تو خدمت کا سلیقہ نہیں ہوتا اور بعض کو اگر ہوتا بھی ہے تو نیت اچھی نہیں ہوتی کچھ اغراض پیش نظر ہوتے ہیں خدمت کرنے کے بعد اس غرض کو پیش کرتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے یہ تو اچھی خاصی رشوت ہوئی کہ خدمت سے مخدوم نرم ہو جائیگا پھر جو چاہیں گے وہ کہیں گے۔ گویا [illegible] اور [illegible] چاہتے ہیں۔ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ان اہل دنیا کی نظر [illegible] اہل [illegible] کی عظمت [illegible] نہیں۔ [illegible] کا سبب کیا [illegible]۔ ہمارا ایسا کون کام ہے جو [illegible] ان کے [illegible] اس قدر [illegible] ہے کہ وہ [illegible] کی حاجت [illegible] کرتے ہیں ہم نے تو کبھی کوئی

حاجت ان کے سامنے پیش نہیں کی اس لئے جی چاہتا ہے کہ ان کو حقیقت معلوم کرا دینا چاہیے کہ جیسے تم ملانوں کو کچھ نہیں سمجھتے ملانے بھی تم کو کچھ نہیں سمجھتے۔

ملفوظ ۲۴:- فرمایا میں متکبروں کی ساتھ الحمد للہ ایسا برتاؤ کرتا ہوں جس کو دیکھ کر وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ علماء میں بھی ایسے ایسے حضرات موجود ہیں یعنی جو ان کو منہ نہیں لگاتے اور خیر میرے متعلق تو ان کا خیال ہی خیال ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اہل علم میں بڑے بڑے حضرات ہیں باقی ہم لوگ تو کس شمار میں ہیں اب رہ گیا حصول دنیا سو اس پر حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ کا فرمانا یاد آ گیا کہ دنیا ہمیں بھی ملتی ہے اور امراء کو بھی مگر اتنا فرق ہے کہ ہم کو عزت کے ساتھ ملتی ہے۔ اور ان کو ذلت کے ساتھ مگر اس استغناء کا حاصل اپنی عزت کی حفاظت ہے نہ کہ امراء کی تحقیر کیونکہ کسی کی تحقیر بھی بہت بری بات ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ متواضع امراء کے ساتھ سختی کرنا یہ بھی تکبر ہے۔

ملفوظ ۲۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ ایسے گندے مذاق کے بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر ان کے قلب میں عظمت ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی اس قدر نہیں اور جس قدر فقراء کی عظمت ہے اس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں اور فقراء میں بھی ایسوں کی جو خلاف شریعت رہتے ہیں مراد جیسے بھنگڑ وا ہی تباہی فقیر۔

ملفوظ ۲۶:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ الحمد للہ اب کسی چیز کی امنگ نہیں رہی ابہر تو یہ جی چاہتا ہے کہ فراغ کے ساتھ خالص تعلق مع اللہ میسر ہو جائے گو ابھی وہ نصیب نہیں ہوا مگر جی چاہتا ہے کہ نصیب ہو جائے۔

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۲۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر میں اوقات منضبط نہ کرتا تو کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا اس انتظام اور اوقات کی پابندی کی بدولت اتنا کام ہوا انتظام میں حق تعالیٰ نے عجیب برکت رکھی ہے مگر اسی انتظام اور اوقات کی پابندی کی بناء پر لوگ مجھ کو بدنام کرتے ہیں اس کا نام لوگوں نے خشکی بے مروتی رکھ رہے ہیں خشکی کے مقابلہ میں کہا کرتا ہوں کہ اتنی تری بھی نہیں چاہیئے کہ جس میں ڈوب ہی جائے۔

ملفوظ ۲۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جو مجموعہ خطب لکھا ہے اس میں ایک خطبہ ہے محاسبہ اور مراقبہ

کا اس میں مجھ کو دو مشکلیں پیش آئیں ایک تو قید تساوی خطب کے التزام کے ساتھ ضبط مضمون کی کہ مضمون بہت طویل تھا جیسا احیاء کے کتاب المحاسبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور ایک رعایت توالی کی خدا تعالی کا فضل ہوا کہ خواب میں کسی نے اس کی عبارت بتلا دی جس سے دونوں مشکلیں حل ہو گئیں صبح کو اٹھا تو کل حصہ تو محفوظ نہ تھا مگر اکثر حصہ متخیلہ میں باقی تھا۔ سو اس خطبہ کو الہامی نہ کہئے مگر منامی تو کہئے اس لئے کہ الہام تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے عوام کو تو بس خواب میں بتلا دیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں لوگوں نے مجھ پر بلا وجہ طرح طرح کے بہتان باندھے بس ایسی باتوں سے اللہ تعالی کی نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے یعنی اخیر میں اون ہی کی گردن جھکی میری گردن نہیں جھکی۔ وہی میرے دروازہ پر معذرت کے لئے آئے مجھے کسی کے دروازہ پر جانا نہیں پڑا۔ اور پھر نقصان ہی کیا ہوا بلکہ نفع ہی ہوا کہ کنکروں کے بدلے جواہرات عطا فرمائے گئے یعنی ہر شئی کا نعم البدل عطا ہوا۔ جس میں بڑی نعمت یہ ملی کہ مخلوق سے دلچسپی کم ہو گئی۔ اس پر حیدر آباد والے ماموں صاحب کا قول یاد آیا فرماتے تھے کہ تارک الدنیا ہونا تو بڑا مشکل کام ہے مگر جب بندہ پر خدا کا فضل ہوتا ہے تو وہ متروک الدنیا بنا دیا جاتا ہے ماموں صاحب سے میرا باعتبار مسلک کے گو اختلاف تھا مگر ان کی باتیں بڑی ذہانت کی ہوتی تھیں۔ اور مزاح میں ظرافت بھی بہت تھی اور ٹرکی میں ایک مرتبہ دو واعظ دو مولوی صاحبان میں معانقہ ہوا دونوں کے پیٹ بڑے تھے گلے سے پہلے پیٹ مل گئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ معانقہ تو نہیں ہوا مباطنہ ہو گیا۔ اور ان میں ترک کی بھی خاص شان تھی ایک بار جب کہ ماموں صاحب کا حیدر آباد دکن میں قیام تھا نواب محبوب علی خاں صاحب نے ایک تاریخ مقرر کی کہ آج ہم سب مزارات کی زیارت کریں گے۔ چنانچہ جس مزار پر گئے وہاں کے خدام نے پر جوش استقبال کیا مگر ماموں صاحب کے شیخ مرزا سردار بیگ صاحب کے مزار پر جو آئے تو یہاں ماموں صاحب پہلے سے مزار پر حاضر تھے مگر نواب کو دیکھ کر صرف کھڑے ہو گئے اور سلام مصافحہ کر یا نذر بھی قبول نہیں کی جب وہاں سے رخصت ہوئے مصاحبین کو خیال ہوا کہ شاید نواب صاحب نے برا مانا ہوگا۔ اس لئے تاویل کی کہ حضور یہ کچھ معذور سے ہیں ان کی بات کا کچھ خیال نہ فرمائیے نواب صاحب نے نہایت ناخوش ہو کر فرمایا کہ افسوس ایسے شخص کو پاگل اور دیوانہ کہتے ہو۔ الحمد للہ میرے شہر میں ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے دل میں حب دنیا نہیں اور اس کے بعد ماموں صاحب کے پاس فرمان اور سواری بھیجی کہ اس وقت مجھ کو سیری نہیں ہوئی یہاں تشریف لائیں تو عنایت ہو ماموں صاحب نے کہا کہ حضور اگر مجھ کو اپنی قلمرو سے نکالتے ہو تو وقف کر کے کیوں نکالتے ہیں میں نے کہ دیں میں کہیں نکل جاؤنگا آخر نواب صاحب خاموش ہو گئے باقی مجھ کو جو ددنمن جب سے سگار تھی اس کا سبب ان کا مسائل میں اخرش کرنا تھا پھر اس کو زبان سے بھی ظاہر کرتے تھے بولتے بہت تھے اس میں ایسی باتیں کہہ جاتے تھے میں نے ادب کے ساتھ ان سے اختلاف کو ظاہر بھی کر دیا تھا اس لئے مجھ سے بہت ناخوش ہو گئے تھے اور میں اس لئے خوش تھا کہ

پیچھا چھوٹا میں نے ملنا بھی چھوڑ دیا تھا محض اس خیال سے کہ اگر ایسے منکرات پر سکوت کروں گا تو بے غیرتی ہے اگر بولوں گا تو گستاخی ہے۔

ملفوظ ۳۰: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں آج کل کے مدعیان قرآن دانی کے متعلق فرمایا کہ یہ دوں نا اہلوں کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور تفسیر کر سکتے ہیں اس کے لئے ذوق سلیم اور فہم سلیم کی ضرورت ہے اور وہ پیدا ہوتا ہے تقویٰ سے اور بدون تقویٰ کے نور فہم کہاں نصیب گو نظر بھی وسیع ہو اس وسعت نظر اور عمق فہم پر میرے ایک دوست نے عجیب بات کہی تھی کہ متبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو متبحر ایک مچھلی متبحر۔ کدو تو دریا کی تمام سطح پر پھر جاتا ہے۔ مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ دریا کے اندر کیا ہے اور ایک مچھلی ہے کہ عمق میں پہنچی ہے گو تمام دریا پر نہ تیرے سو یہ آج کل کے مدعی کدو متبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں اندر کی خاک بھی خبر نہیں۔ جیسے ایک انگریز نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو جانتا ہے اور میر کے اس شعر کی شرح کی تھی شعر یہ ہے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے — اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

شرح یہ کی کہ ہم اور تم اور انڈیا کا ایک بڑا آدمی (یہ میر کا ترجمہ ہوا) سب اس کے بالوں میں پھنس کر جیل کھانے (خانہ) چلا گیا۔ ایک ایرانی نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم اردو سمجھتا ہے ہندوستانی نے کہا۔ چھبیلی رنگیلی رسیلی فہمیدی (تم سمجھے) ایرانی نے کہا بلے فہمیدم (ہاں سمجھا) ہندوستانی نے کہا چہ فہمیدی (تم کیا سمجھے) تو وہ ایرانی کہتا ہے کہ شش گربہ رنگین رسن گرفت (چھ رنگین بلیوں نے رسی پکڑ لی) بس یہی حال ہے ان مدعیوں کا۔ خوب سمجھ لو کہ قرآن مجید جیسا لفظاً معجز ہے اسی طرح معنیً بھی معجز ہے بدون نقل صحیح کے محض عقل کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور لفظی اعجاز کی سب سے واضح اور کلی دلیل یہ ہے کہ اہل زبان نے اس کو خدا کا کلام تسلیم کیا اور یہ کہا کہ "ما ہذا قول البشر" (یہ بشر کا کلام نہیں ہے) باقی تفصیلات و جزئیات بھی مؤیدات ہیں۔ چنانچہ ایک تائیدی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اتدعون بعلاً وتذرون احسن الخالقین۔ اگر یہ انسانوں کا کلام ہوتا تو بجائے تذرون کے یوں ہوتا کہ تدعون احسن الخالقین۔ کیونکہ تدعون کے معنی بھی چھوڑ دینے کے ہیں اور تذرون کے بھی وہی معنی ہیں اور تدعون میں صنعت ہے تو بشر صنعت کو ترجیح دیتا اسی کو فرماتے ہیں۔ بعض مصنفین نے قرآن کی بعض آیات کی تفسیر کو نجوم کے اصول پر مبنی کیا ہے خدا کا شکر ہے کہ تفسیر بیان القرآن ایسی سب باتوں سے پاک ہے۔

ملفوظ ۳۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے جاہل صوفیوں نے حقائق کو تو بالکل ہی مستور کر دیا ایک بھیانک صورت میں مریض کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے مگر اب تو بحمد اللہ تعالیٰ صدیوں

ﮯ کیا تم دبعل (ایک بت کا نام ہے) کو پوجتے ہو اور اس کو چھوڑتے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے۔ ۱۲

کے نئے طریق بے غبار ہو گئے۔ کافی خدمت طریق کی ہو چکی اور ان جاہلوں کے مکر و فریب سے لوگ بخوبی واقف ہو چکے۔ اگر تھوڑا سا بھی کسی کو حق تعالیٰ نے فہم سلیم عطا فرمایا ہو وہ ان کے جال میں نہیں پھنس سکتا باقی بدفہموں کا کسی کے پاس بھی علاج نہیں ہے۔

ملفوظ ۳۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کہتے ہیں کہ جانوروں میں عقل نہیں اور تعجب تو یہ ہے کہ متکلمین بھی ان کے ساتھ ہو گئے لیکن واقعات و مشاہدات اس کی تغلیط کرتے ہیں۔ ان صاحبوں کی بڑی دلیل جانوروں کا مکلف نہ ہونا ہے لیکن یہ مکلف نہ ہونا ایسا ہے جیسا نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہوتا حالانکہ اس میں عقل ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی جس سے مکلف ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ نابالغ میں عقل کافی نہیں ہوتی ایسے جانوروں میں عقل ہے مگر کافی نہیں۔ اس لئے مکلف نہیں تو مکلف نہ ہونا دلیل نہیں ہوئی عدم عقل کی۔

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۳۳: ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے ان کے ناواقفی قواعد کے عذر کرنے کے جواب میں فرمایا۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ دن کسی جگہ جائے ہوئے۔ اطلاع کئے ہوئے کسی جگہ کے معمولات کی کیا خبر کہ وہاں کے کیا اصول ہیں۔ کیا قواعد ہیں مگر اتنی عقل تو ہونا چاہئے کہ جہاں جائے وہاں کے رہنے والوں سے معلوم کرے کیا تو کوئی ایسی باریک اور غامض بات نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے ایسی موٹی بات اور اس میں یہ گڑبڑ تو پھر ایسے شخص سے آئندہ ہی کیا امید ہو سکتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ ایسی باتوں کو نہ سمجھنا بے عقلی یا بدفہمی کے سبب سے نہیں ہوتا بلکہ زیادہ بے فکری کے سبب ہوتا ہے جو کہ اختیاری ہے بس یہ ہے وجہ میرے مواخذہ کی میں جب کسی غلطی کے صدور پر کسی سے سوال کرتا ہوں کہ یہ بتلاؤ کہ اس غلطی کا سبب بدفہمی ہے یا بے فکری تو اکثر لوگ یہ سمجھ کر کہ اگر بے فکری کو سبب بتلاتے ہیں تو وہ چونکہ اختیاری ہے مواخذہ سخت ہوگا۔ بس جان بچانے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ بدفہمی ہے اس پر کہتا ہوں کہ بے فکری اگر سبب ہوتی تو چونکہ وہ اختیاری تھی اس کے انسداد کی توقع قریب ہوتی اب چونکہ بدفہمی سبب ہے اور وہ غیر اختیاری ہے اس لئے امید انسداد کی قریب نہیں لہٰذا تم سے موافقت مشکل ہے تمہاری خدمت سے معذور ہوں۔

ملفوظ ۳۴: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ توکل تو بڑی چیز ہے جس کو حق تعالیٰ نصیب فرما دیں بڑی دولت اور بڑی نعمت ہے باقی ہم جیسوں کو تو اگر توکل کرنے والوں کی نقل ہی نصیب ہو جائے یہ بھی

سب کچھ ہے اس پر فضل ہو جاتا ہے دیکھ لیجئے کہ رؤسا کے یہاں نقل پر بھی انعام ملتا ہے بلکہ بعض دفعہ زیادہ ملتا ہے اصلی خربوزہ تربوز آم کر لے جائے تو بازار کی قیمت تو چار آنہ ملے گی۔ اور اگر نقلی لے جائے تو انعام پانچ دس روپیہ مل جاتے ہیں تو اسی طرح ہمارا تو کل تو کیا مگر نقل بھی ہو جاوے تو یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ قابل انعام ہے اور دوسرے اعمال کو بھی اسی طرح سمجھ لیجئے۔

ملفوظ ۴۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ان تعد وا نعمة الله لا تحصوها کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے ہزاروں واقعات ایسے ہیں کہ جس چیز کو جس طرح چاہا اللہ تعالیٰ اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں

ملفوظ ۴۶:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبادلہ خیالات نہایت مہمل لفظ ہے پھر معنوی ولایت بھی اس میں کافی نہیں مشورہ اچھا لفظ ہے یہ تبادر لفظ بھی تو غلط ہے تبادل البتہ صحیح لفظ ہے تبادلہ عربی میں کوئی لفظ ہی نہیں۔

ملفوظ ۴۷:- ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر اس خط میں بیعت کا مضمون نہ ہوتا تو بڑا اچھا خط تھا۔ ضرور جواب دیتا۔

نوٹ :- اس میں بے بیعت پر بے اصول اصرار تھا جس سے طبیعت مکدر ہو گیا)

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ ۴۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص معزز ہے کہ کپڑے پہنے ژولیدہ (پھٹے پرانے) مگر سوال نہ کرے بخلاف اس کے جو عبا و قبا پہن کر سوال کرے وہ معزز نہیں۔ ایک صاحب کسی مقام پر بدل کر گئے پرانی وضع کے آدمی تھے جو ملازم عامہ و جبہ تھا محض براہ اخلاق ایک رئیس سے ملنے گئے اس نے دور سے دیکھ کر یہ کہا کہ یہ کوئی چندہ مانگنے والے ہیں گھر میں گھس گئے پھر اس اطلاع پر کہ سب نہ تھے۔ تب باہر آ گئے یہ حالت ہو گئی ہے ان مانگنے والوں کی بدولت علماء کو ایسی باتوں سے طبعی نفرت ہے۔ جس کام کے لئے چندہ کی ضرورت ہے۔ صرف اس کام کی عام اطلاع کر دینا کافی ہے۔ اس پر اگر کوئی اعانت اور امداد کرے قبول کرے ورنہ خیر علماء کو تو ان امراء کے دروازوں پر جا کر ان سے سوال کرنا نہایت ہی ناپسندیدہ بات ہے اگر علماء چند روز بطور امتحان ہی ایسا کر کے دیکھیے

عہ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو گن نہ سکو۔ ۱۲

دیکھیں تو یہ امراء خود ان کے دروازوں پر آئیں اور قدموں میں سر رکھنے کو تیار ہو جائیں۔

ملفوظ ۳۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں اتباع اور اعتماد پر مدار ہے طبیب کے معالجہ جیسی ہی بات ہے اگر طبیب پر اعتماد اور اس کی تجویز کا اتباع نہ ہو مریض اچھا ہو چکا اعتماد ہو تو یہ سمجھے کہ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

ملفوظ ۴۰:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی سے تعلق رکھنا اور چیز ہے اور تعلق کرنا اور چیز، یہ غلط مبحث کیسا میں تعلق تو سب سے رکھتا ہوں۔ تعلق کسی سے نہیں ہے مجھ کو جب اس کا تصور ہوتا ہے کہ کسی سے تعلق نہیں نہایت لذیذ معلوم ہوتا ہے چاہے اس کو کوئی تکبر ہی سمجھے۔

ملفوظ ۴۱:- فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں تعویذ پر ایک سادہ کاغذ لگا دیتا ہوں تاکہ لینے والے کو بے وضو مس کرنا جائز رہے۔

ملفوظ ۴۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ انسان ناز کس بات پر کرے اس کی ہستی اور وجود ہی کیا ہے ایک عالم کی حکایت لکھی ہے کہ میں نے ایک چیز ایسی یاد کی کہ کوئی یاد نہیں کر سکتا اور ایک ایسی چیز بھلا کر کوئی بھلا نہیں سکتا۔ یاد تو یہ کہ قرآن شریف تین دن میں یاد کر لیا۔ اور بھولا یہ کہ داڑھی چار انگل سے زائد ہو گئی مٹھی میں لی پکڑ کر کاٹنی چاہی خیال نہ رہا اوپر کی جانب سے کاٹ دیا۔ بالکل صاف ہو گئی۔ حق تعالیٰ انسان کا عجز دکھا دیتے ہیں۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔ ؎

گر خدا خواہد نگفتند از بطر   پس خدا بنمود شان عجز بشر

بندوں کی غلطی ظاہر کر دیتے ہیں تاکہ ان میں دعویٰ نہ پیدا ہو جائے یہ بھی بڑی رحمت ہے حق تعالیٰ بندوں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک روایت دیکھی ہے کہ جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس پر ٹوٹ پڑوں زمین کہتی ہے کہ میں اس کو نگل جاؤں۔ مطلب یہ کہ اس کو فنا کر دیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم اس کو بناتے اور پھر ایسی درخواست کرتے جب جانتے اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے محبت ہوتی ہے کہیں اختیاراً کہیں اضطراراً۔ وہاں اضطرار تو ہے نہیں صرف اختیار ہے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے جب قوم غرق ہو گئی حکم ہوا کہ مٹی کے برتن بنا کئی سال تک برتن بنوانے گئے پھر حکم دیا کہ توڑ دو۔ دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ توڑ دیئے ارشاد ہوا کچھ رنج ہو، عرض کیا کہ بہت رنج ہوا۔ ارشاد ہوا دیکھو اپنی بنائی ہوئی چیز سے ایسی محبت ہوتی ہے مگر ہم نے تمہارے کہنے سے اپنی مصنوعات کو ہلاک کر دیا۔

ملفوظ ۴۳:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حب دنیا کے علاج میں یہ مراقبہ نہایت مفید

لے پائے بوسی ۔ ۔ ۔ شیخی کی وجہ سے انہوں نے نہیں کہا۔ تو حق تعالیٰ نے ان کو بشر کا عجز دکھا دیا ۱۲

ہے کہ قبر میں اس طرح کفن کھل گیا۔ اعضاء منتشر ہو گئے۔ موت سے ڈر کے گھبراتے ہیں مگر مومن کے لئے موت بڑی مسرت کی چیز ہے یہی وہ پل ہے جس سے گذر کر محبوب تک رسائی ہوگی باقی طبعی تکلیف ایسی ہے جیسے بچہ کو آپریشن کرایا جاتا ہے۔ وہ اس پر روتا ہے چلاتا ہے مگر مربی خوش ہیں کہ یہ اب اچھا ہوجائے گا اسی کو فرماتے ہیں عہ

طفل می لرزد ز نیش احتجام　　　مادر مشفق از آں غم شاد کام

ملفوظ ۲۴:- ایک صاحب سے سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جوش کو بہادری نہیں کہتے ہوش کی حالت میں جو کام قوت و استقلال سے کیا جائے بہادری اس کو کہتے ہیں اور جوش کی کیفیت تو اکثر عورتوں میں بھی ہوتی ہے۔ اکثر واقعات کنوؤں میں ڈوب جانے کے انہیں سے ہوتے ہیں۔ مگر کوئی بھی اس کو بہادری سے تعبیر نہیں کرتا۔ بلکہ بزدلی پر دال ہے۔ تو محض جان کھو دینا یا دے دینا بہادری نہیں بہادری اور ہی چیز کو کہتے ہیں۔ آج کل بعض مسلمان بھی اہل باطل کی پیروی میں اپنی فلاح سمجھتے ہیں مگر اہل باطل میں قوت کہاں محض ایک جوش سا ہوتا ہے جو بہت جلد زائل ہوجاتا ہے۔

ملفوظ ۲۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو آنے والے حضرات کی خدمت کو اپنا ذریعہ نجات سمجھتا ہوں مگر آنہ والوں پر نظر نہیں۔ مزاحاً فرمایا کہ آنہ والوں کو کیا دیکھتا روپیہ والوں کو دیکھتا ہوں یعنی اہل صدق کو

۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۲۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ کس قدر بدفہمی کی بات ہے کہ اتباع کرنی چیز ہی نہیں رہی یہ چاہتے ہیں کہ حاکم ہما۔ اتباع کریں اب یہی سوراج سوراج بانک رہے ہیں جب یہ عالم نہیں گے تو ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوگا۔ جو یہ کر رہے ہیں۔ تب حقیقت معلوم ہوگی۔ جتنی باتیں کر رہے ہیں نہایت ناعاقبت اندیشی کی ہیں۔ بہت بری ذہنیت پیدا ہوگئی ہے۔ یہی حالت حکام باطنی یعنی مشائخ کے ساتھ ہوگئی ہے کہ ان کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہ خود علامت ہے ضعف اعتقاد کی اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ زادوں کی قوم اگر کسی سے معتقد ہو جائیں تو بلا شبہ وہ واقعی بزرگ ہے اس لئے کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا مولوی بن جاوے یا شیخ بن جاوے ان کا معتقد ہونا بڑا مشکل ہے یہ تو واقعی بزرگوں کے بھی کم ہی معتقد ہوتے ہیں۔ مزاحاً فرمایا کہ یہ تو شیخ زادہ ہیں بلکہ شیخ اسے بھی زیادہ ہیں اس لئے یہ

عہ بچہ انجکشن لگانے سے کانپتا ہے کہ سوئی چبھنے سے تکلیف ہوگی۔ مگر مشفق ماں اس تکلیف سے خوش ہے کہ بچہ کو صحت ہو جائیگی

اگر میں آنے والوں کی وہ رعایت کروں جس کو یہ رعایت سمجھتے ہیں تو پھر تربیت اور اصلاح کی کیا صورت ہے مگر یہ ان کی رعایت تھوڑا ہی ہوگی۔ بلکہ تو میری اپنی رعایت ہوگی کہ کوئی برا نہ مانے بدنام نہ کرے اب یہ اس کو اپنی بدفہمی کی وجہ سے نہ سمجھیں تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں میں تو جو کچھ کرتا ہوں آنے والوں کی مصلحت کی وجہ سے کہ ان میں آدمیت پیدا ہو جائے پھر اس کو اگر یہ اپنا نقصان سمجھیں سمجھا کریں یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وقف علی الاولاد کرے تو اس سے اپنی اولاد کو نفع پہنچانا مقصود تھا لیکن اگر اس پر کوئی نقصان لازم آ جائے مثلاً اولاد اس کو اپنے اتلاف کے لئے فروخت نہیں کر سکتی تو آ جائے یا اولاد اس کو نقصان سمجھے سمجھا کرے باپ کی جوتی سے اور میں تو صاف پکار کر کہتا ہوں کہ اگر میرا یہ طرز کسی کو ناپسند ہو وہ میرے پاس نہ آوے میں کسی کو بلانے کب جاتا ہوں کسی کو خود غرض ہو آؤ ورنہ نہیں اور جاؤ۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے ؎

در کوئے نیک نامی ما را گذر ندادند ۔۔۔ گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

اور میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھ دیتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی ۔۔۔ جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

لوگ چاہتے ہیں کہ جس طرح سے پرانا ڈھرا چلا آ رہا ہے ویسے ہی یہاں پر بھی ہو صدیوں کے بعد تو یہ تربیت حق تعالیٰ کے فضل سے کھلا ہے یہ نا معقول پھر اس کو بند ہوا دیکھنا چاہتے ہیں سو میں تو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے طرز کو کسی کی خوشی کی وجہ سے بدل نہیں سکتا۔ اور اگر بالفرض ایسا کروں بھی تب بھی کسی نہ کسی کے تو پھر بھی خلاف ہو ہی گا۔ تو اس صورت میں ساری دنیا کو کہاں تک راضی رکھ سکتا ہوں۔

ملفوظ ۱۷: (ملقب بہ تکمیل الحق) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگوں کے دین کو کچھ انگریزی نے کچھ نوابی نے کچھ بدفہمی نے تینوں نے مل کر خراب و برباد کر دیا آج کل تو انگریزیت کا غلبہ عورتوں پر بھی ہو چلا ہے۔ یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ ایک بہت بڑے دیندار خاندان کے ایک کی بیوی کا میرے پاس خط آیا تھا اپنے نام کے ساتھ لکھا تھا کہ فلاں بیگم کی میں نے لکھا کہ اگر اپنے نام کے ساتھ یہ لکھا جاتا کہ فلاں بیگم تو یہ ایسا تھا۔ بس یہ عزت بڑھی کہ آدمی سے لیڈی بن گئیں۔ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ جب کسی عورت کا خط آتا ہے تو لکھ دیتا ہوں کہ اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیجو اس میں بھیجنے والی کی دینی مصلحت بھی ہے اور دنیوی بھی تاکہ نہیں بے محل خط نہ لکھو سکیں اور یہ سمجھیں کہ بدون خاوند کی اجازت کے خط و کتابت کرنا جائز نہیں۔ ادھر خاوند کو اطمینان رہے کہ بدون میری اجازت کے ایسا نہیں کرتی۔ غرض اس میں بڑی مصلحت ہے اور جگہ ان باتوں کا خیال بھی نہیں کیا جاتا۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے پردگی کی وبا بھی عام ہو چلی ہے۔ تمام غیر محرم گھروں میں آتے ہیں جن سے پردہ فرض ہے اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی جو

؎ نیک نامی کے کوچہ میں گذرنا بھی ہمارے مقدر میں نہیں تو اگر تم کو یہ طریقہ پسند نہیں تو تقدیر کو بدل دو

مفاسد ان کے باہر پھرنے سے پیدا ہوتے وہ اس صورت میں گھروں کے اندر پیدا ہو جاتے ہیں ایسا پردہ
حقیقت میں پردہ نہیں ہے محض عرفی پردہ ہے۔ ایک صاحب نے بطور اشکال کے مجھ سے کہا تھا کہ پردہ
کے اندر بھی تو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میں نے کہا پردہ کے اندر قیامت تک خرابی اور مفاسد پیدا نہیں
ہو سکتے۔ جب مفاسد ہوں گے بے پردگی ہی سے ہوں گے۔ کیوں کہ ہر خرابی سے پہلے آپس کا سامنا ہی ہوگا
وہ اس عرفی پردہ کو پردہ سمجھے ہوئے تھے اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں اور حقیقت کو سمجھے اور بہت
مسرور ہوئے اور یہ کہا کہ میں بہت عرصہ سے اس شبہ میں مبتلا تھا آج حقیقت منکشف ہوئی اور
یہ مرض بے پردگی کا مسلمانوں میں دوسری قوموں کی وجہ سے پیدا ہوا اپنے خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ
رنگ بدلتا ہے۔ پردے میں اصل ضرورت بدن چھپانے کی ہے جس میں کوتاہی ہوتی ہے گھر کی چار دیواری
میں بیٹھنے کا اور نامحرموں کے سامنے نہ ہونے کا نام پردہ نہیں ہے۔ عورتیں بکثرت ضعیف ہوتی ہیں مگر
وہ بھی پردہ کے اس حکم ستر ہی سے مستثنیٰ نہیں نیز نفس پر کیا بھروسہ اور کیا اطمینان جب صاحب پر
کیا اطمینان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمام امت کی مائیں ہیں مگر ان کو بھی حکم تھا کہ
امتیوں سے پردہ کرو۔ اسی طرح امتی بیٹیوں کو حکم تھا کہ اپنے روحانی باپ سے یعنی پیغمبر سے پردہ کرو اور اصل
تو یہ ہے کہ پردہ کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت ہو۔ اگر غیرت و حمیت ہو تو کوئی
چیز ہے وہ فطری ہونے کے سبب کافی داعی ہے بلکہ شریعت خود بالکل فطری چیز ہے چنانچہ جس میں احتمال بعید
بھی مفسدہ کا ہوتا ہے خود بخود قلب میں اس سے کھٹک پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ جس کا مفسدہ فطرۃً بہت زیادہ
نہیں تھا۔ وہاں تصریح کی حاجت نہیں ہوئی۔ دیکھئے یہ تو حکم ہے کہ شراب نہ پیو اور یہ نہ فرمایا کہ پیشاب
نہ پیو۔ کیوں کہ اس کی گندگی فطری ہے سو جس چیز کی ممانعت کی ضرورت نہ تھی اس بنا پر کہ وہ فطری ہے
بعض جگہ اس سے بھی ممانعت کرکے بندوں پر احسان فرما دیا کہ اس کے احکام بتلا دیئے۔ ورنہ فہم سلیم کے ہوتے
ہوئے اس کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ لیکن باوجود عدم ضرورت کے اگر یہ امر پیش نظر نہ رکھا جائے کہ احکام کا
تعلق مختلف طبقات سے ہے جن میں بعضے فاسد الفطرۃ بھی ہیں۔ تو پھر یہ شبہ بھی نہ ہوگا کہ باوجود فطری ہونے
کے پھر کیوں ظاہر کیا گیا۔ جواب ظاہر ہے کہ اس اظہار کا داعی فساد فطرت ہے اور یہ مدعیان بے پردگی جو
اپنے مدعا کے دلائل بیان کرتے ہیں وہ نیچر اور اصول عقلیہ کے بھی خلاف ہیں۔ آخر ان کو بھی تو کسی
حد کا قائل ہونا پڑے گا مطلقاً بے پردگی کے تو یہ بھی قائل نہیں۔ تو جو مفاسد مطلقاً بے پردگی سے پیدا ہوں گے
اگر اس مابہ النزاع درجہ سے بھی وہی پیدا ہو جاویں تو پھر ان کے پاس کیا جواب ہے۔ بعض لوگوں نے یہ مسئلہ
خوب یاد کر رکھا ہے کہ چہرہ تو ستر نہیں۔ مگر یہ نہ دیکھا کہ اصل جذب قلب کے باب میں چہرہ ہی ہے چنانچہ جو
منچلا چہرہ دیکھ لیتا ہے اس کو دوسرے اعضاء کے دیکھنے کی خواہش نہیں۔ اور جو شخص دوسرا عضو دیکھ لے
مثلاً کلائی کو دیکھے تو چہرہ دیکھنے کی اس کو ضرور خواہش ہوگی۔ سو ان بے غیرتوں کو شرم نہیں آتی کہ سر کھولنے

کو تو جائز نہ سمجھیں اور چہرہ کھولنے کو جائز سمجھیں، حسن و جمال تو جو کچھ ہے وہ چہرہ ہی میں ہے اس کا پردہ تو سب سے زیادہ ہونا چاہئے۔ مگر غایت مجبوری والیوں کو رفع حرج کے لئے اس میں سہولت کر دی ہے یہ نہیں کہ بلا ضرورت حسن فروشی کرتی پھریں۔ پس شریعت نے نہ تو تنگی کی اور نہ وسعت دی۔ ہر امر میں اعتدال رکھا ہے اسی اعتدال کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

گرچہ خدا گفت "کلوا واشربوا" لیک نفرمود کلوا تا گلو

غالب نے تمسخر سے کہا تھا ؎

ہم توبہ جب کریں گے شراب و کباب سے قرآن میں جو آیا "کلوا واشربوا" نہ ہو۔

کسی نے خوب جواب دیا ہے ؎

تسلیم قول آپ کا ہم جب کریں جناب جب آگے "واشربوا" کے "ولا تسرفوا" نہ ہو

شریعت سراپا اعتدال و حفظ حدود ہے۔ اس حفظ حدود پر ایک واقعہ یاد آگیا وہ یہ کہ ایک صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے ولایت گئے تھے ان کی توجہ سے بعض بڑے طبقہ کے انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا چنانچہ ایک انگریزی خاتون نے جو کسی کالج کی پروفیسر تھی اپنے مسلمان ہو جانے کی مجھ کو اطلاع دی اور اسلامی نام رکھنے کی استدعا کی۔ اس عورت کا نام بڑا اوپرے میں نے زبیدہ تجویز کیا وہ بیحد مسرور ہوئی دونوں ناموں میں لفظی تناسب کی وجہ سے ایک دوسرے انگریز نے ان ہی صاحب کے ذریعہ سے ایک خط مجھ کو لکھوایا کہ میں تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں مع اپنی بیوی کے ہندوستان دیکھنے کو بیحد جی چاہتا ہے۔ آپ کے یہاں پردہ ہے ہمارے یہاں پردہ نہیں تو کیا ایسی حالت میں آپ لوگ ہم کو حقیر نہ سمجھیں گے۔ اب مجھ کو سوچ ہوئی اگر لکھتا ہوں کہ پردہ کی ضرورت نہیں تو وہ نصوص سے ثابت ہے نفی کیسے ہو سکتی ہے اور اگر پردہ کرنے کو لکھتا ہوں تو ان کو بوجہ عادت نہ ہونے کے وحشت ہوگی۔ پس اسی حفظ حدود کی اصل پر یہ مجھ میں آیا کہ اور اعضاء تو مستور ہوں گے ہی صرف چہرہ کھلا ہوگا تو چہرہ چھپانے سے اصل مقصود ہے دفع فتنہ اور فاتح قوم کی ایک ہیبت ہوتی ہے مفتوح قوم پر اس لئے مفتوح قوم کی ہمت نہیں پڑتی فاتح قوم کے متعلق خیالات فاسدہ کی اس لئے ہم آپ لوگوں کو اس کی گنجائش دیں گے بخلاف ہمارے کہ ہندوستان میں ہم آپس میں سب برابر ہیں۔ ایک کا دوسرے پر کوئی ہیبت کا اثر نہیں اس لئے ہم اپنے لئے یہ گنجائش نہ دیں گے۔ اور میں نے یہ جواب اخذ کیا حجۃ اللہ البالغہ کی ایک تعلیل سے جو انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرع کے متعلق ذکر کی ہے وہ فرع ہے سیدہ کا اپنے غلام سے عدم حجاب ہے۔ حجۃ اللہ میں اس کی علت یہی ہیبت بیان فرمائی ہے مگر یہ جب ہے کہ جب طبیعت میں سلامتی ہو جیسے ائمہ کے زمانہ میں تھی۔ اور امام صاحب نے اس میں اس لئے اختلاف فرمایا کہ آئندہ طبیعتیں سلیم نہیں ہوں گی غرض میں نے امام شافعی کی اصل پر اس انگریز کو جواب لکھ دیا کہ تم کو اجازت ہوگی کہ پردہ نہ کریں مگر پھر وہ آئے نہیں۔

اگرچہ اللہ نے کلوا واشربوا یعنی کھاؤ پیو فرمایا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ گلے تک کھاؤ

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ !

ملفوظ ۵۱:- ایک نووارد صاحب نے قبل از مجلس حضرت والا سے گفتگو کی اور اسی وقت کی گاڑی سے واپس ہوگئے اس کے بعد حضرت والا نے مجلس کی اطلاع لوگوں کو کرائی اہل مجلس کے آجانے پر فرمایا کہ آج ایک مہمان کی وجہ سے مجلس کی اطلاع میں تاخیر ہوگئی علیگڈھ سے ایک رسالہ نکلتا ہے یہ صاحب اس کے اڈیٹر تھے یا شاید اخبار ہے ٹھیک طرح خیال نہیں رہا ان کے ایک سوال پر میں نے تقریر کی کہتے تھے کہ اس وقت کی تقریر سے تو بہت سے سوالوں سے بچ گیا قریب قریب جو کچھ ذہن میں تھا سب کے جوابات ہوگئے اور کہنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو یہ تقریر چھپوا دوں میں نے کہا کہ پہلے لکھ کر مجھ کو دکھلا دیا جائے کہنے لگے انشاء اللہ غلطی نہ ہوگی میں نے کہا کہ اگر میری طرف نسبت فرمائیں تو مجھ کو ضرور دکھلا لیں۔ اس لئے کہ بعض اوقات ایک لفظ کے بدل جانے سے کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے فرمایا کہ اس سے بھی جی خوش ہوا کہ بیچاروں نے قدر کی اور سمجھ گئے جس کی زیادہ بنا اعتقاد ہے طبعی بات ہے جن لوگوں پر اعتقاد ہوتا ہے ان کی ہر بات مقبول ہوتی ہے۔ الحمد اللہ ابھی تک اکثر مسلمانوں میں دین سے تعلق اور دین کے جاننے والوں پر اعتقاد ہے۔ تعلق پر یاد آیا ایک وکیل صاحب تھے کانپور میں۔ ان کو بیمار سن کر میں ان کے مکان پر عیادت کے لئے گیا تھا تو کہنے لگے کہ اگر وائسرائے بھی میرے مکان پر آتا تو مجھ کو اتنی خوشی نہ ہوتی الحمد للہ ایسے ایسے مسلمان ابھی موجود ہیں جن کو دین اور اہل دین سے تعلق ہے۔

ملفوظ ۵۲:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا شاعری ناجائز ہے فرمایا کہ ناجائز تو نہیں لیکن بعض شاعروں کے اکثر مضامین خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے وہ بے شک ناجائز ہے اسی طرح اگر غلو و انہماک زیادہ ہو جاوے اس کو بھی منع کیا جاوے گا ایک شاعر نے اگر نماز میں کوئی شعر یاد آجاتا تو نماز توڑ کر اس کو لکھ لیتے کسی نے کہا کہ یہ کیا کہا کہ نماز کی تو قضا ہے مگر شعر کی قضا نہیں۔ اکثر جاہل شعراء کے یہاں تو اشعار میں تو کوئی حد ہی نہیں کسی غالی کا شعر ہے (نعوذ باللہ) ؎

پئے تسکین خاطر حضرت پیراہن یوسف — محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا۔

یعنی جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا پیراہن رکھ لیا تھا (نعوذ باللہ) اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ رکھ لیا تو حق تعالیٰ کو یعقوب علیہ السلام پر قیاس کیا نعوذ باللہ۔ اب کہاں تک ان مضامین کو جائز کہا جا سکتا ہے باقی سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر حضور کے سر مبارک پر ابر کا سایہ رہتا تھا

پھر سایہ نہ ہوتا کبھی کبھی ابر بھی ہوناچاہئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ایک صحابی کا آپ پر کپڑے کا سایہ کرنا بھی ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا سایہ بھی دائمی نہ تھا۔

ملفوظ ۵۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عموماً یہ خیال ہو گیا ہے کہ صوفیہ کو عموماً اور حضرات چشتیہ کو خصوصاً بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ بدعتی ہیں اور سنت کے مخالف ہیں اس کے متعلق مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ ایک رسالہ لکھا جائے اور ان حضرات چشتیہ کے اقوال و احوال جمع کئے جائیں جن سے معلوم ہو کہ یہ کس قدر اتباع سنت کا کرتے تھے اس کا نام ذہن میں آتا ہے "السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ" (چنانچہ بفضلہ تعالیٰ شائع بھی ہو گیا) ان حضرات کی آج تک کسی نے کافی نصرت نہیں کی جی چاہتا ہے نصرت کو [illegible] ان حضرات کے اقوال و احوال سے ایہام ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات پر اس طرف کا غلبہ تھا صاحب حال تھے اس لئے معذور ہیں ایک ہی چیز دل میں سمائی ہوئی اور رچی ہوئی تھی۔ اور سب سے ذہول تھا اور وہ چیز محبت اور یاد حق ہے اور حقیقت میں یہی ایک چیز یاد رکھنے کی ہے اس کو نہ بھلا دے باقی اور کسی چیز کے یاد رکھنے کی ضرورت نہیں۔

میری اس نصرت پر ایک صاحب معترضانہ لکھتے ہیں کہ تم صوفیوں کی بہت حمایت کرتے ہو مگر الحمدللہ میں بیجا حمایت تھوڑا ہی کرتا ہوں۔ اور میں بھی تو جواب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم صوفیوں کی مخالفت کرتے ہو بلکہ میں نے تو بہت سے خیالات کی اصلاح کر دی ہے چنانچہ آج کل لوگوں میں عموماً پیر کا بڑا درجہ سمجھا جا رہا تھا حتی کہ باپ اور استاد سے بھی بڑا مگر میرے یہاں یہ تحقیق ہے کہ اول مرتبہ باپ کا پھر استاد کا پھر پیر کا پھر اس پر کہتے ہیں کہ تم صوفیوں کی حمایت کرتے ہو۔

ملفوظ ۵۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اب تو میں داڑھی تو بالکل نہیں دیکھتا یہ دیکھتا ہوں کہ ایمان بھی ہے یا نہیں۔ اب تو ایمان ہی کے لالے پڑ گئے ہیں تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ ایمان ہی سالم رہے۔

ملفوظ ۵۶:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیجا حمایت کا الحمدللہ میرے اندر مادہ ہی نہیں شریعت میری فطرت ہے اسی لئے جہلا صوفیہ پر رد و نکیر بھی زور و شور سے کرتا ہوں۔ چنانچہ بعضوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے بالکل شریعت کے مقابلہ میں ایک مخترع طریق اختیار کر رکھا ہے ان کے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کچھ نہ کچھ جہل شامل نہ کر دیا گیا ہو۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جاہل صوفی کا قول اس کی توجیہ میں بیان کیا کہ حضرت غوث اعظم کا لقب دستگیر کیوں ہے سو توجیہ یہ کی کہ ایک مرتبہ اللہ میاں اور غوث پاک کشتی میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے اللہ میاں کا پیر پھسلا (نعوذ باللہ) حضرت غوث پاک نے تھام لیا اس وقت اللہ میاں نے فرمایا کہ دستگیر۔ اس قدر جہل بڑھا ہوا ہے۔ اور اب تو جہل کے ساتھ شرارت بھی ہو گئی ہے پہلے بدعتی ایسے نہ تھے اکثر احمق تھے

کرنے والے ہوتے تھے۔ نیت خراب نہ تھی اور اب تو شریر ہیں۔ نیت خراب ہے۔ شرارت پر یاد آیا ایک صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ کاٹھیاواڑ میں میرے متعلق یہ مشہور کر رکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے منع کرتا ہے "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" اب اس کا کیا علاج غیر عوام تو عوام ہی ہیں۔ ان کی کیا شکایت ان کے لکھے پڑھے ان سے زیادہ بگڑے ہوئے ہیں جیسے ایک بزرگ کا قول ہے کہ یہاں کے عوام تو فاسق ہیں اور خواص کافر کیونکہ عوام کو تو کچھ خبر نہیں اور خواص جان کر سب کچھ کہتے ہیں اسی بنا پر ایک تجربہ کار صاحب کہا کرتے تھے کہ حیدر آباد دکن کے امراء تو جنتی اور مشائخ دوزخی ہیں اس لئے کہ امراء تو مشائخ کے ساتھ دین کی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مشائخ امراء کے ساتھ دنیا کی وجہ سے ایسے ہی ایک مرید نے پیر سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر بولے کہ ٹھیک ہے ہم ایسے ہی ہیں اور تو دنیا کا کتا۔ مرید نے کہا کہ ابھی خواب تو پورا ہو جانے دیجئے جب تعبیر دیجئے یہ بھی دیکھا کہ میں آپ کی انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور آپ میری اس پر بہت بگڑے واقعی صحیح ترجمانی کی حقیقت یہی ہے کہ مرید بیچارہ تو پیر سے دین حاصل کرنا چاہتا ہے اور پیر مرید سے دنیا۔

ملفوظ:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ فلاں مضمون کا ایک رسالہ لکھ کر چھپوا کر اشتہار دینا چاہیئے اور اس مشورہ میں کوئی کام اپنے ذمہ نہیں رکھا ان بدفہموں کو شرم نہیں آتی حامی دین بنتے ہیں رسالہ بھی ہم ہی لکھیں چھپوائیں بھی ہم ہی اشتہار بھی ہم ہی دیں ان سے کوئی پوچھے کہ آپ بھی کچھ کریں گے

ملفوظ:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جس تنگی کا انجام فراخی ہو وہ تنگی محمود ہے۔

ملفوظ:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ عوام بیچاروں کو محض اغراض کے لئے پھنسایا جاتا ہے بہکایا جاتا ہے تن کی تحریکات لوگوں کے دین کے برباد کرنے کا ذریعہ بن گئیں اللہ ہی حافظ ہے میرا تو مسلک یہ ہے کہ جو کام آسانی سے ہو سکے کر دو ورنہ چھوڑ دو۔ انسان غیر اختیاری کا مکلف بھی تو نہیں پھر کیوں مصیبت میں پڑے۔

ملفوظ:- ایک صاحب نے ایک شبہ پیش کرنا چاہا حضرت والا نے فرمایا کہ شبہات کا ازالہ محض قیل و قال سے نہیں ہوا کرتا کام کرنے سے البتہ شبہات کا خود خاتمہ ہو جاتا ہے جب ہر وقت اپنے کام میں لگا رہے گا اور صلوٰۃ وذکر کی پابندی کرے گا تو کوئی شبہ ہی نہ رہے گا کام کرنے سے تو شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا محض بیکار رکھنے سے شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت استاذی مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب مجھ کو بہت پسند آیا ہے۔ دورانِ درس میں ایک طالب علم نے ایک حدیث پر شبہ کیا تھا اس کا جواب مولانا نے دیا تھا وہ حدیث یہ ہے کہ جو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ "لا یحدث فیہما نفسہ" یعنی ان رکعات میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے یعنی حدیث النفس کے طریق پر جیسے ہم لوگ ادھر ادھر کی باتیں سوچا کرتے ہیں۔

اس سے وہ نماز بالکل خالی ہو۔ باقی بے سوچے اگر وساوس آویں کوئی حرج نہیں خود نہ سوچے حاصل یہ ہے کہ خطرات احداث اور بقاء دونوں اس کی طرف سے نہ ہوں۔ تو جو شخص ایسی دو رکعت پڑھے گا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ یعنی اس کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت کیا ایسی نماز ممکن ہے کہ جس میں خیالات یا وساوس نہ آویں اول تو اس طالب علم نے سوال ہی غلط کیا حدیث تو یہ ہے۔ لایحدث فیہما نفسہ۔ نہ کہ لا تتحدث فیہما نفسہ مگر مولانا نے اس سے تعرض نہ فرمایا بلکہ عجیب ہی جواب دیا وہ یہ کہ میاں کبھی ایسی نماز پڑھنے کا تم نے ارادہ بھی کیا تھا جس میں ناکامی رہی ہو کبھی پڑھ کر بھی دیکھی ہوتی۔ اگر پڑھ کر دیکھتے اور ناکامی رہتی تب پوچھتے کبھی اچھے معلوم ہوتے کبھی ارادہ کیا نہیں پہلے ہی حدیث پر شبہ کر بیٹھے شرم نہیں آتی عمل کر کے دیکھا ہوتا اس پر بھی ناکامی رہتی تب ہی اعتراض کیا ہوتا یہ ہے جواب اور میں ایک کلی طریق پر کہتا ہوں کہ حکومت کے قانون میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں ہیبت ہے اسی طرح محبوب کی باتوں میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہاں محبت ہے بس وسوسہ کا تختۂ مشق صرف دین ہی کو بنایا جاتا ہے کیوں کہ وہاں نہ ہیبت ہے نہ محبت ہے بس یہ دو چیزیں پیدا کر لو یہی دو چیزیں ہیں وساوس دور کرنے والی غرض جو عملی کام ہیں ان پر اگر شبہ ہو وہ عمل کرنے سے زائل ہو سکتا ہے ترکی علمی تحقیقات سے کام نہیں چل سکتا بس اس کا ایک ہی علاج ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ہیبت یا محبت پیدا کرو اور اس ہیبت و محبت کے پیدا کرنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ اہل خشیت و اہل محبت کی صحبت اختیار کرو پھر نری صحبت سے بھی کچھ نہیں ہوتا بلکہ اپنے کو اس کے سپرد کر دو، اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو، پیش مردے کاملے پامال شو۔[۱]

ملفوظ ۶۱: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بعض اشیاء کی خاصیت عمل کرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ شریعت کے اکثر احکام ایسے ہی ہیں کہ ان کے انوار عمل کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں جیسے طبیب کے نسخہ لکھنے کے وقت اس کی حکمت اور اسرار نہیں معلوم ہوتے بلکہ استعمال کے بعد اس کا نفع معلوم ہوتا ہے۔

ملفوظ ۶۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہ کا مرض بھی عام ہو گیا ہے رات دن لوگ اسی کی فکر میں ہیں کہ کوئی پرانے کیسے ان باتوں میں کیا رکھا ہے کام میں لگو خدا سے صحیح تعلق پیدا کرنے کی فکر کرو میں تو یہ کرتا ہوں کہ ایک خدا کو اختیار کر لو۔ لوگوں نے بجائے خدا اختیار کر رکھے ہیں۔ کہیں نفس کہیں برادری کہیں قوم، کہیں جاہ کہیں عزت کہیں روپیہ کہیں کچھ کہیں کچھ سب کو راضی نہیں کر سکتے ایک کو ہر طرح پر راضی رکھ سکتے ہو بس ایک کو لے لو۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

---

[۱] قیل وقال کو چھوڑ کر اپنے اندر حال پیدا کرو اور کسی مرد کامل کے آگے اپنے کو فنا کرو۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند [1]

اور مسلمان کی تو حق تعالیٰ کے ساتھ یہ شان ہونی چاہئیے ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بکس نگاہے [2]

اور یہ مذہب ہونا چاہئے ؎

دلا آرامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند [3]

غرض نہ کسی کی مدح سے اس کا کچھ بڑھتا ہے نہ کسی کی برائی سے کچھ گھٹتا ہے پھر ان فضولیات میں پڑ کر کیوں آدمی اپنا وقت بیکار برباد کرے۔

قریب ہی کا واقعہ ہے کہ تحریک خلافت کے زمانے میں لوگوں نے مجھ پر کس قدر سب و شتم کیا میرا کیا بگڑ گیا بلکہ ہر طرح کا نفع ہی ہوا اور اسی لئے میں نے لوگوں کے معافی چاہنے سے قبل ہی سب کو معاف کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کر دیا کہ میری وجہ سے مواخذہ کسی پر نہ ہو اس لئے کہ اگر ایک مسلمان کو تکلیف پہونچے تو میرا کیا نفع اور معاف کرنے میں تو امید نفع کی بھی ہے کہ میں اپنا حق لوگوں کو معاف کر دوں۔ شاید اللہ مجھے معاف فرما دیں۔ اس زمانہ میں عجیب ایک ہڑبونگ مچ رکھا تھا۔ قسم قسم کی دھمکیاں دیجاتی تھیں۔ سمجھتے تھے کہ دھمکیوں سے اپنا مسلک بدل دیگا۔ جیسے خود ہیں ویسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں اپنے اوپر دوسروں کو قیاس کرتے ہیں اسی زمانہ میں ایک مولوی صاحب دہلی سے یہاں پر آئے تھے وہ ان مسائل کے متعلق خلوت میں کچھ بات کرنا چاہتے تھے میں نے کہا کہ میں خلوت میں گفتگو نہ کروں گا۔ کیونکہ اس میں میرے لئے خطرہ ہے کہ مشتبہ ہو جاؤں گا۔ اور میں اس خطرہ کے لئے تیار نہیں۔ اور جلوت میں آپ کے لئے خطرہ ہے مگر آپ اس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں پھر کوئی گفتگو نہیں کی۔ ایک مولوی صاحب پانی پت میں فرمانے لگے تم کو واقعات معلوم نہیں ورنہ ہماری موافقت کرتے۔ میں نے کہا آپ کو تو معلوم ہیں آپ مجھ کو خط و کتابت سے مطلع کر دیں۔ کہنے لگے خط و کتابت میں خطرہ ہے میں نے کہا آپ تو اس خطرہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ کہنے لگے تمہارے لئے خطرہ ہے میں نے کہا کہ میری فکر نہ کیجئے جب کوئی گڑبڑ ہوگی تب کہہ دوں گا کہ کسی دشمن نے مجھ کو ٹھونسہ میں کیا جانوں۔ غرض آپ بے فکر ہو کر خط و کتابت کیجئے بس رہ گئے۔

ملفوظ ۲۲: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ زمیندار بہت پریشان ہیں مگر جو آسمان دار ہیں وہ اس زمانہ میں بھی

---

[1] میرے نزدیک تو مصلحت یہ ہے کہ لوگ سارے کام چھوڑ کر محبوب کی زلف کے اسیر ہو جائیں۔
[2] سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں تو اپنے چاند کے خیال میں ہوں۔ کیا کروں۔ میری آنکھ جو اسی یکتائے زمانہ کو دیکھ چکی ہے کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتی۔ [3] تمہارا جو محبوب ہے اسی سے دل لگائے رہو اور باقی سارے عالم کی طرف سے آنکھیں بند کر لو۔ ۱۲

مطمئن ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ آدمی کو آسمان دار ہونا چاہئے۔

ملفوظ ۳۳: ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل یورپ میں اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ مریخ ستارہ تک پہنچیں اور وہاں کے حالات معلوم کریں فرمایا کہ میں نے بھی ایک اخبار میں دیکھا تھا میں نے تو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ جس روز ایسا ہو گیا انشاء اللہ دو رکعت نماز نفل بطور شکر ادا کروں گا۔ کیونکہ آخر یہ بھی تو ان ہی طبقات کو طے کر کے مریخ تک پہنچیں گے۔ جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانع معراج جسمانی کہتے ہیں تعجب ہے کہ ان کی کوئی تکذیب نہیں کرتا۔ اور شریعت کی تکذیب کرنے کو تیار ہیں ہوائی جہاز کے ذکر پر فرمایا کہ اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر اعتراض کا منہ نہ رہا۔ اس بدفہمی کا کچھ علاج ہے کہ جو یہ کریں وہ ہو جائے اور خدا جو چاہے وہ نہ ہو۔ کس قدر ظلم عظیم ہے اور اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو یہ تمام صنعتیں بھی حق تعالیٰ کی ہی قدرت کے کرشمے ہیں۔ اس لئے کہ جن دماغوں کی یہ ایجادیں ہیں وہ دماغ بھی تو ان ہی کے بنائے ہوئے ہیں مگر باوجود دعوے عقل کے اتنا نہیں سمجھتے میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ لوگ عاقل نہیں آکل ہیں عقل کی ایک بات بھی نہیں ہر وقت اکل کی فکر ہے۔ ان مادیات میں پڑ کر خدا کو آخرت کو سب کو بھلا دیا۔ فرعون ہو گئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ وہ فرعون بے سامان تھا یہ فرعون باسامان ہیں اس کے پاس اس قدر تکبر کے سامان کہاں تھے جو ان کے پاس ہیں اور عجب نہیں اس جہاز پر بھی تباہی آوے جس سے مریخ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ جیسے ایڈن پر آئی تھی۔ ان چیزوں کی وجہ سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم غالب ہیں یہ خیال خدا کے نزدیک نہایت مبغوض اور ناپسندیدہ ہے۔ کنز سا خدا کے ساتھ توڑ دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ابھی ایجادوں اور صنعتوں اور کاریگری پر ناز ہے حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ دال گرل کہاں چھلے ہی چھکے ہیں۔

ملفوظ ۳۴: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں مجھ پر عنایت فرمائی نے بیحد عنایت فرمائی اس کے بعد ان ہی لوگوں کی درخواست معافی کے خطوط بھی بکثرت آئے میں نے لکھ دیا معافی تو میرے یہاں بہت ارزاں ہے اس لئے کہ میں بھی خطاوار ہوں اللہ کا بھی بندوں کا بھی میرا بھی جی اپنی معافی کو چاہتا ہے اس لئے میرے یہاں معافی ارزاں ہے لیکن خصوصی تعلقات بہت گراں ہیں وہ نہ ہو سکیں گے۔ اور تعلقات اور چیز ہیں۔ اور معافی اور چیز۔ معافی کی حقیقت تو یہ ہے کہ صاحب حق انتقام نہ لے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ تو یہ غیبت کرے نہ بدخواہی کرے نہ اس کے نقصان سے خوش ہو اور آخرت میں یہ کہ اس کی عقوبت پر راضی نہ ہو اور تعلقات اس کے علاوہ دوسری چیز ہے۔

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۶۶:- ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقام ہے وہاں پر سال بھر میں ایک دن ایک مہینہ کا اور ایک رات ایک مہینہ کی ہوتی ہے وہاں پر اوقات نماز کے متعلق کیا حکم ہے نماز کس طرح پڑھی جائے گی۔ فرمایا کہ بعض علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ وقت کا اندازہ کرے اور حساب لگا کر نماز پڑھا کریں۔ ان علماء نے یہ حکم اس سے سمجھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب دجال آئے گا تو ایک دن سال بھر کا ہوگا۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت کا اندازہ کر کے نماز پڑھا کرو اور بعض علماء نے اس مقام پر اس دن میں پانچ ہی نمازوں کا حکم دیا ہے اور یوم دجال پر قیاس کا جواب دیا ہے کہ وہ عارضی بات ہے اور یہاں پر دوام ہے لہذا قیاس مع الفارق ہے پھر فرمایا کہ لوگ ان اختلافات سے گھبراتے ہیں اور علماء پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر یہ گھبرانے کی چیز نہیں۔ معلوم بھی ہے کہ اختلاف کا ہونا دلیل ہے اہتمام تحقیق کی اور اختلاف کا نہ ہونا دلیل ہے عدم اہتمام تحقیق کی۔ اور بجز اسلام کے اور کسی مذہب میں تحقیق نہیں ہے اسلام نے ہر بات پر بحث کر کے حقیقت کو بقدر قدرت کی حد تک صاف کر دیا ہے دوسرے مذاہب میں ہے ہی کیا جس کی تحقیق کریں اور پھر تحقیق سے اختلاف ہو۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں دو وکیلوں کے پاس مقدمہ لے جائے اگر ان میں شان تحقیق ہوگی ضرور اختلاف ہوگا۔ دو طبیب حاذق کے پاس مریض کو لیجائیے اگر ان میں شان تحقیق ہوگی ضرور اختلاف ہوگا۔ بعض بدعقل ہر اختلاف کو مذموم سمجھتے ہیں یہ جو بات خوبی کی ہے وہ بدفہموں کے نزدیک نقص کی ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت احکام میں قواعد بیان کر دیئے جزئی احکام نہیں بتلائے تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ضرور اختلاف ہوگا۔ جیسے پارلیمنٹ میں ہر جزئی کے متعلق تنگ احکام نہیں تجویز کئے جاتے کلیات تجویز کر دیئے جاتے ہیں ان ہی کے انطباق کے متعلق ماتحت عدالتوں میں اور وکلاء میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۶۷:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسئلہ تدبیر و تقدیر کا ایسا ہے کہ اہل علم کو بھی اس میں زائد از ضرورت کلام کرنے کی اجازت نہیں مگر اس سے جو اصل مقصود ہے یعنی تفویض وہ البتہ دستور العمل بنانے کے قابل ہے کسی ایک بزرگ نے سوال و جواب کی صورت میں لکھا ہے سوال یہ ہے کہ جب تقدیر کے سامنے تدبیر کوئی چیز نہیں تو تدبیر کو مشروع کیوں فرمایا گیا جواب یہ دیا کہ اسی لئے مشروع فرمایا گیا کہ یہ تدبیر کرے گا اور تقدیر اس کو توڑ دے گی پھر کریگا پھر توڑ دے گی اس اعتقاد کو پختہ کرنے کے لئے کہ تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر کوئی چیز نہیں۔ تدبیر کو مشروع کیا گیا۔ یہ حال ہے تفویض کا عجیب لطیف

جواب ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس سے جو بعض نے دعا کو بھی بیکار سمجھ لیا یہ محض غلط ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ دعا بیکار ہے صرف اس وجہ سے بیکار سمجھ لیا کہ جو مانگا تھا وہ نہیں ملا۔ سو یہ مقدمہ ہی غلط ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جو مانگے وہی مل جاوے مانگنے والا اپنے حوصلہ اور ضرورت کے موافق سوال کرتا ہے مگر دینے والا اپنی مصلحت و حکمت کے موافق دیتا ہے خواہ وہی چیز دیدے یا اس کا نعم البدل دیکھو بعض اوقات بچہ پیسہ مانگتا ہے باپ انتہائی شفقت کی بنا پر اس کو روپیہ نکال کر دیدیتا ہے مگر اس پر کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بچہ اپنے مقصد میں ناکام رہا یہی کہا جاویگا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا کامیاب ہے مگر وہ بچہ اپنی کم عقلی اور روپیہ کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اس روپیہ سے خوش نہیں ہوا اس لئے اس کے لینے سے اعراض بھی روتا ہے چلاتا ہے اینٹھتا ہے اور پیسہ ہی طلب کرتا ہے تو کیا اس کا ایسا کرنا کم عقلی پر دال نہیں ہوگا۔
اسی طرح یہاں پر سمجھ لیجئے کہ مثلاً دنیا کی کوئی حاجت حق تعالیٰ کے سامنے پیش کی اس کی دعا کی یا اس کے حصول کے لئے ظاہری تدبیر کی کہ وہ بھی عملی دعا ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے بجائے اس حاجت کے اس سے بہتر چیز عطا فرمائی جس کو یہ نہیں سمجھا کہ یہ عطیہ اس سوال پر ہوا ہے۔ یا کسی سماوی یا ارضی آنے والی بلا کو روک دیا گیا یہ بھی تو کامیابی ہی ہے یا کسی نیک عمل کی توفیق عطا فرما دی جو سب سے اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے اگر ناکامی کے یہ معنی ہیں اور اس کو ناکامی سمجھتے ہو تو فی الحقیقت یہ سمجھنا البتہ ناکامی کیا بلکہ کم نصیبی بدبختی کم عقلی کم فہمی ہے بعض لوگ چند روز دعا کر کے چھوڑ بیٹھتے ہیں کہ ثمرہ تو مرتب ہوتا ہی نہیں کیا دعا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ اچھا پھر اور کونسا در تلاش کیا ہے جہاں ثمرہ مرتب ہوگا۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے پاس صندوق کی کنجی ہے اس سے کہتے ہیں کہ قفل کھول دے وہ کسی مصلحت سے نہیں کھولتا پھر دوبارہ کہتے ہیں وہ تب بھی نہیں کھولتا مگر یاد رکھو صندوق جب بھی کھلیگا اسی کے کھولنے سے کھولے گا۔ اس لئے کہ اس قفل کی کنجی اسی کے پاس ہے۔ بس دعا کی مثال ایسی ہی ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے ان ہی کی عطا سے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو بدون ان کی عنایت اور رحمت کاملہ کے دوسری کوئی سبیل کامیابی کی ہے ہی نہیں۔ مگر صرف اتنی بات ہے کہ بعض مرتبہ نہ کھلنا ہی مصلحت ہوتا ہے۔ تو اس سے مایوس نہ ہونا چاہیئے دوسری مثال مثلاً ریل کا پھاٹک گاڑی آنے کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ کسی نے یہ کہہ دیا کہ آٹھ بج کر دس منٹ پر کھلنے کا معمول ہے یہ دوسری طرف جانے کے لئے اس کے انتظار میں ہے مگر جب وہ وقت آیا کسی مصلحت سے نہ کھلا تو کیا وہ اس کا کوئی تذکرہ ہے ممکن ہے کہ ابھی تک ریل نہ آئی ہو اس لئے پھاٹک بند ہے سو ایسے میں اگر موٹر والا آ جاتے اور کہے کہ کھول دو سو بعض دفعہ چوکیدار رعایت کر کے کھول دیتا ہے اور اسی وقت ادھر سے ریل آ جاتی ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ نہ کھولنا ہی حکمت تھا کھولنا غضب ہو گیا۔

ملفوظ ۴۶: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بحر ہو بر ہو حضر ہو سفر ہو۔ پہاڑ ہو یا میدان ہو موت کے لئے سب یکساں ہے مگر اس کے زعم میں ہے نہ قدرت میں سو بعض لوگ جو زندگی ہی میں اپنے

لئے قبر وغیرہ کا اہتمام کر لیتے ہیں محض لغو ہے کیا خبر کہ کہاں موت واقع ہو اور کس طرح ہو موت کے لئے اس فضول اہتمام کی ضرورت نہیں البتہ بعد الموت کے جو واقعات پیش آئیں گے اس کے لئے ہر وقت تیار رہنے اور اہتمام کرنے کی ضرورت ہے اسی طرح بعض لوگ ان رسمی اہتمام کرنے والوں کے مقابلہ میں موت سے اس قدر خائف ہیں کہ اس کا نام لینا تک گوارا نہیں کرتے یہ بھی مہمل بات ہے۔ وہ تو ناگزیر ہے شاہی زمانہ قلعہ کے ایک دروازہ کا نام خضری دروازہ رکھا گیا تھا جس سے جنازہ گذرتا تھا گویا نام سے بھی وحشت تھی۔ اسی طرح ایک ضعیف العمر عورت جس کے منہ میں دانت تھے نہ ماتھے پہ آنکھ تھی کمر میں خم تھا اس کو کسی لڑکی نے کہہ دیا کہ بڑھیا خدا کرے تو مر جا تو اس کی شکایت اپنی ایک ہم عمر بڑھیا سے کی۔ مگر الفاظ یہ تھے کہ فلانی یوں کہتی ہے کہ بڑھیا تو لیولہ ہو جا (مراد مر جانا ہے) بڑھیا نے موت کا نام نہیں لیا اس قدر وحشت۔ مگر وہ ایسی وحشت کی چیز نہیں مومن کے لئے تو عقلاً محبوب چیز ہے اس لئے کہ اس کے وقوع کے بعد ہی محبوب تک رسائی ہو سکتی ہے یہ تو مثل پل کے ہے کہ اس پار سے اس پار تک پہونچاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔
الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب[ے]، تو اتنی وحشت محض بے معنی ہے۔ اس وحشت کا جواب ایک دریا کے سفر کرنے والے ملازم نے خوب دیا۔ اس سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہارا دادا کہاں مرا کہا دریا میں۔ پوچھا باپ کہاں مرا کہا دریا میں۔ کہا کہ تم پھر بھی دریا سے نہیں ڈرتے ہر وقت دریا میں رہتے ہو اس نے دریافت کیا کہ تمہارا دادا اور باپ کہاں مرے کہا کہ گھر میں کہا کہ پھر تم کیسے نڈر ہو پھر بھی تم اس گھر میں رہتے ہو۔

ملفوظ ۱۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک کسی فن میں مہارت نہ ہو مزی کی کتابیں کام نہیں دے سکتیں۔ مثلاً مزی کی کتاب دیکھ کر سہی نہیں لے سکتا۔ موزی کی کتاب دیکھ کر مسئلہ کیسے معلوم کر سکتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے استاد سے فن کو حاصل کرے پڑھی کا فن ان علوم کے سامنے کوئی مشکل چیز نہیں مگر بدون سیکھے ہوئے بنوریٹی ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اگر لے گا اپنے ہی مارے گا۔ تلوار ہے یوں ہی تھوڑا ہی کاٹ دیتی ہے اس کا خاص ہاتھ ہے اور وہ بھی محض دیکھنے سے نہیں آسکتا سیکھنے سے آسکتا ہے تو ہر چیز میں ضرورت ہے استاذ کی۔ نری کتاب سے کام لینے کے متعلق واقعہ سنئے ایک شخص یہاں پر آئے تھے میرے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی دو رکعت پر سلام پھیر دیا میں نے پوچھا تو کہتے ہیں کہ مسافر کے واسطے قصر ہے یہ بھی بیچارہ کو خبر نہ تھی کہ مقیم امام کے پیچھے نماز پوری پڑھنی چاہئے۔ ایک میرے دور کے عزیز ہیں بوڑھے ہوگئے ہیں چار رکعتوں میں ہمیشہ دو رکعت بھری اور دو خالی پڑھتے رہے مجھ سے کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا۔ اسی طرح ایک شخص نے مغرب کی نماز دو رکعت پڑھیں اس لئے کہ مسافر تھے۔

ے موت ایک پل ہے جو محب کو محبوب تک پہونچا دیتا ہے

۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

بوقت صبح یوم سہ شنبہ !

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طریق سے بے خبری کا سبب جہل ہے۔ مسائل بدون مسلم کے معلوم نہیں ہو سکتے مگر اس کا اہتمام بلکہ ضرورت کا استشعار بھی آج کل مفقود ہے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آخرت کا شوق عادۃً بدون دنیا کی نفرت کے نہیں ہو سکتا اور دنیا سے نفرت بدون تکرار حوادث کے نہیں ہوتی۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں کہ آدمی کو خود بخود دنیا سے نفرت ہو جاتی ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ تحریک حاضر جس میں مجھ کو برا بھلا کہا گیا میرے نقصان کا سبب نہیں ہوئی۔ بلکہ نفع کا سبب ہوئی چہار طرف سے نظر ہٹ کر ایک ہی طرف ہو گئی۔ اسی لئے میں ان لوگوں کو اپنا محسن سمجھتا ہوں جنہوں نے مجھ پر سب و شتم کیا یہ دولت [illegible] کی بدولت نصیب ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ میں سب کو دل سے معاف کر چکا۔ کنکریوں کے بدلے مجھ کو جواہرات فرمائے گئے۔ حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ کوتاہ عمل پر اپنا فضل فرمایا۔

۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ روایت کے اس معاملہ میں بہت محتاط ہوں میں تو واقعات میں علماء تک کی روایت کا بھی اعتبار نہیں کرتا۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ فتوی تو صحیح دیں گے۔ مگر واقعات میں اکثر ان کا بھی معمول احتیاط کا نہیں۔ اس پر چاہے کوئی برا مانے یا بھلا جو بات تھی صاف عرض کر دی۔

ملفوظ:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو علی الاطلاق مشہور ہے کہ ہر معاملہ میں دو شہادت کافی ہیں فی نفسہ تو صحیح ہے مگر اس کا اطلاق غلط ہے خود شہادت کے شہادت ہونے میں یہ شرط ہے کہ مدعی قاضی کے یہاں دعوی کرے اور قاضی مدعیٰ علیہ کو طلب کرے اس وقت جو شہادت بر سر اجلاس ہوگی۔ وہ معتبر ہوگی۔ اور بدون اس کے دو تو کیا اگر دس آدمی بھی کہہ کریں تو حجت شرعیہ نہیں

حتی کہ وہ شہادت بھی معتبر نہیں جو حاکم وقت معینہ قاضی کے مکان پر ہو۔ اجلاس پر نہ ہو۔ غرض شہادت عدالتی معتبر ہے خانگی شہادت حجت نہیں البتہ دیانات میں معتبر ہے مگر احکام قضا میں معتبر نہیں علی الاطلاق حجیت کا اعتقاد غلط ہے، اسی طرح دعویٰ میں شرط ہے۔ مدعی ذاتی علم کی بنا پر دعویٰ کرے محض سنی ہوئی روایت پر دعویٰ جائز نہیں کر سکتا اگر ایسا کرے گا مسموع نہ ہوگا حتی کہ سنی ہوئی روایت پر دعویٰ کرنے میں تو قاضی مدعا علیہ کو طلب بھی نہ کریگا۔

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی کمزوری کا سبب ان کی بدنظمی ہے۔ اگر ان میں نظم ہو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے دوسری قوموں میں نظم ہے وہ اس کی بدولت کامیاب نظر آتی ہیں۔ بحمد اللہ اب بھی مسلمان اس قدر کمزور نہیں مگر ساری کمی نظم کی ہے بدون انتظام کے کچھ نہیں ہو سکتا اگر نظم ہو تو ساری قومیں ان کو بیٹھی دیکھا کریں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل اور اہل حق کے مذاق میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے ایک صاحب کانپور سے میرے پاس آئے تھے یہ وہ صاحب تھے جو مجھ کو اور ہماری ساری جماعت کو کافر کہا کرتے تھے کانپور کے بلوہ میں وہ بھی ماخوذ تھے مجھ سے سفارش کرانا چاہتے تھے میں نے سفارش لکھ دی میرے ایک دوست وہاں پر تحقیقات کے لئے مقرر تھے ان کو لکھ دیا کہ واقعہ کی حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد جو عقلاً و نقلاً مصلحت ہو وہ کریں مطلب یہ تھا کہ بدون تحقیق زیادتی نہ ہو اس وقت یہ خیال پیش نظر ہو گیا کہ بے بس ہیں۔ بے چارہ ہیں اور ایسے وقت اکثر یہی خیال آ جاتا ہے۔ بس یہ فرق ہے اہل باطل اور اہل حق میں کہ اہل باطل کو تو ایسے موقع پر انتقام کا استحضار رہتا ہے اور اہل حق ڈرتے ہیں کہ یہ وقت انتقام کا نہیں اہل حق قدرت کے وقت تو نرم ہوتے ہیں اور عدم قدرت کے وقت غصہ آتا ہے اور اہل باطل اس کے عکس ہیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمدن کی ترقی سے عالم میں فساد ہو گیا تشارب سے تشویش بڑھ گئی۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت میں اگر ضرورت کا درجہ سمجھے تو ٹھیک نہیں البتہ مصلحت کا درجہ سمجھنا ٹھیک ہے وہ بھی جب کام کیا جاوے ورنہ بدون کام کے مطلق بیعت کو آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھنا محض ہے۔

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاصی سے تو نفرت ہونا چاہئے مگر عاصی سے نفرت نہ ہونا چاہئے۔ حاصل یہ کہ فعل سے نفرت ہو فاعل سے نفرت نہ ہو جیسے حسین اپنے منہ کو کالک مل لے تو کالک کو تو برا سمجھیں گے۔ مگر اس کو برا ہی سمجھیں گے۔ اسی طرح مومن میں برائی عارضی ہے اس لئے اس کو حقیر نہ سمجھیں ہاں اس کے فعل کو برا سمجھیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انتظام کی ہر چیز میں ضرورت ہے یہ درس کے وقت مدرسین کے پاس ایسے شخص کو نہیں بیٹھنے دیتا جو شریک درس نہ ہو میں جس وقت کانپور میں مدرس تھا میرا

یہی معمول تھا۔ اس میں خرابی یہ ہے کہ استاذ کو یہ فکر کہ کوئی بات تقریر میں کتاب کے خلاف نہ ہو جاوے اور شاگرد کو یہ فکر کہ کوئی سوال ایسا نہ ہو کہ جس سے ہم بد استعداد خیال کئے جائیں تو دونوں مشوش ہو جاتے ہیں آج کل مدارس میں قطعاً اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا یوں ہی وقت خراب کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۶۰:- ایک نووارد صاحب نے حاضر ہو کر کسی معاملہ میں حضرت والا سے سفارش کی درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سفارش کے متعلق ایک تمہید سنو خضر علیہ السلام کے پاس جانے کا موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جا کر علوم سیکھو۔ آپ خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے پوچھا کون؟ فرمایا موسیٰ۔ فرمایا بنی اسرائیل کا موسیٰ۔ پوچھا کیسے آئے۔ فرمایا هل اتبعك على ان تعلمن مما علمت رشدا۔ یعنی میں علوم سیکھنے کے لئے تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اتنے بڑے نبی، اولو العزم اور خضر سے فرماتے ہیں "هل اتبعك" میں تمہارے ساتھ رہوں مجھ کو کچھ علوم سکھا دیجئے۔ یقینی بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے علوم کے سامنے خضر علیہ السلام کے علوم کیا چیز تھے مگر خیر جو کچھ بھی تھے ان کے سیکھنے کی درخواست کی۔ خیر یہ تو قصہ ہے مگر اس میں دیکھنا یہ ہے کہ اور کس قدر عجیب بات ہے کہ اس وقت تو یہ نہیں فرمایا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ یہ فرماتے تو اعلیٰ درجہ کی سفارش ہوتی سو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آج کل جو سفارش لکھا کرے جاتے ہیں یا جا کر کسی کا نام لے دیتے ہیں بعض اوقات اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے حق یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی حقیقی علوم کے حامل ہیں۔ دیکھئے یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کے ارشاد سے آیا ہوں کیونکہ یہ سنکر کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر چون و چرا نہ کریں گے۔ آزادی نہ رہے گی۔ چنانچہ خضر علیہ السلام نے نہایت آزادی سے شرطیں لگائیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدون اذن کے کسی کی صحبت سے استفادہ حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ نیز دوسرے کے پاس جا کر یہ نہ کہے کہ میں فلاں شخص کا بھیجا ہوا ہوں۔

ملفوظ ۶۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ دیہاتی لوگ بعض دفعہ ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ بڑے بڑے علامہ دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں میں نے ایک عامی شخص سے جو کسی کے ساتھ راستہ میں جا رہا تھا یہ سنا کہ بھائی جب بدی کرنے والا بدی کو نہیں چھوڑتا تو تم نیکی کو کیوں چھوڑتے ہو۔ اسی طرح ایک شخص سے تحریک خلافت کے زمانہ میں ریل میں سنا یہ شخص ہو یا تھا کسی سے کہہ رہا تھا کہ میاں! ایک رہو اور نیک رہو پھر کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا کتنی زبردست علمی بات کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔

ملفوظ ۶۲:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آدمی نئی جگہ جاوے تو یہ چند باتیں پہنچتے ہی کہہ دینی چاہئیں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں کیوں آیا ہوں۔

ملفوظ ۶۳:- ایک مولوی صاحب نے استفادہ کے لئے اذن کی ضرورت پر عرض کیا کہ حضرت قبروں پر جا کر فیض لیتے ہیں وہاں کس کا اذن ہوگا فرمایا کہ وہاں پر اذن کی ضرورت نہیں یہاں تو تعلق

کی وجہ سے بدون اذن کے استفادہ سے منع کیا جاتا ہے وہاں پر تو عالم ملکوت ہے۔ وہاں پر تنگی و پریشانی کچھ بھی نہیں۔ تکلیف و راحت یہاں ہی ہے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت یہاں تو الحمد للہ اس پر مطلق نظر نہیں کہ کون معتقد ہے اور کون غیر معتقد خود بیعت مشکل سے کرتا ہوں۔ آنے کی اجازت مشکل سے دیتا ہوں پھر یہاں آکر بولنے کی اجازت نہیں۔ پرچہ دینے کی اجازت نہیں غرض جس قدر ذریعے معتقد ہونے کے ہوتے ہیں سب مفقود ہیں یہاں پر تو جو بہت بے حیا ہوگا وہی ٹھہر سکتا ہے ورنہ اگر ذرا بھی غیرت ہوگی ہرگز نہیں ٹھہر سکتا کون ذلت گوارا کرے۔

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی کے ہوش حواس درست ہیں اور پھر شریعت کے خلاف ہے تو وہ دجال ہے اور اگر ہوش و حواس درست نہیں تو مجنون ہے بس یہی معیار ہے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سلطان کو چاہیے کہ ہمیشہ عقلاء سے رائے لیتا رہے۔ بدون رائے لئے بہت سی باتیں نظر سے غائب رہتی ہیں۔ اور یہ مشورہ اور رائے تو مطلوب ہے مگر یہ مخترعہ متعارف جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلا ہے۔ بخصوص ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکب ہو وہ تو غیر مسلم ہی سلطنت ہوگی۔ ایسی سلطنت اسلامی سلطنت نہ کہلائے گی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر سلطان کے مشورہ لینے کے وقت اہل شوریٰ میں اختلاف رائے ہو جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے سلطان کی رائے سے اختلاف کرنا مذموم تو نہیں فرمایا کہ جو خلاف حکمت و مصلحت اور تدین و خیر خواہی پر مبنی ہو وہ مذموم نہیں مگر اس کی بھی ایک حد ہے یعنی یہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے جب تک مشورہ کا درجہ رہے مگر بعد نفاذ اختلاف کرنا یا خلاف کرنا یہ مذموم ہے۔ نفاذ کے بعد تو اطاعت ہی واجب ہے پھر سلطنت کی ملکیت کا اور انتظام کا ذکر چلا تو فرمایا کہ سلطنت تو بڑی چیز ہے ہم لوگوں سے گھروں کا انتظام تو ہو ہی نہیں سکتا میں اپنے گھر میں جس جگہ جو چیز رکھی ہوتی ہے استعمال کے بعد وہاں سے اٹھاتا ہوں بالالتزام وہیں رکھ دیتا ہوں۔ مثلاً بکس دیا سلائی کا یا جانماز یا لوٹا میں نے تو اس پر ایک رسالہ لکھ دیا ہے "آداب معاشرت" اس میں ایسے انتظامی معاملات کو لکھ دیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے اس التزام میں نفع ہے کہ کسی کو ذرا سے برابر تردد نہ ہو کہ یہ چیز اس طرح رکھی تھی اب اس کے خلاف رکھی ہے اور انتظام تو سچ یہ ہے کہ سلمان ہی کا حق ہے ظاہر ہے کہ جس کے پاس قرآن و حدیث و فقہ ہو وہ انتظام کر سکتا ہے یا کافر جاہل انتظام کر سکتا ہے یقیناً قرآن و حدیث جاننے والا صحیح انتظام کر سکتا ہے۔ قرآن پاک میں اور حدیث میں جابجا انتظامات کی تعلیم ہے مگر اس انتظام سے مراد فضولیات کا نہیں ضروریات کا انتظام ہے اسی سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ سلام کا بھی خاص انتظام اور ادب ہے۔ یعنی ایسا سنبھال کر کرو جو کسی پر بار اور تشویش نہ ہو۔ چنانچہ فقہاء نے سب مواقع کے احکام منضبط فرما دیے ہیں غرض کہ ہر بات اور کام مسلمان کا

ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے دوسرے پر بار یا تنگی نہ ہو۔

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۸۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب جو انتقال کر گئے ہیں اتحاد ہندو مسلم کی تحریک میں بہت ہی سرگرم تھے جب برادران وطن نے پریشان کیا اور ان کے جذبات کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دیکھا اور حقیقت منکشف ہوئی تب ان سے جدائی اختیار کی اور ایک رسالہ لکھا اس میں یہ شعر بھی تھا جو اس حالت کا گویا پورا مصداق تھا ؎

اس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل — ہم کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گئے

ملفوظ ۸۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جمہوری سلطنت بھی کوئی سلطنت ہے محض بچوں کا کھیل ہے شطرنج کا سا نظام ہے حکومت تو شخصی ہی ہے اسی کی ہیبت اور رعب بھی ہوتا ہے۔

ملفوظ ۸۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دعا سب کی قبول ہوتی ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کچھ قید نہیں انسان کی بھی قید نہیں حتی کہ جانوروں تک کی دعا قبول ہوتی ہے ایک بنی نے دعا کے لئے چلے بارش نہ ہوتی تھی دیکھا کہ ایک چیونٹی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہی ہے۔ ساتھیوں نے فرمایا چلو بھائی اب ضرورت نہیں رہی دعا کی اس کی دعا قبول ہو چکی اور شیطان کو دیکھئے کٹ رہا ہے پٹ رہا ہے جوتیاں پڑ رہی ہیں، لعنت کا طوق گلے میں ڈالا جا رہا ہے اس وقت دعا کی اور دعا بھی ایسی جو کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ قیامت تک زندہ رہوں اور اس پر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ سب قبول کیا۔ ٹھکانہ ہے اس وسعت رحمت کا۔ ناواقفوں میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ کافر کی دعا قبول نہیں ہوتی مگر کونسی دعا اور کہاں کی دعا کچھ معلوم بھی ہے آخرت میں بے شک کافروں کی دعا نجات کے لئے قبول نہ ہو گی۔ "وما دعاء الکافرین الا فی ضلال" کے یہی معنی ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن شریف کا ترجمہ خود نہ دیکھیں کسی عالم سے پڑھنا چاہیئے سبقاً سبقاً۔ اور عالم بھی حافظ ہو تا کہ اوپر نیچے کی آیت کو دیکھ کر سمجھ سکے مطلب یہ کہ سیاق و سباق معلوم کر سکے۔

ملفوظ ۹۰:- ایک نو وارد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا کوئی ایسا وظیفہ بتلا دیں جس سے دین کے سب کام آسان ہو جائیں۔ فرمایا کہ میں تو امراض کا علاج کرنے والا ہوں وظیفہ بتلانے والے اور بہت پیر ہیں۔ وظائف ان سے پوچھو یہاں آ کر تو جو نفس میں کھوٹ ہیں خرابیاں ہیں جس سے گناہ

صادر ہوتے ہیں ان کا علاج ہوتا ہے اللہ اور رسول کے احکام کا اتباع کرایا جاتا ہے۔

ملفوظ ۹۱:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سوال کرنا یعنی بھیک مانگنا ہر شخص کو جائز نہیں اور فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جسے سوال جائز نہیں اسے دینا بھی جائز نہیں۔ یہ گناہ کی اعانت ہے اس لئے گناہ ہے ہاں کسی پر اس قدر بار پڑ گیا ہو قرض کا کہ وہ کما کر نہیں دے سکتا اس کی اعانت جائز ہے۔

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۹۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک واقعہ تاریخ میں لکھا ہے ابن بطوطہ کا قول ہے یہ سیاح ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مشائخ کا یہ معمول اور انتظام ہے کہ خانقاہ کے صدر دروازہ پر کچھ لوگ واردین کی جانچ پڑتال کے لئے رہتے ہیں۔ ہر طالب خود مشائخ تک نہیں پہنچ سکتا پہلے لوگ جانچ کر لیتے ہیں تب مشائخ تک کوئی پہنچ سکتا ہے اب اگر کوئی ایسا کرے تو اس قدر بدنام ہو کر الامان الحفیظ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت کے لوگ اس قدر کم فہم نہ تھے اور ان کے قلوب میں دین اور اہل دین کی عظمت تھی وہ آج کل اس کی کمی ہے خود مشائخ کو اپنا مطیع بنانا چاہتے ہیں۔

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۹۳:- ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخر آئے تھے کس واسطے جب بولتے ہی نہیں۔ بندۂ خدا کیا گھر سے قسم کھا کر چلے تھے کہ جا کر سوائے ستانے کے اور کوئی کام نہ کروں گا جہالت پر متنبہ کرتا ہوں۔ بد تمیزی، بد تہذیبی پر روکتا ہوں تو کیا یہ جرم ہے جس کے عوض میں مجھ کو ستایا جاتا ہے۔ آپ کی اس حرکت کی وہ حرکت کوئی سوال پہیلیں تھا جس کو بوجھنے پر بھی صدف نہیں ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کسی مولوی سے پوچھنے کہ میں حج کر آؤں وہ کہہ دیں کہ

کرا دو مگر انہوں نے یہ معلوم نہیں کیا کہ روپیہ کہاں سے آئے گا (مثلاً) تو یہ شخص جا کر ڈکیتی ڈالے اس لئے کہ حج بدون روپیہ کے نہیں ہو سکتا اور روپیہ بدون ڈکیتی کے نہیں مل سکتا بس ڈکیتی جائز ہو جائے گی دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور پیروں کے یہاں کون کھود کرید کرتا ہے ان کو غرض ہی کیا پڑی ہے بلکہ کھود کرید ان کی غرض کے خلاف ہے وہ تو اس پر خوش ہیں ہاتھ چوم لئے پیر چوم لئے مجھ ہی کمبخت کی عادت ہے کہ کھود کرید کرتا ہوں میں کا داعی محض مصلحت ہے مخاطب کی بیکیا کہوں کس طرح دل چیر کر دکھلا دوں دونوں طرح رنج ہوتا ہے نہ کہوں تب بھی کیوں کہ مخاطب کی مصلحت فوت ہے اور کہوں تب بھی کیوں کہ مخاطب کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور مجھ کو بھی لیکن اگر کہا جائے گا تو کہنے کی طرح ہی کہا جاوے گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ ہاتھ جوڑ کر پیر پکڑ کر عرض کروں ہو یوں تو نہیں کہا جاتا پھر اس سے بھی دل دکھتا ہے کہ ایک شخص اتنی دور سے آیا اور ویسے ہی چلا گیا اس کی غلطی بھی نہ بتلائی گئی۔ غرض ہر طرح پر رنج ہی ہوتا ہے اور یہ وجہ ہے میرے بدنام ہونے کی کہ اگر تنبیہ کرتا ہوں تو بے لطفی کی یہ نوبت پہنچتی ہے اور نہیں کرتا تو جس غرض سے آئے تھے وہ حاصل نہیں ہوتی

ملفوظ ۹۴:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پیر کا انتقال ہو گیا اب یہ بتلا دو کہ میرا حصہ کہاں ہے تا کہ وہاں پر جا کر حاصل کروں میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ صاحب کشف کا کام ہے اور میں صاحب کشف نہیں، اس پر فرمایا کہ ایسے پاگل طالب رہ گئے۔

ملفوظ ۹۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس وقت جو مسلمان کمزور نظر آتے ہیں اور دب گئے ہیں اس کا ایک قوی سبب افلاس بھی ہے جس نے سب کے سامنے جھکا دیا اور پہلے بزرگوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے ان میں قوت ایمانیہ تھی وہ افلاس سے پریشان نہیں ہوتے تھے اور اس وقت دین کی قوت تو مسلمان میں ہے نہیں اگر مال کی بھی نہ ہو تو سوائے ذلت کے اور کیا ہوگا۔ اب تو یہ ہو رہا ہے کہ حکام مسلمانوں کو الگ دبا رہے ہیں برادران وطن الگ۔ اور یہ افلاس مسلمانوں کا زیادہ تر فضول خرچی کے سبب سے ہے ایک دانشمند شخص خوب کہتے تھے کہ آمدنی تو اختیار میں نہیں مگر لوگ اس کی کوشش کرتے ہیں اور جو چیز اختیار میں ہے یعنی خرچ اس کے گھٹانے کی فکر نہیں واقعی خوب کام کی بات کہی

ملفوظ ۹۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو مشائخ کے یہاں ایسی باتیں مایۂ ناز ہو رہی ہیں۔ جیسے ایک پیر کے مرید نے کہا کہ حضرت کچھ نہیں کھاتے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آخر کچھ کھاتے بھی ہیں کہا کہ صرف آدھ پاؤ بالائی اور ایک چھٹانک مغز بادام اور ایک پیالی چائے۔ اور تھوڑا سا دودھ اس شخص نے کہا واقعی حضرت کچھ نہیں کھاتے صرف اتنی اور کسر ہے کہ تجھے اور مجھے نہیں کھایا کیا لغویات ہیں۔

ملفوظ ۹۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہر کام ہر بات میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتا ہوں مجھ کو اس پر بھی کہا جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے میری شکایت کی گئی کہ یہ جلسہ میں اگر مدرسہ کی بیگم سے کھانا نہیں کھاتا۔ حضرت مولانا نے مجھ سے سوال کیا میں نے صاف عرض کر دیا کہ مجھ کو اس کے جواز میں شبہ

سے سپرد حضرت نے کچھ نہیں فرمایا۔ ایک شخص نے بیرا وسط سنگر سو روپیہ چندہ بلقان میں دیئے اور انجمن ہلال احمر میں داخل کئے اور احمق نے مجھ پر تقاضا کیا کہ قسطنطنیہ سے اس کی مستقل رسید منگا کر دو ورنہ میرا روپیہ واپس دو میں نے قطع شغب کے لئے اپنے پاس سے روپیہ دیدیا ایک مولوی صاحب نے یہ سنکر مجھ سے فرمایا کہ اپنے پاس سے کیوں دیئے تمہاری معرفت جو چندہ بلقان جمع ہوتا اس میں سے سو روپیہ رکھ لیے ہوتے اور تاویل یہ کی کہ خاص اس کی دی ہوئی رقم تو واپس کر دینا جائز ہی تھا اور وہ رقم اور دوسرے چندہ کی رقمیں سب ایک ہی حکم میں ہیں کہا ٹھکانا ہے ایسا بدمعاملگی کا نفسانی غرض کا جب غلبہ ہوتا ہے ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں تو کثرت سے کہا کرتا ہوں کہ اموال کے باب میں اکثر اہل علم کو بھی احتیاط نہیں الا ماشاء اللہ اور عوام کو تو کیا ہوتی۔

ملفوظ ۹۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اگر دین کے لئے جان مال گھر سب خرچ ہو جانے کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن جی یہ چاہتا ہے کہ طریقہ کے ساتھ ہو باقی یوں ہی گڑبڑ میں تو ایک پیسہ بھی جاتے ہوئے دل دکھتا ہے

ملفوظ ۹۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مسلمان چاہے مالدار نہ ہو مگر دین دار ہو اور غیرت دار ہو۔

ملفوظ ۱۰۰:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اولاد اگر خود مالدار ہو اس کا نفقہ واجب نہیں مگر بیوی کا نفقہ ہر حال میں خاوند کے ذمہ فرض ہے۔

ملفوظ ۱۰۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ محقق آدمی جو جامع شرائط اجتہاد کا نہ ہو غیر مقلد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اپنی تحقیق سے خود شرائط ہونا دیکھے گا۔

۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ ۱:- (الملقب بہ ذم التحریف الدین الحنیف) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میری زندگی کا مدار تو استحضار ثواب پر ہے ورنہ اس قدر صحت کمزور واقع ہوئی ہے کہ اگر ثواب کا استحضار نہ ہو تو میں بعض حوادث کا تحمل ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ بس یہ اعتقاد میری زندگی ہے کہ جب کوئی تکلیف پہنچی فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں ثواب ہے اس سے وہ کلفت جاتی رہتی ہے اگر ثواب کا اعتقاد نہ ہوتا تو میں تو ختم ہی ہو جاتا یہ امید ثواب ایسی قوت کی چیز ہے کہ بڑی سی بڑی کلفت اور رنج کو سہل کر دیتی ہے اور افسوس ہے کہ اسی کو آج کل معمولی چیز خیال کر رکھا ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں، نعوذ باللہ استغفر اللہ۔ میں کہتا ہوں

کہ جسقدر مسلمانوں کے پاس سامان ہے قوت کا ان سب میں یہ ایک نہایت زبردست چیز ہے نئے تعلیم یافتہ اس پر ہنستے ہیں کہ ثواب کو لئے بیٹھے ہیں پرانے خیال کے ہیں بلکہ علماء تک نے بھی اس کی ترغیب چھوڑ دی۔ وعظوں میں ثواب و عذاب کا ذکر ہی جاتا رہا۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں زیادہ یہی بھرا ہوا ہے کہ اگر یہ کروگے ثواب ملے گا نہ کروگے عذاب ہوگا۔ مسلمان کے پاس اس کا کیا جواب ہے یہ خیال پھیلایا ہے آج کل کے نیچریوں نے نہایت ہی بدعقیدہ لوگ ہیں اور اکثر لیڈر اس ہی خیال کے ہیں خدا سے بند رہیں آج کل کے لیڈر بیدار مغز اور روشن دماغ کہلاتے ہیں نہ معلوم ان کے دماغوں میں گیس کے ہنڈے روشن ہیں یا بجلی سما گئی ہے حالانکہ یہ باتیں سب ظلماتی ہیں اور ان کو زیادہ تر خراب کیا ہے حب جاہ نے پرانے طریقوں کو ذلت سمجھتے ہیں ہماری عظمت اور عزت اسی میں ہے کہ ہم بھی اپنے سلف کے طریقہ پر رہیں۔ ان کے قدم بہ قدم چلیں ہماری صورت ہماری سیرت ہمارا لباس ہمارا اٹھنا بیٹھنا۔ ہمارا کھانا ہمارا پینا۔ سب اسی طرز پر ہو ہم بھی دین پر عمل کریں اور دوسروں سے بھی عمل کرائیں غرض اسی پرانے طرز کو اختیار کریں۔ دیکھئے بوڑھے آدمی کی عظمت اور عزت اسی میں ہے کہ اپنے بڑھاپے کو چھپائے نہیں اگر چھپائیگا پوڈر مل کر یا خضاب کرکے تو ایک روز حقیقت کھلے ہی گی۔ تو پھر جیسی ذلت کا سامنا ہوگا۔ اظہر من الشمس ہے یہ نامعقول قوم کے رہبر اور پیشوا بننے کو تیار ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ صورت سے بھی مسلمان کہلانے کے قابل نہیں۔ اور داڑھی کے تو اس قدر دشمن ہیں کہ جس کا حد و حساب نہیں۔ زیادہ افسوس یہ ہے کہ اعتقاد میں بھی تو اس حرکت کے استحسان کا درجہ ہے اس کو معیوب نہیں سمجھتے۔ زیادہ شکایت تو یہی ہے کہ یہ طرز ان لوگوں نے اختیار کیا اور پھر اس کو تاویل سے اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ داڑھی منڈانا تو خاص جہاد کے موقع پر بھی جائز نہیں۔ اور یہ محض جاہلانہ خیال ہے کہ داڑھی کے ہوتے ہوئے دشمن پر ہیبت نہ ہوگی۔ رعب نہ ہوگا۔ بلکہ جہاد میں بھی داڑھی والے ہی کا رعب اور ہیبت ہوتی ہے کہنے کی تو بات نہ تھی کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے مگر بضرورت کہتا ہوں کہ آپ کے ملک میں آپ ہی کے دوش بدوش، ایک قوم ہے سکھوں کی اس کو دیکھ لیجئے کیا وہ پولیس میں نہیں فوج میں نہیں وہ جنگ پر نہیں جاتے مگر دیکھ لیجئے کہ ان کی ڈاڑھی ہوتی ہے یا نہیں ان کا ذکر اس لئے کیا کہ آخر کسی طرح ان بے غیرتوں کو غیرت بھی دلاؤں اور سن لیجئے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ (انگریزوں کے) بادشاہ کے لئے قانوناً حکم ہے داڑھی رکھنے کا۔ اسی طرح اگر عورت حکمران ہو تو اس کو چوٹی کٹانے کی ممانعت ہے یہ اس قوم کا فتویٰ ہے جن کے یہ لوگ باطن مقلد ہیں۔ خود انگلستان اور یورپ میں اسی قانون کا بادشاہوں کے لئے نفاذ ہے۔ سو اگر یہ ذلت کی چیز ہوتی تو وہ اس کو کب گوارا کرتے پھر بھی وہ بادشاہ کے لیئے ان باتوں کو سوچ کر کچھ تو شرم آنا چاہیئے۔ اس کے بعد ہم مشتاق ہیں کہ یورپ کے فتویٰ سن لینے کے بعد ہمارے لیڈر صاحبان اور ان کے ہم خیال اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں اس لئے کہ اگر عزت کی بات داڑھی

ہوتا ہے تو بادشاہ کے لئے بہت زیادہ ضرورت ہے عزت کی اس کا کیا جواب دیتے ہیں یہ تو جدید روشنی والوں کی حالت ہے اب قدیم روشنی والوں کو لیجئے۔ جو دین کے مدعی ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ ہم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں۔ میں تو ان کو فلاں رنڈی کے مجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو سجدہ کرتے دیکھا تب بیچارے چھوڑے گئے۔ اور جان بچی اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ اگر کسی میں خدا کی یاد ہے اور فرمانبرداری ہے تو مجرم قابل سزا بدعقیدہ اور اگر خدا کی نافرمانی اور معصیتوں کا ذخیرہ ہے تو خوش عقیدہ اور قابل مدح اور پکے سنی اور حنفی انا للہ وانا الیہ راجعون مگر اب بحمد للہ یہ رنگ نہیں رہا۔ حیدر آباد میں بمبئی کے متعلق ایک صاحب نے روایت بیان کی تھی کہ وہاں پر وہابی کی پہچان یہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ہو گھٹنوں سے نیچا کرتہ ہو پیشانی پر سجدہ کا نشان ہو ارکان نماز کی ادائیگی میں تعجیل نہ کرتا ہو بلکہ اطمینان سے نماز ادا کرتا ہو یہ وہابی کی پہچان ہے سو اگر یہی باتیں ہیں تو اس کا تو کسی کے پاس بھی کوئی علاج نہیں۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون استاد کے کوئی کام بھی نہیں آسکتا ایک ادنیٰ سی بات ہے قلم بنانا مگر وہ بھی بدون استاد کے نہیں بنا سکتا۔ یعنی جب تک کسی استاد سے بنانا نہ سیکھے نہیں بنا سکتا میں ہی ہوں حالانکہ یہ ہے کہ قلم سے لکھ کر میرا جی خوش نہیں ہوتا سادہ قلم سے لکھتا ہوں تو جی خوش ہوتا ہے مگر قلم خود نہیں بنا سکتا جب ضرورت ہوتی ہے دوسرے سے بنواتا ہوں۔ تو جب ادنیٰ چیزوں میں استاد کی ضرورت ہے تو مسائل بدون استاد کے اور اہل علم سے سیکھے ہوئے اور پڑھے ہوئے کیسے سمجھ میں آسکتے ہیں اور کس طرح بدون شیخ کامل کے اصلاح باطن کس طرح ہو سکتی ہے علم میں ضرورت ہے استاد کی اور عمل میں ضرورت ہے شیخ کامل کی محض کتابیں دیکھ کر کام نہیں چلا سکتا۔ جیسے مریض کہ طب کی کتب دیکھ کر اپنا علاج نہیں کر سکتا۔

ملفوظ:- (ملقب بہ تنبیہ الاحتساب علی ضرورۃ الحجاب) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ بے پردگی اعلیٰ درجہ کی بے حیائی اور بے غیرتی ہے نصوص اور مسائل کے خلاف ہونے کے علاوہ بے پردگی خود ایک غیرت کی چیز ہے جو کہ فطری ہے ان بے حسوں میں غیرت بھی تو نہیں رہی مجھ کو تو مسلمانوں کی اس حالت پر بڑا صدمہ اور رنج ہے کیا کروں اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہو تو ایک دن میں ان کو درست کر دوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص صبیغ نام مدینہ میں وارد ہوا اور قرآن شریف کے متشابہات میں سوال وجواب کرنا شروع کیا آپ نے حاضر ہونے کا حکم دیا اور سر پر قمچیاں مارنے شروع کیں بس دماغ درست ہو گیا پھر اس کو وطن واپس کر دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو حکم

عامل تھے لکھ دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اس کے پاس کوئی نہ بیٹھے (کذا فی روح البیان) ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عقل دار جو تاروشن دماغ ہے واقعی صحیح ہے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں چار کتابیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں۔ توریت، زبور، انجیل، قرآن اگر ان سے عملی فیصلہ نہ ہو تو اس کے لئے ایک پانچویں چیز بھی حق تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وہ اس آیت میں مذکور ہے وانزلنا الحدید فیہ باس شدید۔ یعنی لوہے کو بھی نازل فرمایا ہے مراد اس سے سیف ہے اس سے عملی فیصلہ ہو جاتا ہے اسلام میں آج کل یہ ہی تو نہیں رہی اسی کی ساری خرابی ہے آزادی کا زمانہ ہے جو جس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے جو منہ میں آتا ہے بکتا ہے اس آزادی سے یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ عام پلیٹ فارموں پر بے پردگی کے متعلق لیکچر دئے جاتے ہیں قرآن و حدیث میں تحریف کی جاتی ہے اور ان تازہ تحریکات کی بدولت اور زیادہ گمراہی کا دروازہ کھل گیا لوگ دلیر ہو گئے۔ اور ان آزاد لوگوں کو زیادہ جرأت مولویوں کی شرکت سے پیدا ہوئی اگر یہ جماعت الگ رہتی تو ان کو اتنا حوصلہ نہ ہوتا اس لئے کہ مولویوں کی شرکت کی وجہ سے عوام ان قصوں میں شریک ہو گئے اور ان بددینوں کو ان کے گمراہ کرنے کا موقع ہاتھ لگ گیا اور جن لوگوں نے خدا ترسی کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ دین محفوظ رہے ان تحریکات سے علیحدگی رکھی ان پر قسم قسم کے الزام اور بہتان باندھے گئے بدنام کیا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں سی، آئی، ڈی کے محکمہ سے تنخواہ پانے والے ہیں اور نہ معلوم کیا کیا کہا گیا مگر اس کا نتیجہ بہت جلد برآمد ہوا کہ برادران وطن نے شدھی کا حربہ اور جا بجا مسلمانوں کو قتل اور مسجدوں کو شہید کرنا شروع کیا تب حقیقت منکشف ہوئی کہ واقعی ہم کہاں اور کس طرف جا رہے تھے۔ یہ اس کا نتیجہ ملا کہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ سازش کی توحید اور رسالت کے منکروں کو مسلمانوں کے مجمع میں مذکر بنایا مسجد کے ممبروں پر ان کو بٹھایا یہ ہیں عقلاء یہ ہیں بیدار مغز یہ ہیں روشن دماغ جن کے دماغوں میں گیس کے ہنڈے اور بجلیاں روشن ہیں۔ ارے کہیں بجلیاں کام دیتی ہیں کام دینے والی چیزیں ہیں خدا کی تجلیاں اگر اس سے دماغ روشن ہو تو پھر دیکھو کہ خدا کی اعانت خدا کی امداد خدا کی رحمت خدا کی نصرت تمہارے سر پر کس طرح سے سایہ افگن ہو اور اس وقت تمام عالم کی غیر مسلم اقوام بھی مل کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں کیوں گداگری کرتے پھرتے ہو تمہارے گھر کے اندر خود خزانہ دفن ہے اگر تم کو خبر نہیں تو جن کو خبر ہے ان سے دریافت کرو اس کے حصول کا طریقہ معلوم کرو ان کی جوتیاں سیدھی کرو ان کی ناز برداری کرو پھر دیکھو کہ کیا کچھ ملتا ہے کورباطنی دوسری قوموں کی ترقی اور دولت کو دیکھ کر رال ٹپکاتے پھرتے ہیں۔ تم کو تو خود ایک اتنی زبردست دولت سے نوازا گیا ہے کہ وہ دولت اور کسی کو حاصل ہی نہیں اور اس دولت کے سامنے تمام ترقیاں اور دولتیں گرد ہیں۔ وہ دولت کیا ہے دولت ایمان جس کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ چند روز کسی کی صحبت میں

اور اپنے خناس کو دماغ سے نکال دو تب دیکھو ابھی تک تو بتوں ہی کی پرستش میں گذار کی ہے ذرا خدا کی پرستش کر کے بھی دیکھ لو اگر اعتقاد سے نہیں تو بطور امتحان ہی سہی اسی کو فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش ۔۔۔ آزموں را یک زمانے خاک باش

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ ۔۔۔ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس کے بعد پھر تم ہی تم نظر آؤ گے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ساری خرابی آزادی کے سبب ہے ایک صاحب کا واقعہ یاد آیا کہ وہ پردہ کے خلاف لیکچر دے رہے تھے ایک شخص نے درمیان لیکچر میں کہا کہ آپ پہلے اپنی بیوی کو پردہ سے نکالئے گھر گئے اور اپنی بیوی کو بے پردگی پر راضی کر کے نکال لائے مگر کپڑے وہی ہندوستانی گلبدن کا پاجامہ وغیرہ اتفاق سے ایک مرتبہ ان کو سفر پیش آیا تو ریل کے انٹر فسٹ کلاس کے درجہ میں سفر کیا اس لئے کہ بڑے آدمی تھے ایک اسٹیشن پر کسی چیز کی ضرورت ہوئی خاوند صاحب تو وہ چیز لینے گئے اور وہاں پر ایک انگریز کوئی بڑا افسر اسی درجہ میں آکر بیٹھا اس نے اس عورت کو دیکھ کر کہا کہ تم رنڈی ہے تم کیوں اس درجہ میں بیٹھی ہو۔ کسی دوسری جگہ جاؤ اس عورت نے کہا کہ میں رنڈی نہیں ہوں۔ گرہستن ہوں اس پر جھگڑا ہو ہی رہا تھا کہ خاوند صاحب تشریف لے آئے انہوں نے بھی اس انگریز سے کہا کہ یہ ہماری منکوحہ ہے اس نے کہا کہ ہم کو ہندوستان میں تنا زمانہ گذر گیا ہم نے کبھی کسی شریف عورت کی صورت نہیں دیکھی۔ تم جھوٹ بولتے ہو یہ رنڈی ہے اور تم اس کے آشنا ہو یہ صاحب اسٹیشن ماسٹر کو بلا کر لائے اس نے تصدیق کی کہ میں ان کو جانتا ہوں یہ ان کی بیوی ہیں پھر اس نے کوئی مزاحمت تو نہیں کی مگر نفرت ظاہر کر کے خود دوسرے ڈبہ میں جا بیٹھا اب غور کیجئے ایک انگریز بے دین بے قید بے باک مگر اس کو اسقدر غیرت آئی کہ ہندوستانی شریف عورت اس طرح کیوں بے حجابا پھرتی ہے۔ اپنی عورت کے لئے تو اس بے حجابی کو گوارا کر لیا مگر ہندوستانی عورت کے لئے گوارا نہیں کیا جہاں تک تتبع کیا گیا پردہ کے مخالف یا تو رذیل ہیں یا بدمعاش رذیل تو اس وجہ سے کہ جیسے کسی کنجڑے سے پوچھا تھا کہ تم اپنا چھپا ہونا چاہتے ہو یا اوروں کا کھلا ہونا۔ اس نے کہا کہ اوروں کا کھلا ہونا کہ جس طرح وہ مجھ کو ہنستے ہیں میں بھی ان کو ہنسوں، اور بدمعاش اس وجہ سے کہ اپنی خواہشات کو پورا کریں۔ ایک صاحب کا دوسرا واقعہ ہے منصوری پہاڑ پر اپنی بیوی کو ساتھ لئے جا رہے تھے۔ چند بدمعاشوں نے مل کر یہ حرکت کی کہ دو نے تو اس کے خاوند کو پکڑ لیا اور بقیہ اس کو لے گئے اور زبردستی منہ کالا کیا پھر ان دو نے بھی کیا۔ یہ نتائج ہیں بے پردگی کے اس کے بعد اس شخص کو۔

؎ برسوں تک تو سخت پتھر کی طرح رہا ہے۔ آزمائش کے لئے چند ہی روز کیلئے خاک کی طرح نرم ہو جا، دیکھ زمانہ بہار میں پتھر سرسبز نہیں ہوتا اور خاک بنجا رنگ رنگ کے پھول کھلتے ہیں۔

ہوش آیا اور اپنی بیوی کو پردہ کرایا۔ تجربہ سے قبل تو احکام کی ان لوگوں کے قلوب میں وقعت اور عظمت ہوتی ہی نہیں ایسے کوڑ مغز ہیں۔

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل چندہ کے بارے میں بہت ہی کم احتیاط ہے حتیٰ کہ قریب قریب تمام مدارس میں بھی اس باب میں احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا میں اس معاملہ میں سخت ہوں اور زیادہ بڑی احتیاط یہ ہے کہ جو فرداً فرداً چندہ کی تحریک کی جاتی ہے اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے۔ گرانی ہوتی ہے نیز نہ دینے پر بخل بھی ثابت ہوتا ہے جس کا حاصل ایک مسلمان کو متہم کرنا ہے اور یہ کسی طرح جائز نہیں میں جو تحریک عام اور تحریک خاص میں امتیاز کرتا ہوں اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک مسلمان پر بار نہ ہو گرانی نہ ہو۔ اور وہ بدنام نہ ہو دعوت عام اور چیز ہے اور انفرادی صورت میں کسی سے سوال کرنا اور چیز ہے مجھ کو تجربہ ہے لوگوں کی حالت معلوم ہے اس تحریک خاص کا اثر ظہور بخل قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ انْ يَسْئَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا[ع] الآیہ کیونکہ احفاء و الحاف خطاب خاص ہی میں ہو سکتا ہے اور اس کے بعد خطاب عام کا اس عنوان سے ذکر ہے هَآ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[سه]۔ یہ دعوت خطاب عام ہے۔ اور اسی فرق کی وجہ سے احفاء پر جو بخل ہوا اس میں نکیر نہیں فرمایا گیا کہ معذور ہے۔ اور دعوت پر جو بخل ہوا اس پر نکیر فرمائی گئی۔ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ الآیۃ۔ میں نے میرٹھ کے ایک وعظ میں اس فرق کو بیان کیا تھا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی

ع اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو۔ سه ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے سه سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے۔ ۱۲

علہ یہ بھی اسی زمانہ کی بات ہے کہ خاوند کو ہوش آ گیا مگر آج وہ زمانہ ہے کہ رات دن ایسے واقعات ہوتے ہیں مگر کسی کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ۱۲

اس بیان میں شریک تھے وعظ کے بعد خوش ہو کر فرمایا کہ آج آیت کے معنی معلوم ہوئے یہ ان کی تواضع و محبت تھی مولانا خلیل احمد صاحبؒ میرے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کو اس وقت سے جانتا ہوں کہ یہ مجھ کو نہ جانتا تھا مجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے اور حضرت میرے پاس ہے ہی کیا بس یہ ہی ایک چیز ہے یعنی اللہ والوں کی محبت مولانا بہت سادہ تھے کوئی بناوٹ نہ تھی۔

ملفوظ:- فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ ایک لڑکے کی طرف میلان ہو گیا ہے ہر وقت شب و روز اسی کا میں خیال رہتا ہے اب چند ماہ کے بعد ہوش آیا ہے آپ کو لکھتا ہوں دعا بھی فرما دیں کہ اس بلا سے نجات ہو اور اصلاح بھی فرما دیں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا تھا کہ التکشف جلدوں کے صفحہ [illegible] پر اس کا علاج مذکور ہے اس کو دیکھیں اور عمل کریں آج پھر خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے اس کو دیکھ کر عمل کیا الحمد للہ کا شکر ہے کہ مرض کا علاج ہو گیا اب کسی وقت بھی اس کا خیال نہیں آتا میں نے جواب لکھ دیا کہ مبارک ہو اس پر فرمایا کہ اگر کوئی خود اپنا علاج چاہے اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں التکشف میں جو اس کے متعلق تدبیریں لکھی ہیں۔ بحمد اللہ اس سے بہت لوگوں کو نفع ہوا۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا لوگوں کی بے استقلالی کی حالت دیکھ کر کیا کسی کام کرنے کو جی چاہے اور کیا ہمت بڑھے معترض لوگ کہتے تو ہیں کہ یہ کسی کام میں شرکت نہیں کرتا اگر یہ شرکت کرے تو سب کام ہو جائیں مگر ان باتوں کو تو میں ہی سمجھتا ہوں مجھ کو لوگوں کی حالت کا تجربہ ہے میں اپنے تجربات کو دوسروں کے کہنے سے کیسے فراموش کر دوں۔ مثال میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں یہاں پر ایک چندہ ہوا تھا احباب تھے میں رہ گئے میں نے نہیں کیا خود احباب نے کر لیا لیکن میں نے منع نہیں کیا اس وجہ کی شرکت بھی تھی۔ اس میں ایک حصہ چند آدمیوں نے مل کر اپنے ذمہ لیا تھا رمضان المبارک سے قبل کا واقعہ ہے آج تک بھی ایک پیسہ نہیں آیا یہ حالت ہے ایک خط اطلاعی گیا اس کا بھی جواب نہیں اور تماشہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ بیعت کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ جن کی یہ حالت اس کے مصداق ہے۔

گر جان طلبی مضائقہ نیست
گر زر طلبی سخن دریں است

کسی ظریف کا قول ہے محبت رکھیں پاس بیٹھنے دینے کے منہ میں خاک۔ ان ہی واقعات سے مجھ کو آج کل کے چندوں سے ہیچ نفرت ہے لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے یوں وصول کیا اور اس ترکیب سے وصول کیا۔ بھیک مانگنے میں کونسی عزت ہے اس میں تو ذلت ہی ذلت ہے اور اگر جبر سے یا اثر سے کام لیا تو یہ ڈکیتی ہوئی اس میں بھی کونسی عزت ہے اور اگر ڈکیتی میں عزت ہے تو پھر کھلم کھلا ڈکیتی ہی ڈالو عزت کا کام تو کرنا چاہئے۔ ایک بہت بڑے عالم سے میری گفتگو ہوئی تحریک خاص پر کہ یہ جائز نہیں

عہ گو یہ ان مانگو تو جائز ہے مگر روپیہ مانگو تو اس میں ذرا تردد ہے۔

پوچھا کہ کیا دلیل ہے. میں نے حدیث پڑھی. الا لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ. یعنی کسی مسلمان آدمی کا مال بدون اس کی خوشدلی کے حلال نہیں تو کہتے ہیں ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر اس درجہ کا حرام نہیں میں نے دب میں کہا کہ کل کو یہ کہنے لگا کہ گو مال حرام ہے مگر اس درجہ کی حرام نہیں. یہ تو گرانی کی تسلیم پر گفتگو تھی اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ لوگ ہمارے مرید ہیں مرید کو گرانی نہیں ہوتی سو اس کا اندازہ ایک حدیث سے ہو سکتا ہے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنے بعد تمہارا بہت خیال ہے کہ کون تمہاری خدمت کرے گا غور کرنے کی بات ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال اس کے بعد کسی پیر یا شیخ کو اپنے مرید پر کس طرح اعتماد ہو سکتا ہے. کہ تحریک خاص پر گرانی نہ ہو گی. کیا منہ ہے کسی کا جبکہ حضور کا یہ خیال ہے کہ ہزاروں میں سے کم ایسے ہوں گے جو خدمت کر سکیں گے. باوجود اس کے صحابہ جان نثار تھے قربان جائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ کیسی پاکیزہ تعلیم فرما گئے.

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کو دین سے توحش ہے اس کا سبب جہل و کسب ہے. اگر علم صحیح و طلب صادق ہو تو دین میں کوئی دشواری اور تنگی پیش نہیں آ سکتی مجھے تو اس باب میں اس قدر شرح صدر ہے کہ میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ جتنی دشواریاں دین میں نظر آ رہی ہیں اگر ارادہ کر لو اور عمل شروع کر دو تو میں پھر عرض کرتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب دشواریاں ابھی چلی جائیں. میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں دیکھا ہو گا کسی پختہ سڑک پر کہ راستہ کے دونوں طرف درخت ہوتے ہیں اور دور سے نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر دونوں طرف کے درخت آپس میں ملے ہوتے ہیں اور راستہ بند ہے اب یہ اس کو دیکھ کر ہراساں زدہ کھڑا ہے کوئی مبصر آیا اس نے دریافت کیا کہ کیوں ہراساں ہے کہتا ہے کہ راستہ آگے بند ہے منزل مقصود پر کیسے پہونچوں گا وہ کہتا ہے کہ جہاں تک راستہ کھلا ہے وہاں تک تو چلو اور پہونچ پھر آگے دیکھنا اب وہاں پہونچ کر جس حد کو بند سمجھتا تھا اتنا ہی اور راستہ کھلا ہوا نظر آیا بس پھر کام بن گیا. جب تک چلنا شروع نہ کیا تھا اس وقت تک راستہ بند نظر آ رہا تھا اگر چلنا شروع کر دو خود بخود درخت اور پہاڑ سب ہٹتے نظر آئیں گے. اور واقع میں وہ پہاڑ ہی نہ تھے محض تمہارا خیال اور وہم تھا اسی کو فرماتے ہیں. ؎

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست　　　جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

طلب اور ہمت پر جب کہ خلوص کے ساتھ ہو بڑے بڑے پہاڑ "ہباءً منثورا" ہو کر میدان بن جاتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎.

؎ اے خلیل ابراہیم علیہ السلام یہاں شعلے اور دھواں نہیں ہے سوائے نمرود کے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں.

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید ؏ | خیرہ یوسف وار می باید دوید

یکم محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یک شنبہ

ملفوظ ۱۰۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہر شخص کے ساتھ یہ چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو معاملہ صاف ہو، اس میں جلیس رہو ابہام نہ ہو بالخصوص ان لوگوں سے جو محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی تو اگر ذرا سی بات بھی بے ڈھنگی ہوتی ہے تو برداشت نہیں کر سکتا اور اصل بات یہ ہے کہ اصلاح موقوف ہے فہم پر اور فہم لوگوں میں ہے نہیں پھر اصلاح کس طرح ہو اگر میں ان کی بے ہودگیوں پر سکوت کر دوں تو یہ ہو سکتا ہے کیا مشکل ہے بلکہ اس میں مجھے راحت بھی ہے مگر میں ایسے سکوت کو خیانت سمجھتا ہوں جیسے مریض طبیب کے پاس جائے اور طبیب اس مریض کے مرض پر اطلاع نہ دے اس کے مرض کو چھپائے کیا یہ خیانت نہیں۔ اور تف ہے ایسے چھپانے پر اور ایسی خوش اخلاقی پر جو آج کل کے رسمی پیروں کے یہاں مروج ہے اب تو خلاصہ اس تعلق کا یہ رہ گیا ہے کہ مرید نے ہاتھ پاؤں چوم لئے نذرانہ پیش کر دیا۔ آگے نہ مرید کو اصلاح کی ضرورت نہ پیر کو احتساب کی ضرورت۔ شمع کی طرح پیر صاحب بیچ میں بیٹھے ہیں اور پروانے (یعنی مرید) چہار طرف جمع ہیں مجھ کو تو یہ طرز کسی درجہ میں بھی پسند نہیں۔ لیکن اگر اس کے مقابلہ میں کسی کو ہمارا طرز بھی پسند نہ ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مت آؤ اور اگر آگئے اور دھوکہ ہو گیا ہے تو اب چلے جاؤ بلانے کون جاتا ہے اور اگر باوجود ہمارے اس طرز کے بھی ہم کو کوئی لپٹے تو پھر اس طرز کے حقوق ادا کرو۔ بقول عارف شیرازی کے ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی عہ | یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی | یا فرو شو جامہ تقویٰ بہ نیل

اور یہ حقوق وہ ہوں گے جن کو ہم حقوق سمجھتے ہیں وہ نہیں جن کو تم حقوق سمجھتے ہو اور اگر کسی سے

عہ گرچہ عالم میں راستہ نظر نہیں آتا مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہیئے (خود بخود راستہ کھلتا چلا جاوے گا) عہ یا تو ہاتھی والے سے دوستی نہ کرو۔ یا گھر ایسا بناؤ جہاں ہاتھی آسکے یا تو عاشقی کا دعویٰ نہ کرو اور اگر کرتے ہو تو تقویٰ کو خیر باد کہو۔

یہ نہیں ہو سکتا تو ہم سے تعلق مت رکھو لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ پتی کے گواہ کی طرح ان کے نقائص کو دباتے رہو۔ سو اگر ایسا کیا گیا تو پھر اصلاح کس طرح ہوگی۔ اور مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ میں دوسرے کی حالت کو چھپاؤں مشکل ہے جب کہ میں اس کا اخفا کرنا خیانت سمجھتا ہوں پھر یہ بات بھی تو دیکھنے کے قابل رہے کہ خود میری حالت کھلی ہوئی ہے بری یا بھلی میں خود اس کو نہیں چھپاتا۔ اگر اس حالت میں میں کسی کو پسند ہوں مجھ سے تعلق پیدا کریں ورنہ اللہ کہیں جائیں بقول غالب ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

میرے طرز کو تشدد کہا جاتا ہے حضرت شیخ اکبرؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مریدوں کو آپس میں زیادہ نہ ملنے دینا چاہیئے۔ کیا یہ بھی تشدد ہے اور واقعی شیخ نے یہ بڑے کام کی بات فرمائی اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ آپس میں بیٹھ کر کہیں شاعری ہو رہی ہے لطیفے ہو رہے ہیں بے سمجھے نکات و اسرار بیان ہو رہے ہیں غرض یوں ہی وقت فضول بیکار برباد کیا جاتا ہے نہ ذکر ہے نہ شغل ہے نہ فکر ہے نہ تلاوت ہے نہ نوافل ہیں بس مجالس ہی مجالس رہ جاتی ہیں۔ اور حضرت شیخ اکبرؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید شیخ سے کسی تعلیم کی مصلحت پوچھے اس کو نکال دو ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ جب کوئی طالب آکر بیعت کا سوال کرتا تو آپ کھانے میں اس کا امتحان لیتے کہ کھانا کھا چکنے کے بعد جو کھانا بچا ہے اس میں روٹی سالن تناسب سے بچا یا نہیں اگر تناسب نہ ہوتا تو بیعت سے عذر فرما دیتے کہ تمہاری طبیعت میں انتظام نہیں۔ ہمارے یہاں تمہارا نباہ نہ ہوگا۔ اور بزرگوں نے ہمیشہ طالبوں کے بڑے بڑے سخت امتحانات لئے ہیں میرے یہاں تو پھر بھی بہت وسعت ہے باقی میرا اصلی مذاق یہی ہے۔ کہ قبل مرید ہونے کے تو اس کی دوستی کے حقوق کو پورے طور سے ملحوظ رکھتا ہوں مگر بعد مرید ہونے کے پھر دوستی کے علاقہ کو ناپسند کرتا ہوں اس وقت مریض اور طبیب کے علاقہ کی ضرورت ہے مگر لوگوں کو خبر نہیں اس طریق کی اور اس کے آداب کی اور عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں اکثر علماء تک کو خبر نہیں۔ اور واللہ میں تو بہت رعایتیں کرتا ہوں مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ میں غلامی نہیں کرتا۔ ایک مولوی صاحب ہیں ان کو میری سیاست کے وقت لوگوں پر بہت رحم آتا تھا میں نے ان کو رسالہ "آداب الشیخ" دیا کہ اس کو بغور دیکھئے یہ رسالہ شیخ اکبر کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے اصل رسالہ عربی میں تھا۔ اس کا میرے ایک دوست نے اردو میں ترجمہ کر دیا ہے انہوں نے دیکھا کہنے لگے کہ یہ تو آپ سے بھی کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں اس کے بعد ان کا تشدد کا گمان رفع ہوا۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں یہ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ فہم کی کمی سے غلطیاں بہت کم ہوتی ہیں زیادہ فکر کی کمی سے ہوتی ہیں۔ اور فکر ہوتے ہوتے اگر فہم میں کمی بھی ہو اس سے غلطیاں عدد میں بھی کم ہوتی ہیں اور کیف بھی کم ہوتی ہیں مگر فکر و غور سے کام نہیں لیتے اس سبب سے غلطیاں زیادہ

ہوتی ہیں اگر فکر ہو تو خود سمجھ میں نہ آنے پر دوسرے سے پوچھے گا۔ کہاں تک غلطی ہوگی۔ چونکہ فکر اور توجہ سے کام نہیں لیتے اس لئے مجھ کو زیادہ غصہ آتا ہے اور فکر کی کمی کا سبب طلب کی کمی ہے چنانچہ خدا کی اتنی بھی طلب نہیں کہ جتنی کسی رنڈی پر یا لڑکے پر عاشق ہو جانے پر اس کی طلب ہے پھر شیخ کی تعلیم کا کیا خاک اثر ہو۔ خدا سے صحیح اور قوی تعلق پیدا کرنا چاہئے اور وہ بدون اس کے فکر کے ساتھ اعمال میں اول میں باطناً بھی ظاہراً بھی شریعت کا پورا اتباع ہو ہی نہیں سکتا

ملفوظ ۱۱۱:- ایک نو وارد صاحب نے پانچ روپیہ بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے معمول کے خلاف ہونے کی بنا پر حضرت والا نے قبول فرمانے سے انکار فرما دیا تھوڑی دیر میں ان صاحب سے ایک غلطی ہوئی اس پر تنبیہ فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اس وقت میرے پانچ روپیہ کا تو نقصان ہوا لیکن اگر میں وصول کر لیتا تو اس وقت آپ کی اصلاح کے متعلق صاف صاف نہ کہہ سکتا لینے کے بعد خیال تو ہوتا ہی ہے کہ یہ میرے محسن ہیں ان کی رعایت کرنا چاہئے۔ یہ نہ لینے ہی کی برکت ہے کہ صاف صاف کہہ دیا اور اگر نہ کہتا تو ان کے دین کا نقصان تھا۔ اور اب تو اپنا دنیا کا نقصان کیا بلا سے پانچ روپیہ نہ ملے مگر ایک مسلمان کو ہمیشہ کے لئے جہل سے نجات مل گئی۔

ملفوظ ۱۱۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی ہر بات با برکت ہوتی ہے پانی پت میں ایک بزرگ تھے وہ گو صاحب سماع نہ تھے مگر اس سے پرہیز بھی نہ تھا کسی مجلس میں اتفاق سے شریک ہو گئے ایک بار اتفاق ہی سے مجلس میں شریک تھے قوال یہ کہہ رہا تھا "ایسا ٹونا کر دے ری، ایسا ٹونا کر دے ری" یعنی ایسا سحر کر دے اسی وقت میں ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئی کہ مجھ کو بہت ستاتا ہے ناراض رہتا ہے ان بزرگ نے خادم سے کہا کہ یہی لکھ کر دیدو کہ ایسا ٹونا کر دے ری۔ خادم نے یہی لکھ کر اس عورت کو دیدیا خدا کی قدرت خاوند مسخر و مطیع ہو گیا۔

ملفوظ ۱۱۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں کہا تھا کہ میں انگریزی پڑھنے کو منع نہیں کرتا اگر ضرورت ہے پڑھو اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ عربی پڑھ کر سب علامہ بن جائیں ہاں دین کی حفاظت کی ہر مسلمان کے لئے ضرورت ہے سو اس کی ایک صورت بیان کرتا ہوں کہ انگریزی پڑھ کر بھی حفاظت ممکن ہو وہ صورت یہ ہے کہ تعطیلات کے زمانہ میں نصف حصہ لہو و لعب میں صرف کرو۔ اور کم از کم نصف حصہ اہل اللہ کی صحبت میں صرف کرو یہ صحبت بڑی چیز ہے تو اس صورت میں دین محفوظ رہے گا ورنہ انگریزی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسے دیوبند کا ایک قصہ ہے وہاں کے رہنے والے ایک ڈپٹی صاحب تھے ان کے باپ پرانی وضع کے سادہ مزاج گاڑھا پوش تھے بیٹے سے ملنے ان کی نوکری پر ملنے گئے ان کے دوست احباب نے پوچھا کہ آپ کی تعریف باپ کہتے ہوئے عار آئی کہنے لگے کہ یہ ہمارے پڑوسی ہیں ان بڑے میاں نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے میں اس کی ماں کا پڑوسی ہوں وہ میری

بغل میں رہا کرتی ہے۔ لوگ سمجھ گئے کہ بڑے میاں ڈپٹی صاحب کے باپ ہیں۔ ایک اور واقعہ ہے
ایک صاحب ولایت پاس کرکے آئے باپ سے ملے تو باپ سے مصافحہ کرتے وقت پوچھا کہ ول بڈھا
تم اچھا ہے۔ ادب کا تو نام نہیں رہتا فرمایا کہ ادب پر یاد آیا۔ دہلی میں حکیم عبدالمجید خاں صاحب سب
جانتے ہیں کس درجہ کے تھے فن میں بھی عزت تھی میں نے ان سے نفیسی کے کچھ سبق پڑھے بھی ہیں۔
اس حیثیت سے میرے استاذ بھی تھے ان کے ایک مصاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار انہوں نے یہاں
آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو انہی صاحب سے جو کہ تھانہ بھون کے رہنے والے تھے پوچھا کہ وہاں جانے ملنے
کیا شرائط اور ملنے کے کیا اوقات ہیں انہوں نے کہا کہ آپ کو اس تحقیق کی کیا ضرورت آپ تو ان کے
استاذ ہیں تو حکیم صاحب نے یہ فرمایا کہ میں جس حیثیت سے جارہا ہوں اسی طرح جاؤں گا اس میں استادی
شاگردی کا کوئی دخل نہیں یہ ہے ادب آج شاگرد اتنا ادب نہیں کرتے استاد کا جتنا پہلے استاد کرتے
تھے شاگردوں کا۔ ایک اور واقعہ یاد آیا خورجہ کے رہنے والے مظفر نگر میں ایک ڈپٹی صاحب تھے
جو صاحب نسبت صاحب طریقت بھی تھے ایک مرتبہ وہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سے ملے تھے وہ معمر شخص تھے اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اس وقت بہت تھوڑی تھی
مگر حضرت کی شہرت ہو چکی تھی بہت لوگ معتقد بھی تھے ان ڈپٹی صاحب نے ایک بیاض لکھی ہے۔
بیاض دلکشا اس کا نام ہے اس میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکت کی نسبت لکھا ہے

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد[1]

محض ایک ہی ملاقات معلوم ہوتی ہے اور خود بھی صاحب نسبت تھے اور معمر اور معزز مگر ایک
ہی ملاقات کا کیا اثر ہوا کیسی عقیدت کا اظہار فرمایا یہ ہے ادب۔

۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۱۱۴: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہجہاں نے تخت طاؤس بنوایا تھا وہ تخت اس وقت یورپ میں
ہے بہت ہی قیمتی تخت ہے کئی لاکھ روپیہ اس پر صرف ہوا تھا جس وقت یہ تخت بن کر تیار ہوا
اور شاہجہاں اس تخت پر بیٹھے ہیں تو ان کے وزیر سعد اللہ خاں پانی پت کے رہنے والے اپنی آستین

---

[1] جو لوہا پارس سے چھو بھی گیا فوراً وہ سونا ہو جاتا ہے ۱۲

ہیں ایک چبوترہ کر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ شاہجہاں نے تخت پر اول دو رکعت نفل شکرانہ ادا کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ فرعون کو تخت آپ نے عطا فرمایا تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور مجھ کو عطا فرمایا تو میں آپ کی بندگی ادا کر رہا ہوں یہ مجھ پر آپ کا فضل اور رحمت ہے پھر سعد اللہ خاں سے چبوترہ لانے کی مصلحت پوچھی یہ سنکر سعد اللہ خاں نے عرض کیا کہ مصلحت یہ تھی کہ اگر آج تخت پر بیٹھ کر کوئی کبر کا کلمہ آپ کے منہ سے نکلتا جس سے آگے کفر کا اندیشہ ہوتا تو کلمۂ کفر نکلنے سے پہلے آپ کا کام تمام کر دیتا اس لئے کہ میں نے آپ کا نمک کھایا تھا اس کو حلال کرتا گو اس کے عوض میں دوزخ ہی میں چلا جاتا مگر آپ کو کفریات سے متلبس نہ ہونے دیتا اس پر شاہجہاں بہت خوش ہوئے اور سعد اللہ خاں کی بڑی عزت کی اور قدر کی۔

ملفوظ ۱۱۱:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل سائل سوال کرتے پھرتے ہیں بظاہر نہایت تندرست ہٹے کٹے ہوتے ہیں ان کو کچھ دینا جائز ہے یا نہیں فرمایا نہیں آج کل تو لوگوں نے مانگنے کا پیشہ بنا لیا ہے۔ اس پر استطراداً ایک سائل کا قصہ بیان فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحب نے برادر محسن الملک سے بیان کیا کہ سید احمد خاں اپنی کوٹھی میں بیٹھے تھے اس میں شیشے کے کیواڑ تھے ایک شخص، کیوں میں سے نظر آیا نہایت بوسیدہ اور میلے کپڑے پہنے ہوئے کوٹھی سے باہر آ کر بیٹھا یہ شیشہ کے کیواڑوں میں سے دیکھ رہے تھے محسن الملک بھی سید احمد خاں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سرسید نے ان سے کہا کہ دیکھو یہ ایک مکار سائل ہے اور اب اپنا لباس تصنع کا بدلیگا اور پھر آ کر سوال کریگا مگر میں اس کو ایک کوڑی نہ دوں گا ایسا ہی ہوا اس نے اپنی گٹھڑی میں سے جبہ عمامہ تسبیح نکالی اور بن ٹھن کر کوٹھی پر آیا اور دستک دی کیواڑ کھول دیئے گئے اس نے اندر داخل ہو کر سلام کیا اس وقت سید احمد خاں لیٹے ہوئے تھے نہایت بے رخی سے جواب دیا اور بیٹھے بھی نہیں اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا کہ مجھ کو فلاں ضرورت ہے اعانت چاہتا ہوں سرسید اسی طرح بے التفاتی کے ساتھ لیٹے رہے دوران گفتگو میں اس کے منہ سے یہ بھی نکلا کہ میں شاہ غلام علی صاحب کا دیکھنے والا ہوں اس کا یہ کہنا تھا کہ سید احمد خان نہایت اضطراب کے ساتھ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے۔ وہ کچھ حالات شاہ صاحب کے بیان کرتا رہا اور سرسید بہت توجہ سے سنتے رہے پھر اس کے لئے نہایت ادب و احترام کے ساتھ کھانا منگایا اور کھانے کے بعد پچاس روپیہ پیش کئے جب وہ چلا گیا تو محسن الملک نے پوچھا کہ یہ کیا خبط تھا خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ شخص مکار سائل ہے پیشہ ور ہے اس کو ایک کوڑی نہ دوں گا۔ یا ایسے معتقد ہوئے جیسے اس نے جادو کر دیا ہو۔ آخر آپ کو یہ سوجھی کیا تھی سید احمد خاں نے کہا کہ تم کو خبر نہیں اس شخص نے کس کا نام لیا اگر یہ اس وقت جان بھی طلب کرتا تو مجھ کو عذر نہ کرتا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر عظمت تھی نام سنکر از خود رفتگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔

ملفوظ ۱۱۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے ذرہ برابر بحمد اللہ بغض

یا خلش نہیں نہ قلب میں غل (بالکسر) نہ زبان پر غل (بالضم) اور الحمدللہ دوسرے بھی میرے ساتھ ایسے ہی ہیں اہل وطن کو اکثر دیکھا ہے کہ مخالف ہوتے ہیں مگر بحمداللہ میرے ساتھ میرے اہل وطن کو نہ مخالفت ہے۔ نہ تعظیم ہے ہاں محبت سب کو ہے حتیٰ کہ ہنود کو بھی بھنگی چماروں تک کو بھی محبت ہے بعض لوگ ان ہی اہل وطن میں ایسے بھی ہیں جو تحریکات کے زمانہ سے اختلاف رکھتے ہیں مگر ہمیشہ سے جب ملتے ہیں جھک کر سلام کرتے ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ آپ کا فضل ہے رحمت ہے ورنہ مجھ میں ایسا کونسا سرخاب کا پر ہے۔

ملفوظ ۱۱۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جس کا نام اخلاق ہے ابھی خاصی دوکانداری ہے مجھ کو ایسے اخلاق متعارفہ سے نفرت ہے اسی لئے بدنام بھی ہوں مثلاً یہ تعویذ گنڈوں ہی کا سلسلہ ہے اگر ان لوگوں کے ساتھ ڈھیلا پن برتا جاتا تو اچھا خاصا میلا لگ جاتا پھر کوئی کام بھی نہ ہو سکتا مزاحاً فرمایا کہ سب کا میلا ہو جاتا اور خصوص عورتوں کا تو ہر وقت ہجوم رہتا اور عورتوں یا مردوں کا ہجوم فتنہ ہے اس میں بڑے مفسدے ہیں میری تو اس باب میں یہ رائے ہے کہ ایسے اسباب اختیار کرے کہ نہ ڈھیلا پنے (بیائے مجہول) اور نہ ڈھیلا پنے (بیائے معروف)

ملفوظ ۱۱۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا دیوبندیؒ کی بھی اخیر میں یہی رائے ہو گئی تھی کہ بعض کے لئے تشدد کی ضرورت ہے چنانچہ ایک معتبر شخص مجھ سے حضرت کا ارشاد نقل کرتے تھے کہ متکبرین کو تھانہ بھون بھیجنا چاہیئے یہ وہاں ہی درست ہو سکتے ہیں متکبر آدمی کو تھانہ بھون بھیجنے سے مراد میرے پاس بھیجنا تھا باوجود اس کے کہ حضرت اس قدر وسیع الاخلاق تھے جس کی نظیر مشکل ہے مگر متکبرین کے متعلق حضرت کی بھی یہی رائے تھی حضرت کے اخلاق پر یاد آیا یہ حکایت مجھ سے مولوی محمود صاحب رامپوری نے بیان کی کہ رامپور رہتے ہیں، وہ ایک ہندو نیز ہندو ایک عدالتی ضرورت سے آئے میں نے حضرت کے یہاں قیام کیا۔ اس ہندو نے مجھ سے کہا کہ میاں ایک چارپائی کی جگہ مجھ کو بھی دیدو تو میں بھی یہاں پڑ رہوں تا کہ تحصیل میں ساتھ جاتا۔ سن ہو میں نے اس کو بھی ایک چارپائی بتلا دی گرمی کی دوپہر کا وقت تھا وہ اس پر پڑ کر سو گیا اور ایک چارپائی پر میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتؒ زنانہ مکان سے دبے دبے پاؤں تشریف لائے اور اس ہندو کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانا شروع کر دئے میں دیکھ کر برداشت نہ کر سکا اٹھا اور پاس جا کر عرض کیا کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں میں دبا دوں گا فرمایا کہ یہ میرا حق ہے میرا مہمان ہے تم کو حق نہیں۔ جاؤ تم اپنی جگہ لیٹو۔ کہیں اس قیل و قال سے اللہ بے چارے کی آنکھ نہ کھل جائے اور پھر اس کو تکلیف ہو غرض حضرت پاؤں دباتے رہے اور اس کو کچھ خبر نہیں پڑا ہوا خرخر کر رہا تھا فرمایا کہ اس میں انا مقدر تھا تو حضرت

سه انا عربی کا لفظ جس کے معنی میں، میں ۱۲

کے اخلاق کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ مگر مستکبرین کے متعلق حضرت کی رائے بھی یہی تھی کہ ان کو تھانہ بھون بھیجا جائے وہاں ان کے مزاج درست ہوں گے اور کمال اخلاق کے ساتھ حضرت کا یہ دوسرا کمال تھا کہ دونوں شانیں جمع تھیں ایک وقت گھر پر کا فرضیف (مہمان) کا حق ادا ہو رہا ہے اور ایک وقت جب وہ کافر میدان میں آوے تو سیف حق ادا ہو رہا ہے جب کہ اس کا ظلم و حیف و ستم ظاہر ہو۔

ملفوظ ۱۱۹:۔ فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ قلب میں وسواس آتے ہیں اس کے واسطے کوئی ورد بتلا دو یہ صاحب ایک بہت بڑے شیخ سے مرید ہیں لیکن آج تک یہ خبر نہیں کہ ورد سے بھی کہیں وسوسوں کا علاج ہوتا ہے اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ فقط بیعت سے کچھ کام نہیں چلتا تعلیم و تعلم کی ضرورت ہے اس پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے بس یہی سختی ہے کہ میں ناواقفوں کو واقف بناتا ہوں کیا یہ بھی جرم ہے ایک قصبہ ہے تیتردن وہاں سے بہت سی عورتیں بیعت ہونے آئیں، ایک جھگڑا ابھرا ہوا تھا۔ مزاحاً فرمایا کہ جھگڑا کیا بھرا ہوا تھا اس میں ایک جھگڑا ابھرا ہوا تھا۔ میں نے بیعت کرنے سے اس بناء پر انکار کر دیا کہ تم اپنے اپنے خاوندوں سے پوچھ کر نہیں آئی ہو میں بیعت نہ کروں گا۔ میں نے بعد میں سنا کہ ان عورتوں نے کہا کہ یہ مولوی اچھا نہیں گنگوہ والا مولوی اچھا تھا جھٹ (یعنی فوراً) مرید کر لیتا تھا میں نے کہا بالکل سچی بات ہے دونوں جز صحیح ہیں حضرت مولانا گنگوہی کا اچھا ہونا اور میرا برا ہونا مگر بلانے کون گیا تھا کہ تم یہاں پر آؤ اور آ کر مرید ہو سب خفا ہو کر چلی گئیں۔

ملفوظ ۱۲۰:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رائے دینا بہت آسان ہے مگر جب کچھ کام کرنا پڑتا ہے تو سب کام سے منہ چھپاتے ہیں یہ مرض اکثر نیچریوں میں ہے یہ جب کوئی رائے دیتے ہیں میں قبول کر کے طریق عمل ایسا بتلا دیتا ہوں کہ ان کو بھی اس میں کچھ کرنا پڑے اور وہ آسان ہی ہوتا ہے مگر سب ختم ہو جاتے ہیں۔

ملفوظ ۱۲۱:۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بزرگوں کی عظمت قلب میں ہو تو اس سے نور ہوتا ہے، ایمان قوی ہوتا ہے دین میں رسوخ ہوتا ہے۔

ملفوظ ۱۲۲:۔ ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نے فرمایا ہے نہ انکار میکنم و نہ ایں کار میکنم اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی منکر نہیں تارک ہیں۔

ملفوظ ۱۲۳:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتی بیچارے تو نہ کسی کے بدنام کرنے کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ کسی کے نیک نام کرنے کی پرواہ کرتے ہیں انکا مذہب تو یہ ہے ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ... مانمی خواہیم ننگ و نام را

ف: گو یہ عاقلوں کے نزدیک یہ بات بدنامی کی ہے مگر ہم ننگ و نام کے خواہشمند نہیں۔ ۱۲۔

عاشقِ بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا — اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا۔

ملفوظ ۱۲۴: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علوم کا تو میں نقشبندیوں کا معتقد ہوں ان میں بڑے بڑے علماء گذرے ہیں اور چشتیوں میں اس قدر علماء نہیں گذرے مگر جانبازی چشتیوں میں زیادہ ہیں یہ بات دوسروں میں اس درجہ کی نہیں۔

ملفوظ ۱۲۵: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جس میں مکر و فریب نہ ہو سچا ہو یہ ادا مجھ کو بہت پسند ہے۔ یہ ادا جس میں بھی ہو مجھ کو محبوب ہے۔

ملفوظ ۱۲۶: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں پریشانی سے بچاوے دنیا کی وہ پریشانی چاہے قلتِ مال سے ہو یا فقدانِ تندرستی سے ہو یا اولاد کی نافرمانی سے ہو۔ اور آخرت کی پریشانی ظاہر ہے کہ صرف معصیت سے ہے اللہ تعالیٰ سب سے بچاوے۔

ملفوظ ۱۲۷: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حکایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت مالٹا میں تشریف فرما تھے ایک روز بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا حضرت گھبراتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھے کہ گھر بار یاد آ رہا ہوگا۔ یا جان جانے کا خوف ہوگا۔ فرمایا کہ اس وجہ سے نہیں رو رہا ہوں جو تم سمجھے ہو بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں یہ مقبول بھی ہے یا نہیں۔

ملفوظ ۱۲۸: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ میں اس پر گر جاؤں زمین کہتی ہے کہ میں اس کو نگل جاؤں فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اس کو ہلاک کر دیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اس کو بنایا نہیں اس وجہ سے ایسا کہتے ہو میں نے بنایا ہے اس کی قدر میں جانتا ہوں کس قدر رحمت ہے اور اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہے میں نے تو ایک مرتبہ اس سے استنباط کر کے دوستوں سے کہا بھی تھا کہ عند اللہ اپنے محبوب ہونے کا مراقبہ کیا کرو اس سے بڑا نفع ہوگا۔ کیونکہ اس کی خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو جائے گی۔ پھر یہی مراقبہ میں نے ایک کتاب میں بھی دیکھا۔ ایک بزرگ نے بھی یہی لکھا ہے اس وقت دیکھ کر بڑا ہی خوش ہوا کہ جو چیز قلب میں آئی ہے الحمد للہ اس کی تائید بزرگوں سے بھی نکل آئی ہے میں اتنی قید اس مراقبہ میں اور لگایا کرتا ہوں کہ صاحب مراقبہ شریف طبیعت کا ہو ورنہ برا اثر کرے گا کہ عجب و ادلال (ناز) اور تعطل پیدا ہو جائے گا۔

ملفوظ ۱۲۹: فرمایا کہ ایک عجیب بات ہے بہت عرصہ تک میں اس کو سوچتا رہا کہ یہ کیا بات ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی بزرگ کے انتقال کو سنتا ہوں تو ان کے متعلق احتمالِ مواخذہ کا غلبہ اور استحضار ہوتا ہے اور اگر کسی گنہگار کے انتقال کو سنتا ہوں تو اس کی نسبت معاملۂ رحمت کا غلبہ اور استحضار رہتا ہے بڑے ہی سوچ میں تھا کہ یہ کیا تعصب ہے ایک روز سمجھ میں آیا کہ وہاں (یعنی بزرگ کی نسبت) رحمت

کا استحضار تو پہلے ہی سے ہے دوسرے احتمال کا استحضار ہونا چاہیئے تاکہ جمع بین الخوف والرجاء ہو اور اور یہاں گنہگار کی نسبت احتمال مواخذہ کا استحضار پہلے ہی سے ہے احتمال رحمت کا استحضار ہونا چاہیئے۔

ملفوظ ۱۲۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لیکچروں یا وعظوں سے مسلمانوں کی حالت سنبھال لیں فی نفسہ اچھی بات ہے مگر بدون عملی جامہ پہنائے نرے وعظوں اور لیکچروں سے کفایت نہیں ہو سکتی اس کی طرف کسی کو بھی التفات نہیں محض زبانی عملدر آمد ہے۔

ملفوظ ۱۳۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علوم میں ساری دنیا مسلمانوں کی محتاج ہے اور ہمیشہ سے رہی۔ دوسری قوموں کا عدم مناسبت علمی کے سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مولوی نور الحسن صاحب کاندھلوی کی ایک انگریز سے ملاقات ہوئی یہ ملاقات ایک سررشتہ دار صاحب نے اس انگریز کی تمنا کے بعد کرائی تھی اس انگریز نے سوال کیا گنگ، مولوی صاحب نے سوال کو مہمل سمجھ کر جواب میں بطور تمسخر کہہ دیا سنگ بس کا قافیہ ملا دیا جن صاحب نے مولوی صاحب کی انگریز سے ملاقات کرانے کی کوشش کی تھی ان سے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کیا واہیات آدمی ہے کیا لغو حرکت کی وہ کہنے لگے کہ وہ انگریز مجھ سے کہتا تھا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے ہم نے پوچھا تھا کہ دریائے گنگ کہاں سے نکلا ہے انہوں نے کہا کہ پہاڑوں سے بس یہ علوم ہیں دوسری قوموں کے اور خیر یہ تو محض مہمل بات تھی جو تحقیقات ان کے یہاں مایۂ ناز ہیں وہ بھی اسلامی علوم کے سامنے محض لچر ہیں اس کا مشاہدہ ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ ۱۳۱:- ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا نے تنبیہ فرماتے ہوئے جواب طلب فرمایا تھا کہ اس غلطی کا جواب دو وہ صاحب خاموش رہے۔ اس پر فرمایا کہ جواب نہ دینا بھی بہت ایذا رسانی کی بات ہے ایک خیر خواہ بصورت سوال دوسرے کو اس کے جہل سے نکالنا چاہتا ہے اور وہ اس میں جواب سے اس کی امداد نہیں کرسکتا۔ آدمی پوچھنے پر جواب دے، جواب نہ دینے کا مرض بھی عام ہو گیا ہے اس پر بھی وہ صاحب کچھ نہیں بولے خاموش رہے حضرت والا نے فرمایا کہ ارے میاں جب تم نہ بولنے کی قسم کھا کر آئے تھے تو یہ بتلاؤ کہ دوسرا اصلاح کس طرح کرے اپنا تو حساب لگا لیا کہ جاؤں گا یہ کہوں گا یہ ہوگا وہ ہوگا مگر دوسرے کی بات کا تو جواب دے دو یا تمہارے نزدیک دوسرے کا سوال لغو ہے بیکار ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی فرمایا کہ بندۂ خدا اتنا دق کر کے کہا پہلے ہی سے یہی کہہ رہا ہوتا۔

خدا معلوم لوگوں کا فہم کہاں گیا۔ یہاں پر جتنے آتے ہیں مختنب ہو کے ایسے ہی آتے ہیں۔

ملفوظ ۱۲۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ گائے کا گوشت کھانے سے قساوت پیدا ہوتی ہے۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ قساوت کا علاج ہی گائے کے گوشت کھانے میں ہے چنانچہ مشاہد ہے کہ جو لوگ گائے کا گوشت نہیں کھاتیں وہ بے رحم ہیں اور جو کھاتے ہیں وہ رحمدل ہیں۔

ملفوظ ۱۲۳:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک معزز ہندو نے ایک شخص کے ہاتھ کہلا کر بھیجا تھا کہ میں اپنی تعلیم پر پوجا پاٹ کرتا ہوں مگر قلب کو اطمینان نہیں ہوتا تذبذب ہی رہتا ہے دعا کر دیجئے کہ حق واضح ہو جائے اور کوئی چیز پڑھنے کو بتلا دیجئے۔ میں نے کہلا بھیجا کہ "اھدنا الصراط المستقیم" کثرت سے پڑھو اور ایک بات اور کہلا کر بھیجنے کا ارادہ ہے وہ یہ کہ وہاں تو پوجا پاٹ کر کے امتحان کیا اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور یہاں بدون عمل کے امتحان کرنا چاہتے ہو اس پوجا پاٹ کے بجائے یہاں تلاوت قرآن نماز وغیرہ کر کے دیکھو اگر پھر بھی اطمینان نہ ہو تو پھر اطلاع کرو اور انشاء اللہ تعالیٰ ممکن نہیں کہ اطمینان نہ ہو اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست — جز بخلوت گاہ حق آرام نیست۔

وہاں تو عمل اور یہاں محض زبانی اس کا کیا اثر ہو۔

تمہید

رسالہ سلطان العلوم دیوبند بابتہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ میں زیر عنوان "اسلام اور ترقی" ایک مضمون حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا نظر سے گذرا جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف مواعظ سے ایک مسلسل صورت میں مرتب کیا گیا ہے چونکہ مضمون نہایت نافع ہے اور اس کے قبل اس ہیئت اجتماعیہ سے شائع نہیں ہوا تھا اس لئے اس کو رسالہ ہذا میں درج کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین بھی اس سے منتفع ہوسکیں۔

اسلام اور ترقی

لوگ کہتے ہیں کہ علماء اسلام ترقی سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ زیادہ تر عقلی طور پر ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں۔ اور میں اسے شرعی فرض کہتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

؎ دنیا کا کوئی گوشہ بغیر خطرہ کے نہیں ہے۔ خلوت گاہ حق میں ہی آرام ہے ۱۲۔

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۔ یعنی ہر قوم کے لئے قبلہ کی ایک جہت مقرر ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے تو تم ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے اور یہی ترقی ہے تو ترقی کی ضرورت قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ "استبقوا" امر کا لفظ ہے جو فرض ہونے کا تقاضہ کرتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اسلام میں ترقی کرنا فرض ہے اب کس کی مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے۔ لہٰذا علماء پر یہ الزام بالکل تہمت ہے قرآنی فرض سے کوئی کیسے روک سکتا ہے۔ پس فرق اس قدر ہے کہ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بقدم چل کر ترقی کرو۔ اور علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اس طرح ترقی کرو (العبرۃ بذبح البقرۃ صفحہ ۲۴)

غیر قوموں کی تقلید مسلمانوں کو مفید نہیں

میں یہ نہیں کہتا کہ جو تدبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں ان کا دنیوی کامیابی میں کوئی اثر ہی نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو ان تدبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے ان تدبیروں کے اثر کرنے میں ایک رکاوٹ ہے اور وہ رکاوٹ ان کا گناہ اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے کیونکہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں ان پر تو ایمان لانے کی ذمہ داری ہے۔ اور ایمان نہ لانے پر اور کفر کرنے ہی پر ایسا سخت عذاب ہوگا جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی نہ ان کی سزا ملے گی۔ اور مسلمانوں سے الحمد للہ کفر کا عذاب ہٹا ہوا ہے ان سے تو عملوں پر پوچھ ہوگی۔ اور جب یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں تو ان کو کامیابی ہوا نہیں کرتی اللہ تعالیٰ ان تدبیروں میں سے اثر کو دور کر دیتے ہیں تاکہ اس مخالفت کی سزا دنیا ہی میں بھگت لیں اور ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے وہ سب ہی کو فائدہ دے۔

اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدبیریں ہم کو بھی فائدہ دیں گی۔ تب بھی خدا و رسول کے احکام کی پیروی فرض ہے اور ناجائز تدبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہوگا۔

دیکھئے شراب اور جوئے اور سود میں بھی نفع ہے خود ارشاد عزوجل ہے قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (کہہ دیجئے شراب اور جوئے میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو کچھ فائدے بھی ہیں) لیکن ایسے فائدے کو لے کر کیا کریں جس میں خدا تعالیٰ کا غضب بھی ملا ہوا ہے۔ لوگ تدبیر تو کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور پھر چاہتے ہیں یہ کہ علماء ساتھ دیں (المرابط صفحہ ۱۰)

اور وہ فائدہ ہی کیا ہوا جس میں خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہو اور دین و دنیا دونوں کی تباہی ہو اس لئے مسلمانوں میں ان تدبیروں سے ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ اور تنزل ہوگا اور ہوتا جا رہا ہے۔ (تسہیل ۲)

ترقی کی قسمیں | ترقی اچھی باتوں میں بھی ہوتی ہے اور بری میں بھی مگر بھلائیوں میں تو ترقی کوشش کرکے حاصل کرنے کے قابل ہے اور برائیوں میں نہیں۔ ورنہ ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں منع کیا جاتا ہے میں تو ترقی کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ اسی طرح ہر چور کو، بدنظر کو، جیب کترے کو، گرہ کٹ کو، کفن چور کو، رشوت لینے والے کو، سود خور کو، سٹہ باز کو، غرض ہر بدمعاش کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا۔ اس لئے بھلائی میں تو ترقی ترقی ہے۔ اور برائی میں ترقی بری ہے تو اب جس ترقی کو اور لوگ کہتے ہیں یا وہ اس کا بھلا ہونا ثابت کر دیں یا جس ترقی کو علماء اسلام کہتے ہیں ہم اس کا بھلا ہونا ثابت کر دیں۔ خود ترقی کرنا تو ضروری اور فرض ہے مگر ان طریقوں نے ترقی کو برائی میں ترقی کرنا بنا دیا ہے (العبرۃ ص [illegible])
(جو درحقیقت بجائے ترقی کے تنزل ہے)

اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی | موجودہ ترقی کا حاصل تو حرص ہے اور شریعت نے حرص کی جڑ کاٹ دی ہے۔ صحابہ کرام نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے تھے کبھی ایسے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کی تعلیم فرمائی۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت میں کوئی ایسا واقعہ ہے ان سب کی ترقی تو دین کی ترقی تھی۔ اگرچہ اس کے ساتھ ہی دنیا کی بھی وہ ترقی ملی کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں۔ لیکن مقصود صرف دینی ترقی تھی۔ چنانچہ ان کی اس شان کو خود خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ (یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دیدیں تو یہ نماز ادا کرتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں اور بھلائیوں کا حکم اور برائیوں سے روک ٹوک کرتے رہا کریں)

یہ ہے ترقی ان حضرات کی جو ان کے خیالات کا عنصر جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں (تجارت آخرت ص [illegible])

اصل ترقی | جس ترقی کو آج ترقی کہتے ہیں اس کے تین شعبے ہیں مال، عزت، حکومت۔ آج کل دوسری قوموں کے سامان عیش دیکھ کر مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو دنیا زیادہ نہ ملے۔ اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے۔ آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے اس پر شاید یہ شبہ ہو کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو سامان زیادہ دیں تو خوب نیک کام کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھئے اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں آپ کو کیا خبر ہے کہ اس وقت آپ کے جو جذبات اور نیتیں ہیں زیادہ مال ملنے کے بعد بھی یہ باقی رہیں گی یا نہیں۔ اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام سے بڑھ کر کون نیک نیت ہوگا مگر حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہوں گے اور تمہارے پاس زیادتی کے ساتھ مال و سامان اور غلام اور نوکر ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

اس وقت ہم اللہ کی عبادت کرنے کے واسطے فارغ ہو جائیں گے۔ نتفرغ للعبادۃ ونکفی المؤنۃ (ہم عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے اور مشقت سے بچ جائیں گے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آج کل ہے۔ جب حضورؐ نے صحابہ کے لئے زیادہ پسند نہیں کیا حالانکہ ان حضرات نے وسعتِ زیادہ سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہے اور دنیا میں نہیں پھنسے تو اوروں کے لئے کب پسند فرمائیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا مال دیکھ کر رال نہ ٹپکانا چاہیئے۔ اولئک عجلت لھم طیباتھم فی حیاتھم الدنیا (یہ کافر لوگ تو وہ ہیں جن کو ان کی نعمتیں دنیا کی زندگی ہی میں دیدی گئی ہیں)، ور آخرت میں تو کافروں کے لئے عذاب ہی ہے اور مسلمانوں کے واسطے تو راحت جنت میں ہے دنیا میں تو مسلمانوں کو اتنی ترقی چاہیئے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جاوے، ستر ڈھانکنے کے لئے کپڑا اور رہنے کو مختصر سا مکان اور اتنا الحمد للہ بہت مسلمانوں کو حاصل ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اتنا بھی حاصل نہ تھا تو ہم تو گویا بادشاہ ہیں۔

ارشاد نبوی ہے۔ من اصبح معافی فی جسدہ امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا (یعنی جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو، دل میں بے فکری ہو، ایک دن کا کھانا اس کے پاس ہو تو گویا اس کو تمام دنیا مل گئی۔

غرض حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں ان کو کیا خبر ہے کہ امیر ہونے کے بعد وہ کیسے ہو جاتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ یہ نیک نیت عطا فرما دیتے ہیں۔ یہی ان کے درجے بلند کرنے کے لئے کافی ہے۔

خود ارشاد ہے، قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا أَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (ایک اچھی بات اور معاف کر دینا ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتانے کی تکلیف ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں بردبار ہیں)، جس کے پاس مال نہیں وہ نیک باتوں سے ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ (ملفوظ حوالہ ...)

ایک شبہ اور جواب | شاید کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف میں ہے وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۔ وہ بیشک مال کی محبت میں بہت سخت ہے، کُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا الْوَصِيَّةُ۔ الآیۃ (تم پر ضروری کی گئی ہے وصیت جب کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑ جائے) یہاں مال کو خیر فرمایا ہے۔ لہٰذا مال کی ترقی بھی خیر اور بھلائی میں ترقی ہوتی۔ اور فاستبقوا الخیرات (بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) میں بھی آگئی۔

جواب یہ ہے کہ الخیرات میں مطلق خیر مراد ہے یعنی جو ہر طرح بھلائی ہی بھلائی ہو اور مال ہر طرح بھلائی نہیں

اس کی بھلائی ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں، جن کی رعایت نہیں کی جاتی۔ اس لئے مالی ترقی کو بھلائی میں ترقی نہیں کہہ سکتے اور جس درجہ میں مال بھلائی ہے اس درجہ ترقی کو ہم بھی نہیں روکتے جائز بلکہ فرض کہتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔

(حلال مال کمانا اور فرضوں کے بعد فرض ہے۔ (علاج الحرص صـ۱۱)

عزت کی ترقی　حق تعالیٰ فرماتے ہیں، وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (لیتی اللہ ہی کے لئے ہے عزت اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے) بھلا جس شخص کا اس آیت پر ایمان ہوگا وہ عزت حاصل کرنے سے کیسے روکے گا۔ ہاں ہم بعض طریق ترقی پر اعتراض کرتے ہیں کہ کلکتہ کا ٹکٹ لیکر جانے سے پشاور نہیں پہنچ سکتے جو طریقے لوگ کہتے ہیں وہ غلط ہیں صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ و رسول نے بتایا ہے مگر اس طریق کی تحقیق کے لئے پہلے یہ سمجھئے کہ عزت حاصل کرنے کی غرض کیا ہے اور وہ کیوں ضروری ہے لوگ جو ترقی و عزت چاہتے ہیں اس کی غرض محض بڑا بننا ہے مگر میں اس کی اصلی وجہ بیان کرتا ہوں۔

اصل یہ ہے کہ عقلی طریقہ پر انسان کو دو چیز کی ضرورت ہے۔ نفع حاصل کرنا اور ضرر سے بچنا آدمی جو کچھ کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یا نفع حاصل کرتا ہے یا ضرر سے بچتا ہے مثلاً کھانا کھاتا ہے تو اس لئے کہ بھوک کے ضرر سے بچے اور قوت کا فائدہ حاصل کرے، دوا کرتا ہے تو اس لئے کہ بیماری کے ضرر سے بچے اور تندرستی کا فائدہ حاصل کرے، غرض جو کچھ کرتا ہے یا فائدہ حاصل کرنے کے لئے یا ضرر سے بچنے کے لئے

دوسری بات یہ سمجھئے کہ ضروری چیزوں کے طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں اور اس کا طریقہ مال اور عزت کا حاصل ہونا ہے کہ مال تو فائدہ کے حاصل کرنے کے واسطے ہے اور عزت ضرر سے بچانے کے لئے اور اگر عزت کبھی خطرہ کا سبب ہوتی ہے جیسے بڑے آدمیوں کے کچھ دشمن بھی ہو جاتے ہیں تو نہ عزت کی کمی اور کسی نہ کسی حد کے اندر ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے ورنہ عزت تو بچاتی ہی کی چیز ہے کی وجہ سے حق تعالیٰ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ غلبہ اور عزت بے حد انتہا ہے تاہم عزت بڑی نیک چیز ہے۔ جو آدمی کو بہت سی مصیبتوں اور خطروں سے بچاتی ہے۔ مثلاً اب ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں کوئی ہم کو ذلیل نہیں کر سکتا۔ بیگار میں نہیں پکڑ سکتا۔ غرض عزت کی غرض ضرر سے بچنا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ عزت اور مال دونوں پسندیدہ اور حاصل کرنے کے قابل ہیں۔ بشرطیکہ طریقہ سے ہوں شریعت کی حد میں رہ کر ہوں۔ اور جو لوگ مال اور عزت حاصل کرنے کی برائی کرتے ہیں ان کا مطلب مال کی محبت اور عزت کی محبت سے منع کرنا ہے اور محبت بھی ایسی جو حق تعالیٰ کی محبت سے بڑھی ہوئی ہو کر ان کی ہوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا جائے۔

خود ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ

أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ (فرما دیجئے اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبے اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے، اور تجارت جس کے رک جانے سے تم ڈرتے ہو، اور گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم یعنی عذاب بھیج دے)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مال و عزت کی محبت ورنہ وہ بھی اتنی بڑھی ہوئی جو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے اور ان کے مقابلہ میں شریعت کی پرواہ نہ رہے اور مال آبرو کی اتنی حفاظت کہ دین رہے یا جائے مگر بات نہ جائے یہ برا ہے اور بہت برا ہے (العبرة صلا)

حکومت کی ترقی لوگ علماء کو کہتے ہیں کہ تم کو سیاسیات کی کچھ خبر نہیں ہے یہ وقت ہے جائز و ناجائز کے سوال کا نہیں اب تو جس طرح ہو حکومت کی ترقی ہونا چاہیئے۔ یعنی ہم کو جس قدر حکومت حاصل ہے اس میں اور ترقی کرنا چاہیئے۔ لیکن افسوس ان لوگوں کو خبر نہیں ہے کہ شریعت میں خود حکومت مقصود ہی نہیں۔ بلکہ ملاپن چاہا جاتا ہے اور سلطنت و حکومت سے بھی مقصود ملاپن ہی پھیلانا ہے کہ جو ایمان سے محروم ہیں۔ ان کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے۔ یہ پنے ... کر کھ جائے کہ وہ ایمان اور شریعت کے نور کو دیکھیں اور اپنی آنکھیں کھولیں حکومت سے تو معاذ اللہ میں یہ ملاپن ہی پسند فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دلویں۔ تو یہ نماز پڑھتے رہا کریں۔ زکوٰۃ دیتے رہا کریں۔ اور بھلائی کا حکم اور برائی سے روک ٹوک کرتے رہا کریں (علاج الحرص ملا)

حاصل یہ ہے کہ مال، عزت، حکومت تینوں کی ترقی میں خود ان ہی کی ترقی تو زیادہ پسند نہیں ہاں اگر دینداری کی ترقی مقصود ہو تو یہ سلف کی ترقی کے موافق ہوگی اور اسی سے تینوں ترقیاں خود بخود حاصل ہوتی چلی جائیں گی۔ لیکن اگر یہ تینوں ترقیاں شریعت کی حد میں رہ کر ہوں جن سے کسی حکم کے خلاف نہ ہونا ہم نے۔ تب تو بھلائی میں ترقی ہے ورنہ پھر برائی کی ترقی ہے اور بہت بری اور خالص حرص ہے تو یوں سمجھئے کہ لوگوں نے حرص کا نام ترقی رکھ لیا ہے تاکہ یہ عیب چھپا رہے اور پھر اس کی کبھی اصلاح بھی نہ ہو سکے (تسہیل)

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز اور ترقی کے اسلامی اصول مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہیں پہونچا کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے۔

کیونکہ اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہیئے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں ان کو بھی ترقی ہوتی۔ حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ بھی کچھ ترقی پائے ہوئے نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے اس لئے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ معاملہ میں شریعت کی حدود کے پابند کتنے تاجر ہیں۔ غالبًا دو چار کے سوا کوئی نہ نکلے گا تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہیں ہوتی یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کی دنیاوی ترقی دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے تو وہ ان کی ہر عادت کو ترقی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں اور پھر ان کو اختیار بھی کرنے لگتے ہیں۔ دوسروں کو رغبت بھی دلانے لگتے ہیں کبھی ان کی سی صورت اور وضع بناتے ہیں کہ اسی سے ترقی ہوگی کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں کہ یہی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ عورتیں آزاد ہوں گی۔ تو علوم و صنعت و حرفت سیکھیں گی خود بھی بڑھیں گی۔ اولاد کو بھی ترقی کرائیں گی لیکن یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ مسلمانوں میں بعض قوموں کی عورتیں پردہ نشین ہیں۔ اور زیادہ تعداد ایسی غریب قوموں کی ہے جن میں ہمیشہ سے پردہ کا رواج نہیں۔ تو اگر بے پردگی سے ہی ترقی ہوتی۔ تو ان قوموں نے کیوں نہ کرلی (العبرة صـ۴۴ و صـ۴۵)۔

تو معلوم ہوا کہ ایسی ایسی باتیں غیر قوموں کی ترقی کا سبب نہیں۔ ورنہ اگر ان باتوں میں ترقی کا خاصہ ہوتا تو یہ جہاں پائی جائیں وہاں ترقی بھی ہوتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان باتوں میں ترقی کا خاصہ نہیں ہے (تسہیل)

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں وہ ان کی ایسی صفتیں ہیں جو انہوں نے اپنی ہی کے گھر سے لیں ہیں۔ جیسے منتظم ہونا۔ مستقل مزاج ہونا۔ وقت کا پابند ہونا۔ بردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا ہوش سے کام لینا۔ آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا۔ اور یہ سب باتیں وہ ہیں جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور ان سب حکموں کا خاصہ ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے ترقی ہوتی اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے چاہے کوئی اختیار کرے اور کوئی چھوڑے۔

اب مسلمانوں نے تو ان حکموں کو چھوڑ دیا ہے، ان میں نہ اتحاد و اتفاق ہے نہ رازداری کا مادہ ہے نہ انتظام ہے، نہ وقت کی پابندی ہے۔ نہ انجام سوچ کر کام کرتے ہیں۔ اور جو کام کرتے ہیں جوش سے کرتے ہیں ہوش سے نہیں کرتے۔ اس لئے ان کی ترقی جو ہو چکی تھی۔ وہ بھی جاتی رہی۔

اور دوسری قوموں نے ان کے گھر سے چرا کر ان باتوں پر عمل شروع کر دیا تو ان حکموں کا جو خاصہ تھا۔

یعنی ترقی وہ ان میں ظاہر ہو گیا۔ مگر یہ چوری ناتمام چوری ہے۔ جیسے چور کو گھر کی سب چیزیں معلوم نہیں ہوتیں اس کے ہاتھ وہی چیزیں لگتی ہیں جو ظاہر رکھی ہیں دبے ہوئے خزانے ہاتھ نہیں لگتے۔ اس لئے ان کو بھی اس پارس پتھری کی جو آپ کے گھر میں تھی خبر نہیں ہوئی یا ہوئی مگر انہوں نے اسے ایک بیکار پتھر سمجھ کر چھوڑ دیا کہ اس کی قدر تو واقف ہی کو ہوتی ہے۔ ناواقف اسے کیا جان سکتا ہے وہ پارس کی پتھری ایمان، توحید، اعتقاد رسالت، نماز، روزہ، وغیرہ ہیں افسوس آپ کو اپنے گھر کی قدر نہیں۔ اگر آج آپ میں وہ صفتیں ہوتیں جو دوسری قوموں نے آپ سے لے لی ہیں تو اس پارس کی پتھری کے ساتھ مل کر آپ کو وہ ترقی ہوتی جو غیر قوموں کے خواب میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی۔ آپ کو وہ عروج اور بلندی حاصل ہوتی جو آپ کے اسلاف کو حاصل تھی کہ ان سے کوئی بھی آنکھ نہ ملا سکتا تھا افسوس آج مسلمان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان سب باتوں کو اور نماز روزہ کو ترقی میں دخل بھی ہے۔

تو صاف ارشاد پر نظر بھی نہیں رہی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ضرور ان کو ملک میں غلبہ و بادشاہ بنائیں گے۔ اور ان کو دین پر جس کو ان کے واسطے پسند فرمایا ہے قبضہ والا بنا دیں گے۔ اور خوف کے بعد امن بدل دیں گے۔ کہ وہ میری عبادت کریں اور شرک نہ کریں۔

کس قدر صاف طریقہ سے ان عملوں کا خاصہ بیان فرمایا ہے اور پھر ترقی کا وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہونے کا احتمال بھی نہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی تدبیر ترقی کی ہو سکتی ہے کہ جس کے ناکام ہونے کا وہم بھی نہ ہو اس میں سو فی صدی کامیابی ہی کامیابی ہے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اس کے خلاف نہیں ہوگا۔ اس لئے اس تدبیر میں کامیابی بالکل یقینی ہے (تسہیل)

افسوس جس خزانہ کو چوروں نے ناواقف ہو کر بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ آج اس کی قدر و قیمت سے خود گھر والے بھی واقف نہیں ہیں اور کس قدر بے قدری کر رکھی ہے کہ بعض کا کلمہ بھی درست نہیں یا نماز ہی غائب یا نماز بھی ہے تو سجدہ رکوع یا توجہ غائب، یہ سب بے قدری اس واسطے ہے کہ نماز صرف ثواب کا کام سمجھ رکھا ہے اس کے دنیا کے فائدے ان کو معلوم نہیں بلکہ بعض جاہل تو نماز روزہ کو اور ترقی سے روکنے والا سمجھتے ہیں۔

اگر ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی اور یہ خبر ہو جاتی کہ ان عملوں کو ترقی میں اور حکومت ملنے میں بڑا دخل ہے تو پھر دیکھئے کہ مسلمان کس ذوق و شوق سے جوق جوق نماز روزہ وغیرہ سب عملوں کو بجا لاتے

تو اس نیت سے عمل کرنا اچھا نہیں خلوص کے خلاف ہے۔ اصل مقصود خدا تعالیٰ کی رضامندی ہونی چاہیے دنیا کے فائدے تو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔ غرض ترقی کے اسباب آپ کے گھر میں موجود ہیں۔ اور آپ ہی کے گھر سے دوسروں نے چرائے ہیں اسلامی تعلیمات جو بہت زریں تعلیمات ہیں افسوس ہم مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ رکھا ہے پھر ترقی کیسے ہو سکتی ہے (العبرۃ بذبح البقرۃ ص۲۴ تا ص۲۵)۔

احقر تسہیل کنندہ عرض کرتا ہے کہ ایک کاشتکار کی ترقی کاشت کی ترقی سے ہوتی ہے۔ ملازم کی ترقی ملازمت کی ترقی سے ہوتی ہے، تاجر کی ترقی تجارت کی ترقی سے، صنعت و حرفت والے کی ترقی صنعت و حرفت کی ترقی سے ہوتی ہے۔ غرض ہر کام والے کی ترقی اس کے کام ہی کے ذریعہ ہوتی ہے اور جس قدر زیادہ ترقی اس کام میں ہوگی اسی قدر وہ ترقی والا اہل کمال اور ساری دنیا میں عزت والا ہوگا۔ تو پھر کیا مسلمان کی ترقی اس سے نہ ہوگی کہ اس کے اسلام میں ترقی ہو اور اسلامیت میں اعتقادات، معاملات، اخلاق سب میں کمال درجہ کی ترقی ہو۔ بس ایک ہی اصول ہے ترقی کا۔ " انتم الاعلون ان کنتم مومنین " (تم ہی عالی اور ترقی والے ہو اگر پورے مسلمان بن جاؤ)

مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ ان کی ایک صفت کو ارشاد فرمایا ہے۔
اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔ (مسلمان مسلمانوں میں نرم اور کافروں پر غلبہ و عزت والے ہیں) تو جس قدر مسلمانوں کے ساتھ آپ اپنے آپ کو نرم اور خوش اخلاق رکھیں گے اسی قدر دوسروں کی نظر میں عزت ہوگی۔ یہ ایک زریں اصول ہے چند ہی روز عمل کر کے نتیجہ دیکھ لیا جائے کہ اس سے کس قدر ترقی حاصل ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ و تابعین اور اسلاف کو جس قدر ترقی حاصل ہوئی اس سے دنیا واقف ہے تو کیا ان حضرات نے سودی کاروبار کئے ہیں؟ کیا ناجائز خرید و فروخت کی تھی، کیا پردہ اٹھایا تھا، یا اور کوئی تدبیر جو آج کل کی قوموں میں رواج پا رہی ہیں ان میں سے کوئی تدبیر کی تھی!

ظاہر ہے ان میں سے کوئی نہ تھی وہاں فقط ایک ہی تدبیر تھی جو قرآن شریف نے بتائی ہے یعنی کمال ایمان۔ عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق سب میں شریعت غرا کی کامل فرماں برداری ہر مسلمان کیلئے پیچ اور ذلیل بن جانا۔ جس میں ایثار، اتحاد و اتفاق، بردباری، انتظام، استقلال سب کچھ آ گیا ہے۔ بس یہی وہ نسخہ ہے جس سے مسلمانوں نے ہمیشہ اور وہم و خیال سے زیادہ ترقیاں کی ہیں یہ ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا دیکھا اور برتا ہوا نسخہ ہے اور پھر اس پر خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے۔

افسوس اس اکسیری نسخہ کو چھوڑ کر در بدر بھیک مانگی جا رہی ہے۔ اور ناموافق مزاج نسخے استعمال کر کے نقصان اٹھایا جا رہا ہے۔
کاش قوم کا درد رکھنے والے بزرگ ہر ہر جگہ اس کی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کریں کہ لوگوں کو ایمان

ہے کہ اگر مخاطبت مکاتبت نہ کرو اور خاموش مجلس میں بیٹھے رہو تو آنے کی اجازت ہے اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو یہاں نہ آئے کہیں اور تعلق پیدا کرے۔ اگر بولنا چاہے تو سکوت ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اس بارے میں یہ ہے کہ شیخ کو زبان ہونا چاہئے یعنی افادات کا ناطق ہو اور مرید کو کان ہونا چاہئے یعنی انصات و استماع (خاموش رہنے اور صرف سننے) پر عامل ہو شیخ کو یہ خطاب فرماتے ہیں ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند و حیراں ۔۔۔ بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن بر آید

اور مرید کو یہ خطاب فرمایا جاتا ہے ؎

چند گوئی خواجہ نظم و نثر فاش ۔۔۔ یک دو روزے امتحاں کن گنگ باش

پہلے زمانہ میں مجاہدے چار تھے۔ قلت بالکلام (کم بولنا) قلت المنام (کم سونا) قلت الطعام (کم کھانا) قلت الاختلاط مع الانام (کم ملنا) مگر اس وقت محققین نے دو کو حذف کر دیا ہے یعنی قلت الطعام اور قلت المنام اس لئے کہ قویٰ ضعیف ہیں ان دو مجاہدوں کے جو ثمرات ہیں یعنی انکسار قوت بہیمیہ وہ اس اس وقت تو بلا مجاہدہ ہی حاصل ہیں۔ مگر دو کو باقی رکھا جائے۔ یعنی قلت الکلام اور قلت الاختلاط مع الانام غرض قیل و قال سے سالک کو بڑا ہی ضرر ہوتا ہے۔ خصوص مبتدی کو اگر قلت کلام کی ساتھ ایک تو گناہوں کو چھوڑ دے دوسرے تخلیہ اختیار کرلے انشاء اللہ تعالیٰ تصفیہ قلب میسر ہو جائے گا۔ اور قساوت جاتی رہے گی۔ اگر اس میں شبہ ہو اس طرح امتحان کرے کہ ایک ہفتہ تنہائی میں بیٹھ کر دیکھے۔ پھر لوگوں سے مل کر دیکھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ بولنا کوئی نافع چیز ہے یا سکوت، غرض مبتدی کے لئے بہت ضروری ہے کہ خاموش رہے۔

ملفوظ ۱۳۰: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اس کی شکایت کرتے ہیں کہ ہم گئے تھے ہماری طرف توجہ نہیں کی۔ عجیب بات ہے میاں اس وقت یعنی صبح کو بیٹھتا ہوں چونکہ خلوت کے کاموں کا وقت ہے مگر عام منظر پر جو بیٹھتا ہوں تو آنے والوں ہی کی وجہ سے کہ کسی کی ضرورت میں حرج نہ ہو اور ان ہی لوگوں کی وجہ سے جو یہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ نہیں کرتے ان کے آنے کے وقت اپنا کام چھوڑ دیتا ہوں۔ بعض وقت کام کی وجہ سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا مگر کرتا ہوں سو اس قدر رعایت مگر اس پر بھی الزام دیا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے۔ اور توجہ کس کو کہتے ہیں۔ کیا گود میں لے کر بیٹھنے کو توجہ کہتے ہیں بات کرنے کو توجہ نہیں کہتے۔

؎ چہرہ دکھلائیے تاکہ یک مخلوق عاشق و شیدائی ہو اور لب کھولئے تاکہ لوگوں میں شورش عشق پیدا ہو
؎ میاں نظم و نثر کب تک کہتے رہوگے۔ چند روز بطور امتحان کے خاموش ہو کر بھی دیکھو ۱۲

ملفوظ ۱۳۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جس سے اصلاحی تعلق ہو اگر اس پر کوئی شبہ ہو تو اس کے متعلق خود اس سے تسلی کرنا نہ چاہیئے نہ اس کے متعلقین سے اس سے اس کو طبعًا انقباض ہوگا۔ اور انقباض کی حالت میں کوئی نفع نہیں ہوگا۔ نیز جواب میں اس نے تلبیس و پیش کرے گا کہ اس میں ایک گونہ خود غرضی کا شائبہ ہے اور اس کے متعلقین سے اس لئے کہ ان کو اس سے رنج ہو جائے گا۔ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس کے ہر قدم پر سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۱۴۰:- ایک شخص نے آکر مصافحہ کیا اور کچھ ایسے عنوان کے ساتھ کہ جس میں ادب کا لحاظ نہ تھا۔ اس پر فرمایا کہ اعتدال بالکل گم ہو گیا۔ اگر ادب کریں گے تو حد عبادت تک پہنچ جائیں گے اور بے تکلفی اختیار کریں گے تو بیہودگی اور بد تمیزی کے درجہ تک پہنچ جائیں گے۔ آدمیت اور سلیقہ کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔

ملفوظ ۱۴۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ہر حکم میں حکمتیں اور اسرار معلوم کرنے کا مرض عام ہو گیا ہے اور یہ سبق زیادہ تر نیچریوں سے لوگوں نے حاصل کیا ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ احکام میں حکمتوں کا اور اسرار کا تلاش کرنا مرادف ہے انکار نبوت کا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں بلکہ حکمت کا اتباع ہے۔ جب نبی کو نبی مان لیا پھر لم، کیف، کیسا۔ سچ تو یہ ہے کہ پورے حقوق جب ہی ادا ہوتے ہیں جب عشقی تعلق ہو۔ بدون اس کے خطرہ ہی رہتا ہے تو خطرہ کا مقابلہ اختیاری ہے۔

ملفوظ ۱۴۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو ہر بات کی چھان بین کرتا ہوں اور کھود کرید کرتا ہوں اس کو لوگ بد اخلاقی سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ میری اس بد اخلاقی کا منشا خوش اخلاقی ہے میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست ہوں اس کے لئے انتظام کرتا ہوں اس کو بد اخلاقی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی کی درستی کرنا عین شفقت و خوش اخلاقی ہے آج کل تو یہ حالت ہے کہ عوام کو دیکھئے خواص کو دیکھئے، انگریزی والوں کو دیکھئے، عربی خوانوں کو دیکھئے سب کی ایک حالت ہے۔ الا ماشاء اللہ سب کی بیہودہ حرکات کا منشا بے فکری ہے فکر سے کام نہیں لیتے اگر فکر سے کام لیں تو دوسرے کو تکلیف یا اذیت نہ پہنچے دوسروں کو بھی اذیت سے بچا سکتا ہے اور وہی

دوسروں کو ہلکا رکھ سکتا ہے جو اپنے اوپر بوجھ اٹھائے اور خود تکلیف برداشت کرے میں بحمداللہ خود بوجھ اٹھاتا ہوں اور دوسروں کو ہلکا رکھتا ہوں۔

ملفوظ ۱۴۳:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں اکثر اخباروں کو نہایت ذلیل صحیفے سمجھتا ہوں۔ ان کی بدولت لوگوں کے دین کو بڑا نقصان پہنچا۔ آج کل لوگ اخبار میں اپنا نام آجانے کو باعث فخر خیال کرتے ہیں اور مجھے اس سے نفرت ہے۔

۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۱۴۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں کوئی کدورت نہیں رہتی جہاں کسی نے معذرت کی میں بالکل کھل جاتا ہوں۔ اور جو شخص حق کی طرف رجوع کرتا ہے پھر میں اس سے زیادہ کچھ دکاؤ نہیں کرتا۔ اس سلسلہ کو بہت جلد ختم کر دیتا ہوں۔ اور جو کچھ پوچھ تاچھ کرتا بھی ہوں وہ محض اس کے دیکھنے کو کہ یہ سمجھ بھی گیا اپنی غلطی کو بھی یا نہیں سو کس میں بھی مخاطب ہی کی مصلحت ہوتی ہے میری کوئی مصلحت نہیں ہوتی۔

ملفوظ ۱۴۵:- فرمایا کہ میں جاہ کے اثر سے کسی سے کام نہیں لیتا خواہ اس کے ساتھ کتنی ہی خصوصیت ہو یوں اپنی محبت سے کوئی کام کر دے یہ دوسری بات ہے۔

ملفوظ ۱۴۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کسی کوتاہی کی معذرت کو آئے تھے۔ ان سے جو دس برس پہلے بات کہی گئی تھی اب اس کو کرنے پر آمادہ ہوئے میں نے وہی شرط اب بھی لگائی . . . . کہ معافی کا اعلان کرو بذریعہ اشتہار۔ اب آمادہ ہوتے ہیں۔ لفظ آمادہ پر مزاحاً فرمایا کہ پہلے نرینے ہوئے تھے اب مادہ ہوئے میں اسی رعونت کو توڑنا چاہتا تھا۔

ملفوظ ۱۴۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں میں سخاوت اور رحم کی صفت بہت زیادہ ہے۔ نیز ان کے دلوں میں خدا کی محبت بھی سب محبتوں پر غالب ہے کتنا ہی فاسق، فاجر مسلمان ہو۔ مگر جب موقع آتا ہے اس محبت ہی کی وجہ سے خدا کی راہ میں جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۴۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اسلام اور احکام اسلام وہ چیز فطری ہیں البتہ فطرت سلیمہ ہونا چاہیے ایک ریاست میں ایک ہندو راجہ نے اذان کہنے پر فیصلہ کیا تھا۔ ہندو اذان دینے سے مسلمانوں

کو روکتے تھے راجہ نے ہندؤں سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کی اذان دینے سے تمہارا کیا حرج ہے عرض کیا کہ اذان سے ہمارے دیوتا بھاگتے ہیں راجہ نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ ایک گھوڑا تھا ہمارے یہاں وہ توپ کی آواز سے چونکتا تھا ہم نے اسکو ہدایت بند ہوا کر ... اس کے پاس توپ لگا کر گولے چلوائے تو اس کی بدک نکل گئی تھی اسی طرح اگر دیوتا اذان سے بھاگتے ہیں تو اس کی بھی یہی ایک صورت ہے کہ اذان کہلوائی جائے تاکہ ان کی بدک نکلے اس لئے کہ کسی موقع پر اگر دیوتاؤں کی امداد کی ضرورت ہوئی اور مسلمانوں نے پڑھ دی اذان تو وہ سب بھاگ جائیں گے اس وقت ہم کو شکست ہوگی۔ یہ فیصلہ دیا راجہ نے واقع میں اسلام کی طرف فطری کشش ہے اگر کوئی مانع نہ ہو تو کافر بھی اس کو ہی قبول کرے پہلے ہندو اس قدر متشدد نہ تھے یہ ان آریوں نے عداوت کا بیج بویا ہے یہ آریہ جماعت مذہبی جماعت نہیں ہے بلکہ سیاسی جماعت ہے یہ ہندوؤں کے نیچری ہیں۔

ملفوظ ۱۴۹: ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تو خادم ہوں اگر کوئی ڈھنگ سے خدمت لینا چاہے مجھے خدمت سے عذر نہیں لائق مخدوم کا خادم بن سکتا ہوں۔ نالائق مخدوم کا خادم نہیں بن سکتا مخدوم کا خادم ہوں مجذوم کا خادم نہیں اگر کوئی مجھ سے سلیقہ سے خدمت لے۔ انشاء اللہ مجھ کو وفادار کارگذار خادم پائے گا۔ اور اگر کوئی بے طریقہ بدسلیقہ بے اصول ہو تو اس کی ایسی تیسی کہ وہ خدمت لے سکے۔ یہ میرے کہنے کی تو بات نہیں مگر دیکھنے والے بتا سکتے ہیں کہ کیا کسی وقت مجھ کو فرصت ہوتی ہے ہر وقت کام میں لگا رہتا ہوں۔ تو جو شخص اس قدر خدمت میں مشغول ہو کیا وہ خدمت سے گھبرائے گا۔ پھر اس خدمت کا نفع عاجل تو دوسروں ہی کو پہونچتا ہے۔ باقی مجھ کو اگر کچھ اجر ملتا ہے گو وہ نفع آجل ہے مگر محتمل ہے نہ معلوم مقبول بھی ہے یا نہیں بہر حال اس کا نفع یقینی اور میرا محتمل غرض میرا خادم ہونا ظاہر ہے مگر جب کوئی ستائے ہی اس کا خادم نہیں بن سکتا۔ اصول صحیحہ کا تابع ہو کر تو خدمت لے۔ بے اصول خدمت مشکل ہے کس کس کی ایسی خدمت کرے اور کس کس کو خوش رکھے یہ ہیں وہ باتیں جن کی بناء پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۵۰: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس کی شکایت عام ہے کہ مسلمانوں میں فضول خرچی کا مادہ بہت زیادہ ہے اس کا اصلی سبب بدانتظامی ہے انتظام ضروری چیز ہے اور تجربہ ہے کہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام مشکل ہے اور فضول خرچی بند نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کسی قدر بخل کی بھی ضرورت ہے اور یہ درجہ بخل کا چونکہ ضرورت کا ہے اس سے مذموم نہیں۔ غرض وہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں۔ اور انتظام کا ایک گر ہے اگر اس کو اپنے اصول میں داخل کرے تو بہت نافع ہے وہ گر یہ ہے کہ سوچ کر خرچ کرے۔ اور سوچنے کا بھی ایک طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ تین مرتبہ سوچے اور درمیان میں آدھ آدھ گھنٹہ کا فصل ہو چند روز تک تو گرانی ہوگی مگر پھر عادت ہو جائے گی۔

مگر غلو اس میں بھی ممنوع ہے اگر ہر شے اپنے درجہ پر رہے تب ممنوع نہیں اور اس بخل کے مشورہ کی ایک مثال ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ عجیب مثال ہے اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کاغذات کو موڑ کر لپیٹ دیتے ہیں اس میں خم پڑ جاتا ہے اور جب سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو اس کا عکس کرتے ہیں۔ یعنی اس کو الٹا موڑتے ہیں تا کہ اس کا بل اور خم نکل کر سیدھا ہو جاتے اگر بدون دوسری طرف موڑے سیدھا کرنا چاہیں سیدھا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی میں اسراف کا مرض ہو تو وہاں صورت بخل کا حکم کرنا چاہیئے۔ اور بخل کا مرض ہو تو صورت اسراف کا مگر یہ تجویز تجربہ کار ہی کر سکتا ہے وہی مرض کو سمجھتا ہے۔

ایک بزرگ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا آپ نے دریافت فرمایا کہ کچھ مال بھی تیرے پاس ہے عرض کیا ہے دریافت فرمایا کہ کس قدر عرض کیا کہ سو درہم فرمایا کہ ان کو خرچ کر کے آؤ جب مرید کریں گے۔ عرض کیا بہت اچھا پھر دریافت فرمایا کہ کس طرح خرچ کرو گے عرض کیا کہ اللہ کے واسطے کسی کو دے دوں گا۔ فرمایا نہیں دریا میں پھینک کر آؤ۔ عرض کیا بہت اچھا دریافت فرمایا کس طرح پھینکو گے عرض کیا کہ دریا پہ لے جا کر ایک دم دریا کے اندر پھینک دوں گا فرمایا اس طرح نہیں بلکہ ایک درہم ہر روز جا کر پھینکو۔ مطلب یہ تھا کہ نفس پر روزانہ آرہ چلے وہ بزرگ شیخ تھے سمجھتے تھے کہ اس میں حب مال کا مرض ہے اور محبت ایک ہی چیز کی قلب میں رہ سکتی ہے اس لئے شیخ قلب کے خالی کرنے کی فکر کرتا ہے اور اس کے موقع محل کو وہی سمجھتا ہے اس لئے اس کی تجویز میں چوں و چرا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہے جو اس کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ بعضے طالب علم دریا میں پھینکنے پر شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ تو اضاعت ہوئی مال کی۔ جواب یہ ہے کہ اضاعت وہ ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو یہاں نفس کے ایک خاص درجہ کے علاج کی مصلحت تھی۔ جو شیخ کے اجتہاد میں دوسری صورت سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی اور معالجہ کا زیادہ مدار اجتہاد پر ہے۔ لہٰذا شبہ کی کوئی وجہ نہیں۔

۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۱۵۱: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی طبیعت کا ناساز ہونا ایک اخبار نے چھاپا ہے۔ فرمایا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے خواہ مخواہ اہل تعلق کو پریشانی میں ڈالنا ہے میں اس کو

پسند نہیں کرتا میں تو اخباروں میں کسی کے متعلق مضمون کا چھپنا اس کی نہایت ذلت سمجھتا ہوں
اخبار نہایت نفرت کی چیز ہے اکثر اس میں صدق خالص کا احتمال بھی نہیں اور اخبار تو اخبار
ایسے تذکرہ کو تو میں خطوط میں بھی پسند نہیں کرتا۔ اگر خود کوئی خیریت دریافت کرے تو خیر علالت
کی خبر کا بھی مضائقہ نہیں۔ مگر از خود دوسروں کو اطلاع دینا نہایت نامناسب بات ہے۔
لوگوں کو نہ معلوم ایسی باتوں میں کیا مزہ آتا ہے یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز ہے دوسرے حالت میں
طبعی طور پر تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے پس اگر ایک حالت کی مثلاً ناسازی کی تو عام خبر ہو گئی اور
دوسری حالت یعنی صحت کی خبر نہ ہوئی۔ تو اس سے محبت رکھنے والوں کو ظاہر ہے کہ پریشانی ہوگی
اس میں ایک بات خلاف مذاق یہ ہے کہ کسی کی حیات کا یا کسی کے مرض کا یا کسی کی موت کا ایک
ہنگامہ بنانا نہایت لغو حرکت ہے۔ اہل ذوق تو خود گھر والوں کے لئے ایسے مشغلہ کو پسند نہیں کرتے
میرے نانا صاحب صاحب حال تھے جب بیمار ہوئے اور حالت زیادہ نازک ہوئی تو بیوی بچوں
کو الگ الگ بلا کر سب کو رخصت کیا پھر چادر سے منہ ڈھانک کر لیٹ گئے گھر والے روتے تھے
چادر کھول کر فرمایا ارے ظالمو مرنے بھی نہیں دیتے۔

ملفوظ ۱۵۲۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیفیت کے غلبہ کے وقت بیوی بچوں سے
بھی قدرے بے التفاتی ہو جاتی ہے اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حافظ غلام مرتضیٰ
صاحب مجذوب پانی پتی جنہوں نے بطور پیشین گوئی میرا نام رکھا تھا۔ نانا صاحب سے ان کی خاص بے تکلفی
تھی۔ نانا صاحب پر اس وقت غلبہ تھا ابتداء میں اکثر ایسا غلبہ ہوتا ہے تعلقات سے وحشت ہوتی ہے
بیوی بچوں سے بھی قدرے بے التفاتی تھی۔ حافظ صاحب مجذوب تشریف لائے تو نانا صاحب
کے گھر والوں نے نانا صاحب کی شکایت بے التفاتی کی کی۔ حافظ صاحب نے اس غلبہ کیفیت کو
اپنے تصرف سے سلب کر لیا نانا صاحب پر اس قدر قبض طاری ہوا۔ حافظ صاحب کے پیچھے اینٹ
لے کر دوڑے بھاگے ارے ڈاکو یہ کیا کر چلا مگر حافظ صاحب نے پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھا چل ہی
دیئے۔ پھر جب نانا صاحب کی وفات کا وقت آیا ہے تو حافظ صاحب ایک روز پھر تشریف لے
آئے اور اس وقت اس کیفیت کو واپس کر دیا۔ یہ تصرف تھا حافظ صاحب کا اس وقت نانا صاحب
پر بے حد مسرت کے آثار نمایاں تھے اور بڑے جوش کی باتیں کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ موت
کے وقت مناسب ہے کہ ایک دو عاقل میت کے پاس ہوں نہ زیادہ بھیڑ کی ضرورت نہیں۔
وہ ذکر اللہ میں مشغول ہونے کا وقت ہے نہ کہ دنیوی خرافات کا اب تو یہ حالت ہے کہ بچوں کو
لاکر کھڑا کیا جاتا ہے کہ ان کے واسطے کیا کر چلا۔ بیوی آکر کہتی ہے مجھ کو کس پر چھوڑ چلا۔ یہ وقت
ایسی باتوں کا نہیں ہے نہ معلوم اس پر کیا گزر رہی ہے تم کو اپنی پڑی ہے۔ ایسے موقع پر ایک

دو عاقل کے پاس ہونے کی ضرورت ہے کہ وہ اس کو ذکر اللہ میں مشغول رکھیں بس۔

ملفوظ ۱۵۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو کچھ تنبیہ کرتا ہوں یا کوئی کرید کرتا ہوں صرف اس واسطے کہ مخاطب کو جہل سے نجات ہو اور مقصود سے قرب ہو لوگ اکثر بیعت کو یا متعارف ذکر و شغل کو یا جوش و خروش کو مقصود سمجھتے ہیں۔ جو سخت دھوکہ ہے حقیقت پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی رضا اور ان کی یاد یہ دو چیزیں ظاہر میں پھیکی پھیکی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی مقصود بالذات ہیں گو ان کی ساتھ شورش نہ ہو جوش و خروش نہ ہو۔

ملفوظ ۱۵۴:- فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ فلاں شخص سے آپ کی باتیں سنکر دل کو بے حد اطمینان ہوتا ہے (جواب یہ دیا گیا) سنی سنائی روایت کا کوئی اعتبار نہیں اس پر یہ بھی فرمایا کہ تصانیف دیکھ کر یا وعظ سن کر یا زبانی تعریف سنکر اکثر دھوکہ ہو جاتا ہے اس سے ایک خاص نقشہ ذہن میں ایسا جما لیتے ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقشہ رافضیوں کے ذہن میں ہے لیکن اگر لوگ ان کی اصلی حقیقت کو دیکھ لیں تو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ شیعی ہی دشمن ہوں دیکھ کر یوں کہیں کہ یہ کیسے حضرت علی ہیں۔ یہ تو حضرت ابوبکر جیسے ہیں یہ تو عمر جیسے ہیں، یہ تو عثمان ہیں۔ جیسے کسی جاہل نے ایک مسجد کی محراب میں لکھا دیکھا تھا ؎

چراغ و مسجد و محراب و منبر — ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر

وہ جاہل چھری لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر چڑھ گیا کہ ہم تو تمہاری وجہ سے لڑتے مرتے پھرتے ہیں اور تم کو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے پاس بیٹھا دیکھتے ہیں۔ ان سے جدا ہی نہیں ہوتے یہ کہکر حضرت علیؓ کا نام چھری سے چھیل ڈالا۔ جہل ایسی چیز ہے غرض خیالات کا کیا اعتبار حقائق کو دیکھنا چاہیئے۔

ملفوظ ۱۵۵:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی معاملہ پر گفتگو ہو۔ اور اس کے چند اجزاء جدا جدا ہوں تو خلط نہ کرنا چاہیئے۔ اول ایک بات ہو وہ صاف ہو جائے تب دوسری بات ہو یہ ہے ادب گفتگو کا پہلی بات نفیاً یا اثباتاً عدماً یا وجوداً جس طرح بھی طے ہو جائے پھر دوسری بات شروع کرنا چاہیئے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی ہر بات صاف اور بے غبار ہوتی ہے ذرا الجھن نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ تفصیلی تعلیم جس کی آپ قدر کرتے ہیں میری بدنامی کا سبب ہے۔ میں طالبین کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ ان کو اپنا مقصود معلوم ہو جہل سے نجات ہو۔ حقائق منکشف ہوں۔ مگر یہ معاملہ بھی ہر شخص کے ساتھ نہیں صرف اسی کے ساتھ ہے جو اپنے کو میرے سپرد کرتا ہے اور تعلیم چاہتا ہے اور محبت کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس کو چھوٹی سے چھوٹی بات پر تنبیہ کرتا ہوں اس لئے کہ یہ اپنے مقصود کو سمجھ لے۔

ملفوظ ۱۵۶: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کامل کی حالت مشابہ عوام کے ہوتی ہے وہ سب میں ملا جلا رہتا ہے اس کی کوئی خاص امتیازی شان نہیں ہوتی اور یہی حالت حضرات انبیاء علیہم السلام کی تھی اور اسی حالت کو دیکھ کر لوگوں نے کہا۔ "اِن انتم الا بشر مثلنا" انبیاء علیہم السلام نے اس کی نفی نہیں کی۔ بلکہ اثبات میں جواب فرمایا "ان نحن الا بشر مثلکم" بیشک ہم بشر ہیں ہمیں اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا گیا "ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ" البتہ اولیاء متوسطین میں امتیازی شان ہوتی ہے جس کو عوام بھی امتیازی شان سمجھتے ہیں۔ مگر انبیاء اور اولیاء کاملین بالکل مشابہ عوام کے اپنی حالت رکھتے ہیں ان کی تو بس یہ شان ہوتی ہے۔

دلفریبیاں نباتی ہمہ زیور بستند ۔۔۔ دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

غرض شیخ کامل اپنی شان میں مشابہ ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے جہاں انوار کمالات اس پر مشکوٰۃ (شمع) نبوت سے فائض ہوتے ہیں اس پر یہ بھی انبیاء ہی کا فیض ہوتا ہے کہ اس کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا، پینا نشست و برخاست رفتار گفتار سب سنت ہی کے تابع ہوتے ہے

ملفوظ ۱۵۷: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ تو وہ ہے جس کا فیض سارے عالم کو محیط ہو۔ جب تک جسم میں قوت ہو جسم سے بھی ورنہ پھر قلب سے اور توجہ سے ایک شخص مجھ سے کہتے تھے کہ فلاں شخص چالیس برس تک خانقاہ سے نہیں نکلے میں نے کہا واقعی عفیف عورت ہیں کسی نامحرم کے سامنے نہیں آئے یہ شیخ ہے شیخ تو وہ ہے کہ اپنے فیض سے تمام عالم کو محیط ہو۔ نہ کہ کسی کوٹھڑی کا مقید ہو جاتے

ملفوظ ۱۵۸: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اعمال مقصودہ کی اتباع پر جو روحانی کیفیات ہوتی ہیں وہ اس قدر لطیف ہوتی ہیں کہ ان کا ادراک ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اس لئے اکثر کیفیات نفسانیہ کے طالب رہتے ہیں۔ کیفیات روحانیہ کی قدر نہیں کرتے۔ ایسے شخص کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے دیوبند میں ایک رئیس کے یہاں شادی تھی اس میں کچھ بیگار کی چمار بھی بلائے گئے تھے ان کو علاوہ کھانوں کے فیرینی کی رکابیاں بھی دیدی گئیں تھیں۔ تو ان کو چکھ کر ایک چمار کیا کہتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آیا یہ تھوک سا کے ہے (کیا ہے) یہ قدر کی فیرینی کی ایسے ہی۔

---

۱ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمادے چنانچہ ہم پر احسان فرمایا کہ ہم کو نبوت عطا فرمائی
۲ محبوبان مجازی تمام سب زیور کے محتاج ہیں اور ہمارے محبوب کو حسن خداداد حاصل ہے۔
۳ تم تو ہماری طرح بشر ہو۔ ۱۲

ان کیفیات کی قدر جو کہ اعمال مقصودہ سے ہوتی ہیں۔ ان ناواقفوں کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے چمار نے فیروزی کی قدر کی تھی البتہ اگر ایک سیر بھر گڑ کا لڈو اس کو دیدیا جاتا تو خوش ہو جاتا۔ اسی طرح کیفیات روحانیہ کو ناواقف لوگ کیفیات ہی نہیں سمجھتے حالانکہ اصل کیفیات یہی ہیں۔ دیکھئے اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص اس سے یہ کہے کہ ظہر عصر کی نماز چھوڑ دے اور ایک لاکھ روپیہ لے لے مگر وہ نماز نہ چھوڑے گا اور ایک لاکھ روپیہ نہ لے گا۔ بلکہ یہ کہے گا کہ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بلکہ دو تب بھی نماز نہیں چھوڑوں گا۔ یا ایک شخص ہے کہ حق تعالیٰ کی راہ میں جان دینی پڑ جائے وہ اس سے دریغ نہیں کرتا۔ اگر یہ کیفیات نہیں تو اور کیا ہیں کہ جس کے سامنے جان و مال کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا۔ یہ تقاضا یعنی یہ عزم کس چیز کا اثر ہے حتیٰ کہ ساری دنیا بھی اگر اس کے خلاف پر مجبور کرے وہ مجبور نہیں ہوتا۔ اس حالت میں اس کو ایک حظ ہوتا ہے، لذت ہوتی ہے۔ ہفت اقلیم کی سلطنت اس کے سامنے گرد ہوتی ہے یہ سب کیفیت ہی کے تو ثمرے ہیں اور یہ نعمت بعض احکام کے اعتبار سے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان میں موجود ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ یہی حالت ہر حکم میں ہو جاوے۔ یہی کمال مقصود ہے۔ جو کاملین کو عطا ہوتا ہے۔

ملفوظ ۹۵ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ کیفیت نفسانی ہے اور یہ روحانی فرمایا کہ جس کیفیت میں مادہ شرط ہو وہ نفسانی ہے اور جس میں مادہ شرط نہ ہو وہ روحانی ہے اور اس کا پورا پتہ تو مرنے کے بعد ہی چلے گا۔ جب مادہ سے تجرد ہو جائے گا۔ باقی یہاں پتہ چلنا تو یہ محض تبرع ہے کہ یہاں بھی کسی پر ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ظہور کا منتظر نہ رہے اصل چیز تو اعمال ہیں۔ ان کے اہتمام میں مشغول رہنا چاہیئے۔ کیفیات کے پیچھے کبھی نہ پڑنا چاہیئے لوگ آج کل اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ اعمال کی روح کیفیات کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ روح اعمال کی کیفیات نہیں بلکہ روح اعمال کی اخلاص ہے خصوص کیفیات نفسانیہ تو کسی درجہ میں مقصود ہی نہیں۔ بلکہ بعض حالتوں میں مضر ہو جاتی ہیں۔ اور کیفیات روحانیہ کو محل التفات تو نہ ہونا چاہیئے۔ مگر وہ مضر کسی حال میں نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ڈاکخانہ کے ذریعہ سے ایک پارسل آیا۔ اس کو کھولا گیا تو اس میں سے ایک بم کا گولہ نکلا اور ایک دم پھٹ گیا تمام جسم کو زخمی کر دیا، ہاتھ جل گیا۔ منہ جھلس گیا۔ اور ایک پارسل آیا جس میں سے سیب انگور انار امرود نکلے۔ تو پہلی صورت تو کیفیات نفسانیہ کی حالت ہے اور دوسری صورت روحانی کیفیت ہے۔ اور یہ جتنے دعوے حدود کے باہر ہوتے ہیں اتحاد وغیرہ۔ یہ سب کیفیات نفسانی ہی سے تو ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کاملین کو ایسی حالت پیش نہیں آتی۔

حضرت شیخ عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد میں تیس یا چالیس برس تک نماز پڑھی۔ اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ اتنے زمانہ تک راستہ جامع مسجد کا نہ معلوم ہوا۔ بختیار خادم کی حق حق کی آواز پر تشریف لے جاتے تھے مگر نماز کسی وقت کی قضا نہیں ہوئی۔ ان ہی بزرگ کا مقولہ ہے۔ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد ایں جا مردانند کہ دریا ہا فرو برند و آروغ نہ زنند پس انا الحق نتیجہ تھا۔ کیفیات نفسانیہ کے غلبہ کا اور یہ مقولہ نتیجہ تھا کیفیات روحانیہ کے غلبہ کا اور اس جوش خروش سے رونق تو ہو جاتی ہے۔ خانقاہ کوئی ہو حق کر رہا ہے اور کوئی رو رہا ہے اور کوئی چلا رہا ہے۔ کوئی کود رہا ہے، کوئی بیجا ندر رہا ہے، کوئی اٹھ ندر رہا ہے۔ کوئی اچھل رہا ہے۔ مگر ایسی خانقاہ مجانین کی ہوگی۔ عقلاء کی نہیں ہوگی۔ حضرات صحابہ کی طرح رہنا چاہیئے یہ ہی شان محبوبیت کی ہے مگر آج کل ہو حق کا کرنا ہی بڑا اجهاری کمال سمجھا جاتا ہے۔

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درویشی کا رنگ ڈھیلا ہے (بیائے معروف) اور مولویت کا رنگ ڈھیلا ہے (بیائے مجہول) اس لئے لوگ مولوی سے گھبراتے ہیں اور درویشوں کو چمٹتے ہیں۔

۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کا ایک وعظ ہے تقویم الزیغ اس کو جو تسہیل المواعظ کے سلسلہ میں سہل کیا گیا ہے تو اس میں بجائے تقویم الزیغ کا ترجمہ مترجم نے کیا ہے کجی کی درستی ایک شخص نے وعظ منگایا اس پر بہت برا لکھا کہ تم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو۔ یہ وعظ وہ لکھا ہے کجی کی درستی اس میں کجی کی نسبت کہاں ہیں (خدا کے بندہ نے بجائے قلب کی کجی کے منہ کی کجی کو سمجھ لیا) یہ سنکر حضرت والا نے تبسم فرماتے ہوئے کئی واقعہ کم فہموں کے بیان فرمائے کہ حق السماع میری ایک کتاب ہے۔ ایک پیر زادے بیان کرتے تھے کہ گنگوہ میں عرس

عہ منصور بچہ (مبتدی) تھا کہ معرفت کا ایک قطرہ پی کر فریاد کرنے لگا۔ یہاں تو مرد کامل ہیں کر دریا کے دریا پی جاویں اور ڈکار بھی نہ لیں۔

کے موقعہ پر وہی پیرزادے مختلف کتابیں فروخت کر رہے تھے۔ اس میں یہ رسالہ بھی تھا۔ ایک شخص نے رسالہ کی لوح دیکھ کر پوچھا کہ کس کی تصنیف ہے۔ اس نے میرا نام لیا تو وہ شخص بہت خوش ہوا کہ سماع کو اس نے بھی حق کہا ہے اور اس کی قیمت دریافت کی۔ اس نے قیمت بتلا دی۔ شاید ایک ہی دو جلد باقی تھی فوراً خرید لی اس خیال سے کہ کوئی اور نہ خرید لے اور پھر نہ ملے خرید کر جو دیکھا تو اس میں سماع کی حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ بہت خفا ہوا کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے ایسا نام رکھا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع کو حق کہا ہے۔ اور رکھا ہے اس کے خلاف۔ اس بھلے مانس سے کوئی پوچھتا کہ حق السماع کے نام سے سماع کا حق ہونا کیسے لازم آیا ایک اور شخص نے لکھا تھا کہ تم نام رکھنے میں بہت دھوکہ دیتے ہو تم نے نام تو رکھا ہے اصلاح الرسوم اور اس میں ہے رسوم کا ابطال میں نے کہا کہ مرض کی اصلاح تو اس کے ازالہ ہی سے ہو سکتی ہے۔ اسی طرح بہشتی زیور میں ایک نسخہ ہے نمک سلیمانی کا اس میں مزید آسانی اور سہولت کے لئے نمک کا وزن عبارت میں لکھ دیا گیا ہے کہ نمک سرشتہ تولہ تو میرے پاس چند خطوط اس مضمون کے آئے کہ ایک تو تم نے نمک کا وزن نہیں لکھا اور دوسرے سرشتہ کیا دوا ہے بہت تلاش کی کہیں نہیں ملتی۔ ایک مضمون میں لفظ حضرت سلمہ لکھا تھا۔ تو ایک لکھے پڑھے صاحب پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت سلمہ کون ہیں۔ جس سے یہ روایت ہے۔ یہ آفت ہے اس بد فہمی کا کیا علاج۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ کے وعظوں میں بعض مضامین بہت سخت ہیں۔ اگر ان کو سہل کر دیا جائے تو مناسب ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ان میں ایسے مضامین بھی ہیں جو آپ کے نزدیک سہل ہیں اور گاؤں والوں کے نزدیک سخت ہیں کہنے لگے ہاں میں نے کہا تو ان کو آپ اول سہل کر دیجئے۔ کیونکہ ان کو تو آپ سمجھ چکے ہیں سہل کرنا آسان ہوگا۔ مگر اس تسہیل کا امتحان کرا دیجئے۔ وہ امتحان یہ ہے کہ گاؤں والے سن کر یہ کہہ دیں کہ ہم سمجھ گئے۔ تو اس سے تسہیل کا طریقہ مجھ کو معلوم ہو جاوے گا۔ پھر جو مضامین آپ کے نزدیک سخت ہیں اسی طریقہ سے میں ان کو سہل کر دوں گا۔ بس کھوئے گئے مشورہ دے دینا کون مشکل ہے زبان ہی تو ہلانا پڑتی ہے۔ مگر جب کرنے کا نام آتا ہے تو پھر سب تری تمام ہو جاتی ہے یہ بھی آج کل لوگوں میں ایک مرض پیدا ہو گیا ہے۔ اور یہ سبق بھی لوگوں نے نیچریوں سے حاصل کیا ہے سمجھتے سمجھاتے خاک نہیں۔ مگر ہر معاملہ میں رائے دینے کو تیار ان لوگوں کی سمجھ کی وہ حالت ہے جیسے ایک شخص نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر کو سمجھا تھا۔ قصہ یہ ہوا کہ کسی کے ایک دوست کی کسی شخص سے لڑائی ہو رہی تھی۔ وہ دوست بھی ہاتھ پاؤں چلا رہے تھے مگر ان بزرگ نے جا کر دوست کے

دونوں ہاتھ پکڑ لئے دوست بیچارے کی خوب مرمت ہوئی۔ یعنی خوب پٹائی ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے فرمان پر عمل کیا ہے وہ فرماتے ہیں ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی [1]

ایک عالم غیر مقلد کی حکایت بیان کرتے تھے کہ کسی کتاب میں ایک حدیث کا اردو ترجمہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کرے وہ ہلکی نماز پڑھے تو آپ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے ایک شخص نے بعد نماز کے دریافت کیا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی، کہنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہلکے نماز پڑھو انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو ایسی حدیث نہ سنی نہ پڑھی لاؤ ہم کو بھی دکھلاؤ وہ کون سی حدیث ہے اور کونسی کتاب میں ہے آج کل بڑی بڑی کتابوں کے ترجمے اردو میں ہو ہی گئے ہیں۔ ایک کتاب اٹھا کر لایا اور لا کر سامنے رکھ دی۔ اس شخص نے کتاب دیکھ کر کہا کہ یہاں اس میں تو یہ حدیث ہے کہ من ام منکم فلیخفف۔ یعنی امام کو چاہئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھائے۔ تاکہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو آپ نے ہلکی بجائے معروف کے ہلکے بجائے مجہول یعنی حرکت سمجھا۔ تب میاں کو اپنی غلطی کا علم ہوا یہ حالت ہے آج کل کے چودہویں صدی کے مجتہدوں کی۔ کس پر دعویٰ ہے حدیث دانی کا۔ حق تعالیٰ فقہاء کو جزار خیر عطا فرمائے وہ ہم کو گمراہی سے بچا کر راہ پر لگا گئے، جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ملفوظ ۹۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ خود بینی اور خود رائی بڑی ہی مذموم چیز ہے حق تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھیں ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنکر کہا کہ آپ مجتہد ہو کر تعجب ہے کہ تقلید کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے زیادہ اس پر تعجب ہے کہ آپ غیر مجتہد ہو کر تقلید نہیں کرتے اور میں کہتا ہوں کہ ان بزرگ نے اس سے تقلید کی ضرورت سمجھ لی ہوگی کہ جب اتنا بڑا شخص مقلد ہے تو ہم کس شمار میں ہیں حضرت جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے تقلید کی ضرورت زیادہ محسوس ہوتی جاتی ہے اس لئے کہ اس کے سامنے ایسے مواقع بہت آتے ہیں۔ جہاں اپنی رائے کام نہیں دیتی۔ امام محمد امام ابو یوسف رحمہما اللہ مجتہد مطلق ہیں۔ مگر اصول میں وہ بھی امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں۔ فروع میں تقلید نہیں کرتے۔ وہ بھی ضرورت سمجھتے ہیں تقلید کی۔ تقلید سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں، فرمایا تقلید کہتے ہیں امتی کا قول ماننا بلا دلیل عرض کیا کہ کیا اللہ اور رسول کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائے گا۔ فرمایا کہ

[1] دوست وہ ہے جو پریشانی اور عاجزی کی حالت میں دوست کی دست گیری اور امداد کرے۔

اللہ اور رسول کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائے گا۔ وہ اتباع کہلاتا ہے۔

ملفوظ ۱۲۳: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بہت بڑے عالم مناظر بھی ہیں۔ وہ میری نسبت کہتے تھے کہ مجھ سے بڑا مناظر میں نے نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ چاہے خصم عناد کی وجہ سے ساکت نہ ہو مگر تقریر ایسی ہوتی ہے کہ اس سے ٹھکانے کی بات نکل آتی ہے اور حق واضح ہو جاتا ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ تم نے یہ بات سمجھی ہوگی مجھے تو واقعی یہ بھی معلوم نہیں کہ مجھ کو مناظرہ سے کچھ مناسبت بھی ہے۔ البتہ شروع طالب علمی کے زمانہ میں تو مجھ کو اس سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ مگر اب تو نفرت ہے۔ ایک مرتبہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں ایک عیسائی مناظر انگریز دیوبند آیا۔ دیوبند کے اسٹیشن کے قریب ایک باغ ہے وہاں اس کا قیام ہوا۔ اور میں خبر پا کر مناظرہ کے لئے وہاں پہونچا۔ اور مناظرہ شروع ہوا۔ اسی اثنا میں حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا خیال ہوا کہ یہ ناتجربہ کار ہے اور عیسائی کہنہ مشق اس لئے مناظرہ کے دوران میں تشریف لے آئے اس وقت عیسائی مناظر تقریر کر رہا تھا۔ میرے جواب دینے کی نوبت نہ آئی تھی مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ میں گفتگو کروں گا میں الگ ہو گیا وہ عیسائی مناظر یہ کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ تھے مولانا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کلمہ کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کون سی قسم میں داخل تھے بس اس کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ بار بار یہ ہی کہتا جاتا تھا کہ کلمہ تھے۔ مولانا فرماتے کونسا کلمہ۔ کلمہ تو بہت قسم کا ہوتا ہے۔ تم کلمہ کی تعریف اور اقسام بیان کرو اور یہ بتاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام کس قسم کے کلمہ ہیں۔ جب نہیں بتلا سکا تو اس کی میم نے خیمہ میں دیکھا کہ یہ جواب نہیں دے سکتا تو ایک پرچہ لکھ کر مناظرہ بند کر دیا۔ یہ عورتوں کے تابع ہوتے ہیں مناظرہ چھوڑ کر چل دیا۔ مزاحاً فرمایا یہ لوگ مادیات ہی میں چلتے ہیں شرعیات میں خاک بھی نہیں چلتے۔

دوسرا واقعہ دیوبند ہی میں مدرسہ کے قریب ایک عیسائی آکر بیان کرنے لگا میں خبر سنکر مناظرہ کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے انجیل ہاتھ میں لے کر مجھ سے سوال کیا کہ یہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کہے گا کہ انجیل ہے۔ پھر وہ کہتا کہ قرآن مجید بھی انجیل کو آسمانی کتاب کہتا ہے پھر میں اس کا محرف ہونا ثابت کرتا ایک مجمع بڑا تھا ایک صاحب آ گئے حکیم مشتاق احمد وہ کہنے لگے کہ ایسے جاہلوں سے تم کیوں مناظرہ کرتے ہو ان سے جاہل ہی نمٹتے ہیں۔ اور وہ صاحب خود مناظرہ کو تیار ہو گئے۔ وہ انجیل ہاتھ میں لئے ہوئے تھا ہی ان سے بھی یہ ہی سوال کیا کہ یہ کیا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ ہے کدو۔ وہ چلایا کہ تم گستاخی کرتا ہے، تم توہین کرتا ہے۔ انہوں نے کہا اس میں گستاخی اور توہین کی کیا بات ہے ہم اپنے علم سے یہی کہتے ہیں کہ یہ کدو ہے (غالباً مقصود یہ ہوگا کہ جب منسوخ ہونے کے علاوہ ممسوخ ہے تو معطل ہے مثل کدو کے)، خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا باقی تتبع سے محقق ہو چکا ہے کہ علوم حقیقیہ مسلمانوں

ہی کا حق ہے۔ دوسروں کو اس سے مس بھی نہیں ہوتا مزا گا فرمایا ہاں۔ مس سے مَس ہوتا ہے۔

ملفوظ ۱۶۴: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اگر متعدد مہمان ہوں اور ان میں پہلے سے کوئی تعلق نہ ہو تو ان کو ایک جگہ جمع کر کے کھانا نہیں کھلاتا اگر خود بھی ساتھ کھاتا ہوں تب جمع کر لیتا ہوں۔ کیونکہ اس وقت میں خود ان سب کے لئے واسطہ ہو جاتا ہوں، اور مجھ سے سب کو واسطہ ہوتا ہے یہ بات کبھی نہ سنی ہوگی۔ مہمانوں کے باب میں اس قدر رعایتیں کرتا ہوں اور پھر سخت مشہور ہوں۔ یہ معمول اس لئے ہے کہ کھانے میں مختلف لوگوں کے جمع ہونے سے آپس میں بے تکلفی نہ ہونے کی وجہ سے انقباض ہوتا ہے۔ دل کھول کر فراغت سے کھانا نہیں کھایا جاتا۔ مختلف طبائع مختلف رنگ کی ہوتی ہیں۔ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک بے تکلفی نہ ہو کھانے میں حجاب ہوتا ہے۔

ملفوظ ۱۶۵: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ کے کشفیات میں اور احکام وحی میں نسبت ہی نہیں اسی طرح نصوص اعتقادیہ میں اور ان کی جو راتے سے تفسیر کی گئی ہے ان میں کوئی نسبت نہیں وہ نصوص جس حالت پر ہیں ان کو ویسے ہی رہنے دینا چاہیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے فرماتے ہیں۔ ابہموا ما ابہمہ اللہ۔ یعنی جس چیز کو خدا تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے تم بھی مبہم رکھو بڑی حکمت کی بات بیان فرمائی۔

ملفوظ ۱۶۶: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ کھانے کے وقت اگر کھانے والے سے ایسی بات کی جاوے جس میں قوت فکریہ صرف نہ ہو تو مضائقہ نہیں یہ کھانے کے آداب میں سے ہے اور جس میں قوت فکریہ صرف ہو ایسی گفتگو نہ کرنا چاہیئے۔ ورنہ کھانے کا لطف جاتا رہتا ہے۔ برباد ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۱۶۷: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ اپنے کو ایسا بڑا سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی بالکل رعایت نہیں کرتے جس سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے اور اس میں بڑے بڑے لوگوں کو ابتلا رہے اس سے بہت ہی بچنا چاہیئے۔

ملفوظ ۱۶۸: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اخلاق نام ہے صرف نرمی سے بولنے کا چاہے کتنی ہی سخت بات ہو اور ایذا رساں ہو مگر لہجہ نرم ہو ہمارے ضلع کے ایک کلکٹر کی حکایت ہے کسی پر ناراض ہو کر بہت نرمی اور تہذیب سے حکم دیتا کہ آپ کا کان پکڑ کر باہر نکال دو لہجہ نہایت نرمی کا ہوتا تھا تو بہت خلیق مشہور تھا کیا واہیات ہے بلکہ اس سے تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ بات نرم ہو مگر معاملہ سخت ہو کیونکہ نرم آدمی سے سختی کا صدور خلاف توقع ہونے کے سبب زیادہ رنج کا سبب ہوگا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ نرم گفتگو کو جو اخلاق سمجھا جاتا ہے اس پر

ایک قصہ یاد آیا ایک شخص نے انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو جو احمق تھا وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد جو عزیز اور احباب آئیں ان سے نرم اور میٹھی بات کرنا بھاری لباس سے ملنا۔ اونچی جگہ بٹھلانا۔ بڑھیا کھانا کھلانا۔ اس شخص کا انتقال ہوگیا۔ ایک شخص بے چارے ان کے دوستوں میں سے تھے دوست کے انتقال کی خبر پاکر تعزیت کو آئے۔ انہوں نے آکر گھر میں اطلاع کرائی، صاحبزادے نے نوکروں کو حکم دیا کہ مہمان کو مچان پر بٹھلا دو۔ گھر میں سے آئے تو بڑے بڑے قالین اور دریاں بدن پر لپیٹے ہوئے انہوں نے حسب رواج دریافت کیا کہ والد مرحوم کیا بیمار ہوئے تھے جواب میں کہتے ہیں روٹی، پھر کوئی بات پوچھی کہتے ہیں گڑ، پھر کھانا لایا گیا۔ مہمان نے کھا کر کہا کہ گوشت گلا نہیں۔ تو بہت خفا ہوئے اور بولے کہ آپ کی خاطر پچاس روپیہ کا کتا کاٹ دیا اور آپ کو پسند نہیں آیا۔ مہمان نے کھانا چھوڑ دیا اور پریشان ہوکر پوچھا کہ یہ کیا حرکتیں ہیں کہا کہ جب والد صاحب کا انتقال ہو رہا تھا۔ مجھ کو چند وصیتیں کی تھیں۔ ایک تو یہ کہ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی آئے تو بھاری لباس سے ملنا۔ تو اس سے بھاری لباس میرے پاس اور کوئی نہ تھا اور ایک یہ کہ نرم اور میٹھی بات کرنا تو روٹی اور گڑ سے زیادہ نرم اور میٹھی اور کوئی چیز نہیں۔ ایک یہ کہ اونچی جگہ بٹھلانا۔ مچان سے زیادہ اونچی جگہ اور کوئی نہیں، ایک یہ کہ بڑھیا کھانا کھلانا تو یہ پچاس روپیہ کا کتا تھا۔ جس کا گوشت آپ کے سامنے ہے۔ اس سے زیادہ قیمتی بڑھیا اور کوئی جانور بکرا وغیرہ میرے یہاں نہ تھا وہ بیچارے لاحول پڑھ کر بھاگے۔ بس لوگ ایسے اخلاق کے طالب ہیں ان اخلاق میں سے ایک تواضع بھی ہے اس کا بھی یہی حشر کیا گیا ہے۔ میرے ابتدائی کتابوں کے استاذ مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے ایک لڑکا تھا شادی۔ وہ مولانا سے کریما پڑھا کرتا تھا۔ اس کا سبق تھا۔ دلا گر تواضع کنی اختیار۔ مولانا کی عادت تھی جب تک لڑکا پچھلا سبق نہ سنا لیتا آگے نہیں پڑھاتے تھے۔ مولانا نے پچھلا سبق سنتے ہوئے پوچھا تواضع کس کو کہتے ہیں۔ کہا کہ تواضع یہی ہے کہ کسی کو حقہ دے دینا پان دے دینا۔ مولانا خوب مرمت کی بھاگ نکلا۔ پھر پڑھنے نہیں آیا اور جنگل کے کام میں لگ گیا۔ ایک عرصہ کے بعد مولانا جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ وہی شادی ہل چلا رہا تھا مولانا نے دریافت فرمایا ارے شادی تواضع بھی یاد ہے عرض کیا، ہاں حضرت ساری عمر یاد رہے گی یہ ہل ہی تو تواضع نے پکڑوا دیا ہے تو آج کل تواضع اسی کو سمجھتے ہیں۔ جس کو شادی نے بیان کیا تھا۔ اور عوام تو عوام خواص بھی اخلاق کی یہی حقیقت سمجھ رہے ہیں۔

ملفوظ ۱۲۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں فطرت خود بتلا رہی ہے کہ کوئی پیدا کرنے والا ضرور موجود ہے۔ میں نے ایک دہری ملحد کا

قول دیکھا ہے جو بعد میں صانع کا قائل ہو گیا تھا کہ میں جس زمانے میں صانع کے انکار پر لیکچر دیا کرتا تھا تو میرا ضمیر میری تکذیب کرتا تھا فرمایا کہ صانع کی دلیل خود صانع ہی ہے۔

بقول مولانا رحمۃ اللہ علیہ ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رو متاب

اور عمیق نظر سے دیکھا جائے تو حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہو بھی کیسے سکتی ہے راز اس کا یہ ہے کہ دلیل ہمیشہ مدلول سے زیادہ واضح ہونا چاہیئے ورنہ وہ دلیل ہی نہ ہوگی اور خدا تعالیٰ کا وجود خود سب سے زیادہ واضح و ظاہر ہے۔ پھر اس کی کوئی دلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ اور جو دلائل سمجھے جاتے ہیں۔ وہ محض صورۃً دلیل ہے۔ ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے ؎

شد نہفت پردہ پر چشم من نہفت پردہ چشم بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم

اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں لن ترانی فرمایا گیا۔ لن اری نہیں فرمایا۔ یعنی میں تو دیکھنے کے قابل ہوں۔ تم میں دیکھنے کی قوت نہیں اس لئے تم دیکھ نہیں سکتے۔ اور جو لوگ دہریت چھوڑ کر صانع کے قائل ہوئے ہیں۔ ان کا قول دوسرے دہریوں پر زیادہ حجت ہے کیونکہ ان پر دونوں حالتیں گذری ہیں ایک مولوی صاحب نے ایک دہری کا ... قصہ بیان کیا وہ اکثر ایسے لوگوں کی کتابیں دیکھتے رہتے ہیں وہ کہتے تھے کہ ایک دہری نے خود اپنا واقعہ لکھا ہے کہ میں اپنے اندر تصرف کر کے اپنے وجود کے علاوہ سب چیزوں سے خالی ہو گیا۔ پھر مزید تصرف کر کے اپنے وجود سے بھی خالی ہو گیا۔ مگر پھر بھی ایک چیز مجھ کو اپنے ... محسوس ہوتی تھی اس سے بھی خالی ہونے کی بہت کوشش کی کہ وہ بھی نکل جائے مگر کامیاب نہ ہوا۔ تب معلوم ہوا کہ جو چیز نفی کرنے پر بھی نہیں نکلتی۔ وہی حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی ہے یہ دیکھ کر خدا کے وجود کا قائل ہو گیا۔ اس اصل پر ایک شبہ کا جواب بھی ہو گیا وہ شبہ یہ ہے کہ "الست بربکم قالوا بلیٰ" میں جو وعدہ لیا گیا ہے تاکہ قیامت میں حجت رہے وہ ہمیں یاد ہی نہیں پھر ہم پر حجت کیسے ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ یاد ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اس کی تمام

؎ آفتاب خود ہی اپنے وجود کی دلیل ہے اگر تم کو وجود آفتاب کی دلیل کی ضرورت ہے تو اس سے روگردانی مت کرو ؎ آنکھوں میں جو ساتر پردے ہیں یہی معرفت کے لئے حجاب ہو رہے ہیں یعنی ظاہر میں صرف اسباب ظاہری پر نظر کر کے حقیقت سے ناآشنا ہو رہے ہیں ورنہ میرا چاند محبوب، تو آفتاب کی طرح ظاہر دیا ہر ہے۔ ۱۲

؎ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کہ ہاں۔ ۱۲

خصوصیات کبھی یاد ہوں۔ بلکہ صرف اس کا اثر یعنی مقصود کا ذہن میں ہونا کافی ہے۔ مثلاً بچپن میں پڑھا تھا۔ آمدن کے معنی آنا۔ لیکن اس کی خصوصیات بالکل یاد نہیں مگر باوجود اس کے ایسا یقین ہے کہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔ تو کیا اس کو یاد نہ کہیں گے۔ اسی طرح یوم میثاق کی خصوصیات یاد نہ ہونا۔ مضر نہیں جو اس کا اثر ہے۔ توحید وہ فطرت میں اس قدر مرکوز ہے کہ اس کی نفی عادۃً محال ہے اس لئے وہ یاد میں داخل ہے اور حجت ہے۔

۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کبھی طالب علمی کے زمانے میں گفتگو ہو جاتی تھی۔ تمام مدرسہ سننے کے لئے جمع ہو جاتا تھا۔ بڑا لطف ہوتا تھا۔ دونوں اعلیٰ درجہ کے ذہین تھے۔ جس وقت ایک صاحب کی تقریر ختم ہوتی تھی تو سننے والے سمجھتے تھے کہ اب اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ اور جب دوسرے صاحب کی تقریر ہوتی اور وہ ختم فرماتے تو سمجھتے کہ اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ یہ تو طالب علمی کے زمانے کے واقعات ہیں۔ ایک واقعہ مقتدا ہونے کے زمانہ کا عجیب سنا ہے کہ ایک مرتبہ دونوں حضرات سفر حج میں تھے۔ جہاز میں ایک مسئلہ پر گفتگو ہو گئی۔ اور طے نہ ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس اب گفتگو بند کی جائے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تو چل ہی رہے ہیں وہاں پیش کر دیں گے۔ وہاں فیصلہ ہو جائے گا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے غلبۂ صفائی سے فرمایا کہ حضرت فن تصوف کے امام ہیں اور یہ طالب علمی بحث ہے اس کا حضرت کیا فیصلہ فرمائیں گے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبۂ عشق سے فرمایا کہ اگر اس کا فیصلہ بھی حضرت نہیں فرما سکتے تو ہم نے ناحق حضرت کا دامن پکڑا۔ یہ حالت تھی عشق کی۔ غرض حاضری ہوئی اور مسئلہ قصداً تو پیش کیا نہیں گیا۔ مگر ایک سلسلہ میں حضرت نے اس کی ... خود ہی تقریر فرمائی اور نہایت سہولت و تحقیق سے فیصلہ فرما دیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تو بے حد مسرت ہوئی اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بیحد حیرت ہوئی کہ حضرت نے اس فن کو حاصل نہیں

کیا اور عجیب طریق سے فیصلہ فرمایا کہ بڑے سے بڑا متبحر بھی ایسا فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ سے عجیب شان رہی پر انے بزرگوں سے معلوم ہوا کہ نو عمری ہی کے زمانہ سے عام مقبولیت تھی نہ مشائخ نے کبھی ان پر اعتراض کیا اور نہ علماء نے بلکہ شروع ہی سے اہتمام مقبولیت کا تھا۔ حضرت حاجی صاحب کا نو عمری کے زمانہ کا ایک واقعہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے کہ ایک بار دہلی میں مولانا مملوک العلی صاحب سے ملنے کو تشریف لائے۔ ہم مولانا سے سبق پڑھ رہے تھے۔ مولانا نے درس بند فرما دیا اور استقبال فرمایا۔ اور فرمایا بھائی حاجی صاحب آگئے اب سبق نہ ہوگا۔ فرماتے تھے کہ ہم نے دل میں کہا یہ حاجی کون ہیں اچھے آئے درس ہی بند کرا دیا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ ساری عمر کے لئے اس عربی درس کو بند کرا دیں گے ایک واقعہ حضرت کے متعلق اور یاد آیا۔ والد صاحب حج کو تشریف لے گئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت سن کر خاموش ہو گئے ایک روز بہت سے لوگ بیعت ہو رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ میاں عبدالحق تم بھی آجاؤ حضرت حاجی صاحب کی تو یہ سادگی کہ خود فرما رہے ہیں اور والد صاحب کی سادگی ملاحظہ ہو کہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت میں تو مٹھائی لا کر مرید ہوں گا۔ اس پر بھی حضرت خاموش ہو گئے۔ اور کچھ نہیں فرمایا۔ دوسرے وقت والد صاحب مٹھائی لا کر مرید ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ ان حضرات میں تو دونوں جانب خلوص تھا یہ اس کے آثار تھے اور ہم لوگوں میں دونوں طرف عدم خلوص اس لئے کاوش کی حاجت ہو گئی۔

ملفوظ ۱۲۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر فطرت سلیم ہو تو ایک حکم بھی شریعت کا خلاف فطرت نہیں

ملفوظ ۱۲۲: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک تو ہوتا ہے اکرام اور ایک ہوتی ہے تعظیم، صورت دونوں کی ایک ہے مگر نیت کی وجہ سے دونوں میں حقیقت کا فرق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو جاتیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر آتیں تو حضور کھڑے ہو جاتے ان دونوں میں وہی اکرام اور تعظیم کا فرق ہے۔ تو صورت ایک ہے۔ غرض اکرام جس کا حاصل تو خاطر داری و رعایت ہے۔ اور چیز ہے اور تعظیم اور چیز ہے۔ صورت ایک ہونے کی وجہ سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ وہ خاطر داری کو بھی تعظیم ہی سمجھتے ہیں۔ اور ترک تعظیم کو ترک اکرام۔

ملفوظ ۱۲۳: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا، جب میں فارغ ہوا تو ایک دوست کے پاس جا بیٹھا۔ ایک صاحب ضعیف العمر آئے اور کہا کہ کئی مرتبہ تم سے ملنے کو جی چاہا۔ مگر اتفاق سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اور ایک بات بھی کہنی ہے وہ یہ کہ تم عمامہ کیوں نہیں باندھتے میں نے کہا کہ کیا فرض ہے صاحب نے کہا کہ سنت ہے میں نے کہا سنت ہیں دو قسم سنت موکدہ ہے یا مستحب کہا کہ اس کی بحث

میں نے کہا کہ بحث اس لئے ہے کہ ہر ایک کے احکام جدا ہیں اگر اس پر بھی وہ اپنی بانکتے رہے کہ تم
سنت کے خلاف کرتے ہو. پھر تو میں بھی نفس کی شوخی سے اس تلاش میں لگا کہ ان میں بھی کوئی بات
سنت کے خلاف ہے تو وہ پاجامہ پہن رہے تھے میں نے کہا یہ پاجامہ جو آپ پہن رہے ہیں سنت کے
خلاف ہے لنگی باندھنا چاہیئے کہنے لگے بوڑھا آدمی ہوں اس لئے لنگی کھل جانے کا اندیشہ ہے۔
میں نے کہا کہ میں جوان آدمی ہوں عمامہ کی گرمی سے دماغ میں گرمی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ بس ان سے
کچھ جواب تو بن نہ پڑا اگے کوسنے کہ خدا کرے تمہارے دماغ میں خوب گرمی ہو جاوے۔ مجھ کو بھی غصہ
آگیا۔ میں نے کہا تم بازار میں ننگے ہو جاؤ۔ ان دوست نے دونوں کو۔ وکا یہ حقیقت ہے آج کل
کے مناظرہ کی۔ عمامہ کو آج کل بعضے لوگ فرض و واجب سمجھتے ہیں۔ خصوص سرحدی لوگ اور یہ
رومال جو سر کو باندھ لیتے ہیں اور عمامہ کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہے جیسے لنگوٹی باندھ کر
اس کو پاجامہ کا قائم مقام سمجھنا یہ سر کی لنگوٹی ہوئی عمامہ سے اس کو کیا تعلق ہے۔

ملفوظ: ایک استفتاء بصورت پیکٹ آیا اس پر دو پیسہ کا ٹکٹ تھا اور واپسی کے لئے بھی
دو پیسہ کا ٹکٹ ہمراہ تھا۔ اس پر فرمایا کہ خود تو لوگ ناجائز حرکت کرتے ہی ہیں دوسروں
کو بھی مجبور کرتے ہیں کہ تم بھی ایسا ہی کرو چاہے دوسرے کی وضع اور مذاق کے خلاف ہی ہو۔
یا اس کی شرعی تحقیق ہی کے خلاف ہو حضرت والا نے اس استفتاء کو امانت میں رکھ کر فرمایا کہ
ان کے پوچھنے پر متنبہ کروں گا کہ تم نے یہ حرکت کی ہے، اس میں تو کارڈ بھی نہیں پہونچ سکتا ہے
پھر اس پر فرمایا کہ میرے ایک متقی ذی علم انگریزی داں ضلع الہ آباد کے رہنے والے دوست ہیں۔ وہ
سفر کے ارادہ سے چلے اسٹیشن پر پہونچ کر اسباب کے زائد ہونے کا خیال ہوا۔ مگر وقت کی تنگی
سے وزن نہیں کرا سکے۔ جب منزل مقصود کے اسٹیشن پر اترے وہاں بابو سے کہا کہ اسباب وزن
کر لیا جائے بابو نے انکار کیا کہ ہمیں فرصت نہیں۔ یہ اسٹیشن ماسٹر کے پاس گئے۔ اس سے کہا وہ
پہلا بابو بھی آگیا۔ اور دونوں اس کے متعلق باہم گفتگو کرنے لگے انہوں نے اصرار کیا اس پر دوسرے بابو نے
اور ان کو وضع سے ملا سمجھ کر کہ یہ انگریزی نہیں جانتے ہوں گے۔ کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص
شراب پیئے ہوئے ہے ہم اسباب وزن کرنے سے انکار کر رہے ہیں اور یہ اصرار کرتے ہیں۔
مطلب یہ تھا کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اور شراب سے عقل مفقود ہو جاتی ہے انہوں نے جواب
دیا کہ میں شراب نہیں پی۔ میرا مذہبی حکم یہی ہے کہ کسی کا حق نہ رکھا جائے تب وہ لوگ بہت شرمندہ
ہوئے۔ مگر اسباب پھر بھی وزن نہ کیا۔ آخر انہوں نے گھر آکر خود اسباب کو وزن کر کے اس قدر
محصول کا ٹکٹ لے کر چاک کر دیا۔

میں ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہا تھا۔ میرے پاس گنے بھی تھے جو معاف اسباب سے

زائد تھے۔ میں نے بابو سے کہا کہ اسباب کو وزن کر لیا جائے بابو نے کہا آپ اسباب لے جائیں کوئی نہیں پوچھے گا۔ میں نے کہا کہ اگر کسی نے پوچھا تو کیا جواب دیا جائے گا۔ کہا کہ ہم گارڈ سے کہہ دیں گے میں نے کہا کہ یہ گارڈ کہاں تک جاتے گا۔ کہا کہ یہ گارڈ غازی آباد تک جائے گا۔ میں نے کہا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا۔ کہا کہ وہ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا۔ وہ کانپور سے بھی آگے جائے گا۔ میں نے کہا کہ پھر کانپور سے آگے کیا ہوگا۔ کہا کہ آگے تو جاتا ہی نہیں۔ میں نے بتلایا کہ آگے بھی جانا ہے۔ ہمارے مذہب نے ایک اور زندگی کی بھی خبر دی ہے یعنی آخرت وہاں باز پرس ہوگی۔ یہ سنکر بابو بیحد متاثر ہوا بڑا اثر ہوا اور اسباب کو وزن کیا اور ایک روپیہ محصول لے کر بلٹی دیدی۔

ملفوظ:۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اچھے کپڑے پہننا اور خوش لباس رہنا کیا شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ فرمایا کون منع کرتا ہے۔ شریعت نے تنگی نہیں کی اگر ریا و فخر کے لئے نہ ہو تو آسائش کی اجازت دی ہے۔ بلکہ آسائش سے آگے بڑھ کر آرائش کی بھی ممانعت نہیں کی۔ اگر ریا اور فخر کا مرض نکل جائے تو اس کی اجازت ہے کہ راحت کا بلکہ تجمل کا بھی سامان کریں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ جاہ کے لئے نہ کیا جائے۔ خوش لباسی پر یاد آیا یہاں پر ایک حافظ صاحب تھے نابینا ان کا رنگ نہایت سیاہ تھا جیسے الٹا توا۔ ایک بار بہت سفید کپڑے پہنے جارہے تھے ماموں صاحب بڑے ظریف تھے دیکھ کر فرماتے لگے کہ و بحورات کو بھی دن لگے۔ ہر شخص پر کپڑا زیب بھی تو نہیں دیتا بلکہ بیچارے کپڑے کی بھی درگت بن جاتی ہے۔

ملفوظ:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے عام لوگوں کے قلوب میں بھی دین کی عظمت تھی اب تو خواص میں بھی اس کی کمی ہوگئی ہے۔ اور یہ سب خرابیاں اس کی ہی بدولت ہو رہی ہیں

۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

ملفوظ:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو بڑے بڑے شستہ الفاظ بولنے کا شوق ہوتا ہے مگر بوجہ علم نہ ہونے کے موقع اور محل کی تمیز نہیں ہوتی اس پر فرمایا کہ ایک صاحب ہیں یہاں کے رہنے والے ان کو پر شوکت الفاظ بولنے کا بہت شوق ہے ایک جگہ کہیں گفتگو کہنے لگے کہ فلاں معاملہ میں ہمیں کیں تانیث بالخیر تھا۔ ایک صاحب علم نے فرمایا کہ صاحبزادے

سوچ سمجھ کر بولا کرتے ہیں۔ ثالث بالخیر اصطلاح میں ولد الزنا کو کہتے ہیں۔ ایک دوسرے صاحب کا واقعہ ہے ایک جگہ تعزیت میں گئے کسی کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا اور لوگ بھی تعزیت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اس میں سے کسی صاحب نے تعزیت فرماتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ یہ صاحب بھی سن رہے تھے بس ان کے ایک بات ہاتھ آگئی کہ جہاں تعزیت میں جایا کرتے ہیں یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ ایک جگہ اتفاق سے ایک صاحب کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ یہ تعزیت کے لئے پہونچے کہتے ہیں حق تعالیٰ آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ آپ کی اماں دوسرا خصم کرے کس قدر اس شخص کو ناگوار ہوا ہوگا۔ ایک ہندو رئیس کے باپ کا انتقال ہوا ایک دوسرے ہندو صاحب تعزیت کو گئے۔ جا کر تعزیت کی اور اس میں یہ الفاظ کہے کہ خدا کرے آپ اپنے والد صاحب کے قدم بقدم ہوں اور ضرور ہوں گے۔ کیونکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔

ملفوظ ۱۶۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج ایسے کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی جس میں دوسرے کی شرکت کی ضرورت ہو۔ آج کل تجربہ سے معلوم ہوا کہ وہ کام ہوتا ہی نہیں جس میں مختلف طبائع کے لوگ جمع کئے جائیں۔

ملفوظ ۱۶۹:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایک شخص سیاست کا ماہر ہے مگر ہے کافر اگر اس میں اس کی اقتداء کر لی جائے کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ اگر کافر نماز خوب جانتا ہو اور مسلمان نہ جانتا ہو تو کیا اس کافر کی اقتداء جائز ہے یہ بنیٰ ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ سیاست کو لوگ دین نہیں سمجھتے خود یہی سخت غلطی اور جہل اعظم ہے سیاست بھی تو دین ہی ہے اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ اسلام نے سیاست کی تعلیم نہیں کی۔ سو یہ کتنی بڑی تحریف ہے پھر دین میں کافر کی اقتداء کرنا کیا معنی نیز کیا اس میں اسلام اور مسلمانوں کی اہانت نہیں ہے اور کیا کوئی شخص کہیں یہ بات دکھلا سکتا ہے کہ اس طرح سے اسلام اور مسلمانوں کی اہانت کرانا اور ان کو ذلیل کرانا جائز ہے اور کیا مسلمانوں میں ایسا کوئی نہیں کہ وہ سیاست جانتا ہو البتہ اس طریق سے ان کی ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں کہ کافر تابع ہوں اور مسلمان متبوع اور یہاں بالکل عکس ہے کہ مسلمان تابع اور کافر متبوع اور مجھ کو عوام کی اور لیڈروں کی شکایت نہیں وہ تو جہل میں مبتلا ہیں ہی شکایت تو علماء کی ہے کہ وہ اس غلطی میں پھنس گئے۔ حق تعالیٰ ہدایت فرمائیں، ور جہل سے معذور سمجھ مجھ کو ایسی باتیں سن کر بے حد قلق اور صدمہ ہوتا ہے جب لکھے پڑھوں کی نسبت سنتا ہوں کہ وہ ایسی خرافات کے حامی اور مددگار ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون عجیب بات ہے کہ خسران کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مگر جس بات کی پیچ ہو گئی۔ اس سے نہیں ہٹتے اور ایسے ایسے لچر استدلالات اور تاویلات کرتے ہیں۔ جو اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

ملفوظ ۱۴۰: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصنیف کا کام بھی بہت مشکل کام ہے آج کل ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے کوئی معیار ہی نہ رہا قلم ہاتھ میں لیا اور جو جی میں آیا لکھ مارا نہ اصول کی خبر نہ فروع کی میں آج کل ایسی ہی ایک بے اصول کتاب دیکھ رہا ہوں۔ بڑے مشہور مصنف کی تصنیف ہے مگر محض ملمع۔ آج کل بڑا کمال یہ ہے کہ الفاظ زوردار ہوں چاہے مدلول صحیح ہوں یا غلط اس سے کوئی بحث نہیں جن باتوں کو اس کتاب میں ثابت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سوچ سوچ کر بنائی باتیں بنائی ہیں۔ استدلال کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ آزادی سے دلائل پہلے ذہن میں آئیں اور نتیجہ ان کے تابع ہو۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ دلائل پہلے سے ذہن میں نہیں پہلے ہی سے ایک بات کو ثابت کرنا ہے اور اس کے لئے سوچ سوچ کر دلائل کو ذہن میں لایا جاتا ہے ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے پہلی صورت میں ایک خاص قوت ہوتی ہے گو اس میں اجتہادی غلطی ہو گئی ہو اور دوسری صورت میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص محض باتیں بنا رہا ہے اور یہ فرق معلوم ہو جانا موقوف ہے ذوق صحیح پر۔ بعضے بات وجدان سے معلوم ہوتی ہے۔ بیان کرنے پر قدرت نہیں ہوتی۔

ملفوظ ۱۴۱: (ملقب بہ ادب المصلح) ایک نو وارد صاحب نے جو اصلاح کی غرض سے آئے تھے۔ اور جن کو تھانہ بھون کی حاضری کا پہلا ہی موقع تھا۔ حضرت والا سے ایک فقہی مسئلہ پوچھا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آج کل مصلح باطن سے مسائل فقہی پوچھنے والوں کو باطنی نفع نہیں ہوتا تجربہ سے اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ یہ لوگ بس ان ہی تحقیقات میں رہ جاتے ہیں اصلاح کے متعلق اہتمام کی نوبت ہی نہیں آتی میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ ان مسائل کی تحقیق کے لئے تو اور بہت جگہ ہیں اور وہاں یہاں سے اچھا کام ہو رہا ہے، دیوبند ہے سہارنپور ہے اور کیا آپ نے یہ سفر مسائل فقہی پوچھنے کے لئے کیا تھا۔ عرض کیا نہیں پھر کیوں بیٹھے بیٹھے جوش اٹھا خوش نہیں رہا جاتا کیا خاموشی سے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ کیا خاموش رہنا جرم ہے یا اس سے شان میں بٹا لگتا ہے یوں کہیے کہ بک بک کرنے کی باتیں بنانے کی عادتیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور یہ بتلائے کہ اگر آپ نے یہاں پر آنے کی اجازت لی تھی تو کیا اس میں مکاتبت و مخاطبت کی بھی اجازت لی ہے عرض کیا کہ اس کی اجازت نہیں لی فرمایا پھر کیوں مخالفت کی جب شروع ہی میں مخالفت کرنا شروع کر دی تو آئندہ کا تو اللہ ہی حافظ ہے اس بدفہمی کا کوئی علاج ہے۔ ایک صریح بات اور اس پر عمل نہیں اس ہی ضرورت سے میں اس قسم کی شرطیں لگاتا ہوں۔ سمجھتا ہوں کہ فہم کا قحط ہے مگر پھر بھی اپنا ہنر ظاہر کئے بغیر نہیں رہتے اگر ایسا ہی فقہی مسائل کی تحقیق کرنا ہے اور فن کو مدون کرنا ہے (کیوں کہ اکثر سوالات غیر ضروری ہوتے ہیں) تو میں کہہ چکا ہوں کہ یہ

کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے مثلاً دیوبند ہے سہارنپور ہے وہاں جائے بلکہ میں خود بھی مسائل فقیہ وہیں سے پوچھ پوچھ کر کام کرتا ہوں۔ سنار کے یہاں کوئی لوہا نہیں لے جاتا اور لوہار کے یہاں سونا چاندی نہیں لے جاتا اگرچہ وہ دونوں ہی کام جانتا ہو۔ مگر پھر بھی کام وہی لے جاتا ہے جس کو عادتاً کر رہا ہے افسوس طریق مٹ ہی گیا یہ طریق کے آداب میں سے ہے کہ مصلح سے دوسرا کام نہ لیا جاوے اب یہ کہا جائے گا کہ صاحب ایک مسئلہ پوچھا تھا، دین کی بات تھی اس پر اس قدر گرفت۔ اگر مسئلہ پوچھنا دین ہے تو جو میں تیرا رہا ہوں یہ بھی دین ہی ہے۔

دوسرے آپ نے اس لئے سفر نہیں کیا اور جس غرض سے سفر کیا ہے اس کا نام و نشان بھی نہیں اس کا کوئی ذکر ہی نہیں رہا دوسروں پر قیاس کرنا کہ فلاں صاحب نے پوچھا تھا اس کا جواب دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں سے پہلے سے بے تکلفی ہے اور وہ مقصود اور غیر مقصود میں تمیز کرتے ہیں وہ مستثنیٰ ہیں حتیٰ کہ وہ اگر دنیا کی بات بھی پوچھ لیں کوئی حرج نہیں۔ پھر بڑی بات یہ ہے کہ یہ کام تو اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے اور جو کام یہاں پر ہو رہا ہے یہ ایسا ہے کہ کہیں بھی نہیں ہو رہا۔ نرا اچھا نہ رہا۔ مگر کس سے کہئے وہ مثل ہو رہی ہے کہ اندھے کے آگے روئے اور اپنی آنکھیں کھوئے۔ اور الحمد للہ میں یہ ... سمجھتا ہوں کہ مسائل فقہی اس طریق سے اعظم ہیں مگر اعظم ہونا اور چیز ہے اور کسی عارض سے اہم ہونا اور چیز ہے۔ مسائل فقہی اعظم ضرور ہیں مگر وہ دوسری جگہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جو کام یہاں ہو رہا ہے وہ اور کہیں ہو ہی نہیں رہا اس عارض کے سبب یہ اہم ہے میں نے اس لئے اہم کو اختیار کر رکھا ہے بچے کو کہتے ہیں کہ قاعدہ بغدادی پڑھ حالانکہ قرآن شریف اعظم ہے مگر اس کو ضرورت اہم کی ہے اور اس کو قاعدہ میں لگا کر قرآن ہی کی تلاوت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اسی طرح طریق میں لگا کر احکام فقہیہ کی تکمیل کے لئے تیار کیا جا رہا ہے اور اس کی اہمیت یہاں تک ہے کہ اکابر کی وصیت ہے کہ شیخ کو کسی کا نہ کلام پہنچائے نہ سلام پہنچائے نہ کسی کا ہدیہ پہنچائے جیسا کہ آج کل دستور ہے کہ کسی آتے جاتے کے ہاتھ کوئی چیز بھیج دی روپیہ بھیج دیا تو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ علاوہ مصالح کے خود غیرت عشق کا بھی اقتضا ہے عشاق کی یہی شان ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کو دوسری طرف متوجہ نہ کرے یہاں تک لکھا ہے کہ مرید شیخ سے درسی کتاب کا سبق نہ پڑھے اور نہ پیر اپنے مرید کے خانگی معاملات میں دخل دے مریدوں کو کچھ خبر تو ہے نہیں مرید ہونے آ جاتے ہیں اگر متنبہ کرتا ہوں اور طریق بتلاتا ہوں۔ اس غرض سے کہ راہ پر پڑیں مقصود معلوم ہو کیونکہ طریق مفقود ہو رہا ہے اس لئے اس کے آداب بھی معلوم نہیں۔ تو سخت اور بدخلق اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اجی طبیب اگر شفیق ہے اور ہمدرد خیر خواہ ہے تو چاہے مت بناؤ یار دو کہا چلا تو وہ تو مرض کی تشخیص

کر کے اگر کرڈوی دوا مفید ہو گی تو شاہترہ چرائتہ حنظل ہی تجویز کرے گا۔ اگر سود خود غرض پڑے ہیو ورنہ جاؤ چلتے بنو۔ اور جو سیب کا مربہ ورق نقرہ لپیٹ کر دے اس کو مربی بناؤ۔ یہاں تو خود طالب کو بجائے سیب کے چھیل چھال کر کاٹ چھانٹ کر اس کا مربہ بنایا جاتا ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ مرید شیخ سے سبق نہ پڑھے وجہ اس کی یہ ہے کہ سبق میں قیل و قال ہوتا ہے جس سے مبادا شیخ کو انقباض ہو جائے اور فیض باطنی سے محروم ہو جائے اور یہ جو لکھا گیا ہے کہ شیخ مرید کی خانگی معاملات میں دخل نہ دے اس میں یہ راز ہے کہ شیخ کو اصل واقعات سے تو بے خبری ہوتی ہے محض ظاہری روئداد پر فیصلہ کرے گا جو ممکن ہے کہ واقعات کے یا مرید کے مصلحت کے خلاف ہو اور اس سے اس کو شیخ سے کبیدگی پیدا ہو جائے اس صورت میں بھی باطنی نفع نہ ہو گا۔ البتہ جس صورت میں یہ علت نہ ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے مثلاً ایک شخص بیوی کا نان نفقہ نہیں دیتا شیخ کہے کہ نفقہ دو یہ خانگی معاملات میں دخل دینا نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں اطاعت خالص کا حکم ہے مطلب یہ کہ فصل قضایا میں یا ان معاملات میں جس میں شرعاً دونوں جانب کی گنجائش ہے دخل نہ دے جیسے رشتہ وغیرہ آج کل پیر اکثر ایسا کرتے ہیں کہ ایک مرید کی لڑکی ہے دوسرے کا لڑکا ہے کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے لڑکے سے تمہاری لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں یا نکاح کرتے ہیں مشائخ نے اس کو منع فرمایا ہے یا اسی طرح کوئی نزاعی معاملہ ہے شیخ نے اس کا فیصلہ کوئی کرانے لگے اس میں بھی ممکن ہے کہ ایک کے خلاف ہو تو اس کو رنج ہو گا اور وہ نفع باطن سے محروم ہو جائیگا اور ان باتوں میں دخل دینا تو بڑی چیز ہے کہ اس میں دنیا کا رنگ ہے تعلیم جو کہ دین محض ہے اس میں بھی اس قدر احتیاط ہے کہ ہر شخص کی باطنی مصلحت اور اس کی حالت کے مطابق دی جاتی ہے اس کا کلی معین ضابطہ نہیں۔

ملفوظ ۱۳۲:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر جگہ کئی کئی مرتبہ گذرنے کا اتفاق ہوتا ہے مگر پھر بھی راستہ یاد نہیں ہوتا بھول جاتا ہوں فرمایا کہ یہ بات تو میرے اندر بھی ہے میاں راستہ یاد رہے یا نہ رہے اس میں کیا رکھا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے لطائف بڑے بڑے معنی خیز اور نصیحت آمیز ہوتے ہیں۔ ایک مولوی صاحب مجھ سے فرماتے تھے کہ اگر حضرت والا کے لطائف ہی کا مجموعہ جمع کر لیا جائے تو اس میں سب کچھ ہے مثلاً ایک صاحب سے تحریکات کے متعلق سلسلہ گفتگو میں آپ نے فرمایا تھا کہ اگر محض کاغذی امیر المومنین بن جاؤں تو نتیجہ یہ ہو کہ آج امیر المومنین ہوں اور کل کو اسیر الکافرین بن جاؤں۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک صاحب یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ خورجہ میں ایک مولوی صاحب کو یہی الفاظ پہونچائے گئے تو سن کر ان پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی

اور ایک گھنٹہ تک اس کی شرح بیان کرتے رہے کہ بدون کامل قدرت کے اگر آج امیر المومنین ہو جائیں تو کل کو اسیر الکافرین ہو جائیں گے۔ ہم نے یہ واقعہ سنکر کہا کہ اس سے تو مجھ کو بھی اشتیاق ہو گیا۔ سننے کا وہ شرح کیا ہوگی جو ایک گھنٹہ تک بیان کی گئی۔ ہم نے تو محض ایک لطیفہ کے طریق پر شاعری کے انداز پر بیان کر دیا تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے ایک ایسے موقع پر یہ بھی تو فرمایا تھا کہ آج سردار ہیں اور کل سر دار ہوں گے۔ فرمایا کہ یہ بھی اسی کا ترجمہ ہے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۱۸۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت نبویہ لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ان میں استقلال تھا اور اس کی زندہ نظیر گاندھی موجود ہے استغفر اللہ نعوذ باللہ سیرت نبوی پر کتاب اور ایک مکذب توحید و رسالت سے تشبیہ کیا آفت ہے نہ معلوم کتنے مسلمانوں نے دیکھا ہوگا اور گمراہی میں پھنسے ہوں گے میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی تھی میں نے واپس کر کے لکھ دیا کہ میں ایسی کتاب کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا کہ جس میں روح سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح ہو۔ اس کا جواب آیا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں مجھ سے ایسی حرکت صادر ہوئی اب یہاں آتے جاتے ہیں۔ اپنے پہلے زمانہ کو جاہلیت سے تعبیر کیا۔ یہ سب جدید تعلیم یا صحبت کا اثر ہے اس پر کہتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو نئی روشنی کہتے ہیں جس میں ہزاروں ظلمتیں بھری ہیں۔

ملفوظ ۱۸۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ہر طبقہ میں ایک عجیب ہڑبونگ مچا ہوا ہے۔ رُدولی میں عین مسجد کے اندر سماع ہوتا ہے اس کی اصل یہ سنی ہے کہ حضرت شیخ عبد الحق کو ایک مرتبہ اتفاقاً عین حالت سماع میں وجد کا غلبہ ہو گیا اور وہ اس حالت میں اٹھ کر مسجد کے اندر چلے گئے اور ساتھ ساتھ قوال بھی چلے گئے مگر وہ تو مغلوب تھے اور یہ لوگ محض نقل کرتے ہیں۔ اب اسی ترتیب سے مجلس ہوتی ہے یعنی سماع شروع ہوتا ہے مسجد کے باہر اور درمیان میں اٹھ کر مسجد میں جاتے ہیں اور ڈھولک سارنگی مسجد میں بجتی ہے ان نقالوں سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا حضرت شیخ بھی ڈھولک سارنگی سے سماع سنتے تھے یہ خوب تحقیق ہو گیا ہے کہ حضرت اہل سماع نے

معازف، مزامیر کبھی نہیں سنے، اسی طرح ایک مسجد کے باہر سماع ہو رہا تھا ڈھولک سارنگی بج رہی تھی نماز کا وقت آگیا باجہ والے نماز کو مسجد میں گئے تو آلات کو بھی مسجد میں لے گئے، ایک صاحب نے اعتراض کیا میاں مسجد میں آلاتِ معصیت ان اہل سماع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے وہ جواب میں کیا کہتے ہیں کہ آپ کبھی تو آلات زنا لئے ہوئے مسجد میں آسکتے کیا بیہودہ جواب ہے۔ جس چیز کو انہوں نے آلہ معصیت کہا ہے وہ آلہ معصیت کہاں ہے۔ آلہ معصیت تو وہ چیز ہے جو وضع کیا جاوے معصیت کے واسطے اور یہ معصیت کے لئے وضع نہیں کیا گیا۔ یہ تو ایک حلال ضرورت کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یوں کوئی سوء استعمال سے معصیت کا ذریعہ بنالے تو اس سے وہ آلہ معصیت تھوڑا ہی ہو گیا۔ بخلاف آلات غنا کے کہ وہ تو موضوع ہی ہوئے ہیں معصیت کے لئے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اس میں تو ضرورت ہے اس کو جدا کیسے کر سکتا ہے۔ تیسرے اپنے معدن میں ہے معدن میں ہوا ایسا تو ثر ہے کہ جو چیز اپنے معدن میں ہے اس پر نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا۔ مثلاً پیشاب ہے پاخانہ ہے کس کے اندر نہیں مگر اس پر نجاست کا حکم نہیں اس لئے کہ وہ اپنے معدن میں ہے۔

ملفوظ ۱۸۵: ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں سب علوم سے زیادہ آسان تصوف کو سمجھتا ہوں اور سب سے زیادہ مشکل فقہ کو۔

ملفوظ ۱۸۶: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ دین کا بعض کام جو یہاں پر ہوا ہے وہ بڑی جگہوں میں بھی نہیں ہوا امام صاحب کے مذہب کی تائید میں حدیثیں جمع کی گئیں اس سلسلہ کا نام اعلاء السنن ہے ان احادیث پر نظر نہ ہونے سے غیر مقلدوں کو تو شبہ تھا ہی مگر بعض حنفیوں کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ امام صاحب کا مذہب قرآن و حدیث کے مطابق نہیں الحمدللہ کتاب مذکور کے تدوین سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ کوئی مسئلہ بھی امام صاحب کا قرآن و حدیث کے خلاف نہیں گو اس میں بہت وقت اور بہت کچھ روپیہ صرف ہوا مگر حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انہوں نے اپنے فضل و کرم سے اس کام کو انجام کو پہنچا دیا۔ الحمدللہ۔

ملفوظ ۱۸۷: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں اصل چیز تو یہ ہے کہ قلب کا حق تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو جاوے باقی اور سب چیزیں اس کے تابع ہیں اور یہ پیدا ہوتا ہے اس وقت جب شیخ کامل کی تعلیم پر سب چیزوں پر عمل کرے شیخ اسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کر دیتا ہے خواہ وہ ذکر تجویز ہوتی ہے متعلق رکھتے ہیں اور جیسا جس کے لئے تجویز کر دے اس کو چاہئے کہ وہ اسی میں بڑی مصلحت سمجھے اصل چیز تو وہی ہے کہ جس کو میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ قلب کا صحیح تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہو جاوے یہی اصل طریق ہے باقی سب کچھ اسی کے پیدا کرنے کی تدابیر ہیں۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۱۸۸: ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اگر ہندو مسلمان باہم حاکم محکوم نہ ہوں بلکہ باہم مساوات ہو تو اس وقت مل کر ہندوؤں کے ساتھ کام کر سکتے ہیں فرمایا کہ قواعد سے تو گنجائش معلوم ہوتی ہیں مگر اس وقت تجربہ کی بنا پر یہ دیکھا جائے گا کہ اس اشتراک میں نفع کس کا ہوگا۔ اور ضرر کس کا سو تجربہ یہی کہہ رہا ہے کہ اگر صرف ہندو مسلمان کے ہاتھ میں حکومت آجائے اور تیسری قوم کے بے دخل ہو جانے میں کامیابی بھی ہو جائے تب بھی وہ حکومت ہندوؤں کی ہوگی مسلمانوں کی نہ ہوگی ایک تو ترکیب کی خاصیت سے دوسرے ان کی اکثریت کی وجہ سے، تیسرے ان کی طبائع کی حالت پر نظر کر کے اور عقلی طور پر بھی مقصود حکومت عادلہ آمنہ ہے اور ہندو مسلمانوں کے اشتراک میں یہ احتمال ہی نہیں کہ عدل ہو امن ہو۔ جیسا کہ ہندوؤں کی کارگذاریوں سے اس وقت تک ظاہر ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے مٹانا چاہتے ہیں یہ ابھی اس دلی مذاق سے باز نہ آئیں گے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فساد اور خونریزی ہوگی اور جو مقصود ہے حکومت سے وہ حاصل نہ ہوگا اسی بنا پر میں نے تحریکات کے زمانہ میں ایک مولوی صاحب سے کہا تھا کہ اول تو کامیابی موہوم اور اگر ہو بھی گئی تو وہ ہندوؤں کی ہوگی اور اگر مسلمانوں کی بھی ہوئی تو تم جیسے مسلمانوں کی نہ ہوگی غور کرو کہ وہ کامیاب کس قسم کے مسلمان ہوں گے بد دین، ملحد، فرعون، ہامان پھر دیکھنا تمہاری کیا گت بنتی ہے۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۱۸۹: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کا ظاہری تقوی طہارت دیکھ کر دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے جب تک اس سے معاملہ نہ پڑا ہو بدون اس کے کیا خبر ہے کیا حالت ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں ایک مقدمہ پیش کیا گیا اس مقدمہ میں ایک شاہد کے متعلق حضرت عمر فاروق رضؓ

حاضرین سے سوال کیا کہ کوئی اس کو جانتا ہے ایک شخص نے عرض کیا میں جانتا ہوں نیک ہے۔ دریافت فرمایا کہ کبھی سفر میں تمہارا اس کا ساتھ ہوا ہے کہا نہیں فرمایا کبھی اس سے داد و ستد کا معاملہ ہوا ہے عرض کیا نہیں فرمایا کہ کبھی اس کے پڑوس میں رہے ہو کہا نہیں فرمایا کہ بس معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس کو مسجد سے نکلتے دیکھ لیا ہوگا عرض کیا جی ہاں فرمایا تو تم نہیں جانتے۔

ملفوظ ۱۹۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مجھے مال اکثر ظاہری تنگی ہوتے ہیں اس لئے کہ معصیت میں روپیہ صرف ہوتا ہے اور یہ ان سے ہو نہیں سکتا۔

ملفوظ ۱۹۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ لڑکی کا معاملہ بڑا نازک ہے بڑے بڑے عالی دماغ اور آزاد لوگ اس معاملہ میں مغلوب ہو جاتے ہیں محض اپنی لڑکی کے خیال کی وجہ سے بعض اوقات ذلت گوارا کرنی پڑتی ہے یہ ایسا نازک تعلق ہے کہ کچھ بنائے نہیں بنتا پہلے بزرگ جو غیر خاندان میں تعلق نہیں کرتے تھے اس کا منشا کبر نہ تھا بلکہ واقعات کی بنا پر ایسا کرتے تھے اس میں بڑی مصلحت تھی کہ غیروں کا حال زیادہ نہیں معلوم ہوتا اب تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل صحیح رائے تھی۔

ملفوظ ۱۹۲:- فرمایا کہ ایک مہتمم مدرسہ کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ خرچ مدرسہ کا بڑھا ہوا ہے اور آمدنی ہے نہیں سخت پریشانی ہے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اس کی ذمہ تو ہوئی نہیں کہ فلاں خاص پیمانہ پر ہو تو مدرسہ کہلائے گا ورنہ نہیں ارے بھائی کام کرو خرچ خود کم ہو جائے گا اور اگر بالکل بھی آمدنی نہ ہو مدرسہ بند کر دو کوئی فرض نہیں واجب نہیں اور ظاہر ہے کہ آمدنی کا ہونا تو اختیاری بات نہیں مگر خرچ کا کم کر دینا اختیاری بات ہے۔ ایک رئیس تھے میرٹھ میں انہوں نے بڑے کام کی بات کہی تھی کہ لوگ عموماً آمدنی کے بڑھانے کی فکر کرتے ہیں جو غیر اختیاری ہے خرچ کے گھٹانے کی فکر نہیں کرتے جو اختیاری ہے واقعی بڑے کام کی بات کہی۔ اکثر دنیاداروں کو تو ایسی حکمت کی باتیں سوجھتی بھی نہیں ہیں ان کو تو اپنے تنعم اور عیش ہی سے فرصت نہیں ملتی۔

ملفوظ ۱۹۳:- فرمایا کہ ایک بڑے تماشہ کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک گائے قربانی کے لئے خریدی تھی۔ اس میں آٹھ حصہ دار ہو گئے تھے جب ذبح کر چکے تب معلوم ہوا کہ آٹھ حصہ دار ہیں تو کیا اگر آپ ایک کو الگ کر دیں تو قربانی صحیح ہو جاوے گی یا نہیں۔ اس پر فرمایا کہ اس الگ کر دینے پر یاد آیا کہ ایک شخص نماز میں ایک ٹانگ الگ اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔ جب نماز ختم کر چکا کسی نے پوچھا کہ میاں یہ ٹانگ الگ کئے ہوئے نماز کیوں پڑھ رہے تھے۔ کہتا ہے کہ اس ٹانگ میں نجاست لگی ہوئی تھی اور نماز کا وقت تھا تنگ دھو سکا نہیں اس وجہ سے اس کو نماز سے الگ کر دیا قربانی کے بعد ان کا آٹھواں حصہ دار کو الگ کر دینا بھی ایسا ہی ہوگا لوگوں میں فہم و عقل کا تو بالکل نام و نشان نہیں رہا۔

۱۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۱۴۹: ایک نووارد صاحب نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی مگر حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی نہ اپنا پورا تعارف کرایا نہ ضروری سوالات کا جواب دیا اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس چیز کو انسان سمجھے گا نہیں اس کی طلب ہی کیا خاک کریگا سب سے پہلے طریق کی حقیقت کو سمجھ لینے کی ضرورت ہے تب آگے بڑھے میرے یہاں مرید ہونے میں اس واسطے دیر لگتی ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے مطلوب کی حقیقت سے باخبر ہو جائے حقیقت سمجھ لینے کے بعد پیر مریدی کا مضائقہ نہیں مگر لوگ اس کو تماشا سمجھتے ہیں اور بدون کسی چیز کے سمجھے ہوئے اور حقیقت معلوم کئے ہوئے اس میں قدم رکھنا نہایت غلطی ہے محض مرید ہونا کافی نہیں بلکہ اس کی تو ضرورت ہی نہیں اصل ضرورت تو کام کرنے کی ہے اور وہ بلا مرید ہوتے بھی ہو سکتا ہے اور اس میں وہی نفع ہوتا ہے جو مرید ہو جانے کے بعد کام کرنے سے ہوتا ہے معلوم نہیں لوگ بیعت پر اس قدر اصرار کیوں کرتے ہیں یہ تو محض رسم ہی رسم ہے اصل چیز کام کرنا ہے اور اگر محض برکت سمجھتے ہیں تو قرآن پاک کی تلاوت میں نفلیں پڑھنے میں اس سے زیادہ برکت ہے اس کو اختیار کریں یہاں پر تو کام کرنے والوں کی کھپت ہے ویسے ہی جمع کر کے فوج تھوڑا ہی بھرتی کرنا ہے یا محض نام کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے کہ ہمارے اس قدر مرید ہیں۔ اور اگر کسی کو محض یہ ہی مقصود ہے تو ایسے پیر بھی بکثرت ہیں ان کے یہاں رجسٹر بنے ہوئے ہیں مریدوں کے نام مع نشان درج کئے جاتے ہیں۔ بادو باں پر کسی قسم کی روک ٹوک بھی نہیں خواہ مرید کیسے ہی افعال ہوں صرف اس کی ضرورت ہے کہ ششماہی یا سالانہ فیس ادا کردو اور جب تک پیر کے پاس رہو دونوں وقت لنگر میں کھانا کھاؤ اور یہ لنگر بازی بھی ایسی ہی جگہ ہوتی ہے جہاں اس قسم کی رسمی آمدنی ہو ہم بیچارے غریب آدمی ہمارے یہاں ایسی رسمی آمدنی کہاں ہم کو تو اگر کوئی دیتا بھی ہے تو اس میں سو فی نکالی جاتی ہیں۔ کوئی ہفتہ اس سے خالی جاتا ہوگا کہ ایک دو منی آرڈر واپس نہ ہوتا ہو۔ میں اپنے آپ کو مستغنی نہیں کہتا مگر ہاں اتنا ضرور ہے کہ بے طریقہ اور بے اصول اگر کوئی دیتا ہے لیتے ہوئے غیرت آتی ہے کہ اگر کسی کو دینا ہو طریقہ سے دے لینے سے انکار نہیں یہ ہیں وہ باتیں جن کی وجہ سے میں سخت مشہور ہوں اور بدنام ہوں خیر بدنام کیا کریں میری جوتی سے کیا میں نہیں سمجھتا کہ اس طرز عمل میں میری

آمدنی کا نقصان ہے میں کوئی دیوانہ تھوڑا ہی ہوں کہ میں اپنا نقصان چاہوں مگر لعنت ہے اس نفع پر کہ طالب توجہ میں مبتلا رہے اور میں رقمیں اینٹھا کروں میرے اس طرز سے میرے دو نقصان ہیں ایک مال کا اور ایک جاہ کا مال کا تو یہ نقصان کہ وہ لوگ پھر نہ دیں گے۔ اور جاہ کا یہ نقصان کہ لوگ غیر معتقد ہو جائیں گے مگر بلا سے غیر معتقد ہو جائیں میں اپنے طرز کو نہیں بدل سکتا اور متعارف اخلاق مجھ سے نہیں اختیار کئے جاتے اگر یہ طرز کسی کو ناپسند ہے یہاں نہ آئے اور اگر آتا ہے تو جس طرح ہم کہیں گے چلنا پڑے گا اتباع کرنا پڑے گا لوگ چاہتے ہیں کہ مرید کر کے یوں ہی آزاد چھوڑ دو جیسے ہندو سانڈ چھوڑ دیتے ہیں میں بداخلاق ہوں مگر دوسروں کے اخلاق کو درست کر دیتا ہوں پھر اس کی رفتار سے گفتار سے نشست برخاست سے ہاتھ پاؤں سے زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ ایک پکے اور سچے مسلمان کی جو شان ہوتی ہے الحمدللہ وہ اس کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر آج کل لوگوں نے بزرگی کا انحصار صرف تسبیح میں نفلوں میں ٹخنوں سے اونچے پاجامہ میں گھٹنوں سے نیچے کرتہ میں کر رکھا ہے خواہ باطن کتنا ہی گندہ ہو جس کو ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ — معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

اور دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل — واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید — وز درونت ننگ می دارد یزید

حضرت اصلاح تو اصلاح ہی کے طریقہ سے ہوتی ہے اب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو حساب ہم عمر سے رکھا کرتے ہیں اس میں فرق نہ آئے اس کا تو صاف مطلب یہ ہوا کہ دوسرا ہمارے تابع رہے ہم کو کسی کا اتباع نہ کرنا پڑے اور پھر گھر سے تشریف لانے کی تکلیف ہی کیوں گوارا فرمائی گھر پر رہتے آزاد رہتے کوئی بلانے تو نہ گیا تھا کیا مرید ہونا کوئی بڑا چھوٹا ہے نام ہو جائے گا کہ ہم بھی مرید ہو گئے اس سلسلہ میں بکثرت لوگ آتے بھی ہیں خطوط بھی آتے ہیں مگر سب کے سب اسی جہل عظیم میں مبتلا ہیں کہ مرید کر لو اور عجیب بات یہ ہے کہ اگر میں مقصود کا طریقہ بتلاتا ہوں تو اس میں بھی باتیں

ع ہاتھ میں تسبیح زبان سے توبہ توبہ اور دل گناہ کے لطف سے بھرا ہوا ہو، تو گناہ کو بھی ہماری استغفار پر ہنسی آتی ہے

ع ظاہری حالت تو ایسی جیسے کافر کی گور پر پر تکلف غلاف ہوں، اور باطنی حالات ایسے جو خدائے عزوجل کے قہر کے موجب ہیں۔ ظاہری حالت تو ایسی کہ حضرت بایزید بسطامی پر بھی طعنہ کرتے ہو کہ وہ بھی ایسے نہ تھے جیسے ہم ہیں اور تمہارے باطنی حالات ایسے ہیں کہ یزید بھی شرما جاوے کہ اتنا شقی تو میں بھی نہیں۔ ۱۲

بنا کر ایچ پیچ لگا کر پھر نتیجہ میں وہی بیعت ارے بیعت کوئی فرض ہے واجب ہے جو اس قدر اصرار ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اب یہ قید لگائی ہے کہ اگر یہاں آؤ تو مکاتبت مخاطبت بھی نہ کرو بلکہ خاموش بیٹھے بیٹھے سنا کرو تا کہ طریق کی حقیقت تو تم کو معلوم ہو جائے مگر بعضے ایسے ذہین ہیں کہ خاموش رہنے کی شرط پر آتے ہیں مگر پھر گڑ بڑ کرتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یا تو لوگوں میں فہم کا قحط ہے یا مجھ کو عقل کا ہیضہ مگر ہر حال میں قحط زدہ اور ہیضہ زدہ میں مناسبت نہیں ہو سکتی لہٰذا ایسوں سے کہہ دیتا ہوں کہ کہیں اور جا کر تعلق پیدا کرو مجھ سے تم کو مناسبت نہیں اور یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بلا مناسبت نفع نہیں ہو سکتا ایسی کھلی حقیقت پر بھی اگر کوئی برا بھلا کہے تو کہا کرے مجھے کسی کی غلامی نہیں ہوتی اگر کسی کو مجھ سے تعلق رکھنا ہے تو اس کو اس کا مصداق بننا چاہیئے ؎

یا مکن با پیلباناں دوستی	یا بنا کن خانہ بر انداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی	یا فرد شو جامۂ تقویٰ بہ نیل

ملفوظ ۱۹۵: ایک صاحب نے پرچہ کے ذریعہ سے حضرت والا سے درخواست کی کہ میرا جی چاہتا ہے پانچ سو روپیہ پیش کرنے کو۔ ان صاحب نے بھی بذریعہ خط حاضری کی اجازت چاہی تھی اور اس ہی شرط پر اجازت ملی تھی کہ یہاں پر آ کر مجلس میں خاموش بیٹھے رہو۔ مکاتبت مخاطبت نہ کرو اور انکی تعلیم حضرت والا کے ایک اجازت یافتہ صاحب کے سپرد تھی اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہ تھی۔ تو کیا یہ پرچہ لکھنا مکاتبت مخاطبت میں داخل نہیں ہے اور کیا یہ صریح امر کی مخالفت نہیں ہے عرض کیا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اصلاح کے متعلق مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں۔ فرمایا کہ یہ تم نے کیسے سمجھ لیا اور یہ اجتہاد کیسے کر لیا نیز اصلاح تو دین ہے اور روپیہ دینا دنیا ہے تو جب دین ہی کے لئے اجازت نہ تھی مکاتبت مخاطبت کی تو دنیا کے لئے تو کیسے ہو سکتی ہے کیا مجھ کو آپ نے بے حس بے غیرت بے حیا بے شرم سمجھا ہے۔ دوسری تکلیف مجھ کو یہ ہوئی کہ میں نے تو آپ کو مکاتبت مخاطبت کی بھی اجازت نہ دی اور آپ مجھ کو روپیہ دیں تو کیا مجھ کو غیرت نہ آئے گی کہ ایک شخص میرے ساتھ تو ایسا برتاؤ کر رہا ہے اور میں اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہا ہوں۔ تیسرے محسن کا خواہ مخواہ قلب پر اثر ہوتا ہے تو میں آزادی سے تمہاری اصلاح نہیں کر سکتا اس وقت تم نے مجھ کو سخت تکلیف پہونچائی بہت دل دکھایا یہ تمہارے نفس کا کید ہے تم یہ سمجھے کہ روپیہ لے کر نرم ہو جائے گا مراعات کرنے لگا۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ محسن کے

؎ یا تو فیلبانوں سے دوستی مت کرو یا پھر ایسا گھر بناؤ جس میں ہاتھی آ سکے۔ اور یا تو چہرہ پر عاشقی کی علامت مت ظاہر کرو اور اگر کرتے ہو تو جامۂ تقویٰ کو دریائے نیل میں دھولو کہ عاشقی کے ساتھ تقویٰ کہاں رہ سکتا ہے ۱۲

ہاتھ دل چاہتا ہے کہ ہماری طرف سے بھی کوئی ایسی بات ہو کہ جس سے اس کا دل خوش ہو غرض تم نے کس طرح کی تکلیف دی ایسی حالت میں تمہارا روپیہ لیتا کیا بے غیرتی اور بے حیائی نہیں ہے۔

ملفوظ ۱۹۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کا اصلی کام نہ زراعت ہے نہ تجارت ہے ان کا کام تو شمشیر رانی اور شمشیر زنی ہے اور تجارت وغیرہ کے کام تو ہندوؤں کے ہیں۔ ایک صاحب نے بیان کیا کہ مسلمان ڈنڈی نہیں اٹھا سکتے ان کا کام حکومت تھا اگر کہیں مقاتلہ کا مقابلہ ہو یا پولیس یا فوج میں بھرتی کی ضرورت ہو یہ کام ان کا ہے اور ڈنڈی اٹھانے کا کام ہندوؤں کا فرمایا کہ اس کا ایک راز ہے وہ یہ کہ فطری مناسبت اسی چیز سے ہوتی ہے جو آباؤ اجداد کا پیشہ ہو چنانچہ مسلمانوں میں بھی بعض ایسی تو مسلم قومیں ہیں جن کا آبائی پیشہ تجارت ہے ان کو اصول تجارت خوب یاد ہیں اور قریب قریب تمام قوم متمول ہے۔

ملفوظ ۱۹۳: ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو مہتمم مدرسہ دیوبند نے ایک غلطی پر مدرسہ سے خارج کر دیا حضرت والا ایک سفارشی خط تحریر فرما دیں کہ وہ مجھ کو مدرسہ میں داخل فرمالیں فرمایا کہ مجھ کو واقعہ کا علم نہیں ہے کہ وہ غلطی کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تم کو مدرسہ سے نکالا گیا دوسرے یہ بتاؤ کہ مدرسہ کے قواعد کے ماتحت تم کو نکالا گیا یا نہیں عرض کیا کہ نکالا تو قواعد ہی کے ماتحت فرمایا کہ تو اب سفارش کا مطلب یہ ہوگا کہ قواعد کوئی چیز نہیں جس کو جی چاہا خارج کر دیا جس کو جی چاہا داخل کر لیا اور بڑی بات تو یہ ہے کہ واقعہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں کہ وہ غلطی ثقیل ہے یا ثقیل نہیں آیا وہ کسی کے لئے مضر ہے یا مضر نہیں نیز آئندہ احتمال اس غلطی کے ہونے کا ہے یا نہیں اس کو تو مہتمم مدرسہ ہی سمجھ سکتے ہیں تم ایک عرصہ مدرسہ میں رہ چکے ہو وہ تمہاری حالت سے بخوبی واقف ہیں سفارش کس بنا اور کس حیثیت پر کروں دوسرے یہ کہ میں سفارش کے باب میں بہت محتاط ہوں اگر کوئی کام واجب ہو تب تو سفارش مطلقاً جائز ہے باقی مباح میں بھی آجکل میں سفارش کو جائز نہیں سمجھتا آج کل کا رنگ دیکھ کر میں مباح میں سفارش کرنے کو جبر سمجھتا ہوں۔ مخاطب پر ایک قسم کا بار ڈالنا ہے جو شرعاً بھی جائز نہیں البتہ اگر ایسی سفارش ہو کہ یہ یقین ہو کہ مخاطب بالکل آزاد رہیگا۔ چاہے عمل کرے یا نہ کرے یہ سفارش بیشک جائز ہے اور یہ سفارش حقیقت میں مشورہ کی ایک فرع ہے باقی جس سفارش میں یہ احتمال بھی ہو کہ مخاطب خلاف نہ کر سکے گا ایسی سفارش کرنا گویا کہ تنگ کرنا ہے اس کو میں شرعاً جائز نہیں سمجھتا پھر اس طالب علم کی طرف حضرت والا نے متوجہ ہو کر نہایت شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ میں ایک بات بتلاتا ہوں محض تمہاری ہمدردی اور خیر خواہی کی بنا پر وہ یہ کہ سفارش کا تو اکثر اثر بھی اچھا نہیں ہوتا سب سے بہتر یہ ہے کہ تم خود جا کر ہاتھ پاؤں جوڑ کر معافی چاہو اس سے اکثر اوقات اچھا اثر ہوتا ہے دل پگھل جاتا ہے اور سفارش پر اگر داخل ہو بھی گئے اور پھر کوئی نہ کوئی بات

ہو گی تو سفارش کرنے والے پر بھی الزام کہ صاحب ایسے شخص کی سفارش کی پھر کہاں سے سفارش لاؤ گے اور یہ ایسی چیز ہے کہ ہر وقت اپنے پاس ہے فوراً معافی چاہ لی جاوے یہی کرو انشاء اللہ تعالیٰ اچھا ہو گا اور میں دعا بھی کرتا ہوں۔

۱۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۱۹۸:- ایک صاحب نے اپنے لڑکے سے کہا جس کی عمر تقریباً سات یا آٹھ سال تھی کہ حضرت کو سلام کرو فرمایا کہ ان کا یہ ہی سلام ہے جس میں یہ خوش رہیں فرمایا کہ سلام ہو گیا۔ آیا حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ ہم تمہارے لڑکوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت میں نازک مزاج اور لڑکے ہوتے ہیں شوخ اور شریر ایسا نہ ہو کہ بدھنگا پن کریں اور حضرت کے مزاج کے خلاف ہو اس سے حضرت کو تکلیف پہونچے کوئی بہانہ کر کے ٹال دیا حضرت نے پھر دریافت فرمایا کہ میاں تم اپنے لڑکوں کو نہیں لائے انہوں نے پھر ٹال دیا حضرت نے پھر دریافت فرمایا اب یہ سمجھے کہ بدون لڑکوں کو لائے پیچھا نہ چھوٹے گا آخر دیئے اور لانے سے پہلے ان کو تعلیم دی کہ دیکھو نیچی نظر کئے بیٹھے رہنا جو بات حضرت پوچھیں مختصر جواب دینا کوئی حرکت خلاف متانت نہ کرنا اب آئے تو حضرت نے ان سے خوش مزاجی کی باتیں شروع کیں اب وہ لڑکے ہیں کہ سر نیچا کئے بیٹھے ہیں کچھ حرکت نہیں کرتے حضرت نے بیحد کوشش کی کہ یہ کھلیں مگر ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں تم اپنے لڑکوں کو نہیں لائے عرض کیا کہ حضرت یہ حاضر تو ہیں فرمایا یہ لڑکے ہیں یہ تو تمہارے بھی باوا ہیں لڑکے تو ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی ہمارا عمامہ اتار لیجاتا کوئی گود میں چڑھ بیٹھتا کوئی کندھے پر سوار ہو جاتا۔ واقعی یہ حضرات بڑے حکیم اور عادل ہوتے ہیں اس قدر تو نازک مزاج مگر بچوں سے وہی چاہتے تھے جو ان کا زیور ہے شوخی شرارت کیونکہ ان کی تو یہ ہی باتیں محبوب معلوم ہوتی ہیں۔

ملفوظ ۱۹۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر مرید کو شیخ سے سچی محبت ہو تو کبھی کسی سے سامنے پیر کی غلطی کی تاویلیں نہیں کر سکتا محبت کا یہی اقتضاء ہے کہ وہ محبوب سے کبھی اپنے پیچ نہیں رکھتا اینچ پینچ کرنا خود علامت ہے عدم محبت کی، غزوۂ تبوک میں بعض صحابہ شریک نہ ہوئے تھے جب وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لاتے تو منافقین نے تو تاویلیں کیں کسی نے کہا کہ بچہ کی بیمار تھی

کسی نے کہا کہ کھیتی پک رہی تھی مگر کعب بن مالک جس وقت حضور کے سامنے آئے کچھ بھی تاویل نہیں کی اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی اور بادشاہ کے سامنے ہوتا تو ایسی بات بناتا کہ مجھ پر جرم ثابت نہ ہوتا مگر سچی بات یہ ہے کہ کوئی عذر نہ تھا محض سستی تھی حضور نے فرمایا کہ انہوں نے سچ بولا ہے حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس سے نہ بولے اور دو صحابی اور بھی تھے ان کا بھی یہی معاملہ ہوا ایک صاحب نے حضرت والا سے عرض کیا کہ جب حضرت کعب بن مالک نے سچ بول دیا تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان سے بولنے کو کیوں منع فرما دیا۔ فرمایا کہ حضور اپنی طرف سے تھوڑا ہی کچھ کر رہے تھے۔ جو وحی سے حکم ہوتا تھا فرما دیتے تھے نیز پورے طور پر پاک کس طرح ہوتے۔ لیعنی زخم تو آپریشن ہی سے صاف ہوتا ہے عرض پچاس دن تک اسی حالت میں رہے ایک مسلمان بھی ان سے نہیں بولا بڑا طویل قصہ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس زمانہ میں بڑی فکر یہ رہی کہ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مر گیا اس حالت میں تو حضور میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے اور اگر حضور کی میرے سامنے وفات ہو گئی تو پھر مجھ سے عمر بھر کوئی مسلمان نہ بولے گا میں ساری عمر یوں ہی رہا یہ یقین کے درجہ اتنا جانتے تھے کہ صحابہ اس قدر جاں نثار ہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی حضور کے حکم کے خلاف نہ کریں گے۔ اور آج کل یہ رنگ ہے کہ لوگ اپنے مشائخ کے ساتھ تاویلیں تک اور جھوٹ بولتے ہیں۔ میرے سامنے اپنی غلطی کی کوئی تاویل کرتا ہے میں تو کہہ دیتا ہوں کہ جب تم میں یہ امراض نہیں تو پھر آئے کیوں دراصل سبب ان تاویلات کا یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس کے سامنے بات کھل گئی یا امراض ظاہر ہو گئے تو اس کی نظر میں ہماری حقارت اور ذلت ہو گی استغفراللہ کیا ایسا شخص کسی کو ذلیل سمجھے گا جو خود ہی اپنے کو سب سے بدتر اور ذلیل سمجھتا ہے اور سب کو معزز سمجھتا ہو فضول اس کے سامنے معزز بننا چاہتے ہیں۔

ملفوظ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والے بعض اس کا بڑا خیال رکھتے ہیں کہ ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ان کو کوئی پہچانتے نہیں۔ حیدرآباد کے ایک بزرگ تھے اجمیر میں تنہائی کی حالت میں ریاضات مجاہدات میں لگے رہے اور بارہ برس تک پاخانہ گیا کسی کو بھی پتہ نہیں چلا عشق بھی عجیب چیز ہے کیا کچھ نہیں کرا دیتا ۔

ایں چنیں شیخے گدائے کو بکو عشق آمد لاابالی فاتقوا

اس عشق اور نسبت پر ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک قاری صاحب تھے ریاست رامپور میں انہوں

---

۱ ایسا شیخ کامل اور عشق کی بدولت گلی گلی میں فقیر بنا پھرتا ہے عشق میں جو شان استغناء ہے لہٰذا اس کو کسی کی پرواہ نہیں ذرا ہوشیار رہنا۔

انہوں نے حج کا ارادہ کیا خرچ پاس نہ تھا سفر شروع کیا دن کو روزہ رکھتے پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھیر جاتے کچھ چنے ساتھ سے لئے تھے دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی چنوں سے افطار فرما لیتے غرض اسی طرح بمبئی پہنچ گئے کوئی جہاز تیار ہوا کپتان جہاز سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں۔ اور خرچ ہمارے پاس ہے نہیں ہم کو کوئی نوکری جہاز میں دیدو اس نے نورانی صورت دیکھ کر سمجھا کہ ان کو ایسی نوکری بتاؤں جس کو یہ قبول ہی نہ کر سکیں کہا کہ بھنگی کی جگہ خالی ہے انہوں نے کہا مجھے منظور ہے اس نے دیکھا کہ یہ تو اس پر آمادہ ہیں تو اور بات گھڑی کہ محض بھنگی ہی کا کام نہیں اس کے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے انہوں نے کہا کہ وہ بھی منظور ہے اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جس میں اڑھائی تین من وزن تھا کہا کہ اس کو اٹھاؤ انہوں نے اس بورے کے پاس پہونچکر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہاں تک تو میرا کام تھا اب آگے آپ کا کام ہے۔ مجھ میں قوت دیجئے بس بسم اللہ کہکر بورے کو سر سے اونچا اٹھا لیا تب تو کپتان جہاز مجبور ہوا انہوں نے بھنگی کا کام شروع کر دیا۔ شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑھتے ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اس میں جہر کے ساتھ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان جہاز اس طرف آنکلا قرآن شریف بہت عمدہ پڑھتے تھے انگریز کو سنکر بہت اچھا معلوم ہوا قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے کہا کہ قرآن پوچھا کہ قرآن کس کو کہتے ہیں کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے اس نے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو انہوں نے کہا کہ ہر شخص نہیں سیکھ سکتا اس کے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے اس پر کہا کہ ہم غسل کریں گے انہوں نے کہا ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا باطنی غسل کی ضرورت ہے کہنے لگا باطنی غسل کیسے ہوتا ہے فرمایا " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " پڑھنے سے ہوتا ہے یہ سن کر کہنے لگا ہم کو سکھلا دو انہوں نے سکھلا دیا وہ اس کو یاد کرتا پھرتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے اس کی میم سے کہدیا میم نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے کہا نہیں۔ پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا آج کیا مدت ہوئی وہ تو وہ کچھ گھبرایا اس کے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہی ہوتے ہیں اور میم سے کہدیا کہ اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ اس نے انکار کیا آخر جدہ پہونچکر اپنے نائب کو چارج دے کر خود قاری صاحب کے ساتھ ہو لیا اور خادموں میں داخل ہو کر حج کو چلا گیا۔ تو حضرت یہ عشق وہ چیز ہے کہ اس میں آدمی آبرو مال جان سب کچھ دے بیٹھتا ہے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا ہم میں اسی کی کمی ہے ورنہ جس کے اندر یہ حالت پیدا ہو جاتے اس پر خدا کا بڑا فضل ہے۔

ملفوظ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل جہاں جہاں اس جدید تعلیم کا اثر ہو گیا ہے وہاں عورتوں کی حالت بھی بدلنے لگی ہے مگر بحمد للہ دیہات قصبات میں ابھی

تک اکثر حیا شرم والی ہیں بلکہ باہر پھیرنے والی بھی اکثر عفیف ہوتی ہیں واقعی اس نواح کی عورتیں حوریں ہیں جن کی شان میں آیا ہے "فیهن قٰصرٰت الطرف" کہ وہ ایسی ہوں گی کہ شوہروں کے سوا کسی مرد کی طرف نگاہ نہ اٹھائی ہوگی یہاں کی عورتیں بھی ایسی عفیف ہیں ان میں کافی حیا اور شرم ہے۔

ملفوظ:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عقیقہ میں جو لڑکے اور لڑکی کے لئے جانور کی عدد کی قید ہے تو کیا یہ بھی قید ہے کہ لڑکی کے لئے مؤنث ہو اور لڑکے کے لئے مذکر ہو فرمایا کہ یہ قید نہیں اور عدد کی قید بھی مستحب ہے واجب نہیں۔

ملفوظ:- ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ میں تو مولویوں پر اعتراض کرنے والوں میں بھی ایک خوبی ثابت کیا کرتا ہوں اور کہا کرتا ہوں کہ مولویوں کو یہ لوگ مقدس سمجھتے ہیں جب ہی تو تقدس کے خلاف پر واویلا مچاتے ہیں اور مولویوں کا بھی اس میں نفع ہے اس لئے اعتراض ہونا ہی اچھا ہے اسی اعتراض کی وجہ سے مولوی لوگ بچیں گے گو معترضین کی نیت یہ نہیں بلکہ اس کے نزدیک تو خود آج کل مولوی ہونا جرم ہے ان کو مولویوں سے عناد ہے ان سے عداوت کرتے ہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیوب چھپاتے ہیں۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کے خادم واقعی خادم ہوتے ہیں اور امراء کے خادم خادم نہیں ہوتے محض اجیر اور خود غرض ہوتے ہیں بزرگوں کے خادم خواہ بیوقوفی سے کچھ گڑبڑ کر دیں مگر نیت فاسد نہیں ہوتی جو خدمت کرتے ہیں محبت سے کرتے ہیں۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے اور ایک وہ جو کتب بینی سے مکتسب ہوتی ہے اس دوسری قسم میں اس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہیں ہوتی کوئی خاص رنگ پیدا نہیں ہوتا یہ لوگ ہر بات میں غلو کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز جج تھا وہ انگریزی قانون اور اسلامی قانون کا موازنہ کیا کرتا تھا اس کے یہاں ایک مقدمہ آیا ایک شخص نے بیوی کو قتل کیا تھا اور اس کے ایک سات سال کی بچی تھی ورثاء مقتول کا قصاص لینا نہیں چاہتے تھے اور قانون سے یہ معافی جائز نہ تھی سزائے موت ضروری تھی اس پر اس جج نے کہا کہ یہاں اسلامی قانون کی ضرورت ہے یعنی معافی جائز ہونا چاہیئے ورنہ ماں تو پہلی گئی اور باپ پہل گیا تو اب اس کی پرورش کون کریگا مگر چونکہ قانون حکومت اس کے خلاف تھا اس نے روئداد بدل دی اور اس کو رہا کر دیا اسی موازنہ کے مناسب ایک اور انگریز کا قول یاد آیا اس کے پاس ایک صاحب سررشتہ دار تھے ان سے اس انگریز نے کہا تھا کہ تمہاری جماعت میں بڑے بڑے اور متعدد بیدار مغز کام کر رہے ہیں اور تقریباً ڈیڑھ سو

برس حکومت کرتے ہو گئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیرہ برس میں انتظام کی جس حد تک پہونچے ہماری جماعت نہیں پہونچی انہوں نے کہا کہ اب تو آپ قائل ہوں گے کہ ان کے ساتھ تائید غیبی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو آپ کا عقیدہ ہے مگر ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عاقل اعلیٰ درجہ کے تھے۔ انہوں نے کہا ہمارے یہاں عقل کے ایسے ہی درجہ کا نام تائید حق ہے اسی عقل کے متعلق سفیر اسلامی نے ہرقل کے دربار میں جب اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت کے متعلق پوچھا دو چھوٹے چھوٹے جملے حضرت عمرؓ کی تعریف میں کہے تھے "لایخدع ولا یخدع" اس سے ہرقل جو کچھ سمجھا وہ بھی قابل تعریف ہے چنانچہ اس نے اہل دربار سے کہا تم کچھ سمجھے "لایخدع" خلیفہ کے دین کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور "لایخدع" ان کے فراست اور عقل کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور جس شخص میں دین اور عقل جمع ہوں گے وہ سارے عالم پر غالب آکر رہے گا۔

ملفوظ ۱۲: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جو بیان میں نہیں آسکتی۔ محض وجدانی اور ذوقی ہوتی ہیں اور اس طریق میں زیادہ چیزیں ایسی ہی ہیں جن کے بیان پر قدرت نہیں یہی شان ان حضرات کے کمالات کی ہے کہ نہ ان کی تعبیر ہو سکتی نہ نقل اسی کو فرماتے ہیں

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند — نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجا ست — نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اور فرماتے ہیں ؎

شاہد آن نیست کہ موئے و میانے دارد — بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

اور فرماتے ہیں ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید — لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

اور وہ ایک کیفیت ہے وہ مقال میں کس طرح آوے گی وہ تو حال ہے۔

ملفوظ ۱۳: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کا تو کمال ہے ہی مگر اصل کمال تو حضورؐ کا ہے کہ آپ کی تھوڑی سی صحبت سے صحابہ کیا سے کیا ہو گئے اور ان کمالات کے ہوتے ہوئے آپ کی شان

ہر وہ شخص جو چہرہ کو روشن کر لے یا وہ ادائے معشوقانہ بھی جانتا ہو، نہ یہ کہ جس کے پاس آئینہ ہو وہ سکندری کا ہو یہاں (راہ سلوک میں) ہزاروں نکتے بال سے باریک ہیں۔ صرف سر منڈانے اور درویشوں کا ظاہری لباس پہن لینے سے قلندری کا علم نہیں ہوتا ؎ حسن کے لئے زلفیں دراز ہونا اور کمر کا پتلی ہونا کافی نہیں، اس محبوب کے طلب گار بنو جس میں ادائیں ہو۔ ؎ مصور اس محبوب کی صورت کی تصویر تو کھینچ دے گا مگر میں حیران ہوں کہ اس کے ناز و انداز کی تصویر کس طرح کھینچے گا۔

اہمیت ایسی ہے جیسے کسی ایسے حسین کی شان کہ اس کے بدن پر نہ تکلف کے کپڑے نہ بناؤ سنگار مگر دلربائی کی یہ کیفیت ہو ؂

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند ۔۔۔ دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد۔

ملفوظ ۲۰۳: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ فطری چیزوں میں دخل دینا حماقت اور کم عقلی ہے امریکہ میں عورتوں نے سر منڈانا شروع کیا تو ان کے داڑھی نکلنی شروع ہوگئی تب ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم سے غلطی ہوئی ناحق عورتوں کے سر پر بال رہنے میں یہ حکمت ہے کہ اس طرف کے بخارات اس طرف کو نکلتے رہیں دفعۃً عمر کے بعد یہ حکمت سمجھ میں آئی ویسے کون ماننے والا ہے۔

ملفوظ ۲۰۴: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل متانت اکثر کبر سے ناشی ہوتی ہے اسی معنی کے اعتبار سے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شوخ آدمی کی روح زندہ ہوتی ہے اور نفس مردہ اور متین آدمی کا نفس زندہ ہوتا ہے اور روح مردہ ہنسنا بولنا بے تکلف رہنا یہ روح کے زندہ ہونے کی دلیل ہے مگر اس میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ زیادہ باتیں یا زیادہ مزاح مت کرو اس سے وقار جاتا رہتا ہے یعنی اس کا ضروری درجہ جو کہ مصالح کے لئے مطلوب ہے اور وہ خدا داد ہوتا ہے اس لئے اس کی حفاظت ضروری ہے لیکن اس کی حفاظت کسی خاص اہتمام و تکلف پر موقوف نہیں اور زیادہ باتیں کرنے سے مراد فضول گوئی ہے اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے قلب سے نورانیت جاتی رہتی ہے۔ دیکھ جاوے کس کو ترجیح دیتا ہے اصل اور قوی تعلق جس سے سمجھا جاوے گا ایسا تعلق دوسرے نہیں ہو سکتا۔

ملفوظ ۲۰۵: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے پاس سے تازہ آیا ہوا تھا۔ طبیعت میں شورش بہت تھی جی چاہتا تھا کہ جو کچھ ہونا ہو ایکدم ہو جاتے ایک بار اسی غلبہ میں چند مقدمات ذہن میں جمع ہو کر ایک سوال پیدا ہوا ایک مقدمہ یہ تھا کہ کامل درجہ کی نہ سہی مگر پھر بھی اپنی استعداد کے موافق طالب میں طلب بھی ہے دوسرا یہ کہ اس طلب کا ان کو علم بھی ہے تیسرے یہ کہ وہ قادر بھی ہیں چوتھا یہ کہ وہ رحیم بھی ہیں مگر باوجود ان دواعی کے اجتماع کے پھر وصول الی المقصود میں دیر کیوں ہوتی ہے جب اشکال زیادہ بڑھا میں نے مثنوی کھولی تو اس میں یہ اشعار نکلے ؂

چارہ می جوید پے من درد تو (اس میں طلب کا ذکر ہے) ۔۔۔ می شنودم دوش آہ سرد تو (اس میں علم کا ثبوت ہے)

می توانم ہم کہ بے انتظار ۔۔۔ رہ نمایم وا رہم زیں رہ گزار (اس میں قدرت کا ذکر ہے)

تا ازیں طوفان دوران وارہی ۔۔۔ بر سر گنج وصالم پا نہی۔ (اس میں لطف و رحمت کا بیان ہے)

؎ محبوبان مجازی سب بناؤ سنگار کے محتاج ہیں، ہمارے محبوب کا حسن حسن خداداد ہے ؎ میری طلب میں تیرا درد (باقی ملا)

ان سب مقدمات کے بعد یہ شعر ہے ؎

لیک شیرینی و لذات مقر | ہست بر اندازۂ رنج سفر
آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری | کز غریبی رنج و محنت ہا بری

اس شعر میں ایک پانچویں چیز نکلی جو میرے ذہن میں نہ تھی اور وہ حکمت ہے جس میں جواب ہو گیا اشکال کا. یعنی آن روائی کے ہوتے ہوئے دیر کی وجہ حکمت ہے۔

ملفوظ ۲۱۲: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت زیادہ سبب ہوتی ہے رعب کا، کہ کہیں یہ ناراض نہ ہو جائے اگر محبت نہ ہو اور خوف محض ہو تو وہ رعب نہیں ہوتا بلکہ وحشت ہوتی ہے رعب محبوب ہی کا زیادہ ہوتا ہے

ملفوظ ۲۱۳: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے سلسلہ کی مقبولیت اور نافعیت الحمد للہ کھلی ہوئی ہے حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جاری روشنی ہمارے بعد دیکھنا اب وہ روشنی کھلی آنکھوں نظر آرہی ہے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تو بعض کرامتیں بھی عجیب و غریب سنی ہیں فرمایا کہ جی ہاں ایک مرتبہ کسی کے کھیت میں آگ لگ گئی کھیت والے نے آکر شکایت کی آپ نے سر سے ٹوپی اتار کر دیدی کہ جلدی سے جا کر آگ میں ڈالدو وہ لے جا کر ڈال دی گئی آگ فوراً بجھ گئی۔ ایک مرتبہ بیوی صاحبہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں ولی ہیں بزرگ ہیں ہاں ہوں گے مگر ہماری تکلیف میں تو کام نہ آئے ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی نابینا ہو گئی تھیں حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سنکر چل دیئے کوئی جواب نہیں دیا یہ قضاء حاجت کے لئے چلیں کسی دیوار میں بڑے زور سے ٹکر لگی بیہوش ہو کر گر گئیں اور اس قدر پسینہ آیا کہ کپڑے تک تر ہو گئے اور آنکھوں سے بھی پسینہ نکلا ہوش آیا تو ایک لڑکی سے کہا کہ مجھ کو تو دیوار پر کی بیٹھی چڑیا نظر آرہی ہے نظر عود کر آئی آنکھوں سے جو پسینہ نکلا وہ رطوبت کا مادہ تھا اس کے نکلنے سے آنکھ صاف ہو گئی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۰) راستہ تلاش کرتا ہے۔ میں تیری آہ سرد کو سنتا ہوں، مجھے قدرت ہے کہ بغیر اس انتظار کے راستہ دکھلادوں اور اپنے تک پہونچنے کا راستہ کھول دوں، تاکہ اس طوفان سے تو چھوٹ جائے اور میرا وصل تجھ کو حاصل ہو جائے لیکن منزل مقصود پر پہونچنے کی لذت اور مزہ اسی قدر زیادہ ہوتا جس قدر زیادہ سفر میں مصیبتیں پڑی ہوں۔ عزیز و اقارب سے ملنے کی خوشی زیادہ ہوگی جس قدر مسافرت میں تکالیف اور محنت زیادہ برداشت کروگے۔ ۱۲۔

مطالعہ کے لائق کتابیں

نام کتاب	قیمت
رسول اللہ کا مرتبہ قرآن کی روشنی میں	۱/۵۰
التبلیغ ۱ تا ۲۰ دو جلد	۲۲۰/
مدارج النبوۃ اردو مکمل ۲ جلد مکمل مجلد	۱۴۱/
اخبار الاخیار اردو مجلد	۵۵/
تفسیر مدارک اردو جلد اول مجلد	۵۵/
مشارق الانوار اردو عربی ترجمہ دو جلد	۱۲۰/
مسائل بہشتی زیور	۴۰/
پیارے نبی ﷺ	۵/
کتاب الآثار	۴۵/
راہ سنت	۲۵/
شمائل ترمذی (مترجم مع شرح) خصائل نبوی	۲۵/
روبدعات یعنی مسائل اربعین	۶/۵۰
معین الطالبین شرح مفید الطالبین	۹/
اقبال کے ممدوح علماء	۳/۵۰
سبیل النجات	۱۳/۵۰
علوم القرآن	۱۶/
خلافت راشدہ یعنی تلخیص ازالۃ الخفاء	۱۳/
تقریر ترمذی شریف مع شمائل نبوی ﷺ	۸۵/
اشاعت اسلام یعنی دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا	۵۰/
ملفوظات حکیم الامت فی قسط	۱۰/
حیات نور مجلد	۵/
دارالعلوم کی صدی کا علمی سفرنامہ	۱۰/
گلدستہ معلومات	۱۰/

نام کتاب	قیمت
کشف المعضلات حل سوالات	۳/
تبلیغ دین	۱۴/
مجالس الشیخین	۱۶/
اسباب غضب حدیث کی روشنی میں	۱۲/
حقوق مصطفیٰ	۱۱/
حیوۃ المسلمین	۱۵/
آداب زندگی	۷/
خطبات حکیم الاسلام مکمل سیٹ	۱۵۰/
تاریخ مکہ و مدینہ فی قسط	۱۰/
تفسیر معارف القرآن کلاں مکمل	۵۵۰/
علم غیب	۲/
داڑھی کی شرعی حیثیت	۳/
دینی دعوت کے قرآنی اصول	۹/
انسانیت کا امتیاز	۶/
اسلامی آزادی	۵/
سائنس اور اسلام	۵/
خاتم النبیین	۴/۵۰
التشبہ فی الاسلام	۳۰/
فتاویٰ عالمگیری مجلد اردو ۱۵ جزء	۱۳۵/
عوارف المعارف مکمل مجلد اردو	۷۵/
ہجرت کا اسلامی تصور	۱۸/
تاریخ فرشتہ جلد اول مجلد	۷۵/
،، ،، ،، دوم	۷۵/

نام کتاب	قیمت
اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ اولین	۴۰/
،، ،، ،، دوم	۴۴/
،، ،، ،، سوم	۴۰/
،، ،، ،، چہارم	۴۰/
،، ،، ،، پنجم	۴۰/
آدم سے محمد تک	۱۰/
احیاء العلوم ۱ تا ۱۲ مجلد	۳۲۰/
زاد المعاد اردو مکمل ۲ جلد	۱۳۲/
احسن الفتاویٰ جلد اول	۶۰/
اسلام اور سائنس	
اشرفیہ بہشتی زیور مکمل و مدلل	۷۵/
،، ،، رنگین مجلد	۸۵/
اشرف المواعظ	۱۵/
احسن المواعظ	۱۸/
اکرم المواعظ	۱۰/
افضل المواعظ	۱۵/
اسوۂ رسول اکرم ﷺ	۴۵/
انسان کامل مجلد کور پلاسٹک	۴۵/
الفاروق عکسی	۲۵/
تبلیغ دین عکسی	۱۶/
تفسیر ابن کثیر مکمل مجلد	۳۲۰/
،، ،، ،، بلا جلد	۲۰۰/
تلبیس ابلیس اردو مجلد	۳۵/
تقویۃ الایمان اردو مجلد عکسی	۳۲/

قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی کے سیکڑوں مسائل کا حکیمانہ حل

ملفوظات حکیم الامت

جلد دوم — قسط دوم

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

مسلسل ترتیب کی قسط ۷

مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

باہتمام: نسیم احمد

ناشر
ادارہ فکر اسلامی دیوبند یوپی ۲۳۷۵۵۲

نام کتاب	ملفوظات حکیم الامت جلد دوم قسط دوم
باہتمام	نسیم احمد بن شمس الحسن صاحب مرحوم
سنِ طباعت	۱۹۸۸ء ۱۴۰۸ھ
طباعت	محبوب پریس دیوبند
کتابت	محمد سفیان اعظمی
قیمت	فی قسط ۱۰/ روپے

ملفوظات حکیم الامتؒ کی جلد دوم قسط دوم مسلسل ترتیب کی قسط ۸ ناظرین کے سامنے پیش ہے. کوئی بھی شخص ایک خط لکھ کر ممبر بن سکتا ہے. فیس ممبری کچھ نہیں. ممبر بننے کے بعد ہر دو ماہ میں ایک ایک قسط ۱۰/ روپے کی وی پی سے اور دو قسط ایک ساتھ ۲۰/ روپے کی وی پی سے ارسال ہوگی، جس کا وصول کرنا آنجناب کا اخلاقی فریضہ ہوگا.

منیجر ادارہ

فہرست مضامین

۱۴ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۱۶۱: (ملقب بہ حقوق الانفاق) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں ایک پرچہ پیش کیا جو کسی دوسرے صاحب نے ان کے ہاتھ بھیجا تھا ملاحظہ فرما کر فرمایا اس میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس کے لئے آدمی کے بھیجنے کی اور اتنا خرچ کرنے کی زحمت گوارا کی خیر اگر آپ کو معلوم ہو تو آپ ہی کوئی بات بتلائیں۔ اس میں تو بالکل گول مول بات لکھی ہے وہ صاحب خاموش رہے۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ کاتب صاحب سامنے نہیں خط کا مضمون کافی نہیں آپ بولتے نہیں اب کام کیسے چلے۔ فرمایا کہ بعضے لوگ ذرا سی بات پر پیسہ کو نہایت بے دردی سے صرف کرتے ہیں خدا کی نعمت کی قدر نہیں کرتے بھلا آدمی کے بھیجنے کی کون ضرورت تھی ایک کارڈ سے جو کام ہو سکتا ہے اس کے لئے اتنا صرف اگر موقع محل اور ضرورت میں ہزار بھی صرف ہو جائیں تو دل کو قلق نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ مثلاً دونوں گھروں میں ضرورت کے موقع پر ایک ایک ہزار روپیہ دینے کا ارادہ کر لیا تو قلب میں تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ جلد سے جلد یہ کام کر دینا چاہیے۔ مال کی محبت صرف کرنے سے مانع نہیں ہوتی اور بے موقع اور بلا ضرورت ایک پیسہ صرف کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا ایک روز ایسا ہوا کہ ایک پیسہ گم ہو گیا دیر تک اس کو تلاش کیا نہیں ملا۔ پھر نیاز سے کہا کہ تم بھی ڈھونڈنا اب اس کو چاہے کوئی بخل ہی سے تعبیر کرے جب تک مل نہ گیا چین نہیں آئی کیونکہ وہ گم ہو جانا کسی مد میں شمار نہ تھا۔ فضول جانے کا قلق تھا۔ اور اگر باوجود تلاش کے بھی نہ ملتا تو اس کا بھی ایک مد سمجھ رکھا ہے وہ یہ کہ نہ ملنے پر صبر کا ثواب ملے گا۔ بہر حال کچھ تو ملا قلب کو سمجھانے کے لئے یہ بھی ایک خاص مد ہے کہ اگر وہ نہیں ملا تو ثواب تو ملا۔ ایک ریاست سے ایک شخص کو محض اجوائن سیاہ مرچ پڑھوانے کے واسطے بھیجا گیا سو جو کام ایک روپیہ میں ہو سکتا تھا ڈاک کے ذریعہ سے اس میں اتنا صرف کیا فائدہ ایک شخص مجھ سے بیان کرتے تھے کہ فلاں نواب صاحب کا

ایک چھوٹا سا لڑکا بیمار ہو گیا تھا تو اس کی بیماری میں روزانہ چار سو پانچ سو روپیہ صرف
ہوتا تھا یعنی ڈاکٹروں میں طبیبوں میں جھاڑ پھونک والوں میں شاید اتنا وزن لڑکے میں بھی نہ
ہوگا جتنے وزن کی چاندی صرف ہو گئی ہوگی۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ صرف نہ کیا جاتا یا
پیسہ اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے اولاد خدا کی نعمت ہے پیسہ بھی اُن
کی ہی نعمت ہے اُس کو بھی طریقہ ہی سے صرف کرنا چاہیے اور اس [illegible] بہت سا فضول
بھی صرف ہو رہا تھا۔ اُن نواب صاحب نے یہاں آدمی بھیجا دعا کیجئے اور دس روپیہ بھیجے کہ
ختم میں دعا کرادی جائے میں نے مزاحاً کہا کہ ہاں پر تو اس قدر صرف کر رہے ہیں اور یہاں پر
دس روپیہ بھیجے کم از کم پچاس تو بھیجے ہوتے اور یہ کہکر میں نے دو روپیہ رکھ لئے اور آٹھ واپس
کر دیئے اور لکھ دیا کہ دو روپیہ میں ایک مہینہ تک دعا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس
مدت میں اس کو آرام ہو جائے گا ایک مرتبہ میں [illegible] چھوٹے گھر میں سے حج کو جا رہی تھیں اُن
کو جہاز میں سوار کرنے گیا تھا وہاں پر حکیم محمد سعید صاحب نے ہم لوگوں کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا
تھا۔ بڑا مکان تھا کرایہ وہاں عموماً بہت زیادہ ہوتا ہے غالباً تین سو روپیہ میں لے گیا تھا حکیم صاحب
کے یہاں سے کھانا وہاں ہی آ جاتا تھا اس میں غسلخانہ کے نام سے ایک حصہ تھا گو چونکہ وہ مکان
نیا بنا تھا اس میں غسل وغیرہ کرنا شروع نہ ہوا تھا کھانا جو آتا تھا اُس غسلخانہ میں رکھ لیا جاتا تھا
اور کھانا خرچ سے بہت زائد آتا تھا اور کھا کر جو بچ جاتا تھا تو نالی میں ڈالدیتے کہ یہ حرکت کرتے
کہ بچا ہوا کھانا اُس غسلخانہ کی کھڑکی سے [illegible] پھینکدیتے اُس نالی میں گندہ پانی بہتا تھا پھر
علاوہ رزق کے احترام کے وہ کھانا ہوتا بھی نہایت عمدہ ہوتا تھا پلاؤ زردہ قورمہ مزعفر مگر وہ
نامعقول اس کے رزق کا ادب کرتے نہ صورت کا احترام۔ مجھ کو ایک روز معلوم ہوا کہ کھانا اس طرح
پھینکا جاتا ہے مجھ کو اس قدر رنج اور صدمہ ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا میں نے ان لوگوں کو ڈانٹا کہ
خدا کی نعمت کی یہ بے قدری کرتے ہو۔ اور پھر میں نے حکیم صاحب سے شکایت کی کیسے لوگ دیئے [illegible]
نالائق ہیں [illegible] کہ بعد میں زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کا ہو۔ پھر بعد میں سمجھ آیا وہاں کی فضا اور ماحول میں
برا اثر ہے کہ نعمت کی قدر نہیں کی جاتی اور یہ خدام گو بھی کے رہنے والے نہ تھے ہندوستانی ہی تھے مگر
وہاں کی فضا [illegible] ان میں بھی بے حسی پیدا ہو گئی اتفاق سے وہاں پر لوگوں کی درخواست
پر ایک بیان ہوا۔ میں نے سوچا کہ اگر اختلافی مسائل کا بیان کرتا ہوں تو فتنہ کا اندیشہ ہے یہ وہاں پر
بڑی آفت ہے تمام تنگ کی سازشیں شروع ہو جاتی ہیں اور اگر نماز روزہ کا بیان کرتا ہوں تو اس کو

سب جانتے ہیں اس لئے چنداں نفع نہیں، ایسا بیان ہو کہ یہ جانتے بھی نہ ہوں اور اس میں نزاع بھی نہ ہو۔ اس لئے میں نے نعمت الٰہیہ کی قدر کے متعلق اس آیت کا بیان کیا۔ وضرب اللّٰہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللّٰہ فاذاقھا اللّٰہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔ کہ تم خدا کی نعمت کی قدر نہیں کرتے۔ اب اس بے قدری کا نتیجہ چند ہی روز میں برآمد ہوا۔ واقف لوگوں سے معلوم ہوا کہ جن کی کئی کئی کروڑ کی حیثیت تھی۔ اب وہ سڑکوں پر رات بسر کرتے ہیں۔ خدا کی نعمت کی بے قدری کرنا بڑی خطرناک بات ہے۔ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا ہمراہیوں میں خواجہ صاحب بھی تھے اور ایک اور رئیس صاحب تھے قنوج کے جو بہت دیندار آدمی تھے کھانا ساتھ تھا جب کھانا شروع کیا۔ اتفاق سے ایک بوٹی ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے کے تختے پر گر گئی۔ ان صاحب نے یہ کیا کہ اس کو جوتہ سے تختے کے نیچے کو سرکا دیا مجھ کو ان کی یہ حرکت بے حد ناگوار ہوئی اب سوچا کہ اگر کچھ کہتا ہوں تو نیک آدمی اور رئیس پھر بوڑھے بھی ان کو کیا کہوں مگر تنبیہ ضروری تھی یہ سمجھ میں آیا کہ ان کو عمل تبلیغ کرنا چاہیے۔ میں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ یہ خدا کی نعمت ہے اس کو اٹھا کر اور دھو کر مجھ کو دیدی جائے میں اس کو کھاؤں گا۔ خواجہ صاحب بیحد بے نفس آدمی ہیں انھوں نے کہا کہ اگر کوئی اور کھالے تو کیا اس کو اجازت ہوسکتی ہے۔ میں نے کہا کہ اجازت ہے بشرطیکہ طبیعت گوارا کرے مقصود تو خدا کی نعمت کا احترام ہے خواجہ صاحب نے اٹھا کر دھو کر صاف کر کے اس بوٹی کو کھا لیا۔ وہ صاحب اس وقت تو کچھ نہیں بولے مگر میری غیبت میں کہا کہ اگر پچاس جوتے مار لئے جاتے تو مجھ کو اس قدر شرمندگی نہ ہوتی۔ جتنی اس صورت میں ہوئی ہے۔ آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں ہوسکتی۔ میں گھر جاتا ہوں اور کہیں پر روٹی کا ٹکڑا یا اناج کا دانہ کہیں پڑا دیکھتا ہوں کانپ جاتا ہوں فوراً اس کو اٹھاتا ہوں اور احترام سے اس کو حفاظت کی جگہ رکھ دیتا ہوں۔ بعض مرتبہ چنے وغیرہ ٹھونگنی کھانے کا اتفاق ہوتا ہے اور اچٹ کر کوئی دانہ گر جاتا ہے۔ اگر شب کا وقت ہوتا ہے تو اس کو لالٹین سے ڈھونڈتا ہوں جب تک پا نہیں جاتا اور اس کو صاف کر کے کھا نہیں لیتا قلب کو چین نہیں آتا۔

ملہ اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن و اطمینان میں تھے ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہونچا کرتی تھیں۔ سو انھوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یا عائشہ اکرمی الخبز الخ یعنی اے عائشہ رزق کا احترام کرنا چاہیے۔ یہ جس گھر سے نکل جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ یہ بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہے یعنی رزق کا گھر سے نکل جانا اسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ پھر کیا نوبت ہوتی ہے۔ اگر آئے گا بھی تو شاید کسی آئندہ نسل میں آئے گا اس کو میسر ہونا مشکل ہے۔ غالب یہی ہے حق تعالیٰ کی نعمتوں کی بے قدری کرنا اور ان کا قلب میں احترام نہ ہونا صاف کفران نعمت ہے وہ عطا فرمائیں اور یہ قدر نہ کرے اس کا جو کچھ انجام ہو گا ظاہر ہے۔ ایک صحابی ہیں حضرت حذیفہ رض وہ فارس کے کسی مقام پر بطور دورہ حکام کے تشریف لے گئے۔ بڑے بڑے رئیس کفار ملاقات کے لئے آئے آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے اور وہ تمام کفار بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپکے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ گیا آپنے اٹھا کر صاف کر کے کھا لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں آپ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے وہ کوئی خاص اور ممتاز جگہ نہ تھی۔ یعنی وہاں پر قالین گدے نہ تھے ورنہ لقمے کو لگتا ہی کیا، زمین میں بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے جبھی تو صاف کرنے کی نوبت آئی مٹی میں ملوث ہو گیا ہو گا ایک خادم نے چپکے سے عرض کیا کہ حضرت اس وقت یہاں بڑے بڑے دنیا دار کفار کا مجمع ہے اور یہ ایسی بات کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انھوں نے تو پست آواز سے کہا تھا مگر انھوں نے بلند آواز سے فرمایا کہ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے خلیل اور اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دوں گا۔ کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے ایمان کا ایمان قلب میں رچا ہوا تھا۔ جو بات آج کل ریاضتوں، مجاہدوں، مراقبوں، مکاشفوں سے پیدا کیجاتی ہے وہ ان حضرات کو ویسے ہی حاصل تھی حاصل یہ کہ خدا کی نعمتوں کی قدر کرنا چاہیے۔ اسراف سے بچنا بھی اسی قدر میں داخل ہے۔ اور اسراف کا سہل علاج یہ ہے کہ جب خرچ کرو سوچکر خرچ کرو کہ ضرورت ہے یا نہیں، موقع اور محل ہے یا نہیں یونہی مت اڑاؤ اسکے متعلق تو نص ہے فضول مال اڑانیوالوں کی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین فضول مال اڑانیوالوں کو شیطان کا بھائی فرمایا اس سے بڑھ کر کیا وعید ہو سکتی ہے ایک مقام پر فرماتے ہیں انّ اللہ لا یحب المسرفین غرض جہاں صرف ہو حدود کے اندر ہو

ملہ اور مال کو بے موقع مت اڑانا کیونکہ بے شک بے موقع اڑانیوالے شیطانوں کے بھائی بند (یعنی ان کے مشابہ) ۱۲۔
ملہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتے ہیں حد سے نکل جانے والوں کو ۱۲

۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۲۱۵: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ کے دور میں عجیب عجیب الزامات اور بہتان میرے سر تھوپے گئے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ ان کو حس نہیں اس لئے خاموش بیٹھے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بیٹھنے کا سبب بے حسی نہیں بلکہ حس ہی سبب ہے۔ وہ یہ کہ جو تم کو معلوم ہے ہم کو بھی معلوم ہے اور تم سے زائد ہم کو ایک اور بات معلوم ہے جس کی وجہ سے ہم خاموش ہیں وہ یہ کہ بدون قوت کے مقابلہ کرنے میں ہم فنا ہو جائیں گے مٹ جائیں گے کیونکہ ان تحریکات کی کامیابی کا نتیجہ ظاہراً ہندوؤں کا غلبہ ہے اور ہندو انگریزوں سے زیادہ دشمن ہیں۔ ہر شخص شب روز اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ دیکھ لیا جائے تمام دفاتر اور محکموں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جا رہا ہے اگر اور واقعات اور مشاہدات کو بھی نظر انداز کیا جائے تو اس کا کسی کے پاس کیا جواب ہے۔

ملفوظ ۲۱۶: ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میرا مقصود مواخذہ یا کھود کرید کرنے سے تنگ کرنا نہیں ہوتا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو منشاء ہے اس غلطی کا اس شخص کو علم ہو جائے تاکہ جہل سے نجات ہو مگر اس نجات کو لوگ چاہتے ہی نہیں اب بتلائیے کہ اصلاح کس طرح ہو۔ اگر غلطی پر آگاہ نہ کیا جائے تو جہل میں مبتلا رہے گا تو آنے سے فائدہ ہی کیا ہوا۔ بس لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ بات گول مول رہے اور معاف ہو جائے۔ اچھا اگر میں نے معاف بھی کر دیا اور گول مول بھی رکھا تو تم کو کیا نفع ہوا جو مرض ہے وہ تو زائل نہ ہوا۔ اسی لئے اس پیری مریدی کے جھگڑے سے میرا دل کھٹا ہو گیا۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ مریض نے بد پرہیزی کی اور طبیب سے کہا کہ معاف کر دیجئے۔ اس نے کہہ دیا کہ اچھا معاف ہے۔ نتیجہ کیا ہوا۔ علاج تو مرض کا نہ ہوا۔ مادہ فاسد تو بدستور رہا۔ پھر اس حالت میں طبیب سے تعلق رکھنا ہی بیکار ہے۔ آدمی اپنے گھر بیٹھا رہے کیوں خود پریشان ہو اور کیوں دوسرے کو پریشان کرے مادہ فاسد تو پرہیز ہی سے نکل سکتا ہے کبھی ڈاکٹر سے بھی کہا ہے کہ معاف کر دیجئے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت عوام بیچاروں کی

آپ کیا شکایت کرتے ہیں اہلِ علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ غلطی کا تدارک نہیں کرتے۔ ایک صاحب کو جو صاحبِ علم بھی ہیں اور غلطی کے اقراری بھی تھے تحریکات کے زمانہ میں میں نے ایک غلطی پر کہا کہ تم اس کا اس طرح تدارک کرو کہ اپنی غلطی کا بذریعہ اشتہار اعلان کرو۔ کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا میں نے کہا کہ میں ایسے شخص سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتا کہ اعتراف کے بعد بھی اظہارِ حق سے عار کرتا ہو۔ اب دس برس کے بعد وہی صاحب اپنے نفس کو پامال کرنے کے لیئے آمادہ ہو گئے اور اعلان کیا میں صاف ہو گیا مجھ کو تو یہی دیکھنا مقصود تھا صاحب اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو فنا کر دینا ہے اگر یہ بھی حاصل نہ ہوا تو وہ شخص بالکل محروم ہے۔ یہ طریق ایسا نازک ہے کہ بعض اوقات اس میں کسی تشخیص کے بعد بھی سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ میں نے ایک شخص سے کہا تھا کہ تم میں کبر کا مرض ہے صاف انکار کیا کہ مجھ میں کبر ہرگز نہیں بلکہ بُرا مانا کہ یہ مرض میرے اندر کیسے تشخیص کیا۔ پانچ برس کے بعد خود اقرار کیا کہ آپکی وہ تشخیص میرے متعلق صحیح تھی۔ اب معلوم ہوا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے۔ میں نے کہا کہ بندہ خدا اگر جبھی مان لیتا تو اب تک علاج بھی ہو جاتا پانچ برس کی مدت بہت ہوتی ہے یہ سب ضائع ہو گئی۔ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اس طریق میں طالب کا فرض تقلیدِ محض ہے یعنی جو مربی کہے اس کو بے چون و چرا مان لے قیل و قال سے اس میں کام نہیں چلتا اس کا انجام محرومی ہے۔ ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ اگر طبیب کسی شخص سے کہے کہ تیرے اندر دق کے آثار ہیں تو اگر وہ تشخیص غلط بھی ہو تب بھی احتمال ہی کے درجہ میں سہی علاج کر لینے میں کیا حرج ہے اس تقلید کا ایک مجمل مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر میں کسی سے یہ کہوں کہ تمام شب جاگو اور بیٹھ کر مجھ کو پنکھا جھلو اس ریاضت کے لیئے تیار ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ اب قطب بنا دیں گے اتنا بڑا کام ہم سے لیا ہے۔ اور اگر یوں کہوں کہ تو سب آرام کرو تمام شب سو کر خوب کھاؤ پیو مگر فلاں گناہ چھوڑ دو اس پر بُرا مانیں گے اور اتباع نہ کریں گے اور اس کو محض معمولی بات سمجھیں گے یہ حالت ہے عقل اور فہم کی۔

ملفوظ ۲۱۱: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میاں! جو کچھ ہے بزرگوں ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے ان ہی حضرات کی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے عمل وغیرہ جیسے ہیں وہ مجھ کو خود معلوم ہے۔ توجہ کا ایک قصہ عرض کرتا ہوں۔ میں ایک مرتبہ گنگوہ گیا بعض لوگوں کے اصرار سے وعظ ہوا۔ میں حضرتؒ سے وعظ کو چھپاتا تھا کہ حضرت کی اطلاع میں وعظ کہنا گستاخی ہے یہ وعظ ایک مسجد میں تھا حضرت کو کسی کے ذریعہ سے اطلاع ہو گئی اس وقت جو شخص آتا فرماتے کہ دیکھو وہاں جاؤ آج حقانی وعظ ہو رہا ہے اس قدر حضرت کو شفقت تھی۔

ملفوظ ۲۱۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف کا قول ہے کہ کسی امتی کو اپنے نبی سے اتنی محبت نہیں جس قدر مسلمانوں کو اپنے رسول سے محبت ہے واقعی بدون محبت کے کچھ نہیں ہوتا۔ بڑی چیز محبت ہے۔ گو ظاہراً ادب اور تعظیم بھی زیادہ نہ ہو مگر محبت ہو اس سے سب کچھ حاصل ہوجاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ محبت میں محب اپنے محبوب کے خلاف نہیں کرسکتا اور ظاہر ہے کہ اتباع کتنی بڑی چیز ہے آج کل لوگ ادب و تعظیم کو بڑی چیز خیال کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی کے لوگ کرشمے ہیں کہ حضور کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو جو قتل کیا ہے وہ محبین ہی نے کیا کسی خشک مولوی صاحب نے نہیں کیا زیادہ جاہلوں ہی نے کیا ہے جن کے دل میں کامل محبت تھی۔ اور دیکھا تو یہی گیا ہے کہ مسلمان اگر فاسق فاجر بھی ہے اُس کے دل میں بھی حضورؐ کی محبت رچی ہوئی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کوئی شخص تنخواہ دیکر بھی اس درجہ کا جاں نثار نہیں بنا سکتا۔ فرمایا کہ تنخواہ کیا چیز ہے حضورؐ نے تو وہ چیز دی ہے جو دوسرا دے ہی نہیں سکتا۔ آپ ہی کی بدولت ایمان ملا جنّت ملی۔ اور حضورؐ کی محبت کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ خود حضور ہی کو امت سے بہت زیادہ محبت تھی۔ یہی ترتیب محبت کی شیخ اور طالب میں ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو شیخ سے محبت ہو وہ ناز نہ کرے کہ یہ ہمارا کمال ہے۔ نہیں بلکہ اوّل شیخ ہی کو تم سے محبت ہوئی تھی البتہ لون (رنگ) محبت کا جُدا جُدا ہے جس کو مولانا رومی نے ایک خاص عنوان سے ظاہر فرمایا ہے ؎

عشقِ معشوقاں[1] نہاں ست و ستیر   عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اپنے ایک مرید سے دریافت فرمایا کہ ہمیں تم سے محبت ہے یا تم کو ہم سے محبت ہے۔ عرض کیا کہ حضرت مجھ کو زیادہ محبت ہے بزرگ خاموش ہوگئے مگر اسکی طرف سے توجہ ہٹالی لہٰذا مرید کو جو ایک خاص گرویدگی تھی اور ہر وقت پاس رہتا تھا اب یہ ہوا کہ آنے کی بھی توفیق نہ رہی۔ پھر اُن بزرگ نے توجہ کی تو وہ آگئے۔ دریافت فرمایا کہ بولو تم کو زیادہ محبت تھی یا ہم کو بہت شرمندہ ہوا۔ سو اگر کسی کی طرف اللہ کا مقبول بندہ متوجہ ہو جائے بڑی نعمت ہے، بڑی دولت ہے کیونکہ ان کو کسی کی خوشامد کرنا نہیں اُس کو کسی کی ضرورت نہیں پھر بھی اگر توجہ کریں تو حق تعالیٰ کا فضل ہی سمجھنا چاہئے اپنا کمال ہرگز نہ سمجھے۔

۱؎ محبوبوں کو جو محبت عاشق سے ہوتی ہے وہ تو پوشیدہ ہوتی ہے اور عاشق کی محبت (بوجہ آہ و فغاں کے) ظاہر ہوتی ہے ۱۲

۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلسِ خاص بوقتِ صبح یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۲۱۹: ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا فلاں مولوی صاحب کو لکھ دیا جائے کہ اگر آنا چاہیں تو اجازت ہے۔ اور یہ بات میں لکھ دوں گا کہ آپ کو آنے کی اجازت ہے فرمایا کہ اس سے ان کو میری نسبت یہ شبہ ہو گا کہ وہ ان کا آنا چاہتا ہو گا حالانکہ میں بالکل خالی الذہن ہوں۔ مجھ کو نہ اس میں موافقت ہے نہ مخالفت بلکہ میرا مذاق تو یہ ہے کہ جس قدر کم تعلقات ہوں میں ہلکا پھلکا رہتا ہوں معتقدین کی کثرت کوئی امر مطلوب نہیں خود طالبین کا نفع ہے اگر وہ اپنا نفع سمجھیں تعلقات رکھیں مجھے کوئی ضرورت نہیں، نہ اس میں میرا کوئی نفع اس حالت میں تنہا مشورہ دینا اس کو موہم ہو گا کہ اس نے یعنی میں نے کہا ہو گا۔ پھر ایسی صورت میں مجھ کو یہ شبہ رہے گا کہ نہ معلوم ان کا تعلق خلوص سے ہوا یا نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ انہوں نے جو اپنی غلطیوں کا اعلان کیا ہے اس اعلان سے مظنون یہی ہے کہ خلوص ہے مگر یقین کا درجہ اب تک نہیں اس لئے کہ جب عدم اعلان لوگوں کے تہمت ہونا ممکن ہے، اب اعلان کسی کے کہنے سے کر دیا ہو - اس سے مجھے یہ بھی اندازہ نہیں کہ وہ آئندہ بھی خلوص سے تعلق رکھیں گے یا نہیں اس کو تو ان سے گفتگو کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میرا تو کسی حالت میں بھی ضرر نہیں آخر دس برس تک انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع نہیں کیا۔ میرا کیا ضرر ہوا اب رجوع کرنے کا اعلان شائع کر دیا مجھ کو کون سا نفع ہو گیا میں نے ان سے ابتداء ہی میں جب انہوں نے [illegible] سے عذر کیا تھا پوچھا تھا کہ کیا عار اور استکبار اس اعلان سے مانع ہے انہوں نے کہا کہ جی ہاں، تو ظاہراً ایسے شخص سے آئندہ کیا توقع ہو سکتی ہے مگر میں باوجود اس کے بھی بدظنی نہیں کرتا ہر زمانہ انسان پر یکساں نہیں ہوتا ممکن ہے کہ اب جو وہ کر رہے ہیں خلوص پر مبنی ہو مگر مجھ کو کسی حال میں اس سے بحث کہ وہ تعلق رکھیں نہ اس کا خیال کہ وہ تعلق نہ رکھیں جیسے وہ اپنا نفع دیکھیں کریں۔ میں بالکل اس معاملہ میں خالی الذہن ہوں۔ نہ مجھ کو انتظار نہ مجھ کو ضرورت اور آپ کیوں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ پھنسانا چاہتے ہیں کوئی کچھ کرے یا نہ کرے آپ اپنے کام میں مشغول رہیں دوسروں کی تو انسان جب فکر کرے جب اپنے سے فراغت کر چکا ہو

ملفوظ ۲۲۰:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ طریق مجھ کو ملہم (الہام کے ذریعہ بتلایا گیا) ہو گیا ہے مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ اجمالاً تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے اور تفصیل اس کی حق تعالیٰ نے محض موہبت سے قلب میں وارد فرما دی ہے اسکو چاہے الہام سے تعبیر کر لیا جائے اختیار ہے خدا کا فضل ہے انعام ہے احسان ہے جو چیز عطاء فرمائی گئی ہے میں اس کی نفی کر کے کیوں کفرانِ نعمت کروں۔ یہ طریق مردہ ہو چکا تھا، مفقود ہو چکا تھا، حق تعالیٰ نے اس کے احیاء کی توفیق عطا فرما دی۔ یہی وجہ ہے کہ نا واقفی سے لوگوں کو وحشت ہے۔ قدیم طریق سلف کا گم ہو چکا تھا یہاں وہی طریق ہے جو سلف کا تھا مگر اُس کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو نیا معلوم ہوتا ہے حالانکہ ہے پرانا۔

ملفوظ ۲۲۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو مشائخ طریق میں سے کسی سے بھی بدگمانی نہیں کسی کا کسی درجہ میں بھی وحشت ناک قول ہو وحشت ناک فعل ہو مگر الحمد اللہ میرے ذہن میں اُس کی توجیہ ایسی آجاتی ہے کہ ذرہ برابر بدگمانی میرے قلب میں پیدا نہیں ہوتی۔

۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۲۲۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں صوفی صاحب ایک بی بی کے متعلق فرماتے تھے کہ صاحبِ نسبت ہیں۔ میں نے کہا کہ خدا معلوم ہیں بھی یا نہیں مگر اس شہادت سے اتنا ضرور ثابت ہوا نیک ہیں۔ مولانا شیخ محمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس کی نبوت میں اختلاف ہو اس کی ولایت تو یقینی ہے اور جس کے کفر میں اختلاف ہو اُس کا فسق یقینی ہے۔ اسی طرح جسکے صاحبِ نسبت ہونے کا شبہ ہو صالح ہونا یقینی ہے۔

ملفوظ ۲۲۳:- ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ حضرت ایک تعویذ دیدو میرا بھائی مجھ سے ناراض ہو کر جدا ہو گیا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگے۔ فرمایا کہ الگ ہو گیا ہے ہو جانے دو تمہارا کیا ضرر ہے آج کل تو ایک جگہ رہنا فساد کی بات ہے۔ الگ ہی الگ رہنا مصلحت ہے اس سے محبت بنی رہتی ہے اور ساتھ رہنے میں محبت جاتی رہتی ہے۔ یہ الگ ہو جانا تو شکایت کرنے کی بات نہیں بلکہ خود الگ

کر دینا چاہئے تھا پھر اس میں تعویذ سے کیا کام چلے گا ایسی باتوں کے لئے تعویذ نہیں ہوتا۔ تم اپنا کماؤ کھاؤ، وہ اپنا، کیوں دوسرے کے غم میں پڑے۔ مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے سے

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را باکسے کارے نباشد

ملفوظ ۲۲۴:۔ ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی کہ حضرت جی ایک عورت کو تکلیف ہے، تعویذ دیدو۔ یہ کہہ کر خاموش ہو گیا (اور تکلیف کا نام نہیں لیا) حضرت والا نے فرمایا کہ نواب بنکر آیا ہے ادھوری بات کہہ کر خاموش ہو گیا پوری بات کہو جب تک پوری بات نہ کہے گا جواب کیا دیا جائے۔ عرض کیا کہ ادپرا اثر ہے فرمایا اُس پر تو ہے یا نہیں مگر تو بھی اس ہی مرض میں مبتلا ہے پہلے ہی پوری بات کیوں نہیں کہی تھی جا اب تو دل بڑا کر دیا پھر تھوڑی دیر میں آکر پوری بات کہنا تعویذ ملجاویگا۔ وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا۔ فرمایا کہ تعویذ وغیرہ میں زیادہ تر عامل کے خیال کا اثر ہوتا ہے۔ اگر اس کو مکدر کر دیا جائے تو پھر اس میں اثر نہیں ہوتا۔ ہر فن کے کچھ خاص احکام ہیں فن عملیات کا یہی حکم ہے اسلئے ضرورت ہے کہ عامل کو مکدر نہ کرے اور یہ جو میں کہدیتا ہوں کہ پھر آکر پوری بات کہو اس میں علاوہ اس حکم مذکور کے یہ بھی مصلحت ہے کہ اس کو اپنی غلطی معلوم ہو جائے اور یاد رہے اور آئندہ پھر ایسی حرکت نہ کرے۔ بس یہی وہ باتیں ہیں جن پر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے۔

ملفوظ ۲۲۵:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو مجھ سے دین کا تعلق رکھنا چاہتا ہے میں اُس کو اپنے طرز پر لانا چاہتا ہوں اور وہ طرز بالکل سیدھا سادا ہے لوگ اُس پر نہیں آنا چاہتے سو میں اس کا کیا علاج کروں۔

ملفوظ ۲۲۶:۔ ایک سائل نے کچھ خرچ کا سوال کیا فرمایا کہ اگر آنہ دو آنہ لینا منظور ہو تو میں خدمت کر سکتا ہوں اس سے زائد کا خیال ہو تو میں اُس سے معذور ہوں۔ عرض کیا کہ اور حاضرین سے امداد کرا دیجئے۔ فرمایا کہ یہ میرے معمول کے خلاف ہے۔ اول تو میرے پاس بیٹھنے والے اکثر مسافر ہیں۔ کسی کو کیا خبر کہ ان میں مالی حالت کے اعتبار سے کون کس حالت میں ہے اور اگر خبر بھی ہو تب بھی یہ طریق نہایت ناپسندیدہ ہے۔ نہ معلوم کون دل سے دینا چاہتا ہے یا نہیں۔ اب اگر کہا گیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو دیگا یا نہیں دیگا۔ اگر دیا تو جبر کی صورت ہے نہ دیا تو رسوائی سی معلوم ہوتی ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان مسافر سائلوں کی بھی کچھ خطا نہیں، مشائخ ایسے کرتے ہیں کہ خود تو کچھ دیتے نہیں اور دیں بھی کہاں سے، اپنے ہی لینے سے فرصت نہیں۔ ہر وقت اینٹھنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ہاں اپنے متعلقین سے فرمائش کر دیتے ہیں کہ ان کی خدمت کر دو۔ یہاں

معاملہ اس کے عکس ہے میں خود تو خدمت کر دیتا ہوں مگر اہلِ تعلق سے کبھی فرمائش نہیں کرتا پھر یہ کہ
سائل تو روزانہ ہی آتے ہیں۔ اگر روزانہ ایسی فرمائشیں کی جاویں تو اس کا انجام یہ ہو کہ وہ لوگ
تنگ ہوں گے۔ بعض مشائخ کی شکایت خود ان کے مریدین نے مجھ کو لکھی کہ روزانہ فرمائشیں کرتے ہیں
ہم تنگ آ گئے کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو میں کہہ چکا ہوں اگر وہ قبول
اور منظور ہو تو میں پیش کر دوں۔ اس پر وہ سائل خاموش رہا۔ فرمایا کہ مجھ کو صرف یہی ایک نہیں اور بھی
کام ہیں۔ ہاں نہ کا جواب دو۔ تاکہ میں اپنے کام میں لگوں۔ عرض کیا کہ آپ کو اختیار ہے فرمایا کہ صاف
بات اب بھی نہیں کہی مجھ پر ہی بوجھ رکھدیا۔ خدا معلوم یہ مرض کمبخت کہاں سے لوگوں کو چمٹ گیا ہے
بدون اینچ پینچ کے بات ہی نہیں کرتے۔ فرمایا کہ اختیار ہے بیٹھے رہو جب تک صاف بات نہ کہو گے
ادھر سے بھی اب کوئی بات نہ ہو گی۔ عرض کیا کہ مجھے منظور ہے۔ فرمایا کہ اتنا دق کر کے کہا۔ پہلے
کیا کسی نے چھینک دیا تھا۔ حضرت والا نے چار آنہ پیسے دیئے وہ سائل لیکر چلدیا۔ اس پر
فرمایا کہ اب خوش ہو گا۔ کیونکہ دو آنہ سے زیادہ کی توقع نہ تھی۔ اب ملے چار آنے۔ اس میں یہی
مصلحت ہوتی ہے کہ زائد از امید پر زیادہ مسرت ہوتی ہے۔ اگر پہلے ہی چار آنہ کہتا تو چار آنہ
پر بھی خوش نہ ہوتا اب خوش ہو گیا۔ ایک شخص ہیں جو میرے دوست ہیں اُن پر قرض ہو گیا تھا تقریباً
ڈھائی ہزار روپیہ۔ اُنھوں نے مجھ سے کسی کو سفارش لکھنے کو کہا۔ میں نے کہا کہ خطاب خاص تو میرے
معمول اور مسلک کے خلاف ہے۔ اگر تم کہو تو خطاب عام کی صورت میں کچھ لکھدوں انھوں نے اس کو
منظور کر لیا۔ میں نے ایک عام خطاب کی صورت میں لکھدیا۔ وہ یہاں سے اول میرٹھ پہنچے اور
ایک رئیس سے ملے۔ انھوں نے رقم کی مقدار کو دیکھ کر کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم کہیں اس طرح
پورا ادا ہو سکتی ہے اور کون اتنی بڑی رقم دے سکتا ہے ان کو اس وقت ایک طیش آیا اور قسم کھا کر
یہ کہا کہ اب میں بھی جب تک ایک ہی آدمی ساری رقم نہ دے گا کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ یہ کہکر اٹھ کر
چلدیئے پھر ان رئیس نے ان کو کچھ دینا بھی چاہا مگر انھوں نے نہیں لیا اور وہاں سے دہلی پہنچے،
ایک صاحب جن سے جا کر ملے اس کے متعلق کچھ گفتگو ہو رہی تھی ان کے یہاں ایک بمبئی کے سیٹھ مہمان
تھے۔ ان کے کانوں میں کچھ الفاظ پہونچ گئے۔ ان سیٹھ نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے میزبان نے
کہا کہ یہ صورت ہے۔ اور فلاں شخص کی تصدیق ہے۔ اس سیٹھ نے ڈھائی ہزار کے نوٹ نکال کر ان
کے حوالے کیئے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ سیٹھ اپنے بزرگوں کے مسلک اور مشرب کے بھی نہ تھے وہ دوست
تیسرے یا چوتھے ہی روز یہاں پر آ گئے۔ میں سمجھا کہ ناکامیاب آئے مگر انھوں نے کہا کہ کامیاب ہو

میں ان کے اس کہنے کو بھی غلط سمجھتا رہا، پھر انہوں نے بالتفصیل واقعہ سنایا تب یقین ہوا دیکھئے خدا تعالیٰ نے کس طرح بے گمان سامان کر دیا۔ جب ان کی یہ رحمت ہے تو پھر خدا ہی سے مانگنا چاہیے جو مانگنے پر خوش ہوتے ہیں اور دیتے ہیں اور نہ مانگنے پر ناراض ہوتے ہیں۔ جو شخص ایسے کریم کو چھوڑ کر لئیم کی خوشامد کرے اُس سے زیادہ بیوقوف کون ہو گا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی میں توکل اور زہد کی شان بہت بڑھی ہوئی تھی۔ سلطان عبدالحمید خانصاحب نے خود بلایا تنخواہ مقرر کرنا چاہی انکار کر دیا مدرسہ کیلئے کچھ مقرر کرنا چاہا صاف انکار کر دیا۔ مولوی صاحب مجھ سے خود فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس قدر قوت دی ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر مجھ سے خشونت کے ساتھ گفتگو کریں تب بھی میرے دل پر رائی کے دانہ برابر بھی اثر نہ ہو گا۔ حالانکہ محض ظاہری عالم تھے مگر قلب میں اس قدر قوت تھی کہ کسی کا اثر نہ پڑتا تھا۔ یہ سب خداداد عطائیں ہوتی ہیں۔

۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۲۲۷ (ملقب بہ ادب المعذور[1]) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مشائخ کے کلام میں جو کہیں دلیل صحیح کے ساتھ تعارض ہوتا ہے اس کی توجیہ میں بڑی مشکل پڑتی ہے آج کل ایک رسالہ شروع کر رکھا ہے وہ رسالہ مشائخ چشتیہ کی نصرت میں لکھ رہا ہوں۔ یہ حضرات بہت بدنام ہیں کہ ان کے اعمال سنت کے خلاف ہیں۔ نام بھی اس رسالہ کا میں نے تجویز کر دیا ہے السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ یہ محض شاعری نہیں بلکہ حقیقت بھی ہے اس لئے کہ چشتیہ کے یہاں سنت کا بہت زیادہ اہتمام ہے اور اصل مذہب ان حضرات کا سنت ہی ہے مگر بعض جگہ غلبہ کی حالت کی وجہ سے معذور ہیں۔ آخر جب کوئی مضطر ہو تو کیا کرے۔ باقی اصل مذہب ان حضرات کا

---

[1] یہ لقب دو معنی کے اعتبار سے رکھا گیا ہے ایک یہ کہ خود معذور کو کن آداب کی ضرورت ہے۔ دوسرا یہ کہ دیگراں بامعذور کیلئے کیا آداب ہیں ۱۲

کتاب و سنت ہی سے ہے مگر عذر میں کیا الزام ہے معترضین ان کو خواہ مخواہ بدنام کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات ظاہراً کھٹکتی ہے کہ ان کے جو اشغال ہیں ان کو بعض مصنفین صوفیہ نے کتاب و سنت کی طرف مستند کر دیا ہے حالانکہ یہ ایک طب ہے جو تدبیر کا درجہ ہے جیسے مسہل ہے اس میں اطباء مریض سے کہتے ہیں کہ دوسری طرف مشغول نہ ہو نا چلنا پھرنا نہیں بولنا نہیں۔ دیکھئے یہ بھی خلوت ہے یہ بھی یکسوئی ہے اسی طرح ریاضات تصوف کا بھی ایک فن ہے جس کا درجہ محض تدابیر کا ہے اس کو کتاب و سنت کی طرف مستند کر دینا بے شک کھٹکتا ہے۔ ان مصنفین سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ اس کو مقاصد میں سے سمجھ لیا۔ اگر مقاصد میں داخل نہ کرتے تو لوگوں کو دلائل کی ضرورت نہ ہوتی۔ بلکہ یہی سمجھتے کہ یہ تدابیر ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے دلائل کی تلاش مقاصد سمجھنے کی بناء پر ہوئی ورنہ بعد تحقیق کوئی اشکال نہیں تو بعض مصنفین کے اس فعل کو دیکھ کر تمام سلسلہ پر اعتراض کرنا نہایت بے انصافی ہے اسی واسطے مجھ کو بعضے نقشبندیوں کی شکایت ہے جو بے حد غلو کرتے ہیں، چشتیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اعتراض بھی حد سے گذرے ہوئے جن کے نہ اصول ہیں نہ حدود بڑا ہی افسوس ہے آخر کیوں دوسروں کو اس قدر حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے تمام طریق پر الزام رکھتے ہیں۔ کیا یہ کوئی تحقیق کی شان ہے۔ یہ تو اچھا خاصہ عناد ہے ورنہ جیسے چشتیہ بیچارے کسی کو کچھ نہیں کہتے اور نہ کسی پر تعرض کرتے ہیں۔ تو دوسروں کو بھی چاہئے کہ ان کے پیچھے نہ پڑیں، یہی چیز مجھ کو داعی ہوئی رسالہ لکھنے کے لئے۔ میں تو انشاء اللہ تعالیٰ اہل حق کی نصرت ہی کروں گا۔ گو اس میں مجھ کو تعب زیادہ ہو رہا ہے میں نے خود رسالہ میں چشتیہ کے مشرب کی حقیقت لکھی ہے کہ ان کے مشرب کی حقیقت حنفیہ کے مذہب جیسی ہے کہ سب مذاہب سے زیادہ کتاب و سنت کے مطابق ان کے افعال و اقوال ہیں مگر سب میں زیادہ وہی بدنام ہیں کہ یہ سنت کے خلاف ہیں۔ اسی طرح چشتیہ بدنام ہیں کہ ان کے یہاں خلاف سنت کی تعلیم ہے۔ یہ اعتراض کرنا حقیقت سے بے خبری ہے باقی اضطراری حالت میں اگر کبھی لغزش ہوئی ہے اُس پر متنبہ ہونے کے بعد نادم ہوئے اور توبہ کی اور اس میں ان کا وہی طریقہ رہا جیسا ایک شیخ سے منقول ہے کہ اُن کے مریدوں نے کہا کہ حضرت آپ خاص حالت میں یہ کلمہ غیر مشروعہ کہنے لگے۔ فرمایا کہ اگر اب کے کہوں تو مجھ کو قتل کر دینا مریدین صاحب شریعت تھے۔ شیخ کے امتثال امر کے لئے تیار ہو گئے شیخ پر پھر غلبہ ہوا اور وہی کلمہ کہنا شروع کیا مریدوں نے چھریوں سے اُن پر حملہ کیا مگر جو شخص جس جگہ شیخ کے مارنا چاہتا تھا خود اُس کے اُسی جگہ چھری لگتی تھی۔ اس طرح سے تمام مجلس زخمی ہو گئی جب شیخ کو ہوش آیا تو مریدین نے عرض کیا کہ واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی اور تمام قصہ سنایا فرمایا مجھ معلوم ہے

میں نہیں کہتا تھا ورنہ میں سزا کا مستحق ہوتا. اس سے استدلال کیا اپنے معذور ہونے پر، بہرحال شریعت کا مقابلہ نہیں کیا سزا کے لئے تیار ہو گئے. یہ تو قدماء کی حکایت ہے. باقی اسی زمانہ کا واقعہ عرض کرتا ہوں. ماموں صاحب میں ایک خاص شورش تھی بعضے طریقے اُن کے ہمارے بزرگوں کے مسلک کے خلاف تھے. میں نے انکو خیر خواہی و ہمدردی سے ایک خط لکھا اور آخر میں لکھا کہ میں آپکے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آپ کو طریقہ سنت پر قائم فرمائیں. جواب لکھا کہ بیٹا تم جوان صالح ہو۔ مقبول الدعا ہو میرے لئے ایسی دعا نہ کرنا میری تو ساری عمر کا ذخیرہ ہی ہاتھ سے نکل جائے گا. میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ میں جس چیز میں ہوں اسی پر ختم ہو جاؤں. تمہارا طریق تم کو مبارک ہو. اور میرا طریق مجھ کو مبارک ہو. غرض میرے ساتھ رد و قدح نہیں کیا. دیکھئے یہ تو حالت اختلاف کی اور اس پر یہ جواب.

ملفوظ ۲۲۸:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب کچھ سہی مگر یہ شورش اور غلبہ کی حالت کمال نہیں، کمال وہی ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی حالت تھی کہ قلب میں بلکہ رگ رگ میں تو آگ بھری ہوئی ہے اور ظاہراً سکون ہے. اسی طرح چشتیہ میں ایک آگ ہے جو سامنے پڑتا ہے وہ بھی جلنے لگتا ہے ان کی یہ شان ہے ؎

عشقؔ آں شعلہ است کوچوں برفروخت ٭ ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تو ایسے جلے بھنوں کے پیچھے پڑنے سے کیا فائدہ، بات یہ ہے کہ یہ چشتی بیچارے بولتے نہیں کسی سے. اس لئے اُن ہی پر سب کی مشق ہوتی ہے.

۱۸ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۲۲۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے کامل ایسے ہیں کہ باوجود ناقص ہونے کے اپنے نقص پر پردہ ڈالتے ہیں گو آخیر میں ان ہی کے اقوال و افعال سے نقص ظاہر ہو جاتا ہے

ملہ شعر ۲۲۸ کا ترجمہ: عشق یہ بھڑکنے والی ہے تو معشوق کے سوا اور سب چیزوں کو جلا دیتی ہے ۱۲ ٭

جیسے ایک شخص سے کسی نے کہا کہ خط لکھ دو. کہا کہ میری ٹانگ میں درد ہے. اس نے کہا کہ لکھنے کا ٹانگ سے کیا تعلق، کہا کہ میرا لکھا ہوا میں ہی پڑھ سکتا ہوں دوسرا نہیں پڑھ سکتا. مگر یہ نہیں کہا کہ مجھ کو لکھنا نہیں آتا. گو اخیر میں ظاہر ہو گیا. اس بدخطی پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک عالم متقدمین سے ہیں بہت بڑے شخص ہیں اُن کا قلم نہایت بدخط تھا. ایک روز بازار گئے تو اپنے سے بھی بڑے خط کی ایک کتاب نظر پڑی اس کو گراں قیمت پر خریدا، طاعنین کے جواب کے واسطے کہ لوگوں کو دکھاؤں گا کہ مجھ سے بھی زیادہ بدخط لوگ ہوئے ہیں مگر گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ بھی میرا ہی ابتدا کا خط ہے مگر سادگی دیکھئے کہ خود ہی اپنے اس قسم کے کچے چھٹے کھول رہے ہیں. آجکل کے مدعیوں کی طرح اپنے نقص کو چھپایا نہیں.

۲۳۰ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یورپ میں بوجہ دہریت کے خودکشی کا بازار گرم ہے

ملفوظ:- اسلئے کہ جب اسباب کے اعتبار سے کسی کام سے مایوس ہوتے ہیں تو بوجہ مسبب کے قائل نہ ہونے کے آگے تو کوئی چیز دل کی تھامنے والی ہے ہی نہیں فرمایا کہ حقیقت میں بدون دین کے راحت نہیں حتیٰ کہ راحت کے سامان میں بھی راحت نہیں. یہی خودکشی کرنے والے آخرت کے قائل نہیں، اس لئے کچھ خبر نہیں کہ خودکشی کا نتیجہ کیا ہوگا. اگر دین ہوتا تو مصیبت میں بھی دیکھتے کہ شریعت میں ہر چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر اجر کا وعدہ ہے تو پریشان نہ ہوتے. ایسی مثال ہوتی کہ اگر کسی کا ایک روپیہ کھو جائے اور ایک شخص کہے کہ گھبراؤ مت ایک گنی دوں گا تو اُس وقت کچھ عجب نہیں کہ اس کھوئے جانے کو غنیمت سمجھے بلکہ یہ تمنا کرے کہ ہر روز کھویا جایا کرے کہ گنی ملا کرے. ایک رئیس تھے میرٹھ میں اپنے نوکر کے ایک چپت مار دیا مگر تھے رحمدل، اس لئے اس کے بعد اس کو ایک روپیہ دیا پھر پوچھا کہ کیا حال ہے. کہا کہ حضور کی جان و مال کو دعا کر رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ایک چپت ہر روز مار دیا کریں تو تیس روپیہ مہینہ میں مل جایا کریں. غرض جب تکلیف کا عوض ملتا ہے تو اس کی تمنا ہوتی ہے. اسی طرح دیندار آدمی آخرت کے عوض کے اعتقاد سے مصیبت کو بھی خیر سمجھتا ہے.

۲۳۱ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زہد یہ نہیں کہ حلال کو عملاً حرام کر لو. مثلاً خربوزہ

ملفوظ:- حلال ہے مگر زہد کے سبب نہ کھاتا ہو سو یہ زہد نہیں، بلکہ زہد یہ ہے کہ جو چیز اپنے ہاتھ میں ہو اس پر اتنا بھروسہ نہ ہو جتنا بھروسہ اُس پر ہو جو خدا کے ہاتھ میں ہے. یہ حقیقت ہے زہد کی اور یہ مضمون حدیث مرفوع کا ہے. جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے.

۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۲۳۲:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد بھی ختنہ کرانا چاہئے یا نہیں، فرمایا کہ اگر وہ برداشت کر سکے یعنی گھبرائے نہیں ڈرے نہیں تو ختنہ کرانا چاہئے. عرض کیا کہ اُس لڑکے پر تو نہ کرانے میں گناہ نہیں فرمایا اگر برداشت کر سکتا ہے اور نہیں کراتا تو گناہ ہوگا ورنہ گناہ نہیں

ملفوظ ۲۳۳:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ دیکھا ہے جو عطر ہے تمام طریق کا. میں اس کو اس لیے بیان کرتا ہوں کہ اُس سے میرے دوست کام لیں. وہ فرماتے ہیں کہ آدمی تین چیزیں اختیار کرلے بس کافی ہیں. ایک خوف دوسری رجاء تیسری محبت، یہ سب سنت کا رنگ ہے. خوف سے تو یہ ہوگا کہ گناہ نہ ہوں گے اور رجاء سے یہ ہوگا کہ طاعت کی رغبت ہوگی اور محبت سے یہ ہوگا کہ تکلیف برداشت کرے گا، جو امور غیر اختیاری ہیں جیسے حوادث و مصائب وہ تو محبت کی وجہ سے برداشت کرے گا اور جو امور اختیاریہ ہیں جیسے طاعات یا معصیت اُن میں خوف و رجاء سے کام ہو جائے گا. اگر آدمی کچھ بھی نہ کرے یہ تین باتیں اختیار کرلے. بس کافی ہیں. خواجہ صاحب نے کیا اچھی بات فرمائی، آخر بڑے ہیں کسی وجہ سے تو بڑے ہیں. بس یہی باتیں ہیں بڑے ہونے کی. میرا اس ملفوظ سے آج بڑا ہی جی خوش ہوا کیونکہ ایک ضرورت ہے گناہ سے بچنے کی اُس کے لیے خوف ہے. ایک ضرورت ہے طاعات کی اُس کے لیے رجاء ہے اور ایک ضرورت ہے معصیت اور تکلیف کے وقت ثابت قدم رہنے کی اُس کے لیے محبت ہے، مجھے تو یہ ملفوظ دیکھ کر یہ معلوم ہوا کہ جیسے بڑی دولت نصیب ہو گئی.

ملفوظ ۲۳۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں میں ایک خاص رنگ ہے تعلق مع اللہ اور قطع تعلق عن غیر اللہ ہے اس رنگ کے غلبہ میں اُن کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں.

ملفوظ ۲۳۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اگر صحیح طریقہ سے کام کرنا چاہیں افراط تفریط نہ کریں تو میں سچ عرض کرتا ہوں کہ دین میں بہت آسانی ہے اب تو جوا ڈالکر بالکل الگ

ہو گئے۔ یہ چاہتے ہیں کہ کچھ بھی نہ کرنا پڑے خود بخود سب کام ہو جائیں۔ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی چیز تو بدون مشقت کے حاصل ہوتی نہیں، دین کیسے حاصل ہو جائے۔ آدمی کچھ تو کرلے کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے۔

ملفوظ ۲۳۶- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عدل کا نام و نشان نہیں رہا اس کو تو دین کی فہرست سے خارج ہی سمجھ رکھا ہے۔ الحمد للہ میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ بھائی مرحوم کے یہاں حاجی عبدالرحیم ملازم تھے۔ بڑے گھر میں سے مجھ سے ان کی کچھ شکایت کی، میں نے ان کو بلا کر پوچھا انہوں نے نفی کی۔ میں نے گھر میں سے کہا کہ شرعی ثبوت لاؤ وہ تو انکار کرتے ہیں، وہ ثبوت پیش نہیں کر سکیں۔ تب میں نے کہا کہ بدون ثبوت شرعی کے کسی پر الزام نہیں لگانا چاہئے۔ انہوں نے توبہ کی۔ ایسے موقع پر بڑی مشکل ہوتی ہے۔ جہاں دونوں طرف تعلق ہو مگر شریعت کے اصول پر عمل کرنے کی صورت میں کچھ بھی مشکل یا دشواری نہیں ہوتی اور گو دو شخصوں سے جو تعلق ہوتا ہے اس میں فرق ضرور ہوتا ہے مگر عدل کے وقت دونوں میں مساوات ہونا چاہئے۔ میں نے خاص یہ صفت یعنی شکایت سے متأثر نہ ہوتا۔ دو بزرگوں میں ایک خاص شان کی دیکھی ہے یوں تو سب ہی بزرگوں میں ایسی صفات ہوتی ہیں مگر پھر بھی تفاوت ضرور ہوتا ہے۔ ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اور ایک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں، سو حضرت مولانا تو شکایت سنتے ہی نہ تھے۔ فرما دیتے کہ میں سننا نہیں چاہتا۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ سنکر فرما دیتے کہ سب جھوٹ ہے وہ شخص ایسا نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی اس عادت کی دلیل قرآن میں ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے تہمت لگائی، حق تعالیٰ اس باب میں فرماتے ہیں لولا جاءو علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون[1]۔ اور عند اللہ سے مراد ہے فی دین اللہ فی قانون اللہ۔ (اللہ کے دین میں اللہ کے قانون میں) آگے ارشاد ہے ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بہتان عظیم[2]۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حسن ظن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں، سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا یہی کافی دلیل ہے حسن ظن کی۔

---

[1] یہ لوگ اپنے قول پر چار گواہ کیوں نہیں لائے سو اس صورت میں کہ یہ لوگ موافق قاعدہ کے گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔ [2] اور تم نے جب اس بات کو اول سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں، معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے۔

پس حضرت حاجی صاحب پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ بلا دلیل شاکی کو کیسے کاذب فرما دیا البتہ باوجود غلط سمجھنے کے اگر کسی دوسری بنار پر عمل کیا جاوے تو دوسری بات ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق شکایت کو جھوٹ سمجھا مگر انتظامی مصلحت کی بنار پر ان کو معزول کر دیا۔

ملفوظ ۲۳۷:- ایک نو وارد ناشناسا صاحب آئے انھوں نے حضرت والا کی خدمت میں کھجوریں پیش کرکے عرض کیا کہ یہ مدینہ طیبہ کی ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک کھجور لے سکتا ہوں۔ بالکل نہ لینے کو مدینہ کی بے ادبی سمجھتا ہوں۔ آپنے ہدیہ دینے میں غلطی کی جس کے بے تکلفی نہ ہو میں اُس سے ہدیہ لیا نہیں کرتا۔ آپکو دینا نہ چاہیے تھا اب مجھ کو دونوں پہلوؤں کو جمع کرنے میں تنگی ہوئی پھر فرمایا کہ بعض مرتبہ آدمی دو پاٹ کے بیچ میں آجاتا ہے اسی پر بعض نے گھبرا کر کہدیا ہے

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ، باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

مگر ایسے موقع پر وہ شخص نہیں گھبرائے گا جو جامع بین الاضداد ہوگا بحمد اللہ کوئی ایسا موقع پیش نہیں آتا جس پر مجھ کو گھبراہٹ ہو۔ اس کے قبل بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب جو میرے مخالف تھے وہ مدینہ طیبہ کی کھجوریں لائے اور بطور ہدیہ مجھ کو دیں۔ میں نے ایک کھجور لے لی اور مزاحاً کہدیا کہ ایک مدینہ کی ہے اور سب تمہاری ہیں۔ غرض بین الاضداد ہونے کی ضرورت ہے پھر کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔

ملفوظ ۲۳۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ میرے ذہن میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ لوگوں کو اپنے ساتھ مربوط رکھا جائے۔ جو اپنا طرز ہے کھلم کھلا ہے اب کیا اپنا طرز بدلیں گے اور طبعی بات کیسے بدل سکتی ہے اپنا تو یہ مشرب اور مسلک ہے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

اور حضرت یہ مربوط رکھنا تو ایک مستقل شغل ہے کہ وہ چلا نہ جاوے وہ ناراض نہ ہو جاوے استغفر اللہ۔ پھر فطری بات کے نہ بدل سکنے کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کوئی فطری بات ہے تو اس کے بدلنے کی کوشش کرنا بے ادبی ہے۔ گویا دوسری عبارت میں قدرت کا مقابلہ ہے اور قدرتی طور پر اُس میں حکمتیں بھی ہیں۔ جیسے بخل ہے طبع ہے تو ان میں جہاں تک فطری درجہ ہے وہ مصالح کے سبب خود مطلوب ہے چنانچہ بدون اُس فطری درجہ کے بعض ضروری انتظام نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ایسے درجہ کی ضرورت ہے تاکہ انتظام

ملہ دریا کی تہ میں مجھ کو باندھ کر ڈالدیا ہے اور حکم یہ دیا جاتا ہے کہ خبردار دامن تر بھی نہ ہو ۱۲

ملہ جس کا جی چاہے آوے اور جس کا جی چاہے چلا جاوے۔ اس دربار میں کسی کی دار و گیر نہیں ہے ۱۲

کر سکے البتہ جو فطرت سے زائد کسی عارض کے سبب پیدا ہو گیا ہے اس کے تبدیل بدرجہٗ تعدیل کی ضرورت ہے اور اسی تفصیل کے نہ جاننے سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا ہے کہ تہذیب اخلاق کی کوشش کرنا بیکار ہے۔ کیونکہ اخلاق فطری ہیں مگر محققین نے وہی جواب دیا ہے جو میں نے ابھی عرض کیا ہے جو درجہ فطری ہے وہ اعتدال کے خلاف نہیں ہے۔ اُس میں حکمتیں ہیں کہ وہ بعض مفاسد کا معین ہے میرا بڑا جی خوش ہوا جس روز یہ بات سمجھ میں آئی۔

ملفوظ ۲۳۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے مجھ کو احباب سے بے حد محبت ہے مگر جب کوئی اصول کے خلاف کرتا ہے تو ایکدم قلب اُس سے خالی ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے خدا کی اس میں بھی میرا کوئی کمال نہیں حق تعالیٰ ہی سب انتظام فرما دیتے ہیں

ملفوظ ۲۴۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عشاق کے حالات پڑھ لیا کرے ان کے پاس بیٹھ لیا کرے اس سے ہی بہت کچھ ہو رہتا ہے، بالخصوص حضرات چشتیہ سے تعلق رکھنے سے ایک خاص دولت ملتی ہے یعنی فنا کیونکہ ان کے یہاں یہی خاص چیز ہے کہ اپنے کو مٹا دو فنا کر دو بعض حضرات کے یہاں بقاء مقصود ہے فنا تابع اور حضرات چشتیہ کے یہاں فنا اصل ہے بقا تابع۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فنا کی ایک خاص شان غالب تھی۔ چنانچہ حضرت سے کوئی عرض کرتا کہ حضرت کی وجہ سے یہ نفع ہوا وہ نفع ہوا۔ فرماتے میاں میں نے کچھ نہیں کیا تمہارے اندر دولت تھی میرے پاس آ کر میری تعلیم پر عمل کرنے سے اس کا ظہور ہو گیا۔ یہ شان فنا کی تھی اور یہ بھی فرماتے کہ تم یہ مت سمجھنا یہ مصلحت طالب کی تھی۔ قاری محمد علی صاحب جلال آبادی کہتے تھے یہ مولانا شیخ محمد صاحب کے مرید تھے کہ مولانا مظفر حسین صاحبؒ کاندھلوی حضرت حاجی صاحب کے متعلق فرماتے تھے کہ حاجی صاحب بزرگانِ سلف میں سے ہیں اس وقت کے بزرگوں میں سے نہیں واقعی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی۔

۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نمازِ جمعہ

ملفوظ ۲۴۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری ہمارے اساتذہ

میں سے ہیں اُن سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ مولانا شہید صاحب نے لکھا ہے کہ خدا اگر چاہے تو محمدؐ جیسے سیکڑوں بنا ڈالے اور محاورہ میں بنا ڈالنا تحقیر کے لیے۔ اور حضور کی تحقیر کفر ہے۔ مولانا احمد علی صاحبؒ نے فرمایا کہ تحقیر فعل کی ہے یعنی بنانا مستقل نہیں، مفعول کی نہیں تو حضور کی تحقیر نہیں۔ وہ کوڑ مغز کیا سمجھتا اس جواب کو اور کیا قدر کرتا کہنے لگا کہ آپ لوگ باتیں بناتے ہیں تحقیر صاف ہوئی۔ یہ حضرات بڑے متین ہوتے ہیں۔ مولانا خاموش ہو گئے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے وہی صاحب مولانا سے کہنے لگے کہ حضرت فلاں فلاں کتاب آپ نے چھاپی اگر بیضاوی چھپوا ڈالتے تو اچھا ہوتا۔ مولانا نے فرمایا کہ جناب یہ ڈالنا وہی ہے جس سے مولانا شہید صاحب پر فتویٰ دیا گیا تھا، اس سے تحقیر ہوئی بیضاوی کی اور بیضاوی مشتمل ہے قرآن پر اور کل کی تحقیر مستلزم ہے جزو کی تحقیر کو اور قرآن کی تحقیر کفر ہے اب بتلائیے کیا جواب ہے اب وہ صاحب کہتے ہیں کہ حقیقت میں میرا مقصود فعل ہی کی تحقیر تھی مفعول کی نہ تھی۔ نہایت عجیب جواب ہے محققانہ جواب ہے، حکیمانہ جواب ہے اس میں مناظرانہ طرز نہیں اور یہ طرز بہت مفید ہوتا ہے۔

ملفوظ ۲۴۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہلِ باطل ہر وقت اہلِ حق کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ چھیڑ چھاڑ کرنا تو ان کا ایک ادنیٰ مشغلہ ہے۔ ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست تھے وہ قادیانی ہو گئے تھے مجھے چھیڑا کرتے تھے میں نے کہا کہ بھائی قیل و قال سے کیا فائدہ بس مختصر فیصلہ یہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ مرزا کے پاس چلتا ہوں اگر مجھ پر اثر ہو گیا میں قادیانی ہو جاؤں گا۔ اگر نہ ہوا تو تم قادیانیت سے توبہ کر لینا۔ یہ طے ہو گیا دونوں وہاں گئے۔ اول جاتے ہی وہاں منشی نے اس مرید صاحب سے پوچھا کہ تمہارا کیا نمبر ہے نمبر بتلایا تو رجسٹر دیکھ کر چندہ کا تقاضا کیا اس کے بعد مرزا سے ملے مرید صاحب نے مرزا سے تمام واقعہ باہمی معاہدہ کا ذکر کیا۔ مرزا نے ان پر اثر ڈالنے کیلئے بہت زور لگایا، ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اللہ نے ایمان کو سلامت رکھا اور واپس آ کر اُن صاحب نے بھی توبہ کر لی۔ یہ ایک معمولی خوش عقیدہ کے تعلق کا اثر تھا۔ اور بزرگوں کے تعلق میں تو اور زیادہ برکت ہوتی ہے چنانچہ ایک اور صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک عیسائی مجھ کو اپنی طرف مائل کرتا تھا۔ ایک روز مجھ سے کہنے لگا کہ تمہارا کسی عالم یا بزرگ سے تعلق ہے کہتے تھے کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا کہ اُن سے تعلق ہے فوراً اٹھ کر چلا گیا پھر کبھی نہیں آیا۔ واقعی یہ حضرات سپر اور ڈھال ہوتے ہیں ان حضرات سے صرف تعلق رکھنا

بھی ایک قوی سبب ہے فلاح اور بہبود کا۔ دیکھیئے مولانا کا نام سنکر اس کی طمع قطع ہو گئی۔ بعض اسباب اس برکت قطع طمع کے محض معمولی امور بھی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایچولی کے وعظ میں کہا تھا، اس وعظ کا نام محاسن الاسلام ہے کہ گائے کا گوشت کھانا مت چھوڑنا۔ جب تک اس کو کھاتے رہوگے کوئی تم کو شدھ ہی کرنے کی ہوس نہ کریگا۔ چنانچہ اسی کے قریب ایک گاؤں والوں کو شدھ ہی ہونے پر رضامند کرلیا گیا تھا وہ لوگ وعظ میں بھی آئے تھے اور وعظ کے بعد آنے والوں کو گائے کے گوشت کا پلاؤ کھلایا گیا۔ بس اسی روز دونوں جانب سے شدھی کی مایوسی ہوگئی اور اسی لئے میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان میں گاؤ کشی شعائر اسلام سے ہے۔ اس قصد سے اس کا گوشت کھانا موجب اجر ہے۔

ملفوظ ۲۲۳:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر خاموش بیٹھا رہنا طالبین کو بے حد مفید ہوا ہے جو لوگ چند روز خاموش بیٹھ کر واپس جاتے ہیں وطن پہونچکر اس کا نفع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس وقت تو یہ معمول تلخ معلوم ہوتا تھا مگر اس قدر نفع طویل مجاہدات سے بھی شاید نہ ہوتا جو دس دن کے اندر خاموش بیٹھنے سے ہوا۔ بد فہم لوگ اس کو ٹالنا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے۔ اور قسم بھی جو سلف سے خلف تک معمول بہ ہے کیوں کہ مجاہدہ کی چار قسمیں ہیں۔ قلت الطعام، قلت الکلام، قلت المنام، قلت الاختلاط مع الانام۔ ان میں سے محققین نے اس وقت کے لوگوں کی قوت اور صحت کو دیکھتے ہوئے دو کو حذف کردیا ہے۔ قلت الطعام اور قلت المنام۔ اور دو کو باقی رکھا ہے۔ قلت الکلام اور قلت الاختلاط مع الانام۔ سو کم بولنا نہایت مفید چیز ہے خصوص مبتدی کے لئے۔ اور عام طور پر بھی کم بولنا نہایت مفید ہے۔ اور زیادہ بولنا یعنی بلاضرورت بولنا نہایت مضر چیز ہے اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ اور نورانیت فنا ہوتی ہے۔ چنانچہ بلاضرورت اگر کوئی کسی سے اتنا بھی پوچھ لے کہ کہاں جاؤگے اس سے بھی قلب میں ظلمت پیدا ہوجاتی ہے اور قلب مردہ ہوجاتا ہے اور اگر کسی کو حس ہی نہ ہو تو اس کا کیا علاج ہے۔ اور ضرورت میں اگر شب و روز کلام کرے مثلاً ایک شخص ہے کنجڑا وہ بیوی بچوں کی وجہ سے تجارت کرتا ہے اور سر پر خربوزوں کا ٹوکرا لیئے دن بھر آواز لگاتا ہے کہ لے لو خربوزے لے لو خربوزے۔ اس سے ایک ذرہ برابر بھی قلب پر ظلمت نہ ہوگی۔ غرض فضول گوئی اس طریق میں سم قاتل ہے اس سے قلب برباد ہوجاتا ہے باقی فضول کو

ضروری پر قیاس کرنا مع الفارق ہے مثلاً شیخ اپنے کو قیاس کرنے لگے کیونکہ اُس کا بولنا بضرورت ہے۔ پس یہ قیاس ایسا ہوگا جس کو فرماتے ہیں ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

باقی فضول و ضروری کے امتیاز کے لئے خود الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں اپنے کو جس کے سپرد کیا ہے وہ جو تعلیم کرے اُس پر عمل کرتا رہے کیونکہ اس کو وہی سمجھتا ہے کہ ہر چیز کا موقع محل کیا ہے چنانچہ سکوت بھی مطلقاً فضیلت کی چیز نہیں بعض نطق سکوت سے افضل ہے بلکہ سکوت کی فضیلت تو بولنے ہی کی بدولت معلوم ہوئی ہے۔ جیسے خلوت کی فضیلت کہ یہ بھی بدولت جلوت ہی کے معلوم ہوئی۔ غرض یہ ہے کہ موقع ہے ہر چیز کا کہیں سکوت مناسب ہے کہیں بولنا مناسب ہے کبھی خلوت کی ضرورت ہے کبھی جلوت کی ضرورت ہے۔ اس اختلاف موقع کی ایک مثال ذکر کرتا ہوں۔ یہ مثالیں مقصود کی توضیح کے لئے ہوتی ہیں۔ ایک بہو کی حکایت ہے نئی نئی شادی ہو کر سسرال میں آئی مگر بولتی نہ تھی ساس نے کہا کہ بہو تو بولتی کیوں نہیں؟ کہنے لگی کہ میری ماں نے مجھے منع کر دیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت۔ ساس نے کہا کہ ہاں تیری بہو قوف ہے ضرور بولا کر، بہو نے کہا کہ تو پھر کچھ بولوں۔ ساس نے کہا کہ ضرور بول اب بہو بولتی ہیں تو دیکھو کیا لڑ برساتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ اماں ایک بات تم سے پوچھتی ہوں وہ یہ کہ اگر تمہارے لڑکے کا انتقال ہو جاوے اور میں بیوہ ہو جاؤں تو میری کہیں اور شادی کر دو گی یا یوں ہی بٹھلائے رکھو گی۔ ساس نے کہا کہ بہو بس تو خاموش ہی رہا کر، تیری ماں کا منع کرنا ہی صحیح رائے ہے۔

امام ابو یوسفؒ املا لکھوایا کرتے تھے، طلبہ میں سے ایک شخص بالکل نہ بولتا تھا آپ نے فرمایا کہ میاں تم کبھی نہیں بولتے کچھ پوچھتے پاچھتے نہیں، عرض کیا کہ اب پوچھا کروں گا ایک مجلس میں امام صاحب نے مسئلہ فرمایا کہ آفتاب غروب ہونے پر روزہ فوراً افطار کر لیا جائے، تو وہ شخص کہتا ہے کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا پوچھو کہتا ہے کہ اگر کسی روز آفتاب غروب ہی نہ ہو تو کیا کرے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ بس بھائی تمہارا نہ بولنا ہی مناسب ہے۔ حاصل یہ کہ

؎ مرشد کے کاملوں کو اپنے کاموں پر قیاس مت کرو (کہ جو کچھ شیخ کرے وہی تم بھی کرنے لگو) کیونکہ اگرچہ دونوں فعل ظاہر میں یکساں ہیں مگر باطنی طور پر بہت فرق ہوتا ہے دیکھو شیر (یعنی درندہ) اور شیر (یعنی دودھ) دونوں لفظ ایک ہی طرح سے لکھے جاتے ہیں (مگر دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے)

موقع اور محل ہوتا ہے ہر چیز کا، جس چیز کو مربی مناسب سمجھے گا اس کی تعلیم کرے گا۔

ملفوظ:۔ ۲۲۴ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ ضرورت کی باتیں ذہن میں ڈالدیتے ہیں ورنہ ہر شخص کو کشف نہیں ہوتا اور مجھ کو تو ہوتا بھی تو سلب کی دعا کرتا۔ کشف میں بڑی مصیبتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک بات ہونے والی ہے دس روز بعد اور معلوم ہوگئی آج اب گھل رہے ہیں۔ ایک یہ کہ اب تو سب مسلمانوں سے حسن ظن ہے اور اس وقت دوسروں کا عیب بھی منکشف ہوتا اجتنبوا کثیرا من الظن کو صاحب کشف نہیں بجالاسکتا۔ اور جس کو کشف نہ ہو وہ اس کو بجالاسکتا ہے تو کشف نہ ہونے میں یہ کیا تھوڑی نعمت حاصل ہوتی ہے کہ حکم شرعی پر عامل ہونے کی توفیق ہوگئی۔ اسی طرح الہام بھی کوئی کمال کی چیز نہیں۔ فالھمھا فجورھا وتقواھا کی رو سے ہر شخص ملہم ہے۔ ہاں بڑی چیز یہ ہے کہ اپنے کو فنا کررہا ہو۔ یہ ہے بڑی دولت اس کے سامنے کیا الہام اور کیا کشف اور کیا کرامت، اسی کو کہتے ہیں ؎

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے ۔۔۔ تری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے

اور اسی کو کہتے ہیں ؎

تو درو گم شو وصال این است و بس ۔۔۔ گم شدن گم کن کمال این است و بس

ملفوظ:۔ ۲۲۵ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے مدعیان تہذیب میں تہذیب تو خاک نہیں، ہاں تعذیب ہے۔ ان نیچریوں سے میں کہا کرتا ہوں کہ تم چالیس روز پاس رہو تب سوال کرنے کی قابلیت پیدا ہو اور صاحب میری تو بڑے بڑے مدعیوں سے گفتگو ہوئی ہے جانئے چار منٹ بھی چلے اور بک بک کرنا یہ کوئی کمال کی بات نہیں۔

ملفوظ:۔ ۲۲۶ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک وعظ میں بیان کیا تھا کہ یہ بدعتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ مانتے ہیں مگر ناقص اور ہم عبد کہتے ہیں مگر کامل، تم حضور کی تنقیص کرتے ہو اور ہم کمال کے قائل ہیں۔

ملفوظ ۲۲۷:۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیوں کے اندر نہایت مسکنت غربت انکساری

؎۱ بہت سے گمانوں سے بچا کرو ؎۲ پھر اسکی بدکاری اور پرہیزگاری دونوں باتوں کا اس کو القاء کیا ۱۲۔

؎۳ تو اس میں فنا ہو جا، یہی وصال کا حاصل ہے فنا ہونے کی طرف بھی توجہ نہ کرو۔ یہی کمال فنا ہے ۱۲۔

شکستگی ہے مگر اُن ہی میں جو اللہ کا نام لینے والے ہیں باقی جو صرف گانے بجانے کودنے ناچنے ہی کو اصل شغل سمجھتے ہیں وہ تو چشتی ہی نہیں پھر شکستگی ، پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طالب علم نے دعوت کی ۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شرط سے منظور ہے کہ خود کچھ مت پکانا بلکہ گھروں پر جو تمہاری روٹیاں مقرر ہیں وہی ہم کو بھی کھلا دینا اس کو اس نے منظور کرلیا یہ ہے شان مسکنت اور غربت اور انکسار اور عاجزی کی اتنا بڑا شخص اور اس طرح اپنے کو مٹائے ہوئے تھا ۔

ملفوظ :- نمبر ۲۴۸ فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے ان کا لڑکا بھاگ گیا تھا لکھا ہے کہ ایک مہینہ کے بعد خود واپس آگیا اور آکر تعلیم میں مصروف ہوگیا لیکن بقدر نصاب رقم سفر میں برباد کر آیا میں نے جواب لکھا ہے کہ اس مالی خسارہ سے آپ کا تو مجاہدہ ہوگیا سو اس کے ثمرہ کے مقابلہ میں نصاب کیا چیز ہے ۔

ملفوظ :- نمبر ۲۴۹ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس اگر قید میں ہو تو اُس کا کید مضر نہیں آزاد نفس کا کید مضر ہے ۔

ملفوظ :- نمبر ۲۵۰ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جنازہ دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کیلئے دعا کرنا جائز ہے فرمایا کہ منقول نہیں اس لئے ترک اولیٰ ہے اور کہیں منہی عنہ بھی نہیں اگر لازم نہ سمجھے تو دعا بھی جائز ہے اور رفع یدین اسکے آداب میں سے ہے ۔

ملفوظ :- نمبر ۲۵۱ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذلت اور تواضع کے درمیان کیسے فرق معلوم ہو کہ یہ ذلت ہے اور یہ تواضع فرمایا کہ تواضع کی حقیقت سمجھ لینے کی ضرورت ہے اس کے بعد ذلت کا درجہ خود سمجھ میں آجائے گا تواضع کی حقیقت ہے اپنے کو حالاً یا مآلاً سب سے کمتر سمجھنا ، مثلاً کسی کافر کی نسبت اگر یہ سمجھے کہ یہ بڑا ہے اس اعتبار سے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن مآل کی کیا خبر ہے تو یہ تواضع مامور بہ ہوگئی اور یہ سمجھنا اعتقادی تواضع ہے اور عملی تواضع یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی کی تحقیر نہ کرے ۔ یہ حقیقت ہے تواضع کی ۔

ملفوظ :- نمبر ۲۵۲ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت محنت مزدوری تمام پیغمبروں نے کی ہے ، اس کی کوئی اصل ہے فرمایا کہ یہ کلیہ تو منقول نہیں مگر اتنا ثابت ہے کہ بکریاں سب نے چرائی ہیں ۔

ملفوظ نمبر ۲۵۳ :- ایک شخص آکر خاموش بیٹھ گئے حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی

پوری بات اور اپنا تعارف نہ کرایا۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص حاجت لیکر آوے اس کو خود کہنا چاہیے۔ کیا یہ میرے ذمہ ہے کہ میں پوچھا کروں، کس کس سے پوچھوں۔ میں ان چیزوں کی بھی تعلیم کرتا ہوں اس لئے بدنام ہوں۔ لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کے غلام ہو جاؤ، سو مجھ سے غلام نہیں بنا جاتا۔ اس غلامی کا نام رکھا ہے اخلاق، اس رسمی اخلاق کی بدولت جہل دوسرے کا راسخ ہوتا جاتا ہے۔ میں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں، یہ تو اعلیٰ درجہ کی بداخلاقی ہے جس سے لوگوں کا دین خراب ہو اور وہ جہل میں مبتلا رہیں۔

ملفوظ ۲۵۴:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے من تشبہ بقوم فہو منہم۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اہل باطل سے امتیاز ہو مگر تشابہ جائز ہے تشبہ جائز نہیں۔ تشابہ وہ ہے جو فطری ہو اور تشبہ وہ ہے جو قصد سے ہو۔

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم ہشنبہ

ملفوظ ۲۵۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں باہم تفرق نہ ہو۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسری قوموں کو ان کو ضرر پہنچانے کی جرأت ہوتی ہے اس لئے باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے مگر یہ اتحاد نہیں جو آج کل کے لیڈر اور ان کے ہم خیال مولوی کراتے پھرتے ہیں جس میں شریعت بھی محفوظ نہیں رہی، بلکہ وہ اتحاد مقصود ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ یعنی اعتصام بحبل اللہ کے ساتھ اتحاد ہی اتحاد کارآمد اور مفید ہے۔

ملفوظ ۲۵۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کا کام نہیں چندہ جمع کرنے کا۔ یہ کام تو

ملہ جو دوسری قوموں کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے ملہ اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ تم سب باہم متفق بھی ہو۔

دنیا داروں ہی کے سپرد رہنا چاہئے۔ مولویوں کو مالیات میں پڑنا ہی نہیں چاہئے۔ اس باب میں ان کا مذہب تو یہ ہونا چاہئے ؎

لنگکے زیر و لنگکے بالا نے غم دزد و نے غم کالا[1]

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے، بریلی کے ایک رئیس نے غالباً چھ ہزار روپیہ پیش کیا کہ کسی نیک کام میں لگا دیجئے۔ فرمایا کہ لگانے کے بھی تم ہی اہل ہو تم ہی خرچ کرو، اس نے عرض کیا کہ میں کیا اہل ہوتا فرمایا میرے پاس اس کی دلیل ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اہل سمجھتے تو مجھ کو ہی دیتے۔ تبسم فرماتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ اس کا جواب تو تھا کہ حضرت اللہ میاں دے تو رہے ہیں۔

ملفوظ ۲۵۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا کے ساتھ صحیح تعلق ہونا چاہئے پھر چاہے کچھ جائے یا رہے پرواہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔ بعض لوگ کیفیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اس میں کیا رکھا ہے بعض مشائخ کے اعتبار سے وہ بھی خدا کی نعمت ہیں مگر مقصود نہیں ان کی رضا کے سوا سب غیر مقصود ہے۔

ملفوظ ۲۵۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعلق مع اللہ میں استغناء کی خاصیت ہوتی ہے جس کو بھی اللہ تعالیٰ یہ دولت عطاء فرما دیں یعنی ایمان کی معرفت کی تعلق مع اللہ ہے حافظ محمد یوسف صاحب تھانوی تحصیلدار یا قلعہ دار تھے بھوپال میں۔ اس وقت مولوی عبدالجبار صاحب بھی وزیر تھے انھوں نے حافظ صاحب سے ملنے کی کوشش کی، بلایا حافظ صاحب نے تین شرطیں لگائیں۔ کہ اگر یہ منظور ہوں تو آسکتا ہوں۔ اول تو یہ کہ میری تعظیم نہ کریں۔ دوسرے یہ کہ میں جہاں بیٹھ جاؤں اٹھایا نہ جائے۔ تیسرے یہ کہ میں جس وقت واپس آنا چاہوں مجھ کو روکا نہ جائے۔ وزیر صاحب نے تینوں شرطیں منظور کرلیں۔ پہونچے وزیر صاحب کے پاس وہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کہا کہ دیکھئے شرط اول کی مخالفت ہو رہی ہے۔ پھر بہت ہی ادنیٰ جگہ میں بیٹھ گئے وزیر صاحب نے کہا کہ حضرت یہاں آجایئے۔ کہا کہ شرط ثانی کی مخالفت ہو رہی ہے۔ وزیر صاحب نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ حضرت جو عہدہ منظور فرمائیں اس کا انتظام کردوں۔ کہا کہ اس وقت میری تنخواہ پچاس روپیہ ہے بیوی منتظم ہوتی تو پچاس روپیہ سے کم میں بھی گذر ہو سکتی تھی مگر اب پچاس روپیہ میں بحمد اللہ خوبی گذر رہو جاتا ہے

[1] ایک لنگی بندھی ہوئی اور ایک اوڑھے ہوئے نہ چور کا خوف نہ دولت کی فکر ۱۲ ن

سو میں چاہتا ہوں کہ اس بچاس میں تو کمی نہ ہو۔ رہا عہدہ سو اس کے متعلق یہ ہے کہ چاہے بھنگیوں کا جمعدار بنا دیجئے ہاں بچاس روپیہ دیئے جائیے، بس کافی ہے۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے یہ اپنے باپ کے رنگ پر تھے۔ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی شان تھی۔ بھوپال میں ایک فقیر آیا تھا، امراء کو معتقد بناتا پھرتا تھا۔ چونکہ حافظ صاحب بڑے آدمی تھے انکو بھی مسخر کرنے آیا۔ مسند پر بیٹھے تھے کونے میں کھڑے ہو کر توجہ کی حافظ صاحب کو محسوس ہو گیا۔ اُس پر اُس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

یہ کہنا تھا کہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور اٹھ کر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ میں بھی حضور ہی کا شغال رنگین (رنگا گیدڑ) ہوں۔ کہا کہ جاؤ ان باتوں میں کیا رکھا ہے اتباع سنت اختیار کرو۔ یہ حافظ صاحب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت ہی کے مجاز تھے۔

ملفوظ ۲۵۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا باکمال ہونا اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کا تعلق عقیدت حضرت سے تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہونا تو اس درجہ کی حجت نہیں اس لئے کہ وہ تو خود ہی اخلاق اور عشق میں مغلوب تھے۔ البتہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں ایک خاص انتظامی شان تھی جیسے انبیاء علیہم السلام کے ورثہ میں ہونا چاہیئے وہی شان تھی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی جس کا اثر تھا (لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم) حق میں ذرہ برابر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اگر حضرت حاجی صاحب میں ذرا بھی کمی ہوتی مولانا علی الاعلان تعلق قطع فرما دیتے۔

ملفوظ ۲۶۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کو مالیات سے بچنا چاہیئے اس معاملہ میں ان کو پڑنا ہی نہیں چاہیئے۔ میں ایک مرتبہ نواب صاحب ڈھاکہ کا مدعو کیا ہوا ڈھاکہ گیا۔ نواب صاحب نے بدون میری تحریک کے مدرسہ دیوبند کے لئے روپیہ دینا چاہا مجھے لیتے ہوئے بھی غیرت آئی لیکن اگر انکار کرتا ہوں تو خواہ مخواہ کا تقویٰ بگھارنا تھا اور اُن کی دل شکنی کا بھی خیال تھا اور مدرسہ کا بھی نقصان، میں نے کہا کہ میرا سفر ہو گا اور سفر میں اتنی بڑی رقم کا پاس ہونا خطرے سے خالی نہیں، ہر وقت یہی کھٹک رہے گی کہ کہیں گم نہ ہو جائے کوئی نکال نہ لے اس لئے مناسب یہ ہے کہ آپ بیمہ کر کے روانہ کر دیجئے وہ سمجھ گئے کہا کہ بہت اچھا۔ آپ مہتمم صاحب کو رقعہ تو لکھدیں میں بیمہ کر دوں گا، میں نے کہا کہ بہت اچھا میں لکھدوں گا تو مالیات میں مولویوں کو پڑنا ہی

برا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

ملفوظ ۲۶۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گنگوہ حاضر ہوا حضرت کی شفقت کی یہ حالت تھی یہ فرمایا کہ تم جب آجاتے ہو دل تازہ ہو جاتا ہے۔ میں نے واپسی کی اجازت چاہی کہ حضرت جاؤں گا، فرمایا کہ اتنی جلدی۔ میں نے کہا کہ کپڑے میلے ہوگئے ہیں، زیادہ ٹھہرنے کے ارادہ سے نہیں آیا تھا، فرمایا کہ کپڑے تو ہم دیدیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اور بھی کام ہے، پھر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا حضرت کے کپڑے پہننے کو بھی جی نہیں چاہا بے ادبی معلوم ہوئی۔

ملفوظ ۲۶۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو توسل کی حقیقت معلوم نہ تھی سوال کرنے سے بھی مقصود حاصل نہ ہوا، ایک روز دفعۃً قلب پر اس کی حقیقت وارد ہوگئی وہ یہ کہ حدیث میں ہے المرء مع من احب اس سے معلوم ہوا کہ مقبولین کے ساتھ محبت و تعلق رکھنے سے رحمت خاص کا وعدہ ہے پس کسی صالح سے توسل کا حاصل یہ ہوا کہ اے اللہ مجھ کو فلاں شخص سے تلبس ہے اور اس تلبس پر آپ کا رحمت خاص کا وعدہ ہے۔ پس میں اس رحمت خاص کا سوال کرتا ہوں اور جس جگہ یہ بات سمجھ میں آئی تھی وہ جگہ بھی یاد ہے اس وقت اس قدر خوشی ہوئی تھی کہ اگر دس ہزار روپیہ بھی ملتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ اور توسل بالاعمال کی بھی ذرا تغیر الفاظ کے ساتھ یہی حقیقت ہے کہ فلاں عمل سے آپ کو محبت ہے اور اس عمل پر رحمت خاص کا وعدہ ہے، اور ہم کو اس عمل سے صدور کا تلبس ہے اب ہم اس رحمت خاص کا سوال کرتے ہیں۔

ملفوظ ۲۶۳:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فطری رذائل کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے وہ چیزیں اپنی ذات میں مذموم نہیں اس لئے کہ فطری ہیں۔ ان کا فطری ہونا دیکھ کر حکماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ریاضت اور مجاہدہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا جو چیزیں جبلی ہیں وہ بدل نہیں سکتیں اس لئے سعی اور کوشش بیکار ہے یہ حکماء سمجھے نہیں، مجاہدہ سے جبلی اور فطری کا ازالہ نہیں کیا جاتا۔ اس میں تو حکمتیں ہیں اس لئے اس کو باقی رکھا جاتا ہے البتہ وہ کبھی اپنے اختیار سے اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں، ریاضت اور مجاہدہ سے وہ اعتدال پر آجاتا ہے۔

ملفوظ ۲۶۴:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین کے مشرب کی حقیقت ایک خواب میں مجھ پر ظاہر ہوگئی تھی جو میں نے طالب علمی میں دیکھا تھا، گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن اگر نصوص شرعیہ سے مؤید ہو جائے تو تسکین کا ضرور ہوتا ہے اس لیے کہ جزو ہے حدیث

مبشرات میں سے ہے۔ میں نے خواب یہ دیکھا کہ میں دہلی ہوں اور ایک غیر مقلد مولوی صاحب کے مکان کے دروازہ میں طلبہ جمع ہیں میں بھی ہوں اور چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے مجھ کو بھی دینا چاہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کی صورت مثالیہ دودھ کی سی ہے اور چھاچھ مشابہ ہوتی ہے دودھ کے تو خواب کے معنی یہ ہوئے کہ ان کا مشرب دین کی صورت تو ہے مگر اس میں دین کے معنی نہیں۔

ملفوظ ۲۶۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اختلافی مسائل میں متاخرین نے بڑا جھگڑا پھیلا دیا دین کو اچھا خاصہ میدانِ جنگ بنا دیا اختلافِ مذاہب کو اختلافِ ملل بنا لیا۔ یہ ابن مسعود کا قول سنا گیا ہے گو بڑا عالم نہیں ہے مگر سمجھدار آدمی ہے۔ یہ اختلاف تو علوم ظاہری میں ہو رہا ہے باقی علم باطن میں اختلاف سے بڑھ کر خلاف کیا جاتا ہے چونکہ اکثر اس سے بے خبر ہیں اس لئے اہل خبر پر بکثرت اعتراض ہوتے ہیں خصوص جو شخص اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیتا ہے اس کو تو نشانۂ ملامت بننے کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے کیونکہ ہر شخص اس کو برا بھلا کہتا ہے بدنام کرتا ہے چنانچہ ایک شخص نے اس کا اقرار بھی کیا تھا مجھ کو لکھا تھا کہ میں تم کو قانون باز بلکہ قانون ساز کہا کرتا تھا میں معافی چاہتا ہوں توبہ کرتا ہوں۔

ملفوظ ۲۶۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعض حضرات کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مرید ہونے آتا اس کو کھانا بھیجتے، جب برتن واپس آتے دیکھتے اگر روٹی سالن مناسب بچا ہوتا تو اس سے معاملہ کی گفتگو فرماتے ورنہ شروع ہی سے جواب دیتے کہ ہمارا تمہارا نباہ نہ ہوگا تم میں انتظام کا مادہ نہیں۔

ملفوظ ۲۶۷:- ایک شخص نے آکر تعویذ مانگا۔ فرمایا کہ اس باب میں لوگوں کو بہت غلو ہے ہر کام تعویذ ہی سے لینا چاہتے ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو آئندہ اولاد بھی تعویذ ہی سے مانگنے لگیں گے نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ فرمایا کہ ہر چیز کے لئے تعویذ مانگنے پر یاد آیا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے پاس ایک بھنگڑ آیا کہ حضرت بھنگ نہیں بکتی ایک تعویذ دیدیجئے آپ نے تعویذ لکھ کر دیدیا خوب بھنگ بکنا شروع ہو گئی۔ طلبہ نے شبہ کیا کہ حضرت نے بھنگڑ کو بھی تعویذ دیدیا۔ یہ تو اعانت علی المعصیت ہے آپ نے اس بھنگ فروش سے فرمایا کہ بھائی ذرا وہ تعویذ لے آنا۔ تعویذ لے آیا، کھول کر طلبہ کو دکھلایا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ اے اللہ جن لوگوں کی قسمت میں بھنگ پینا لکھا ہے وہ تو بھنگ ضرور ہی پئیں گے تو وہ اسکی ہی دکان سے پی لیا کریں سب نے دیکھ لیا کیسا تعویذ ہے

بھلا ان حضرات پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے، خوب کہا ہے ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

تعویذ کے سلسلے میں بعض حکایات بھی بیان فرمائیں کہ حضرت سید صاحب بریلوی تعویذ میں لکھ دیتے تھے خداوندا گر منظور داری۔ حاجتش را برآری۔ حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ سے ایک بیمار لڑکی پر دم کرنے کی درخواست کی گئی، آپ نے اسکے منہ میں تھوک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شفا بھی عطا فرمادی اور اس بی بی نے خود بیان کیا کہ اس روز سے میرا ذہن اور حافظہ اور فہم سب بڑھ گیا۔ پھر حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکات کے متعلق فرمایا کہ حضرت میاں جی صاحب کہتے تھے کہ ہماری موت کے بعد دیکھنا ہماری روشنی کیسی پھیلتی ہے۔ پھر حضرت میاں جی صاحب کے اخلاق کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب تھے کاندھلہ کے رہنے والے، جن کی تصنیف تفسیر سورۂ یوسف منظوم ہے یہ کوئی باقاعدہ مولوی تو نہ تھے مگر مشہور تھے۔ اور ایک زمانہ میں حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتے تھے۔ پھر تنبہ ہوا تو توبہ کی اور مرید ہو گئے۔ حضرت نے مرید کر لیا اور برابر آتے جاتے رہے مگر ایک مدت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کہیں اور رجوع کریں مجھ سے آپ کو نفع نہ ہوگا۔ میں ہر چند آپکی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور نفع پہنچانا چاہتا ہوں مگر آپکی وہ گستاخیاں یاد آ کر مانع ہو جاتی ہیں وصول برکات سے۔

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۲۶۸ — ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف نے اتباع سنت کا بڑا اہتمام کیا ہے حضرت عثمان ہارونی رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چونکہ اس طرح خلال کر کے نماز نہیں پڑھی جو سنت کے موافق ہے اس لئے بیس برس کی نماز لوٹائی سنت کے موافق

ـــ کاملوں کے افعال کی حقیقت کو ناقص نہیں سمجھ سکتا لہذا سکوت ہی کرنا چاہئے۔

خلال کرکے. حضرت شیخ عبدالحق صاحب ردولوی ؒ باوجود اس کے کہ اُن پر استغراق کا ایسا غلبہ تھا کہ تیس برس تک جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ یاد نہیں ہوا. پھر بھی اتباع سنت کس قدر غالب تھا کہ فرماتے ہیں کہ منصور[1] بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد ایں جا مرداند کہ دریا ہا فرو برند و آروغ نہ زنند. دیکھئے اس غلبۂ حال میں بھی خلاف سنت پر نکیر فرمایا پھر ایک غلبۂ حال کی حکایت بیان فرمائی کہ ان کو ان کے بھائی نے علم درسی پڑھانا چاہا، نحو شروع کرائی اُس میں ایک مثال آئی ضَرَبَ زیدٌ عمراً. پوچھا زید نے کیوں مارا انھوں نے کہا مارا وارا نہیں یوں ہی ایک مثال ہے کہا کہ مارا نہیں تو کذب ہے، اور اگر مارا تو ظلم ہے. میں ایسی کتاب نہیں پڑھوں گا جس میں پہلے ہی سے تعلیم کذب اور ظلم کی ہو.

ملفوظ ۲۶۹: ایک صاحب کی تحریری غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ اس طریق کا نفع چاہتے ہیں تو موت و فنا کا ثبوت دیجئے. آپ تو زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں سو اگر انقیاد نہیں ہے تو آنا بیکار اور اگر آنا چاہتے ہو تو انقیاد سے کام لو.

ملفوظ ۲۷۰: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والے اپنی کوتاہیوں کو نہیں دیکھتے میرے مواخذہ پر نظر کرتے ہیں اور واقعہ کا یہ خلاصہ نکالتے ہیں کہ ذراسی بات پر خفا ہو گئے یا ہم نے خدمت کی تھی بگڑ گئے. کچھ معلوم بھی ہے کہ بدون گرفت اور سختی کے کج فہموں کی اصلاح غیر ممکن ہے. دیکھئے جب مربا بنانا ہوتا ہے تو پہلے اُس کو نکلنے سے کوچتے ہیں تب اس میں شیرینی پہونچتی ہے نیز اُس کو آگ پر بھی اُبالتے ہیں. اسی طرح مربّی کے فعل کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ مربا بنائے سو یہاں پر جب مربا بننے آتے ہیں تو یہ امور ضرور ہوتے ہیں. غرض شیخ تربیت کے لئے جس کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے برتاؤ کرتا ہے نرمی ہو یا سختی ہو مگر یہ معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے جو اپنے کو سپرد کرتا ہے اور محبت کا مدعی بن کر آتا ہے اس لئے کہ حقوق کی بھی قسمیں ہیں. ایک حقوق تو عامہ مسلمانوں کے ہیں اور ایک حق اس سے آگے ہے جس کا منشاء تعلق ہے خصوصیت کا اس کے اور قواعد ہیں. حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے. حضر علیہ السلام نے قوانین بتلائے ساتھ رہنے کے. دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کی کس درجہ کی ہستی مگر چونکہ خضر علیہ السلام سے ایک خاص کام لینا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے

---

[1] منصور مبتدی تھا کہ ایک قطرہ پی کر فریاد کرنے لگا. یہاں مرد ہیں کہ دریا کے دریا پی جاویں اور ڈکار بھی نہ لیں.

اس انتفاع کے شرائط بیان کئے اور مخصوصیت کے لئے شرائط تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر موسیٰ علیہ السلام اُن شرائط کو قبول نہ فرماتے تو خضر علیہ السلام ساتھ رکھنے سے یقیناً عذر فرما دیتے اس کے بعد جب شرائط میں اختلال ہوا صاف کہدیا ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی فعل معصیت نہ تھا۔ پس خضر علیہ السلام کے عذر کا یہ حاصل تھا کہ ہماری تمہاری موافقت نہ ہوگی۔ اور یہ تفریق ایسی تھی کہ بدون کسی وجہ کے بھی جائز تھی اس لئے افتراق کے لئے معصیت شرط نہیں۔

ملفوظ:- ۲۷۱ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض کشف ہی ایسا ہوتا ہے کہ اس میں بالکل احتمال غلطی کا نہیں ہوتا مگر پھر بھی شرعاً حجت نہ ہوگا اور اس کو مستبعد نہ سمجھا جاوے کہ جب اس میں غلطی کا احتمال نہیں پھر حجت نہ ہونے کی کیا وجہ۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص رمضان کی ۲۹ تاریخ کو عید کا چاند دیکھتا ہے اور یہ دیکھنا ظاہر ہے کہ حسی طور پر ہے جس میں کوئی اشتباہ نہیں۔ پھر اس پر یہ بھی واجب ہوگا کہ قاضی سے جا کر ظاہر کرے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اور بھی کوئی شہادت ہو گو اپنے علم میں یہ واحد ہے مگر یہ نہ سمجھے کہ واحد کی شہادت مقبول نہ ہوگی تو شہادت دینے سے کیا فائدہ۔ کیونکہ اگر سب دیکھنے والے اپنے اپنے کو واحد واحد سمجھ کر شہادت سے تقاعد کریں تو رویت کیسے ثابت ہو غرض کہ اس نے جا کر قاضی سے کہا مگر اتفاق سے اور کوئی شہادت نہ تھی۔ اس لئے قاضی نے کہہ دیا کہ حجت نہیں تو اس صورت میں باوجود اس کے کہ اس نے خود دیکھا اور بلا اشتباہ دیکھا مگر پھر بھی خود اس کے لئے بھی حجت نہیں چنانچہ یہ بھی روزہ وجوباً رکھے گا۔ (یعنی اس کو بھی بوجہ عید کا چاند خود دیکھ لینے کے بعد افطار کرنا جائز نہیں بلکہ روزہ ہی رکھنا واجب ہے کیونکہ شہادت شرعی سے چاند ثابت نہیں ہوا) ایسے ہی اگر کسی کو کشف ہو اور بالکل بلا تلبیس مگر پھر بھی عدم تلبیس مستلزم نہیں حجیت کو شیخ اکبر بعض کشوف میں تلبیس کی نفی فرماتے ہیں مگر غلطی سے یہ مشہور ہو گیا کہ وہ کشف بلا تلبیس کو حجت سمجھتے ہیں۔ ان کے قول میں یہ کہیں تصریح نہیں کہ بعض کشف حجت ہے۔ پس مذہب منصور سب کے نزدیک یہی ہے کہ کشف حجت نہیں۔

ملفوظ:- ۲۷۲ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل محبت اور تعلق کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں مگر امتحان کے وقت کورے نکلتے ہیں۔ محبت کے حقوق میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر دوست دوست سے اپنی ضرورت میں روپیہ طلب کرے اور دوست یہ پوچھے کہ کتنا، تو وہ دوستی کے قابل نہیں

بلکہ جو کچھ پاس ہو سب پیش کر دے پھر وہ خواہ کل لیلے یا جزو لیلے۔ ایک شخص کی حکایت ایک کتاب
میں مذکور ہے کہ ان کے ایک دوست نے مکان کے دروازہ پر آکر آواز دی۔ یہ شخص مکان سے کچھ توقف
کے بعد باہر اس طرح آیا کہ ایک غلام کے سر پر روپیہ کی تھیلیاں ہیں اور خود اس کی کمر سے تلوار بندھی ہے
اور ساتھ ایک عورت نہایت حسین زیور سے آراستہ ہے۔ دوست نے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔
کہا کہ مجھ کو یہ خیال ہوا کہ دوست آیا ہے نہ معلوم کیا ضرورت ہے۔ اگر کسی دشمن کا مقابلہ ہے تو میں حاضر
ہوں۔ اسی لئے تلوار ساتھ لایا ہوں۔ اگر روپیہ کی ضرورت ہے تو یہ تھیلی موجود ہے۔ اگر خادم کی ضرورت ہے
تو یہ غلام حاضر ہے۔ اگر انس کے لئے عورت کی ضرورت ہے تو یہ کنیزک موجود ہے۔ یہ ہے دوستی۔
محبت پر ایک اور قصہ یاد آیا حضرت امام شافعی رح ایک رئیس کے یہاں مہمان ہوئے۔ وہ رئیس نہایت
منتظم تھے۔ وہ کھانوں کی ایک فہرست مرتب کر کے غلام کو دیدیتے تھے کہ یہ کھانے تیار ہوں گے ایک روز
امام صاحبؒ نے غلام سے فہرست لیکر اس میں ایک کھانے کا اضافہ کر دیا۔ جب دسترخوان پر کھانا آیا
تو رئیس نے دیکھا کہ فہرست میں جو کھانے لکھے تھے اس سے زائد دسترخوان پر ایک کھانا موجود
ہے اس کا سبب غلام سے دریافت کیا۔ غلام نے عرض کیا کہ امام صاحبؒ ایک کھانے کا اضافہ فرمادیا
تھا۔ اس رئیس پر مسرت کا ایسا حال طاری ہوا کہ اس غلام کو آزاد کر دیا محض اس بنا پر کہ مہمان کی
فرمائش پر اس نے عمل کیا۔

ملفوظ ۲۷۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں میں نے فلاں صاحب سے
جو یہاں خانقاہ میں مقیم تھے کہا تھا کہ تم یہاں پر رہے چلے بڑھے سب کچھ ہوا۔ مگر
میں پھر بھی تمہاری رائے میں مزاحمت نہ کروں گا۔ مگر تم کو بھی یہاں رہ کر اختلاف کرنا مناسب نہیں
تو اس حالت میں یہاں پر تمہارا رہنا بھی مناسب نہیں۔ ایک جگہ سے دو مختلف جواب ملنا اس
میں بڑا مفسدہ ہے باقی اگر تم اپنی رائے پر عمل کرو اور طریقہ کے ساتھ کرو تو مجھ کو بحمد اللہ ایسے
اختلاف سے کبھی گرانی نہیں ہوتی۔ گرانی ہوتی ہے خلاف سے۔ اور یہ بھی صرف ان کے خلاف سے جو محبت
کا دعوی کرتے ہیں تعلق کو ظاہر کرتے ہیں ورنہ اوروں کی طرف سے یہ خلاف کرنا بھی گراں نہیں۔
فلاں خاں صاحبؒ مجھ کو ہمیشہ گالیاں دیں کافر کہا ذرہ برابر بھی مجھ پر کبھی اثر نہیں ہوا اس لئے
کہ وہ مخالف تھے۔ شکایت دوستوں سے ہوا کرتی ہے دشمنوں سے کیا شکایت۔ ایک دوسرے صاحب
کا واقعہ ہے کہ انھوں نے یہاں کارڈ لکھا اور لوح پر بلا ضرورت خانقاہ امدادیہ کا نام بھی لکھدیا۔
پھر معافی چاہی میں نے ان سے یہی کہا کہ عمل تو اسی پر کرو جو تمہاری رائے ہے اور جب تم

معافی چاہتے ہو تو اس کا اعلان کردو کہ رائے تو میری وہی ہے جو کچھ لکھ چکا ہوں۔ مگر میں نے جو لوح بذیرہ لکھا ہے کہ یہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا جواب ہے۔ اس لکھنے کی ضرورت نہ تھی جواب تو بدون اسکے بھی ہو جاتا۔ لوگ خود سمجھ لیتے کہ فلاں فتوے کا رد ہے۔ بس اس طرح کا اعلان کردو مگر وہ اس اعلان پر آمادہ نہ ہوئے۔ میرا بھی دل منقبض رہا۔ میرا خاصہ ہے کہ اگر کوئی اصول صحیحہ پر رہے تو مجھ کو محبت بدرجہ عشق ہوتی ہے۔ اور اگر اصول کے خلاف ہو تو اس سے قلب پھر جاتا ہے۔ مگر اب دس برس کے بعد اعلان کیا ہے صاف ہو گیا۔ کیونکہ مجھ کو تو دیکھنا تھا ورنہ اعلان نہ کرنے سے میرا کوئی ضرر نہ تھا اور اب اعلان کر دیا میرا کوئی نفع نہیں ہو گیا نفع اور ضرر سب انھیں کا تھا اور یہی میں فلاں مولوی صاحب سے چاہتا ہوں جو دار العلوم دیوبند کو بدنام کر چکے ہیں اور اب معافی چاہتے ہیں۔ اُن سے بھی اس لئے انقباض ہوا کہ وہ مجھ سے ایک زمانہ میں تعلق رکھ چکے ہیں مجھ سے تربیت کی خدمت لے چکے ہیں۔ گو ممکن ہے کہ اُن کو ضرورت نہ ہو مگر خدمت لی تو ہی، ان چیزوں کا طبعی اثر ہوتا ہے پھر اس میں تو میرا معاملہ بھی نہیں مدرسہ کا معاملہ ہے وہ ایک چیز ہے جس سے مخلوق کو نفع ہو رہا ہے۔ ممکن ہے اس میں کچھ کوتاہیاں ہوں اور اصلاح کی ضرورت ہو اصلاح کرو نہ کہ انہدام کرنے لگو۔ مدرسہ کو بدنام کرنے کا جو طرز اختیار کیا گیا تھا اُس کے تدارک کے لئے اس اعلان کی ضرورت ہے کہ ہم نے جو طرز اختیار کیا تھا وہ غلط تھا گو مطالبات ہمارے اب بھی وہی ہیں اور مشورہ یہ ہے لیکن اگر ہماری رائے قبول نہ کی جاوے ہم پھر بھی مدرسہ کے خادم ہیں بتلائیے اس میں کیا ضرر ہے۔ میں تو سب کی مصالح کی رعایت رکھتا ہوں مگر بے اصول کام مجھ سے نہیں ہو سکتے معافی بھی بے اصول نہیں ہو سکتی۔ چاہے کسی کو گوارا ہو یا ناگوار، کوئی راضی رہے یا ناراض۔ اور کسی کی ناراضی سے کیا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ راضی رہیں اور کسی کی کچھ پروا نہیں کرنا چاہئے۔ ایک اور صاحب کا واقعہ ہے جن کو محبت اور تعلق کا دعویٰ تھا مگر انھوں نے ایک تحریر لکھی اس میں میرے متعلق طعن آمیز کلمات لکھے تھے وہ یہاں آکر مہمان ہوئے۔ میں نے بحمد اللہ ان کے حقوق مہمانی کے ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کی مگر جو شکایت ان سے تھی وہ اب بھی ہے۔ اور جب تک اس کا تدارک نہ ہو گا رہے گی باقی مجھے تدارک کا نہ انتظار ہے نہ استدعا اسلئے کہ یہاں تکثیر سواد کی ضرورت ہی نہیں۔ یہی تو میرا گنوار پن ہے جسکی وجہ سے بکثرت لوگ مجھ سے ناراض ہیں۔ اسی اخیر کے واقعہ میں انھوں نے تو اپنی بھڑاس نکال لی مگر مجھ کو وہ ناراضی ادائے حقوق سے مانع نہیں ہوئی۔ ہاں انبساط نہیں ہوا اور اُن پر ظاہر بھی کر دیا کہ میں ناراض تھا اور ہوں

اور رہوں گا۔ مجھ کو رنج تھا اور رہے اور رہے گا مجھ کو آپ سے شکایت تھی اور ہے اور رہے گی اسکو بھی صاف کہدیا یہ اس معاملہ کا حق تھا اور اس کو بھی نہیں چھپایا۔

ملفوظ ۲۷۴- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان تحریکات میں یہاں کے لوگ تو اپنا دشمن سمجھتے ہی ہیں مگر بعضے عیسائی بھی اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کوہ منصوری پر عیسائیوں کا ایک وفد تبلیغ کے لئے امریکہ سے آیا تھا اس میں ایک پادری تھا میرے ایک عزیز سے اسکی ملاقات ہو گئی۔ اس نے میرے متعلق پوچھا کہ ان تحریکات میں اس کا کیا خیال ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ ان تحریکات کے خلاف ہے۔ یہ سنکر اس پادری نے کہا کہ یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن معلوم ہوتا ہے ان عزیز نے کہا کہ یہ تحریکات خود عیسائیت کے خلاف ہیں تو اگر وہ اس میں شریک ہوتے تب تو عیسائیت کی دشمنی ہوتی۔ اب دشمنی کے کیا معنی۔ کہا کہ تم اس بات کو نہیں سمجھے۔ اس وقت ہندوستان میں دو مذہب ہیں۔ ایک ہندو اور ایک مسلمان اور دونوں میں بوجہ اختلاف مذہب کے تصادم ہے۔ اس وجہ سے اپنے اپنے مذہب پر سختی سے جمے ہوئے ہیں مگر ان تحریکات میں دونوں بہت سے کام اپنے مذہب کے خلاف کر رہے ہیں جس سے ان پر لامذہبی کا غلبہ ہو جائے گا۔ اور لامذہبی کے بعد عیسائیت کی قابلیت قریب ہو جاتی ہے تو تحریکات کے خلاف کرنا عیسائیت سے روکنا ہے یہ راز ہے جسکو یہ شخص سمجھا ہے اور تحریکات کا مخالف ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن ہے۔ پھر فرمایا کہ آج کل کی عیسائیت کا پہلا زینہ لامذہبیت ہے عیسائی ہوتے ہی وہ ہیں جو بد مذہب ہیں۔ اور ان تحریکات میں مسلمانوں نے تو بلا وجہ ہی سر کٹائے نہ ہندو ہی راضی ہوئے نہ انگریز ان کو تو صرف ایک ذات کے راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں تو پھر کسی کی ناراضی سے کچھ ضرر نہیں۔ اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اب تو مسلمان اس کے مصداق ہو گئے جیسا کہ ایک صاحب سرگرم تحریکات نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے ؎

اُس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا کیا ذلیل ہم کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گئے۔

ملفوظ ۲۷۵- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روم میں ایک مولویہ سلسلہ ہے۔ یہ لوگ اہل سماع ہیں یہ لوگ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہیں اور سماع آلات کے ساتھ سنتے ہیں اُس میں نے بجاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نے سنانے کی درخواست کی حضرت کو نہ سننا منظور تھا نہ اُس کی دل شکنی۔ فرمایا کہ ہم اس فن کو نہیں جانتے تو نا اہل کے سامنے پیش کرنا فن کی ناقدری کرنا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے خاں مولوی صاحب ہوتے

تو وہ قدر کرے"۔ حضرت کے اس ارشاد کو بعض نے تو اُن مولوی صاحب پر اعتراض سمجھا اور بعض نے یہ سمجھا کہ اُن مولوی صاحب کو سماع کی اجازت ہے۔

ملفوظ ۲۷۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جہاں کسی نے کسی تقریر کے اعادہ کی درخواست کی تو یہ فرماتے "کہ بھائی یہاں کوئی مدرسہ نہیں ہے قیل و قال کیلئے"۔ اور کبھی یہ فرما دیتے کہ حاضرینِ مجلس میں سے فلاں شخص سمجھ گیا اُس سے سمجھ لینا۔

۲۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۲۷۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت سُنی ہے کہ ایک شخص نے بہت بڑی رقم آپ کے سامنے پیش کی آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس وقت حاجت نہیں۔ عرض کیا کہ حضرت کسی مصرفِ خیر میں صرف فرما دیجئے۔ فرمایا کہ میں کوئی تمہارا نوکر ہوں جو تقسیم کرتا پھروں گا۔ خود صرف کر دو۔ یہاں سے تقسیم کرنا شروع کر کے گھر تک نہ پہونچو گے کہ کچھ بھی باقی نہ رہے گی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو بریلی میں، ایک صاحب نے پانچ چھ ہزار روپیہ یا [illegible] دینا چاہا حضرت نے انکار فرمایا اُس نے بھی وہی بات کہی کہ کسی مناسب مصرف میں صرف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا مجھ میں اس کی بھی لیاقت نہیں اُس نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں دلیل سے کہتا ہوں۔ وہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بخل نہیں اگر مجھ میں لیاقت ہوتی تو مجھ کو دیتے جب تم کو دیا تو تم ہی اس کے اہل ہو خود ہی صرف کرو عرض کیا کہ پھر کوئی مصرف ہی بتلا دیجئے۔ حضرت کو مدارس دینیہ کے ساتھ خاص شغف تھا۔ فرمایا کہ اس رقم سے کوئی مدرسہ دینیہ جاری کر دو وہاں ضرورت بھی تھی کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا پھر اس واقعہ پر بطور تفریع کے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولویوں کو مالیات میں پڑنا نہ چاہیے۔ اور یہ مال ایسی چیز ہے کہ اس میں بہت جلد بدنامی ہو جاتی ہے اور بدنام کرنے والے حقیقت پر مطلع ہونے کی کوشش نہیں کرتے بد اعتقاد ہو جاتے ہیں۔ دہلی میں ایک متمول صاحب تھے۔ وہ میرے حضرت سے اس وجہ سے معتقد ہوئے تھے کہ ایک شخص نے مجھ کو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے [illegible] انکار کر دیا اس پر اتنا [illegible] پھر تو معتقد ہو گئے پھر

بڑا معتقد تھی ایسی ہی لچر بات پر ہو گئے انہوں نے ایک دنیاوی معاملہ میں مجھ سے سفارش چاہی. میں نے نا مناسب ہونے کے سبب انکار کر دیا بس اس پر غیر معتقد ہو گئے. ان لوگوں کے نہ اعتقاد کا بھروسہ نہ بداعتقادی کا.

ملفوظ ۲۷۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کے ساتھ توریت انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے. مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے زمانہ میں اس کے ثمرہ کا ظہور ہوا. واقعہ یہ ہے کہ ایک پادری آیا بعض اہل بدعت کے بہکانے سے اُس نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کا نام لیکر مناظرہ کا اعلان کیا. بہکانے کی وجہ یہ تھی کہ شاہ صاحب سے عداوت تھی. جانتے تھے کہ شاہ صاحب کو اس سے کیا مناسبت، ہار جائیں گے، ذلت ہوگی. نفسانیت بھی کیا بُری چیز ہے. یہ نہ سمجھا کہ اگر ایسا ہوا تو نعوذ باللہ اسلام کی ذلت ہے. شاگردوں نے یہ دیکھ کر کہ مولانا کو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا. یہ عرض کیا کہ حضرت ہم کو مناظرہ کی اجازت دی جائے فرمایا کہ وہ نام لیکر اعلان کرے اور میں خاموش بیٹھا رہوں مجھ کو غیرت آتی ہے. اب شاگردوں میں بڑی کھلبلی پڑی مگر یہ کون کہہ سکتا تھا کہ آپ کو عیسائیوں کے مناظرہ سے مناسبت نہیں. کیونکہ ایسے مناظروں میں عادۃً الزامی جوابوں کی ضرورت ہوتی ہے. قلعہ میں مناظرہ ٹھہرا. یہ غدر کے زمانہ سے قبل کا واقعہ ہے. حضرت شاہ صاحب مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے. مناظرہ ہوا. حضرت شاہ صاحب نے توریت و انجیل کے حوالہ سے جواب دینا شروع کئے. پادری کو شکست ہوئی لوگوں کو بڑا تعجب ہوا. لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو ان جوابوں کی کیا خبر، فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کے ساتھ توریت اور انجیل بھی پڑھایا کرتے تھے. یہ قصہ بیان کرکے فرمایا کہ ضرورت کی بناء پر میری رائے ہے کہ مدارس میں تین چیزوں کی تعلیم کا اور اضافہ کر دیا جائے. ایک ریلوے قانون کا دوسرے ڈاکخانہ کے قواعد کا تیسرے توحداری کی دفعات کا. تاکہ جرم کی حقیقت سے واقف ہو جائیں. بعض مرتبہ جرم کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جرم کا ارتکاب ہو جاتا ہے.

ملفوظ ۲۷۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کو دنیا بھی حاصل کرنا ہو وہ اللہ والوں کی صحبت حاصل کرے. کیونکہ انکی عقل تو [illegible] ہوتی ہے قلب صاف ہوتا ہے حقائق منکشف رہتے ہیں گو تجربہ نہیں ہوتا. مگر ان چیزوں میں عقل کی ضرورت ہے ان میں ان حضرات

کو کامل دسترس ہوتی ہے۔

ملفوظ ۲۸۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا اس دنیا میں رہتے ہی نہیں تھے، کسی اور ہی عالم میں رہتے تھے اُن کی بات چیت بھی اور رنگ کی کھانا پینا بھی اور ہی رنگ کا۔ ہر کام ہر بات میں رنگ ہی اور تھا اور ساری عمر اسی میں ختم کر گئے۔ کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے تعلق مع اللہ کا اور ہم کس کام کے رہ گئے۔

۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۲۸۱:- ایک شخص نے آکر تعویذ مانگا کہ فلاں چیز کے لیے تعویذ کی ضرورت ہے۔ حضرت والا نے اور کام چھوڑ کر تعویذ لکھنا شروع کیا، اور فرمایا کہ چونکہ اس نے آکر پوری بات کہی میں نے سب کام چھوڑ کر اس کا تعویذ لکھدیا۔ میرے یہاں تو اگر کوئی اصول سے کام لے ایک منٹ کی بھی دیر نہیں ہوتی، فوراً کام ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر ہر قسم کے تعویذ پہلے سے لکھ کر رکھ دیئے جائیں تو بڑی سہولت ہو۔ فرمایا کہ یہ تو کبھی خیال نہیں آیا کہ لکھ کر تعویذ رکھ لیے جائیں مگر سہولت کی ایک صورت اس سے بھی زیادہ تجویز کی تھی کہ جو شخص تعویذ لینے آئے اسکو بسم اللہ لکھ کر دیا کروں گا، نہ کچھ سوال نہ جواب کی کھڑ بڑ، سب بڑھیں گے نہ میں الجھوں گا۔ اس کے بعد ایک دو شخص آئے۔ میں نے بدون اُن سے دریافت کئے بسم اللہ لکھ کر تعویذ دیدیا وہ لیکر چلے گئے میں اس تجویز پر بہت خوش تھا کہ یہ اچھا طریقہ ہاتھ آیا۔ میں مجمع میں اس کو بیان کرنے لگا۔ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ کچھ خبر بھی ہے کہ کیا نتیجہ ہوا۔ وہ آپس میں یہ کہتے جا رہے تھے کہ ہم نے کچھ کہا بھی نہیں اور ان کو دل کی خبر ہو گئی۔ میں نے کہا کہ یہ تو اس سے بھی بڑا مفسدہ ہے آخر اس تجویز کو چھوڑا۔ لوگ بھی بڑے ہی حضرت ہیں ان کا کہاں تک کوئی انتظام کرے۔

ملفوظ ۲۸۲:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک شخص مجھ سے کہتے تھے کہ حضرات علماء دیوبند درویشی میں مولویت کو ترجیح دیتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو درویشی کے لوازم سے ہے البتہ سمجھنا للہ نفس مخصوص مشتبہ کے یہاں تو سنت کی سخت مخالفت ہے۔ وہ اسکو حجاب سمجھتے ہیں

چشتیہ میں فنا کا بہت زیادہ غلبہ ہے، اپنے کو مٹائے ہوئے ہیں وہ نہ کشف کو کمال سمجھتے ہیں نہ کرامت کو نہ الہام کو۔ ان کے یہاں فنا ہو جانا مٹ جانا اول قدم ہے بس ان کی تو یہ حالت ہے ؎

عشقؔ آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت مرحبا اے عشق شرکت سوز تفت

ملفوظ ۲۸۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل درویشوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محق ایک مبطل، پھر محق کی دو قسمیں ہیں ایک محق ایک غیر محق باستثناء محققین کے کہتا ہوں کہ آج محق بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو باوجود یکہ وہ اہل حق ہیں دکاندار نہیں۔ مگر پھر بھی اسی کوشش کرتے ہیں کہ امراء سے تعلق ہو گو ان کی نیت بری نہیں مگر پھر بھی اس مذاق کا ضرر ہی زیادہ ہے۔ اس لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت سختی کے ساتھ نفرت کرتے تھے۔ لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں گو حب دنیا بھی نہ ہو تب بھی بڑا مفسدہ ہے جس کا بکثرت مشاہدہ ہو رہا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ بجز اہل بصیرت کے اس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ ایک صاحب کے اس سوال پر کہ اگر کسی جائز مصلحت کے لئے تعلق رکھا جاوے تو کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ ہر جائز چیز سے بھی تو طبائع سلیمہ کو رغبت نہیں ہوتی۔ مثلاً اوجھڑی کا کھانا جائز ہے مگر لطیف المزاج کو اس سے طبعی نفرت ہے اکثر مدرسہ والے بھی ان ہی خیالات میں مبتلا ہیں۔ گو ان کے مقاصد اور نیت بری نہیں مگر اس کا انجام دیکھ کر مجھ کو تو طبعی نفرت ہے اس طریقہ کار سے۔

ملفوظ ۲۸۴:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تکلف تو کسی کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے باقی بڑوں کے ساتھ گو تعظیم نہ ہو مگر ادب ضرور ہونا چاہئے۔ ایسا بے تکلف ہو جانا جو مساوات کا رنگ پیدا کرے یہ بے تکلفی نہیں بلکہ گستاخی ہے۔ اور اتنا بے تکلف ہو جانا جو بے ادبی کے درجہ میں پہونچ جائے کبر سے ناشی ہے۔ اور حالاً دوسروں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ مجھ کو اس قدر قرب حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں اسلئے اس کا منشاء کبر ہے۔

ملہ عشق وہ شعلہ ہے کہ جب یہ بھڑکتا ہے تو بجز محبوب کے اور سب کو جلا دیتا ہے۔ لا (مراد لا الٰہ) کی تلوار کو غیر حق کے فنا کرنے کے لئے چلائی تو دیکھو لا کے بعد کیا رہا۔ ظاہر ہے کہ الا اللہ رہ گیا۔ اے عشق جس نے شرکت غیر حق کو بالکل ہی فنا کر دیا تجھ کو مبارک ہو ۱۲

ملفوظ ۲۸۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہدیہ میں میرا معمول یہ ہے کہ دو چیزوں کو دیکھتا ہوں ایک تو یہ کہ ہدیہ میں کامل شوق ہو۔ میں ایسے شخص کی خدمت کو منظور کر لیتا ہوں۔ اور ایک یہ کہ ایک دن کی آمدنی سے زائد نہ ہو۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ بعض اوقات شوق کے غلبہ میں اپنے مصالح پر نظر نہیں رہتی مگر اپنا جی چاہتا ہے کہ جو اپنے سے محبت کرے اُس کو بھی تکلیف نہ ہو۔ اس لئے مقدرت سے زیادہ مقدار میں لینا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ دینے کے وقت ہیئت اور صورت ایسی ہونا چاہئے کہ لینے والے کو اُس میں ذلت کا شبہ نہ ہو۔ اور یہ وہ ہے جس میں آداب کی ضرورت ظاہر ہے۔ میرا تو یہ مذاق ہے کہ جو میرے تنخواہ دار ملازم ہیں ان کے سامنے بھی تنخواہ کا روپیہ کبھی پھینکتا نہیں اکرام کے ساتھ سامنے رکھ دیتا ہوں اس لئے کہ نوکری کی حقیقت ہے منافع بدینہ کا معاوضہ اعیان مالیہ سے۔ اور جہاں دونوں جانب اعیان مالیہ ہوں جیسے تجارت وہاں کوئی شخص متاع کی قیمت بصورت اہانت ادا نہیں کرتا اور منافع بدینہ زیادہ بڑھے ہوئے ہیں منافع مالیہ سے۔ سو جب تجارت میں تاجر کی اہانت نہیں کی جاتی تو ہم کو کیا حق ہے نوکر کی اہانت کا۔

ملفوظ ۲۸۶:- (ملقب بہ ادب السیاسۃ) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا مواخذہ فرما رہے تھے ان سے جواب طلب ہو رہا تھا۔ وہ صاحب خاموش تھے۔ ایک صاحب نے جو کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اُن صاحب سے خطاب کیا کہ آپ جواب دیجئے۔ اس پر حضرت والا نے اُن سے فرمایا کہ بس آپ دخل نہ دیجئے۔ آپ کو میں نے وکیل نہیں بنایا۔ آپ کیوں دخل در معقولات دیتے ہیں۔ اس طرز میں بڑے مفسدے ہیں۔ ایک مفسدہ تو یہ ہے کہ ایک غریب پر چہار طرف سے ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے جس سے اُس کی دل شکنی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مخاطب کو مجھ سے تو محبت ہے اسلئے اس کو میری ہر بات گوارا ہو گی اور تم سے محبت نہیں۔ اس لئے اس کو ناگواری ہو گی۔ اور ایک تیسری بات ان دونوں سے باریک ہے جس پر بدون غور کے نظر پہونچنا مشکل ہے۔ وہ یہ کہ میری اس میں اہانت ہے کہ تو کافی نہیں ہمارے جوڑ لگانے کی ضرورت ہے۔ اور اُن ناصح صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ آپ کو بیٹھے بٹھلائے کیوں جوش اٹھا۔ آدمی کو پہلے اپنی فکر چاہئے۔ یہ سب فضول باتیں بے فکری سے ہوتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس طریق کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں۔ اس طریق میں پہلا قدم اپنے کو مٹانا فنا کرنا ہے۔ یہاں پر آنے والوں کو تو ایسا رہنا چاہئے کہ دوسرا سمجھ ہی نہ سکے کہ کوئی یہاں پر رہتا بھی ہے عرض کیا کہ معاف کیجئے غلطی ہوئی آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی ایسی غلطی نہ ہو گی فرمایا کہ معافی کو

ہیں کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں معاف ہے۔ مگر کیا غلطی پر متنبہ بھی نہ کروں۔ ہمیشہ اس
کا خیال رکھیے کہ جہاں پر آدمی جائے۔ اوّل وہاں کے اصول اور قواعد اور آداب معلوم کرلے
ہر جگہ کے جدا اصول اور قواعد ہوتے ہیں۔ دوسرے آدمی کو نئی جگہ میں بولتے ہوئے ویسے بھی
تو حجاب ہوتا ہے۔ خصوصاً میرے یہاں آنے والوں کو اور رہنے والوں کو تو اس کا مصداق
بنکر آنا اور رہنا چاہیے ؎

بہشت[1] آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را باکسے کارے نباشد

ان ہی بدتمیزیوں کی وجہ سے میں ایسے لوگوں سے جن سے بے تکلفی نہ ہو یا بے تکلفی ہو مگر اس
شخص میں سلیقہ نہ ہو کوئی خدمت نہیں لیتا۔ اس لئے کہ اس حالت میں بجائے راحت کے تکلیف ہوتی
ہے۔ اب پنکھا ہی ہے اس کو کھینچنے میں بعض بدتمیزی کرتے ہیں، مشین بن جاتے ہیں اس کا بھی خیال
نہیں کرتے کہ مجلس سے کوئی اٹھ رہا ہے اس کے سر میں لگ جاوے گا کچھ پروا نہیں۔ اور میں تو عین
مواخذہ کی حالت میں بھی مخاطب کی رعایت رکھتا ہوں کہ اس کی اہانت نہ ہو ذلت نہ ہو۔ اور اہانت
تو وہ کرے گا جو اپنے کو اس سے افضل خیال کرتا ہو۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ کے
وقت بھی میں اسی کو اپنے سے افضل اور بہتر سمجھتا ہوں اور اس وقت اس کا استحضار ہوتا ہے کہ
معلوم نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک بوجہ نیت کے اس کی بات پسند ہو اور میری ناپسند ہو۔ اس وقت مجھ
پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے ڈرتا رہتا ہوں۔ تو بھلا ایسا شخص کیا کسی کی دل سے اہانت کرسکتا ہے یا اس
کو ذلیل سمجھ سکتا ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ عتاب کی حالت میں معتوب کو ذلیل نہ سمجھے۔ یہ دونوں چیزیں
کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ تو بعض اکابر نے اس کی ایک عجیب مثال فرمائی ہے کہ کسی شہزادے کے کسی جرم
پر بادشاہ بھنگی کو حکم دے کہ اس کے بید لگاؤ تو عین بید لگانے کے وقت کیا بھنگی اپنے کو شہزادے
سے افضل سمجھے گا ہرگز نہیں، یہی سمجھے گا کہ شہزادہ شہزادہ ہی ہے۔ میں بیچارہ بھنگی میرا کیا وجود
اور کیا ہستی مگر چونکہ بادشاہ کا حکم ہے اس فرض کو پورا کررہا ہے اور یہ خیال بھی لازم حال ہے
کہ اگر حکم کے خلاف ہاتھ ہلکا بھی پڑا تو کہیں اس کی جگہ میں نہ رکھا جاؤں۔ ان دونوں کو جمع کرنے
کی مثال اس سے زیادہ واضح دوسری نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح واللہ کبھی وسوسہ بھی میرے قلب

[1] بہشت وہی ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور کسی کو کسی سے کوئی حاجت یا کام ہی نہ ہو۔ کہ دوسرے سے احتیاج
بھی باعث کلفت ہوتی ہے۔

میں اس کی اہانت کا شبہ نہیں ہوتا۔ اُسی کو افضل سمجھتا ہوں۔ مگر چونکہ حکم ہے اس لئے کہنے کی بات کہتا ہوں۔ اصلاح کا کام سپرد ہو گیا ہے اس لئے ضروری بات نہ کہنے کو خیانت سمجھتا ہوں۔ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اظہر من الشمس ہیں۔ مگر اخیر میں سُنا ہے کہ حضرتؒ بعض لوگوں کے متعلق یہ رائے ظاہر فرما دیتے تھے کہ ایسے متکبرین کا علاج بجز ذلت کے نہیں ہو سکتا ہے۔ ہمارے مجمع میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری بے انتہا خلیق تھے۔ اُن کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ جو کسی نے دوا بنائی کھالی۔ بعض دفعہ اُس سے تکلیف بھی ہو جاتی۔ لیکن اگر وہ شخص پوچھتا ہے کہ حضرت کو دوا نے نفع دیا۔ فرماتے "بڑا فائدہ ہوا۔ اور میری حالت یہ ہے کہ اکثر طبیب بھی آتے رہتے ہیں۔ اگر وہ کسی موقع پر مجھ سے کسی دوا کے استعمال کو کہتے ہیں تو میرا معمول ہے کہ میں صاف کہہ دیتا ہوں کہ میرے معالج فلاں حکیم صاحب ہیں آپ ان کو مشورہ دیجئے میں ان کے کہنے سے کھالوں گا آپ کے کہنے سے نہیں کھاؤں گا۔ غرض مجھ سے اُن کے اخلاق بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن باوجود اس کے اخیر میں جب حضرت مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اس میں بھی لوگوں نے چین نہیں دیا تب فرمایا کہ مفتی اشرف علی کے ضوابط اور قواعد کی سخت ضرورت ہے۔ یہ مقولہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری کا ہے۔ خود پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ ایک خانصاحب آپ کی خدمت میں اکثر دوپہر کے وقت آیا کرتے۔ وہی وقت حضرت کے آرام کا ہوتا تھا مگر ان کی وجہ سے دوپہر میں بیٹھے رہتے۔ اور کبھی منع نہیں فرمایا۔ ایک روز حافظ محمد ضامن صاحبؒ نے دیکھ لیا فرمایا کہ خانصاحب رات بھر تو جورو کی بغل میں پڑے سوتے رہتے ہو۔ اور اللہ والے رات کو جاگتے ہیں۔ یہ دوپہر کو قیلولہ کر لیتے ہیں اس میں بھی آکر تم مخل ہوتے ہو۔ خبردار جو کبھی دوپہر میں آئے۔ جب خانصاحب کا آنا بند ہوا مگر حضرت نے اپنی زبان سے کبھی منع نہیں فرمایا۔ مگر باوجود ان اخلاق کے اب حضرت کی رائے کا واقعہ سنئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت ہیں۔ انھوں نے ایک روز حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ صاحبِ نسبت تو ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر اصلاح مراد ہو تو اپنے ماموں سے کرنا، اس سے مراد میں ہوں۔ تو دنیا میں رہنے والوں کی اور آخرت میں دیکھنے والوں کی سب بزرگوں کی رائے یہاں کے قواعد اور ضوابط اور اصول کے نافع ہونے پر متفق ہے۔

ملفوظ ۲۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اپنے فن کے مجتہد تھے امام تھے مجدد تھے۔ حضرت کی بصیرت دیکھئے اللہ اکبر ناجائز ملازمت کے چھوڑنے کی اجازت نہ دیتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ اگر معصیت وقایہ ہو کفر کی تو ایسی معصیت کو کفر پر ترجیح ہو گی۔ وجہ یہ ہے کہ اب تو گناہ ہی میں مبتلا ہے اور ملازمت چھوڑ دینے کے بعد افلاس کا شکار ہو گا جس سے ضعف طبیعت کی وجہ سے بعض کے لئے اندیشہ ہے کفر کا۔ اسلئے فرماتے تھے کہ پہلے جائز ملازمت تلاش کرو پھر ناجائز کو چھوڑ دو۔ معمولی علماء بھی ایسی تحقیقات بیان نہیں کرسکتے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک مرتبہ حضرت کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو ملازمت چھوڑ دوں۔ اس وقت مولانا مطبع مجتبائی میں دس روپیہ تنخواہ پر ملازم تھے۔ حضرت نے کیا عجیب جواب لکھا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں۔ یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور حالت خامی میں ملازمت کا چھوڑنا موجب پریشانی اور تشویش کا ہو گا۔ جب مولانا کو یہ جواب فرمایا گیا تو اور تو کس کا منہ ہے قوت کے دعوے کا البتہ اختیار کا دوسرا حکم ہے چنانچہ خود حضرت پر بڑے سخت وقت گذرے ہیں۔ مگر حضرتؒ نے کبھی اسباب و تدابیر کا اہتمام نہیں فرمایا اور حضرت کی تو بڑی شان تھی۔ حضرت کی صحبت کی برکت سے حضرت پیرانی صاحبہ کا وہی رنگ ہو گیا تھا۔ چنانچہ اُن کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں کہ حضرت کی وفات کے بعد میں نے پیرانی صاحبہ کو لکھا کہ پہلے تو ہم خدام بے فکر تھے حضرت کی وجہ سے۔ اب حضرت کی وفات ہو گئی تو ہم خدام آپکی ضروریات کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں پر رہنا چاہتی ہیں یا مکہ ہی میں۔ تاکہ اسی جگہ راحت کا انتظام کر دیا جاوے۔ جواب آیا کہ ہم اس وقت عدت میں ہیں جس میں خروج جائز نہیں، تو خروج کا تذکرہ بھی مناسب نہیں۔ عجیب بات تحریر فرمائی جس سے اکابر مشائخ کی سی شان تحقیق معلوم ہوتی ہے۔ یہ باتیں ہیں قابل وجد۔ غرض میں عدت کے ختم ہونیکا منتظر رہا۔ جب عدت ختم ہو گئی میں نے پھر لکھا کہ اب تو عدت ختم ہو گئی اب کیا حکم ہے، اور میں نے یہ بھی عرض کیا کہ ہمیں تو لالچ ہے آپکے یہاں آجانے میں ہے۔ جواب آیا کہ میں عورت ہوں اور عورت ناقص العقل ہوتی ہے۔ میری کیا رائے تم اور مولانا رشید احمد صاحبؒ مشورہ کر کے جو تجویز کر دیں میں اسی کی تعمیل کروں گی۔ پھر میں نے حضرت مولانا سے مشورہ کیا حضرتؒ نے وہاں ہی کے قیام کو ترجیح دی۔ میں نے پیرانی صاحبہ کو اطلاع کر دی اور ارادہ کیا کہ وہاں رہنے کی حالت میں کچھ انتظام مالی خدمت کا کر دیا جاوے مگر سامان یہ ہو گیا کہ ایک رئیس نے بقدر کفایت ماہوار مقرر کر دیا اور تاحیات جاری رکھا اس لئے بے فکری ہو گئی۔

۲۴ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۲۸۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ واقعی حضرت اپنے وقت میں اس فن کے مجتہد تھے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت میں انتظامی شان بھی تھی، خصوص شریعت کی حفاظت میں۔ ایک مرتبہ امیر شاہ خانصاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوے کے متعلق جس میں کچھ توسع فرمایا گیا تھا حضرت کو ایک خط لکھ مارا کہ جب آپ حضرات ایسی باتوں کو جائز کہیں گے تو بدعتی نہ معلوم کہاں پہونچ جائیں گے لکھنے کو تو لکھ گئے مگر اس کے بعد تنبہ ہوا کہ ایسا لکھنا سوءِ ادب ہے۔ دوسرا خط لکھا کہ ایک خط ایسی بے ادبی کا لکھ چکا ہوں اور نادم ہوں۔ امید ہے کہ احقر کو معاف فرمائیں گے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ امیر شاہ خانصاحب مجھے حیرت ہے کہ اظہارِ حق کے بعد ندامت، مجھ کو تو جیسے پہلے خط سے خوشی ہوئی تھی دوسرے سے اتنا ہی رنج ہوا یہ تھی ان حضرات کی شان حفاظت شریعت کی۔

ملفوظ ۲۸۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک غیر مقلد نے بیعت کی درخواست کی اور یہ بھی شرط لگائی کہ میں غیر مقلد ہی رہوں گا حضرت نے منظور فرما لیا۔ اور کچھ اللہ کا نام تبلا دیا، حضرت ذکر کے عاشق تھے یہ چاہتے تھے کہ ساری دنیا ذکر اللہ میں لگ جائے چاہے کوئی غیر مقلد ہو مقلد ہو، بدعتی ہو وہابی ہو۔ مطلب یہ تھا کہ ذاکر بنیں۔ سب سے غفلت دور ہو۔ اسی وجہ سے حضرت نے اس غیر مقلد کو بھی بیعت کر کے کچھ تعلیم فرما دیا ایک دو روز کے بعد کسی نے حضرت کو خبر دی کہ آپ کی برکت سے اس نے غیر مقلدی سے توبہ کر لی، جہر آمین اور رفع یدین سب چھوڑ دیا۔ حضرت نے بلا کر دریافت فرمایا کہ تم نے آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ چھوڑ دیا کیوں کہ مجھے یقین نہیں آیا اسلئے میں نے تم کو تحقیق کیلئے بلایا ہے سچ سچ بتانا۔ عرض کیا ہاں حضرت سب چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اگر خود تمہاری تحقیق اور رائے بدلی ہے تو میں مزاحمت نہیں کرتا کیونکہ عدم جہر و عدم رفع بھی سنت ہے۔ اور اگر میرے تعلق کی وجہ سے چھوڑا ہے اور سنت اسی عمل سابق کو سمجھتے ہو تو میں ترک سنت کا وبال اپنے ذمہ نہیں لیتا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے تحقیق کی۔ عادل یہ حضرات ہیں عدل

ان کی کشتی میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ محقق ہی کی شان ہو سکتی ہے۔ اور غیر محقق تو قیامت تک بھی اتنی وسعت نہیں کر سکتا۔ حضرت نہ غیر مقلد تھے نہ بدعتی تھے محقق تھے محقق کی یہی شان ہوتی ہے۔

ملفوظ ۲۹۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تصرف سے جو عمل میں اثر ہوتا ہے وہ مقصود نہیں اُس سے طبیعت میں اس وقت ایک قسم کا نشاط پیدا ہو جاتا ہے ایسے آثار کیفیات نفسانیہ ہیں جو تصرف پر مرتب ہو جاتی ہیں نفیاً بھی اثباتاً بھی سلباً بھی اور اس سے جو نشاط کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اُس سے ذرا اعمال میں سہولت ہوتی ہے ورنہ بعض اوقات تکلف کے ساتھ ادا ہوتے ہیں مگر جو تکلف سے ادا ہوں اُس سے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ سبب زیادت اجر کا ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس میں نفس پر تعب زائد ہوتا ہے۔

ملفوظ ۲۹۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل وطن خصوص گھر والے مشکل سے معتقد ہوتے ہیں مگر کا فضل ہے کہ گھر والے خصوص اہل وعیال مجھ سے اعتقاد اور محبت رکھتے ہیں باوجود اس کے کہ میرا کچا چٹھا واقعات کا عیوب کا حالات کا اُن کو معلوم ہے مگر پھر بھی ان کو محبت ہے یہ حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے مجھ کو آرام پہونچانا منظور رہے۔ ظاہر ہے گھر والوں کو جتنی محبت ہوتی ہے آرام پہونچاتے ہیں۔

ملفوظ ۲۹۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کمال کا دعویٰ تو کبر سے ناشی ہوتا ہی ہے مگر بعض اوقات نفی کمال اور تواضع بھی کبر سے ناشی ہوتی ہے کہ اس کو ذریعہ بڑائی کا بناتا ہے۔

ملفوظ ۲۹۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع مناسبت پر موقوف ہے بدون مناسبت کے نفع نہیں ہو سکتا۔ دو صاحب ایک مولوی صاحب کو سفارش کے لئے لیکر آئے کہ ہم کو بیعت کر لیا جائے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ ہی بیعت کر لیں۔ انکو آپ سے مناسبت ہے۔ اس لئے کہ آپ بھی خادم قوم ہیں یہ بھی خادم قوم ہیں۔ اور میں نادم قوم ہوں کہ کبھی قوم کو نفع نہیں پہونچایا اور نفع کا مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے۔ اور میرے طریق میں جبتک تمام تعلقات غیر ضروریہ کو قطع نہ کردے کام نہیں چل سکتا۔ اُن دونوں صاحبوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم کچھ روز کے لئے تمام تعلقات سے یکسوئی کر لیں اس کے بعد پھر اپنے پہلے کام میں لگ جائیں۔ میں نے کہا کہ کام کی بات پوچھی۔ اب جواب سنئے کہ عزم تعلقات دلو بعد چین (اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد) یہ بھی مانع نفع ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یکسوئی کب ہوئی۔ جب یہ خیال

رہا کہ پھر یہ کرنا ہے یکسوئی تو جب ہو سکتی ہے کہ عمر بھر کے لیے قطع کا ارادہ کر لے پھر خواہ شیخ اپنی رائے سے کسی تعلق کو تجویز کر دے۔

ملفوظ ۲۹۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مجدد ہیں کیا یہ صحیح ہے۔ اب اگر کوئی اور ہوتا تو لکھتا کہ ہوں یا نہیں مگر میں نے لکھا کہ جزم کی تو کوئی دلیل نہیں اور احتمال مجھے بھی ہے جو بات تھی صاف لکھ دی۔ دوسرے کو پریشان کرنا (۲) سے کیا فائدہ۔ نہ اثبات پر جزم نہ نفی پر جزم۔ اثبات کو نفی کرنا اور نفی کو ثابت کرنا یہ بھی تو پریشان کی کرنا ہے

ملفوظ ۲۹۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس راہِ سلوک میں راہزن بہت پیدا ہو گئے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو خود گمراہ ہو وہ دوسرے کو کیا راستہ بتلائے گا۔ ایک جاہل دوکاندار پیر کا واقعہ ہے کہ ایک شخص پولیس میں ان کا مرید تھا وہ کسی جرم میں ماخوذ ہو کر لائن حاضر ہوا اور اتفاق سے میرے ایک عزیز بھی حاضر ہو گئے۔ اس شخص نے اپنے پیر کو خط لکھا تھا کہ یہ صورتِ حال ہے دعا کیجئے۔ اور ان عزیز نے بھی ان سے اپنے لئے دعا کرنے کو لکھوا دیا۔ پیر نے جواب میں لکھا کہ آج کل پولیس پر خدا کا غضب ہے۔ اور اس کا انتظام میرے سپرد ہے اور ہر جمعرات کو پیرانِ کلیر میں اولیاء اللہ کی کمیٹی ہوتی ہے اور یہ معاملات پیش ہوتے ہیں اور ظالم نے میرا نام بھی لکھا کہ وہ بھی کمیٹی میں شریک ہوتا ہے اس کمیٹی میں پیش کر دیا جاوے گا۔ اب جو حکم ہو۔ اور غرض اس سے اس خرافات کے لکھنے کی یہ مصلحت تھی کہ جب مجھ کو یعنی اشرف علی کو بذریعہ ان عزیز کے یہ جواب معلوم ہو گا جس میں میری ولایت بھی ثابت ہوتی ہے تو میں خوش ہو کر ان کو ولی کہوں گا تو وہ عزیز بھی معتقد ہو جائیں گے۔ ان عزیز نے مجھ کو لکھا کہ اب کی جمعرات کو وہ معاملہ پیش ہوا تھا یا نہیں اور کیا حکم ہوا۔ میں نے ان عزیز کو ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے۔ اور تم کو ایسی بات کا یقین آ گیا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر عبدیت میسر ہو جائے تو قطبیت اور غوثیت سب اس پر قربان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کی صفت کو رسالت پر مقدم کیا گیا ہے۔ چنانچہ تشہد میں عبدہٗ ورسولہٗ کہا گیا ہے۔ باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبوت سے ولایت افضل ہو جیسا کہ بعض کو شبہ ہو گیا ہے۔ اور منشاء اشتباہ کا یہ ہوا کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ الی الخلق۔ اور ظاہر ہے کہ اول افضل ہے ثانی سے۔ مگر محققین نے نبوت ہی کو ولایت سے افضل کہا ہے۔ اور اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبوت میں

صرف توجہ الی الخلق نہیں ہوتی بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے جس میں اصل مقصود توجہ الی الحق ہے اور توجہ الی الخلق تابع۔ اور چونکہ وہ بھی مامور بہ ہے اس لئے وہ توجہ الی الخلق بھی مضر نہیں، بلکہ توجہ الی الحق ہی ہے گو لون (رنگ) اُس کا دوسرا ہو۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب وہ توجہ الی الخلق مضر نہیں تو پھر لیغان علی قلبی وانی استغفر اللہ[1] کیوں فرمایا۔ فرمایا کہ صورۃً تو اس طرف توجہ رہی اُس کو غین فرمایا گیا۔ اور استغفار سے اُس کو صاف کیا گیا۔ جیسے آئینے کے اندر بھی محبوب کی صورت نظر آ سکتی ہے۔ اور کسی حکمت کی وجہ سے محبوب کا حکم ہوا کہ دو گھنٹے ہم کو بلا واسطہ دیکھو اور ایک گھنٹہ آئینہ میں ہمارے عکس کو دیکھو تو واقع میں وہ بھی محبوب ہی کی رویت ہے مگر صورۃً بواسطہ حجاب کے ہے۔ اور امتثال امر کے وقت رویت بلا واسطہ سے بھی قریب میں بڑھی ہوئی ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ محبوب نے کہا کہ مجلس سے اُٹھ کر بازار سے آم لاؤ وہاں دو عاشق ہیں۔ ایک تو نہیں گیا کہ میں قرب سے محروم ہو گیا ایک نے کہا کہ میں لاتا ہوں، وہ آم لینے چلا گیا۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نہیں گیا وہ مقرب ہے۔ مگر واقع میں مقرب وہ ہے جو چلا گیا اُس کو رضا بھی میسر ہے لقا بھی میسر ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ولایت نبوت کا جزء ہے اور جزء کل سے کیسے افضل ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ جزو یعنی توجہ الی الخلق دوسرے جزء کو مضر نہیں مگر باوجود اس کے عاشق طبعاً چاہتا ہے کہ یہ حجاب بھی نہ ہو، بلکہ بعض اوقات وہ غایت غیرت سے اپنے کو بھی حجاب سمجھ کر اُس کو مٹانا چاہتا ہے اسی کو کہتے ہیں ؎

غیرت[2] از چشم برم روئے تو دیدن ندہم　　　گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اسی کو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بھی غین یعنی حجاب ہوتا ہے۔ اور میں اس کے لئے استغفار کرتا ہوں، پس صورۃً جو کمی ہو جاتی ہے اُس کا تدارک اس سے کیا جاتا ہے۔ میں آج کل حضرات چشتیہ کے حالات دیکھ رہا ہوں اُن کے یہاں ایسے قصے ہی نہیں کہ نبوت افضل ہے ولایت سے۔ یا ولایت افضل ہے نبوت سے۔ ان کے یہاں تو صرف یہ ہے کہ آخرت کا خوف پیدا کرو کام میں لگو عمل کرو۔ خدا کے سامنے آؤ خشیت پیدا کرو۔ محبت پیدا کرو۔ زیادہ وقت ان حضرات کا ذکر

---

[1] میرے قلب پر ایک حجاب ہوتا ہے، تو میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں ۱۲۔
[2] جب میری آنکھ آپ کے چہرہ کو دیکھتی ہے تو اس سے بھی مجھے غیرت آتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ اپنے کان کو آپکی آواز نہ سُننے دوں کہ یہ چیزیں بھی غیر ہیں ۱۲

اور فکر میں گذرتا تھا یہ لوگ فانی تھے بالکل اس کے مصداق بنتے ؎

عشق[1] آں شعلہ است کو چوں برفروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

ملفوظ ۲۹۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل شرفاء بہت پریشان ہیں۔ روزگار نہیں ملتا زیادہ تر شریفوں ہی کے ایسے خطوط آتے ہیں۔ عجیب لکھتے ہیں کہ نوکری ڈھونڈتے ہیں مگر نہیں ملتی بڑا ہی رنج ہوتا ہے۔ بی اے پاس ہیں ایم اے ہیں مگر نوکری نہیں ملتی۔ اب تو یہ سوال ہونے لگا ہے کہ انگریزی پڑھ کر کہاں سے کھاؤ گے۔ پہلے یہ لوگ عربی والوں سے پوچھتے تھے کہ عربی پڑھ کر کہاں سے کھاؤ گے۔ یہاں ایک بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ علم دین کا تو ادنیٰ مرتبہ بھی معاش کے لئے کافی ہے دیکھئے کوئی شخص اذان یاد کرلے جو پانچ منٹ کا کام ہے۔ اور کسی مسجد میں جا بیٹھے پھر سارے کنبہ کو روٹیوں کی کمی نہ ہوگی اور انگریزی میں اعلیٰ انصاب سے کم تو بالکل ہی بیکار ہے اور اب اعلیٰ اعلیٰ پاس کرنے پر بھی روٹیاں ملنی دشوار ہوگئیں۔

۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۲۹۷:- ایک نووارد شخص نے عرض کیا کہ مولوی جی میں بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ اس کہنے سے کیا غرض کیا بعید اور قریب سے آنے کے جدا جدا اثر ہوتے ہیں مجھ پر تو نہیں ہوتے۔ جو بات کہنا ہو وہ کہو۔ عرض کیا کہ میں ایک بیوہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی تعویذ دیدو یا کوئی عمل پڑھنے کو بتلادو۔ فرمایا کہ میں اس قسم کے تعویذ گنڈے نہیں کیا کرتا بخار یا درد سر وغیرہ کا تعویذ دیدیتا ہوں۔ عرض کیا کہ میں تو بہت دور سے آیا ہوں فرمایا کہ میں پہلے ہی اس کہنے سے منع کرچکا ہوں۔ اور تم پھر اسی کو دہرائے ہو۔ کہے جاؤ اس کہنے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں، ہوتا جب میں ایک کام کو جانتا ہی نہیں تو اس میں بعید یا قریب کیا تیر چلائے گا۔ عرض کیا کہ ہم زمیندار لوگ ہیں ایسے ہی گنوار ہوتے ہیں فرمایا اور ہم ایسے گنواروں کو اسی طرح درست کیا کرتے ہیں

[1] عشق وہ آگ ہے کہ جب یہ بھڑکتی ہے تو معشوق کے سوا سب کو جلادیتی ہے ۱۲

تم بدتمیزی کیا کرو اور ہم درست کیا کریں! اپنے اپنے کام میں لگے رہو۔ اپنے اپنے کام کرنے پر ایک مثال یاد آئی۔ ایک سُنّی نے ایک شیعی کو تبرّا کہنے پر قتل کر دیا تھا۔ مقدمہ چلا۔ شیعی کے بیرسٹر نے حاکم سے کہا کہ ہمارے یہاں تبرّا کہنا عبادت ہے اور ہر شخص کو مذہبی آزادی ہونا چاہیئے۔ پھر قتل محض بیجا ہوا۔ سُنّی کے وکیل نے کہا کہ جو تبرّا کہے ہمارے یہاں اس کو قتل کرنا عبادت ہے پس یہ بھی آزاد رہے وہ بھی آزاد رہے مقدمہ خارج کر دیجئے۔ اس آزاد رہنے پر ایک مسئلہ یاد آ گیا۔ فقہاء نے عورت کو خاوند کے مسخر کرنے کے لئے تعویذ کرانے کو حرام کہا ہے۔ اس کی وجہ بحمداللہ میری سمجھ میں آگئی جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسا تعویذ مراد ہے جس کا یہ اثر ہو کہ وہ اپنے نفع نقصان کو نہ سمجھ سکے اضطراری حالت پیدا ہو جائے۔ اُس کی آزادی مسلوب ہو جائے اور حقوقِ واجبہ میں تو سلب آزادی اور جبر کا مضائقہ نہیں مگر تبرع میں اس کی ممانعت ہے۔

ملفوظ ۲۹۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بعض کا یہ خیال کہ ہم اپنے احکام دینیہ میں صنائع یا تحقیقاتِ جدیدہ کے محتاج ہیں شیطانی دھوکہ ہے۔ بحمداللہ ہمکو قیامت تک کے لئے کسی کا محتاج نہیں چھوڑا بلکہ بعض اوقات اُن پر مدار رکھنے میں سخت گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ دیکھئے ان احکام میں طلوع و غروب کے بھی مسائل ہیں۔ یہ تحقیق جدید ہے کہ آفتاب طلوع حسی سے ذرا پہلے نظر آنے لگتا ہے۔ اور غروب حسی کے ذرا بعد تک نظر آتا رہتا ہے۔ سو اگر اس تحقیق پر عمل کیا جاوے تو پہلی صورت میں عین طلوع کے وقت فجر کی ادا نماز جائز ہو کیونکہ واقع میں ابھی طلوع نہیں ہوا۔ دوسری صورت میں عین غروب کے وقت مغرب کی ادا نماز جائز ہو۔ کیونکہ واقع میں غروب ہو چکا ہے تو شریعت نے حسی طلوع و غروب پر احکام کا مدار رکھا ہے نہ کہ حقیقی طلوع و غروب پر۔ اسی طرح اگر صنائع جدیدہ کا احکام میں اعتبار ہو تو احکام شرعیہ میں خلل پڑ جائے مثلاً آلہ مکبر الصوت سے تکبیراتِ انتقالات سُنکر رکوع یا سجدہ کیا جاوے تو نماز ہی فاسد ہو جاوے۔

ملفوظ ۲۹۹:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دجّال کے ظہور کے وقت جو ایک سال کا ایک دن ہو گا، کیا حقیقت میں وہ ایکدن ہو گا فرمایا کہ وہ ایکدن نہ ہو گا تین سو ساٹھ ہی دن ہونگے مگر وہ ابصار میں تصرف کرے گا۔ اُس تصرف کی وجہ سے ایکدن معلوم ہو گا اور جہاں اُس کا تصرف نہ پہنچے گا وہاں یہ اثر نہ ہو گا۔ یہ تحقیق مشہور نہیں مگر ایک حدیث سے مفہوم ہوتی ہے وہ حدیث یہ ہے۔ فیفتحون قسطنطنیة فبینا ھم یقتسمون الغنائم اذ صاح فیھم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اھلیکم فیخرجون وذٰلک باطل فاذا

جاء دا الشام خرج رواه مسلم کذا فی المشکوٰۃ الفصل الاوّل من باب الملاحم دیکھئے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خبر غلط ہوگی مگر اس کے غلط ہونے پر شام پہونچنے تک بھی اس سے استدلال نہ کر سکیں گے کہ دن تو طویل ہوا ہی نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سامعین (سننے والے) بھی سمجھیں گے کہ اس کا تصرف عام نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ خروج کی خبر صحیح ہو مگر ہم پر اس تصرف کا اثر نہ ہوا ہو۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تقریر فرمائی تھی۔

ملفوظ ۳۰۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا گو کفار کسی اپنی مصلحت سے مسلمانوں کی کچھ رعایت کریں مگر یہ یقینی بات ہے کہ وہ اسلام کو اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اس واسطے اس کے مٹانے کی فکر میں ہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ جب تک مسلمان باقی ہیں ہم چین سے سلطنت نہیں کر سکتے اور ایک یہ بات بھی سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کا ان کے ساتھ اختلاف محض مطالبات سیاسی کیلئے ہے اگر وہ پورے کر دیئے جاویں اختلاف ختم ہو جاویگا اور مسلمانوں کا اختلاف مذہبی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے مسلمانوں کو اصلی مخالف سمجھتے ہیں۔

ملفوظ ۳۰۱:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دجال خلط احکام ہی کیلئے تصرف کریگا۔ جیسا ایک ملفوظ پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد اس کے ایک خاص تصرف کے متعلق ایک حدیث سے مستنبط کیا ہوا گذرا۔ یہ تصرف نمازوں میں خلط کی غرض سے کریگا مگر وہ تصرف محدود ہوگا۔ جہاں تک اس کا تصرف ہوگا وہاں تک اوقات میں یہ تلبیس ہوگی اور اس سے آگے نہیں ہوگی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ جہاں عشاء کا وقت واقع ہی میں نہیں آتا وہاں نماز کا کیا حکم ہے۔ جواب میں فرمایا کہ اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جہاں وقت نہیں آتا نماز فرض نہیں ہوتی۔

ملفوظ ۳۰۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انگریزی کمبخت بھی دجال سے کچھ کم نہیں نہ معلوم کتنے لوگوں کے ایمان برباد کئے اور دجال ہی کیا کرے گا وہ بھی یہی کرے گا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ملہ مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے اور اس حالت میں کہ مسلمان مال غنیمت کو تقسیم کر رہے ہوں گے۔ شیطان چیخے گا کہ دجال نے تمہارے اہل وعیال پر حملہ کر دیا ہے۔ اور یہ بات غلط ہوگی۔ پھر جب مسلمان شام میں آویں گے، دجال نکل آوے گا ۱۲ ۔

ملفوظ ۳۰۳:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جب دل کو ٹٹولتا ہوں کہ اگر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات زندہ ہوتے تو اس تحریک میں کون شریک ہوتے اور کون نہ ہوتے تو دل میں سے یہ جواب ملتا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ تو شاید شریک ہو جاتے مگر حفاظتِ حدود کے ساتھ. اور حضرت مولانا گنگوہیؒ مآل پر نظر فرما کر ہرگز ہرگز شرکت نہ فرماتے جیسا میرا مذاق عدم شرکت کا ہے. جس وقت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مالٹے سے تشریف لائے میں زیارت کیلئے دیوبند حاضر ہوا. ایک صاحب معترضانہ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ کو تو معلوم ہوگا کہ آپ کے بزرگ غدر میں اٹھے تھے میں نے کہا کہ مجھ کو یہ معلوم ہے اور اس کے ساتھ ایک بات اور بھی معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں یا غور نہیں کیا. وہ یہ کہ اس کے بعد بیٹھ بھی گئے تھے اور آخری فعل ناسخ ہوتا ہے اور سابق منسوخ تو تم منسوخ پر عمل کرو اور میں ناسخ پر عمل کرتا ہوں تو بتلاؤ اپنے بزرگوں کا تابع کون ہوا جواب نہیں دے سکے.

ملفوظ ۳۰۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے راجپور کے ایک صاحب سے جن کے خاندان کے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلقات تھے، یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ حج کو تشریف لے جا رہے تھے. جہاز میں ایک مسئلہ میں گفتگو ہو گئی. جب کچھ فیصلہ نہ ہوا تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ اب گفتگو ختم کی جاوے اس کا فیصلہ حضرت فرمائیں گے. حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حضرتؒ فن تصوف کے امام ہیں. ان علوم کا فیصلہ حضرت کس طرح فرما سکتے ہیں یہ علمی بحث ہے یہ رائے حکیمانہ تھی حضرت مولانا گنگوہیؒ کی. حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر حضرت ان علوم کو نہیں جانتے تو ہم نے فضول ہی حضرت سے تعلق پیدا کیا. ہم نے تو حضرت سے تعلق ان ہی چیزوں کے جاننے کے واسطے کیا ہے. یہ رائے عاشقانہ تھی. کیا ٹھکانا ہے اس عاشقانہ حالت کا. غرض مکہ معظمہ پہونچکر حضرتؒ کے سامنے مسئلہ پیش بھی نہیں ہوا. مگر حضرت نے خود کسی تقریر میں پورا فیصلہ فرما دیا اور اکثر غامض مسائل کا وہاں حل ہو جاتا تھا حتیٰ کہ بعض اوقات درسی اصطلاحی الفاظ بھی تقریر میں ہوتے تھے. ایک دفعہ کسی کو شبہ ہوا کہ علوم تو الہامی ہوتے ہیں مگر اصطلاحات تو مکتسب ہوتی ہیں. حضرت کو یہ اصطلاحات کیسے معلوم ہوئیں حضرت نے از خود فرمایا کہ الہام کبھی بواسطہ الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی بلا واسطہ الفاظ کے مگر باوجود اتنے بڑے انکشاف کے اس پر اعتماد نہ تھا.

فرمایا کرتے تھے کہ الہام بھی وہی معتبر ہے جو کتاب و سنت کے موافق ہو. بہرحال اس مسئلہ کا پانچ منٹ میں حضرت نے فیصلہ کردیا. اس پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تو مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی. اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی.

ملفوظ ۳۰۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق میں بعض چیزیں محمود ہیں مگر مقصود نہیں. اور یہ غیر مقصودہ بعض کیلئے خطرناک بھی ہیں خصوص علوم مکاشفہ.

ملفوظ ۳۰۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ متکلمین نے مسائل کلامیہ میں جتنے دعوے کئے ہیں ان میں بعض پر جزم نہیں کرنا چاہیے. مثلاً وہ کہتے ہیں کہ رویت بے کیف ہوگی بے جہت ہوگی. صحابہ کا تو مذہب اس میں یہ تھا کہ کیا خبر کیسی ہوگی. واللہ اعلم. ان تفصیلات کی وجہ سے بعض متقدمین نے متکلمین کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں. جیسے بدعتی کے پیچھے، مگر میری سمجھ میں الحمدللہ اس کا فیصلہ آگیا وہ یہ کہ اگر ان تفصیلات کو باطل فرقوں کے دعووں کے مقابلہ میں منع کے درجہ میں رکھا جاوے دعویٰ نہ کہا جاوے گو بصورت دعوے کے ہوں مگر مقصود دعویٰ نہ ہو تو بدعت نہیں اور واقعی دعویٰ خطرناک ہے. میں تو اسی توجیہ کی بنا پر متکلمین کا بیحد معتقد ہوں انہوں نے حق کی بڑی نصرت کی ہے اور یہ نصرت بڑی عبادت ہے.

ملفوظ ۳۰۷:- ایک شخص نے تعویذ مانگا. اس کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ پوری بات کہا کرتے ہیں. یہ اذیت پہونچانا کہاں سے سیکھی ہے جاؤ تم نے دل برا کردیا اس وقت تعویذ نہ ملے گا. آدھ گھنٹہ کے بعد آؤ اور آکر پوری بات کہو. اس وقت کی گفتگو کے بھروسہ نہ رہنا اس وقت کی بات تو مجھے یاد نہ رہے گی.

ملفوظ ۳۰۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل فساد اعتقاد کا بہت غلبہ ہے تسبیح چلانیوالوں کو سمجھتے ہیں کہ سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے جہاں تعویذ دیا یا دم کردیا بس آرام ہوگیا. طبیب کے یہاں سے نسخہ لاکر کبھی نہیں سمجھتے کہ ایک ہی نسخہ پیکر آرام ہوجاوے گا. وہاں تو کہتے ہیں کہ کوئی تعمیل ہے کم از کم تین دن تو پی لی جب تو اطلاع دینے لگے. ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بزرگوں سے حسن اعتقاد کی وجہ سے تو ایسا سمجھتے ہوں گے. فرمایا کہ یہ حسن اعتقاد نہیں شریعت کے خلاف ہونے سے فساد اعتقاد ہے.

ملفوظ ۳۰۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے انتقال پر فرمایا تھا جس سے حضرت کا عشق معلوم ہوتا ہے کہ اگر میرے پاس ایک چیز

نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا. دریافت کیا گیا کہ حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا وہی چیز جسکی وجہ سے تم مجھکو بڑا سمجھتے ہو. میں اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مراد تعلق مع اللہ ہے.

ملفوظ ۳۱۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آج کل ایک رسالہ لکھ رہا ہوں. حضرات چشتیہ کی نصرت میں اس کی ضرورت سے بزرگان سلف کے ملفوظ کو دیکھنے کی حاجت پیش آئی. بہت سے بزرگوں کی مجموعی حالت دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ حضرت قطب صاحب میں بہت زیادہ شورش ہے انکی ہر حالت میں عشق کا رنگ ہے اور سب میں زیادہ سنبھلے ہوئے حضرت سلطان جی ہیں ان کے ملفوظات میں بھی علم کا رنگ ہے.

ملفوظ ۳۱۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ حُبِّ عقلی کو افضل فرماتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حُبِّ عشقی کو اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تطبیق دی ہے مجھ کو تو وجد ہو گیا کہ حیات میں تو حُبِّ عقلی افضل ہے اور مرنے کے وقت حُبِّ عشقی.

ملفوظ ۳۱۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اتباعِ سنت بڑی چیز ہے مگر اس میں شہرت نہیں ہوتی. مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی کا سماع میں انتقال ہوا اور مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی کا جو میرے ایک دوست تھے انتقال سجدۂ تلاوت میں ہوا مگر اُسکی شہرت ہوگئی اس کی شہرت نہ ہوئی. پھر سماع کے متعلق کچھ بیان ہونے لگا. فرمایا حضرت جامی نے اس کا خوب اور مختصر فیصلہ کیا ہے ؎

زندۂ دلاں مردہ تناں را رواست　　مردہ دلاں زندہ تناں را خطاست[1]

ملفوظ ۳۱۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے آدمی اپنے مقصود کو سمجھ لے. تب آگے قدم بڑھائے. میری اس تمام تر کھود کرید کا منشاء یہی ہوتا ہے جسکو لوگ سخت گیری سے تعبیر کرتے ہیں. مقصود نہ معلوم ہونے کی وجہ سے آدمی منزلِ مقصود تک نہیں پہونچتا. اور ہمیشہ پریشانی یا محرومی کا شکار بنا رہتا ہے. الہ آباد میں ایک درویش ملے. بقدرِ ضرورت فن داں تھے. مجھ سے کہنے لگے کہ آپ چشتی ہو کر سماع کیوں نہیں سنتے: میں نے

---

[1] جن کے دل زندہ ہوں اور تن مردہ ہوں ان کو سماع سننا جائز ہے اور جن کے دل مردہ ہوں تن زندہ ہوں ان کو سماع سننا غلطی ہے.

کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں. پہلے آپ اس کا جواب دیدیں تب میں اس کا جواب دوں. میں نے
پوچھا کہ اس طریق کا حاصل کیا ہے کہا کہ مجاہدہ، میں نے پوچھا کہ مجاہدہ کی حقیقت کیا ہے کہا کہ نفس
کی مخالفت، میں نے کہا کہ اب بتلاؤ، سماع سے کہ سماع کو تمہارا جی چاہتا ہے کہا کہ چاہتا ہے.
میں نے کہا کہ ہمارا بھی چاہتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ تم تو نفس کے چاہنے پر عمل کرتے ہو. اور
ہم نہیں کرتے. تو اب بتلاؤ مجاہدہ تم نے کیا یا ہم نے. کیا صاحب مجاہدہ تم ہوئے یا ہم.
درویش تم ہوئے یا ہم. کہنے لگے کہ اتنے زمانہ کے بعد آج غلطی سمجھ میں آئی اور ہمیشہ کے لئے
سماع سے توبہ کرلی اور حضرت حاجی صاحبؒ سے بذریعہ خط بیعت ہوئے. یہ تسلیم فن سے واقفیت
کی بدولت نصیب ہوئی. دیکھئے ان کو مقصود طریق کا معلوم تھا کس قدر جلد سمجھ گئے اور حق تعالیٰ
کا فضل ہوا پھر واقفیت فن کے متعلق فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ساحرین
بھی آئے اور فرعون بھی، چونکہ ساحرین فن سحر کے واقف تھے ان کو اس کی حقیقت معلوم
تھی اسی لئے ایمان لے آئے اور فرعون واقف نہ تھا. وہ یہ سمجھا کہ یہ اس سے بھی بڑا سحر ہے

سحر[1] را با معجزہ کردہ قیاس ۔۔۔ ہر دو را بر مکر پنہادہ اساس

۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو اپنی تعظیم کے لئے اٹھنے کو منع کیا کرتا ہوں
اس کی وجہ تواضع نہیں بلکہ میرے قلب پر دوسرے کو مقید دیکھ کر گرانی ہوتی ہے
اور حقیقت یہ ہے کہ میرے جو معمولات ہیں وہ نہ تواضع سے ناشی ہیں نہ کبر سے بلکہ طرفین کی راحت
رسانی کیلئے ہیں. اب دوسرا خواہ کچھ ہی سمجھا کرے.

ملفوظ ۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریک خلافت میں جو لوگ شریک تھے سب بدنیت
نہ تھے بلکہ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ جو صلحاء شریک تھے انکی نیت اچھی ہی تھی مگر

---

[1] فرعون نے معجزہ کو سحر پر قیاس کیا. اور سمجھا کہ دونوں کی بنیاد مکر پر ہے.

طریق کار غلط تھا۔ اور ایک کمی یہ تھی کہ جوش سے کام لیا گیا حالانکہ کام وہی مفید ہوتا ہے جو ہوش سے کیا جائے۔ شریعت میں تو دشمنی تک کے بھی حدود ہیں۔ اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی یہی ہے کہ جو دوسرے ادیان والے نہیں دکھلا سکے کہ وہ دشمنوں کی بھی رعایت کرتا ہے۔ نیز ہم جس طرح مخالفین کے دشمن ہیں اپنے دوست بھی تو ہیں۔ اس غلو میں اپنی بھی تو مضرت ہے سو اس حالت میں اور کچھ نہیں مگر اپنی تو خیر خواہی کرنا چاہیے اور صاحب بڑے جھگڑے ہیں سو جان نہیں دی جاتی۔ یہ تو اطمینان ہو کہ جس کے لئے جان دے رہے ہیں وہ بھی راضی ہیں اور یہ جان دینا ان کے احکام و مرضی کے خلاف نہیں ہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل آئینی جنگ بعض نتائج کے اعتبار سے ہے تو مفید مگر اس آئینی جنگ کے معنی یہ ہیں کہ خدع فریب جھوٹ اور آج کل کے کفار اس فن کے امام ہیں اس کو کوئی ان سے سیکھ لے۔ بعض لوگ مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ انگریزوں سے معاہدہ ہے سو وہ معاہدہ کب ہوا ہے۔ میں اس کا عام جواب دیا کرتا تھا مگر پھر ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا اور وہ تحریر بھی چھپی ہوئی دکھلائی وہ معاہدہ شاہ عالم سے ہوا ہے انہوں نے خوشی سے بطور ٹھیکہ کے ملک انگریز کے سپرد کیا ہے۔ اور میں پہلے یہ جواب دیا کرتا تھا کہ معاہدہ کبھی قالاً ہوتا ہے اور کبھی حالاً۔ اور حالاً معاہدہ ہے کہ وہ ہم سے مامون اور ہم ان سے مامون۔

ملفوظ ۳۱۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کی مصالح مسلم ہی مگر حدود شرعیہ کا اتباع تو ہم پر ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے اور احکام شرعیہ ہر وقت اور ہر حالت میں واجب العمل ہیں مگر اس تحریک میں تو بڑی ہی گڑبڑ سے کام لیا گیا۔ میں ایک مرتبہ سفر کر رہا تھا چند ساتھی ہمراہ تھے۔ ایک صاحب ناشناسا ہمارے قریب آکر بیٹھ گئے۔ ٹکٹ چیکر آیا اس نے ٹکٹ مانگے، ٹکٹ ہمارے ایک ہی جگہ تھے میں نے ساتھیوں سے کہا کہ دکھا دو۔ اس نے سب ٹکٹ اکٹھے دیکھ لیے۔ اور وہ صاحب جو بیٹھے تھے ان کو بھی ہمارا ساتھی سمجھ کر ان سے ٹکٹ نہیں مانگا شمار میں غلطی ہو گئی۔ اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ اعتماد کرتے ہیں کہ یہ ثقہ لوگ ہیں حالانکہ حساب سے ایک ٹکٹ کم تھا مگر وہ چلا گیا تو وہ صاحب بولے کہ صاحب آپکی بدولت میں بھی مواخذہ سے بچ گیا۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات، کہنے لگے کہ میرے پاس ٹکٹ نہ تھا۔ میں نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ علماء کا فتویٰ ہے کہ بلا ٹکٹ سفر کرنا جائز ہے۔ میں نے پوچھا کہ کون علماء، کہا کہ علماء تحریک نے یہ فتویٰ دیا ہے۔ اس کو نقل کر کے حاضرین سے فرمایا کہ مسائل سے قطع نظر کر کے ایک بات تو یہی دیکھنے کی ہے کہ ایسے

کام کرنیوالے کو قلب کی جمعیت میسر نہیں ہو سکتی۔ یہ کیا تھوڑا عذاب ہے کہ ہر پریشان حال چور بنے بیٹھے ہیں اور جمعیت ظاہر ہے کہ بڑی دولت ہے۔ حضرات صوفیہ نے تو جمعیت قلب کا بڑا اہتمام کیا ہے اسی لئے اسکی بھی ضرورت ہے کہ کسی سے عداوت پیدا نہ کرے۔ کیونکہ عداوت میں جمعیت قلب برباد ہو جاتی ہے۔ ہر وقت دشمن کی طرف سے قلب پریشان اور مشوش رہیگا۔ ایک بزرگ کے ایک مرید لوگوں سے الجھتے بہت تھے۔ ان بزرگ نے منع فرمایا کہ تم کو ایسی باتوں سے بہت دلچسپی ہے اس کا نتیجہ بُرا ہے۔ عرض کیا کہ لوگوں کو راستی پر لانے کے لئے ایسا کرتا ہوں فرمایا کہ تم کو راستی پر لانے کا طریقہ ہی معلوم نہیں تم تو دشمن بنا لیتے ہو۔ پھر فرمایا کہ ایسی راستی ہی چھوڑ دینا چاہیئے جس سے عداوت عامہ پیدا ہو۔ البتہ یہ اُس امر میں ہے جو واجب نہ ہو۔ اور اگر واجب ہو اُس میں کسی کی دشمنی دوستی کی ذرا پروا نہ کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ بعض طبائع فطرۃً تیز ہوتی ہیں اُن کو کسی کی مخالفت سے تشویش ہی نہیں ہوتی۔ منگلور میں مولوی رحیم الٰہی صاحب ایک مشہور بزرگ تھے۔ اُن کا واقعہ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ پڑوس میں کچھ لوگ مولوی صاحب کے مخالف رہتے تھے اور اکثر بزرگوں کے تھوڑے بہت مخالف ہوتے ہی ہیں۔ اسمیں بھی حکمت ہے، کہ اُن بزرگوں میں عُجب کا مرض نہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے جہاں معتقدین وہیں مخالفین، جہاں گل وہیں خار۔ اُن مخالفین کو شرارت سوجھی کہ مولوی صاحب کے مکان اور مسجد کے درمیان ایک تھوڑی سی جگہ خالی پڑی تھی محض مولوی صاحب کی مخالفت اور ایذا کی غرض سے اس جگہ میں ایک طوائف کا ناچ کرایا۔ مولوی صاحب نماز کے لئے گھر سے مسجد آئے راستہ میں یہ خرافات ہو رہی تھی مگر صبر کیا کچھ نہیں بولے مگر جب مسجد سے گھر کو واپس ہوئے اور اس جگہ پہونچے اور پھر وہی منظر دیکھا جوش آگیا، بھری مجلس میں بلا کسی خوف کے جوتہ نکال کر اس عورت پر بجانا شروع کر دیا مجمع سب قریب مخالفین ہی کا تھا مگر کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ اس کو کوئی چھوڑا ہی لیتا۔ دین کی بزرگی اور ہیبت خداداد ہوتی ہے کتنا ہی کوئی مخالف ہو مگر دین کا ادب ہر شخص کے خصوص مسلمان کے قلب میں ضرور ہوتا ہے غرضکہ مجلس رقص درہم برہم ہو گئی۔ اُن شریر لوگوں نے اُس عورت کو مشورہ دیا کہ مولوی صاحب پر دعویٰ کر ہم گواہی دیں گے اور روپیہ بھی صرف کرینگے اُس عورت نے جواب میں کہا کہ روپیہ تو میرے پاس بھی ہے (حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ مالزادی تو ہوتی ہی ہیں) اور میں دعویٰ بھی کر سکتی ہوں اور تم گواہی بھی دیدو گے مگر ایک چیز اس سے مانع ہے۔ وہ یہ کہ میں خیال کرتی ہوں اُس شخص کے دل میں اگر دنیا کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو مجھ پر اس کا ہاتھ ہرگز اٹھ نہ سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بالکل اللہ والا ہے تو ایسے شخص کا مقابلہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنا ہے۔ سو میری اتنی ہمت نہیں۔ اور اس عورت نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مولوی صاحب کے مکان پر پہونچی معافی چاہی اور عرض کیا کہ میں اپنے پیشہ سے توبہ کرتی ہوں کسی بھلے آدمی سے میرا نکاح کرا دیجئے۔ مولوی صاحب نے توبہ کرائی اور کسی سے نکاح کرا دیا۔ بھلا کیا کوئی اپنے علم وعمل پر ناز کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ جسکو چاہے دیدیں۔ دیکھئے اس کو کیا دولت فہم عطا ہوئی۔ اگر یہ نہ معلوم ہو کر جواب دینے والا کون ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ولیہ کاملہ عارفہ ہوگی جس کا جواب یہ ہے کہ تو اس حالت میں آدمی کیا ناز کرے اپنے علم اور تقویٰ پر نہ معلوم دوسروں میں کیا چیز ہے اور خدا کیساتھ اسکو کیا تعلق ہے۔ کسی کو کیا خبر تھی کہ اس عورت کے اندر ایسا نور فہم ہے یہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون کیسا ہے کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے اسی ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ مجھ کو عاصی سے نفرت نہیں معاصی سے نفرت ہے۔ اس لئے پلک جھپکنے میں عاصی کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے نیز مولوی صاحب کے اخلاص کی بھی برکت تھی کہ حقیقت پر سے حجاب اٹھ گیا۔

ایک اور آوارہ عورت کی حکایت ہے۔ گنگوہ میں ایک درویش باہر سے آئے وہ بدعتی تھے شہرت ہوئی۔ ایک بازاری عورت کے آشنا نے کہا کہ ایک بزرگ آئے ہیں چلو زیارت کرائیں۔ اس عورت نے کہا کہ ضرور چلو۔ غرضکہ اُن بزرگ کی جائے قیام پر دونوں پہونچے، یہ مرد تو مجلس میں جا بیٹھا اور یہ عورت ایکطرف کسی آڑ کی جگہ میں بیٹھ گئی۔ اُس شخص سے اُن بزرگ نے دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے۔ اُس آشنا نے کہا کہ ایک ایسی ہی عورت ہے زیارت کو آئی ہے مگر اپنے اس فعل کی شرمندگی کے سبب آگے آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ وہ بزرگ کیا کہتے ہیں کہ بھائی شرمندگی کی کیا بات ہے سب وہی کرتا ہے وہی کراتا ہے۔ یہ کہنا تھا کہ اس عورت کے آگ لگ گئی اور فوراً کھڑی ہو کر اپنے آشنا سے کہا کہ بھڑوے تو کہتا تھا کہ بزرگ ہیں یہ شخص تو مسلمان بھی نہیں اور فوراً واپس ہو گئی۔ اب دیکھ لیجئے یہ درویش بنے ہوئے تھے جن کا باطن ایمان سے بھی قریب قریب خالی تھا اور وہ فاحشہ تھی جس کا باطن عرفان سے پُر تھا۔ تو کسی کے دل کی کسی کو کیا خبر۔ حاصل یہ ہے کہ اپنے تقویٰ اور زہد پر ناز نہ کرنا چاہیے۔ اور اُس کی بناء پر دوسروں کو نظر تحقیر سے نہ دیکھنا چاہیے۔ اور عقائد حقہ اجمال کے درجہ میں تو فطری ہی ہیں اور ہر شخص میں ہوتے ہیں۔ اگر کسی عارض سے مختل نہ ہو گئے ہوں۔

ملفوظ ۲۱۷ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مدار اس طریق میں مناسبت پر ہے نفع بدون مناسبت کے نہیں ہو سکتا اسی واسطے جس سے مناسبت نہیں ہوتی میں صاف کہدیتا ہوں کہ تم کو یہاں پر نفع نہ ہوگا کسی دوسری جگہ جا کر تعلق پیدا کرو اور اگر تم ایسی جگہ کا پتہ پوچھو گے میں بتلادوں گا

یہ تو تعلق خاص کے شرائط ہیں باقی خدمت سے کسی کی بھی انکار نہیں گو کسی سلسلہ کا ہو چنانچہ حاجی شاہ وارث علی کے ایک مرید یہاں پر آئے مجھ سے کہا کہ حضرت نے یعنی حاجی صاحب نے فرمایا ہے کہ وہاں جا کر مثنوی پڑھو سنو. میں نے کہا کہ آج کل مثنوی ہو رہی ہے سن لیا کرو مگر ایک ضروری بات سن لو کہ ہم لوگ حاجی صاحب کے معتقد نہیں ہم ان کے مسلک اور طریق کو پسند نہیں کرتے. کبھی کبھی ہماری مجلس میں ان کی شکایت بھی ہوتی ہے. ممکن ہے کہ تم کو برا معلوم ہو. ابھی اطلاع کئے دیتا ہوں. کہا کہ آپ جانیں وہ جانیں مجھے اس سے کیا غرض، میں تو دونوں کو اپنا بڑا اور بزرگ سمجھتا ہوں چنانچہ وہ شخص یہاں بہت روز رہے آدمی سمجھدار تھے خدا معلوم کس طرح پھنس گئے. ایک روز بدون اطلاع کئے ہوئے چلدیئے یہ بے ڈھنگا پن پیر کے فیض کا اثر تھا.

ملفوظ ۳۱۸: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریزی تعلیم یافتہ صاحب یہاں پر آئے تھے چند روز مقیم رہکر واپس ہو گئے. حالت یہ تھی کہ صبح سے شام تک کئی کئی لباس بدلتے تھے وطن پہونچکر یاد نہیں کس مضمون کا خط لکھا میں نے اس کا جواب دیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ آپ یہاں پر زمانہ قیام میں اس شعر کے مصداق تھے ؎

گہے[1] در کسوت لیلیٰ فرو شد   گہے در صورت مجنوں بر آمد

پھر خط آیا لکھا کہ واقعی یہ میری حرکت قابل تعزیر تھی اب میں نے اس طرز سے توبہ کر لی ہے.

ملفوظ ۳۱۹: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رعایت مصالح کی وجہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فیض عام تھا مگر تام نہ تھا. اور مصلحت سوزی کی وجہ سے حضرت مولانا شہید صاحبؒ کا فیض عام نہ تھا مگر تام تھا. تقویۃ الایمان کا طرز اس کا شاہد ہے گو حضرت شہیدؒ کا تقویۃ الایمان کو ایک دم شائع کرانے کا ارادہ نہ تھا سمجھتے تھے کہ بدفہم لوگ اس سے متوحش ہوں گے مگر جہاد کا سفر پیش آ گیا جس کا انجام معلوم نہ تھا. احتمال تھا کہ اگر شہادت ہو گئی تو اس کی اشاعت رہ جائے گی. مصلحت عامہ پر اس خیال کا غلبہ ہوا اور تعجیل اشاعت کا داعی ہوا اور اصل بات تو یہ ہے کہ اگر مصالح کی رعایت بھی ہوتی تب بھی مخالفت ضرور ہوتی. کیونکہ کج فہم ہر زمانہ میں ہوتے ہیں گو کمی بیشی کا فرق ہو. اسی مصلحت کے سلسلہ میں ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ مصالح کا سوال بے خبری کی حالت میں ہوتا ہے مگر آج کل بعض دفعہ اس فقیری اور درویشی کے ڈھونگ سے بعض

---

[1] کبھی لیلیٰ کے لباس میں آئے، کبھی مجنوں کی صورت میں ظاہر ہوئے ۱۲

علماء خود ہی جاہلوں کے معتقد ہو جاتے ہیں ان کو اس طریق کی حقیقت کی خبر ہی نہیں یہ بڑی سخت بات ہے۔

ملفوظ: ۳۲۰ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نہ عرفی تواضع کو پسند کرتا ہوں نہ کبر کو بلکہ ۱؎ واما بنعمۃ ربک فحدث کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی تھی کہ مجھ کو دو چیز دل سے اللہ تعالیٰ مناسبت عطا فرما دیگا۔ تفسیر اور تصوف۔ اب خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور فقہ کیلئے بھی اگر دعا کرا لیتا تو اسمیں بھی معتد بہ مناسبت ہو جاتی۔ اب یہ جو کچھ ہے یہ سب حضرت ہی کی دعاؤں کی برکت ہے۔

ملفوظ: ۳۲۱ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بعضے لوگ جو یہاں اجازت لیکر آتے ہیں اُس اجازت کو اپنے مقصد مزعومہ کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ میں نے اس کا یہ علاج کیا ہے کہ آنے کے قبل ہی صاف لکھ دیتا ہوں کہ یہاں آکر نہ مخاطبت کرو نہ مکاتبت نہ کسی فائدہ کا قصد صرف خالی الذہن ہو کر آزادی کے ساتھ بیٹھے رہو باتیں سنو اور اپنی حالت پر منطبق کرو۔ خواہ فائدہ ہو یا نہ ہو، تو آجاؤ۔ لوگ ان شرطوں سے بُرا مانتے ہیں کہ پھر فائدہ ہی کیا ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طریق کا معلوم ہو جانا کیا تھوڑا نفع ہے۔ عمل کر کے تو دیکھیں۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

چند ۲؎ گوئی خواجہ نظم و نثر فاش چند روزے امتحان کن گنگ باش

اسی طرح بعضے لوگ میرے مواخذوں سے بُرا مانتے ہیں حالانکہ مواخذہ اس لئے ہوتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو یہاں آوے کچھ لیکے جاوے چاہے ایک ہی علم ہو مگر لوگ اس کو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مشائخ اور علماء کے ان عرفی اخلاق ہی نے عوام کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا ہے۔ ایک شخص نے میرے مواخذوں کے متعلق کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب تو آسان ہے مگر اس کے سوالوں کا جواب مشکل ہے۔ میں نے سُنکر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے مگر اس کا منشاء میرا کوئی فعل نہیں بلکہ تمہارا فعل ہے۔ وہ یہ کہ وہاں تم سچ بولوگے۔ یا اگر معلوم نہ ہو گا تو لا ادری (مجھے معلوم نہیں) کہہ دوگے کہ یہ بھی سچ ہو گا۔ غرض جو بات دل میں رچی ہو گی اور جمی ہو گی وہ کہہ دوگے اور سچ بولوگے اور یہاں ہیر اپھیر پیچ سے کام نکالنا چاہتے ہو۔ اور وہ چلتی نہیں اسلئے آپ ہی جواب

۱؎ اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے ۲؎ میاں نظم و نثر کب تک کہتے رہوگے۔ چند روز کے لیے بطور امتحان خاموش ہو جاؤ۔

مشکل ہو جاتا ہے تو تم نے ایک آسان چیز کو خود ہی مشکل بنایا۔ اب لیجئے آسانی کی صورت بھی بتلاتا ہوں۔ وہ یہ کہ سچ بولنے کا قصد کر لیں تو بہت سوالوں کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

ملفوظ ۲۲۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل یہ بھی درویشی کے لوازم سے سمجھا جاتا ہے کہ ہر بات کی برداشت کرے اور ہر شخص کی کرے، مگر اصلاح تو اس صورت سے ہو نہیں سکتی۔ البتہ برداشت کی ایک صورت ہے کہ دل میں سے اس بات کو نکال دوں گا کہ اصلاح نہ کروں گا۔ پھر مجھ پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ تغیر تو اصلاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔ میں نے ایک بار اس کا بھی قصد کر لیا تھا مگر احباب سے جو مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اصلاح ہی چاہتے ہیں تو صاحب اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے یہاں پر تو اس کا مصداق بن کر آنا چاہیئے فرماتے ہیں[1]

یا مکن با پیلبانان دوستی — یا بنا کن خانہ بر اندازِ پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی — یا فرو شو جامۂ تقویٰ بہ نیل

اس برداشت اور خوش اخلاقی متعارفہ کی بدولت یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے جو مشاہدہ ہے ایک پیر صاحب یہاں آئے مجھ سے ایک بڑے شخص کے متعلق کہا کہ تم سفارش کر دو کہ وہ مجھ کو ریاست سے چھ ہزار روپیہ قرض دلوا دیں۔ میں شرما گیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ اتنا قرض کس طرح ہوا۔ بہت سادگی سے کہنے لگے کہ مرید کھا گئے، لنگر جاری رہا آکر مہینوں پڑے رہے اور کچھ دیکر بھی نہیں گئے۔ میں نے پوچھا کہ پھر یہ قرض جو اس وقت لے رہے ہو کہاں سے ادا کرو گے کہا کہ مریدوں سے آمدنی ہوگی اُس سے ادا کر دوں گا۔ دیکھیے یہاں تک تو نوبت آگئی مگر مریدوں کے پھر بھی معتقد تھے یہ سب کچھ اخلاقِ متعارفہ کی بدولت پریشانی ہوئی۔ میں ایسے اخلاق قیامت تک بھی اختیار کرنے کو تیار نہیں اور امیروں سے مانگنا یہ تو اچھی خاصی دوکانداری ہے۔ اس کو درویشی سے کیا تعلق، درویشوں کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے کہ خلافِ اصول خود دینے سے بھی نہیں لیتے حضرت غوث پاکؒ سے شاہ سنجر نے کہلا کر بھیجا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے لئے حضرت کو ہدیۃً کر دوں۔ آپ نے جواب میں لکھ بھیجا ؎

---

[1] یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ کرو۔ یا گھر ایسا بناؤ جس میں ہاتھی آسکے۔ اور یا تو اپنے اندر عاشقی کی حالت پیدا نہ کرو۔ یا اس ظاہری تقویٰ کے جامہ کو دریا میں دھو ڈالو۔

چون [1] چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد — در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب — من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

اسی طرح حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے عجیب بات فرمائی تھی۔ شمس الدین التمش نے چند دیہات کا فرمان لکھ کر اُن کی خدمت میں بھیجدیا، کہ یہ آپکی خانقاہ والوں کے اخراجات کے لئے تجویز کردیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ افسوس ہمکو تو تم سے محبت ہے اور ہم سمجھتے تھے کہ تم کو ہم سے محبت ہوگی مگر ہمارا خیال غلط نکلا اگر تم کو ہم سے محبت ہوتی تو تم ہمارے لئے ایسی چیز تجویز نہ کرتے جو خدا کی مبغوض ہے یعنی دنیا۔ خیر یہ تو درویش تھے مگر اُس وقت کے سلاطین کی حالت سُنئے۔ قطب صاحبؒ کا انتقال ہوا۔ یہ وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے جسمیں یہ تین شرطیں پائی جائیں۔ ایک وہ یہ کہ کبھی کسی غیر محرم پر نظر نہ کی ہو۔ اور ایک عصر کی نماز کے قبل کی مستحب چار رکعتیں اس کی ناغہ نہ ہوئی ہوں۔ تیسری شرط یاد نہیں رہی۔ اُس وقت جنازہ پر بڑے بڑے علماء اور مشائخ عظام کا مجمع تھا۔ خادم نے اس وصیت کا اعلان کیا۔ کسی نے بھی آگے بڑھ کر نمازِ جنازہ پڑھانے کا ارادہ نہ کیا۔ بالآخر سلطان شمس الدین نے کہا کہ آج حضرت قطب الدین صاحبؒ نے مجھ کو رسوا کیا۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ دولت نصیب کی ہے اور نماز پڑھائی۔ یہ اُس وقت کے سلاطین کی حالت تھی پھر فرمایا کہ ان بزرگوں کے ذکر کے وقت میری حالت قابو میں نہیں رہتی، مجھ کو تو ان حضرات کے ساتھ عشق کا درجہ ہے اور زیادہ عشق کی بناء یہ ہے کہ باوجود غلبہ محبت کے حدود شرعیہ کا حق ادا کرتے تھے۔

ملفوظ ۳۲۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا قصد اور نیت کے بھی ثواب ملتا ہے انما الاعمال بالنیات۔ جو آیا ہے یہ اعمال نیت ہے یعنی اعمال کا ثواب تو نیت ہی پر موقوف ہے مگر غیر اعمال کا ثواب بدون نیت کے بھی مل جاتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کوئی باغ لگائے یا کھیتی کرے اور اس سے بدون اُس شخص کے قصد کے کوئی آدمی یا بہیمہ

---

[1] (ملک سنجر کا جھنڈا سیاہ تھا۔ اور شاہ سنجر نے ملک سنجر کا جو حصہ حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا اس حصہ کا نام ملک نیمروز تھا۔ اب ترجمہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں) ملک سنجر کے جھنڈے کی طرح میرا نصیبہ بھی سیاہ ہو اگر ملک سنجر (کے کسی حصہ) کی ہوس میرے دل میں آوے۔ اور میں نے جبتک ملک نیم شب (یعنی راتوں کو عبادت کرنے کی خبر پائی ہے۔ میں ملک نیمروز کو ایک جَو کے بدلہ بھی خریدنے کو تیار نہیں ۱۲

(جانور) انتفاع حاصل کرے اور اس کو خبر بھی نہ ہو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔

ملفوظ ۲۲۴:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے مجھ سے کہا جہاں قرآن میں اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہے وآتوا الزکوٰۃ بھی تو ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مالدار ہو اور زکوٰۃ دو۔ فرمایا کہ بے ہودگی ہے اس کے معنی تو یہ ہیں کہ اگر مال ہو تو زکوٰۃ دو۔ اور اس کی تو ایسی مثال ہوگی کہ کوئی کہنے لگے کہ اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہے اور وجوب صلوٰۃ کے لئے بلوغ شرط ہے تو اسی سے ثابت کرنے لگے کہ جلد سے جلد بالغ ہو جانا چاہئے۔ اگر نہ ہوا تو عدم ادائے فریضہ کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

ملفوظ ۲۲۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے تو ایک مرتبہ لکھنؤ میں بیان کے اندر کہا تھا اس میں بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلاء کا مجمع تھا کہ ہر ترقی کو تو آپ بھی محمود نہیں کہہ سکتے جیسے ورم کی ترقی ہے اس کا طبیب اور ڈاکٹر سے کیوں علاج کراتے ہو حالانکہ کچھ ترقی ہی ہوئی تنزل تو نہیں ہوا۔ تو جو درجہ آپ کے یہاں ورم (بالواو) کا ہے وہی درجہ ہمارے یہاں بعض حالات میں درم (بالدال) کا ہے اس وقت لوگوں کو ترقی کی حقیقت معلوم ہوئی۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ تو علمِ دین ہے اور نہ اہلِ علم کی صحبت۔ اکبر الٰہ آبادی نے صحبت کے باب میں خوب کہا ہے ؎

انھوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں ۔۔۔ پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

پھر فرمایا کہ لوگ کسی ترقی یافتہ کے اسبابِ ظاہرہ کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ فلاں نے اس صورت سے ترقی کی حالانکہ یہاں علاوہ اسباب کے ایک دوسری چیز اور ہے اور وہ ہے اصل علت ترقی کی۔ اس کو نہیں دیکھتے اور وہ مشیتِ حق ہے ورنہ اس کی کیا وجہ کہ ایک شخص نے مالِ تجارت لا کر الماریوں میں لگا کر اعلان کر دیا۔ یہ تو اس کا اختیاری فعل تھا مگر آگے خریداروں کی رغبت یہ تو اس کے اختیار میں نہیں محض مشیت پر ہے۔ چنانچہ دو دکانیں پاس پاس ہوتی ہیں ایک پر خریدار آتے ہیں ایک پر نہیں آتے۔ تو یہ کس کے قبضہ میں ہے جن اسباب سے ایک نے ترقی کی ہے امتحاناً دوسرا لے کر دیکھ لو کہ وہ بھی ایسی ہی ترقی کر سکتا ہے یا نہیں۔

۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۳۲۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں سماع کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ اصل میں یہ مثل دوا کے معالج ہے بعض حالات کا۔ اب لوگوں نے ذال ار روٹی بنالیا بلکہ بعض جگہ تو اور آلہ ہو گیا فسق و فجور کا میں تو کہا کرتا ہوں کہ پہلے جو اہل سماع تھے وہ اہل سما تھے۔ اب تو اہل ارض ہیں جن پر یہ صادق آتا ہے۔ ولکنہ[1] اخلد الی الارض واتبع ھواہ۔

ملفوظ ۳۲۷:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں اسلام تاجروں اور صوفیوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے۔ بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ حضرات صوفیہ کی طرز زندگی کو دیکھ کر اور تاجروں کی تبلیغ کو سنکر لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

۲۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۳۲۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بی بی نے عجیب خواب دیکھا وہ یہ کہ ایک مولوی . . . . . . خانصاحب مبتدع کو خواب میں دیکھا۔ ان بی بی سے دریافت کیا کہ اُنکی (یعنی میری) مجلس میں کبھی میرا بھی ذکر آیا ہے۔ بی بی نے کہا ہمارے سامنے تو آیا نہیں۔ خانصاحب بولے کبھی ذکر ہو کر نا دیکھنا کیا کہے گا۔ پھر خود ہی کہا میں بتلاؤں کیا کہے گا۔ یہ کہے گا کہ بڑا ہی لُچا تھا۔ میں نے کہا کہ واقعی سچا خواب ہے۔ میں نے اس سے زیادہ کچھ کہا ہی نہیں یعنی شدید کلمات نہیں کہے۔ گو اُس نے ساری عمر مجھ کو گالیاں دیں۔ ایک اور مولوی صاحب بدعتی کا ذکر فرمایا کہ

---

[1] اور لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا ۱۲۔

وہ اٹاوہ میں ملے۔ مجھ سے کہتے تھے کہ اگر تم ایک کام کرنے لگو تو تمام ہندوستان کو میں تمہارا غلام بنا دوں۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ وہ کام یہ ہے کہ مولد میں قیام کرنے لگو۔ میں نے کہا اگر کسی کو غلام بنانا ہی مقصود نہ ہو۔ کہنے لگے کہ بس یہی تو افسوس کی بات ہے۔ آپ لوگ مصالح کو سمجھتے ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مصالح تو ہمارے یہاں خوب پیسے جاتے ہیں تاکہ سالن مزہ دار ہو۔ اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ تم کو اپنی قوت کی خبر نہیں کہ لوگوں پر کتنا اثر ہے۔ بس ذرا سا حجاب ہے اگر وہ اٹھ جائے تو پھر تم کو معلوم ہو کہ لوگوں کے قلب پر تمہارا کتنا اثر ہے۔ پھر مزاحاً فرمایا کہ یہ قوت تو ایسی ہوئی جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیے کو اپنی قوت کی خبر نہیں۔ اسی سلسلہ میں اسی پہلے خانصاحب کا ذکر فرمایا کہ ایک مرتبہ اسٹیشن بریلی پر ان خانصاحب سے مواجہہ ہو گیا معلوم نہیں اُن کو کیا دھوکا ہوا اُنھوں نے مجھ کو دور سے سلام کیا۔ اتفاق سے میں نے دیکھا بھی نہیں اس لئے جواب بھی نہیں دیا۔ پھر اُن کو کسی سے معلوم ہوا کہ یہ تو اشرف علی ہے۔ اس قدر غصہ آیا کہ پلیٹ فارم چھوڑ کر باہر گاڑی میں جا بیٹھے۔ پھر شہر میں اس سلام کی شہرت ہو گئی۔ اب عوام کا کون انتظام کرے۔ اس طرف کے لوگوں نے کہا کہ آج تو ایسے مرعوب ہوئے کہ جھک کر سلام بھی کر لیا۔ ان کے معتقد بن نے جواب دیا کہ پہچانا نہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسے دودھ پیتے بچے تھے پہچانا نہ تھا۔ غرض اچھا خاصہ تماشہ ہو گیا۔ اسی سلسلہ میں ایک اور قصہ بیان فرمایا۔ بریلی میں بدعتیوں کا ایک جلسہ ہوا۔ اس میں ایک خانصاحب نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر بیان کی۔ قیامت کے روز پیشی کے وقت خدا اور رسول دونوں مجتمع ہوں گے تو ہم اس وقت خدا کی طرف منہ کر کے کہیں گے ایاک نعبد۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے کہیں گے وایاک نستعین۔ اس پر بڑی تحسین ہوئی کہ واہ واہ کیا نکتہ ہے۔ کیوں صاحب یہ بھی کوئی نکتہ ہوا۔ رنگون میں ایک ہندوستانی بدعتی مولوی نے شجرہ میں بزرگوں کے نام کے ساتھ صلی اللہ علی نبینا و علیہ وسلم چھپوایا ہے اور کہتا ہے کہ تبعاً کہنا جائز ہے۔ جواب میں فرمایا کہ کیا مفسدہ کے وقت بھی جائز ہے دوسرے لفظی تبعیت زیادہ مؤثر ہو گی یا معنوی تبعیت۔ ظاہر ہے کہ اس شخص کو اصل مقصود تو بزرگان شجرہ پر صلوٰۃ بھیجنا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حیلہ جواز کے لئے تبعاً بڑھایا گیا ہے۔

ملفوظ ۲۲۹: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کلکتہ میں ایک شخص اُن ہی خانصاحب مذکور کا معتقد ہے۔ میری کتابیں بہت دیکھتا ہے۔ ایک خانصاحب مجھ سے کہتے تھے کہ وہ شخص کہتا تھا کہ یہ کون کہتا ہے کہ اشرف علی دیوبندی ہے وہ تو ہمارے جماعت کا آدمی ہے اور اس کے ثبوت

میں کچھ میری کتابوں کے مضمون بیان کئے اور معتقدانہ یہ کہتا تھا کہ ایک مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کا اور اس کے احکام اور آثار کا تو صدیوں سے گم تھا اُس کو ایسا ظاہر کیا کہ کسی نے نہیں کیا اور یہ بھی کہا کہ بھلا دیو بند والے کہیں ایسی باتیں اور ایسے مضامین لکھ سکتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ملفوظ ۳۳۳:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نفاست وصفائی میں اور تزئین میں کیا فرق ہے فرمایا کہ صفائی تو یہ ہے کہ میل کچیل نہ ہو چاہے کپڑا گھٹیا اور پھٹا ہی ہو مگر ہو صاف اور تزئین میں یہ ہوتا ہے کہ کپڑا قیمتی ہو خوبصورت ہو وضع قطع بھی درست ہو۔ غرضکہ نفاست اور تزئین میں زمین آسمان کا فرق ہے بس صفائی تو ہر حال میں محمود ہے اور تزئین بعض حالات میں مذموم بھی ہے اُسی درجہ مذمومہ کی نسبت کہا گیا ہے ؎

عاقبتؔ سازد ترا از دین بری　٭　ایں تن آرائی وایں تن پروری

ملفوظ ۳۳۴:- ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ہر شخص کے لئے جُدا علاج ہے کسی کو کم کھانا مفید ہے اور کسی کو بالکل نہ کھانا اور کسی کو خوب کھانا جس کو ضعف بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ ایک شخص بہتے چرتھاول میں اُن کی تہجد کی نماز کے لیے آنکھ نہ کھلتی تھی۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جس روز ایسا ہوتا ہے صبح کو روزہ رکھ لیتا ہوں مگر اس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ تو تمہارے لئے اور زیادہ کسل کا سبب ہو گا۔ اس لئے کہ جب روزہ سے رہو گے خوب تن کے کھاؤ گے خوب تن کے پیو گے تو تشنہ ہو کر اور کسل بڑھے گا۔ کہا کہ ہوا تو ایسا ہی۔ میں نے کہا کہ یہ تدبیر کرو کہ عصر سے قبل کھانا کھاؤ اور ذرا کم کھاؤ اور مغرب سے پہلے پہلے پانی جس قدر پیاس ہو پی لو پھر نہ پیو۔ یہ تدبیر کامیاب ہو گی۔

ملفوظ ۳۳۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان بھی عجیب چیز ہے اس کو ایک حالت پر چین نہیں چاہتا۔ یہ ہے کہ جو میرا جی چاہے وہ ہوتا رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں باوجودیکہ ہر بات اس کے خیال کے موافق نہیں ہوتی پھر جو کچھ کرتا ہے خیال ہی کے تابع ہو کر کرتا ہے اور تمام عالم اسی خیال پر چل رہا ہے اتنی بڑی موثر چیز اور نظر تک نہیں آتی جیسے گھڑی کی بال کمانی کہ بالکل باریک مگر تمام پرزوں کو نچا رکھا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

لہ یہ تن پروری اور بناؤ سنگار آخر کار تجھ کو دین سے بالکل خالی کر دے گا ۱۲۔

نیست وش باشد خیال اندر جہاں تو جہانے برخیالے بیں رواں
گرخیال آسیا دباغ دراغ گر خیال میغ وماغ ولیغ ولاغ

ملفوظ ۲۳۳:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سماع کے متعلق خود علمائے ظاہر میں اختلاف ہے. چنانچہ محدثین اور فقہاء میں اختلاف ہے. محدثین اس مسئلہ میں کسی قدر اقرب الی الصوفیہ ہیں.

ملفوظ ۲۳۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگوں پر کسی شیخ کا خط پڑھ کر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی. آج کل جو صوفی ہیں اُن میں اکثر کو ڈھولک کی وجہ سے وجد ہوتا ہے. تن تن پن پن سے وجد ہوتا ہے. ایسے لوگ نقال ہیں نفسانیت سے پُر ہیں بکثرت ہوا پرست، امرد پرست، زن پرست ہیں، اہلِ باطل ہیں، خدا سے غافل ہیں. دُنیا والوں سے بھی زیادہ اپنے اغراض میں بیدار ہیں. رات دن ان ہی تدابیر میں لگے رہتے ہیں جس سے شوکت ہیبت عظمت ظاہر ہو، جو حاصل ہے حُبِّ جاہ کا.

ملفوظ ۲۳۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آواز بھی غضب چیز ہے آفت کی چیز ہے. اسی وجہ سے شریعت نے بعض اصوات سے منع کیا ہے اور اس راز کو فقہاء نے سمجھا ہے. یہ ایک قسم کی آگ ہے تو کیا آگ میں کودنے کی شریعت اجازت دے سکتی ہے سماع آگ ہے جسکو اطمینان ہو کہ میں جلونگا اسکو بشرائط جائز ہے اور جسکو یہ اطمینان نہ ہو اس کو کس طرح جائز نہیں. یہ آواز بڑی آفت کی چیز ہے. اس میں غضب کی خاصیت ہے سُنا ہے کہ دیپک ایک راگنی ہے. اس کے گانے سے آگ لگ جاتی ہے. چراغ میں تیل بتی درست کرکے رکھو اور گاؤ چراغ روشن ہو جاتا ہے.

ملفوظ ۲۳۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محقق جو نکہ بڑا عالم ہوتا ہے اُسکی نظر وسیع ہوتی ہے. اس لیے اس میں بجز ضروری مواقع کے تشدد نہیں رہتا. اکثر مواقع میں ڈھیلا ہو جاتا

---

۱ خیال دنیا میں ایک معدوم شے کی طرح ہوتا ہے اور دنیا خیال ہی پر چل رہی ہے دیکھو کبھی خیال (چکی چلانے) کا. کبھی باغ (لگانے کا) کبھی سبزہ زار (بنانے) کا. کبھی بادل (ابر سینہ) کا. کبھی جانور (کے شکار کرنے) کا. کبھی بدلی کا. کبھی خوش طبعی کا. اسی طرح دنیا میں ایک خیال جاتا ہے اور ایک آتا ہے تو خیال جو ایک معدوم چیز ہے مگر اسنے ساری دنیا کو بنا رکھا ہے) ۲ وغ بفتحین معنی ہزل و ظرافت خوش طبعی. ماغ بفتحین معنی ایک سیاہ جانور ہے جو اکثر پانی کے کنارے بیٹھتا ہے میغ ابر سیاہ لیغ بالکسر وفتحین معنی بدل ۔

(بیائے معروف) ہے ڈھیلا نہیں ہوتا (بیائے مجہول) جس سے چوٹ لگ جائے۔ قاضی ضیاء الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ مصنف الاحتساب الاحتساب کا ایک واقعہ سنا ہے۔ وہ واقعہ حضرت سلطان نظام الدین صاحبؒ کے ساتھ ہوا ہے وہ یہ کہ قاضی ضیاء الدین صاحبؒ سلطان جی کو سماع سے منع فرماتے تھے۔ ایک بار سلطان جی نے غلبۂ حال میں قاضی صاحب کی حاضری کے وقت قوال کو اشارہ کیا سماع شروع ہو گیا۔ سلطان جی کھڑے ہو گئے۔ قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلا دیا سلطان جی دوبارہ کھڑے ہوئے۔ پھر قاضی صاحب نے بٹھلا دیا۔ سلطان جی سہ بارہ کھڑے ہوئے قاضی صاحب پھر بٹھلانا چاہتے تھے مگر خود ہی ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حالت فرو ہوئی۔ قاضی صاحب نے فرمایا پھر آ کر احتساب کروں گا۔ بعضوں نے قاضی صاحب سے اس کا راز پوچھا فرمایا یہ جب اول بار کھڑے ہوئے ان کی روح نے آسمان دنیا تک عروج کیا میں نے وہاں سے واپس لا کر بٹھلا دیا۔ دوسری بار تحت العرش تک پہونچے میں وہاں سے بھی لوٹا لایا۔ تیسری بار فوق العرش پر پہونچے میں نے جانا چاہا تو ملائکہ جلال نے روکدیا کہ یہاں صرف نظام الدین کے قدم جا سکتے ہیں تم نہیں جا سکتے۔ وہاں انوار جلال دیکھ کر میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا ان بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی کھڑا ہوا۔ دیکھئے شریعت ایسی اہتمام کی چیز ہے۔ اور بعض نے اس میں اتنا غلو کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت کر کے سنت کے درجہ تک پہونچا دیا ہے سو خوب سمجھ لو۔ اس کی سنیت پر استدلال محض باطل ہے۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ کے کان میں کوئی شعر پڑ گیا ہو یا احیاناً بسبیل ندرت (کبھی اتفاقی طور پر) سُن لیا ہو سو محض اس سے سنیت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ میرا اس استدلال کی حقیقت میں ایک وعظ ہے الطالب للطالب اُس میں یہ مضمون نہایت مبسوط ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا ہر فعل سنت نہیں بلکہ سنت وہی ہے جو حضورؐ کی عادت غالبہ ہو نیز غالی صوفیہ بھی اس بات کو نہیں کہہ سکتے کہ حضور اس مروج صورت کی اجازت فرمائے۔ پس ہیئت مروجہ کو منقول پر قیاس کرنا ایسا ہے جیسے تہمد حضورؐ باندھتے تھے اس پر کوئی دھوتی کو قیاس کرلے۔ اور یہ کہے کہ دونوں میں ذرا ہی سا تو فرق ہے ایسے تغیر سے کیا ہوتا ہے بس یہی تو فرق ہے دھوتی میں کہ ایک پلا پیچھے اڑس لیا جاتا ہے اس کو تو فقہاء ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کون فرق مؤثر ہے اور کون نہیں۔

ملفوظ نمبر ۲۳۳: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کی شان تو سیاست اصلاحی میں سلاطین کی سی ہونا چاہیے۔ یعنی کوتاہی پر محاسبہ معاقبہ ہو۔ ان کے ڈھیلے ہونے سے عوام کی جرأت بڑھ گئی

بلکہ مشائخ کی بھی یہی شان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ خدمتِ اصلاح اُن کے بھی تو سپرد ہے۔ آج کل یہ کام کون کرے اب تو خود اکثر مصلحین کی نیت اچھی نہیں کسبِ دنیا حُبِ دنیا غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

ملفوظ ۲۲۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ بیعت کو اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ آیا بیعت ہونا چاہتے ہو بدون تعلیم۔ یا تعلیم چاہتے ہو بدون بیعت کے تو یہی کہیں گے کہ بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ خیال ایک غلطی پر مبنی ہے جس کی اصلاح نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ بدون بیعت ہوئے تعلیم کا اثر نہ ہوگا اور نہ کوئی نفع ہوگا۔ اس جہل کے مٹا دینے کے لئے بیعت سے قبل تعلیم کی شرط لگاتا ہوں تاکہ عقیدہ صحیح ہو جاوے اور جہل سے نجات ہو۔ اور رسمی مشائخ کے یہاں تو بدون بیعت کے تعلیم ہی نہیں دیتے۔ وہ اس خیال میں مبتلا ہیں کہ اگر جال میں اب پھنس گیا تو پھنس گیا ورنہ نہ معلوم کل کو اس کا خیال بدل جائے۔ بحمد اللہ میرے یہاں یہ بات نہیں ہے۔ کل کو تو کیا خیال بدلتا وہ ابھی بدل لے ہمارا کیا ضرر۔ اگر سو مرتبہ جی چاہے اور اپنا نفع سمجھے تو تعلیم پر عمل کرے ورنہ جہاں چاہے جائے ایسے بدفہموں کے ساتھ یہی برتاؤ ضروری ہے۔

۲ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۲۲۹:- ایک صاحب آسیب کا تعویذ لینے کے لئے سفر کر کے آئے۔ درخواست پر حضرت والا نے فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں۔ یہ عاملوں کا کام ہے۔ دوسرے یہ کام تو خط سے بھی ہو سکتا تھا بلا وجہ آپ نے اتنا لمبا سفر کیا اس لئے اگر میں تعویذ دیتا بھی تو اب نہ دوں گا تاکہ تم ناکام جاؤ۔ پھر تمہاری روایت سے اور لوگوں کو بھی واقعہ معلوم ہو جائے پھر اس واقعہ کو جو سنیں گے سب کا روپیہ اور وقت بچ جائیگا اور اگر میں ایسا نہ کروں تو یہاں پر تو ایک ہجوم ہو جائے اور پھر سوائے اس کے اور کوئی کام نہ ہو سکے اور آپ سے تعجب ہے کیونکہ آپ تو اس قدر ناواقف نہیں جو ایسی فضول حرکت کی آخر خیریت کا تو خط پہلے سے لکھا ہی کرتے تھے اُس ہی میں یہ بھی معلوم کر لیا ہوتا اور جو لوگ محبت کا دعوی کرتے ہیں اُن ہی سے یہ شکایت ہے دوسروں کی کیا شکایت اور

ان تعلیمات میں میں کسی کو اپنا تابع نہیں بناتا صرف بات یہ ہے کہ اصول صحیحہ کا میں خود بھی غلام ہوں اور دوسروں کو بھی اصول صحیحہ کا غلام بنانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس سے وحشت ہوتی ہے چاہتے یہ ہیں کہ وہی پرانے رواج کا برتاؤ ہمارے ساتھ بھی کیا جائے اور ہم بھی وہی برتاؤ کریں جسکی عادت ہے اور طبیعت خوگر ہے مگر یہاں بیہودہ باتیں نہیں چلتیں۔ مدتوں کے بعد تو باب تعلیم معاشرت کھلا ہے اب پھر چاہتے ہیں کہ بند ہو جائے۔ حسن معاشرت کو تو لوگوں نے دین کی فہرست سے نکال ہی دیا تھا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو۔ اور یہ کہ کسی کو کسی سے اذیت نہ پہونچے اور یہ حالت رہے ؎

بہشت[1] آنجا کہ آزارے نباشد ــــ کسے را با کسے کارے نباشد

اور اس معاشرت کے خراب اور برباد ہونے ہی کی وجہ سے ایک سے دوسرے کو سخت اذیت پہونچتی ہے اور باہمی الفت پیدا نہیں ہوتی۔ میرے سارے انتظامی معمولات کا حاصل صرف یہی ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہونچے تکلیف نہ ہو۔ اگر کسی کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ یہاں پر نہ آئے بلانے کون جاتا ہے۔ بقول غالب ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی ــــ جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

ہزاروں مشائخ کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں وہاں جائیں بلانے کون گیا تھا اگر آتے ہو تو تمام اصول صحیحہ کا اتباع کرنا ہوگا اور جو ہم کہیں کرنا پڑے گا جسطرف اور جسطرح چلائیں گے چلنا پڑیگا لوگوں نے طریق کو بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے۔ یہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد زندہ ہوا مجھ کو اس پر ناز نہیں مگر فاما بنعمۃ ربک فحدث کے طور پر ذکر کرتا ہوں۔ اس چودھویں صدی میں ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں لٹھ ہوں اور یہ کوئی ناز کی بات نہیں اس لئے کہ جس سے چاہیں حق تعالیٰ اپنا کام لے لیتے ہیں۔ الحمد للہ میں نے ذوقیات اور کشفیات کو حسیات بنا دیا ہے۔ ان وجدانیات[2] پر لوگ جن چیزوں پر ایمان بالغیب لاتے تھے اب وہ چیزیں کھلی آنکھوں نظر آتی ہیں۔ اور اس طرز سے اصلاح پر ایسی چیز ہے کہ میرے ایک اہل علم عزیز نے حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے گا کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرتؒ نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کی ضرورت ہے

---

[1] بہشت وہی جگہ ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو اور سب راحت سے ہوں حتیٰ کہ کسی کو کسی سے کام بھی نہ ہو کہ دوسرے کی احتیاج بھی تکلیف کا باعث ہوتی ہے) [2] اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے ۱۲

اور وہ اپنے ماموں سے کرا دے۔ سو حضرت اصلاح تو اسی طرح ہو سکتی ہے باقی تمام دنیا کو کون خوش رکھ سکتا ہے اور خوش رکھنے کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے جن کے خوش رکھنے کی انسان کو ضرورت ہے اس کی فکر چاہئے اور میں تو صاف کہتا ہوں تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو کہ یہاں پر تو فقیری درویشی کچھ نہیں یہاں تو طالب علمی ہے اور ہم کو اسی میں فخر ہے کہ طالب علموں میں ہمارا شمار کیا جائے اور واقع میں بھی ہم فقیر کدھر سے ہیں جب کھانے بیٹھیں خوب دل کھلا ہوا ہے۔ فقیری کی ادنیٰ یہ شان ہوتی ہے کہ ایک بزرگ شب کو سامنے حلوہ رکھ کر نفس سے کہتے تھے دو رکعت نماز نفل پڑھ لے پھر یہ حلوہ کھلاؤں گا۔ پھر دو رکعت کے بعد ایسا ہی وعدہ کرتے تھے۔ تمام شب اسی طرح ختم ہو جاتی تھی اور حلوہ رکھا ہی رہتا تھا۔ ہمارا نفس تو چودھویں صدی کا ہے ایک دفعہ بھی اگر وعدہ خلافی ہو جائے پھر قبضہ میں نہیں آ سکتا۔ ہماری حالت پر نظر فرما کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس سے خوب کام لو۔ غرض یہاں کی حالت تو بالکل واضح ہے جس کا دل چاہے تعلق رکھے جس کا چاہے نہ رکھے محض لوگوں کو معتقد بنانے کیلئے ہم سے تو بنا نہیں جاتا جیسا آج کل بکثرت یہی حالت ہو رہی ہے کہ تقویٰ اور زہد سب لوگوں کے دکھلانے کے واسطے اختیار کیا جاتا ہے اور زیادہ اہتمام اسی کا کیا جاتا ہے کہ لوگ معتقد ہوں مگر اس کا اہتمام علاوہ مذموم ہونے کے خود موجب پریشانی بھی تو ہے کیونکہ عوام کے اعتقاد کی اور بنا ہیں ہیں اور خواص کے اعتقاد کی اور نیز امراء کے اعتقاد کی اور غرباء کے اعتقاد کی اور اس حالت میں بتلایئے سب کو معتقد بنانے کا کہاں تک اہتمام کرو گے اور اگر کیا بھی تو ساری عمر اسی ضیق میں گذر رہے گی۔ تو میں کہتا ہوں کس جھگڑے میں پڑے اعتقاد کی بناؤں کے اختلاف پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک شخص دہلی میں امراء میں سے تھے ان کے اعتقاد کی بنیاد سنئے کیسی ضعیف تھی وہ یہ کہ ایک شخص نے مجھ کو دو یا تین روپیہ دینے چاہے میں نے اپنے قواعد کی بناء پر لینے سے انکار کر دیا بس اس سے وہ معتقد ہو گئے۔ کچھ مدت کے بعد ایک دنیاوی معاملہ میں انہوں نے مجھ سے سفارش کرانی چاہی میں نے کسی عذر سے انکار کر دیا۔ اس سے غیر معتقد ہو گئے۔ اور ایسے امراء سے اکثر بیچارے غرباء پھر غنیمت ہیں ان کے اعتقاد کی بنیاد اکثر محض تعلق مع اللہ ہی ہوتی ہے اور ایسے غرباء بلکہ دیہاتی بے لکھے پڑھے متقی بھی ہوتے ہیں اور خوش فہم بھی چنانچہ وہ لوگ ایسی سمجھ کی بات کرتے ہیں کہ ان امراء کے کبھی خواب میں بھی نہ آئی ہو۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک گاؤں کا شخص آیا۔ حضرت اس وقت خادم سے پاؤں دبوا رہے تھے۔ اس شخص نے دیکھ کر کہا کہ مولوی جی بڑا جی خوش ہوتا ہوگا کہ ہم بھی ایسے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جی تو خوش ہوتا ہے مگر بڑا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آرام پہنچنے کی وجہ سے تو گاؤں والا

کیا کہنا ہے کہ مولوی جی تم کو پاؤں دبوانا جائز ہے اس فہم کا کیا ٹھکانا ہے کہاں نظر پہونچی۔ آجکل تو مشائخ کی بھی ان دقائق پر نظر نہیں۔

ملفوظ ۳۴۲: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں مدت سے چاہتا ہوں کہ اور سب کام بند کر دوں اور صرف خدمت تربیت ہی کا کام رکھوں مگر میں اس وقت تک اس میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جو ضروری کام ہو رہے ہیں ان کو کیسے بند کر دوں اور یہ غیر ممکن ہے کہ یہ سب کام بھی کرتا رہوں اور طالبین تربیت سے مجلس بھی گرم رہے مجمع میں مجھ سے کام نہیں ہوتا تنہائی اور یکسوئی میں کام کر سکتا ہوں حتیٰ کہ کام کرنے کے وقت کسی کا آ بیٹھنا میری گرانی کا سبب ہوتا ہے ایک وکیل صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں تو مجمع میں بیٹھ کر کام کر لیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہ کام ہی کیا ہے۔ یہاں تو دماغی کام ہے وہاں نہ ترتیب مضامین ہے نہ تدقیق نہ تہذیب نہ رطب و یابس کی تلخیص۔ یہاں تدقیق کی حاجت ترتیب کی حاجت تہذیب کی حاجت، رطب و یابس کا فیصلہ، غرضیکہ دماغی کام ہے جو مجمع میں بیٹھ کر نہیں ہو سکتا۔

ملفوظ ۳۴۳: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو نوکریاں ناجائز ہیں اُن کے کرنے میں مفسدہ ضرور ہے مگر جس کو حلال نوکری نہ ملے اس کے لئے نہ کرنے میں اس سے زیادہ اندیشہ ہے اسلئے کہ افلاس سے بعض اوقات کفر تک کی نوبت آجاتی ہے تو یہ معصیت کفر کی وقایہ ہو جاتی ہے۔ اس وقایہ کی ایک جزئی یاد آگئی کانپور کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے جگنیر وہاں پر ایک مسلمان رئیس تھا اس کا نام تھا ادھار سنگھ۔ میں نے سنا تھا کہ اس گاؤں کے لوگ آریہ ہونیوالے ہیں۔ میں ایک مجمع کے ساتھ اُن کی تبلیغ کیلئے وہاں گیا تھا، ادھار سنگھ سے بھی اس کا ذکر آیا تو اُس نے جواب میں کہا کہ ہم آریہ کسطرح ہو سکتے ہیں ہمارے یہاں تو تعزیہ بنتا ہے۔ میں نے کہا تعزیہ بنانا مت چھوڑنا۔ بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا۔ میں نے کہا تم نے غور نہیں کیا۔ یہ شخص جب تک تعزیہ بنائیگا کافر نہ ہو گا۔ تعزیہ بیشک معصیت اور بدعت ہے مگر اس کے لئے تو یہ معصیت اور بدعت وقایۂ کفر ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے عشرہ محرم میں ایک مقام پر تعزیہ داروں میں اور ہندؤں میں جھگڑا ہو گیا۔ کوئی درخت تھا۔ وہاں کے سنی عمائد نے علماء سے استفتاء کیا کہ ہندؤں کا اور تعزیہ داروں کا جھگڑا ہے ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ علماء نے جواب دیا کہ کفر اور بدعت کی لڑائی ہے تم کو الگ رہنا چاہئے۔ پھر وہ لوگ مولانا کے پاس دریافت کرنے آئے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں ہے بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے۔ کفار بدعت سمجھ کر تھوڑا ہی مقابلہ کر رہے ہیں وہ تو اسلامی

شعار سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں جاؤ ان کا مقابلہ کرو۔ غرضکہ تمام مسلمان متحد ہو کر لڑے فتح ہوئی تو ان چیزوں کو سمجھنے کے لیے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ صرف ایک ہی پہلو پر نظر نہیں کرنا چاہیئے۔ شعار اسلامی سمجھنے پر ایک واقعہ یاد آ گیا۔ کیرانہ میں زمانۂ تحریک خلافت میں میری ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ اور بات تو بعد میں ہو گی پہلے ترکوں کی سلطنت کو اسلامی سلطنت تو ثابت کر دیجیئے تب دوسروں کو نصرت کی ترغیب دیجیئے گا اور میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ بتلایئے کہ مجموعہ کفر اور اسلام کا کیا ہو گا۔ کہا کہ کفر۔ میں نے کہا کہ اب یہ بتلاؤ کہ ترکوں کی حکومت جو اس وقت ہے وہ شخصی ہے یا جمہوری۔ کہا کہ جمہوری۔ میں نے کہا کہ اُس میں جو پارلیمنٹ ہے وہ کفار اور مسلمانوں سے مرکب ہے یا خالص مسلمانوں کی جماعت ہے۔ کہا کہ مسلم اور کافر میں مشترک ہے۔ میں نے کہا کہ مجموعہ کیا ہوا۔ پھر نصرت کیسی کیا غیر اسلامی سلطنت کی نصرت کراتے ہو۔ حیرت زدہ رہ گئے۔ کہنے لگے کہ یہ تو کچھ اور ہی نکلا۔ سارا بنا بنایا قصر ہی منہدم ہو گیا میں نے کہا کہ اگر آپ جواب نہ دے سکیں تو اپنے علماء اور لیڈروں سے پوچھ کر جواب دو خاموش تھے۔ بیچارے۔ میں نے کہا کہ جاؤ جن کو مخالف سمجھتے ہو اور خشک ملا کہتے ہو۔ اس کا جواب بھی اُنہی کے پاس ہے ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی اُن کی نصرت واجب ہے اس لیے کہ کفار تو اُس کو اسلامی سلطنت ہی سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں اس لیے اس وقت ترکوں کی نصرت اسلام اور مسلمانوں کی نصرت ہے۔ اس پر بیحد خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ اور مجھ کو خوشی میں کچھ نقد نذرانہ بھی دیا۔

ملفوظ ۲۴۲ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے اُسی زمانہ تحریک میں میری شکایت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے کی کہ وہ اس تحریک میں شریک نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم کو اس پر بھی فخر ہے کہ ایسی ہمت کا ہمیں میں سے ہے کہ جس نے تمام ہندوستان بلکہ دنیا کی پرواہ نہ کی جو اُس کی رائے میں حق ہے اس پر استقلال سے قائم ہے کسی کے دباؤ یا اثر کو ذرہ برابر حق کے مقابلہ میں قبول نہ کیا۔ پھر تحریک فرو ہونے کے بعد کثرت سے لوگوں کے خطوط طلب معافی میں آئے۔ میں نے لکھدیا کہ معافی کے متعلق تو عذر نہیں، بقول غالب ؎

سفینہ جبکہ کنارہ پر آ لگا غالب ۔۔۔ خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیئے

باقی دل ملنے کے متعلق وہ بات ہے جس کو شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

بسالے[1] ز جورت جگر خوں کنم ، بیک ساعت از دل بروں چوں کنم

---

[1] سال بھر تک تیرے مظالم سہہ کر جگر خون کروں۔ تو ایک گھڑی میں ساری کلفت کو دل سے کس طرح نکالدوں ۱۲

ملفوظ: ۳۴۳ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں کا معیار صفائی یہ ہے کہ مجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اپنی غلطی پر دل سے نادم ہے اور یہ بات اس شخص کے اعلان کر دینے سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔ بس اس سے دل صاف ہو جاتا ہے۔

ملفوظ: ۳۴۴ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرنا خواہ کسی رنگ میں ہو حد درجہ کی بے ادبی ہے مثلاً علم ہی میں اس کا اظہار ہو کر ہم بھی پڑھے ہوئے ہیں اور غور کیا جائے تو یہ چیزیں کچھ ناز کی بھی نہیں کیونکہ ان میں کوئی ذاتی کمال نہیں۔ دیکھیے حضورؐ کے اُمی ہونے کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ اصطلاحی عالم ہونے پر فخر نہیں فرمایا گیا اور عوام کے اعتقاد کی غرض سے کمالات کا اظہار یہ تو بہت ہی بڑا مرض ہے، اس سے تو اجتناب سخت ضروری ہے۔ عوام کا اعتقاد ہے ہی کیا چیز۔ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے۔ ہے تو فحش مگر ہے بالکل چسپاں۔ فرمایا کرتے تھے کہ عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضو مخصوص، بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں۔ واقعی عجیب مثال ہے۔

ملفوظ: ۳۴۵ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ وہ ہے جس کی سب شقوق پر نظر ہو۔ اگر یہ بات نہیں وہ شیخ نہیں اس کی ہر جزئی پر نگاہ ہوتی ہے اسلئے وہ ہر پہلو پر نظر کر کے انتظام کرتا ہے سو اسکو سختی نہیں کہیں گے انتظام کہیں گے البتہ اس نظام کی تنفیذ میں وہ بیشک سخت ہوتے ہیں مگر بے اصول رعایت کر کے وہ حقائق کو کیسے بدل سکتے ہیں۔

ملفوظ: ۳۴۶ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ اُسی کی اصلاح فرماتے ہیں جو خود بھی اپنی اصلاح چاہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں انلزمکموھا وانتم لھا کارھون۔[1]

ملفوظ: ۳۴۷ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اپنے اور بزرگوں سے زیادہ انتظام تھا۔ اس انتظام کا نام معترضین نے آجکل قانون رکھا ہے اور قانون حکومت سے تشبیہ دیکر طعن کرتے ہیں۔

ملفوظ: ۳۴۸ ایک نووارد شخص نے تعویذ مانگا اور یہ ظاہر کیا کہ میں فلاں مقام سے سفر کر کے اس ہی غرض سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ جو کام ڈھائی آنہ میں ہو سکتا تھا اس کے واسطے اتنا

---

[1] کیا ہم اس دعویٰ یا دلیل کو تمہارے سر مڑھ دیں ۱۲

طویل سفر اور اس قدر صرف کرنے کی کون ضرورت تھی۔ آدمی سوچ سمجھ کر تو سفر کرے اور خرچ کرے۔ اب اس کا علاج یہ ہے کہ وطن واپس جا کر تعویذ کے لیے لکھو میں بھیج دونگا تاکہ اس بے ڈھنگے پن کی حقیقت تو معلوم ہو اور ہمیشہ کے لیے یاد رہے۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس وقت اگر تعویذ دیدیا جائے تو لوگ ایسے کوڑ مغز ہیں یوں کہیں گے کہ یہ تعلیم کی باتیں تو ویسی ہی تھیں تعویذ تو دے ہی دیا تھا۔ میرا مقصود ہے کہ فضولیات کا انسداد ہو وہ حاصل نہ ہوگا اور میں جو ان کے اوقات اور رقوم بچانے کے انتظام کر رہا ہوں جس وقت یہ اس کو محسوس کریں گے اس وقت قدر ہوگی۔ اس فضولی کی یہاں تک نوبت آچکی ہے کہ ایک صاحب ضلع گیا سے محض تعویذ اور پانی پڑھوانے کے واسطے آئے تھے۔ میں نے کہا کہ جب یہاں تعویذ نہ دونگا وطن جا کر منگا لینا اور یہ سب بے فکری اور نعمت کی بے قدری ہے۔ فضول اور بلا ضرورت مال کو برباد کرنے کا نام سخاوت رکھا ہے یہ سخاوت نہیں یہ اسراف ہے۔

ملفوظ ۳۴۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصول صحیحہ پر عمل کرنا طرفین کی راحت کا سبب ہوتا ہے اسی لیے میں نے نئے آنے والوں کے واسطے یہ قید لگا دی ہے کہ زمانہ قیام میں مخاطبت مکاتبت کچھ نہ ہو خاموش مجلس میں بیٹھے رہا کرو اور بیعت میں بھی عجلت نہ کرو۔ اس کے بعد جو رائے قائم ہوگی وہ بصیرت سے ہوگی اس میں انسان پچھتاتا نہیں۔ کیونکہ دیکھنے بھالنے اور سوچنے سمجھنے کا موقع اچھی طرح مل جاتا ہے۔ دوسرے استماع میں جو لطف ہوتا ہے وہ تکلم میں نہیں سونا چاہیے حافظ اچھا قرآن پڑھنے والا ہو تو سننے والے کو زیادہ لطف ہوتا ہے پڑھنے والے کو وہ لطف نہیں ہوتا۔

ملفوظ ۳۵۰:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں مزاحاً فرمایا کہ تکثیر سواد تھوڑا ہی مقصود ہے یعنی تکثیر جمع تکثیر بیاض مقصود ہے یعنی قلب کا روشن ہونا۔

ملفوظ ۳۵۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے قواعد ضوابط کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر کثرت سے مشاغل نہ ہوں تو پھر قواعد ضوابط کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی اور بے ضابطگی سے تنگی بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص عصر کے بعد ملنا چاہتا ہے اور مجھ کو کوئی کتاب دیکھنا ہے یا کوئی فتوٰی لکھنا ہے تو اب تنگی ہوگی یا نہیں۔ یقینی بات ہے کہ تنگی ہوگی سبب اس کا وہی مشاغل اور اگر کوئی کام نہ ہوتا تو اس شخص کو لیکر بیٹھ جاتا دس پانچ منٹ میں کوئی حرج نہ تھا۔

ملفوظ ۳۵۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہاء فرماتے ہیں جو نجس چیز اپنے معدن میں ہو وہ نجس نہیں ہوتی۔ چنانچہ پیشاب مثانہ میں بھرا ہوا ہوتا ہے اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ وجہ یہ کہ وہاں ازالہ پر قادر نہ تھا۔ پس معدن میں ضرورت ہے اور خارج میں پاک کرنا ضروری ہوا۔

ملفوظ ۳۵۳:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس مواخذہ اور کھود کرید کی وجہ سے میں اس قدر بدنام ہوں کہ ایک شخص نے کہا تھا کہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب تو آسان مگر اس کے سوالوں کا جواب مشکل ہے۔ میں نے سن کر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے وہاں سچ بولو گے بات نہ بناؤ گے اس لئے ان کا جواب آسان ہے اور یہاں بات بناتے ہو وہ چلتی نہیں اس لئے جواب مشکل ہوتا ہے۔

ملفوظ ۳۵۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امراض کی تشخیص اور تجویز مصلح ہی کر سکتا ہے طالب نہیں سمجھ سکتا۔ جیسے طبیب ہی مرض کو پہچان سکتا ہے اور علاج تجویز کر سکتا ہے مریض نہیں کر سکتا۔ مجھ کو ایک مرتبہ کم خوابی کی شکایت تھی حکیم صاحب سے تدابیر پوچھا کرتا تھا مگر جب نفع نہ ہوا میں سمجھا کہ حکیم صاحب زیادہ توجہ نہیں کرتے میں خود کتاب دیکھ کر تجویز کروں گا چنانچہ اسی غرض سے میں حکیم صاحب سے شرح اسباب لایا اور اس کو دیکھنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں جتنے اسباب لکھے تھے سب اپنے اندر پاتا تھا اس لئے کچھ تجویز نہ کر سکا تب خیال ہوا کہ کلیات کو جزئیات پر صاحب فن ہی منطبق کر سکتا ہے غیر اہل فن کا یہ کام نہیں اس کی بالکل ایسی مثال ہے جس کو فرماتے ہیں ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید[1] لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

حافظ رح فرماتے ہیں ؎

نہ[2] ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ملفوظ ۳۵۵:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے کہ ذکر میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ میں نے لکھ دیا کہ کچھ مضر نہیں۔ مزاحاً فرمایا کہ اگر کپڑا ادھڑ جائے اور ایک سوئی بھی پاس نہ رہے تو کیا حرج ہے۔ کپڑا سی لیا جائے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میاں یہ تو ساری عمر کی ادھیڑ بن ہے یہ تغیرات

۱؎ اگرچہ مصور اس محبوب کی صورت کی تصویر تو بنا دے گا مگر اس کے ناز و انداز کی تصویر کس طرح کھینچے گا

۲؎ یہ بات نہیں ہے کہ جس نے بناؤ سنگار کر لیا وہ ناز و انداز محبوبانہ سے بھی واقف ہو۔ اور نہ یہ کہ جس کے پاس آئینہ ہو وہ سکندر کی طرح آئینہ بنانا بھی جانتا ہو۔ درویشوں کی سی شکل بنا لینے سے حقیقی درویشی حاصل ہو جانا ضروری نہیں بلکہ اس راستہ میں بہت سی دلیل ہے، زیادہ باریک باتیں ہیں جن کے لئے نور باطن کی ضرورت ہے ۱۲؎

سے بد دل نہ ہونا چاہئے اسی کو فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش[عہ] 　　تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

پہلے بزرگوں کے یہاں زیادہ برکات پر کام چلتا تھا آئین کی ضرورت نہ تھی اور اب ضرورت کی وجہ سے آئین بنا کر میں نے اس کا مستقل تکمہ بنا دیا ہے پس وہاں برکت تھی یہاں حرکت ہے۔

ملفوظ ۲۵۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار اعظم مناسبت پر ہے میں عدمِ مناسبت کی وجہ سے طالب سے صاف کہدیتا ہوں کہ چونکہ تم میں مجھ میں مناسبت نہیں اس لئے نفع نہ ہوگا کہیں اور تعلق پیدا کر لیا جاوے اور یہ بھی کہدیتا ہوں کہ اگر کسی کا نام پوچھو گے تو میں بتلا دوں گا۔ خود نہیں بتلاتا کیونکہ بے طلب جس کا نام بتلایا جائے گا اس کی بے قدری کا اندیشہ ہے۔ اس مناسبت پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت حاجی صاحب سے ایک صاحب نے مرید ہونے کے متعلق مشورہ کیا کہ میں چشتی شیخ سے بیعت کروں یا نقشبندی سے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات بتلاؤ ایک کھیت ہے اس میں جھاڑ جھنکاڑ بہت کھڑے ہیں اور اس میں تخم ریزی کا ارادہ ہے تو تمہاری رائے میں کیا صورت زیادہ مناسب ہے آیا پہلے اس کو صاف کر لیا جائے تب تخم ریزی کی جائے یا ویسے ہی بدون صاف کئے تخم ریزی کر دی جاوے اور آہستہ آہستہ صاف کرتے رہیں۔ عرض کیا کہ حضرت اول تخم ریزی کر دینی چاہئے تاکہ صفائی کے انتظار تک محروم تو نہ رہے فرمایا کہ تو پھر نقشبندیوں میں جاؤ۔ یہ حضرت کے اعلیٰ مبصر ہونے کی دلیل ہے۔ مثال سے مذاق کو کیسے پہچان لیا۔

۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۲۵۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اکثر اہل مدارس میں ترفع کا بڑا مرض ہو گیا ہے یہ بڑا اچھا نہیں معلوم ہوتا خصوص مدارس دینیہ تو اگر سادہ ہی وضع میں رہیں یہی انکی زیبائش ہے سادگی۔ رفتار گفتار نشست و برخاست سے ان کے لباس سے اسلامی شان کی جھلک معلوم ہو

عہ اس راہ میں سبب پر [illegible] تا دم آخر [illegible] تکمیل کے لئے بھی بے فکری نہ چاہئے ۱۲

یہی خوبی کی بات ہے۔ ایک مرتبہ ضلع کے انگریز کلکٹر نے کہلا کر بھیجا کہ ہم مدرسہ کا معائنہ کریں گے میں نے
کہا کر لو بھائی یہاں تو غریب لوگ رہتے ہیں اور میں ایک منزل سے ایک قصبہ قریب تھا وہاں چلا گیا۔
اور یہاں کے لوگوں کو سمجھا گیا کہ جو بات پوچھے بتلا دی جائے مگر ترفع کی کوئی بات نہ کہی جائے۔
مثلاً اگر یہ سوال کرے کہ یہ مدرسہ ہے تو کہنا کہ مدرسہ وغیرہ کچھ نہیں ایک چھوٹا سا مکتب ہے۔ اگر سوال کرے
آمدنی کس قدر ہے تو کہنا کہ توکل پر معاملہ ہے کوئی آمدنی مستقل نہیں کام بھی مختصر آمدنی بھی مختصر غرض
اسی طرح سب باتیں سمجھا گیا تھا اور واقعہ بھی یہی ہے۔ یہاں پر تو غریبوں کا مجمع رہتا ہے امیر ہونا
کون فخر کی بات ہے۔ فخر کی بات تو یہ ہے کہ طالب صاحب صلاح ہو صاحب تقویٰ ہو صاحب استغناء ہو
مگر کلکٹر کا آنا نہیں ہوا۔ ایک اور مرتبہ بھی یہاں قصبہ میں کلکٹر آیا تھا چند مکانات کے فوٹو لئے یہاں کا
یعنی خانقاہ کا بھی فوٹو لینے کا ارادہ تھا مگر اس کو قصبہ میں اس قدر دیر لگ گئی کہ یہاں پر نہیں آسکا پھر کہو
مولانا کہا جاتا ہے حالانکہ خود رات دن اُن سے ملا ملا رکھیں مصافحہ اور گفتگو کریں اور اپنے کو ترک موالات کا
حامی رکھیں عجیب فلسفہ ہے نرا سفسطہ ہے۔

ملفوظ ۲۵۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جو رہبرِ قوم بنے ہوئے ہیں اُن کی یہ حالت ہے کہ
کام کے لئے تو دوسرے اور نام کے لئے یہ۔ زمانۂ خلافت میں ان لوگوں نے احکامِ اسلام کی
ذرہ برابر پروا نہیں کی جو اپنی سمجھ میں آیا کیا جو منہ میں آیا کہا بہت کم لوگ ایسے تھے جو نیک نیت تھے
ورنہ تو اکثر حکومت اور عہدوں کی فکر میں تھے کثرت سے ایسے ہی لوگ زیادہ تھے ہزاروں مسلمانوں
کو بلا وجہ کٹوا دیا۔ یہ نفسانی اغراض بھی بڑی بلا ہیں اللہ تعالیٰ بچائے موپلوں کی قوم کو ان لیڈروں ہی نے
برباد کرایا۔ جوشیلی اور اشتعال آمیز تقریریں کرکے اُن کو بھڑکا دیا غیور قوم غریب لوگ ان کی باتوں
میں آکر گورنمنٹ کا مقابلہ کر بیٹھے۔ جب اُن پر مصیبت آئی پھر ان لیڈروں یا رہبرانِ قوم میں سے کوئی
بھی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ ایسے خود غرض لوگوں کی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک قصائی کا انتقال
ہو گیا تھا اُس کی بیوی رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ہائے اس کے بیل کون لے گا تو محلہ کا ایک لونڈا
ہائے اُس کی چھپر کون لے گا کہا کہ میں لوں گا ہائے اس کا مال کون لے گا کہا کہ میں لوں گا ہائے اس
کے ذمہ اتنا قرض تھا وہ کون دے گا تو وہ کیا کہتا ہے کہ بولو بھائی کس کے منہ ہے۔ یہی حالت ان لیڈروں
کی ہے کہ مال و جاہ کے تو خود مالک بنے اور مصیبت اٹھانے کو دوسرے غریب ہوئے۔ ایک نئی
روشنی والے صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ اس تحریک میں کیوں شریک نہیں ہوئے میں نے کہا کہ کام
موقوف ہے قوت پر اور قوت موقوف ہے بقاء اتفاق پر اور اتفاق موقوف ہے وحدت ارادہ پر اور وحدت تجربہ پر اور

یہ اہم ہیں مفقود اور جب تک یہ نہ ہو کام نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ میں ان اصول مخترعہ کا کاربند نہیں ہو سکتا اصول شرعیہ کے ماتحت رہ کر کام کر سکتا ہوں اور اسی کو تم لوگ روڑے اٹکانا سمجھتے ہو. حتیٰ کہ اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے حالانکہ ہر کام کے کچھ شرائط اور اصول ہوتے ہیں دیکھو نماز جیسی بڑی چیز مگر حدود اور قیود سے وہ بھی خالی نہیں. ان ہی حدود کی تقسیم کے متعلق میں نے حیدرآباد دکن کے وعظ میں کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شانیں تھیں شانِ نبوت اور شانِ سلطنت. اس کے بعد خلفاء راشدین بھی دونوں کے جامع تھے. مگر اب یہ دونوں شانیں دو گروہ پر تقسیم ہو گئیں شانِ نبوت کے مظہر علماء ہیں اور شانِ سلطنت کے مظہر سلاطین اسلام. اب اگر یہ سلاطین علماء سے استغناء کرتے ہیں تو حضور ہی کی ایک شان سے اعراض کرنا لازم آتا ہے. اور اگر علماء سلاطین کی مخالفت کرتے ہیں تو اس سے بھی حضور ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے اب صورت دونوں کے جمع کرنے کی یہ ہے کہ سلاطین سے تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے حدود میں کوئی حکم اس وقت تک نافذ نہ کریں جب تک علماء اہل حق سے استفتاء نہ کر لیں اور علماء سے یہ کہتا ہوں کہ وہ اس نفاذ کے بعد اس پر کاربند ہوں. اگر یہ دونوں شانیں جو کہ حضور ہی کی ہیں اس طرح جمع ہو جائیں تو مسلمانوں کی بہبود اور فلاح کی صورت نکل آئے اور انکی ڈوبتی ہوئی کشتی ساحل پر جا لگے ورنہ اللہ ہی حافظ ہے غرض یہ سیاسی کام علماء کا نہیں علماء کا جو کام ہے وہ اُن سے لینا چاہئے اور یہ کام لیڈر کریں. البتہ علماء سے حجروں میں آ کر مسائل پوچھیں اور اُن کے موافق کام کریں. اگر یہ صورت ہو جائے تو پھر مولوی صاحب سب سے آگے نظر آئیں گے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عدم قدرت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ فعل جائز نہ ہو پھر اگر احکام کو پامال کر کے کامیابی بھی ہو گئی تو وہ مسلمانوں اور اسلام کی کامیابی تھوڑا ہی ہو گی. وہ کامیابی تو بددینوں اور ملحدوں کی ہو گی جن سے آئندہ بھی خطرہ ہے کہ ملکی مصالح کی بناء پر نہ معلوم اہل اسلام اور احکام اسلام کے ساتھ کیا برتاؤ کریں جو اس وقت شریعت مقدسہ کے احکام کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں ان سے آئندہ ہی کیا امید ہو سکتی ہے کہ احکام اسلام کا تحفظ کریں گے. اور یہ عوام جو آج ان کے ساتھ ہیں اگر یہ دین سے بے خبر ہیں تو ان کا کیا اعتبار اور اگر باخبر ہیں تو علماء کے ساتھ ان کا اعتقاد اسی وقت تک ہے جب تک کہ یہ دین پر ہیں. اگر ذرا شبہ ہو جائے کہ یہ مذہب کے خلاف ہے فوراً اعتقاد جاتا رہے اور ساتھ چھوڑ دیں، غرض موجودہ حالت میں کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ عوام ان کے ساتھ رہیں.

ملفوظ ۲۵۹:۔ ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر کھانا تک اچھا نہیں لگتا اس قدر غم ہے بس یہ فکر ہے کہ مستقبل مسلمانوں کا کیا ہوگا۔ اسلئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ بہت سے احباب دل سے محبت کرنے والے ہیں مگر بعض مقام پر میں خود گیا اور آپس کے خصوصی جھگڑوں کے متعلق کچھ انتظام کیا کہ آپس میں اتحاد رہے لیکن کوئی اثر نہیں ہوا جب ان کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے تو آنا جانا سب بند ہو جاتا ہے یہ اُن کا ذکر ہے جو عاشق کہلاتے ہیں مگر خود اُن سے اتنی بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب بتلاؤ کہ میں کس بوتے پر مسلمانوں کو آگ میں دھکا دیدوں۔ جب اُن کی یہ حالت ہے سوائے اس کے کہ خدا سے بہبود اور فلاح کی دعا کی جائے۔ اس فلاح کی تدابیر بتلانے کے لئے میں نے حیات المسلمین ایک رسالہ لکھا ہے اُس کے لکھنے میں بھی مجھ کو بہت تعب ہوا۔ پھر اُس کے انتخاب اور سہل بنانے میں بھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسکی طرف بھی مسلمانوں کا التفات نہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعض فتنے وہ ہیں جو رفع ہو ہی نہیں سکتے۔

۹ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۲۶۰:۔ فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بعض فضول سوالات لکھے ہیں۔ میں نے لکھدیا ہے کہ تمہیں یہی نہیں معلوم کہ مصلح کے ذمہ کن چیزوں کا علاج ہے اور کن کا نہیں پہلے یہ طے کرو ورنہ پریشان ہوگے اور پریشان کروگے۔

ملفوظ ۲۶۱:۔ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس سوال کی انسان کو خود ضرورت نہ ہو کیوں فضول وقت خراب کرے اپنا بھی اور دوسرے کا بھی اور اگر بلا ضرورت ہی شوق ہے تحقیقات کا تو مدارس میں جاکر ترتیب سے تعلیم حاصل کیجئے مگر آجکل یہ بھی ایک مرض عام ہوگیا ہے کہ لاؤ خالی بیٹھے کچھ کچھ مشغلہ ہی سہی سو ہر شخص کو اپنے عمل کے لئے پوچھنا چاہیے۔

ملفوظ ۲۶۲:۔ ایک استفتاء آیا اس کو ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ کسی امام کے متعلق چند سوالات ہیں اُس کے نقائص لکھے ہیں۔ بیچارے اماموں کو لوگ اپنا تختہ مشق بنائے رکھتے ہیں فتوے کو آڑ بناکر لڑا کرتے ہیں مگر میں مسلمانوں کے افتراق کا سبب کیوں بنوں میں اس باب میں سخت احتیاط کرتا ہوں

ان مستفتیوں کی دوسروں کے عیوب پر تو نظر پڑتی ہے مگر اپنی خبر نہیں کہ ہم میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یاد پڑتا ہے لکھا ہے کہ اے عزیز اس شخص کی کیا حالت ہے کہ اپنے جسم پر تو سانپ بچھو لپٹے ہوئے ہیں اُن کی خبر نہیں اور دوسرے کے جسم پر اگر مکھی بیٹھ گئی اُس پر نظر ہے۔ خود کبائر میں مبتلا دوسروں کے صغائر پر مواخذہ، خود صغائر میں مبتلا دوسروں کے مباحات پر مواخذہ۔

ملفوظ ۳۶۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقل مسلمہ ہے کہ طالب پہلے مطلوب کی تعیین کرے اور بزرگی سے مقدم مطلوبیت میں آدمیت ہے۔ یہاں اسی آدمیت کی تعلیم پہلے ہوتی ہے اور بزرگی کی تعلیم بعد میں کسی نے لکھا ہے کہ ؎

زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند[1] این جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

میں نے اُسی آدمیت کی ضرورت پر نظر کر کے اُس کو اس طرح بدل دیا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند یہ جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

اور اُس آدمیت کا حاصل یہ ہے کہ اپنے سے دوسرے کو اذیت نہ پہونچے خصوص مصلح کو۔ اس لئے کہ معلم کے قلب میں ذرا بھی کدورت آئی فوراً فیض بند ہو جاتا ہے اس لئے پہلے سلیقہ سیکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے کسی کامل کی صحبت کی تو بڑی یہ چیز ہوئی کہ کسی کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاح کرائے خواہ کتنی ہی دیر لگے۔ اب تو حساب لگا کر آتے ہیں کہ جا دیں گے مرید ہو جا دیں گے بیعت وظیفہ بتلا دیں گے وظیفہ لیکر گھر آجا دیں گے بس سب کام ختم ہو گیا یہ سب طریق کی بے خبری ہے۔ اسی بے خبری کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

بے خبر بودند از حال دروں استعیذ اللہ مما یفترون

جو علاج بے طریق ہوتا ہے اُس کی بالکل یہ حالت ہوتی ہے ؎

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

اصول کی ہر کام میں ضرورت ہے ہر کام قاعدہ اور قانون کا محتاج ہے مگر لوگ قانون سے گھبراتے ہیں وہ کتنا ہی سہل ہو مگر لوگ اس کو سخت سمجھتے ہیں حالانکہ قانون کی سختی وہ ہے کہ وہ قانون اپنی ذات میں سخت ہو لیکن اگر قانون اپنی ذات میں نرم ہو مگر اسکی پابندی سختی سے کرائی جاوے تو وہ

[1] تو زاہد بھی ہو گیا شیخ بھی ہو گیا عالم بھی ہو گیا یہ سب کچھ ہو گیا مگر مسلمان (کامل) نہ ہوا ۱۲۔

سخت نہیں اگر اس کو بھی سخت سمجھا جاوے تو اس کا کیا علاج اس کو کیسے نرم کیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے نماز کیسی آسان چیز ہے مگر اس کی تاکید کس قدر سختی سے کی گئی ہے تو کیا اس سے نماز سخت چیز ہو گئی۔

ملفوظ ۳۶۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شیخ کے لئے یہ بھی لوازم اور راداب طریق سے ہے کہ طالب کی تجویز کو فنا کر دیا جائے اور اس کو مصلح ہی سمجھ سکتا ہے اور وہی مناسب تجویز کر سکتا ہے طالب کو اس میں چون و چرا نہ کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے عقیدہ کی بات ہے کہ مصلح سے بھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس نے بھی تو قرائن وجدان ہی پر تشخیص اور تجویز کی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث پاکؒ کے پاس ایک شخص بیعت ہونے گیا۔ آپ نے کشف سے سمجھ کر بیعت کرنے سے انکار فرما دیا۔ کچھ عرصہ حضرت شیخ احمد کبیر رفاعیؒ رہ پہنچے وہ ان کے پاس گیا انھوں نے اس کی بیعت کو قبول فرما لیا سو یہ امور وجدانی اور ذوقی ہیں۔ ان قرائن میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے اور ایسی غلطی یہ اہل فن کے کمال کے منافی نہیں۔ غرض شیخ سے بھی غلطی ہوتی ہے لیکن طالب کو اس سے مزاحمت کا حق نہیں کیونکہ اول تو ایسی غلطی بہت کم ہوتی ہے دوسرے اس کو جلد تنبہ ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۳۶۵:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے منصوص ہے کہ بعض کشف میں تلبیس بالکل نہیں ہوتی مگر یہ تلبیس نہ ہونا مستلزم حجیت کو نہیں یعنی اگر کشف بلا تلبیس بھی تب بھی حجت نہیں جیسا اگر کوئی شخص ۲۹ رمضان کو عید کا چاند دیکھ لے مگر تفرد کی وجہ سے اس کی شہادت مقبول نہ ہو تو اس کو بھی اس رویت پر عمل جائز نہیں یعنی صبح کو روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ دیکھئے یہاں تلبیس نہیں مگر پھر بھی اس پر عمل جائز نہیں اس کی ایک تائید آیت سے ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے لولا اذ سمعتموہ ظن المومنین والمومنات الی قولہ تعالیٰ سبحٰنک ھٰذا بھتان عظیم تقریر تائید یہ ہے کہ اسی فرمایا گیا ہے کہ لولا جاءُو علیہ باربعۃ شھداء فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکاذبون۔ حالانکہ شہداء کا نہ ہونا مستلزم نہیں کذب واقعی کو مثلاً خود مشاہدہ کر لیا مگر نصاب شہادت پورا نہیں ہوا۔ یہاں تلبیس بالکل نہیں مگر باوجود اس کے یہ مشاہدہ حجت نہیں حتیٰ کہ خود صاحب مشاہدہ کو بھی زبان سے اس کا تکلم کرنا جائز نہیں۔ اور دوسروں پر بھی واجب ہے کہ سنتے ہی کہہ دیں ھٰذا بھتان عظیم۔

ملفوظ ۳۶۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص سرکاری اسکول میں مدرس تھے

اُن کو علم تو تھا نہیں، کتابیں مختلف مذاہب کے دیکھنے کا شوق تھا۔ شیعوں کی، قادیانیوں کی، عیسائیوں کی۔ اُنھوں نے مجھ کو لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اِنّکَ لعلیٰ خُلُقٍ عظیم ارشاد ہے مگر آپ نے تلوار چلائی کیا یہ اخلاق کے خلاف نہیں۔ میں نے لکھا کہ اسلام کی حفاظت کے واسطے تلوار چلائی گئی تاکہ کفار کا غلبہ اسلام پر نہ ہو۔ اُن کے غلبہ سے اسلام کو بچانے کے لیے تلوار چلی تو فسادِ اخلاق کے انسداد کے لیے "تلوار چلانا" عین خوش اخلاقی ہے۔ ایک شبہ اخلاق کے متعلق اس کے مقابل جانب بھی ہو سکتا ہے یعنی اوپر سختی کو خلافِ اخلاق سمجھا گیا اور آئندہ شبہ کا حاصل ایک خاص نرمی پر خلافِ اخلاق ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے۔ اُس کی تقریر ایک خواب کے ضمن میں نقل کرتا ہوں۔ میں نے ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کو خواب میں دیکھا اُس نے ایک شبہ پیش کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے جو شانِ نبوت سے بعید ہے۔ حاصل یہ کہ جو اخلاق وقار و متانت شانِ نبوت کے لیے زیبا ہیں مزاح اُس وقار کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ ہر مزاح وقار کے خلاف نہیں بلکہ صرف وہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو، اور یہاں بڑی مصلحت تھی۔ وہ یہ کہ حضور کو خداداد رعب عطا فرمایا گیا تھا اس ہیبت کی وجہ سے بعضے لوگ استفادہ علوم کا نہ کر سکتے تھے۔ اسلیے حضور قصداً مزاح فرماتے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو انبساط ہو کر موقع استفادہ کا حاصل ہو اور جو غرض بعثت سے ہے اُس کی تکمیل ہو جائے۔ اس جواب پر وہ بہت مطمئن ہو گئی۔ اس حسنِ خلق پر اور اپنا واقعہ یاد آیا۔ جب میں حیدرآباد دکن گیا تھا وہاں تقریباً چھ روز قیام رہا، اس میں دار الضرب بھی دیکھنے گیا وہاں کا منیجر ایک انگریز تھا۔ دکھلانے لایا تھا جب سب دیکھ چکے تو وہ انگریز رخصت کرنے کیلئے تھوڑی دور ہمراہ آیا۔ اس وقت میں نے اُس سے کہا کہ آپ کے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا آپ کے اخلاق تو مسلمانوں کے سے اخلاق ہیں اس پر وہ بہت خوش ہوا کہ مذہبی شخص نے میری تعریف کی اور ایک صاحب ارکانِ ریاست میں سے ہمراہ تھے وہ دور آ کر کہنے لگا کہ آپ نے عجیب طرز سے تعریف کی کہ اُس کا دل بھی خوش کر دیا اور اس کو گھٹا بھی دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے واقعہ بیان کیا کہ یہ اخلاق تمہارے گھر کی چیز نہیں کبھی تم کو اس پر ناز ہو بلکہ یہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ ان کے گھر میں کیا کیا دولتیں مخزون ہیں۔ اس لیے دوسروں کے سامنے گداگری کرتے "پھرتے" ہیں۔ افسوس ہوتا ہے۔

۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۳۶۷:- ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بے تکلفی تو مطلوب ہے مگر بدتمیزی اور بدتہذیبی بری چیز ہے۔ بے تکلفی سے تو محبت بڑھتی ہے اور بدتمیزی اور بدتہذیبی سے کدورت اور انقباض ہوتا ہے میں جانتا ہوں کہ جان کر کوئی اذیت نہیں پہونچاتا مگر قلت مبالات (بے فکری) اذیت کا سبب ہو جاتا ہے اسی کی شکایت ہے اور یہ رسوم تکلف کے بانی امراء ہیں انہوں نے ایسے ایسے برے طریقے ایجاد کئے ہیں جن کا منشاء خالص کبر ہے مثلاً نوکر سامنے نہیں بیٹھ سکتا۔ جس درجہ میں خود ہوں اس میں نہیں رہ سکتا جس وقت گھنٹی ہو اُس وقت آوے۔ اچھی خاصی فرعونیت ہے غرض اعتدال نہیں اگر ادب ہے تو تکلف کے درجہ تک اور بے تکلفی ہے تو بدتمیزی کی حد تک۔ آدمی کو چاہیے کہ آدمیت سیکھے۔ بزرگ بننا تو آسان ہے مگر انسان بننا بڑا مشکل ہے۔ میرے یہاں آدمیت کی تعلیم ہوتی ہے اگر کسی کو یہ پسند ہو یہاں پر آئے ورنہ جہاں بزرگی تقسیم ہوتی ہو وہاں جائے بلائے کون جاتا ہے اور جب خود آئے ہو تو جو یہاں کے اصول اور تعلیم ہے اس پر کاربند ہونا پڑے گا۔

ملفوظ ۳۶۸:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ کا مقولہ میں نے خود دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ جس معصیت سے توبہ کر لی ہو اور وہ پھر یاد آئے تو یہ دیکھو کہ یاد آ کر لذت آتی ہے یا نفرت اگر لذت آتی ہے تو یہ اس کی علامت ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوئی اور اگر نفرت معلوم ہو تو اسکی علامت ہے کہ توبہ قبول ہو چکی (مگر نظر ثانی کے وقت اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ مقولہ حضرت سلطان جی کا ہے یا کسی اور کا)

ملفوظ ۳۶۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طبیب کا نسخہ بدلنا دو وجہ سے ہوتا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس نسخہ میں کوئی کوتاہی ہو گئی تھی اور وہ پہلی رائے ناقص تھی۔ دوسری وجہ یہ کہ مریض کی حالت بدل گئی۔ ان دونوں میں فرق ہے مگر اس کو بھی طبیب ہی سمجھ سکتا ہے مریض نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے لئے تو اس ہی میں خیر ہے کہ اپنے کو اس کے سپرد کر دے جو وہ کہے اس پر کاربند رہے۔

اسی طرح اگر شیخ کسی تدبیر کو بدلے تو طالب کو شبہ کرنے کا حق نہیں۔

ملفوظ ۳۷۰: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے انسان کا کام صرف یہ ہے کہ لگا رہے جو کچھ ہو سکے کرتا رہے وہ طلب کو دیکھتے ہیں اگر ادھر سے طلب ہے تو ادھر علم بھی ہے قدرت بھی ہے رحمت بھی اس لئے سب کچھ عطا ہو رہے گا۔

ملفوظ ۳۷۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دو چیزیں ہیں اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائیں پھر کبھی شبہات پیدا نہیں ہو سکتے ایک عظمت اور ایک محبت۔ شبہات کا پیدا ہونا خود دلیل ہے عدمِ محبت اور عدمِ عظمت کی باقی بدون محبت و عظمت کے محض سوالات یا تحقیقات سے کبھی شبہات کا ازالہ نہیں ہوا اگر ہوا قطع ہو جاتا ہے اور قطعِ شبہات کا یہ طریقہ ہی نہیں۔ اب صرف سوال ہوتا ہے کہ محبت اور عظمت کا کیا طریقہ ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ وہ طریقہ اہلِ محبت کی صحبت ہے اور بعد تجربہ کے اس میں کوئی شبہ نکال ہی نہیں سکتا۔

ملفوظ ۳۷۲: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر اتنا وقت نہ ہو کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہ سکے تو کم از کم اُن سے خط و کتابت ہی رکھے اور جب کبھی موقع مل جائے چاہے دو چار ہی روز کے لئے کیوں نہ ہو اُس میں ان کے پاس رہ جایا کرے اور بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کرتا رہے غرض کوئی کام ایسا نہیں جس کی کوئی راہ نہ ہو مگر کام کرنے والا چاہیئے راہیں سب نکل آتی ہیں۔

ملفوظ ۳۷۳: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کے بزرگوں کے حالات پڑھ کر اور اپنے موجودہ بزرگوں کے حالات دیکھ کر کبر تو پاس نہیں پھٹکتا بڑا نفع ہوتا ہے۔

ملفوظ ۳۷۴: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب تعلقات کے رہتے ہوئے پھر کوئی چاہے کہ کامیاب ہو بہت مشکل ہے اور یہاں وہ تعلقات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں باقی ضروری کا تو امر ہے وہ مراد نہیں جیسے آج کل جاہل صوفیوں نے اس کو بھی کمال میں داخل کر رکھا ہے کہ بیوی بچوں تک کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ملفوظ ۳۷۵: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تبرکات کے متعلق ایک نازک غلطی عام ہے نہ پیروں کو اس کا دھیان نہ سجادوں کو۔ وہ یہ کہ جو چیزیں بزرگوں کی ہوتی ہیں ان کو برکات میں رکھ لیتے ہیں حالانکہ اُن میں ورثہ کا بھی حق ہوتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ شاید وقف کر دیتے ہوں فرمایا اول تو کوئی وقف نہیں کرتا۔ دوسرے اگر کرے بھی تو بوجہ عدمِ اجتماعِ شرائط کے وہ وقف جائز بھی نہ ہوگا۔ بڑے بڑے [illegible] علماء گذرے ہیں مگر کسی کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور یہ جواب تو اس پر ہے کہ

کوئی وقف کرتا بھی ہو مگر یہاں تو کوئی وقف بھی نہیں کرتا۔ یوں ہی مرجاتے ہیں ہمارے حضرت
حاجی صاحبؒ کے بعض ملبوسات میرے پاس تھے جو جا بجا تبرکاً مجھ کو ملے تھے مگر میں نے دوسروں کو
دیدیئے۔ ایک تو اس لئے کہ میرے بعد ان کو کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ بنا دے۔ دوسرے کسی مفسدہ
سے بچنے کے لئے جس کا ابھی ذکر ہوا ہے باقی حضرت نے توجہ سے جو دعائیں کی تھیں وہ تبرکات میرے
پاس ہیں۔

ملفوظ ۳۶۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ کی عجیب شان ہوتی ہے ان میں بھی ہر رنگ کے ہوتے ہیں
سب مختلف الاحوال ہوتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام مختلف الاحوال تھے۔ حضرت شاہ
عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکندر آباد تشریف لے گئے طبیعت علیل ہوگئی فرمایا کسی طبیب کو لاؤ
وہاں پر ایک طبیب تھے بالکل جاہل۔ اُن کو بلایا گیا تو بڑے ٹھاٹھ سے بن ٹھن کر آئے عمامہ چوغہ
زیب تن تھا۔ ان کو حضرت شاہ صاحبؒ نے نبض دکھلائی شاہ صاحب جو جو حالت بیان کرتے اُس کے
مناسب دو تین اجزاء تجویز کردیئے اور نسخہ میں لکھدیئے وہ نسخہ ایک اچھی خاصی قرابادین ہوگئی حضرت
شاہ صاحبؒ نے نذر بھی دی لیکر چلدیئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے بعض شاگرد طلبے عالم تھے انہوں نے عرض کیا
کہ بے اصول نسخہ ہے پھر اتنی مقدار میں اس کو نہ پیا جاوے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا نہیں ہم پئیں گے آخر وہ
دوائیں ایک بڑے پتیلے میں جوش دی گئیں اور شاہ صاحبؒ نے ایک ایک پیالی کرکے دن بھر میں اُسکو
ختم کیا۔ حکیم صاحب کی خوب شہرت ہوئی خوب دوکان چلی دیکھئے حضرت شاہ صاحبؒ نے جاہل کی اتنی رعایت
فرمائی۔ اتفاقی شہرت پر ایک جولاہہ کی حکایت یاد آئی۔ ایک مہاجن کی لڑکی پر مہا جن (یعنی
زبردست جن) آگیا کسی عامل کے قابو میں نہ آیا وہاں ایک بیچارے جولاہے میاں جی تھے کسی نے اُس مہاجن
سے کہدیا کہ وہ جن اتارنا جانتے ہیں وہ بلائے گئے یہ غریب کچھ بھی نہ جانتا تھا اس لئے عذر کیا اُس
نے دفع الوقتی پر محمول کرکے اصرار کیا آخر اس کے اصرار پر میاں جی نے سوچا کہ چلنا چاہیے یا تو معاملہ
ادھر ہوا یا اُدھر۔ یا تو اچھی ہوگئی تو خوب مال ہاتھ آوے گا یا مارے گئے تو اس مفلسی سے مرنا ہی اچھا
بیچارے پر مفلسی بہت تھی اور اُس مہاجن کی یہ حالت تھی کہ جو عامل جاتا اُسی کو اٹھا کر پٹک دیتا۔ غرض
یہ میاں جی پہنچے۔ گھر والوں نے کہدیا کہ ہم تو ڈر کے مارے ساتھ جا نہیں سکتے اس کیلئے مکان
میں وہ لڑکی موجود ہے اندر جاکر جو تدبیر کرنا ہو کرو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو کر اندر داخل ہوئے
اُس جن نے دیکھ کر ایک ڈانٹ دی اور پوچھا کہ کیوں آیا ہے، ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضور کی منت کا
ایک غریب جولاہہ ہوں۔ حضور عمل وغیرہ تو کچھ آتا نہیں بال بچوں کا مزدور ہوں اگر آپ میرے

رحم کریں اور پرورش فرمائیں تو تھوڑی دیر کیلئے الگ ہو جائیں تو مجھ کو پانچسو روپیہ مل جائے میرا کام بن جائے آپکا کوئی حرج نہ ہو گا جی چاہے پھر آجائیے، جن کو یہ سنکر رحم آگیا اور یہ کہا کر تو تو تھوڑی دیر کو کہتا ہے۔ میں تیری خاطر سے ساری عمر کو جاتا ہوں غرض وہ جن چلدیا اور میاں جی کو پانچسو روپیہ تو فی الحال مل گیا پھر جو شہرت ہوئی تو تمام علاقہ کے پیر بن بیٹھے اور ساری عمر اسی شان سے گذری۔

ملفوظ ۳۷۷: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو گنوار کہلاتے ہیں اُن میں بعضے بڑے ذہین ہوتے ہیں مگر اس ذہانت کو بے ہودگی میں صرف کرتے ہیں ایک گاؤں میں مولوی صاحب نے ایک شخص کو نماز پڑھنے کی ترغیب دی اور کہا کہ اگر تو چالیس روز نماز پڑھ لے تو تجھ کو یہ بھینس دوں گا۔ وہ چالیس روز تک نماز پڑھتا رہا۔ جب دن پورے ہو گئے کہا کہ لاؤ بھینس، مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی میرا تو یہ مطلب تھا کہ جب چالیس روز نباہ کر نماز پڑھ لے گا عادی ہو جائے گا پھر نہ چھوڑے گا اور بھینس نہ دی تو کیا کہتا ہے جاؤ پھر یاروں نے بھی بے وضو ہی ٹرخائی ہے ایک ایسے ہی شخص کو کسی مولوی صاحب نے روزہ رکھوایا تھا اتفاق سے اُس کی بھینس مر گئی اُس کے لڑکے نے گھر میں سے کھیت میں آکر خبر دی تو کیا حرکت کی کہ رمضان شریف کا روزہ تھا بدھنا اٹھا کر پانی پی لیا اور پانی پی کر کہتا ہے کہ لے پر کھ لے روزہ نعوذ باللہ۔

ملفوظ ۳۷۸: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل عجیب جہالت کا زمانہ ہے ایک مرتبہ پیر جی بنے کی شہرت ہو جائے پھر تو رجسٹری ہو جاتی ہے چاہے زنا کرے جھوٹ بولے دھوکے دے مگر پھر بھی پیر جی ہی رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کوئی ڈھڑ (چھوٹے حوض) تھوڑا ہی ہیں کہ ناپاک ہو جائیں ہم تو سمندر ہیں جس میں اگر ناپاکی بھی آتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے جیسے سمندر میں گنگا جمنا آکر بھی سمندر ہی ہو جاتا ہے اسی طرح ہمارے اندر معصیت آکر بھی نیکی ہو جاتی ہے۔ یہ مذہب ہے ان جاہل بے دینا لوگوں کا

ملفوظ ۳۷۹: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا کی ترقی بھی انجام میں تنزل ہی ہے اسی طرح دنیا کی راحت میں بھی کلفت ہی ہے خواہ اُس کی خواہ اُس کے سبب دوسروں کی ایک نادار مگر خواندہ شخص ملازمت بھے گئے اتفاق سے پانچ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے اپنے گھر اطلاعی خط بھیجا گھر والوں نے اُن کے گھر پر جو بچوں کی تعلیم کے لیے میاں جی تھے اُن کو پڑھنے کو دیا۔ میاں جی پڑھکر رونے لگے۔ بیوی نے کہا خیر تو ہے کیا لکھا ہے کہنے لگے تم روؤ تو بتلاؤں وہ بھی روئی اور یہ دیکھ کر بچے رونے لگے محلے کے لوگ جمع ہو گئے پوچھا کہ کیا ہے کہنے لگے تم بھی روؤ تو بتلاؤں۔ واقعہ معلوم

کرنے کے لئے وہ سب بھی روئے۔ تب آپ نے کہا کہ وہ پانچسو روپیہ کے نوکر ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا کمبخت اس میں رونے کی کیا بات کہنے لگے رونے کی بات تو ہے ہی سُنو جب وہ اتنی بڑی تنخواہ پانے لگے تو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں گے تو سب سے اول مجھ کو نکالیں گے۔ یہ تو میرے رونے کی بات ہے پھر بیوی بوڑھی ہے وہ نئی شادی کریں گے اس بیوی کو نکال دیں گے اس کے رونے کی یہ بات ہے پھر امیرانہ سواری بھی رکھیں گے تو اصطبل وغیرہ کی ضرورت ہو گی۔ گھر کافی نہیں محلہ والوں کے گھر خرید کر گھوڑوں کے اصطبل بنا دیں گے محلہ خالی ہو گا محلہ والوں کے رونے کی بات یہ ہو گی۔ واقعی خوب صحیح حساب لگایا کہ جتنی ترقی ہوتی ہے اتنوں کا تنزل ہوتا ہے۔

ملفوظ ۲۸۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگانِ سلف پر جو اعتراضات ہیں لوگوں کو اُن کے معاملات کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی اس لئے اعتراض کرتے ہیں جامعیت اور کاملیت کے بعد بھی باستثناء راسخین اکثر کو جب ایک طرف مشغول زیادہ ہو جاتی ہے دوسری طرف سے ذہول ہونے لگتا ہے تو اُس جانب کے حقوق میں بعض اوقات کوتاہی ہوتی ہے اس لئے یہ حضرات معذور تھے اعتراض کرنے والوں کو کیا خبر کہ کسی پر کیا گذر رہی ہے اور کس حالت میں ہے اصل میں یہ حضرات عاشق تھے۔ تو عشق کے غلبہ میں کوئی فروگذاشت ہو جانا بعید نہیں۔ چنانچہ عشق کے غلبہ میں بعض بزرگوں کے جذبات کے بعض واقعات یاد آ گئے جو ظاہری انتظام کے خلاف تھے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے مرض الموت میں مولوی اسماعیل صاحب مقیم مکہ سے فرمایا میں نے اوروں سے تو کہا نہیں تم سمجھدار ہو تم سے کہتا ہوں میرا یوں جی چاہتا ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کیا جائے اُنہوں نے کہا کہ حضرت فقہاء نے مکروہ کہا ہے حضرت نے فرمایا بہت اچھا جیسے مرضی ہو جب حضرت کا جنازہ چلا ایک عرب کو خود بخود جوش آیا اور حاضرین سے کہا ذکر اللہ اور بلند آواز سے ذکر شروع کر دیا پھر کیا تھا تمام مجمع ذکر میں مشغول ہو گیا تب مولوی اسماعیل صاحب نے کہا کہ حضرت یہی چاہتے تھے میں نے حضرت کو تو منع کر دیا اب اس کو کون منع کرے ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ ہمارے جنازہ کے ساتھ کوئی خوش آواز پڑھتا ہوا چلے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو، شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بر دست و بر بازوئے تو

؎ ہم مفلس ہیں تیرے در پر آئے ہیں اپنے چہرہ کا تھوڑا سا جمال دکھا دیجئے ہماری جھولی کی طرف ہاتھ بڑھائیے آپکے دست و بازو پر آفرین ہو۔

حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے ساتھ اُن کے ایک مرید نے ولولہ میں یہ اشعار پڑھنے شروع کئے ؎

سرو سیمینا بصحرا می روی ۔۔۔ سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو ۔۔۔ تو کجا بہر تماشا می روی

حضرت سلطان جی کا کفن سے باہر ہاتھ نکل آیا سماع ایسا تو ہو کہ مرنے کے بعد بھی سما (لطف) دکھادے۔

۱۱ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۳۸۱: ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ کا الہام ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں اے بندہ رزق کی وجہ سے کیوں پریشان ہے یہ تو وہ چیز ہے کہ اگر تو یہ بھی دعا کرے کہ اے اللہ مجھ کو رزق نہ دے تب بھی ہم دیں گے نہ کہ تو مانگے اور ہم نہ دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ واقعی اگر کوئی شخص تمام دن تسبیح لیکر یہ رٹا کرے کہ اے اللہ مجھ کو کھانے کو نہ دیجیو تب بھی ملے گا مگر رزق کی اسی پریشانی سے کسی پر ضعف ایمان کا حکم نہیں لگا سکتے۔ امور طبعیہ میں انسان معذور ہے اور ان امور طبعیہ کے مناشی بھی اکثر واقعات غیر اختیاریہ ہوتے ہیں۔ بعض واعظین بڑی زیادتی کرتے ہیں کہ سطحی نظر سے مسلمانوں پر غلط فتویٰ لگا دیتے ہیں چنانچہ وعظوں میں اکثر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خدا پر اتنا بھی بھروسہ نہیں جس قدر ایک دعوت کر دینے والے پر ہوتا ہے کہ کوئی دعوت کر دے تو کھانا نہیں پکواتے پورا یقین ہوتا ہے کہ کھانا آوے گا اور خدا تعالیٰ کے وعدہ پر یقین نہیں مگر ان واعظ صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ جس وعدہ میں وقت اور سبب مبہم ہو وہاں طبعی پریشانی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر دعوت کرنے والا ہی یہ کہہ دے کہ کسی دن کسی جگہ سے کھانا آوے گا تو ایسی دعوت پر کسی کو بھی بھروسہ ہوگا۔ پس اسی طرح وعدہ الٰہیہ میں وقت اور سبب مبہم ہے تو اسمیں پریشانی

ؒ اے محبوب تو سراپا بے وفا ہے کہ بغیر ہمارے جنگل کی طرف سیر کو جارہا ہے تو تو سارے عالم کے لئے تماشا گاہ ہے۔ پھر تو سیر و تماشا کے لئے کہاں جارہا ہے۔ ۱۲

ہونا منافی توکل نہیں اعتقاد تو یقیناً یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے مگر وقت اور سبب معلوم ہونے کی وجہ سے طبعی پریشانی ہوتی ہے تو اس میں دو درجے ہیں ایک اعتقادی اور ایک طبعی جس طرح ہر مسلمان کے قلب میں حق تعالیٰ کی خشیت ضرور ہے مگر اس میں بھی وہی تقسیم ہے یعنی ایک خشیت اعتقادیہ ایک خشیت طبعیہ۔ اسی طرح کوئی شخص مومن نماز پڑھتا ہے اور اس میں کسل ہوتا ہے تو یہ کسل اعتقادی نہیں کسل طبعی ہے اگر کسل اعتقادی ہوتا تو پڑھتا ہی کیوں۔ تو امور طبعیہ سے اپنی بدحالی کا گمان کرکے پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اور ان اصول کے استحضار کے بعد بھی اگر پریشانی ہو تو یہ جہل ہے یا کید نفس ہے اُس کو علم صحیح میں قید کرنا چاہیے اور حضرت اگر یہ موانع طبعیہ مانع نہ ہوں تو پھر عبادت میں اجر ہی کس بات کا ہو۔ ناواقف ان موانع کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ موانع حکمت کے لیے پیدا ہوئے ہیں ازالہ کے واسطے پیدا نہیں کئے گئے ہاں امالہ کی ضرورت ہے مثلاً انسان کے اندر طاعات سے ایک بڑا مانع شہوت ہے مگر اُس کی حکمت کو مولانا فرماتے ہیں ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است ۔۔۔ کہ ازو حمام تقویٰ روشن است

یعنی اس شہوت سے تقویٰ کا حمام گرم ہوتا ہے روشن ہوتا ہے اس طرح دنیا کی شہوت اور رغبت سے داعیہ معصیت کا پیدا ہوا ادھر عقل اور دین کی قوت سے اس کی مقاومت کی، بس ملکہ درویشی ہوگئی۔ ایک عورت نے دوسری عورت سے پوچھا تھا کہ فوج کسے کہتے ہیں اُس نے کہا تیرا میاں میرا میاں سب مل کر فوج ہوگئی۔ مگر لوگوں نے درویشی کو کم فہمی کے سبب مصیبت بنا دیا مقاصد یعنی اعمال کو غیر مقاصد اور غیر مقاصد یعنی کیفیات طبعیہ مثلاً زوال داعیہ شہوت وغضب کو مقاصد سمجھ لیا شریعت کی حقیقت اصلیہ یعنی رسوخ اعمال اگر حاصل ہو جائے بس یہی درویشی ہے۔ اسی کی تدابیر کو طریقت کہتے ہیں۔

۳۸۲ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سنت کہتے ہیں عادت غالبہ کو تو

ملفوظ:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عادت غالبہ ہے اُسکو سنت کہا جاویگا ورنہ ہر منقول سنت نہیں اباحت ہوگی۔ پھر غلبہ خواہ حقیقیہ ہو یعنی کثرت صدور اور خواہ حکمیہ ہو یعنی اگر موانع نہ ہوتے تو کثرت صدور ہوتا۔ جیسے تراویح کہ حضور نے اس پر دوام نہیں فرمایا مگر خود آپکے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر افتراض کا اندیشہ نہ ہوتا تو دوام فرماتے۔

۳۸۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصلح کو بھی اپنے کو اصلاح سے مستغنی نہ سمجھنا چاہیے۔

ملفوظ:- اپنی نگرانی بھی کیا کرے کہ غلطی کا احتمال اُس کے افعال میں بھی ہے گو طالب کو حق نہیں اُس پر اعتراض کرنے کا۔ لہٰذا طالب اعتراض نہ کرے۔ چنانچہ الحمدللہ مجھ کو اپنے طرز اصلاح

پر ناز نہیں ممکن ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں ہوئی ہوں لیکن طالب کو بھی خیال رکھنا چاہیے اگر میرا غصہ موقع پر ہوتا ہے گو یقین نہ ہو میری اس صفائی سے کہ نہ اپنی برات کا دعوی نہ طالب کو اعتراض کی اجازت یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں بحمد اللہ نہ متکبر ہوں اور نہ متواضع اور یہ سب بے تکلفی فیض ہے مشائخ چشتیہ کا۔ ان حضرات میں نہایت سادگی ہے حتی کہ انھوں نے کسی مصلحت سے بھی کبھی ظاہری تصنع اختیار نہیں کیا چنانچہ نقشبندیہ حضرات فرماتے ہیں کہ شیخ کو تجمل (شان) سے رہنا چاہیے تاکہ مستفیدین پر ہیبت رہے اور ہیبت کے سبب کامل اتباع کریں اور ہمارے حضرات چشتیہ فرماتے ہیں کہ اپنے کو فنا کر دو مٹا دو۔ اگر رعب اور ہیبت نہ ہوگا تو ہم کوئی ٹھیکیدار نہیں۔ اگر محبت ہے تو سب کچھ ہے اتباع کامل بھی ہوگا ورنہ سب بیکار۔

ملفوظ ۳۸۴:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محدثین کا تو مذہب ہے کہ وہ بلا مزامیر کے سماع کو جائز سمجھتے ہیں اور جمہور صوفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ فقہاء اکثر نفس سماع سے بھی منع کرتے ہیں اور صوفیہ میں بہت شاذ بعض آلات کی بھی اجازت دیتے ہیں مگر خاص شرائط سے سب کا اتفاق ہے۔

ملفوظ ۳۸۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ باطن میں جو نور مدرک ہو مگر وہ غیر مشروع کی طرف لے جائے وہ نور نہیں نار ہے اور وہ نار عشق بھی نہ کہلائے گی بلکہ نار جہنم ہے اس ہی لئے ضرورت ہے کہ جو شیخ محدث بھی ہو فقیہ بھی ہو صوفی بھی ہو اس کی صحبت اور اتباع اختیار کرنا چاہیے ورنہ غلطی کا سخت اندیشہ ہے۔ یہ بڑا ہی نازک راستہ ہے قدم قدم پر خطرات ہیں۔

ملفوظ ۳۸۶:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب[1] میں رزق کے عموم میں علوم بھی داخل ہیں تقوی سے ان میں بھی ترقی ہوتی ہے

ملفوظ ۳۸۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امور اجتہادیہ میں بزرگان سلف سے بھی بعض فروگذاشتیں ہو سکتی ہیں لیکن ان کا اصل مسلک اور قصد اتباع سنت ہی تھا۔ جہلا معترضین خواہ مخواہ ان کو متہم کرتے ہیں اور یہ مرض بدگمانی کا زیادہ تر گستاخ غیر مقلدین میں ہے ان کا ہر وقت یہی مشغلہ ہے

---

[1] اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالی اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتے ہیں اور اسکو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتے ہیں جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

۱۲ صفر المظفر ۱۳۵۱ ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۲۸۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ برکت کے معنی یہ نہیں جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تدابیر کی بھی ضرورت نہیں رہتی مثلاً کسی وظیفہ سے بلا نکاح اولاد ہو جاوے۔ برکت کی حقیقت یہ ہے کہ تدبیر میں زیادہ اثر ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص نکاح کرے اولاد کے واسطے تو نکاح کے بعد اگر وظیفہ پڑھے تو اس سے نکاح میں زیادہ اثر ہو جائے گا۔

ملفوظ ۲۸۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ حالت جوش میں ترک اسباب کی طرف بہت جلد راغب ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ ایک کیفیت ہوتی ہے جسکے زوال کے بعد اندیشہ پریشانی کا ہے اس واسطے بزرگوں نے منع کیا ہے کہ اس میں جلدی نہ کرنی چاہیے کیا معلوم کہ وہ حالت راسخ ہے یا نہیں الہ آباد میں ایک شخص تھے وہ اپنی ملک سے کتابیں نکالنا چاہتے تھے اُن حضرت کو میں نے منع کیا اُس وقت اُن پر ایک حالت تھی جو چند روز میں فرو ہو گئی۔ اُس وقت وہ میری رائے کے ممنون ہوئے ایسی حالت کا کیا اعتبار خود مجھ پر ایک حالت آئی جس میں موت کو ترجیح دیتا تھا زندگی پر جس کا سبب ایک اور بزرگ کی تعلیم پر عمل تھا میں نے حضرت کو لکھا حضرت کا جواب آیا کہ جب تک یہ خادم تمہارا زندہ ہے کیوں کسی کی طرف توجہ کرتے ہو اطمینان سے کام میں لگے رہو۔

ملفوظ ۲۹۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ الحمد للہ مجھ کو گنہگاروں پر بجائے تحقیر کے رحم آتا ہے جیسے بیمار پر رحم آتا ہے۔

ملفوظ ۲۹۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ اگر باپ بیٹے دونوں ساتھ ملنے آئیں تو باپ کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کرتا جس سے بیٹے کی نظر میں اُس کی سُبکی ہو میں ایسی باتوں کا بہت خیال رکھتا ہوں۔

ملفوظ ۲۹۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ طالب کو اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ شیخ کو اسکے کسی قول یا فعل سے گرانی نہ ہو ورنہ محروم رہے گا کیونکہ اس طریق میں نفع کا مدار زیادہ مناسبت اور بشاشت پر ہے۔

ملفوظ ۳۹۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں آنے والوں کی دلشوئی (قلب کو دھونا) کرتا ہوں اور دوسرے مشائخ دلجوئی کرتے ہیں جسکو دلشوئی مقصود ہو وہ میرے پاس آئے ورنہ اور کہیں جائے بہت پیر ہیں اور کسی کا یہ وہم کہ دوسری جگہ نفع نہ ہوگا محض باطل ہے۔ یہ تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان ہے اُن سے بھاگ کر کہاں جاوے البتہ اگر خدانخواستہ کوئی اور جگہ نہ ہوتی تو میں اپنا طرز بدل دیتا۔ اب مجھ سے بہتر کام کرنیوالے موجود ہیں وہاں جا سکتے ہیں۔

ملفوظ ۳۹۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یوں تو مطلق تعلق بھی اہل اللہ کے ساتھ مفید ہے مگر اصل چیز فائدہ کی ان کی تعلیم کا اتباع ہے عادت اللہ بھی ہے کہ صحیح تعلیم ہی پر عمل کرنے سے کامیابی ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ حق تعالیٰ کسی کے عقیدہ پر بدون مجاہدہ ثمرہ مرتب فرما دیں اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لوگ خود ثمرہ ہی کے طالب نہیں اس لئے اُس کے طرق سے گھبراتے ہیں اور وہ ثمرہ حسب عادۃ اللہ بغیر اس طریق کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے مجھ کو ان طرق کا اہتمام ہے یہ ہے وجہ اختلاف کی مجھ میں اور عام طالبین میں۔ اب یہ دیکھ کر میں ہی اپنا طرز بدل دوں گا اور احتساب کی صورت ہی چھوڑ دوں گا۔ اگر کسی کو وہ ثمرہ ہی مقصود نہ ہو تو میں فضول کیوں اتنی کنج دکاؤ کروں۔ میرا اس طرز کا دارومدار اس ثمرہ کے قصد پر ہے اگر اُس ثمرہ سے قطع نظر کر لی جائے پھر کچھ بھی نہیں۔ الحمدللہ فطری طور میرا مزاج سخت نہیں۔ میں جب چاہوں گا اس طرز احتساب کو چھوڑ دوں گا میں تو اپنے اس طرز کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ میری بداخلاقی کا منشاء خوش اخلاقی ہے یعنی شفقت سے چاہتا ہوں کہ طالب کو وہ ثمرہ حاصل ہو۔ یہ شفقت ظاہر ہے کہ خوش خلقی ہے جب وہ اس کی بے قدری کرتا ہے اُس وقت ناگواری ہوتی ہے اس ناگواری کا اظہار بدخلقی ہے تو بدخلقی کا منشاء خوش خلقی ہوا اور اخیر بات یہ ہے کہ جس کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ آئے کیوں میں نے کسی کو دعوت نہیں دی کوئی اشتہار نہیں دیا اس پر بھی اگر آتے ہیں تو جو ہمارا مسلک اور طرز ہے اُس کا اتباع کرد یہاں آنیوالوں کو اس کا استحضار کر کے آنا چاہیئے ؎

یا مکن با پیلبانان دوستی ۔۔۔ یا بنا کن خانہ برانداز پیل
یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی ۔۔۔ یا فرو شو جامۂ تقوی بہ نیل

ملہ یا تو ہاتھی والے سے دوستی مت کرو یا ایسا گھر بناؤ جس میں ہاتھی آسکے۔ یا تو عاشقی کا رنگ اپنے اندر مت پیدا کرو یا پھر تقوی (ظاہری) کو خیرباد کہو ۱۲

یہاں تو جیسے معاصی پر روک ٹوک ہوتی ہے ویسے ہی بد تہذیبی پر بھی ہوتی ہے اس حالت میں ہرکہ خواہد گو
بیاؤ ہرکہ خواہد گو برو (جس کا دل چاہے آوے اور جس کا دل چاہے جاوے)

۱۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۲۹۵:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھ کو تو تمہاری ان نالائق حرکتوں سے اذیت ہوتی ہی ہے جس کو میں تو یہ سمجھ کر برداشت کر سکتا ہوں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اصلاح کے لئے اذیتیں سہتے تھے ہم تو کیا چیز ہیں ہماری ہستی اور وجود ہی کیا ہے سو میں تو اپنے دل کو اس طرح سمجھا سکتا ہوں لیکن اس میں آپ لوگوں کا تو ضرر ہے اس کے متعلق آپ نے کیا تسلی سوچی ہے اگر آپ ایذا رسانی نہ دیتے اور یہاں بیٹھتے تو مفید مفید باتیں سنتے اُن سے نفع ہوتا جو اصل مقصود ہے مجالست و مصاحبت سے رہا برکت کا خیال اور مجالست سے اس کا قصد سو اگر خواجہ معین الدین قطب الدین بختیار کاکی رح بابا فرید گنج شکر رح یہ سب بھی جمع ہو جائیں تو اتنی برکت نہ ہوگی جتنی قرآن شریف سے برکت ہوگی اور میں بیچارہ تو کس شمار میں ہوں اس لئے کہ آدمی تو گوشت اور پوست اور قاذورات کا مجموعہ ہے قرآن شریف تو نور ہی نور بلکہ نور علیٰ نور ہے سو ایک قرآن مجید آٹھ آنہ بارہ آنہ میں خرید لو برکت حاصل ہو جاوے گی۔ سو برکت اور چیز ہے اصلاح اور چیز ہے لوگوں کو اس کا اہتمام نہیں اور مجھ کو اس کا اہتمام ہے یہ حاصل ہے میرے اور عام لوگوں کے اختلاف کا مگر اس تجربہ کے بعد اب میں بھی اس طرز کو غالباً چھوڑ دوں کیونکہ جب کوئی نفع نہیں تو کیوں تو خود اذیتیں اٹھاؤں اور کیوں دوسروں کو کلفت پہونچاؤں اور لوگوں کے عدم اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اہمیت اُنکی نظر میں نہیں چنانچہ لوگ عالم بننا چاہتے ہیں بزرگ بننا چاہتے ہیں مگر انسان بننا کوئی نہیں چاہتا مٹنا اور فنا ہونا کوئی نہیں چاہتا۔ ارے بندہ خدا کیوں اس طریق کو بھی بدنام کرتے ہو مدتوں کے بعد طریق زندہ ہوا ہے کیا پھر یہ چاہتے ہو کہ یہ مٹ جائے اور گم ہو جائے اور عوام کی شکایت ہی کیا اہل علم اس بلا میں مبتلا ہیں کہ اصلاح کی فکر نہیں جس کی بدولت علم کی جگہ جہل ہو گیا بزرگی کی جگہ فسق ہو گیا مدارس میں جا کر دیکھ لو کہ طالب علم اور اساتذہ کا کیا رنگ ہے نہ حدود ہیں نہ شائستگی اور نہ آدمیت رہ گئے ہیں کہ

مولوی ہو کر سب درست ہو جائیں گے۔ ارے نادانو! اور بگڑ جائیں گے اس وقت تو دوسروں کے مانعت ہیں جب ابھی ٹھیک نہ ہوئے تو آئندہ مختار ہو کر کیا امید ہے اس وقت تو کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکے گا کہ مولانا آپ سے یہ کوتاہی ہوئی یا آپ نے مسئلہ کے خلاف کیا درست ہونے کا تو یہی وقت ہے مگر ان باتوں کی طرف مطلق لوگوں کو خیال نہیں۔ اور علماء بیچارے کس شمار میں ہیں اکثر اُن کے بڑوں کی یہی حالت ہے۔ ایک شخص لکھے پڑھے ممتاز لوگوں میں سے یہاں پر معافی چاہنے کے لئے آئے میرے متعلق انھوں نے ایک تحریر میں تہذیب کے خلاف الفاظ قلمبند فرمائے تھے میں نے اُن سے پوچھا کہ معافی سے مقصود کیا ہے آیا عدم مواخذہ آخرت یا کچھ اور کہا کہ جی ہاں میں نے کہا کہ اس درجہ میں معاف ہے آپ سے نہ دنیا میں انتقام لیا جائیگا نہ آخرت میں بالکل بے فکر رہے رہ عفو بمعنی عدم الانتقام حاصل ہو گیا رہا رنج وہ اس معافی سے زائل نہیں ہوا مجھ کو آپ سے رنج تھا اور ہے اور رہیگا مجھ کو انقباض تھا اور ہے اور رہے گا مجھ کو شکایت تھی اور ہے اور رہے گی اس پر کہا کہ اس کا کوئی حرج نہیں۔ دیکھئے یہ محبت ہے نہ معلوم پھر دعویٰ ہی کیوں کرتے ہیں محبت کا اور کس بناء پر معافی چاہنے آئے تھے، یہ حالت تو ان کی ہے جو اصلاح شدہ اور سنورے ہوئے کہلاتے ہیں معلوم نہیں ان کے بگڑے ہوئے کیا کچھ ہوں گے۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں کایا پلٹ ہو گئی۔ افسوس ہوتا ہے اب اپنے بزرگوں کا رنگ ہی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

ملفوظ ۲۹۶: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے سلاطین حضرات اہل اللہ سے مشورہ لیتے تھے کیونکہ ان حضرات کے قلوب نورانی ہوتے ہیں اس لئے ان کو زیادہ تجربوں کی ضرورت نہیں اُسی نورانیت سے سیاست اور ملکی امور میں اُن کا مشورہ مفید ہوتا تھا اور اب تو بجائے مشورہ کے یہ کلیہ طے کر لیا گیا ہے کہ یہ لوگ جو کہیں اُس کے خلاف کرنا چاہیے، کیونکہ یہ لوگ بے وقوف ہوتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ان سے تعلق ہوا اور نکمے ہوئے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوا اور بیکار ہوئے۔ نعوذ باللہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ معلوم بھی ہے کہ بدون تعلق مع اللہ کسی چیز میں اور کسی کام میں بھی خیر و برکت نہ ہو گی لگا لو ایڑی سے چوٹی تک کا زور تجربہ کر کے دیکھ لیا اور دیکھ لو کہ اس کے ترک سے تمام راستے فلاح اور بہبود کے چہار طرف سے بند نظر آتے ہیں خیر کا نام و نشان نہیں انہوں ہی کی بدولت نحوست مسلمانوں کے گلوگیر ہو رہی ہے۔

ملفوظ ۲۹۷: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسکو مقصود حضرت حق ہوں، اس کو فضول خرافات اور قصوں جھگڑوں کی کہاں فرصت یہ تو اُن ہی کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں دوسروں کی فکر تو

وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو۔

ملفوظ ۲۹۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھ کو اپنا ہم رنگ سمجھتا ہے مگر میں سب رنگوں سے علیحدہ ہوں۔ اور اس پر ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ پانی میں کوئی رنگ نہیں ہوتا مگر جس رنگ کے شیشہ میں بھر دو اس کا ہم رنگ نظر آتا ہے اور فروع اختلافیہ اجتہادیہ کے باب میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی اپنی تحقیق ہے دنیا مقصود نہ ہو تو رفع مقصود نہ ہو تو لڑو جھگڑو نہیں نیت اچھی ہو اخلاص ہو کیسا حکیمانہ فیصلہ ہے۔

ملفوظ ۲۹۹:- ایک صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق کا مدار زیادہ تر ادب پر ہے ریاضت نہ ہو مجاہدہ نہ ہو مگر کم از کم ادب تو ہو اور ادب تعظیم و تکریم دست بوسی جھک کر سلام کرنے اور پچھلے پیروں ہٹنے کا نام نہیں ہے۔ ادب حقیقی یہ ہے کہ اپنے سے کسی کو اذیت نہ پہنچے تکلیف نہ پہنچے۔

ملفوظ ۳۰۰:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بے ہودہ ہیں جو عورتوں کیلئے عرفی زرق کو کمال سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے تو عورتوں کی یہ صفات بیان کی ہیں فرماتے ہیں انّ الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المؤمنٰتِ[1] اس میں غافلات کو مدح میں فرمایا ہے کہ جن چیزوں سے اس کا تعلق نہیں اس کی خبر بھی نہ ہونا چاہئے چنانچہ محصنات عفیفات کو غیر مردوں کا خطرہ بھی ذہن میں نہیں آتا اسی باب میں ان کا یہ مذہب ہوتا ہے ؎

دلآ[2] رامے کہ داری دل درو بند　　　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

پس اصلی زیور عورت کا عفت ہے خواہ سلیقہ میں کچھ کمی ہی ہو اسی کو فرماتے ہیں فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللّٰہ فیہ خیراً کثیراً اکثر بھولی عورتوں میں ایک ایسی خوبی ہوتی ہے جو بعض اوقات عاقلہ اور عالمہ میں بھی نہیں ہوتی اور وہ عفیف ہوتا ہے۔

ملفوظ ۳۰۱:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ان جدید تعلیم یافتوں کو ہندوؤں کی اور انگریزوں کی تجویزیں تو پسند ان کے تو دل سے معتقد اور مقلد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی وقعت نہیں محض کورے مغز بد فہم اور خود انکے یہ امام (یعنی انگریز وغیرہ)

---

[1] جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں اور ایسی باتوں کے کرنے سے بالکل بے خبر ہیں اور ایمان والیاں ہیں۔ [2] جو محبوب حاصل ہے اسی سے دل لگاؤ اور سارے عالم کی طرف سے آنکھیں بند کرلو ۱۲

لاکھوں تجربوں اور مشاہدات کی بنار پر احکام اسلام کے محاسن کے قائل ہوتے جاتے ہیں یورپ میں ایک بہت بڑا فلاسفر وضو کے حکم اور اسرار بیان کرکے کہتا ہے کہ قربان جائیے اس نبی کے جس نے اپنی امت کو ایسی چیز کی تعلیم کی۔

۱۴ رصفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۴۰۲:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شریعت طریقت کے اتحاد سے یہ مراد نہیں کہ دونوں من کل الوجوہ عین ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں تضاد و تنافی نہیں جیسے مثلاً ایک صلوٰۃ ہے ایک زکوٰۃ ہے ان کے مسائل کل الگ الگ ہیں ان میں اتحاد بمعنی عینیت نہیں مگر تنافی اور تضاد بھی نہیں کہ کتاب الصلوٰۃ میں جس چیز کو حلال کہا کتاب الزکوٰۃ میں اسکو حرام کہا ہو۔

ملفوظ ۴۰۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ کو دوسروں کے معاملات میں پڑنے سے طبعی نفرت ہے۔ اور لوگوں کیا ہوگا بھائی اکبر علی مرحوم سے زیادہ تعلق دنیا کے اعتبار سے اور کس کے ساتھ ہو سکتا تھا اس لئے کہ حقیقی بھائی تھے مگر میں ان کے معاملات میں بھی کسی قسم کا دخیل نہ تھا اُن کی لڑکیوں کے رشتوں کے متعلق میرے پاس خطوط آئے تھے میں جواب میں لکھدیتا تھا کہ مجھ کو ان قصوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ شعر لکھدیتا تھا ؎

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم ۔ دستار نداریم غم پیچ نداریم[1]

ملفوظ ۴۰۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورت کو بدون مشورہ مرد کے کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے یہ حدیث نسائی میں ہے کہ اگر عورت اپنا مال بھی صرف کرے وہ بھی بدون اجازت زوج کے نہ کرے

ملفوظ ۴۰۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کی تعلیم اور تہذیب کا یہ اثر ہے کہ امریکہ میں ایسے تعلیم یافتہ لوگ اہل تو لد کے بچوں لڑکوں کو پکڑ کر چھپا دیتے ہیں اور گمنام اطلاع

---

[1] میرے پاس کچھ نہیں ہے تو ہم کو کسی چیز کی بھی فکر نہیں، نہ پگڑی ہے نہ اس کو باندھنے کی فکر ۱۲۔

کر دیتے ہیں کہ اتنا ہزار روپیہ فلاں جگہ رکھ دیا ہے بچوں کو چھوڑ دیا جائے گا ورنہ ضائع کر دیا جائے گا۔ حضرت کوئی ترقی جب تک وحی کے ماتحت نہ ہو پُر امن نہیں ہو سکتی۔

ملفوظ ۳۰۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بیّن (ظاہر) طور پر ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے کہ رزق میں کوئی تدبیر کافی مؤثر نہیں۔ ایک ہی تدبیر دو شخص کرتے ہیں ایک کامیاب ہوتا ہے دوسرا ناکام ایک ہی سامان کی دو دو دکانیں پاس پاس ہیں ایک چلتی ہے دوسری نہیں چلتی۔ پس نہ اس کے ہونے پر ناز چاہیئے اور نہ اس کے نہ ہونے پر مایوس ہونا چاہیئے۔ فقہاء نے اس راز کو خوب سمجھا ہے افلاس کی حالت میں افلاس کا حکم نہیں کیا کما ذکروہ فی باب الحجۃ بالدین اور غنا کی حالت میں غنی کو رزق قاضی نہ لینے کی اجازت نہیں دی اور تصریح فرمائی ہے کہ اگر قاضی کو مالی وسعت ہو اور بیت المال سے کچھ ملے تو لیلے انکار نہ کرے اس لیئے کہ بعد میں اگر قاضی کا تقرر ہو گا اور اس میں وسعت نہ ہوئی تو پھر بند ہونے کے بعد کھلنا مشکل ہوتا ہے نیز اس وسعت والے ہی کا وسعت پر کیا اختیار ہے اگر وسعت نہ رہی تو پھر مشکل پڑے گی۔

ملفوظ ۳۰۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں کوئی عبادت کو کوئی تقویٰ کو مگر محققین سب سے بڑا کمال اس کو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیش نظر رکھے۔

ملفوظ ۳۰۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ان نئی چیزوں میں اکثر میں نور نہیں بلکہ ظلمت محسوس ہوتی ہے اب یہ تحریکات حاضرہ ہی ہیں ان کے سوچنے سے قلب پر ظلمت اور کدورت معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ اصولِ اسلام اور احکامِ اسلام پر اس کی بنیاد نہیں اس لیئے اس میں ظلمت ہے۔

ملفوظ ۳۰۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جن میں باطنی کیفیت نہیں اُن کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں خلوص جس کا نام ہے وہ بدون اہل اللہ کے جوتیاں سیدھی کیئے ہوئے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

ملفوظ ۳۱۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے تعلیم یافتہ محض نام کے ہوتے ہیں قابلیت خاک بھی پیدا نہیں ہوتی۔ سمجھتے تک بھی نہیں۔ ایک مقام پر مولانا انور شاہ صاحب کا بیان ہوا کم لیاقت لوگوں کی سمجھ میں تو آیا نہیں۔ اُس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس بیان سے نفع ہی کیا ہوا، جب سامعین سمجھے ہی نہیں۔ میں نے سُنکر اپنے ایک بیان میں کہا کہ شاہ صاحب کے

بیان سے سننے والوں کو اپنے جہل کا تو علم ہو گیا، اور لیاقت و ذہانت کا دعویٰ تو فنا ہو گیا یہ کیا نفع نہیں۔

ملفوظ ۴۱۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صحابہؓ کا یہ ایک عمل کہ ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اتنا بڑا ہے کہ تمام اقطاب ابدال اتقیاء، غباد کے اعمال ایک طرف اور اُن کا یہ عمل ایک طرف۔

ملفوظ ۴۱۲:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں پہلے سے نرمی کا برتاؤ کر رہا تھا ایک نہ سنی اب سختی کی گئی تو آنکھیں کھل گئیں اب جو لوگ اعتراض کرتے ہیں وہ اس منظر کو دیکھ کر فیصلہ دیں میں کیا کروں سختی ہی سے لوگ مانتے ہیں نرمی سے مانتے ہی نہیں اور اگر اب بھی اعتراض ہے تو میں کسی کو بلانے نہیں جاتا لوگ خود آتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں نہ آئیں اگر میرا طرز پسند نہیں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی　　جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

ملفوظ ۴۱۳:- تجدید بیعت کے متعلق ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر شیخ سابق متبع سنت تھے تب تو انکی بیعت مع اپنی برکت کے ویسی ہی باقی ہے پھر ضرورت نہیں تجدید بیعت کی۔ اور اگر متبع سنت نہ تھے تو وہ بیعت ہی صحیح نہیں ہوئی۔ اب جہاں چاہے اور جس سے چاہے بیعت کر لی جائے مگر اس کے ساتھ ہی شیخ سابق کے متعلق اس کا لحاظ رہے واھجرھم ھجرا جمیلاً یعنی ہجر تو ہو مگر جمیل یعنی شیخ سابق کی بیعت فسخ کرنے کے بعد بھی اُس کے ساتھ گستاخی نہ کرے اس تجدید میں میرا یہ بھی معمول ہے کہ میں گستاخی کو منع کر دیتا ہوں۔

۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۴۱۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ جو کسی سے شکایت پیدا ہوتی ہے وہ اپنی تحقیق سے ہوتی ہے کسی کے اثر سے نہیں ہوتی۔ بعض لوگ احباب میں سے دوسروں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ اُن کے اس معاملہ سے یہ فاسد غرض ہے مگر الحمد للہ میں کبھی اس سے

اثر نہیں لیتا حسن ظن اس قدر عطا ہوا ہے کہ روایت سے کبھی سوءِ ظن ہوتا ہی نہیں یہ بھی میرا ایک معمول ہے۔

ملفوظ ۴۱۵: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے سیرت میں ایک قائد غیر مسلم کی مدح لکھی ہے وہ کتاب میرے پاس بھی بھیجی، میں نے لکھدیا کہ میں ایسی کتاب اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جس میں روح سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح کی گئی ہو آج کل ہر شخص مصنف بن بیٹھا ہے آزادی کا زمانہ ہے مگر میں نے حقیقت کو ظاہر کر دیا یہ ایک ضروری چیز ہے کہ حقیقت ظاہر ہونا چاہیے پھر خواہ کوئی اس طرف جائے خواہ اس طرف انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا[1]۔ دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں البتہ جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں کہنے کی بھی ضرورت نہیں اور اگر تبلیغ نہیں ہوئی تو کہنا واجب ہے اور تبلیغ وہاں کرنی چاہیے۔ اب یہ صاحب یہاں پر آئے ہیں اُس میرے لکھدینے پر لکھا تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایسا لکھا گیا ہے۔

۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۴۱۶: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مہر کے کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمام برادری جمع ہو کر اُس کو کم کردے ورنہ مقدار متعارف لڑکی کا حق ہے ولی کم کر کے اُس کا نقصان کرتا ہے جس کا اس کو حق نہیں۔ عرض کیا کہ یہ سنا ہے کہ تیس روپیہ سے کم مہر نہ ہو فرمایا کہ غلط ہے دس درہم سے کم نہ ہو میں نے حساب لگایا تھا ایک درہم چار آنہ چار پائی کا ہوتا ہے تو دس درہم قریب پونے تین روپیہ کے ہوتے ہیں اس سے کم مہر نہ ہونا چاہیے۔

ملفوظ ۴۱۷: ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اپنی اصلاح چاہتے تھے میں نے لکھا کہ تم اُن عیوب کو بیان کرو میں اصلاح کا طریقہ بتا دوں گا لکھا کہ میری سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ میرے اندر کیا عیب ہے۔ میں نے لکھا کہ تبلیغ دین کا مطالعہ کرو آج خط آیا ہے

[1] ہم نے اسکو بھلائی برائی پر مطلع کر کے راستہ بتلایا۔ پھر یا تو وہ شکر گذار (مومن) ہو گیا یا ناشکر گذار (کافر) ہو گیا ۱۲۔

لکھا ہے کہ تبلیغ دین کو پڑھا چند عیوب اپنے اندر سمجھ میں آئے فرمایا کہ جب طلب ہوتی ہے راہ نکل ہی آتی ہے اور انھوں نے تو یہی لکھا تھا کہ سمجھ میں نہیں آتا ایک شخص نے تو یہ لکھا تھا کہ میرے اندر کوئی عیب ہی نہیں۔ ارے بندۂ خدا یہی کیا تھوڑا عیب ہے کہ اپنے اندر کوئی عیب ہی نہیں بتلاتا اگر حقیقت معلوم ہو جائے تو یہ کہنے لگے کہ میں سر تا پا عیوب ہی میں غرقاب ہوں حقیقت سے بے خبری ہے اس وجہ سے اپنے کو عیوب سے پاک ہونے کا خیال ہے پہلے تو اب میں لکھا تھا کہ کوئی عیب ہی نہیں تو بات بے فکر رہو اصلاح ہی کی ضرورت نہیں۔

ملفوظ ۴۱۸:- ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ایک شخص شغل و ذکر میں مشغول ہے مگر غیر مقصود کی طرف مشاغل کا خیال آتا ہے تو کیا یہ مذموم ہے فرمایا کہ اگر وہ غیر اختیاری ہے تو کچھ بھی مذموم نہیں محمود اور مذموم ہونے کا مدار اختیاری اور غیر اختیاری ہونے پر ہے اگر غیر اختیاری ہے تو مذموم نہیں اور اگر اختیاری ہے تو مذموم ہے۔

ملفوظ ۴۱۹:- ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی. دریافت فرمایا کہ کیا کام کرتے ہو کچھ لکھے پڑھے بھی ہو یا نہیں عرض کیا کہ کتابیں دیکھتا ہوں فرمایا کہ کتاب دیکھنے کو میں نہیں کہہ رہا ہوں جو سوال ہے اس کا جواب دینا چاہیے خیر اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لکھ پڑھ لیتے ہو اچھا اس کے متعلق خط و کتابت وطن سے کرنا خط و کتابت سے آپ کے خاص حالات معلوم ہوں گے ان حالات پر خاص تعلیم ہوگی اس پر عمل کر کے دیکھنا کہ پہلے حالات میں کچھ فرق ہوا یا نہیں اس کے بعد اگر بیعت کی درخواست کی جائے تو مضائقہ نہیں جلدی کرنے میں کبھی دھوکہ ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۴۲۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل بدعت میں بدعت شدت محبت اور قلت فہم سے پیدا ہوتی تھی پہلے جو بدعتی ہوتے تھے وہ اللہ اللہ کرنے والے ہوتے تھے مگر محبت کی زیادتی اور فہم کی کمی سے بدعت میں مبتلا ہو جاتے تھے جس سے ان کی نیت کا اچھا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۴۲۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل سیاست سیاست گاتے پھرتے ہیں کیا آجکل کی سیاست ہے

اس کا بھی نور فہم ہی سے تعلق ہے اور یہ بدون وحی کے اتباع کے میسر نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب تجویز فرمائی تھی آجکل کے تمام مدبرین اور عقلاء سر رگڑ کر مر جائیں وہ ذہن میں آ ہی نہیں سکتی۔ یعنی یہ حکم دیا تھا کہ بازار میں صرف وہ لوگ تجارت کریں جو احکام فقہیہ سے واقف ہوں۔ اس تجویز سے تمام لوگ مسائل سے واقف ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے تمام ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا۔ تمدن بھی کوئی ان ہی حضرات سے سیکھ لے۔

ملفوظ ۴۲۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غلطی تو اپنے بزرگوں کی بھی پکڑنا چاہئے مگر ادب کے ساتھ اور یہ فہیم ہی آدمی کر سکتا ہے۔

ملفوظ ۴۲۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں بہت قوت کے ساتھ کہ آدمی اپنے اوپر بھی اعتماد نہ کرے مراد یہ ہے کہ نفس کسی وقت میں فرشتہ ہے اور کسی وقت میں شیطان۔

ملفوظ ۴۲۴:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص یہاں پر آتا ہے اُس سے اول کہا جاتا ہے کہ نہ کسی سے دوستی کرو نہ دشمنی جو ایسا کرتے ہیں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں اور جو دوستی وغیرہ میں پھنس جاتے ہیں وہ محروم جاتے ہیں۔

ملفوظ ۴۲۵:- ایک خط کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ نہایت ہی شکستہ لکھا ہے پڑھنے میں بھی تکلف ہوا۔ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو دو چیزوں سے خاص نفرت ہے ایک شکستہ خط سے اور ایک غیر مانوس لغات سے یعنی تقریر میں ایسے لغت بولنے سے اور وجہ ظاہر ہے کہ تقریر اور تحریر سمجھانے کے واسطے ہے جب یہ مقصود حاصل نہ ہوا تو نتیجہ کیا

ملفوظ ۴۲۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کی شان ہی جُدا ہوتی ہے فلاں شہر میں میرا قیام تھا باہر سے ایک اور عالم آگئے وہ عالم ہم سے عقائد میں اختلاف رکھتے تھے جمعہ کا دن تھا وہ عالم منبر کے پاس مصلے کے قریب بیٹھے تھے۔ امام اُن کے معتقد تھے میں ذرا فاصلہ سے بیٹھا تھا اب جماعت کا وقت آیا امام نے اُن صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں (لوگوں کا خیال اسکے مخالف تھا کہ میں نماز پڑھاؤں) ایک تحصیلدار صاحب کو عوام کے اس خیال کی اطلاع تھی اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں میں نے باواز بلند کہا کہ مجھ کو امام کی اجازت نہیں۔ یہ میں نے اس لئے کہا کہ وہ امام سُنکر شاید اجازت دیدیں کیونکہ وہ عالم غیر مقلد تھے اور وہ منبر کے قریب پہونچ چکے تھے۔ امام تو کچھ بولے نہیں مگر ان تحصیلدار صاحب نے ایکدم بڑی بے تکلفی سے میری بغلوں میں ہاتھ دیکر مجھ کو کھڑا کر دیا کہ آپ نماز پڑھائیں میں کھڑا ہو گیا بعد یہ خیال کیا کہ اب نماز نہ پڑھانے میں اندیشہ فتنہ کا ہے۔ میں نے خطبہ اور نماز پڑھائی وہ مولوی صاحب بیچارے اپنی جگہ

پرجا بیٹھے۔ کلام اس پر تھا کہ علم کی شان ہی اور ہوتی ہے۔ یہ تحصیلدار صاحب عالم تھے اس لئے علمی مناسبت سے بے تکلف بغلوں میں ہاتھ دیکر مجھ کو کھڑا کر دیا اسی طرح شاہجہانپور میں ایک کورٹ انسپکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی بظاہر اُنکی وضع خلافِ ثقافت تھی مگر انکی طرف میرے دل کو کشش ہوتی تھی میں متعجب تھا کہ کیوں کشش ہوتی ہے معلوم ہوا کہ عالم ہیں کتنا ہی بڑا آدمی ہو مگر عالم ہو اُس میں بے تکلفی اور تواضع ضرور ہوگی۔

ملفوظ ۴۲۷: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر ایک مولوی صاحب آئے تھے نیک نیت آدمی ہیں مجھ سے کہنے لگے کہ فلاں غیر مسلم قائد میں ایسی کیا بات ہے کہ ہندو سب اس کی اقتدا کرتے ہیں میں نے کہا کہ جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے اُس کے لوگ پہلے سے طالب ہیں یعنی دُنیا، تو حقیقت میں یہ اُس کا اتباع یا اقتدا نہیں اپنی خواہش اور غرض کا اتباع اور اقتدا ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ وہ اس دنیا سے منع کر کے دیکھے تو معلوم ہو جائے گا کہ پھر کون اقتدا اور اتباع کرتا ہے سمجھ گئے بہت خوش ہوئے اور یہ کہا کہ بالکل ٹھیک ہے یہی بات ہے جو سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ پھر کہنے لگے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسی ہستی نہیں کہ سب مسلمان اس کی اقتدا کریں۔ میں نے کہا کہ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ کوئی ایسی ہستی نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے، جماعت میں ایک عالم فاضل موجود مگر لوگ بلا جماعت نماز پڑھ رہے ہیں۔ اب اگر اُس عالم فاضل امام سے سوال کیا جائے کہ یہ تمہارے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے تو وہ یہی کہے گا کہ مجھ کو کیا معلوم یہ تو نماز نہ پڑھنے والوں سے سوال کیا جاوے کہ میرے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر مسلمانوں میں کوئی اہل نہیں تو وہ کمی کی بات تحقیق کر کے بتلائی جاوے تاکہ کوئی اُس کو اپنے اندر پیدا کرے بشرطیکہ پیدا کرنے کی ہو اور اگر ایسے ان میں تو مجھ سے مسلمانوں سے پوچھیے کہ اُس کی اقتدا کیوں نہیں کرتے اس پر خاموش ہو گئے۔

ملفوظ ۴۲۸: ایک بہت طویل خط آیا جس میں کسی معاملہ میں مشورہ چاہا تھا اور لکھا تھا کہ اپنے قلب سے مشورہ فرما کر لکھیں۔ جواب میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرا اور قلب کا یہی مشورہ ٹھہرا ہے کہ دعا کی جاوے سو دل سے دعا کرتا ہوں کہ جو مصلحت ہو آپ کے قلب میں آجاوے۔

ملفوظ ۴۲۹: ایک صاحب نے دینی استفتا پیش کیا دریافت فرمایا کہ جواب کی کب ضرورت ہے عرض کیا کہ ابھی کی حیثیت فرمایا کہ اتنی جلدی تو یہ کام نہیں ہو سکتا بعض اوقات کتاب دیکھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے بعض مرتبہ تلاش میں دیر لگ جاتی ہے تلاش سے تو میں نہیں گھبراتا کیونکہ ایک مسلمان کی خدمت ہے مگر تلاش کے لیے کچھ وقت کی بھی تو ضرورت ہے عرض کیا کہ بہت اچھا فرمایا کہ اب یہ تلاش کر کے تمہارے پاس کس طرح پہنچے گا۔ عرض کیا کہ میں خود آکر لیجاؤں گا۔ فرمایا کہ ممکن ہے کہ آج ہی تیار ہو جائے تو اسکو امانت رکھنے کا ایک مستقل کام ہے اور میں کثرتِ مشاغل سے بھول بھی جاتا ہوں۔ عرض کیا کہ

بذریعہ ڈاک روانہ فرمادیں فرمایا کہ ماشاء اللہ یہ بات بھی کام کی بہت اچھا اب یہ کیجئے کہ ایک لفافہ خرید کر اور اپنا پورا پتہ لکھ کر مجھ کو دیدیجئے، جس وقت بھی فتویٰ تیار ہو جائے گا روانہ کردوں گا. اصول سے کام کرنے میں راحت ہی راحت ہے میں کام سے نہیں گھبراتا نہ اکتا رہے چاہتا یہ ہوں کہ ہر کام اصول کے ماتحت ہو. میں الہ آباد ایک مرتبہ گیا ہوا تھا تو تعویذوں کی فرمائش ایسے وقت ہوئی کہ وہ عین چلنے کا وقت تھا میں نے کہا اس کی صورت یہ ہے کہ کاغذ قلم دوات اسٹیشن پر ساتھ لے چلو میں ریل میں بیٹھ کر لکھوں گا اور جب گاڑی چلنے لگی کاغذ قلم دوات واپس کر کے میں بھی چلدوں گا. چنانچہ ریل میں بیٹھا ہوا لکھتا رہا جب ریل چلی قلم دوات حوالہ کر کے روانہ ہو گیا. تو اصول سے بڑی راحت ملتی ہے. آج کل یہی بات نہیں رہی اصول اور ضابطوں سے لوگ گھبراتے ہیں اور میں بے اصول اور بے قاعدہ باتوں سے گھبراتا ہوں کیونکہ دوسروں کے کام کے ساتھ اپنی بھی کچھ مصلحتیں ہیں آرام بھی ہے کوئی کام بھی ہے کس طرح پابند ہو جاؤں دوسروں کا.

ملفوظ:- نمبر ۲۳۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ خلوت کی حفاظت کیلئے کواڑ بند کر کے بیٹھتے ہیں اور میں لڑ بھڑ کر جلوت ہی میں خلوت کی حفاظت کر لیتا ہوں. میں اس قسم کی حفاظت کو پسند نہیں کرتا اس لئے کہ بعض اہل حاجت کو فوری ضرورت ہوتی ہے تو اس وقت اس کو نظر آنا چاہئے. فوری حاجت کی مثال یاد آئی ایک مرتبہ غالباً نصف شب کا وقت تھا. پڑوس میں ایک مکان سے آواز آئی کراہنے کی برداشت نہ کر سکا اٹھ کر باہر آیا اس مکان کے دروازہ پر پہونچکر پوچھا معلوم ہوا کسی کے درد زہ ہو رہا ہے. مکان پر واپس آکر تعویذ لکھ کر لے گیا سو ضرورت کے وقت تو اگر کوئی آدھی رات بھی آواز دے ذرہ برابر گرانی نہیں ہوتی جان بھی حاضر ہے مگر طریقہ سے لیکن اگر کوئی کام مؤخر ہو سکتا ہے یا پہلے سے کہہ سکتا تھا مگر نہیں کہا اس کی رعایت کرنے کو جی نہیں چاہتا باقی ضرورت کے وقت کبھی تساہل نہیں کرتا.

ملفوظ:- نمبر ۲۳۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ بالکل اس کا خیال نہیں کرتے کہ ہمارے کسی کام سے کسی بات سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو. ایک شخص کو میں نے بالکل مسجد میں ہو کر پیچھے پیچھے چلنے سے منع کیا. ممکن ہے کہ آگے چلنے والے کے جوتہ میں کوئی کنکر وغیرہ آ جائے اس کو نکالنے کے لئے یا اور کسی ضرورت سے رکنا پڑے اور پیچھے چلنے والا بے فکری سے چلتا رہے اور اس طرح تصادم ہو جائے. اس پر ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک ڈپٹی صاحب آئے تھے میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا وہ کسی ضرورت سے رکے تو میں ان پر جا پہونچا وہ گرے میں ان کے اوپر گرا ان کے چوٹ آئی. فرمایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوتا ہے. وہ صاحب مراد آباد کے یہاں پر آئے تھے جو لوگ یہاں چارپائی بچھا کر طلباء ہوں یا ذاکرین لیٹتے ہوں یہ قاعدہ ہے کہ

نماز فجر سے قبل اٹھائے جاویں۔ ایک شخص نے نہیں اٹھائی میں نے مواخذہ کیا تو ان دو صاحبوں میں سے ایک صاحب نے دوسرے سے کہا کہ بڑی سختی ہے پھر وہ یہاں سے وطن کی واپسی کے ارادہ سے گئے۔ سہارنپور جامع مسجد میں نماز کیلئے گئے وہاں اطراف میں برآمدے بنے ہیں مغرب کے بعد کسی ضرورت سے وہاں گئے کسی قدر اندھیرا ہو گیا تھا اس برآمدہ میں ایک پلنگ بچھا ہوا تھا اس میں یہی معترض صاحب الجھ کر گرے تو کہنے لگے کہ لوگ بڑے نالائق ہیں یہ کوئی وقت ہے پلنگ بچھانے کا دوسرے صاحب نے کہا کہ دو ہی تھانہ بھون کا واقعہ یاد کرو تب کہا کہ بالکل ٹھیک ہے اب حکمت سمجھ میں آئی جب اپنے اوپر گذری۔

ملفوظ ۲۳۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کام کا ارادہ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اکثر اس میں سہولت پیدا فرما دیتے ہیں گاڑی نہیں اٹکتی سب کام ہو جاتے ہیں یہ ان کا فضل ہے احسان ہے۔

ملفوظ ۲۳۳: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فضول کلام لغو کلام عبث کلام سب ایک ہی ہیں اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے نورانیت فنا ہوتی ہے باطن کی استعداد برباد ہوتی ہے۔ اس استعداد کے ضعیف ہونے کو بعض احادیث میں موت قلب کہا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں ایک نور ہوتا ہے وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن ۔۔۔ گرچہ گفتارش بود در عدن[1]

ملفوظ ۲۳۴: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نری محبت اور عشق سے کام نہیں چلتا جیسے انجن کہ اس میں نری آگ ہونے سے کام نہیں چلتا انجن میں آگ تو رہے مگر یہ کبھی شرط ہے کہ اس کو پیچھے کو نہ لیجائے سیدھا آگے کو لیجائے اسی کے لئے صحبت کامل کی ضرورت ہے وہ اس فن کا ماہر ہوتا ہے مشتبہ مواقع میں حقیقت کو جانتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جس وقت فارس کے خزائن پیش کئے گئے تو آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کا ارشاد ہے زین للناس حب الشھوات الخ تو ان چیزوں کی محبت فطری ہے اے اللہ ہم اس کا ازالہ نہیں چاہتے اور اُن کا یہ قول بڑے عارف ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب یہ فطری ہے تو اس کے پیدا کرنے میں مصلحت ہے تو اُس کا ازالہ خلاف حکمت ہوگا اس لئے گو وہ نسبت رہے مگر اے اللہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ محبت آپ کی محبت میں معین ہو جاوے کتنے بڑے کام کی بات ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاق رذیلہ امور فطریہ ہیں

[1] دل (با مردت) زیادہ بولنے سے مُردہ ہو جاتا ہے اگرچہ بولنے والے کی گفتگو کیسی ہی اچھی ہو مثلاً خوشنما معلوم ہوتی ہے سب لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی ہوتی۔

ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں امالہ کی ضرورت ہے مثلاً بخل ہے تو یہ اپنی ذات میں مذموم نہیں اگر مصرف صحیح میں اس کا استعمال ہو تو محمود بھی ہے مثلاً کسی نے زکوٰۃ دینے میں بخل کیا تو یہ مذموم ہے اور اگر معصیت کیلئے کسی نے روپیہ مانگا اور اس کو نہ دیا تو یہ بھی لغۃً بخل ہی ہے مگر محمود ہے کیونکہ غیر مصرف میں صرف نہیں کیا۔

۲۶ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۴۳۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ توکل بھی تو تقویٰ ہی کی ایک فرد ہے اور مثل کلی کے اس جزئی کی مستقل فضیلت بھی آئی ہے چنانچہ جیسے یحب المتقین آیا ہے ایسے ہی یحب المتوکلین بھی آیا ہے یعنی جیسی محبت متقین کے ساتھ ہے ویسی ہی متوکلین کے ساتھ ہے تو اہل مدرسہ جیسے تقویٰ پر عمل کرتے ہیں ویسے ہی توکل پر عمل ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ غیرت دین کو مصلحت مدرسہ پر غالب رکھنا چاہئے۔ مدرسے سے بھی تو تحفظ دین ہی مقصود ہے خود فی نفسہ تو مدرسہ مقصود نہیں۔ ہاں مقصود کا معین ہے۔

ملفوظ ۴۳۶:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا ذہن سے عقل کو کوئی واسطہ نہیں فرمایا کہ عقل اور چیز ہے ذہانت اور چیز ہے بعضوں کا ذہن چلتا ہے مگر حقیقت کو نہیں پہونچتا یہ تو عقل کا کام ہے۔

ملفوظ ۴۳۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ علماء اکثر درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں مگر اس طرف توجہ نہیں کہ باطن کی اصلاح کریں گو درس و تدریس بھی بڑی عبادت ہے مگر اسکی بھی تو ضرورت ہے بلکہ خود درس و تدریس وغیرہ سب کچھ ان ہی اعمال مامور بہا کیلئے کرایا جاتا ہے۔

ملفوظ ۴۳۸:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے ساتھ صبر تحمل کرنا کمالات میں سے ہے مگر دوستوں کے ساتھ صبر و تحمل کرنا جب کہ اس سے ان کا دینی ضرر ہو عیوب میں سے ہے اس سے وہ جہل اور غلطی میں مبتلا رہیں گے اور اس غلطی میں مبتلا رہنے سے ان سے کدورت اور انقباض بھی پیدا ہوگا صورت دیکھتے ہی خیال ہوگا کہ پھر ستانے کو آئے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ دوستوں سے کبھی تحمل نہ کرے انکی غلطیوں پر متنبہ کر دینا ہی دوستی اور موجب بقاء تعلق ہوگا۔ اور یہ امور علم معاملات

میں سے ہیں یہ اسرار نہیں البتہ امور مکاشفہ اسرار ہیں اس لئے گر امور معاملہ کو چھپائے تو خیانت ہے. اور امور مکاشفہ کو اگر ساری عمر بھی ظاہر نہ کرے تو کوئی مضرت نہیں اُن پر کسی مقصود کا مدار نہیں.

ملفوظ ۴۲۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیبیوں کے باب میں جو ارشاد وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ[1] ہے میں اس کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ دو وقت ہیں ایک تو جوانی کا اس میں تو جوش خروش کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے مودت کا اور جب ڈھل گئے تو اُس وقت ہمدردی کا غلبہ ہوتا ہے یہ حاصل ہے رحمت کا اور یہ بھی لغۃً محبت ہی کی ایک فرد ہے مگر عرف ومحاورہ میں اس کو محبت کہتے نہیں اس کا نام عرف میں ہمدردی رحم مہربانی ہے. اور یہ نکتہ کی محاورہ پر مبنی ہے.

ملفوظ ۴۲۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کثرت مکاتبت کا جو مشورہ دیا کرتا ہوں اُس سے یہ مقصود نہیں کہ ولی بنا دیا جاتا ہے بلکہ وہ بڑا ذریعہ ہے مناسبت کا جو شرط اعظم ہے نفع کی.

ملفوظ ۴۲۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ میرے مواخذات کو دیکھ کر کہتے ہوں گے کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور میں انکی بد تمیزی کو دیکھ کر کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا. بیل وقصائی میں ایک تقابل بھی ہے. بات یہ ہے طبیعتوں میں آزادی کی زہر یلی ہوا گھسی ہوئی ہے چاہتے ہیں کہ ہو تو جائیں سب کچھ مگر نہ تو ہم کو کوئی کچھ کہے اور نہ کچھ کرنا پڑے یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی کو اولاد کی تو تمنا ہو مگر نہ رشتہ بھیجے نہ کہیں آنا جانا پڑے نہ نکاح ہو اور اولاد ہو جائے. ایں خیال ست ومحال ست وجنوں.

جلد ۲ قسط ۲
تمام شد

---

[1] اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی ۱۲ ؍

قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی کے سینکڑوں مسائل کا حکیمانہ حل

ملفوظاتِ حکیم الامتؒ

یعنی

جلد دوم — قسط سوم

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

مسلسل ترتیب کی قسط ۸

مجددِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

باہتمام

نسیم احمد

ناشر:- ادارہ فکرِ اسلامی دیوبند، یوپی

نام کتاب ——— ملفوظات حکیم الامت جلد ۲ قسط ۳
باہتمام ——— نسیم احمد بن شمس الحسن حسامؔ
سن طباعت ——— ۱۹۸۸ء ۱۴۰۸ھ
طباعت ——— محبوب پریس دیوبند
کتابت ——— محمد سفیان اعظمی
قیمت ——— فی قسط /۱۰ روپے

ملفوظات حکیم الامت کی جلد دوم قسط سوم مسلسل ترتیب کی قسط ۳ ناظرین کے سامنے پیش ہے۔ کوئی بھی شخص ایک خط لکھ کر ممبر بن سکتا ہے۔ فیس ممبری کچھ نہیں۔ ممبر بننے کے بعد ہر دو ماہ میں ایک ایک قسط /۱۰ روپے کی وی پی سے اور دو قسط ایک ساتھ /۲۰ روپے کی وی پی سے ارسال ہوگی، جس کا وصول کرنا آنجناب کا اخلاقی فریضہ ہوگا۔

منیجر ادارہ

فہرست مضامین

۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلسِ خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ ۳۴۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ سنا ہے کہ جس کا پیر ٹرانہ ہو اُس مرید کی اصلاح ہو نہیں سکتی۔ مولانا احمد حسن صاحب امروہی بڑے نازک مزاج تھے عالی خاندان تھے۔ دیوبند پڑھنے آئے مولانا نے دیکھا کہ صلاحیت ہے ان میں عالی دماغ ہیں اب تربیت بھی ساتھ ساتھ شروع فرما دی۔ حضرت اُن کو چاہتے بہت تھے مگر اصلاح میں ذرا رعایت نہ فرماتے تھے کوئی جولاہہ آتا دعوت کرنے فرماتے کہ ایک لڑکا بھی ساتھ ہوگا۔ وہ خوشی سے قبول کر لیتے کہیں چٹائی پر بیٹھ کر اور کہیں کمبل پر بیٹھ کر روٹی کھانی پڑتی اس میں ترک تکلف کی عادت ڈالنا مقصود تھا۔ ایک گاؤں والا ایک گاڑھے کا تھان حضرت مولانا کے واسطے لایا حضرت نے درزی کو بلا کر فرمایا کہ اس میں سے اس لڑکے کے واسطے کرتہ پاجامہ قطع کر کے سی دو۔ ان کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے بندوق ماری ہو مگر پھر پہننا پڑا۔ اور سب تکلف طبیعت سے رخصت ہوا۔ گو لطافت اس وقت بھی رہی۔ لطافت تو فطری چیز ہے مگر کبر کا نام و نشان نہ تھا۔ غرض اصلاح اس طرح ہوتی ہے اور گو اس متشددانہ طریق سے اصلاح کرنے کی ہمارے بزرگوں میں کثرت نہ تھی مگر اُس وقت اُس کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ پہلے طالبوں کی طبیعتوں میں سلامتی تھی اور اب نہیں۔ فرق کی وجہ یہ ہے۔

ملفوظ ۳۴۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی شخص فن کو بے سمجھے سوال کرتا تو فرماتے کہ بھائی یہ قیل و قال کے لئے مدرسہ نہیں۔

ملفوظ ۳۴۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا احمد حسن صاحب امروہی نے ایک مرتبہ اپنے لڑکے کے ختم قرآن کا نشرہ کیا۔ سب کو بلایا مجھ کو نہ بلایا میں اس لئے خوش ہوا کہ شاید رسم کے شبہ سے مجھ کو عذر کرنا پڑتا۔ مگر جب ملاقات ہوئی تو نہ بلانے کا یہی عذر فرمایا کہ شاید تیری طبیعت کے خلاف ہوتا۔ دیکھئے کتنی رعایت فرمائی۔

ملفوظ ۳۴۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تعظیم و تکریم کی تو زیادہ رعایت کرتا نہیں البتہ راحت کا خاص اہتمام کرتا ہوں۔ آپ کو سُنکر تعجب ہوگا میں نے آج تک دونوں

گھروں میں اس کی فرمائش نہیں کی کہ فلاں چیز پکاؤ۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید انتظام میں کوئی الجھن ہو البتہ خود ان کے پوچھنے پر بتلا دیتا ہوں وہ بھی محض ان کی دلجوئی کی وجہ سے کہ یہ گمان نہ ہو کہ ہم سے اجنبیت برتتے ہیں پھر وہ بتلانا بھی اس صورت سے ہوتا ہے کہ میں ان سے کہتا ہوں کہ تم بسہولت جو جو پکا سکتی ہو۔ ان میں دو چار چیزوں کے نام لو وہ نام لیتی ہیں تو میں اس میں سے ایک کو انتخاب کر دیتا ہوں۔ اور اب تو اس کی پرواہ ہی نہیں کہ دوسروں کو کوئی تکلیف ہو تعظیم و تکریم کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر راحت کا کوئی سامان نہیں کرتے۔

ملفوظ ۲۳۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ کے معنیٰ ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کو ہم میں ہر تصرف کا حق ہے اور اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مرا ہے اور جس پر رو رہے ہیں وہ اور ہم سب وہاں ہی جائیں گے وہاں ہی مل لیں گے پس ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہوا کہ جب تم ان دونوں مضمون کا مراقبہ کرو گے تو تمہاری کلفت جاتی رہے گی راحت ہو گی۔ اور تعزیت کے بھی یہی معنیٰ ہیں کہ رنج والے کو تسلی دیجاوے سو یہ آج کل عرف میں رواج ہے کہ جا کر کہتے ہیں کہ ہائے ایسی عمر تھی ہائے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ تعزیت نہیں یہ تو اور رنج کو بڑھانا ہے۔ اس سے تو تعزیت کو نہ ہی جائے تو اچھا تھا معاشرت کے باب میں شریعت کی جتنی تعلیمات ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی نے مجھ سے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ مولانا کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو اور وہاں بھی راحت سے رہو فرمایا کہ حاجی محمد یوسف صاحب نے ٹھیک کہا شریعت کی تعلیم کا یہی حاصل ہے کہ یہاں بھی راحت سے رہو وہاں بھی راحت سے رہو۔ اب دیکھ لیجئے دعوت ہی ہے یہ محبت اور خلوص کی بناء پر ہوتی ہے مگر اصول چھوڑ دینے کی بدولت کس قدر اس میں تکلیف ہوتی ہے۔ شیخ اصغر علی صاحب لکھنوی کہا کرتے تھے کہ دعوت کی تین قسمیں ہیں اعلیٰ، ادنیٰ، اوسط اعلیٰ تو یہ کہ دام دیدو جو چیز چاہے خرید کر پکا کر پکوا کر کھالے۔ اوسط یہ کہ خشک جنس دیدو۔ اس میں بھی ایک درجہ آزادی ہے اور ادنیٰ یہ کہ پکا کر کھلاؤ اور پکا کر کھلانے کو جو ادنیٰ کہا واقعی حقیقت ہے اس میں عادۃً وقت سے بے وقت معمول سے غیر معمول، گھی زائد یا کم، مرچ زائد۔ نمک کم یا نمک زائد مرچ کم پھر بلایا بڑے اہتمام سے احترام سے اور رخصت کے وقت بتلا دیا کہ یہ راستہ ہے سیدھا۔ نہ سواری ہے نہ کوئی ساتھ ہے چلے جاؤ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا۔ اس کو بھی تکلیف تم کو بھی تکلیف وقت سے بے وقت معمول سے غیر معمول اس باب میں حاجی صاحب کی بھی یہی رائے تھی البتہ اگر یہ تکلفات نہ ہوں تو وہ اس میں داخل نہیں۔

ملفوظ ۴۴۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں دروازہ پر کھڑے ہو کر یا راستے میں چلتے ہوئے کسی چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتا۔ اگر کبھی اسلامی سلطنت ہو جائے تو زائد سے زائد میری شہادت قبول نہ ہوگی عدالت میں جانے سے بچ جاؤں گا۔ کوئی گناہ تو ہے نہیں۔

۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر۔ یوم دوشنبہ

ملفوظ ۴۴۸:- ایک صاحب کو مجلس میں بے طریقہ بیٹھنے پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مقصوداً بیٹھنے اور غرض کے لئے بیٹھنے میں فرق ہوتا ہے۔ صاحب غرض تو ایسا بیٹھتا ہے جیسا اٹھاؤ چولہہ۔ اور مقصوداً بیٹھنے کی ہیئت میں اطمینان اور سکون ہوتا ہے۔ اور غرض والوں کی صورت بنا کر بیٹھنے سے قلب پر بار ہوتا ہے۔ اور اگر کسی غرض سے بیٹھے ہو تو اس غرض کو فوراً ظاہر کر دو تاکہ گرانی دفع ہو۔

ملفوظ ۴۴۹:- فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت کبھی آنکھ کھلتی ہے اور کبھی نہیں میں نے لکھ دیا کہ پھر دینی ضرر کیا ہے۔

ملفوظ ۴۵۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں ایک یہ بھی مستقل تعلیم ہے کہ بات صاف کہو مجھے آج کل کی تہذیب سے سخت نفرت ہے جیسے عام محاورہ ہو گیا ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے حالانکہ استفہام مقصود نہیں ہوتا۔ یہاں ایک صاحب مقیم تھے وہ کسی کو اسٹیشن پر پہونچانے کے لئے جانا چاہتے تھے۔ مجھ سے اجازت لینے آئے۔ سیدھی بات یہ تھی کہ میں اسٹیشن جانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ مگر اس کے بجائے یوں فرماتے ہیں کہ کیا میں اسٹیشن جا سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کیوں نہیں جا سکتے۔ خدا نے پاؤں دیئے ہیں چلنے کو۔ آنکھ دی دیکھنے کو۔ قوت ارادیہ دی ارادہ کرنے کو۔ ارادہ کیجئے اور تشریف لے جائیے۔ چلنا شروع کیجئے پہونچ جاؤ گے کیا خرافات ہے اور کیا مہمل بات ہے غالباً یہ عیسائیوں سے لیا ہے اور ان میں یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ نیا محاورہ۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ[1]۔ ان عیسائیوں ہی سے مسلمانوں نے یہ محاورہ سیکھ لیا ہے دوسروں کی نقالی کرنا تو اس وقت

---

[1] کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرما دیں۔

مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہو گیا ہے۔ ہونا تو یوں چاہئے تھا کہ دوسرے لوگ ان کی وضع اختیار کرتے۔ مگر انھوں نے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور دوسروں کی وضع اور طرز اختیار کیا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔

ملفوظ ۳۵۱:۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا اکثر انگریز ظاہراً بہت ہی خلیق ہوتے ہیں گو یہ اخلاق ان کا اکثر غرض پر مبنی ہوتا ہے مگر اس کی وجہ سے دوسرا آدمی فوراً مسخر ہو جاتا ہے جس کا اثر بعض اوقات دین پر بھی پڑتا ہے اسی لئے ایک تجربہ کا فتویٰ ہے کہ بلا ضرورت سخت ان سے نہ ملنا چاہئے یہ بہت ہی جلد مسخر کر لیتے ہیں۔ ان میں یہ خاص بات ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ انگریزوں میں دو چیزیں رکھ دیں ورنہ اب تک تمام ہندوستان عیسائی ہو جاتا۔ ایک کبر اور ایک بخل۔ بڑے کام کی بات فرمائی مگر جس میں یہ بات نہ ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ بعض احکام قوم کے ہوتے ہیں ہیں آحاد (خاص) افراد کے نہیں ہوتے۔

ملفوظ ۳۵۲:۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگ صرف نفلیں اور وظائف کے پڑھ لینے کو انتہائی کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کون کمال کی چیزیں نہیں ہاں ثواب کی چیزیں ہیں جو کمال پر موقوف نہیں۔ کمال پیدا ہوتا ہے اصلاح کے بعد اور اصلاح کا ہونا عادۃً موقوف ہے صحبت کامل پر مگر نری صحبت بھی کار آمد نہیں۔ جب تک کہ اعمال مامور بہ کا اہتمام نہ ہو۔ اور یہی اعمال سلوک ہیں بدون ان کے اختیار کئے ہوئے کوئی شخص منزل مقصود تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ آسمان پر پرواز کرنے لگے یا دریا پر بدون کشتی اور جہاز کے چلنے لگے حقیقت یہ ہے کہ آج کل جاہل صوفیوں نے لوگوں کی رہ ماری ہے اور گمراہ کیا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب طریق بالکل زندہ ہو گیا۔ مدتوں کے بعد یہ دن نصیب ہوا۔ اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ بطور نعمت کے عرض کر رہا ہوں وہ جیسے چاہے اپنا کام لے سکتے ہیں۔ طریق سے لوگوں کو اجنبیت اور وحشت ہو چکی تھی وہ اس کو دین سے خارج سمجھ چکے تھے اب بحمد اللہ طریق کی تکمیل ہو گئی

۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلسِ خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۳۵۳:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم باہم استاد شاگرد ہیں۔

مگر عضیار ے بہت ہیں۔ باقی ہیں ذہین اور سلطان القلم، بہت تیز چلتے ہیں موٹرسے بھی زیادہ پھر نہیں دیکھتے کہ سڑک میں بچہ ہے یا جانور بس اڑے چلے جاتے ہیں اپنی ہی کہتے ہیں دوسروں کی نہیں سنتے مگر یہ طرز شان تحقیق نہیں۔

ملفوظ ۴۵۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حافظ شیرازی رند مشہور ہیں۔ میں بھی پہلے یہی سمجھتا تھا کہ آزاد ہوں گے مگر میں نے ایک کتاب دیکھی حیات حافظ اُس میں ان کی سوانح ہے۔ اُس سے معلوم ہوا کہ معتبر ہیں کشاف کے محشی ہیں طلبہ تفسیر پڑھنے اُن کے پاس آتے تھے۔ عالمانہ وضع میں رہتے تھے دیوان میں بہت سے مسائل ہیں اصولیہ کلامیہ۔ ایک مولوی تھے ان کے معتقد نہیں تھے۔ میں نے بھی معتقد بنانے کا اہتمام نہیں کیا۔ کیونکہ کسی امتی کا معتقد ہونا فرض دواجب نہیں۔ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دو اسی طرح رہنے دو۔ اہتمام تو ضروری چیز کا کرنا چاہیے۔ البتہ گستاخی کرنا بُرا ہے۔

ملفوظ ۴۵۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں کی معمولی باتوں میں بھی برکت ہوتی ہے حتی کہ اگر وہ کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر بھی کریں تو اس میں بھی ایک خاص برکت ہوتی ہے۔ علاوہ برکت کے اُس میں کشش بھی ہوتی ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے پڑھ کر آئے وعظ کہا بہت زور لگائے سامعین پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت ممبر پر بیٹھے اور کچھ بیان بھی نہیں کیا صرف یہی فرمایا کہ رات ہم نے سحری کے لئے دودھ رکھا تھا لیکن بلی پی گئی سو جل علی شانہٗ کا ارادہ غالب رہتا ہے۔ توحید کا بیان کرنا مقصود تھا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس لوٹ پوٹ ہو گئی تڑپ گئی اب بتلایئے کون سا ایسا عالی مضمون تھا۔ ان حضرات کے اقوال افعال سب میں نور ہوتا ہے۔

ملفوظ ۴۵۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ان حضرات کا تعلق بدون رنگ لائے خالی نہیں جاتا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے منشی تجمل حسین یہ دنیادار تھے اور ان کے ایک بھائی تھے منشی عبدالباسط یہ نقشبندی شیخ تھے وہ اپنے بھائی سے کہتے مجھ سے بھی بیعت کر لو وہ جواب دیتے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا تعلق کافی ہے باقی میں ہی کچھ نہ کروں یہ میری کوتاہی ہے۔ منشی تجمل حسین کی موت کا وقت آیا سکرات کی حالت میں کلمہ کی تلقین کی جاتی تھی مگر اُن کو ہوش نہ تھا۔ منشی عبدالباسط نے اس وقت کہنے لگے کہ کہاں ہے وہ حضرت حاجی صاحبؒ کا تعلق اب کیسی سختی ہو رہی ہے سخت تکلیف کا وقت تھا مگر آنکھ کھول دی اور یہ آیت پڑھی۔ یٰلیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین۔ حضرت حاجی صاحب کے بعض خدام نے دیکھا حضرت کا

لہ کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔

تعلق دوسروں کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا غلطی ہے نہ معلوم خدا کے ساتھ اس کا کیا معاملہ ہے کسی پر بدگمانی ہرگز جائز نہیں۔ بعض بزرگوں نے لا الٰہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ کہا اور دَم نکل گیا۔ لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ کہا اور دَم نکل گیا۔ بعضے خشک لوگ سمجھ گئے کہ یہودی عیسائی ہو کر مرا مگر معلوم بھی ہے کہ کلمہ اسلامیہ ہی پر خاتمہ ہوا۔ راز اس کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام شیون کمالیہ کے جامع ہیں تو موسیٰ سے مراد ایک خاص شان کے اعتبار سے حضور ہی ہیں اسی طرح عیسیٰ سے مراد حضور ہی ہیں۔ حضرت نجم الدین کبریٰ بہت بڑے شخص ہیں اُن کو تمنا تھی کہ مجھ کو اپنا مقام معلوم ہو۔ ایک بزرگ تھے اُس ہی زمانہ میں تو شیخ نجم الدین کبریٰ کا ایک مُرید اُن سے ملنے گیا شیخ نجم الدین نے ان کو سلام کہلا بھیجا انھوں نے سلام کے جواب میں فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا اس مرید کو بُرا معلوم ہوا اور بہت ہی غصہ آیا مگر شیخ سے سنے ہوئے تھا کہ بہت بڑے شخص ہیں۔ کچھ بولا نہیں۔ پیر کے پاس حاضر ہوا اُنھوں نے سب حال دریافت کیا عرض کیا اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ کچھ کہا تو نہیں عرض کیا کہ سلام کہدیا ہے فرمایا کہ نرا سلام ہی ہے یا کچھ اور بھی کہا۔ عرض کیا کہ ایسی بات کہی جس کا عرض کرنا خلافِ ادب ہے فرمایا بیان کرو۔ تم تھوڑا ہی کہہ رہے ہو۔ عرض کیا کہ یہ فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا۔ مجھ کو تو اُس وقت بڑا غصہ آیا مگر یہ سُنکر شیخ نجم الدین پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور یہ فرمایا کہ آج اپنا مقام معلوم ہو گیا میں موسوی المشرب ہوں۔ مجھ کو شبہ تھا سو اُن بزرگ نے بتلا دیا۔ اور مرید سے کہا کہ تم خواہ مخواہ اُن پر خفا ہوتے ہو۔ سو اس طریق میں جیسے بعض حقائق غامض ہیں۔ اسی طرح بعض عنوانات بھی نیز عنوانات غیر غامضہ میں بھی۔ بعض بلسان العقل ہوتے ہیں اور بعض بلسان العشق بعضے لوگ اس میں خلط کر دیتے ہیں میرا ایک وعظ ہے روح الارواح اس میں ایک مقام پر حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر آ گیا اُس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی تعظیم و تکریم سب رخصت ہو گئی حضرت کے لئے نہ الفاظ تعظیم رہے نہ جمع کا صیغہ رہا صرف ایسے الفاظ تھے کہ یہ شخص ایسا تھا ایسا تھا اپنے فن کا امام تھا مجتہد تھا مجدد تھا۔ تھانہ بھون کا شیخ زادہ تھا معمولی صورت سے رہتا تھا۔ مگر اس غیر تعظیمی عنوان کا یہ اثر تھا کہ مجمع میں چیخ پکار پڑ رہی تھی کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جسکی آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوں تو یہ کہنا بلسان العشق تھا۔ گویا یہ شخص ناطق نہیں عشق ناطق ہے جو قانون سے آزاد ہے۔ اس کی نظیر ملاحظہ فرمایئے۔ کچہری میں ایک معمولی آٹھ دس روپے کا ملازم بڑے بڑے معززین کو اس طرح آواز دیتا ہے کہ فلاں گواہ حاضر ہے تو کیا وہ اس کی زبان ہے یا حاکم کی زبان ہے صاف ظاہر ہے کہ حاکم کی زبان ہے تو اگر کبھی یہ حضرات بھی اُس زبانِ عشق سے کچھ کہہ دیا کریں تو کیا جرم ہے ساری کچہری

ایسے تصوف سے بھری پڑی ہے۔

ملفوظ ۴۵۷:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیو بند میں کیسے کیسے حضرات تھے چند ہی روز میں کیا سے کیا ہو گیا۔ اب اُن حضرات کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں اور جواب موجود ہیں اور جگہ سے پھر بہتر ہیں مگر عملی قوت گھٹ گئی باقی علمی قوت اب بھی ہے اور اُن حضرات کی عملی قوت غالب تھی علمی قوت پر۔

ملفوظ ۴۵۸:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے درسی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی مضمون کی ضرورت ہوئی اُس کی تلاش میں کوئی اور مضمون بھی نظر سے گذر گیا اس لئے کہ کوئی نشانی تو اُس مقام پر ہوتی نہیں کہ کھول کر اُس کو ہی دیکھ لیا جائے ہاں بالاستیعاب کوئی کتاب بھی نہیں دیکھی حالانکہ مجھ کو تصوف کا بیحد شوق ہے مگر کوئی کتاب اس کی بھی پوری نہیں دیکھی کچھ دیکھی اور چھوڑ دیا مگر یہ سب ظاہراً اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ اور حقیقۃً حق تعالیٰ کا فضل ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دل سے یہ چاہا کرتے تھے کہ یہ بات کو سمجھ لے سو جو اُن حضرات نے چاہا وہ ہو گیا شیخ کو اپنے معتقد سے جتنی محبت زیادہ ہو گی دتنا ہی فیض ہوگا۔ عادت اللہ اسی طرح ہے۔ حضرت کے تعلق کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ ندوہ والوں نے حضرت سے میری شکایت کی کہ وہ ہم سے مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس میں تو مادہ ہی نہیں مخالفت کرنے کا۔ یہ دیکھئے حضرت نے کس طرح پہچان لیا حالانکہ میں نے کبھی کوئی بات حضرت کے سامنے نہیں بگھاری۔ یہ حضرت کا نور قلب اور فراست تھی اہل ندوہ نے حضرت سے درخواست کی کہ وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں اُس کو لکھ بھیجئے کہ وہ ہمارے ساتھ ہو جائے۔ حضرت نے مجھ کو تحریر فرمایا کہ وہاں کی مصلحت اور معاملات کو میں نہیں سمجھ سکتا تم خوب سمجھ سکتے ہو جو مصلحت ہو اُس پر عمل کیا جائے۔ وہ خط ندوہ والوں نے میرے پاس بھیجدیا میں نے دیکھ کر کہا کہ تم نے میرے خیال پر رجسٹری کرا دی اب میری مصلحت یہی ہے کہ میں شریک نہ ہوں۔ یہ حضرت کی فہم و فراست تھی کہ مجھ کو مجبور نہیں کیا۔ کیا ٹھکانا ہے اس بصیرت کا۔ لکھتے ہیں کہ جو وہاں کی مصلحت ہو وہ کرنا یہ شان ہوتی ہے ان حضرات کی تحقیق کی کہ غائب چیز میں قطعاً دخل نہیں۔ فرمایا ایک زمانہ میں حضرت سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ شکایت کی گئی۔ حضرت نے مولانا کو میرے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ تم بالکل بے فکر رہو۔ مجھ پر شکایت کا کوئی اثر نہیں۔ مجھ کو تمہارے ساتھ حُب فی اللہ ہے سو جیسے اللہ کو بقاء ہے حُب فی اللہ کو بھی بقا ہے۔ عجیب شان کی تحقیق ہے۔ اگر تمام دنیا کے مدبر اور فلاسفر بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بات بیان نہیں کر سکتے۔ اور حضرت کے یہاں یہ روزانہ کی باتیں تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے۔

ملفوظ ۴۵۹:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر مالی جرمانہ کرے تو بھی جائز

صورت یہ ہے کہ اُس کو محفوظ رکھے اور پھر اُس کو واپس کر دے تفریق کے لئے اس کا رکھنا جائز نہیں کیسی حکمت کی بات ہے۔

۲۹ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۴۶۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اہل سلسلہ میں آج کل ایک یہ مرض بھی پیدا ہو گیا ہے کہ لوگوں کو پھانسنے پھرتے ہیں معتقدین کے لئے یہ کافی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنا تعلق تو ظاہر کرتا ہے سو کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہئے جس سے وہ بدک جاوے اور حکمت یہ بتلاتے ہیں کہ کبھی بدعتیوں کے ہاتھ میں نہ جا پھنسے اور میاں سے تعلق منقطع کر دے۔ یہ تو سب کچھ ہے مگر جیسے اُسے بے راہی سے بچانا مقصود ہے اسی طرح راہ پر لگانا بھی تو مقصود ہے سو اس کی کیا صورت تجویز کی ہے یا ویسے ہی نوح بھرتی کرنا ہے۔ کیا خرافات ہے کس عبث اور فضول چیز کی طرف خیال کیا۔

ملفوظ ۴۶۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو بچوں کو پڑھانے والے میاں جی ہوتے ہیں کافی علم تو ان کو ہوتا نہیں پھر کرتے ہیں حکومت اس سے اور بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اکثر ان میں عقل کی کمی ہوتی ہے۔ اس طبقہ میں کثرت سے حماقتیں کرتے ہیں۔ ایسے ہی اسکولوں کے ماسٹر وغیرہ یہ بھی اسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جیسے کبر کے لئے حماقت لازم ہے ایسی حماقت کے لئے کبر لازم ہے متکبر آدمی ہمیشہ احمق ہوتا ہے اور ان میاں جیوں کی رعونت کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کو حکومت کا موقع ملتا ہے اور جن پر حکومت کرتے ہیں وہ ہوتے ہیں سب ناسمجھ اور مغلوب کوئی ان کے عیوب بیان نہیں کر سکتا اس لئے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہر بات ہماری عقلمندی اور سمجھداری کی ہوتی ہے اس کی وجہ سے دماغ سڑ جاتا ہے البتہ اگر معلم پورے عالم ہوں تو وہ بیشک عاقل ہوتے ہیں اُن کی یہ حالت نہیں ہوتی مگر یہ درمیانی میاں جی تو یوں ہی ہوتے ہیں اپنی عقل بچوں ہی کو دے بیٹھتے ہیں۔

ملفوظ ۴۶۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جس قدر کسی کے ساتھ تعلق زیادہ ہوتا جاتا ہے اس کی ظاہری خاطرداری میں کمی ہوتی جاتی ہے مگر آج کل لوگ اس کے عکس کے منتظر رہتے ہیں جو سخت غلطی ہے میرے یہاں یہی ہے کہ جب بے تکلفی ہو گئی تو اب کیسی مدارات اور کیسی خاطر الفت کا مقتضا تو یہی ہے کہ تکلف نہ رہے۔

ملفوظ ۴۶۳:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسلام کو کسی کی پروا نہیں اگر دنیا کے تمام بادشاہوں کا بادشاہ بھی اسلام کو چھوڑ دے تو اسلام کا کیا ضرر، اسلام تو سب سے خطاب کر کے یہ کہتا ہے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو — دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست[1]

۳۰ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۴۶۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضور ﷺ کی تعلیمات میں جو نور ہے سبحان اللہ اس کا کیا کہنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر نماز فجر پڑھ کر ضحیٰ یعنی اشراق کی نماز تک اسی جگہ بیٹھا رہے پھر اشراق پڑھ لے تو پورے ایک حج کا اور عمرہ کا ثواب ملے گا (جمع الفوائد) سو مشاہدہ ہے کہ جو نور اور بشاشت و انبساط جگہ نہ بدلنے پر ہوتا ہے وہ جگہ بدلنے پر نہیں ہوتا۔ صوفیہ نے اسی مشاہدہ سے کہا ہے کہ جس قدر ذکر ایک نشست میں ہو سکے زیادہ بہتر ہے اس میں خاص برکت ہوتی ہے۔ ایک دوسری تعلیم لیجئے۔ تاخیر سحر اور تعجیل افطار کو اسی واسطے مشروع کیا ہے کہ روزہ کی ابتداء اور انتہا معلوم ہو جائے صوم اور غیر صوم میں خلط نہ ہو۔ اسی لئے صوم وصال کی ممانعت آئی ہے اور اس میں چاہے ایک ہی کھجور کھالے اسی سے فرق تو معلوم ہو جائے گا۔ سو حضور ﷺ نے حدود کی رعایت فرمائی ہے ورنہ کبھی ضرور ایسا ہو جاتا اور یہ کچھ بعید نہ تھا کہ سحر و افطار نہ ہونے سے لوگ کہیں عشاء کے وقت سے روزہ شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کے وقت ختم ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۴۶۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس نیچریت نے لوگوں کو زیادہ بد عقیدہ بنا دیا ہر بات کو عقل پر جانچتے ہیں۔ بیچاری عقل بھی مخلوق ہی ہے یہ کہاں تک تیر لگائے گی اور کیا خالق کے احکام کا احاطہ کر سکتی ہے اس کا مبلغ پرواز ایک حد تک ہے اس سے آگے وہ معطل ہے۔ احکام کے راز و اسرار کو عقل سے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے مثلاً جبر و قدر ہی کے مسئلہ کو دیکھ لیجئے کہ وہاں تک کسی کی عقل کی رسائی نہیں ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں خوض و بحث سے روک دیا ہے کسی ایسے ہی مسئلہ کے متعلق کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا

[1] جو چاہے آوے اور جو چاہے چلا جاوے اس درگاہ میں نہ دار وگیر ہے نہ کوئی دربان ہے نہ زبردستی ہے۔

تھا کیا خوب فرمایا کہ ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغبان　　بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ حاکم ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہیں جو کچھ کرتے ہیں اسی میں بندہ کے لئے مصلحت ہوتی ہے۔

ملفوظ ۴۶۶ ایک سلسلہ گفتگو میں کسی اصل پر متفرع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ صوفیائے کرام علی الاطلاق ترک اسباب کی کبھی اجازت نہیں فرماتے۔ محققین کا یہ قول ہے کہ ایسا زہد خلاف ادب ہے جس میں مطلقاً ترک اسباب ہو کمال یہی ہے کہ اسباب کے ساتھ زہد کو جمع کیا جاوے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھنا توکل نہیں اسی طرح کسی جنگل بیابان میں جا کر بیٹھنا توکل نہیں۔ گھر ہی میں بیٹھو مگر دروازہ کھول کر بیٹھو لیکن دروازہ کی طرف دیکھو مت۔ دروازہ سے آنے والے کی طرف مت دیکھو اسی کو کسی غیر عارف نے تنگ آ کر اس طرح کہدیا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ　　باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

لیکن یہ مشکل اُسی کے واسطے ہے جو دریا میں تیرنا نہ جانتا ہو اور اس فن سے ماہر نہ ہو باقی جو جانتے ہیں اور فن سے ماہر اور واقف ہیں وہ کھڑے ہو کر تیرتے ہیں اور دامن کو صاف بچالے جاتے ہیں۔ اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ محقق ہمیشہ جامع بین الاضداد ہوتا ہے اسباب سے صرف استعمال کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور توجہ کا تعلق نہیں رکھتے۔ کمال توکل یہی ہے کہ اسباب ظاہری ہو اور پھر ان کی طرف توجہ نہ ہو ان کی طرف نظر نہ ہو اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ مریض دوا بھی پیئے اور پھر نظر دوا پر نہ ہو۔ بلکہ خدا پر ہو کہ اگر وہ چاہیں گے تو شفا فرمائیں گے۔ مؤثر اُن ہی کے حکم کو سمجھے۔ یہی کمال توکل۔ اور اگر بالکل اسباب نہ ہوں اور پھر توکل ہو تو یہ کوئی کمال کا درجہ نہیں۔ جیسے اگر گھر روٹی ہی نہ پکی ہو اور نہ کھائے تو کوئی کمال نہیں۔ گھر روٹی پکی ہو اور چنگیر بھری ہوئی سامنے رکھی ہو اور پھر کم کھائے یہ کمال ہے۔ یہ ہے قلت الطعام کا مصداق مگر یہ سب موقوف ہے صحبت کامل پر کسی کی جوتیاں سیدھی کرو ڈنڈے کھاؤ اس کے سامنے ناک رگڑو اس سے حقیقت تک رسائی ہوتی ہے بدون اس کے رسائی مشکل ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ملک التجار بننا آسان،

۱؎ اب کس کا دماغ ہے کہ باغبان سے یہ دریافت کرے کہ بلبل نے کیا کہا۔ پھول نے کیا سنا۔ صبا نے کیا کیا۔

۲؎ دریا کی تہہ میں مجھے باندھ جوڑ کر ڈالدیا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ خبردار دامن بھی تر نہ ہونے پاوے۔

بزرگ بننا آسان، قطب بننا آسان مگر انسان بننا مشکل، کسی نے خوب لکھا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند
ایں جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

مگر مسلمان نہ شدی سخت کلمہ ہے۔ میں نے اس کو اس طرح بدل دیا ہے ؎

زاہد[۱] شدی و شیخ شدی و دانشمند
ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

اور میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو ولی بننا ہو قطب اور غوث بننا ہو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہو میرے پاس آؤ میں تو انسان بناتا ہوں مگر یہ بنانا ایسا ہوگا جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ مربا بنانا جانتا ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ مربا جس طرح بنتا ہے اسی طرح بنے گا چنانچہ اول تو اس پھل کو چاقو سے داغ دھبے سے صاف کیا جائے گا۔ چھلکا چھیلا جائے گا پھر اس کو ایک دیگچی میں رکھ کر پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا کر نیچے آگ لگائی جائے گی تاکہ اچھی طرح ابل جائے بعد اس کو کسی چاقو وغیرہ سے کوچا جائے گا تاکہ میٹھے کا قوام اچھی طرح اندر تک اثر کرسکے پھر اس کو چاشنی کے اندر ڈالا جائے گا جسکو قوام کہتے ہیں۔ اتنے قصوں کے بعد مربا بنے گا اور کھانے کے قابل ہوگا۔ اور وہ آثار پیدا ہوں گے جن کو تم چاہتے ہو۔ یا جسکی بنا پر طبیب نے بتلایا ہے ایسا بنانے والے کو مربی کہتے ہیں تو ایسے ہی مربی کو تلاش کرو جو کاٹ کر چھانٹ کر کوچکر جوش دیکر مربا بنادے مگر ایسے ہی مربی سے آج کل لوگ کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے قزوین میں رواج تھا بدن گدوانے کا۔ ایک شخص بدن گودنے والے کے پاس گیا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنا دو۔ اس نے سوئی لیکر ایک طرف کوچہ دیا اس نے کہا ہائے مرگیا ارے کیا بناتا ہے کہا کہ دم اس نے کہا کہ اس دم نے تو میرا دم ہی نکالا ہوتا اس کو چھوڑ دے کیا بے دم کے شیر نہیں ہوتے۔ اس نے اس طرف کو چھوڑ کر دوسری طرف سوئی کا کوچا دیا۔ دریافت کیا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ کان، کہا کہ کیا پوچھے شیر نہیں ہوتے پھر یہ کانوں سے سنے گا تھوڑا ہی اس نے اس طرف کو چھوڑ کر تیسری طرف سوئی کا کوچا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ پیٹ، کہا کہ کیا یہ کچھ کھا دے گا۔ اس نے چوتھی طرف کو چا دیا دریافت کیا کہ اب کیا بناتا ہے کہا کہ سر کہا کہ بے سر کا بھی تو بن سکتا ہے۔ اس نے سوئی کو ہاتھ سے پھینک کر کہا جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شیر بے گوش و سر و اشکم کہ دید
ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی
پس کجا بے صیقل چوں آئینہ شوی

---

۱ تم زاہد ہو گئے شیخ ہو گئے عالم ہو گئے مگر انسان نہ بنے ۱۲۔ نقیب وحسبہ صفوۃ تسعد۔

چوں نداری طاقت سوزن زدن — پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

تو صاحبو کام تو کام ہی کی طرح سے ہوتا ہے اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہو سکتی ہے۔ اب بننا تو سب کچھ چاہتے ہیں مگر یوں بھی چاہتے ہیں کہ نہ تو کچھ کرنا پڑے اور نہ کوئی کچھ کہے تو گھر سے چلے ہی کس بوتے پر تھے۔ اور اگر دھوکے سے آ گئے تو اب لوٹ جاؤ بلانے کون جاتا ہے۔

ملفوظ ۲۷۳: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں بدون مجاہدہ اور جوتے کھائے ہوئے کچھ بننا شیخ چلی والی حکایت ہے اور اُس کے خیالی حساب سے کم نہیں اسی طرح تم بھی شیخ چلی کا سا گھر بنائے جاؤ اور خوش ہوئے جاؤ یہ شیخ چلی شاید کوئی مسخرے ہوں گے۔ کسی شخص کو اپنا ایک تیل کا گھڑا گھر لے جانا تھا۔ مزدور کی ضرورت تھی اتفاق سے شیخ چلی نظر پڑ گئے اُن سے دریافت کیا کہ تم مزدوری کرتے ہو۔ یہ تیار ہو گئے اُس نے کہا چلو یہ گھڑا تیل کا ہمارے گھر تک پہونچا دو ہم تم کو دو پیسے دیں گے۔ شیخ چلی نے منظور کر لیا اور سر پر گھڑا رکھ کر چلے۔ اب راستہ میں اپنے دل میں یہ منصوبہ گانٹھا کہ آج مزدوری کے دو پیسے ملیں گے ان سے تجارت کرنا چاہئے اور وہ اس طرح کہ ان پیسوں کے دو انڈے خریدیں گے اُن کو کسی کو راضی کر کے مُرغی کے نیچے بٹھادوں گا ان سے دو بچے نکلیں گے ایک مُرغ ایک مُرغی، گویا یہ بھی ان کے قبضہ کی بات تھی کہ نر اور مادہ ہی نکلیں گے غرض گھر کی مرغی گھر کا مرغا ہو گا ان سے بہت سے انڈے ہوں گے پھر ان سے بہت سے بچے ہوں گے ان کو بیچکر بکریاں خریدیں گے۔ پھر بہت سی بکریاں ہو جائیں گی۔ ان کو بیچ کر گائے خریدیں گے پھر بھینس اور بھینس سے گھوڑوں کی تجارت کریں گے۔ جب بہت سا روپیہ جمع ہو جائے گا تو ایک بڑا محل تیار کرائیں گے اور کسی امیر گھرانے کی لڑکی سے نکاح کریں گے اس سے بچہ پیدا ہو گا جب وہ بڑا ہو جائے گا تو وہ ہم کو بلانے آئے گا کہ ابا جان! اماں جان بلا رہی ہیں چلو ہم اُس کو ڈانٹ دیں گے اور کہیں گے کہ ہشت ہم نہیں جائیں گے ہمیں کام سے مہلت نہیں، اس ہشت کہنے پر غفلت میں سر جو ہلا اُس پر سے گھڑا گر گیا اور تیل زمین پر پہونچ گیا مالک خفا ہوا کہ نالائق یہ کیا حرکت کی میرا اتنا تیل ضائع کیا تو کہتے ہیں کہ میاں چلو بیٹھو تم اپنے ذرا سے تیل کے نقصان کو لئے پھرتے ہو یہاں بنا بنایا گھر ہی برباد ہو گیا میرے نقصان پر نظر نہ کی۔ ساری تجارت اور روپیہ تمام کنبہ ہی ختم ہو گیا یہ شیخ چلی کا سا خیال قیامت کے

اے ستمبہ تنفیر گشتہ بگش ... کا سا سے ... پیٹ کے ... دیکھا ہے اسے شیر تو خدا نے بھی پیدا نہیں کیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تو ... کے مارے ... سوئی کی ... تیرے اندر کہاں سے آویگی اگر تو ایک سوئی چبھنے کو بھی برداشت نہیں کرسکتا تو پھر شیر کی تصویر گدوانے کا ارادہ ہی مت کر ۱۲

دن ظاہر ہو گا کہ نہ تجارت ہے نہ ہاتھی نہ گھوڑے نہ مرغی نہ مرغا نہ انڈے نہ بکریاں نہ گائے نہ بھینس نہ کیک نہ بسکٹ نہ مکھن نہ نوکری نہ پنشن نہ جاہ نہ عزت نہ حشم نہ خدم نہ محل نہ کوٹھی نہ بنگلے نہ بیوی نہ بچے نہ کنبہ نہ روپیہ نہ ملک، غرض نہ کوئی ساز نہ سامان کچھ بھی نہیں اس کا مصداق اُس وقت کی یہ حالت ہوگی خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا یہاں پر بڑے بڑے دعوے ہیں کسی کو اپنی شجاعت پر کسی کو حکومت پر کسی کو اپنے حسن و جمال پر کسی کو جاہ اور عزت پر کسی کو اپنے علم پر کسی کو اپنے تقدس پر کسی کو زہد اور تقوے پر ناز ہے وہاں حقیقت معلوم ہوگی کہ کچھ بھی نہیں تھا کیوں ان خیالی منصوبوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گئے اور کیوں آخرت کو بھلا دیا ارے کیا رکھا ہے ان فانی اور جُدا ہونے والی چیزوں میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔

ملفوظ ۴۶۸:- ارشاد فرمایا کہ الہ آباد میں ایک دفعہ جانا ہوا۔ اور سید اکبر حسین صاحب جج اُس زمانہ میں کسی منتہی طالب علم سے عربی پڑھتے تھے انھوں نے طالب علم مذکور سے سوال کیا کہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر رسول کی زبان اس کی قوم کی زبان ہوتی ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی۔ اس بنا پر یہ ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم یعنی جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے صرف اہلِ عرب ہوں حالانکہ خود قرآن میں آپ کا رسول الی کافۃ الناس ہونا مصرح ہے اور عقیدہ بھی یہی ہے۔ اور یہ صریح تعارض ہے۔ طالب علم نے جواب دیا مگر ان کو تشفی نہ ہوئی۔ اس طالب علم نے آکر مجھ سے ذکر کیا میں نے اس کی زبانی کہلا بھیجا کہ قرآن میں بلسان قومہ آیا ہے بلسان امتہ نہیں آیا ہے جو یہ شبہ ہو۔ اور قوم کہتے ہیں برادری اور خاندان کو پس وہ امت کا مرادف نہیں ہے۔ اور قوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاشک عرب قریش ہی تھے۔ مگر اس سے امت کا خاص عرب ہونا کیسے لازم آیا۔ پس رسالت عام ہے قوم اور غیر قوم کو اس جواب کو انھوں نے بہت ہی پسند کیا۔

ملفوظ ۴۶۹:- ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے درخواست کی کہ ووجدک ضالاً فھدٰی کا لفظی ترجمہ کردو پھر کچھ سوال کروں گا وہ سمجھتے تھے کہ یہ ضال کا ترجمہ گمراہ کریں گے اور میں اعتراض کروں گا۔ میں نے ترجمہ یہ کیا کہ پایا آپ کو آپ کے رب نے ناواقف پس واقف بنا دیا۔ اس ترجمے سے اُن کے سب اعتراض ہوا ہو گئے۔ اور حقیقت میں لفظ ضال محاورۂ عرب میں عام ہے۔ جو لبعد الہدایۃ اور جو قبل الہدایۃ کے بعد انکار، اور بیخبری قبل الہدایۃ کو۔ اور اسی طرح لفظ گمراہ فارسی محاورے میں عام ہے مگر اردو میں اکثر استعمال اس کا

معنی اول میں ہے اس لئے ہماری زبان کے اعتبار سے ترجمہ گمراہ منشائے اشکال ہوتا ہے۔

ملفوظ ۴۶۷:- ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ شریعت میں نیک صحبت کا امر اور بد صحبت سے نہی آئی ہے۔ پس اگر کوئی بُرا آدمی نیک آدمی کے پاس بیٹھے تو یہ بُرا آدمی تو بیشک نیک صحبت میں ہوگا۔ اُس نے تو اُس امر پر عمل کیا مگر وہ نیک اس بُرے آدمی کے پاس سے اگر نہیں بھاگتا تو نیک نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ مخالف ہوا صحبتِ بد سے نہی کا۔ اور اگر بھاگتا ہے تو وہ بد آدمی پھر نیک صحبت سے کیسے فائدہ حاصل کرے۔ حاصل یہ کہ اس طرح تو نیک صحبت کسی طرح میسر نہیں آسکتی۔ میں نے جواب دیا کہ تجربہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ طالب ہمیشہ متأثر ہوتا ہے۔ اور مطلوب مؤثر۔ یہاں پر نیک آدمی چونکہ مطلوب ہے اس لئے وہ صحبتِ بد سے متأثر نہ ہوگا۔ اور بُرا آدمی جو طالب بن کر اُس نیک آدمی کے پاس آتا ہے بوجہ طالب ہونے کے وہ متأثر ہوگا۔ پس اس اجتماع سے وہ بُرا منتفع ہوا اور یہ نیک متضرر نہ ہوا اور اس نہی شرعی کا مقصود یہ ہے کہ تم بد کے تابع یعنی تابع بن کر اس کے پاس مت بیٹھو۔ اب اشکال نہ رہا۔

ملفوظ ۴۶۸:- ارشاد فرمایا ولا یفلح الساحر میں شبہ ہوتا ہے کہ ساحر تو اکثر کامیاب ہوتا ہے۔ پھر باوجود اس کے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ولا یفلح الساحر۔ میرے نزدیک یہاں پر ایک قید محذوف ہے جو قصۂ موسیٰ علیہ السلام وساحرین سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ولا یفلح الساحر فی معارضۃ المعجزۃ (یعنی ساحر معجزہ کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا)

ملفوظ ۴۶۹:- ارشاد فرمایا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ یٰسین پڑھنے سے دس قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی بعض اور سورتوں کے پڑھنے کا ثواب مثلاً ثلث قرآن یا ربع قرآن کا آیا ہے اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ایک دفعہ یٰسین پڑھنے کا ثواب دس قرآن پڑھنے کا ہوا تو اُن دس قرآنوں میں بھی تو یٰسین ہے تو ان میں بھی یہی حساب ہوگا پھر اُن میں بھی چونکہ یٰسین ہے۔ اس لئے یہ سلسلہ الیٰ غیر النہایۃ چلے گا اور یہ تسلسل محال ہو جائے گا۔ پس یہ تضاعف اجر (اجر کا بڑھنا) مستلزم ہے تسلسل محال کو اور مستلزم محال کو محال ہے اس کا جواب مشہور یہ ہے کہ تضاعف اجر میں وہ دس قرآن مراد ہیں جن میں سورۂ یٰسین نہ ہو۔ مگر میرے نزدیک یہ اس لئے بعید ہے کہ یٰسین جزو قرآن ہے اور انتفائے جزو مستلزم انتفائے کل لازم ہے تو جب ان میں یٰسین نہ ہوئی تو وہ پورا قرآن کیسے ہوگا۔ بلکہ اس کی قریب توجیہ یہ مناسب ہے کہ تضاعف اجر قرأۃ حقیقیہ پر ہے۔ پس جو یٰسین پڑھی گئی ہو اس کی قرأۃ تو حقیقی ہے۔ اور جن دس قرآن کا ثواب اس میں ملا ہے اُن کی

قرأت حکمی ہے اور اس حکمی پر تضاعف موعود نہیں، پس تسلسل لازم نہیں آیا۔

ملفوظ ۳۳۴:- ارشاد فرمایا کہ حدیث بما مضمون ہے سیّدا شباب اهل الجنة الحسن و الحسین و سید الکهول اهل الجنة ابوبکر و عمر اس میں خدشہ ہوا کرتا ہے کہ عمر تو ہر دو امامین کی بھی کہولت کو پہونچی ہے کیونکہ حضرت حسن رضہ کا انتقال قریباً پینتالیس برس کی عمر میں ہوا اور حضرت حسین رضہ قریباً چھپن ستاون برس کی عمر میں شہید ہوئے پھر ان کو شباب کیسے فرمایا۔ اور اگر اس کا جواب یہ دیا جائے کہ یہاں شباب شیخوخت (بڑھاپے) کے مقابلہ میں ہے چونکہ امامین کی عمر سن شیخوخت تک نہیں پہونچی اس لئے ان کو شباب فرمایا۔ تو اس کی توجیہ تو ہو جائے گی مگر یہ وجہ شیخین میں بھی مشترک ہے پھر اُن کو کہول کہنے کی کیا حکمت ہے۔ سو توجیہ اس کی یہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرات شیخین کے وفات کے وقت کہول تھے۔ انکے مجموعہ وفاتین کے وقت یعنی جب حضرت عمر رضہ کی وفات ہوئی ہے حضرت حسنین شاب تھے پس لفظ شباب اپنے معنیٰ پر رہے گا۔

ملفوظ ۳۳۵:- ارشاد فرمایا کہ بعض فقہائے متأخرین نے جو شوال کے چھ روزوں کے بارے میں یہ جزئیہ لکھا ہے کہ اگر ان ایام میں قضائے رمضان یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھ لے تو اس کے ضمن میں شش عید کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی سو یہ خلاف تحقیق ہے اور اس مسئلہ کی اصل صاحب مذہب سے کہیں منقول نہیں۔ بعض متأخرین نے اس کا قیاس تحیۃ الوضوء یا تحیۃ المسجد پر کیا ہے یعنی اگر وضو کر کے فرض پڑھ لئے یا دخولِ مسجد کے بعد فرض پڑھ لے تو تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد بھی ادا ہو گیا۔ مگر یہ قیاس عند التامل الصادق (پوری طرح غور کرنے کے بعد) ٹھیک نہیں۔ کیونکہ تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کی مشروعیۃ میں حکمت و علت یہ ہے کہ کوئی وضو یا کوئی دخول مسجد صلوٰۃ سے خالی نہ ہو۔ سو یہ حکمت ادائے فرض سے بھی حاصل ہے بخلاف صیام ایام مذکور کے۔ کیونکہ یہاں خود فضیلت ان ایام کے صوم کی الگ مقصود ہے اور فرضیت اور وجوب قضائے رمضان ونذر وکفارہ جُدا مقصود ہے۔ پس یہ قیاس مع الفارق ہے۔ چنانچہ حدیث میں جو وارد ہے کہ رمضان کے بعد ان چھ روزوں کے رکھنے سے (ایسا ہو گیا) گویا تمام سال روزے رکھے تو حدیث ہی میں اس کی وجہ بھی ارشاد ہوئی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ من جآء بالحسنة فله عشر امثالها لہٰذا رمضان تو برابر دس ماہ کے ہو گیا اور یہ چھ دن برابر ساٹھ دن یعنی دو ماہ کے ہو گئے۔ الخ سو جب چھ روزہ رمضان مثلاً قضا ہو گئے۔ اور ان کو شوال میں ادا کیا

ملہ جنت کے جوانوں کے سردار حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ ہونگے اور ادھیڑ عمر والوں کے سردار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہونگے۔

تو رمضان کے روزے تو اب پورے ہوئے اور دس مہینے کا ثواب اب ملا۔ تو یہی چھ روزے دو ماہ بقیہ کے قائم مقام کیسے ہو جائیں گے۔

ملفوظ ۳۷۵ :- مولوی محمد صاحب متوطن بنگال نے پوچھا کہ نابالغ کچھ پڑھ کر کسی کو بخش سکتا ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ ہاں بخش سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے شبہ کیا کہ نابالغ کا تبرع جائز نہیں۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ حکم مخصوص مال کے ساتھ ہے خواہ مال حقیقی ہو یا مال حکمی ہو اور ثواب مال نہیں جو اس کا تصرف غیر معتبر ٹھہرایا جائے۔ دوسرے اس سے قطع نظر تصرف تین قسم کے ہیں۔ ایک نافع محض دوسرے ضار (مضر) محض۔ تیسرے من وجہ ضار من وجہ نافع (یعنی ایک طرح نافع اور ایک طرح مضر) سو نافع محض تو بدون ولی کی اجازت کے بھی معتبر ہیں اور ضار محض ولی کی اجازت سے بھی معتبر نہیں۔ اور جو من وجہ ضار اور من وجہ نافع ہیں وہ ولی کی اجازت سے معتبر ہو سکتے ہیں اور ایصالِ ثواب نافع محض ہے کیونکہ نابالغ کا اس میں ذرا بھی ضرر نہیں بلکہ خود اس کو بھی ثواب ملے گا۔ اس لئے اس کے درست ہونے میں شبہ نہیں۔

ملفوظ ۳۷۶ :- ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ اُن کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوئی تھی۔ اُنھوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے۔ میں نے اُن کو جواب دیا کہ اس سے بفضلہ تعالیٰ اُن کی بالکل تسلی ہو گئی۔ طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے۔ اور چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں۔ اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے۔ ان کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً اُن کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے۔ اس سمجھانے سے اُن کی تسلی ہو گئی۔ اور تقلید کے بارے میں اُس وقت اُن سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف اُن کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اس امر میں بھی اُن کا پورا اطمینان ہو گیا۔ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوی (خواہش نفسانی) کا غلبہ نہ تھا۔ اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل احتیاط کی بات کرتے تھے۔ بعد اُس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوی کا ہو گیا۔ طبیعت ہر حکم میں اپنی نفسانی غرض کی موافقت کو تلاش کرنے لگی۔ اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہوی کا رہ جائے گا۔ جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے۔ سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوی کا علاج ہے۔

ملفوظ ۳۷۷ :- ارشاد فرمایا کہ بعض آزاد منش لوگ علماء پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ

لوگوں کو کافر بناتے ہیں۔ میں یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ بناتے نہیں، بتاتے ہیں۔ کافر بنتے تو وہ خود ہیں علماء بتلا دیتے ہیں۔

ملفوظ ۲۷۷:- ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے شبہ لکھا تھا کہ میں حاکم مجازی کے سامنے بہت ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اتنا خوف نہیں معلوم ہوتا اس سے شبہ ضعف ایمان کا ہوتا ہے۔ میں نے اس کا جواب لکھا تھا کہ یہ خوف طبعی ہے جس کا مدار مشاہدہ ہے تو حاکم مجازی کا زیادہ خوف بوجہ مشاہدہ کے ہے اور اللہ تعالیٰ کا چونکہ مشاہدہ نہیں اس لئے زیادہ خوف نہیں معلوم ہوتا مگر انسان اس کا مکلف نہیں۔ وہ خوف عقلی ہے جو سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس لئے شبہ ضعف ایمان کا نہ کرنا چاہیے۔

ملفوظ ۲۷۹:- ارشاد فرمایا کہ ایک صوفی غیر متشرع الہ آباد کے میرے پاس گنگوہ میں گئے۔ اور پھولوں کا ایک ہار مجھے دیکر کہا کہ آج ایک باغ میں سے پھول لایا تھا۔ کچھ تو حضرت شاہ عبدالقدوسؒ صاحب کے یہاں چڑھائے اور کچھ اس میں بچا ہوا تمہارے پاس لے آیا۔ میں نے اُن سے اُن کے مذاق کے موافق کہا کہ اگر کوئی شخص نہایت لطیف المزاج اسی روپیہ تولہ کا عطر لگاتا ہو اور آپ اس کے پاس بالکل معمولی اور خراب چار آنہ تولہ کا عطر لیجا کر اس کے کپڑوں میں لگادیں تو کیا اُس کو ناگوار نہ ہوگا۔ سو یہ حضرات اولیاء اللہ جنت کے روائح (خوشبوؤں) سے مشرف ہو چکے ہیں اور اُن روائح اور دنیا کے پانچ پھولوں میں یہی نسبت ہے تو اُن کے تبور پر ان پھولوں کا چڑھانا ان کو کیسے گوارا ہوگا۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی اور توبہ کرلی اور کہنے لگے کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

ملفوظ ۲۸۰:- ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شہید سے کسی دہریہ نے کہا کہ داڑھی ایک زائد اور فضول چیز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ پیدا ہونے کے وقت نہ تھی۔ اس لئے اس کو ہرگز نہ رکھنا چاہیے۔ اس پر مولانا نے جواب دیا تو پھر دانت بھی توڑ ڈالو۔ مولانا عبدالحئی صاحب بھی موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ واہ مولانا کیا دنداں شکن جواب دیا۔

ملفوظ ۲۸۱:- مغرب کے فرضوں کے بعد فرمایا کہ آج مدت کے بعد ایک بڑا شبہ نماز میں حل ہوا۔ شبہ یہ تھا کہ نقشہ نعل شریف جو بزرگوں نے واسطے تحصیل برکت کے لکھا ہے اور زاد السعید کے آخر میں میں نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اس نقشہ کے مطابق اگر کوئی چمڑے کا نعل بنا کر اس کا وہی ادب و معاملہ کرنے لگے جو کہ نقش سے کیا جاتا ہے تو آیا یہ معاملہ ٹھیک ہوگا یا نہیں۔ ہر چند کہ جی اس کو قبول نہیں کرتا تھا کہ چمڑے کے نمونہ نعل کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو کہ نقش کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مگر وجہ فرق کی بھی دونوں کے درمیان سمجھ میں نہیں

آتی تھی۔ چونکہ شبہ میرے خیال میں بہت قوی تھا۔ اس لئے میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا کہ امید نہیں تھی کہ جواب شافی میسر ہو سکے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج نماز میں وہ شبہ حل ہو گیا اس کے حل ہونے سے اور بھی باتیں حل ہو گئیں۔ حل اس کا یہ ہے کہ نقش کا ادب اس وجہ سے ہے کہ وہ دال ہے اصل پر۔ سو نقش کی تو وضع ہی نمونہ دکھلانے کے لئے ہے تو اس میں استقلال کا شبہ نہیں ہو سکتا اسی لئے اس کو مناسبت بھی اصل سے کم ہے اور چمڑے کا نمونہ بنوانے میں چونکہ وہ ایک مستقل چیز ہو جائے گی۔ اس لئے غلو کا بھی اس میں اندیشہ زیادہ ہے لہٰذا اس کے ساتھ وہ معاملہ درست نہ ہو گا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ مکہ معظمہ اور بیت اللہ اور مدینہ منورہ اور روضۂ اطہر کے نقشوں سے اگر کوئی معاملہ تعظیم تکریم اور حصول برکت کا کرے تو جائز ہو گا۔ اور اگر کوئی بیت اللہ یا روضۂ اطہر کے نمونہ کے مطابق مکان بنوائے تو اس مکان سے وہ معاملہ کرنا ناجائز ہو گا۔ کیونکہ اس مکان میں محض نمونہ دکھلانا ہی نہیں ہے بلکہ خود اس میں گونہ استقلال بھی ہے تو اس میں شدہ شدہ غلو کا بھی اندیشہ زائد ہے کہ چند روز میں اس کا حج و طواف نہ ہونے لگے۔

ملفوظ ۴۸۲: بعض لوگوں کو رسوم شادی میں جو بنا بر تفاخر صاحب تقریب کرتا ہے کسی کے شریک ہونے پر یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ ریا و نمود متعلق قلب کے ہے۔ اور قلب کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ ریا جس طرح اظہار سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی طرح قرائن سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام۔ یہ ظاہر ہے کہ فخر کرنے والے زبان سے نہیں کہتے کہ ہم فخر کے لئے کر رہے ہیں۔ پس اگر قرائن اس میں معتبر نہ ہوتے تو اس حدیث پر عمل کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ قرائن سے بھی فخر معلوم ہو سکتا ہے۔

ملفوظ ۴۸۳: ارشاد فرمایا کہ رام پور میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی۔ میں نے کہا کہ جسمانی کہنے لگے کہ ثبوت۔ میں نے کہا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الآیۃ اور ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ۔ اور حدیثیں۔ کہنے لگے کیا یہ ممکن ہے کہ جسم انسانی ایسے طبقہ سے عبور کرے جہاں ہوا نہ ہو میں نے کہا کہ ہاں یہ ممکن ہے کہنے لگے کہ ثبوت۔ میں نے کہا کہ امکان نام ہے عدم الوجوب وعدم الامتناع کا جب وجوب و امتناع نہ ہو گا تو امکان ثابت ہو جائے گا۔ اور چونکہ امکان اصل ہے۔ لہٰذا جو مدعی امتناع یا وجوب کا ہو دلیل اس کے ذمہ ہے۔ ہم اصل سے متمسک ہیں ہمارے ذمہ دلیل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج تک کوئی اوپر بھی گیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ نظیر کا مطالبہ ہے ثبوت کا

نہیں۔ اور نظیر کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ نہیں ہے علاوہ اس کے وہ بھی ایک نظیر ہوگا۔ اس کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اس نظیر ثانی کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ الیٰ غیر النہایۃ۔ تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور اگر کسی نظیر کو کہ وہ ایک واقعہ ہے بلا نظیر آپ مان لیں گے تو اسی واقعہ کو بلا نظیر کیوں نہ مان لیجئے۔ کیونکہ ایک کے بلا نظیر ماننے میں اور ایک کے بلا نظیر نہ ماننے میں ترجیح بلا مرجح ہے انہوں نے کہا کہ صاحب یہ تو بالکل محال ہوتا ہے۔ میں نے کہا مستبعد ہے محال نہیں۔ اور مستبعد کا وقوع بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور استبعاد اور چیز ہے استحالہ اور چیز ہے مگر وہ کسی طرح نہ سمجھے۔ اپنی ہی ہانکتے رہے۔ یہ حکایت اس پر بیان کی تھی کہ آج کل اکثر لوگ جس درجہ کا سوال کرتے ہیں، اُس درجہ کا فہم نہیں رکھتے۔ اس لئے جواب نہیں سمجھ سکتے۔ اور خطا نکالتے ہیں اہل علم کی کہ جواب نہیں دے سکے۔

ملفوظ ۳۸۴ ایک مہمان نے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا کہ بروقت وصال حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوات قلم مانگا اور عمرؓ نے کہا کہ کیا ضرور، بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ یہ اعتراض صرف حضرت عمرؓ پر نہیں بلکہ اس میں تو خود حضورؐ پر بھی کتمانِ حق کا اعتراض لازم آتا ہے۔ آپ پر تبلیغ احکام فرض تھی۔ اگر کوئی حکم واجب تھا تو آپ نے کیوں نہ ظاہر فرمایا۔ اگر اس وقت دوات قلم نہیں آئی تھی تو دوسرے وقت منگا کر تحریر فرما دیتے۔ کیونکہ آپ کئی روز اس واقعہ کے بعد زندہ رہے ہیں چنانچہ یہ واقعہ پنجشنبہ کا ہے۔ اور وفات دوشنبہ کو ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی نیا حکم ارشاد فرمانا نہ تھا بلکہ کسی امر قدیم کی تجدید وتاکید مقصود تھی۔ چونکہ حضرت عمرؓ سمجھ گئے اسلئے انہوں نے گوارا نہ فرمایا کہ حضور تکلیف فرمائیں اس کی ایسی مثال ہے کہ طبیب کسی کو زبانی نسخہ بتلادے پھر براہ شفقت کہے قلم دوات لاؤ لکھ دوں۔ اور مریض یہ دیکھ کر کہ اس وقت ان کو تکلیف ہوگی۔ کہے کہ کیا حاجت ہے اس وقت تکلیف مت دو۔ اور جواب الزامی یہ ہے کہ قصۂ حدیبیہ میں حضرت علی رضؓ نے صلحنامہ لکھا ہے ھذا ما قاضیٰ علیہ محمد رسول اللہ۔ کفار نے مزاحمت کی کہ ابن عبداللہ لکھو۔ کیونکہ اسی میں تو جھگڑا ہے اگر ہم رسالت تسلیم کر لیں تو نزاع ہی کس بات کی۔ حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے فرمایا کہ اس کو مٹا دو۔ انہوں نے انکار فرمایا۔ پس ایسی مخالفت تو اس میں بھی ہوئی جس طرح حضرت عمرؓ نے مخالفت کی تھی پھر فرمایا کہ جواب الزامی مجھے پسند نہیں مگر بطور لطیفہ کے اس وقت بیان کر دیا۔

ملفوظ ۳۸۵ فرمایا۔ میرے پاس ایک مولوی صاحب اور ایک عامی آئے۔ باہمی نزاع یہ تھی کہ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غوث پاکؒ قطعی جنتی نہیں اور جاہل یہ کہتا تھا کہ

اگر وہ جنتی نہیں تو پھر کون ہوگا۔ جاہل سے میں نے کہا کہ ہاں بھائی وہ جنتی نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا۔ مولوی صاحب مجھ سے لڑنے لگے کہ کیا دلیل ہے یقیناً جنتی ہونے کی۔ میں نے کہا ذرا ٹھہریئے۔ پھر میں نے جاہل سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یقیناً جنتی ہیں یا نہیں۔ اس نے کہا بلا شک وہ جنتی ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا۔ کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے۔ پھر میں نے کہا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہنے لگا اولیائے امت کی شہادت مقبولیت سے میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اور اولیاء اللہ کے ارشاد میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ اس نے کہا کہ بہت فرق ہے۔ میں نے کہا کہ اتنا ہی اثر دونوں ارشادوں کے اثر میں ہے یا نہیں کہنے لگا کہ ضرور ہے۔ میں نے کہا کہ اتنا ہی فرق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے میں اور حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے جنتی ہونے میں ہے یا نہیں۔ کہنے لگا کہ ہاں ہے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ حضرت جو آپ کا عقیدہ ہے وہی اس کا بھی ہے صرف فرق عنوان کا ہے یہ اس کو یقینی کہتا ہے آپ غالب ظن۔ باقی اصل معنوں میں دونوں متفق ہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی مرتبہ یقینی سے حضرت غوث پاکؒ کے جنتی ہونے کا مرتبہ متنزل مانتا ہے۔ اسی کا نام عدم قطعیت ہے۔ مولوی صاحب بہت خوش ہوئے مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ بلا ضرورت عوام الناس کو متوحش بنانا اور بلا دلیل ان پر بدگمانی کرنا اچھا نہیں۔

ملفوظ ۳۸۶:- فرمایا۔ ایک شخص نے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھ سے گفتگو کی۔ میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے بل احیاء عند ربھم۔ اور جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے۔ اور اس نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں اس میں حدیث صریح موجود ہے۔ اور یہ تائید کے درجہ میں ہے۔

ملفوظ ۳۸۷:- فرمایا۔ ارادہ بندہ کا کچھ بھی نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:- عرفت ربی بفسخ العزائم یعنی میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹنے سے۔ بسا اوقات انسان اپنے ارادوں میں ناکامیاب رہتا ہے۔ ہزاروں ارادے مصمم کئے مگر کچھ نہ ہوا۔ اسی واسطے ابن عطاء اسکندریؒ فرماتے ہیں کہ ارید ان لا ارید یعنی میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ارادہ نہ کروں گا۔ اس پر بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ یہ عدم ارادہ کا ارادہ بھی تو ارادہ ہی ہے۔ انہوں نے خود کیا اچھا جواب دیا ہے کہ جس ارادہ کی نفی کی جا رہی ہے وہ تو اس لئے قابل ترک ہے کہ وہ خلاف تفویض و رضا ہے اور عدم ارادہ کا ارادہ خود عین تفویض و موافق رضا ہے۔ اس لئے یہ منفی و قابل ترک نہیں۔

ملفوظ ۴۸۸:- فرمایا۔ ایک شبہ ظاہری یہ ہوتا ہے کہ ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے انتقال پر رو دیئے۔ اور بعض اولیاء اللہ کی حکایت ہے کہ وقت مصیبت کے انھوں نے الحمد للہ کہا اور ظاہراً الحمد للہ کہنے والے کا مرتبہ رو دینے والے سے زائد معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کے مرتبے کو کوئی نہیں پاسکتا۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ حقِ فرزند یہ ہے کہ ایسے وقت میں اس پر رو دے۔ حقِ خالق یہ ہے کہ امرِ الٰہی پر صبر کرے۔ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو جمع فرمایا حقِ فرزند بھی حقِ خالق بھی، اور دونوں کو ادا فرما دیا۔ اور وہ بعض اولیاء اللہ مرتبے میں کم ہیں کہ ایک حق اُن سے ادا ہوا۔ اور دوسرا نہ ہوا۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ قیامت میں بعض انبیاء بعض اولیاء اللہ پر رشک کریں گے۔ ظاہراً اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ افضل کو مفضول پر غبطہ کیوں ہوگا۔ بات یہ ہے کہ غبطہ کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی تو کمال کے نقدان سے سو یہ تو نہ ہوگا۔ اور کبھی بہ سبب ایک خاص قسم کی عافیت کے۔ مثلاً کوئی بڑے عہدے پر ہو۔ اور ذمہ داریوں کی کثرت سے یہ کہے کہ پانچ روپیہ والے مجھ سے اچھے کہ آرام سے تو ہیں۔ اس قدر بار حساب کا تو ان پر نہیں۔ حضرات انبیاء علیہ السلام کا رشک کرنا اسی طرح پر ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السّلام کا بڑا مرتبہ ہے امت کی فکر میں مشغول ہونگے اور بعض اولیاء اللہ الٰہی مشغولی سے آزاد ہوں گے۔ پس اس غبطہ کا یہ محل ہے۔

ملفوظ ۴۸۹:- فرمایا کہ کسی نے دریافت کیا کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ فرمایا معاً قلب میں جواب میں یہ بات آئی کہ جب کوئی شخص نہایت خائف ہوتا ہے تو وہ ڈر کر کہتا ہے کہ مجھ سے جو قصور ہو گیا ہو معاف کر دیجیے۔ حالانکہ اس سے کوئی گناہ نہیں ہوا ہوتا۔ اور دوسرا اُس کی تسلی کے لئے کہہ دیتا ہے کہ اچھا ہم نے تمہارا سب معاف کیا۔ اسی طرح چونکہ اس خیال سے آپ کو غم رہا کرتا تھا کہ مجھ سے کوئی لغزش نہ ہوگئی ہو حق تعالیٰ نے تسلی فرما دی۔

ملفوظ ۴۹۰:- فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ما اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان ولا سکرجۃ ولا خبزلہ مرقق۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوکی اور تشتری پر کھانا نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی آپ کے لئے چپاتی پکی۔ مشہور یہ ہے کہ جس کام کو آپ نے نہیں کیا وہ نہ کرنا چاہیے اور اس قاعدہ کی اس سے تائید کی کہ عیدین کی نماز میں مثلاً اقامت اور اذان آپ کے وقت میں نہیں ہوئی لہٰذا اجماعاً نہ کرنا چاہیے۔ لیکن قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک تو ہے عدم الفعل (کسی کام کو نہ کرنا) اور ایک ہے ترک الفعل (کسی کام کو چھوڑنا) ان دونوں میں بڑا

فرق ہے۔ پس عدم الفعل تو عدم قصد سے بھی ہوتا ہے اور ترک میں اسکے اعدام (مٹانے) کا قصد ہوتا ہے۔ پھر یہ قصد جس مرتبہ کا ہو گا اسی قدر اس فعل کا ناپسندیدہ ہونا ثابت ہو گا۔ اور اس فرق کو اہل اجتہاد خوب پہچانتے ہیں۔ پس عدم الفعل سے تو اس کا کرنا ناجائز نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ اور کوئی قباحت شرعی لازم نہ آئے اور ترک الفعل البتہ ناپسندیدگی پر دال ہے۔ اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ اس وقت ایسے تکلفات نہ تھے۔ پس مدلول اس کا عدم الفعل ہے نہ ترک الفعل۔ اب اگر کوئی تشتری میں کھائے یا چپاتی کھائے جائز ہے مگر از راہ افتخار نہ ہو۔ میز پر کھانے میں چونکہ افتخار و تشبہ کا قبح ہے وہ اس مستقل دلیل سے ممنوع ہو گا۔

ملفوظ ۴۹۱:- فرمایا۔ بعض لوگ آیت وشاورھم فی الامر سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سلطنت شخصی ہونا خلاف قرآن کے ہے۔ شاورہم سے کثرت رائے مفہوم ہوئی ہے جو حاصل ہے سلطنت جمہوری کا۔ مگر اس استدلال کی غلطی خود اس آیت کے اگلے جزو سے ظاہر ہے واذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو مشورہ طلب ہے مگر بعد مشورہ مدار محض آپ کے عزم اور رائے پر ہے اس سے تو بالعکس سلطنت کا شخصی ہونا ثابت ہوا البتہ یہ ضرور ہے کہ شخص واحد پر مشورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن مدار کثرت رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس مستشیر (مشورہ دینے والے) کو اطلاق آیت سے اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ بمقابلہ جماعت کے ایک کے مشورہ کو قبول کر کے اس کے موافق عزم کر لے۔

ملفوظ ۴۹۲:- فرمایا۔ یہ اعتراض کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا، محض غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ اسلام میں اول جزیہ کا حکم ہے۔ جب جزیہ قبول کر لیا اب تلوار مسلمان نہیں اٹھا سکتا۔ اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو قابل غور ہے کہ اسلام نے مخالفین کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی ڈھال دے رکھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی کلمہ پڑھ لے فوراً چھوڑ دو تو اس طرح ہر ہر کافر وقت پر مسلمان کی تلوار کو بند کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی کافر نے کسی مسلمان پر خوب ظلم کیا ہو، ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے ہوں۔ اس کے اہل و عیال کو قتل کر ڈالا ہو۔ غرض ہر طرح کا ظلم کیا ہو اور باوجود ان مظالم کے پھر کون ایسا ہے کہ موقع ملے اور قدرت ہو اور بدلہ نہ لے۔ مگر اسلام میں ایسا حکم ہے کہ اگر اس شخص کا یا اس کے کسی یار و مددگار کا اس پر قابو بڑھ جائے اور وہ اس کا کام تمام کرنا چاہے اور زبان سے کلمہ شریف پڑھ لے اور قرائن سے معلوم بھی ہو کہ دل سے نہیں پڑھا۔ تب بھی حکم یہ ہے کہ تلوار مت اٹھاؤ۔ یہ کتنی بڑی ڈھال مخالف کے ہاتھ میں ہے۔ پس جس مذہب کا یہ قانون ہو اس میں کیسے ممکن ہے کہ اس کی ترقی تلوار سے ہو سکے۔ اب

فرمائیے کہ اسلام بزورِ شمشیر کیونکر پھیلا۔

ملفوظ ۴۹۳ - فرمایا۔ بظاہر اس پر کہ کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انھوں نے اتنا بڑا گناہ کون سا کیا کہ سزائے دائمی تجویز کی گئی۔ کیونکہ زندگی محدود گناہ محدود۔ پھر سزائے غیر محدود کا کیوں حکم ہوا۔ جواب یہ ہے کہ کفر و شرک کی حقیقت ہے بغاوت۔ دنیا میں بھی قاعدہ ہے کہ سلاطین باغی کو جلاوطن عبور دریائے شور وغیرہ کی سزا دیتے ہیں۔ چونکہ سلاطین بجز اس کے کہ عمر بھر کے لئے دے سکیں زیادہ پر قدرت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے زائد سے مجبور ہیں۔ مگر اتنا ظاہر ہو گیا کہ بغاوت کی سزا غیر محدود ہونا چاہیے اور یہ امر بمقتضائے عقل ہے۔ چنانچہ جو سلاطین پابند ملت بھی نہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ جواب تو الزامی ہے۔ اس کی حقیقت میں غور کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ مالک حقیقی ہیں اور ان کے صفات غیر متناہی ہیں اور ہر صفت کا ایک حق ہے۔ اب جو شخص ایسے مالک جامع کمالات غیر متناہیہ کے حقوق کو ضائع کرے گا اس کی سزا بھی غیر متناہی ہونا چاہیے۔ پس یہ سزا عین موافق عقل کے ہوئی۔

یکم ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۴۹۴ - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے ایک لڑکا ہے اس کو قوت حافظہ کی کمی کی شکایت ہے۔ فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے لئے بہ فرمایا کرتے تھے کہ صبح کے وقت روٹی پر الحمد شریف لکھ کر کھلایا جائے حافظہ کے لئے مفید ہے۔ میں نے اس میں بجائے روٹی کے بسکٹ کی ترمیم کر دی ہے۔ کیونکہ بوجہ ملاست (چکنا ہونے کے) اس پر لکھنے میں سہولت ہوتی ہے۔ پھر ایک سوال پر فرمایا کہ حضرت کم از کم چالیس روز کھانے کو فرمایا کرتے تھے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ان تعویذ گنڈوں میں عامل کی قوتِ خیالیہ کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے کلمات کی قید نہیں چنانچہ حضرت سید صاحب بریلوی رح تعویذ میں صرف یہ لکھ دیا کرتے تھے۔ خداوندا اگر منظور داری: حاجتش را بر آری۔ جس کام کے لیے دیدیے حق تعالیٰ پورا فرما دیتے۔ ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اگر اس عبارت کو

یوں کر دیا جاوے تو موزوں شعر ہو جاوے ؎

خداوندا اگر منظور داری ، بفضلت حاجت ادرا برآری

حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو تم اسی طرح کر لیا کرو ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کو نا خلاف ادب سمجھتے ہیں۔ اُن کو حضرت نے بے ادب بنایا مگر نہایت لطیف عنوان سے۔ جیسے قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں وما لی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون ان حضرات کی ہر بات میں لطافت ہوتی ہے۔ اگر معمولی سے معمولی بات بھی فرماتے ہیں اس میں بھی نور ہوتا ہے اثر ہوتا ہے ایسے ہی ایک شخص حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ کی خدمت میں آیا۔ اس نے ایک ضرورت کے لئے تعویذ مانگا غالباً نکاح کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے انکار فرما دیا۔ اس نے اصرار کیا آپ نے یہ لکھ کر دیدیا اے اللہ یہ مانتا نہیں اور میں جانتا نہیں آپ جانیں اور آپ کا بندہ۔ بہت جلد وہ شخص اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور جیسے ان کی معمولی باتوں میں نور اور اثر ہوتا ہے ایسے ہی معمولی باتوں میں علوم بھی ہوتے ہیں۔

ملفوظ ۴۹۵:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وساوس کی طرف التفات اور توجہ کرنا ہی مضر ہے۔ اس کی مثال بجلی کے تار کی سی ہے بجلی کے تار کو ہاتھ نہ لگانا چاہئے۔ خواہ جذباً (پکڑنے کے لئے) ہو یا دفعاً ہو (الگ کرنے کے لئے) ہر دو صورت میں لپٹ ہی جائے گا۔ ہاں اس کی صورت یہ ہے۔ وہ یہ کہ درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل ہو جائے کہ بجلی کو دور کر دے۔ جیسے خشک لکڑی کے حائل ہونے سے اثر نہیں کرتی۔ یہ ایک تدبیر نافع ہے اسی طرح یہاں بھی ایسی ہی چیز کی ضرورت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وساوس کے دفع کی طرف تو توجہ نہ ہو بلکہ یہ کرے کہ مثلاً قرأت کے وقت اس کے الفاظ کی طرف متوجہ رہے اس طرح سے کہ الحمد للہ رب العالمین کے بعد الرحمٰن الرحیم ہے اس کے بعد مالک یوم الدین ہے۔ چند روز تو اس صورت میں تعب ہو گا مگر پھر سہولت سے عادت ہو جانے پر تعب بھی نہ ہو گا مگر یہ سب باتیں کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا اور نہ کچھ ہاتھ لگتا ہے۔ یہ زبانی جمع خرچ ایسا ہے جیسے ایک صاحب مفلس تھا مزاحاً فرمایا کہ میں ان کو مہاجن کہا کرتا ہوں بیٹھا ہوا کارخانہ کا حساب کتاب کر رہا تھا ایک مہذب سائل آیا خاموش کھڑا رہا اس خیال سے کہ اس وقت سیٹھ جی حساب میں مشغول ہیں فارغ ہونے پر سوال کروں گا دیر تک کھڑا رہا۔ حساب کے الفاظ سنتا رہا۔ دو اور دو چار اور چھ دس دس کا صفر حاصل ہوا ایک۔ دس اور دو بارہ۔ بارہ

مثلہ اور مجھے کیا ہے کون سا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا۔

کے دو ہاتھ لگا ایک. غرض کہیں حاصل اور کہیں ہاتھ لگے. وہ سائل گنتا رہا پانچ ہوئے دس ہوئے پچاس ہوئے سو ہوئے. اب سائل خوش تھا کہ یہ تو اقراری مجرم ہے یعنی قول کا اقراری ہے ٹھہر کر وصول کر دوں گا. دینے سے عذر کر ہی نہیں سکتا. اب لالہ جی حساب سے فارغ ہو کر بیٹھے تو سائل نے کہا کہ سیٹھ جی میں بھی حاجتمند ہوں مجھے بھی کچھ دلوائیے. لالہ جی بولے کہ میاں میرے پاس کیا رکھا ہے اس نے کہا کہ کیوں جھوٹ بولتے ہو خود میرے ہی سامنے تم کو سیکڑوں ہزاروں حاصل ہوئے اور ہزاروں ہاتھ لگے دو گھنٹہ سے تو میں کھڑا ہوا سن رہا ہوں اور برابر جوڑتا رہا ہوں. کئی سو بلکہ کئی ہزار تک نوبت پہونچ چکی ہے. اس اقرار کے بعد یہ جھوٹ کہ میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں. لالہ جی نے کہا کہ میاں مجھ کو جو حاصل ہوا اور ہاتھ لگے وہ لفظوں ہی میں حاصل ہوا. حقیقت میں نہ کچھ حاصل ہوا اور نہ ہاتھ لگے تو حضرت نرے زبانی جمع خرچ سے نہ کچھ حاصل ہوگا اور نہ کچھ ہاتھ لگے گا. اس سے کام نہیں چل سکتا. کام چلتا ہے کام کرنے سے کام کرو. سب دشواریاں آسان ہو جائیں گی. وساوس کے زیادہ ہجوم کا سبب بے فکری ہے کسی خام (کچے) یاد والے حافظ سے جو رمضان شریف میں قرآن شریف تراویح میں سناتا ہو اور بھولنے کے خوف سے سوچ سوچ کر پڑھ رہا ہو. دریافت کرو کہ تجھ کو بھی قراءت کے وقت کوئی وسوسہ آتا ہے یا نہیں. وہ یہی کہے گا کہ تم وساوس کو لئے پھرتے ہو یہاں اپنی خبر بھی نہیں رہتی. بجز کلام پاک کے کہ اس میں غرق ہو جاتا ہوں کہیں متشابہ نہ لگ جاوے تو زیادہ سبب وساوس کا بے فکری ہے.

ملفوظ ۴۹۶:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصور شیخ کا مسئلہ نہایت نازک مسئلہ ہے. تصور شیخ کو جو بعض حضرات نے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض کی قوت خیالیہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اس سے کبھی شیخ کی صورت متمثل ہو کر منکشف ہو جاتی ہے، اور اسکو حاضر ناظر سمجھنے لگتا ہے. اسی لئے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عامی شخص کو کبھی ایسے اشغال نہ بتلائے جائیں جن سے کشف ہونے لگے. صرف اوراد کی تعلیم مناسب ہے اس صورت میں اگر شیخ کی ہیئت منکشف ہوگئی. اسی طرح شیخ کی صورت متمثل ہونے پر شاغل اگر عالم آدمی ہے تو حقیقت سمجھے گا چونکہ اس حقیقت کے مبادی اس کے ذہن میں ہیں گر جاہل نہ سمجھے گا اس کا اعتقاد خراب ہو گا.

ملفوظ ۴۹۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جتنا تعلق حق تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی مخلوق سے طمع اور خوف گھٹتا رہتا ہے اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے جس کو فرماتے ہیں ؎

موحد چہ برپائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد زکس ہمیں است بنیاد توحید و بس

ہاں کبھی طبعی ضعف سبب ہو جاتا ہے مخلوق سے خوف کا وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ ایک بادشاہ نے ایک بزرگ سے گفتگو کرتے ہوئے حالت غیظ میں کہا کہ کون ہے بزرگ نے بھی استغنا کہا کہ کوئی ہے۔ اس کہنے کے ساتھ ہی ایک کونے میں سے نہایت زبردست شیر ببر نکلا۔ اور بادشاہ پر حملہ کرنے چلا۔ بادشاہ تو شیر کے خوف سے بھاگا ہی تھا مگر یہ بزرگ بھی ڈر کر بھاگے۔ یہ طبعی خوف ہوتا ہے۔ ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے جس وقت اپنا عصا زمین پر ڈالا اور اس کا اژدہا بن گیا تو خود ہی خوف ۔۔ کھا کر بھاگے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لاتخف انی لا یخاف لدی المرسلون۔ تو موسیٰ علیہ السلام پر بھی خوف طاری ہوا یہ طبعی خوف ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے زمانہ تحریک خلافت میں میرے متعلق کہا کہ یہ گورنمنٹ سے ڈرتا ہے میں نے کہا کہ موذی سے تو ہر کوئی ڈرتا ہے اور گورنمنٹ تو پھر قوت کی چیز ہے۔ میں تو سانپ سے ڈرتا ہوں بچھو سے ڈرتا ہوں۔ بھڑ سے ڈرتا ہوں تو یہ خوف طبعی ہے۔ یہ مستثنیٰ ہے۔

ملفوظ ۴۹۸ فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں بیعت ہو کر باطنی اصلاح چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا ہے کہ وہ باطنی اصلاح کیا چیز ہے اور کیا وہ بیعت پر موقوف ہے۔ اس پر فرمایا کہ دیکھئے کیا جواب آتا ہے اس سے ان کے فہم کا اندازہ بھی ہو جائے گا اور طلب صادق کی حقیقت بھی منکشف ہو جائے گی میں تو پہلے ہی خط سے اصلاح کا کام شروع کر دیتا ہوں۔ اگر فہم ہو گا سمجھ جائیں گے اور بدفہمی کا کوئی علاج نہیں۔

ملفوظ ۴۹۹ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جاہلوں نے بزرگان دین کے مزارات پر نہایت ہی خرافات برپا کر رکھی ہیں کھلم کھلا شرک و بدعت کرتے ہیں۔ اور منع کرنے والوں کو بزرگوں کا مخالف اور نہ ماننے والا بتلاتے ہیں۔ اجمیر ہی میں دیکھ لیجئے کیسے کیسے بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی جنھوں نے تمام عمر توحید اور اسلام کی خدمت میں اور کفار سے مقابلہ میں گذار دی۔ اب اُن سے عقیدت رکھنے والے اور محبت کا دعویٰ کرنے والے شرک و بدعت میں مبتلا ہیں۔ یہ متبعین اور معتقدین ہیں مقام عبرت کو تماشا گاہ اور

ؔ موحد کے پیروں میں ارلا پچ دینے کیلئے) سونا ڈالدو (یا ڈرانے کے لئے) تلوار اس کے سر پر رکھ دو اس کو نہ کسی سے لالچ ہوتی ہے نہ خوف ہوتا ہے۔ یہی توحید کی بنیاد ہے کہ بجز حق تعالیٰ کے کسی سے نہ امید ہے نہ کسی کا خوف ہے۔
ؔ اے موسیٰ ڈرو نہیں۔ اور ہمارے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔

فسق و فجور کا مرکز بنا رکھا ہے۔ خوفِ خدا تو ان لوگوں کے قلوب میں رہا ہی نہیں۔ حالات سُن سُن کر نہایت ہی قلب دکھتا ہے۔ یہ بدفہم بزرگوں کو بھی بدنام کرتے ہیں عوام کی تو شکایت ہی کیا جو لکھے پڑھے کہلاتے ہیں اُن کو ان خرافات اور شرکیات و بدعات میں ابتلاء ہو رہا ہے۔ اِنّا للہ وَ اِنّا الیہ راجعون۔

ملفوظ ۵ ایک صاحب مجلس میں بہت ہی زیادہ ادب کی صورت بنائے بیٹھے تھے حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ آپ جس ہیئت سے بیٹھے ہیں اور بھی کوئی اس طرح بیٹھا ہے۔ یا آپ ہی پر سب سے زیادہ ادب کا غلبہ ہے۔ مجھ کو اس ہیئت ادب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مجھ کو بنائے ہو۔ آدمی کو کچھ تو عقل سے کام لینا چاہئے مجھے ایسی نشست سے تنگی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان بندھا ہوا بیٹھا ہے۔ صحابہ کرام رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بے ادب ہو ادب نہایت ضروری چیز ہے مطلب یہ ہے کہ تکلف نہ ہو۔ ادب اور چیز ہے تکلف اور چیز ہے۔ اور اصل ادب نام ہے راحت رسانی کا۔ ادب کہتے ہیں حفظ حدود کو اور یہ بڑوں ہی کے لئے نہیں بلکہ چھوٹوں کے بھی حدود اور حقوق ہیں بڑوں کے ذمہ۔ اور چھوٹوں کے ذمہ بڑوں کے حقوق ہیں۔ ان حقوق کے ادا کرنے کا نام ادب ہے۔ خلاصہ یہ کہ بڑوں کے ذمہ چھوٹوں کا ادب ہے اور چھوٹوں کے ذمہ بڑوں کا ادب ہے۔ خاوند کے ذمہ بیوی کا ادب ہے بیوی کے ذمہ خاوند کا ادب استاد کے ذمہ شاگرد کا ادب ہے شاگرد کے ذمہ استاد کا ادب۔ پیر کے ذمہ مرید کا ادب ہے مرید کے ذمہ پیر کا ادب باپ کے ذمہ بیٹے کا ادب ہے بیٹے کے ذمہ باپ کا ادب۔ یہاں پر ادب سے مراد حقوق کا ادا کرنا اور راحت رسانی ہے۔ جس کا یہ حاصل ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہونچاویں۔ یہ ہے صحیح تفسیر ادب کی یعنی حفظ حدود۔ جس کا خلاصہ ہے کہ سب کو راحت پہونچائیں۔ اب ادب تو رہا نہیں محض تکلف ہی تکلف رہ گیا۔ ظاہراً تعظیم و تکریم کو ادب سمجھے ہیں۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

ہے شرافت تو کہاں بس شرافت ہے فقط ست ریاست ہے گیا صرف ریا باقی ہے

اور کہتے ہیں ؎

میم و واؤ میم و نون تشریف نیست لفظ مومن جز پئے تعریف نیست

لہ صرف میم اور واؤ اور میم اور نون (جس کا مجموعہ لفظ مومن ہے) دل جانے چیز نہیں ہے۔ اور صرف لفظ مومن تعریف کے قابل چیز نہیں ہے (جب تک حقیقت ایمان حاصل نہ ہو)

تو اس ظاہری اور بناوٹی ادب سے مجھکو طبعی نفرت ہے اس پر ان صاحب نے معافی کی درخواست کی فرمایا
معاف ہے خدانخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا آگاہ بھی نہ کروں میں ایسے موقع پر خاموش رہنے
کو خیانت سمجھتا ہوں یہ للّو پتّو اور جگہ ہیں یہاں پر بحمداللہ صاف معاملہ ہے چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا برا
کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد۔ غضب کی بات ہے کہ میں تو اصلاح کروں دین کا نفع پہونچاؤں اور
میرے ساتھ یہ برتاؤ کریں کہ مجھکو فرعون بنانیکی کوشش کریں انسان ہے بشریت ہے اس طرز سے کبھی
نہ کبھی قلب میں اپنی بڑائی کا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ لوگ ہماری اتنی تعظیم اور ادب کرتے ہیں تو واقع میں
کچھ ہم بھی ہونگے جب ہی تو لوگ ایسا سمجھتے ہیں نفس کا کیا اعتبار ہمیشہ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نفس کو کبھی
ایسا موقع نہ دے اور ایسے اسباب نہ پیدا ہونے دے کہ جس سے اسکو شرارت کا موقع ملے یہ نہایت ہی کام
کی بات ہے جسکو میں اسوقت بیان کر رہا ہوں یہ نفس ہی وہ بلا ہے کہ جس نے بڑوں بڑوں کے زہد اور تقوے اور
تقدس کو ذرا سی دیر میں خاک میں ملا دیا۔ اس کو کبھی مُردہ مت سمجھو بعض اوقات یہ اسباب نہ
ہونے کی وجہ سے دبا ہوا رہتا ہے مگر موقع اور اسباب کا منتظر رہتا ہے۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ
اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نفس اژدہاست او کے مردہ است، از غم بے آلتی افسردہ است،

اور فرماتے ہیں ؎

نفس از بس مدحہا فرعون شد، کن ذلیل النفس ہوناً لا تسد،

اس کی چالاکیاں اور مکاریاں کسی شیخ کامل ہی کی صحبت سے محسوس ہو سکتی ہیں اور ان کا علاج
ہو سکتا ہے صحبت کامل ہی اس زہر کا تریاق ہے ویسے یہ کہاں قبضہ میں آتا ہے۔ شیطان کو اسی
نے مردود بنایا اُس کی تمام عبادت کو ایک لمحہ کے اندر خراب اور برباد کرا دیا۔ یہ ایسا دشمن جان
بلکہ دشمن ایمان ہے۔

ملفوظ ۱۵۔ ایک دیہاتی شخص نے حضرت والا سے دعا کے لئے عرض کیا۔ حضرت والا نے ان لفظوں
میں دعا فرمائی کہ اللہ بھلا کرے۔ اس پر اُس شخص نے نہایت ہی افسردہ لہجے میں عرض
کیا کہ جی بس یہ بھی کافی ہے فرمایا کہ ایسے بولتے ہو کہ جیسے مجبوری میں کہا جاتا ہے کہ خیر جو کچھ ہو گیا
یہی سہی لب تو نہ لے بی میرے سے کون سی تفصیل بیان کی تھی وہی رسوم کی خرابی دل میں تو ہے
تفصیل اور زبان پر ہے نہیں اور دعا چاہتے ہیں مفصل کی جو دل میں ہے زبان سے کہتے نہیں بندہ خدا

ملے نفس ایک اژدہا ہے وہ مردہ نہیں ہے بلکہ کسی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا ہے ملے زیادہ تعریفیں سُنکر نفس فرعون ہو گیا ہے
لہٰذا اس کو کبھی کبھی ذلیل کر لیا کرو۔

اگر زبان سے اور کچھ کہتا اور دعا زیادہ کر دیتا۔ اور یہ بھی کیا تھوڑی سی دعا ہے کہ اللہ مدد کرے یہ سب کو شامل ہے۔

ملفوظ ۵۰۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل اس کی بڑی ضرورت ہے کہ جس سے دین کا تعلق پیدا کیا جائے اور اپنے کو اس کے سپرد کیا جائے اُس کے اعمال ظاہرہ پر بھی نظر کر لی جائے اس زمانہ میں عجیب حالت ہے لوگوں کی کہ ہر شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں بہت سے سیاہ پھرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور بچا لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اہل باطن ہونے کی ضرورت ہے۔ نماز روزہ سے کیا غرض۔ صرف خدا کی یاد کا قلب میں ہونا کافی ہے یہ بالکل گمراہی ہے اس دھوکہ میں نہ آنا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

گر انار[1] مے بخری خندان بخر تا دہد خندہ اش زدانۂ او خبر

دیکھئے کیسا عجیب لطیفہ تعلیم فرمایا اور کیوں نہ فرماتے بڑے عارف ہیں محقق ہیں فرماتے ہیں کہ انار خریدو تو بندمت خریدو کھلا ہوا خریدو۔ یعنی نری صلاح باطن کو کافی نہ سمجھو۔ صلاح ظاہر کو بھی دیکھو ؎

نامبارک[2] خندۂ آں لالہ بود کہ زخندہ او سواد دل نمود

ہر شخص اللہ والا نہیں ہے۔ اس روپ میں ہزاروں راہ زن اور ڈاکو پھرتے ہیں جن کا پیشہ ہی یہ ہے بالخصوص اس زمانہ میں تو ایسے راہ زنوں کی کوئی کمی ہی نہیں اپنے دین کی حفاظت ضروری ہے۔

۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ ۵۰۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس عالم کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا ہی سخت غلطی ہے یہاں پر ہی دیکھ لیجئے کہ ایک اقلیم کو دوسری اقلیم سے زیادہ تفاوت نہیں ہوتا مگر

---

[1] اگر انار خریدو تو کھلا ہوا خریدو تاکہ اس کا کھلا ہونا اس کے اندر کی حالت پر ہی مطلع کر دے [2] گل لالہ کی کھلنا نامبارک تھا کہ اس کے کھلنے ہی سے اس کے دل کی سیاہی ظاہر ہوئی۔

دونوں کے خواص میں بڑا فرق ہوتا اور وہ تو عالم ہی دوسرا ہے وہاں کی زندگی اور ہے وہاں کی نعمتیں اور ہیں دونوں کی چیزوں کو یہاں کی چیزوں سے کیا نسبت۔

ملفوظ ۵۰۴:- ایک صاحب نے ایک درویش کی مدح بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ وہ تارک الدنیا ہیں آبادی میں رہنا پسند نہیں کرتے جنگل میں رہتے ہیں۔ فرمایا کہ تارک الدنیا کے ساتھ جنگل میں رہنا تو لازم نہیں پھر جب دل دنیا سے بیزار ہے تو اس کو پہاڑ اور جنگل ہی کی کیوں سوجھتی ہے یہ بھی تو دنیا ہی میں ہے۔ ارے بندۂ خدا شہر میں رہو کوئی پھاڑ تا ہے کاٹتا ہے اور اکثر احوال میں اصل سبب اس کا ایک اور چیز ہے وہ نفس کا کید ہے جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا یہ نفس بڑا چالاک اور مکار ہے یہ سوجھاتا ہے ایسی باتیں کہ ایسا کرنے سے شہرت ہوگی، نام ہوگا، لوگ تارک الدنیا سمجھیں گے تو اس نے دنیا ہی کے واسطے دنیا کو ترک کیا پھر دنیا کہاں ترک ہوئی۔

ملفوظ ۵۰۵:- فرمایا کہ آج ایک منی آڈر آیا تھا جو تمام انگریزی میں تھا یعنی پتہ کے ساتھ کوپن بھی انگریزی ہی میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس وجہ سے واپس کر دیا کہ میں کس سے پڑھواتا پھرتا۔ یہاں یک معمول یہ ہے کہ مدخرچ کی جو رقم آتی ہے اس کا پورا پتہ لکھا جاتا ہے۔ اس خیال سے کہ اگر اس درمیان میں وہ شخص مرگیا تو وہ رقم ورثاء کا ترکہ ہوگی اس کو اس پتہ پر واپس کر سکیں۔ اس لئے کوپن پر پورے پتہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں تھانہ بھون فلاں تاریخ تک حاضر ہونا چاہتا ہوں اجازت فرمائی جاوے۔ اصل عبارت تو اردو میں تھی مگر آمد کی تاریخ کے ہندسے انگریزی میں لکھے تھے میں نے لکھ دیا کہ میں انگریزی پڑھ نہیں سکتا اس لئے آنے کے متعلق کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ پھر دوبارہ خط آیا معافی چاہی اور سب اردو میں لکھا جب وہ ہم کو اس دقت سے بچ سکتے ہیں تو کیوں نہیں بچاتے۔ ایک شخص کا خط آیا انگریزی میں۔ میں نے عربی میں جواب لکھا اور عربی بھی مغلق عربی لکھی اس خیال سے کہ شاید وہاں پر کوئی طالب علم عربی کے ہوں اُن سے پڑھوا لیں سیدھے ہوگئے۔ پھر اردو میں خط آیا میں نے اردو میں جواب دیا یہ ہو سکتا تھا کہ آئندہ بھی اگر انگریزی میں آتا تو کسی سے پڑھوا لیا جاتا مگر ان کا دماغ کس طرح درست ہوتا۔

ملفوظ ۵۰۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بدون صحبت کامل اور مجاہدہ کے کام نہیں چلتا۔ اس حکم کے عموم پر ایک شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ مشاہدہ ہے کہ علماء کو مجاہدہ بہت کم کرنا پڑتا ہے اور وہ مقصود میں جلد کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس کے متعلق میں نے ایک بزرگ سے پوچھا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ علماء کو سلوک میں بہت کم مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ اُن بزرگ نے نہایت ہی اچھا

جواب دیا کہ یہ سب سے زیادہ مجاہدہ کرتے ہیں یہ طالب علمی مجاہدہ ہی تو ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جس دیاسلائی کو برسوں دھوپ دے چکے ہیں وہ ذرا گرمی پائے ہی روشن ہو جائے گی۔ اور جس نے ہمیشہ نمی ہی دیکھی ہو اور دھوپ سے واسطہ ہی نہ پڑا ہو وہ بڑی ہی دقت سے جلے گی۔ حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کے پاس ایک شخص آیا آپ نے مختصر سا کام لیا اور خلافت دیکر رخصت کر دیا۔ اس پر اہل خانقاہ کو بڑا رشک ہوا کہ ہم تو برسوں سے پڑے ہیں اب تک کچھ بھی نہ ہوا۔ اور یہ شخص ابھی آیا اور سب کچھ ہو کر چلدیا اس پر سلطان جی مطلع ہوئے۔ یہ حضرات بڑے نظر والے ہوتے ہیں۔ وقت کو ٹال کر ایک روز فرمایا کہ بھائی جنگل سے کچھ سوکھی لکڑیاں لاؤ اور کچھ گیلی خدام لے آئے فرمایا کہ دونوں میں آگ لگا دو جو لکڑیاں سوکھی تھیں فوراً ہی جلنے لگیں اور جو گیلی تھیں وہ باوجود کوشش کے نہ جلیں شیخ کو اطلاع کی گئی کہ گیلی لکڑیاں نہیں جلتیں فرمایا کہ تو پھر میرا کیا قصور ہے کہ میں تم کو نہ روشن کر سکا اور ایک دن کے آئے ہوئے شخص کو روشن کر دیا۔ بات یہ ہے کہ وہ سوکھا سکھایا آیا تھا محض دیاسلائی کھینچ کر لگا دینے کی ضرورت تھی اور تم گیلے ہو پھر کیسے آگ پکڑ سکتے ہو واقعی بہت ہی کام کی بات ہے۔ غرضکہ جو کام کر رہے ہو اس کو بیکار نہ سمجھو اسی کی برکت سے انشاءاللہ تعالیٰ ایک روز مراد تک پہونچ جاؤ گے۔

ملفوظ ۵۰۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ دو چیزیں نفرت کی ہیں ایک پالیسی فارسی کی یعنی خوشامد اور ایک پالیسی انگریزی کی یعنی مکاری اور چالاکی میں تو ہمیشہ اُن سے نفرت رکھتا ہوں۔

ملفوظ ۵۰۱:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ایسے ہی اکثر غیر مقلد ہیں حدیث کا تو نام ہی نام ہے محض قیاسات ہی قیاسات ہیں اپنے ہی مقلد ہیں حدیث کی تو ہوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان نہیں وہ ادب ہے نہایت ہی گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں۔ جو جس کو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں بڑے جری ہیں اس باب میں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا بڑے ہی خطرہ میں ہوتا ہے۔ اندیشہ ہوتا ہے سوءِ خاتمہ کا۔ حق تعالیٰ رحم فرمائیں اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔

۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ہجری

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۵۰۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ نری عقل سے کیا کام بن سکتا ہے جب تک کہ تائید غیبی نہ ہو۔ بڑے بڑے فلاسفۂ یونان منزل مقصود پر نہ پہونچ سکے ویسے ہی ٹکریں مار کر اور ٹھوکریں کھا کر مر گئے اور بہت سے بھولے بھالے لوگ منزل پر پہونچ گئے تو جو بے عقلی محبوب تک رسائی کا سبب ہو وہ مبارک ہے اس لئے کہ وہ وصل الی اللہ بن گئی اور وہ عقل نامبارک ہے جو محبوب کے راستہ سے دور لے جاوے اور محبوب سے مفارقت پیدا کرادے ایسی ہی عقل کو فرماتے ہیں سہ

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

یعنی جب عقل سے کام نہ چلا تو اپنے کو دیوانہ بنا دیا یہ مطلب نہیں کہ عقل سے کام نہیں لیا یہ تو اعلیٰ درجہ کی عقل ہے کہ اپنے مقصود کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عقل کے اتباع میں غلو کو پسند نہیں کیا ہر چیز کو اس کی حد پر رکھا جہاں تک عقل کا کام ہے وہاں تک، اس سے کام لیتے ہیں اور جہاں اس کا کام نہیں وہاں اس سے کام لینے کی نسبت کہا جاتا ہے سہ

فکر خود[۱] و رائے خود در عالم رندی نیست کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافری است راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

ملفوظ ۵۱۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ سوء ظن کے لئے تو دلیل کی ضرورت ہے حسن ظن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں الحمد للہ سوء ظن تو میرے اندر قریب قریب نا پید کے ہے اور حسن ظن بڑے درجہ تک بڑھا ہوا ہے۔ اسی کے تحت میں میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ میں کسی کی روایت پر عمل نہیں کرتا جب تک کہ صاحب واقعہ سے تحقیق نہ کر لوں اس باب میں آج کل لوگ بہت کم احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

---

[۱] اپنی فکر اور خود رائی عالم رندی میں سکارت (؟) ہے، اس مذہب میں خود بینی اور خود رائی رہزنی، کفر کی طرح ہے۔ اپنی عقل اور تقویٰ پر بھروسہ کرنا بھی اہل طریقت کے نزدیک کفر ہے۔ سالک کو اگر ہر ہنر بھی حاصل ہو اس کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے

ملفوظ ۵۱۱:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جو کتاب دیکھتا ہوں تو بوجہ غیر محقق ہونے کے اصل نظر اپنے بزرگوں کے طریق پر رہتی ہے اور فن کو اس کے تابع کرتا ہوں اور وہ حضرات بوجہ محقق ہونے کے کتابوں کو اصل سمجھتے تھے اور اس پر بزرگوں کے طریق کو منطبق کرتے تھے۔

ملفوظ ۵۱۲:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں آنے والوں اور رہنے والوں اور جو مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں ان سب سے چاہتا ہوں کہ میری آزادی میں خلل نہ ڈالیں اور حدود شریعت سے تجاوز نہ کریں عمل کا التزام رکھیں ہدیہ کی پابندی نہ کریں اس سے مجھ پر گرانی ہوتی ہے پھر خدا کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ محرومی نہ ہوگی۔

ملفوظ ۵۱۳:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تحقیقات اور فلسفیات کو مقصود بنا رکھا ہے۔ اور اصل مقصود کی طرف سے بے توجہی ہے سو ان فلسفیات میں کیا رکھا ہے ایک نحوی کشتی میں سوار ہوئے نحودانی کا جوش اٹھا۔ ملاح سے دریافت کیا کہ میاں تم نے نحو بھی پڑھی اس نے کہا نہیں۔ آپ بولے کہ افسوس تم نے اپنی آدھی عمر یوں ہی برباد کی۔ جب کشتی چلی تو بیچ دریا میں پہونچ کر اتفاق سے گرداب میں آگئی اس ملاح نے دریافت کیا کہ میاں تیرنا بھی سیکھا ہے کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ تم نے اپنی ساری عمر یوں ہی کھوئی کشتی گرداب میں ہے اس کے ساتھ تم بھی ڈوبو گے اور میں تیرنا جانتا ہوں تیر کر نکل جاؤں گا۔ تو صاحب یہاں پر نحو سے کام نہ چلے گا محو کی ضرورت ہے۔ جیسے اگر کوئی محاسب اعلیٰ درجہ کا ہو تو دریا میں محاسبی کیا کام دے سکتی ہے وہاں تو غواصی (غوطہ لگانا جانے) کی ضرورت ہے۔ اور محو سے مراد یہ ہے کہ اپنے کو اہل اللہ کے سپرد کر دو اپنی رائے اور تحقیقات کو اٹھا کر طاق میں رکھو اس راہ میں اس سے کامیابی مشکل ہے۔ یہ فن ہی دوسرا ہے اس میں تو دوسرے ہی کے اتباع کی ضرورت ہے۔ اس کی تقلید کرنا پڑے گی یعنی شیخ کامل کی۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو ، پیش مرد کاملے پامال شو ،

واقعی یہ طریق بڑا ہی نازک ہے اس میں قدم بدون راہبر کے رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔

ملفوظ ۵۱۴:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی شان تھی، چہرے سے انوار برستے تھے۔ ایک مرتبہ میری نسبت فرمایا تھا ایک مولوی صاحب نے مجھ سے یہ روایت بیان کی تھی کہ مجھ کو اشرف علی سے اس وقت سے محبت ہے کہ وہ مجھے جانتا بھی نہ تھا۔ میں نے سنکر کہا کہ اور میرے پاس ہے ہی کیا چیز۔ سوائے اہل اللہ کی محبت کے۔ یہی ایک چیز میرے پاس ہے۔

ملفوظ ۵۱۵: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حضرات کیسے مخلص تھے ان کی ہر بات میں خلوص اور نور معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سید صاحبؒ کو حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے تصور شیخ کا حکم دیا۔ عرض کیا کہ حضرت اس سے معاف فرما دیں کیونکہ اس میں شرک کا شائبہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید ۔۔۔ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

سید صاحب نے عرض کیا کہ اگر اس شعر میں تاویل نہ کی جائے تو اس میں معصیت کا ذکر ہے سو کسی معصیت کا حکم فرما دیجئے میں کرنے کو تیار ہوں مگر شرک سے معاف فرمایئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ راہ ولایت سے سلوک طے کراؤں مگر اب راہ نبوت سے طے کراؤں گا۔ تمہارا مزاج اور قسم کا ہے۔ غرضکہ تیرہ دن میں سلوک طے کرا دیا اور یہ تو ابواب کا اختلاف ہے باقی اصل چیز عشق و محبت ہے خواہ محبت عقلی ہو یا محبت طبعی ہو۔ آگے اس میں گفتگو ہے کہ ان میں افضل کون ہے مگر واقعی بات یہ ہے کہ جس کو جو عطا ہو جائے اس کے لیے وہی افضل ہے۔ یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ سوائے محبوب کے سب کو فنا کر دیتی ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ۔۔۔ ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

گلزار ابراہیم میں اس کا ترجمہ ہے ؎

عشق کی آتش ہی ایسی ہے بلا ۔۔۔ دے سوا معشوق کے سب کو جلا ۔ ۲، جامع

دیکھئے جب ایک ناچیز مخلوق لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کی یہ حالت ہوئی جو مشہور ہے تو کیا مولیٰ کا عشق اس سے بھی کم ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود ۔۔۔ گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

ملفوظ ۵۱۶: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں جس وقت تھانہ بھون آنے کے ارادہ سے چلا تو ایک صاحب جو ذاکر شاغل تھے مجھ سے کہنے لگے کہ آپ وہاں جا رہے ہیں واپسی میں ایک تعویذ حضرت سے لیتے آئیے گا جس سے اللہ کی محبت پیدا ہو اور سلوک طے ہو جائے۔ فرمایا کہ نادر تعجب کی بات ہے اتنا تو معلوم ہوا کہ طلب ہے مگر ناواقف ہیں، اگر تعویذ سے سلوک طے ہوا کرتا تو ان مجاہدات اور ریاضات کی کیا ضرورت تھی اور اس ناواقفی میں ان عوام بیچاروں کا

ہ اگر شیخ کامل کوئی حکم بظاہر خلاف شریعت دے تب بھی اس پر عمل کر لینا چاہیئے کیونکہ جو راستہ کو طے کر چکا ہے وہ اس راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہوتا ہے۔

کوئی قصور نہیں اس راہ میں راہزن اس قدر پیدا ہو گئے کہ حقائق پر پردہ پڑ گیا۔ ان ہی کا ندار دن کی بدولت حقیقت طریق گم ہو گئی۔ مگر بحمد اللہ اب مدتوں کے بعد پھر وضوح طریق کا ہوا اور حقیقت کا انکشاف ہوا۔

ملفوظ ۵۱۷:- ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت تعویذ میں الفاظ کا اثر ہوتا ہے یا عامل کے خیال کا فرمایا کہ دونوں کا تھوڑا تھوڑا اثر ہو سکتا ہے۔ اصل قاعدہ کی رو سے دونوں ہی چیزیں مؤثر ہیں۔ مولوی غوث علی صاحب پانی پتی ایک بار سماع میں موجود تھے حالت وجد میں تھے یہ پڑھا جا رہا تھا کہ ایسا لوٹا نا کر دے ایسا لوٹا نا کر دے۔ اسی حالت وجد میں ایک عورت نے آ کر خاوند کی شکایت کی۔ اپنے خادم سے فرمایا کہ تعویذ میں یہی لکھ دو کہ ایسا لوٹا نا کر دے ایسا لوٹا نا کر دے۔ لکھ دیا گیا کام ہو گیا حضرت سید احمد صاحب تعویذ میں صرف یہ لکھا کرتے تھے۔ خداوندا اگر منظور داری۔ حاجتش ابر آری۔ جس کام کو دیتے پورا ہو جاتا۔

ملفوظ ۵۱۸:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض عامل قوت خیالیہ سے مرض کو سلب کر لیتے ہیں فرمایا کہ یہ ایک مستقل فن ہے مگر اس میں خرابی یہ ہے کہ لوگ ایسے شخص کو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اگر یہ عامل عامی شخص ہے اور غیر محقق ہے تو یہ بھی اپنے کو بزرگ سمجھ بیٹھتا ہے۔ اس میں دین کے لئے بڑا فتنہ ہے اور آج کل ان ہی وجوہ سے گمراہی کا دروازہ کھلا ہے۔ ان اطراف میں تو بحمد اللہ بہت ہی امن ہے۔ ادھر ادھر جا کر دیکھئے بڑے بڑے راہزن جاہل بددین مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہاں تو پھر اپنے بزرگوں کا اثر ہے گو ہمارے قصبات میں عملی آزادگی ہے مگر بددینی نہیں عقائد صحیح ہیں۔ اس میں اپنے بزرگوں کے متبع ہیں۔

۳ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۵۱۹:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی انگریزی مدارس کھل گئے فرمایا کہ جہاں برہمن وہیں قصائی۔ سنا کرتے تھے کہ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی وہی ہو گیا۔

ملفوظ ۵۲۰:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نجدی عقائد کے معاملہ میں تو اچھے ہیں

مگر عمل میں کچھ بودے معلوم ہوتے ہیں نرے نجدی ہیں اگر تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تو اچھا ہوتا ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ ابن سعود کے یہاں دعوت تھی۔ دعوت میں کھانے پر تصویریں تھیں۔ ان مولوی صاحب نے اپنے شریک دعوت عالم سے پوچھا کہ یہ کیوں رکھی گئیں تو ایک مہمل جواب دیا کہ ھذا للنکس۔ انھوں نے کہا کہ کھانے سے پہلے کیوں نہیں توڑ دیا گیا جب لائے تھے تو دوکان ہی پر کیوں نہیں توڑ دیا گیا۔ کیا اس سے پہلے توڑنا جائز نہ تھا۔ بعض بات ایسی ہوتی ہے کہ آدمی کو اپنی حماقت پر بستر مندہ ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ یہاں کے ایک قریب کے قصبہ کا ذکر ہے ایک شیعی رئیس اور ایک سنی میں گفتگو ہوئی۔ جُبّہ والے جو یہاں پر آتے ہیں ان کے پاس ایک قرآن شریف ہے۔ اس قرآن پاک کو ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر رکھا ہے کہ یہ حضرت علی رضہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ وہ شیعی صاحب اس قرآن پاک کو بار بار چومتے چاٹتے تھے اور جُبّہ کی طرف التفات زیادہ نہ کرتے تھے۔ ان سنی صاحب نے ان شیعی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے قرآن شریف کی طرف بہت کچھ توجہ کی کہنے لگے کہ یہ قرآن پاک حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ ان سنی صاحب نے کہا کہ آپ کو یقین ہے کہ یہ حضرت امیر کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے کہنے لگے کہ اس میں شک کیا ہے۔ اس وقت مجمع کثیر تھا۔ جب شیعی صاحب کئی مرتبہ اقرار کر چکے تو ان سنی نے کہا کہ آج شیعیت اور سنیت کا فیصلہ ہے۔ جب یہ قرآن پاک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے تو یہ دیکھ لو کہ یہ قرآن سنیوں کے قرآن جیسا ہے یا شیعوں کے قرآن جیسا، کیونکہ تم کہتے ہو کہ اس کو گھٹا بڑھا دیا گیا ہے۔ یہ سنکر شیعی صاحب کا منہ ذرا سا نکل آیا اور کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

ملفوظ ۵۲۱: فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے نہیں تعویذوں کو لکھا ہے نہ معلوم بیگاری تو سمجھتے ہیں۔ میں نے لکھدیا کہ ایک لفافہ میں ایک تعویذ منگاؤ۔ اسی طرح ایک منصف صاحب کا خط آیا تھا بات لکھی تھی غیر منصفی کی طاعون کا زمانہ تھا ایکدم چھ تعویذ منگائے تھے میں نے ایک تعویذ لکھ کر بھیجا کہ آپ اس کی کسی سے نقل کرالیں۔

ملفوظ ۵۲۲: فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں آنکھوں کا مریض ہوں مولانا فضل الرحمن صاحب کے مرید نے کہا ہے کہ مولانا کے قبر کی مٹی بجائے سرمہ کے آنکھوں میں ڈالو میں نے لکھدیا کہ کہیں رہی سہی بینائی بھی نہ جاتی رہے۔ اس پر فرمایا کہ لوگوں میں کس قدر غلو ہے۔

ملفوظ ۵۲۳: فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے دعا کے لئے لکھا ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے محکمہ کا چیرمین کلکٹر ہو جائے جیسے پہلے تھا اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ کوئی انتظام نہیں سخت پریشانی ہے تنخواہ وقت پر تو کیا کئی کئی ماہ تک نہیں ملتی۔ اس پر فرمایا کہ یہ لوگ حکومت کے اہل ہی نہیں۔

سوراخ سوراخ گاتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی اکثر کا مقصود حکومت نہیں بلکہ روپیہ گھسیٹنا مقصود ہے۔ چنانچہ کتنی ہی معقول تنخواہ کی جگہ ہو اور رشوت نہ ہو اس کو قبول نہیں کرتے ہاں تنخواہ چاہے کم ہو مگر رشوت ملتی ہو اُس کو قبول کر لیں گے۔ چرتھاول ایک قصبہ ہے وہاں پر ایک تقریب میں عورتوں کا مجمع تھا ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تمہارے میاں کی کیا تنخواہ ہے۔ تنخواہ تھی کم بتلاتے ہوئے شرم معلوم ہوئی جواب میں کہتی ہے کہ تنخواہ تو تھوڑی سی ہے مگر ماشاء اللہ بالائی آمدنی بہت ہے۔ حرام کمائی پر ماشاء اللہ۔ یہ حالت ہو رہی ہے جاہ طلبی اور مال طلبی کا مرض عام ہو رہا ہے۔ حرام کھانے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ یہ کیا حکومت کر سکتے ہیں۔ اور کیا ایسوں کو حکومت مل سکتی ہے جن سے گھروں کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ ملک کا کیا خاک انتظام کریں گے ایسے ہی خودغرض جمع ہو رہے ہیں اور ملک کو تباہ اور برباد کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند　　　این چنین ارکانِ دولت ملک را ویران کنند

ان میں بعض مخلصین بھی ہیں مگر بہت کم۔

ملفوظ ۵۲۴:- فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں مرض دق میں مبتلا ہوں۔ طب یونانی کا علاج تو کرالیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب طب ایمانی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بڑی ذہانت کا کام کیا مگر طب ایمانی اور بخار کا کیا جوڑ۔ میں نے لکھا ہے کہ یہ بھی خبر ہے کہ طب ایمانی میں کس کس چیز کا علاج لکھا ہے اس پر فرمایا کہ ذہانت سے کام نہیں چلتا۔ پھر ذہانت بھی ٹیڑھی، جس چیز سے کام چلتا ہے وہ اور ہی چیز ہے۔ جس کو فرماتے ہیں ؎

فہم[1] و خاطر تیز کردن نیست راہ　　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

سلیقہ اور تمیز بھی تو کوئی چیز ہے بدتمیزی سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور یہ بھی بدتمیزی کی بات ہے کہ دین کو ذریعہ بنایا جائے دنیا کا۔ اللہ بچائے بدفہمی اور بدسلیقگی سے۔

ملفوظ ۵۲۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ بکتے ہیں کہ پُرانی باتوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اب زمانہ ترقی کر رہا ہے نئی باتیں اختیار کرنا چاہیے۔ صاحب پُرانی ہی باتوں میں نور ہے برکت ہے اور پرانی تو زمین بھی ہے آسمان بھی ہے ان کو بھی چھوڑ دو اور خود اپنا وجود بھی تو پرانا ہو گیا اس کو بھی چھوڑ دو کیا لغو باتیں ہیں کام کی چیز تو پُرانی ہو کر ایسی ہو جاتی ہے جس کو مولانا فرماتے ہیں ؎

---

[1] صرف عقل اور سمجھ کو تیز کرنا راہ (حق) نہیں ہے حق تعالیٰ کا فضل اسی کی دستگیری کرتا ہے جو شکستگی اختیار کرے ۱۲

خوذ فو ی نرمی شود خشم کہن، خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

ملفوظ ۵۲۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ کہاں تک سب کو خوش رکھا جا سکتا ہے کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں لوگ چاہتے تھے کہ جس طرح ہم بے قاعدہ اور بے اصول چل رہے ہیں نہ شریعت کے حدود کا تحفظ نہ احکام کی پروا۔ اسی طرح یہ بھی شرکت کرلے۔ میں نے کہا کہ اگر تمہاری موافقت کی جائے تو ایمان جائے اس لئے کہ اس میں شریعت کے حدود کا تحفظ نہیں اور اگر مخالفت کی جائے تو جان جائے اس لئے کہ مقاومت کی قوت نہیں اور ایمان اور جان دونوں چیزیں ایسی سستی نہیں ہیں کہ ان دونوں کو خطرہ میں ڈالوں بے موقع اور بے محل جان کا صرف کرنا بھی جائز نہیں حرام ہے جان خدا کی راہ میں دینے سے انکار نہیں مگر اصول اور قاعدہ کے ساتھ تو ہو۔ اگر اصول اور قاعدہ کے موافق حکم ہو تو ایک ایسی جان کیا کروڑوں جانیں قربان ہیں اور بے ڈھنگے پن سے تو اس کا خیال کرنا بھی میں جرم خیال کرتا ہوں۔ اس لئے کہ خیال بھی تو ان ہی کی دولت اور نعمت ہے۔ اس کو بھی فضول اور عبث میں صرف کرنا باعث مواخذہ ہے۔

ملفوظ ۵۲۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو کبھی ناز نہیں کرنا چاہیے ہمیشہ نیاز پیدا کرنے کی سعی میں لگا رہنا چاہیے۔ اسی میں خیر ہے جہاں آگے بڑھا کر فوراً پٹک دیا جاتا ہے اسی ناز کی بدولت ہزاروں لاکھوں کے زہد اور تقوے برباد کر دیے گئے۔ پیر صاحب کو اس پر ناز نہیں ہونا چاہیے کہ میں ہی مریدوں کا ذریعۂ نجات ہوں بلکہ کبھی مرید پیر کے لئے ذریعۂ نجات ہو جاتے ہیں جیسے باپ کبھی محتاج ہوتا ہے بیٹے کا کہ بھائی لاٹھی پکڑ لو، اور کبھی بیٹے کو باپ کی حاجت ہوتی ہے اسی طرح اگر مرید پر رحمت ہوگی پیر کو ہمراہ لے لے گا اور اگر پیر پر رحمت ہوگی مرید کو ہمراہ لے لے گا۔ اسی بناء پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اس نیت سے مرید کر لیتے ہیں کہ اگر اپنے تعلق والے پر رحمت ہوگی تو ہم بھی اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ واقعی یہ حضرات اپنے کو مٹائے ہوتے ہیں۔

ملفوظ ۵۲۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اگر خلوص ہو اور نیت اچھی ہو تو دوستوں سے ملنا اُن سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذاق تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ خلوص ہو اور نیت اچھی ہو۔ اس خلوص اور نیت اچھی ہونے پر ایک حکایت یاد آئی۔ دو بزرگ تھے درمیان میں دونوں کے دریا حائل تھا۔ ایک بزرگ کے پاس کھانے کو نہ تھا دوسرے بزرگ کو مکشوف ہوا اپنی بیوی سے کہا کہ اُن بزرگ کو کھانا پہنچا دو۔ بیوی نے کہا کہ درمیان میں دریا حائل ہے کیسے جاؤں

علہ پرانی شراب بہت تیز ہوتی ہے خاص کر وہ جو محبوب کے پاس کی ہو ۱۲

فرمایا کہ یہ کہنا کہ یہ برکت فلاں شخص کی (یہ اپنی طرف اشارہ تھا) جس نے چالیس سال سے اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کی، راستہ ملجائے۔ بیوی کو بڑا تعجب ہوا کہ جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے۔ ہر وقت تو سینے پر سوار رہتا ہے مگر ان کے کہنے سے یہی کہدیا اور دریا پایاب ہو گیا کھانا پھر تیار کیا۔ اُن بزرگ نے ان کے سامنے ہی کھالیا واپسی کے وقت اس دریا کے حائل ہونے کا اشکال کیا انھوں نے یہ دعا سکھلائی کہ یہ برکت اُس شخص کے (یہ اشارہ تھا اپنی طرف) جس نے چالیس سال سے کھانا نہیں کھایا راستہ ملجائے۔ اس پر مکرر تعجب ہوا کہ میرے سامنے تو کھانا کھایا اتنا جھوٹ مگر اس کہنے سے پھر راستہ مل گیا۔ اپنے شوہر سے یہ اشکال پیش کیا انھوں نے فرمایا کہ مطلب اس کا یہ تھا کہ ہمبستری اور تناول طعام امر کے ماتحت تھا حظ نفس کے لیے نہ تھا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر[1] گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اس خلوص پر ایک مناظرہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ مولوی تراب صاحب لکھنوی اور مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری میں گفتگو ہوئی۔ مولوی تراب صاحب مولود متعارف کے حامی تھے اور مفتی صاحب مانع۔ تراب صاحب نے مفتی صاحب سے کہا کہ کیوں صاحب ابھی تک آپ کا انکار چلا ہی جاتا ہے۔ مفتی صاحب نے کہا کہ ابھی تک آپ کا اصرار چلا ہی جاتا ہے۔ مولوی تراب صاحب نے کہا واللہ ہمارے اس فعل کا منشا بجز محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہیں۔ مفتی سعد اللہ صاحب نے کہا واللہ ہمارے منع کا منشاء بجز متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہیں۔ مولوی تراب صاحب نے کہا الحمد للہ ہم تم دونوں ناجی ہیں۔ یہ رنگ تھا اہل اخلاص کے مناظرہ کا۔

ملفوظ ۵۲۹ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایسی خشکی بھی نہیں چاہیے کہ جس سے سوء ادب لازم آئے۔ جیسا کہ ایک نجدی کا واقعہ ہے کہ کسی مجوز توسل سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتے ہو اس کا کوئی بھی اثر نہیں اور اس کے بعد یہ کیا کہ اونٹ بیٹھا تھا اُس سے خطاب کیا کہ میں تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں تو کھڑا ہو جا وہ نہیں کھڑا ہوا۔ پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا کہ یہ ڈنڈا زیادہ مؤثر ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے توسل سے۔ دیکھیے کہ کیسا بُرا عنوان ہے۔ اس مجوز نے جواب میں یہ کیا کہ ایک بیٹھے ہوئے اونٹ سے کہا کہ میں تجھ کو خدا تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ

---

[1] اہل اللہ کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ (جس طرح) شیر (درندہ) اور شِیر (بمعنی دودھ لکھے ہیں) مشابہ ہوتے ہیں اگر واقع میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح اہل اللہ کے افعال بھی ہمارے افعال کے مشابہ ہوتے ہیں مگر حقیقت میں دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

کھڑا ہو جاوے وہ نہیں کھڑا ہوا پھر ایک ڈنڈا مارا تو کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا ڈنڈا اللہ تعالیٰ کے واسطے سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔ افراط و تفریط دونوں ممنوع ہیں۔ یہ باتیں جہل کی بدولت ہوتی ہیں۔ جہل بہت ہی بُری چیز ہے یہ کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔ کانپور کا واقعہ ہے کہ میرے پاس دو شخص آئے ایک مولوی صاحب اور ایک عامی۔ باہم جھگڑا یہ تھا کہ مولوی صاحب تو یہ کہتے تھے کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ یا شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کو قطعی جنتی نہیں سمجھنا چاہیے، اور وہ جاہل یہ کہتا تھا کہ جب وہ جنتی نہیں تو اور کون جنتی ہو گا۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ عام لوگوں سے ایسے واقعات میں گفتگو کرنا ہی مناسب نہیں۔ یہ لوگ خالی الذہن ہوتے ہیں ان کا سمجھانا مشکل ہے۔ بخلاف اہل علم کے کہ اُن کے ذہن میں مبادی ہوتے ہیں ان کا سمجھا دینا آسان ہے اور میں نے اس عامی شخص سے کہا کہ میاں واقعی اگر وہ جنتی نہ ہوں گے تو اور کون ہو گا۔ اس میرے کہنے پر مولوی صاحب کو پریشانی پیدا ہوئی اور سوچنے لگے کہ کیا دلیل بیان ہو گی جنتی ہونے کی۔ پھر میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ پہلے یہ بتلاؤ کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہیں یا نہیں اُس نے کہا کہ یقیناً جنتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا۔ کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا۔ کہا کہ اولیاء امت کی شہادت سے۔ میں نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اولیاء کے ارشاد میں کچھ فرق سمجھتے ہو یا نہیں۔ کہا کہ زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اولیاء کے دونوں کے ارشاد میں فرق سمجھتے ہو تو ان کے اثر میں بھی فرق سمجھتے ہو کہا کہ ضرور۔ میں نے دریافت کیا کہ تو پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور حضرت غوث پاکؒ کے جنتی ہونے میں بھی وہی فرق سمجھتے ہو گے کہا کہ ہاں تب میں نے مولوی صاحب سے خطاب کیا کہ لیجیے حضرت جو عقیدہ آپ کا ہے وہی اس شخص کا بھی ہے۔ فرق دونوں میں صرف عنوان کا ہے۔ یہ جسکو یقین کہتا ہے آپ اس کو غلبۂ ظن کہتے ہیں، مگر بات ایک ہی ہے۔ اس پر مولوی صاحب بہت خوش ہوئے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب عوام الناس کو بلا ضرورت اور بلا وجہ پریشان کرنا اور متوحش بنانا اور بدون دلیل کے اُن پر بدگمانی کرنا اور سوءِ ظن کرنا جائز نہیں۔ دیکھیے اصل مقصد میں دونوں متفق تھے۔ اس لئے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے سے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے جنتی ہونے کا درجہ کم سمجھتا تھا۔ اسی فرق کا نام عدم قطعیت ہے جس پر مولوی صاحب اس سے الجھ رہے تھے حدود کے نہ سمجھنے سے اس قسم کی تشویشات پیدا ہوتی ہیں۔

ملفوظ نمبر ۵۳:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل بدعت ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

اور یونہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں۔ ایک سب انسپکٹر میرے ایک وعظ میں شریک تھے۔ وعظ کے بعد انہوں نے مجھ سے گیارہویں کے متعلق سوال کیا میں نے کہا کہ بدعت ہے۔ کہنے لگے آپ اس کو بدعت کہتے ہیں اور فلاں مولوی صاحب اس کو اچھا بتلاتے ہیں۔ تو ہم کیا کریں۔ میں نے کہا کہ جیسے ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کبھی ان سے بھی تو یہ سوال کیا ہوتا کہ تم اچھا کہتے ہو اور فلاں اس کو بدعت کہتے ہیں۔ ہم کیا کریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں کرنے کی خود ہے اور دوسروں کو آڑ بناتے ہو پھر کچھ نہیں بولے۔

ملفوظ ۱۔۵۲ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اعمال کی ظاہری صورت کی بھی محافظت کی سخت ضرورت ہے مگر صرف صورت ہی پر قناعت مت کرو۔ اس کی بھی کوشش کرو کہ روح پیدا ہو۔ اگر آپ کسی پر عاشق ہو جائیں تو کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ محبوب کے آنکھ نہ ہو، کان نہ ہوں، ناک نہ ہو یا یہ سب ہوں مگر محبوب میں روح نہ ہو اُس وقت تو اُس کی طرف رُخ کرنے کو بھی جی نہ چاہے گا اور اس کے پاس کھڑے ہوتے کو بھی پسند نہ کرو گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں کے اہتمام کی ضرورت ہے نہ ظاہر بدون باطن کے ٹھیک اور نہ باطن بدون ظاہر کے ٹھیک اس جسد بلا روح کے غیر محبوب ہونے پر استطراداً و تفریعاً ایک اور مضمون یاد آگیا کہ محبوبان مجازی کا اخیر انجام یہی جسد بلا روح ہے تو اس حالت کا استحضار کر کے اُن سے محبت کا تعلق قطع کر دینا چاہیے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عاشقی با مردگان پایندہ نیست[۱]	زانکہ مردہ سوی ما آئندہ نیست
عشق با مردہ نباشد پائدار	عشق را با حیٔ با قیوم دار
عشقہائے کز پئے رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود

آگے اس کی ضد پر ضد کی تفریع اور محبت کا اصلی محل فرماتے ہیں ؎

غرق عشقے[۲] شو کہ غرقست اندریں	عشقہائے اولین و آخریں

اب سوال ہوتا ہے کہ یہاں پر تو عاشق اس لیے ہوتے ہیں کہ محبوب تک رسائی کی امید ہے وہاں ہماری رسائی کہاں۔ مولانا اس شبہ کا جواب فرماتے ہیں ؎

---

[۱] مُردوں کے ساتھ عاشق پائدار نہیں ہے کیونکہ مُردہ ہماری طرف (لوٹ کر) آنے والا نہیں۔ (جب) عشق مُردوں کے ساتھ پائدار نہیں ہے تو حی و قیوم کے ساتھ عشق کرو۔ کیونکہ جو عشق رنگ و روغن کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہوتا (اس کا نتیجہ) آخر کار شرمندگی ہوتی ہے۔

[۲] اس کے عشق میں غرق ہو جاؤ جس کے عشق میں اولین و آخرین سب غرق ہیں۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ۔۔۔ با کریماں کارہا دشوار نیست[1]

اس مصرعہ ثانیہ میں شبہ کی جڑ قطع کر دی یعنی بیشک ہماری کوشش سے رسائی مشکل ہے لیکن ہاں تو ان کے کرم سے رسائی ہوتی ہے اور کریم کو کچھ مشکل نہیں وہ اپنے کرم سے خود ہی سب کچھ کر دیتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ طلب کو ضرور دیکھتے ہیں ورنہ بدون طلب کے یہ فرماتے ہیں انلزمکموھا وانتم لہا کٰرھون[2]۔ خواہ طلب ضعیف ہی ہو اٹھ کر چلو تو سہی آگے وہ سب کچھ کریں گے صورت تو بناؤ روح بھی خود ہی پھونکدیں گے۔ آج کل تو چاہتے ہیں کہ تعویذوں گنڈوں سے یا کسی کے تصرف سے کام چل جائے خود کچھ نہ کرنا پڑے۔ اگر یہ ہے تو پھر روٹی سامنے رکھ کر بھی بیٹھے رہا کرو۔ خود بخود منہ میں جا کر حلق سے نیچے اتر جایا کرے گی۔ کیا بیہودگی ہے اگر آدمی کو خود عقل نہ ہو فہم نہ ہو تو دوسرے کا اتباع تو کرے جو وہ تعلیم کرے اس پر عامل ہو اب اس سے بہتر اور کم خرچ نسخہ کیا ہوگا کہ صورت تو بنا لو روح بھی وہیں سے پھونک دی جائے گی مگر اب تو حالت یہ ہے کہ اوّل تو اس راہ کی طرف آتے ہی نہیں اور اگر آئے بھی تو یا تو طریق میں غلطی کرتے ہیں جیسا ابھی بیان ہوا یا ثمرات میں غلطی کرتے ہیں یعنی یہ چاہتے ہیں کہ کشفیات ہوں لذات ہوں کچھ نظر آنے لگے۔ سو ایسی توجہ کی تو وہ حالت ہوئی ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ۔۔۔ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

غرضکہ اعتدال نہیں افراط و تفریط سے ایک عالم کا عالم بھرا پڑا ہے۔ اس حالت میں اگر کوئی طبیب شفیق چاہتا بھی کہ ان کے گلے سے نیچے کچھ زبردستی ہی پھونچا دیا جائے تو اس پر جبڑا بند کر کے اس پر دانت پیستے ہیں اور ادنیٰ چرکہ کی بھی برداشت نہیں۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی ۔۔۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی[3]

---

[1] تو یہ مت کہہ کہ اس شاہ تک ہماری رسائی کہاں ہو سکتی ہے کریموں کو کوئی کام دشوار نہیں ہوتا وہ خود کھینچ لیں گے۔ [2] کیا ہم زبردستی تمہارے سر مڑھ دیں اگرچہ تم کو ناگوار ہو۔

[3] اگر ہر زخم سے تم کو ناگواری ہو تو آئینہ کی طرح تم کس طرح صاف شفاف ہو سکتے ہو۔

۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ہجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۵۳۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علماء کو علاوہ پڑھنے پڑھانے کے اور بھی کوئی کام آنا چاہیے جو ذریعہ معاش ہو سکے بدون ظاہری وجہ معاش کے لوگ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں اس ذلت سے بچنے کے لئے مولویوں کو کوئی کام دستکاری وغیرہ سیکھ لینا چاہیے پھر سیکھنے کے بعد چاہے اس سے کام نہ لیں مگر سیکھ لیں بس ضرور۔ اہل علم کی ذلت کسی طرح گوارا نہیں ہوتی آجکل بد دینوں کا زمانہ ہے اہل دین اور علم دین کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں کہ بحمد اللہ یہاں پر آکر تو سب کا مزاج درست ہو جاتا ہے خود ماغوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ طلباء اور اہل علم میں بھی ایسے دماغ ہیں میں جو اہل دنیا خصوص اہل مال سے اس قسم کا برتاؤ کرتا ہوں جسکو لوگ خشکی کہتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ ان کے دماغوں میں خناس بھرا ہے ان کے دماغوں کو درست کرتا ہوں اگر تمام اہل علم اور اہل دین انکے دروازوں پر جانا چھوڑ دیں تو ایک دن میں ان کے دماغ صحیح ہو جائیں وہ پھر خود ان کے دروازوں پر آنے لگیں خصوص اہل مدارس اگر ذرا صبر سے کام لیں تو یہ خرابی نہ رہے بڑے پیمانہ پر اہل دنیا خصوص اہل مال کے دماغ درست ہو جائیں۔ مجھے اہل علم کی ذلت ایک لمحہ کیلئے گوارا نہیں مگر دل میں [illegible]۔

ملفوظ ۵۳۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے زمانہ کے بدعتی بھی اللہ کے بندے ہوتے تھے مجھ کو اکثر سے ملنے کا اتفاق ہوا انمیں شرارت نہ تھی جیسے آجکل کے اکثر بدعتی شریر ہیں بلکہ جتنے فاسق اور فاجر تک ہیں ان کو کبائر تک میں ابتلاء ہے اور ایک بات ان بزرگوں میں اور بھی تھی کہ دوکاندار نہ تھے اور اہل علم سے نفرت نہ تھی اہل علم کا ادب اور احترام قلب میں تھا آجکل کے اکثر بدعتیوں میں یہ سب باتیں مفقود ہیں ہمارے ایک ماموں صاحب صوفی تھے ان کا قدم تصوف میں درجہ غلو تک پہونچ گیا تھا مگر مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ پیرزادے جو حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو برا کہتے ہیں محض اس وجہ سے کہ ان کی وجہ سے ان کی روٹیوں میں کھنڈت پڑ گئی بھلا جس شخص نے اپنا مال اور جان سب اللہ کے واسطے صرف کر دیا ہو کیا اس کو برا کہا جائے اور اس پر طعن کیا جائے ماموں صاحب میں یہ بات خاص تھی کہ تارک الدنیا سے ان کو عشق کا درجہ ہوتا تھا یہ اس وقت کے بدعتیوں کی حالت تھی اب تو جہاں تک بد دینی ہے دلوں میں اہل علم سے بغض و عداوت ہے شب و روز فسق و فجور میں ابتلاء ہے امرد پرستی تو ان کی مثل شیر و شکر کے ہے ماشاء اللہ۔

ملفوظ ۳۴۴:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جو چیزیں فطری ہیں ان میں تعلیم کی ضرورت نہیں دیکھ لیجئے بچوں کی باتیں اور ان کی حرکات کیسی پیاری معلوم ہوتی ہیں جوبات بھی ہوتی ہے بیساختہ اور بے تکلف ہوتی ہے اس لئے کہ فطری بات ہے بناوٹ کا ذرا نام نہیں ہوتا یہ تو بڑے ہو کر بگڑتے ہیں خدا معلوم کیا زہر ملجاتا ہے ایک بچہ کو میں نے چھیڑا اس نے کوسا الٹا کر کے بڑے ابا مر جائیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو خوش ہوگا کہ میں نے بہت بڑی بددعا کی حالانکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر سے نکل کر بھٹکتا پھرتا ہو اور اس کو کوئی کہے کہ خدا کرے تو اپنے گھر چلا جاوے تیری بددعا ایسی ہی ہے خیر یہ تو جو کچھ بھی ہی اسوقت اس کا بیساختہ یہ کہنا ایسا پیارا معلوم ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

ملفوظ ۳۴۵:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے جاہل صوفی نہایت ہی بددین ہیں ان کا صرف ایک ہی کام رہ گیا ہے وہ یہ کہ امردوں اور عورتوں سے اختلاط بس یہی انکا تصوف رہ گیا ہے مراقبہ ہے تو اسی کا مکاشفہ ہے تو اسی کا استغراق ہے تو اسی کا یہ لوگ تو فاسق و فاجر ہیں اور پہلے لوگ بھی بدعتی تھے مگر بددین نہ تھے یہ تو خلف کا حال تھا اور سلف تو دین کے عاشق تھے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی کا واقعہ مثنوی کے دفتر چہارم کے نصف پر مذکور ہے کہ وہ سبحانی ما اعظم شانی کہدیتے تھے مریدوں نے ایکروز کہا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ اگر اب کی مرتبہ کہوں تو مجھکو چھریوں سے ماردینا مرید بھی ایسے نہ تھے جیسے آجکل کے ہیں چھریاں لے کر تیار ہو گئے ان سے غلبۂ حال میں پھر وہی کلمہ نکلا کلمہ کا نکلنا تھا کہ چہار طرف سے مریدین نے مارنا شروع کیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو تو ایک زخم بھی نہ آیا اور مریدین تمام اپنی ہی چھریوں سے زخمی ہو گئے مولانا اس کا راز فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں کہتے تھے ایسے لوگ صاحب حال گذرے ہیں جن کی حالت مولانا کے اس قول کی مصداق ہوتی تھی۔ ؎

عشق آمد عقل او آوارہ شد ... صبح آمد شمع او بیچارہ شد

عقل خود شحنہ است چوں سلطان رسید ... شحنۂ بیچارہ در کنجے خزید

لیکن اس حالت میں بھی اگر کوئی فعل خلاف شریعت یا خلاف سنت سرزد ہو جاتا تھا تو اس پر اصرار نہ تھا اسکو اسرار نہ سمجھتے تھے اور یہ سمجھنا تو بڑی چیز ہے ان کو اور الٹی ندامت و شرمندگی ہوتی تھی بخلاف آجکل کے بددینوں کے کہ بددینی پر فخر ہے ناز ہے اصرار ہے ضد ہے ہٹ ہے استغفر اللہ۔

ملفوظ ۳۴۶:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں اوروں کی طرح یہاں سے بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا مطیع ہو کر رہے ہماری اطاعت کرے سب کو ایک ہی لکڑی ہانکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ تمہاری اطاعت واجب نہیں خیرخواہی واجب ہے اور چونکہ اطاعت واجب نہیں اس لئے تمہارا کہنا نہیں مانتا اور چونکہ خیر خواہی واجب ہے اس لئے مفید مشورہ دیدیا اب عمل کرنا نہ کرنا تمہارا اختیاری فعل ہے اور میں

ؑ جس کے پاس عشق آیا اس کی عقل پراگندہ ہوگئی جب صبح آجاتی ہے تو شمع روشنی پھیلانے میں مجبور ہو جاتی ہے عقل مثل کوتوال کے ہے جب سلطان عشق آگیا تو بیچارہ کوتوال کونہ میں دبک جاتا ہے۔

تم کو اپنی اطاعت پر مجبور نہیں کرتا جب خود میرا یہ طرز ہے تو تم کو کیا حق ہے مجھکو مجبور کرنیکا اور میں تم سے کیوں مجبور ہوں جب تم کو شریعت کی اطاعت سے عار ہے تو میں تمہاری کیوں اطاعت کر لوں کیوں مجبور ہوں مجھکو کیا غرض مجھکو بحمد اللہ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے اس کی پرواہ نہیں کہ کوئی معتقد رہے گا یا غیر معتقد ہو جاوے گا جسطرح جس کا جی چاہے کرے یہ سبق اور کسی کو پڑھانا اگر سارا عالم بھی ایک طرف ہو جائے مجھکو بفضل ایزدی اس کی پروا نہیں کی پروا کی تو صرف ایک ہی چیز ہے وہ رضاء حق ہے اگر یہ حاصل ہے تو پھر سارا عالم اسکے سامنے گرد ہے مسلمان کیلئے یہی ایک چیز ہے کہ وہ خدا کے راضی کرنے کی سعی میں لگا رہے اگر وہ راضی ہیں تو اس نے سب کچھ پالیا اور حاصل کر لیا اور اگر یہ نہیں تو اگر تمام دنیا و مافیہا بھی اس کو مل جائے تو ایک مچھر کے پر کی برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۵۳۷ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک ناظم مدرسہ فرماتے تھے کہ جو طلبہ رؤسا کے وظائف سے تعلیم پاتے ہیں وہ اکثر ناکامیاب ہوتے ہیں فرمایا کہ اگر بظاہر کامیابی بھی ہو جائے تب بھی ان کے علم میں کوئی خاص برکت نہیں ہوتی اس پر فرمایا کہ اسکا راز سمجھ میں نہیں آیا ہاں ایک وجہ تو بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایسے طلبہ کی اول ہی سے مخلوق پر نظر ہوتی ہے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص ہمکو وظیفہ دیتا ہے تو ہم کو کیا تعلق مہتمم صاحب سے اور کیا تعلق استاد صاحب سے اس کی وجہ سے اپنے بزرگوں سے بھی تعلق میں کمی ہوتی ہے یہ سب میں زیادہ مضر ہے اور یہ جو بزرگوں نے مکانوں سے کھانا لانا طلبہ کے لئے جائز رکھا تھا اسمیں نفس کا معالجہ تھا مگر اب عرفاً ذلت کے سبب یہ صورت بھی ناپسندیدہ ہو گئی مگر اس میں بھی ذلت کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کھانا دینے والا ذلیل سمجھے اور ایک یہ کہ کھانا دینے والا تو ذلیل نہیں سمجھتا مگر لانے والا اس میں اپنی ذلت سمجھتا ہے تو پہلی صورت تو ناجائز اور دوسری صورت جائز کیونکہ اس میں اسکے نفس کا معالجہ ہے اور اس ہی وجہ سے بزرگوں نے اس صورت کو جائز رکھا تھا مدرسہ دیوبند ہی کے واقعات ہیں کہ بعض لوگ مہتمم صاحب اور مدرسین اور مولویوں کے مخالف تھے مگر طلباء کی نہایت عزت اور احترام کرتے ہیں ایک وکیل تھا نہایت بددین مگر تین طلباء کو کھانا دیتا تھا اور جس وقت طلبہ اس کے مکان پر جاتے تو کرسی سے تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا یہ حالت تو اس وقت کے فاسقوں اور فاجروں کی تھی تو اس وقت طلباء کا مکانوں سے کھانا لانا جائز تھا اور اب تو طلباء کو بڑی ہی حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں اب جائز نہیں اب مکانوں سے طلباء کو کھانا نہیں لانا چاہیے

اس میں علم اور اہل علم کی تحقیر ہے یہ مضمون آج ہی سمجھ میں آیا اس سے پہلے کبھی ذہن میں نہ آیا تھا اور یہ سب تفصیل تو غرباء سے امداد لینے کے متعلق تھی باقی یہ تجربہ ہے کہ نرے امراء کے پیسہ میں برکت نہیں ہوتی اب اس کے اسباب جو بھی ہوں میں نے ایک مرتبہ سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں یہی مضمون وعظ میں بیان کیا تھا جب مدرسہ کے دارالطلبہ میں مسجد تیار ہوئی اس مسجد کیلئے ایک بی بی نے روپیہ دیا تھا وہ بھی وعظ میں تھیں میں نے کہا کہ امراء ناز نہ کریں کہ ہم نے فلاں مدرسہ بنوادیا فلاں مسجد بنوادی یاد رکھو کہ تمہارے پیسہ میں برکت نہیں ہوتی اگر برکت پیدا کرنا چاہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ چند غرباء سے پیسہ مانگ کر اپنے پیسوں میں شریک کرلیا کرو تب برکت ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ امراء کے پاس تو فلوس ہی فلوس ہوتا ہے اور غرباء کے پاس خلوص ہوتا ہے تو فلوس میں برکت کہاں برکت ہوتی ہے خلوص میں۔

ملفوظ ۵۳۸: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ذکر کی توفیق ہو جائے یہ بڑی دولت ہے۔ بڑی نعمت ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اس بارہ میں فرمایا کرتے تھے۔

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم ، حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم ،

ملفوظ ۵۳۹: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہاں پر رہ کر جب بصیرت بڑھ جائے اور پھر وطن واپس پہونچ کر مکاتبت کرے تو طویل مکاتبت سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو مدار ہے نفع کا مگر یہاں پر جو رہے خاموش رہے مکاتبت مخاطبت نہ رکھے تجربہ ہے یہ طرز بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے لوگ اول دہلہ میں اس کی قدر نہیں کرتے مگر یہاں سے واپس وطن جا کر بہت لوگ لکھتے ہیں کہ پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر چند روز خاموش رہنے سے جو نفع ہوا وہ نفع چند برس کے مجاہدہ سے بھی نہ ہوتا یہ سب تجربہ کی باتیں ہیں حق تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں جو مفید ہیں بد فہم لوگ اس کو میری طرف سے ٹالنا سمجھتے ہیں لیکن اگر میں ٹالنا تو رہنے کی اجازت ہی کیوں دیتا کیا میرے ذمہ کسی کا کچھ قرض آتا ہے مگر رسوم کا غلبہ ہو رہا ہے دماغوں میں وہی رسمی باتیں رچی ہوئی ہیں کہ مجلس آرائیاں ہوں قیل وقال ہو تعظیم و تکریم ہو اور مجھکو ان باتوں سے طبعی نفرت ہے میں چاہتا ہوں کہ نہ میری آزادی میں تم مخل ہو اور نہ میں تمہاری آزادی میں مخل ہوں کام میں لگو وقت کو بیکار نہ جانے دو۔

؎ ملے میں اسکو یا نہ پاؤں اس کی طلب میں لگا ہوں گا۔ وہ ملے یا نہ ملے اسکی آرزو میں لگا رہونگا۔ بقول کسی کے سہ لئے جاؤں گا عمر بھر تیرا سے سنا نہ سنتا شہا کام تیرا۔

۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۵۴۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عدل اور حفظ حدود کی بیحد کمی ہے مجھکو بحمد اللہ اس کا بڑا خیال رہتا ہے مثال کے طریق پر ایک بات عرض کرتا ہوں گو بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی طالب علم داخل ہونے آتا ہے تو میں خود اس کو ساتھ لے کر استاد کے سپرد کر کے آتا ہوں استاد کو یہاں پر بلا کر نہیں سپرد کرتا اسمیں ان کے احترام اور اعزاز کو ملحوظ رکھتا ہوں اور کبھی کبھی جو بلا لیتا ہوں وہ اس لئے کہ کہیں ان میں عجب نہ پیدا ہو جائے اور یہ نہ سمجھنے لگیں کہ ہم میں بھی مخدومیت کی شان ہے یہ باب تربیت بھی نہایت ہی دقیق ہے ہر بات کی دقیق دقیق رعایت کرنی پڑتی ہے۔

ملفوظ ۵۴۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں جو قواعد اور ضوابط مقرر ہو گئے ہیں اگر ان کے مصالح لکھواؤں تو اچھا خاصہ ایک رسالہ تیار ہو جائے جیسے آیات کا شان نزول ہے اسی طرح ان قواعد اور ضوابط کا بھی شان نزول ہے اور یہ سب کچھ اپنی اور دوسروں کی راحت رسانی کیواسطے ہے ورنہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ان قواعد اور ضوابط کی وجہ سے مجھ پر ہر وقت خوف طاری رہتا ہے کہ قیامت میں مجھ سے بھی قواعد دقیقہ کا مواخذہ نہ ہونے لگے اس لئے نہ مجھ کو ان پر ناز ہے اور نہ میں اپنی اصلاح سے بے فکر ہوں ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ میں تو ضعیف ہوں اس لئے میں نے ضابطہ مقرر کئے ہیں کہ بے ضابطگی کا متحمل نہیں آپ تو ضعیف نہیں آپ ضابطے سے کام نہ لیجیے غرض مجھکو سخت خوف ہے میں بے فکر نہیں بلکہ ڈرتا ہوں کہ اگر حق تعالیٰ نے میرے ساتھ اسی طرح ضابطہ کا برتاؤ کیا تو میرا تو کوئی بھی ٹھکانا نہیں اور یہ چیزیں نازکی نہیں بلکہ خود دلیل ہیں ضعف کی نازکی ان میں کوئی بات نہیں ہے اس لئے ڈرتا ہوں اور اپنی اصلاح کا خیال رکھتا ہوں۔

ملفوظ ۵۴۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ انگریزی تعلیم یافتہ اکثر بے ادب ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ نے ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ دو انگریزی داں باپ بیٹے آمنے سامنے کرسی پر بیٹھے تھے بیٹے کو انگڑائی آئی تو اس طرح سے پیر پھیلائے کہ جوتہ باپ کی داڑھی میں جا کر لگا اس حرکت پر ایک شخص نے کہا کہ یہ کیا بدتمیزی ہے باپ میں ابھی بیٹا کچھ نہ بولا تھا باپ صاحب کہتے ہیں کہ کیا حرج ہوا کیا جوتہ تو گوبر لگا تھا یہ ہے نری انگریزی تعلیم کا اثر صرف چند الفاظ اور چند فیشن کا نام تہذیب رکھ لیا ہے اور وہ فیشن ہی معیار لیاقت سمجھا جاتا ہے اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک دیہاتی شخص متمول تھا اس نے اپنے لڑکے کو انگریزی پڑھوائی کسی نے پوچھا کہ تیرا بیٹا کہانتک انگریزی پڑھ چکا ہے کہنے لگا کہ یہ تو اسی سے معلوم کر لیجو مجھے معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ کھڑے ہو کر

موتنے لگا ہے اس سے تم ہی سمجھ لو کہ کس درجہ تک پہونچ گیا ہے۔ بھلا بڑا ذہین کیا بات کہی ان دیہاتیوں کے دماغ بڑے صحیح ہوتے ہیں الفاظ تو بوجہ بے علمی کے ان کے پاس ہوتے نہیں مگر ترجمانی نہایت صحیح اور پر مغز ہوتی ہے (ایک دیہاتی کو کہتے سنا تھا کہ میاں خدا کی تو وہ شان ہے کہ کیئے جاؤ اور لیئے جاؤ کیسے پاکیزہ اور مختصر الفاظ میں کتنے بڑے علمی مضمون کو ادا کر گیا ۱۲ جامع) ایک اور دیہاتی کی حکایت ہے میں ریل میں سفر کر رہا تھا اسی ڈبہ میں چند دیہاتی مسلمان تحریکات حاضرہ کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے میں بھی سن رہا تھا ان میں سے ایک بولا کہ میاں اتنے جھگڑوں اور بکھیڑوں کی کون ضرورت ہے صرف دو باتوں کی ضرورت ہے وہ یہ کہ ایک رہو اور نیک رہو پھر کوئی بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیسی عجیب بات کہی تمام حکمت کو دو لفظوں میں بیان کر گیا بڑے سے بڑے علامہ کو بھی نہ سوجھتی۔ اب بتلایئے کیا کوئی اپنے علم پر ناز کرے یہ تو سب خدا ہی کی طرف سے ہے اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ ناز نہ کرو نیاز پیدا کرو۔

ملفوظ ۵۳۳:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوتا فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور نجدیوں کو اتباع سنت کا دعویٰ ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا۔ عرض کیا کہ عرفات میں نجدی روتے تو بہت ہیں۔ فرمایا کہ رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا خطبہ کا ٹھیک طریقہ تو جب تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میاں جی بے محل روئے تھے۔ ایک میاں جی ایک متوسط الحال شخص کے یہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچسو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھر اطلاعی خط بھیجا میاں جی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میاں جی کو خط پڑھنے کو دیا خط پڑھ کر میاں جی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتلاؤں گا پہلے تم بھی روؤ۔ وہ بھی رونے لگے غل مچا محلہ والے سن کر آ گئے رونے کی وجہ پوچھی میاں جی نے کہا کہ تم بھی روؤ محلہ والے بھی رونے لگے پھر لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تب میاں جی نے کہا خط میں لکھا ہے کہ میاں پانچسو روپیہ کے ملازم ہو گئے لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے کہنے لگے نہیں رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنو۔ میں تو یوں رویا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے میں ارزکار گیا۔ اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے کہ بجائے ان کے اب وہ کسی میم صاحب کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈت پڑے گی اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کیلئے اور گھوڑوں کیلئے مکان اور اصطبل کی ضرورت ہو گی تو اہل محلہ ہی سے مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لئے سب کو رونا چاہیئے میاں جی تھے بڑے دور اندیش کیا جوڑ لگایا ہے تو بعض رونا بھی بے جوڑ ہوتا ہے۔ بندہ خدا خطبہ کیوں ترک کیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہو گا جس کی بنا پر یہ کیا گیا ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں۔ ہاں ایک کمی ہے جس کو اکثر کہا کرتا ہوں کہ نجدیوں میں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی خشک زیادہ ہیں گھسڑا پن ہے۔

ملفوظ ۵۴۲ ایک صاحب کے سوال کے جواب فرمایا کہ جی ہاں لوگ آزادی اور حریت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اس لئے یہ مرض ایسا عام ہوگیا کہ سلطنت اور حکومت سے تو آزادی حاصل کرنا چاہتے ہی ہیں خدا سے بھی آزاد ہو گئے خدا کا بھی خوف قلوب سے جاتا رہا یہ سب الحاد ہے بدفہمی کی بھی کوئی حد نہیں رہی۔ حریت کس آزادی کو کہتے ہیں آیا حق سے آزاد ہونے کو یا غیر حق سے اس لئے کہ ایمان والے کے لئے تو حق کی غلامی ہی باعث فخر اور باعث فلاح اور بہبود ہے اور یہ آزادی بھی اللہ والوں ہی کو میسر ہے اور جو مدعی ہیں آزادی کے ہزاروں طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں حقیقی آزادی خاصان حق ہی کو حاصل ہے ان کی یہ حالت ہے کہ وہ دنیا سے آزاد اور حق کے پابند اور غلام ہیں اس غلامی پر لاکھوں کروڑوں آزادیاں قربان جن کو اس غلامی کا راز منکشف ہو گیا وہ تو بزبان حال یہ کہتے ہیں ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند¹ شکارش نجوید خلاص از کمند

میں اس پر ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک عاشق جو اپنے محبوب کی تلاش میں برسوں سے سرگرداں اور پریشان پھرتا تھا اتفاق سے ایک روز یہ چلا جارہا تھا کہ اس محبوب نے خاموشی سے آکر پیچھے سے آغوش میں لیکر اس زور سے دبایا کہ اس کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں سے جا ملیں آنکھیں نکل آئیں دم گھٹنے لگا اس حالت میں محبوب دریافت کرتا ہے کہ اگر میرے دبانے سے تم کو تکلیف ہوتی ہے تو میں تمکو چھوڑ کر اور کسی کو جا کر اپنی آغوش میں دبالوں اس وقت وہ اگر عاشق صادق ہے تو یہ کہے گا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت² سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ملفوظ ۵۴۳ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حقیقت مجاہدہ کی ہے نَہَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی³ اور اس کے حاصل ہونے کی تدبیر یہ ہے کہ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ⁴ اور یہ کہا جائے کہ شریعت میں مجاہدہ سے مراد مجاہدہ مع الکفار ہے تو اس حدیث کے کیا معنیٰ ہونگے المجاہد⁵ من جاھد نفسہ بلکہ مجاہدہ ظاہری میں مشغول ہونا تو آسان اور سہل ہے اور مجاہدۂ باطنی میں مشغول ہونا سخت کام ہے اور اسمیں تساہل کرنا ایسا ہے کہ باہر کے دشمن کو تو مار دیا مگر اندر کے دشمن کی طرف التفات ہی نہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

دشمن اندر خانہ بود⁶ حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود

اور فرماتے ہیں ؎

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں ماند خصمے زو بتر در اندروں
کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

---

¹ اسکا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا۔ اسکا شکار اسکے جال سے نکلنا نہیں چاہتا ۱۲۔ ² تیری تلوار سے ہلاک ہونا خدا کرے دشمن کے نصیب میں نہ ہو۔ تیری خنجر آزمائی کیلئے دوستوں کا سر حاضر ہے ۱۲ ³ نفس کو اسکی خواہشات (مذموم) سے روکنا ۱۲ ⁴ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہتا ہو۔ ⁵ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے ۱۲ ⁶ دشمن تو گھر کے اندر موجود تھا اور وہ دروازہ بند کر رہا فرعون کی تدبیر کی ناکامی

اور سب میں بڑی چیز جو اس کی بھی اصل ہے وہ ہے کسی کامل کی صحبت۔ بدون اسکے اس راہ میں کامیابی مشکل ہے بدون رہبر اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

یار باید راہ را تنہا مرو ، بے قلاوز اندریں صحرا مرو

اپنے کو اس کے سپرد کردو اور زبانی سپرد کرنے سے بھی کچھ نہ ہوگا بلکہ وہ جو تجویز کرے گا اس پر عمل کرنا ہوگا اور اگر ہر چرکہ پر قلب میں کدورت پیدا ہوگی تو بس مقصود حاصل ہو چکا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق ، تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

ملفوظ ۵۳۶: ایک مولوی صاحب کے تعریفی جملوں پر فرمایا کہ اجی حضرت کہاں کی بزرگی اور کہاں کا تبرک اگر ساتھ ایمان کے چلے جائیں یہ ہی سب کچھ ہے اسی کا خطرہ ہے نہ معلوم قسمت میں کیا لکھا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

ایمان چو سلامت بلب گور بریم ، احسنت بریں چستی و چالاکی ما ،

ملفوظ ۵۳۷: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ متقدمین نے تو مجاہدات میں چار چیزوں کو فرمایا تھا قلت الطعام۔ قلت المنام۔ قلت الکلام۔ قلت الاختلاط مع الانام مگر متاخرین نے دو کو حذف کر دیا ہے ایک تو قلت الطعام اور ایک قلت المنام کیونکہ یہ دونوں آجکل مضر ہیں پہلے لوگوں کے قویٰ مضبوط ہوتے تھے ان کے مناسب تھے۔ اور دو کو باقی رکھا ایک قلت الکلام اور ایک قلت الاختلاط مع الانام اور ان ہی دونوں میں لوگوں کو زیادہ بے فکری ہے۔ حالانکہ قلت الکلام از حد ضروری ہے اس لئے کہ کثرت کلام کی بدولت کسی کی حکایت کسی کی شکایت کسی کی غیبت ہو جاتی ہے بلکہ مباحات کی کثرت میں کدورت ہوتی ہے عطارؒ اسی کو فرماتے ہیں ؎

دل ز پُرگفتن بمیرد در بدن ، گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن ،

غرض کم بولو کم سو اور کسی قدر لذات کو کم کر دو غلو اسمیں بھی نہیں چاہئے ایک درویش نے میرے سامنے خربوزہ کھایا اور یہ کہا کہ آج ستر برس میں کھایا ہے سو یہ غلو بھی برا ہے ضرورت اس کی ہے کہ آدمی حرام سے بچتا رہے باقی اچھی طرح کھائے پئے مجاہدہ یہ نہیں کہ حلال کو چھوڑ دے مجاہدہ کی حقیقت ہے خواہشات مذمومہ سے نفس کو روکنا اور حلال چیزوں کے ترک سے اندیشہ ہے عُجب کے پیدا ہو جانیکا کیونکہ اس میں ایک شان

عہ سلوک طے کرنیکے لئے ساتھی کی ضرورت ہے تنہا مت چلو۔ بغیر رہبر کے اس جنگل میں مت جاؤ ۱۲ عہ تو ایک چرکہ سے عشق کے بھاگتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عشق کا نام ہی نام جانتا ہے (حقیقی عشق تجھکو حاصل نہیں) ۱۲۔ عہ لب گور تک ایمان سلامت لے جاویں تو ہم بڑی شاباشی کے قابل ہیں ۱۲ عہ بے ضرورت زیادہ بولنے سے بدن کے اندر دل مرجاتا ہے اگرچہ ظاہری طور پر تیری گفتگو کیسی ہی عمدہ ہو ۱۲۔

امتیاز کی ہوتی ہے جیسے ایک شخص نے کہا تھا اپنے پیر کے متعلق کہ وہ کچھ کھاتے ہی نہیں میں نے کہا کہ آخر کچھ تو کھاتے ہی ہونگے اس لئے کہ اس کے بدون تو زندگی ہی دشوار ہے اس پر کہتے ہیں کہ جی ہاں کچھ یوں ہی تھوڑا سا کھا لیتے ہیں پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ ایک سیر دودھ اور آدھ پاؤ بالائی اور کچھ سیب اور انگور ایک دوست نے کہا کہ اور کیا کھاتے صرف اتنی کسر رہی کہ تجھے اور مجھے نہیں کھایا اور یہ بھی کہا کہ بندہ خدا اگر مجھکو یہ چیزیں ساری عمر کھانے کو ملیں تو میں تو روٹی وغیرہ کے پاس بھی نہ جاؤں اب بتلائیے کہ یہ بھی کوئی مجاہدہ ہے بجز شہرت اور جاہ کے۔ صاف دوسروں کی نظروں میں بڑا ہونا ہے سو یہ خود کتنی بڑی بلا ہے یہ غیر محقق ایسی ہی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور کبھی منزل مقصود تک نہیں پہونچتے اصل چیز عبدیت ہے اور ان باتوں سے عبدیت کیخلاف فرعونیت پیدا ہوتی ہے کہ یہ تو لوگوں کو ذلیل اور حقیر سمجھے اور دوسرے اس کو بزرگ اور ولی اور بڑا جانیں۔ اور یہ جو قلت الاختلاط مع الانام کی تعلیم فرمائی اس میں بھی ایک حد ہے ورنہ اس سے بھی انسان کی ایک امتیازی شان معلوم ہوتی ہے اور حد کے اندر رہ کر خرابی نہیں ہوتی اعتدال کے ساتھ ملنے میں اس کو اوروں سے اور دوسروں کو اس سے نفع پہونچتا رہتا ہے جسکے متعلق ارشاد ہے ؎

طریقت[۱] بجز خدمت خلق نیست، بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست،

شریعت کا یہ کیسا عجیب فیصلہ کسی نے خوب کہا ہے شریعت پر بالکل صادق آتا ہے۔ ؎

ز فرق تا[۲] بقدم ہر کجا کہ می نگرم، کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست؛

یہ چیزیں کسی کی صحبت میں رہنے اور جوتیاں سیدھی کرنے سے نصیب ہوتی ہیں اور بدون کسی کامل کے اس راہ میں مقصود تک پہونچنا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے اور صحبت کامل کے بعد یہ شان ہو جاتی ہے۔

بینی[۳] اندر خود علوم انبیاء، بے کتاب و بے معید و اوستا،

اور یہ شان ہو جاتی ہے ؎

جملہ[۴] اوراق و کتب در نار کن، سینہ را از نور حق گلزار کن،

ایسوں ہی کے پاس جا کر یہ برتاؤ کرو جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

قال[۵] را بگذار مرد حال شو، پیش مردے کاملے پامال شو،

---

۱ طریقت میں اصل چیز خدمت خلق ہے صرف تسبیح لے لینا اور گدڑی پہن لینا طریقت نہیں ہے ۲ اے محبوب تیرے سر سے پیر تک جہاں بھی ہو نظر کرتا ہوں تیری ہر ادا دامن کو کھینچتی ہے کہ بس مجھی کو دیکھے جاؤ ۳ تو اپنے اندر انبیاء کے علوم (وہبی) دیکھے گا جو بغیر ظاہری امداد کرنے والے کے اور بغیر کتاب اور استاد کے حاصل ہوں گے ۴ علوم کے اسباب تعلیمی، اوراق و کتب کو فنا کر دو اور نور حق کو سینہ سے گلزار بنا دو (تاکہ علوم وہبی) تم کو عطا ہوں۔ ۵ قال کو چھوڑ کر حال پیدا کرو اور کسی مرد کامل کے سامنے فنا ہو جاؤ،

اور اس کے نرم و سرد کا تحمل کرو، جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی، پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

اسکے بعد پھر دیکھو گے کہ تمہارے اندر خود ایک چمن ہے، جب جی چاہے گا اس کی سیر کر لو گے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے برادر عقل یکدم با خود آر دمبدم در تو خزان است و بہار

اور ایسی صحبت کی برکت اپنی کھلی آنکھوں دیکھو گے اور بزبانِ حال وہی کہو گے جو سعدی رح نے کہا ہے ؎

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

غرض صحبت اور اطاعت ہی وہ چیز ہے کہ جب باد صرصر چلتی ہے تو کنکریاں پتھریاں گندم میں جا پڑتی ہیں پھر وہ اس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے گندم کے نرخ پر بکتی ہے بھلا الگ تو کوئی ان کا خریدار بن کر دکھلا دے، کوئی پھوٹی کوڑی کو بھی نہ خریدے گا۔ یہ ایک نہایت مفید اور کارآمد نسخہ میں نے تم کو بتایا اس کو استعمال کرو اور اسکے فوائد دیکھو۔

۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ ھجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۵۴۷: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں، اور وہابیا کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد۔ وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ اس کی زیارت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب کیا کرتے تھے۔ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں۔ بتلائیے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں

ملہ اگر ہر رگڑ کے سے ناراض ہو گئے تو بغیر رگڑے ہوئے تم آئینہ کی طرح صاف شفاف کیسے ہو گے ملہ اے بھائی اگر تم عقل سے کام لو تو دمبدم تم خزاں اور بہار دیکھتے ہو (یعنی مختلف حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں)۔
ملہ ہم نشینوں کے جمال نے مجھ میں یہ اثر پیدا کیا ہے، ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو پہلے تھی۔

دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جسکو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بددین دوسروں کو بددین بتلاتے ہیں۔ میں تو مولانا فیض الحسن صاحب کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنیٰ ہیں باادب بے ایمان۔ اور وہابی کے معنیٰ ہیں بے ادب باایمان۔ مولانا بڑے ظریف تھے کیا لطف کی تفسیر کی۔

ملفوظ ۱- ایک صاحب مجلس خاص کے وقت آکر باوجود قریب جگہ ہونے کے مجلس سے فصل پر بیٹھ گئے۔ حضرت والا نے دیکھ کر فرمایا کہ اور ہٹ کر وہاں کنارے پر بیٹھئے کہیں کسی سے بھڑ نہ جاؤ اور کہیں کوئی نیک بات کانوں میں نہ پڑ جائے بلکہ اس طرف سے لپشت کر کے بیٹھئے اس طرف دیکھنا بھی گناہ ہے۔ اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمائیے۔ فرمایا معاف ہے مگر کیا بدتمیزی پر مطلع بھی نہ کروں۔ تم جیسے اس کو قابل سمجھتے ہو میں مطلع نہ کرنے کو غلطی سمجھتا ہوں۔ بندہ خدا یہ تو موٹی موٹی باتیں ہیں۔ اتنی بھی تمیز نہیں کیا بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے کہ وہاں پر تعلیم پاکر آتے ہو یا سارے بدفہم اور بدعقل میرے ہی حصہ میں آگئے یا چھٹ چھٹ کر آتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ آخر آنے سے نتیجہ کیا۔ جب اتنے فاصلہ پر بیٹھے کہ جہاں آواز بھی نہ پہونچ سکے۔ خدا اس کرے ان رسوم کا بیحد لوگوں کو اس میں ابتلاء ہو رہا ہے۔ بے ادبی اس کو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حرکت بالکل خلاف ادب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا کچھ لیکر بھاگیں گے۔ آپ کی ہیئت ملاحظہ ہو جیسے کوئی چور آکر بیٹھ جاتا ہے۔ ایسے ایسے بدفہم یہاں پر آتے ہیں۔ آتے ہی دل مکدر کر دیتے ہیں۔ پھر کیا خاک نفع حاصل کریں گے۔ اب مجھ کو تو بدنام کریں گے جاکر کہ رہے کہ بہت ہی بدخلق ہے اور اپنی حرکت کا اخفاء کریں گے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ ہم نے یہ خوش خلقی کا برتاؤ کیا تھا اس پر اس کی یہ بدخلقی ہوئی۔ خیر کریں بدنام میرا تو نفع ہی ہے وہ یہ کہ پھر ایسے بدفہم تو نہ آئیں گے۔ یہ طرق یکسوئی اور جگہ ہوتی ہے میرے یہاں تو دلشوئی ہے اگر میرا طرز پسند نہ ہو نہ آؤ بلانے کون جاتا ہے۔ اس پر بھی اگر آؤ گے تو میں ضرور بدتمیزی سے آگاہ کر دوں گا۔ روک ٹوک کروں گا۔ میں خاموش رہنے کو خیانت سمجھتا ہوں۔ خاموش رہنے پر اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ تو آسان ہے کہ اصلاح کا کام بند کر دوں۔ مگر اصلاح کا کام کرتے ہوئے خاموشی اختیار کروں۔ اور بدتمیزیوں پر مطلع نہ کروں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا برا معلوم ہو۔ میں کسی کی وجہ سے اپنے طرز کو بدل نہیں سکتا۔ اور اس موقع پر میں تو یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

مجھ کو بحمد اللہ اس کی پرواہ نہیں بس ہی سب کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کر رہا ہوں اور سب نیک نام ہیں۔ میں بدنام سہی۔ مجھ کو متعارف اخلاق سے ہمیشہ نفرت رہی ہے تو خوش اخلاق رہے مگر دوسروں کے اخلاق تو خراب ہوئے۔ آخر کہاں تک صبر سے کام لیا جائے کوئی حد بھی ہے۔ بدون اس طریق اور طرز کے اس فعل کی قباحت ان کے ذہن میں آ نہیں سکتی تھی جو بات دل میں بٹھلانا چاہتا ہوں بدون اس طرز کے بیٹھ نہیں سکتی۔ اور اگر یہ طرز پسند نہیں تو۔ کیا چاہتے ہیں کہ ہاتھ جوڑ کر سامنے حاضر ہو کر عرض کروں کہ حضور آپ سے یہ غلطی ہوئی جو بات جس طرح سے اور جس طریق سے کہنے کی ہو گی اسی طرح کہی جائے گی۔ اس پر بھی اگر کوئی نہ سمجھے تو میں کسی کی بدفہمی کا کیا علاج کر سکتا ہوں۔ اور یہ تو آج نئے نہیں آئے۔ نہ معلوم یہ حرکت نئی کہاں سے سیکھ کے آئے۔ اور اس وقت ممکن ہے کہ ان کے دل میں یہ شکایت ہو کہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا۔ بات یہ ہے کہ جتنی تہذیب کی توقع ان کو مجھ سے تھی اس سے زائد مجھ کو ان سے تھی مگر ابتدار انہوں نے کی اسی پر میں کہہ رہا ہوں تو ذمہ دار یہ ہیں، میں نہیں۔ اور کیا بدسلیقگی اور بے اصولی سے مجھ کو فہم کا اندازہ نہیں ہو سکتا ذرا سی بات سے آدمی کے فہم کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے جس کا ان سے صدور ہوا۔ اب باہر جا کر مجھ کو بدنام کریں گے کہ بد خلق ہے سخت ہے۔ میں بحمد اللہ سخت نہیں ہوں اس سختی کو یہاں کے رہنے والوں سے دریافت کر لو۔ وہ بتلائیں گے۔ مزاحاً فرمایا کہ میرے مزاج میں درشتی نہیں ہے، درستی ہے۔ میں سخت نہیں ہوں ہاں مضبوط ہوں جیسے ریشم کا رسہ کہ نرم تو اس قدر ہے کہ چاہے جس طرح موڑ توڑ لو، اور جس طرح چاہے گرہ لگا لو مگر مضبوط اس قدر کہ اگر اس میں ہاتھی کو بھی باندھ دو تو ذرا نہیں توڑ سکتا۔ لوگ سختی اور مضبوطی ہی میں فرق نہیں سمجھتے چکنی چپڑی باتیں بنانے کو یا آہستہ بولنے ہی کو خوش خلقی نہیں کہتے۔

ملفوظ ۵۴۹ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آپ نے قدر کی میرے طرز کی اور اس کو سمجھا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ میں کبھی کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔ ہاں کوئی مسئلہ ہوتا ہے اس کو بیان کر دیتا ہوں۔ وہ بھی اس نیت سے کہ حقیقت کا اظہار ہو جائے حق واضح ہو جائے۔ کبھی کسی کی تفسیق و تجہیل و تحقیر و تذلیل کی نیت نہیں ہوتی۔ پھر بھی مجھ پر اعتراضات کئے جاتے ہیں اور سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ میں کچھ بولتا نہیں۔ غریب کی جورو سب کی بھابھی۔ ایک مولوی صاحب کا نام لیکر فرمایا کہ ان سے کوئی نہیں بولتا نہ ان کے کوئی درپے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بولتے ہیں میں بولتا نہیں۔ یہ وجہ ہے اس جرأت اور بے باکی کی۔ مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پھر خود ہی آ کر سرنگوں ہوتے ہیں۔ اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مظلوم اگر کافر بھی ہو تو

حق تعالیٰ اُس کی نصرت فرماتے ہیں اس میں کسی کمال اور بزرگی کو کیا دخل۔

ملفوظ ۵۵۰:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فضول منازعت کی فرصت کس کو ہے ان فضولیات میں تو وہ پڑے جس کو فرصت ہو۔ کون ان قصوں میں پڑے۔ ان جھگڑوں میں پڑ کر آدمی اپنے ضروری کاموں سے بھی رہ جاتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس قطع منازعت کے لئے ایک عجیب دستور العمل بنایا تھا کہ اگر کوئی تم سے ناحق مباحثہ یا مناظرہ کرے تو اس مثل پر عمل کرنا کہ ایک نائی سے ایک شخص نے کہا کہ میاں داڑھی کے سفید بال چن دو۔ اُس نے اس طرف سے اس طرف تک داڑھی صاف کر اور سامنے رکھ چلدیا کہ تم خود چنتے رہو مجھ کو اتنی فرصت کہاں کہ ایک ایک بال چنوں۔ اسی طرح تم کرنا جب کوئی تم سے جھگڑے یا اُلجھے تو تم سب رطب دیا بس اُس کے حوالہ کر کے اپنے کام میں لگ جاؤ اور ایسا نہ کرنا دلیل ہے اس کی کہ اس کو کوئی اور کام نہیں بالخصوص عشق و معرفت سے خالی ہونے کی تو یہ صاف دلیل ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوئے چو بگذشت بر عارف جنگ جوئے

گر ایں مدعی دوست بشناختے بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

ملفوظ ۵۵۱:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ جب تک اہل اللہ کی صحبت نہ ہو بزرگی تو کیا انسانیت بھی نہیں آسکتی اور بزرگی آ بھی جائے مگر انسانیت پیدا نہیں ہو سکتی۔

ملفوظ ۵۵۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہلِ کتاب دین کے دشمن نہیں دنیا کے دشمن ہیں گو اس کے ضمن میں دین کی بھی دشمنی ہو جائے اور مشرکین دین کے دشمن ہیں معیار اس کا یہ ہے کہ جس قدر قوت اور سطوت اہلِ کتاب کو ہے اگر مشرکین کو ہو جائے تو یہ ہندوستان میں مسلمانوں کا بیج تک بھی نہ چھوڑیں ہزار ہا واقعات اور مشاہدات موجود ہیں اس پر بھی اگر کوئی اختلاف کرے تو اس کا کوئی علاج نہیں بقول شاعر۔ جو اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اُس بُت کو خدا سمجھے۔

ملفوظ ۵۵۳:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیچارے علماء تو کس شمار میں ہیں قطب اور غوث اور ولی کس قطار میں ہیں انبیاء میں تو کوئی کمی نہیں تھی مگر بدبختوں نے تو اپنی بداستعدادی کی وجہ سے انبیاء اور اُن کی پاکیزہ تعلیم سے بھی اعراض کیا۔

لہ حضرت بہلول مبارک قدم نے کیا خوب فرمایا جبکہ اُن کا گذر ایک (ظاہری) عارف پر ہوا جو جھگڑا کر رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ (اگر اس کو دوست (حق تعالیٰ) کی معرفت حاصل ہوتی تو اُس کو دشمن کی طرف توجہ کی فرصت ہی کب ہوتی

ملفوظ ۵۵۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر کوئی خفیہ آئے یا سی آئی ڈی آئے جو کوئی آئے آوے ہم تو جو بات ہے صاف کہتے ہیں ہم نہ تو تقیہ کرتے ہیں اور نہ توریہ جانتے ہیں، صرف بوریہ جانتے ہیں۔

ملفوظ ۵۵۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ملک کی خدمت کی دو قسمیں ہیں ایک سرحدی حفاظت اور ایک اندرونی حفاظت۔ اگر سرحد کی حفاظت کرنے والے ملک کے اندر لوٹ آئیں تو پھر ملک کی خیر نہیں غنیم ملک پر قبضہ کرلے گا۔ اور اگر دفتری لوگ اندرونِ ملک سے سرحد پر لوٹ جائیں تب بھی اندیشہ مضرت کا ہے اس لئے کہ نظام میں گڑ بڑ ہو جائے گی۔ ہر جماعت جب تک اپنے اپنے فرائض منصبی کو انجام نہ دے گی۔ بظاہر حکومت دشوار ہے۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی دو قسم کے لوگ ہونے چاہئیں۔ ایک سرحدی اور ایک دفتری۔ ہندو بڑے ہوشیار ہیں۔ انہوں نے دو گروہ تیار کئے ہیں ایک ان تحریکات کے مخالف گو باطن میں سب شریک ہیں، اور ایک تحریکات کے موافق تو جس جماعت کا غلبہ ہوگا وہ دوسری کو پناہ دے گی مسلمانوں میں یہ بات نہیں جس طرف کو ایک جائے گا سب اسی طرف کو جائیں گے۔ بھیڑ چال مشہور ہے۔ اور اگر کوئی دور اندیش الگ رہنا چاہے تو اس کو بدنام کرتے ہیں۔ اس کو دشمن اسلام کہتے ہیں اور اس پر ہر قسم کے بہتان اور الزامات لگاتے ہیں۔ ان کے یہاں نہ کوئی اصول ہیں نہ قواعد ایسی بے ڈھنگی باتیں کرتے ہیں جن کے نہ سر نہ پیر مسلمانوں میں اتنا تو مادہ ہے ہی نہیں کہ اپنے دوست اور دشمن ہی کو پہچان سکیں۔ ان کی باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے کہ جو نہ اصول سے واقف نہ دین کی خبر محض من گھڑت باتیں اور وہ بھی بے اصول۔ بھلا یوں بھی کہیں کام چلا کرتا ہے۔ زبانی جمع خرچ جسقدر چاہو کرالو، عملی صورت کا نام و نشان نہیں۔ اسٹیج اور پلیٹ فارموں پر دھواں دھار تقریریں اور زور شور بہت کچھ اور افسوس کہ نماز تک کے بھی پابند نہیں۔ یہ مسلمانوں کے راہبر اور لیڈر ہیں سو اس طرح ہو چکی کامیابی۔ اس لئے کہ کامیابی تو حق جل شانہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور ان سے بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے پھر کامیابی کیسی حق تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے اور فہم سلیم عطا فرمائے۔

ملفوظ ۵۵۶:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں تحریکات کا زمانہ نہایت ہی پُر فتن تھا مزاحاً فرمایا کہ اس لئے کہ اہل فتن کے مقلدوں کی بنیاد ڈالی ہوئی تھی اس میں خیر اور برکت کہاں۔ نہایت ہی زبردست فتنہ تھا دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے لوگوں کا دنیا کا تو خسارہ ہوا ہی مگر آخرت کے برباد کرنے میں بھی بدفہموں نے کسر نہیں رکھی۔ اس ہی زمانہ میں جس وقت حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے تشریف لائے تو میں

بغرض زیارت دیو بند حاضر ہوا وہاں ایک صاحب فرمانے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ غدر میں آپ کے بزرگ کھڑے ہوئے تھے میں نے کہا کہ جی ہاں کھڑے ہوئے تھے یہ بھی معلوم ہے اور ایک بات اور بھی معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں ہے وہ یہ کہ بیٹھ بھی گئے تھے۔ آخری فعل حجت ہوا کرتا ہے تو تم منسوخ پر عمل کرو اور ہم ناسخ پر عمل کریں اب یہ بتلاؤ کہ منسوخ پر عمل کرنے والا اپنے بزرگوں کا متبع کہلائے گا یا ناسخ پر عمل کرنے والا

اور وہ

منسوخ پر عمل کرنے والے تم ہو یا ہم بس یہ سنکر رہ گئے۔ اس وقت لوگوں کی عجیب ہی حالت تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی نشہ پیکر بے خبر اور مدہوش ہو جاتا ہے کہ کسی بات کی خبر ہی نہیں ہوتی یہ حالت تھی نہ حدود کی رعایت نہ اصول کی پرواہ دین اور شعائر دین کی طرف مطلق توجہ ہی نہ تھی۔ بس ایک ہی بات کے ہوش تھے کہ جو گاندھی کی زبان سے نکلتا اس کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے اور لوگوں سے عمل کرانے پر تمام اپنی قوت صرف کر دینا اپنی فلاح اور بہبود کا باعث سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ خیالات فاسدہ کا غلبہ ہو چکا تھا کہ ایک وعظ کا جلسہ سہارنپور میں ہوا۔ اس جلسہ میں ایک مقرر نے بیان کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو مسجدوں میں اذان نہ ہونے دیں گے تو کیا بلا اذان کے نماز نہیں ہو سکتی۔ یا کہتے ہیں کہ مساجد کو بند کر دیں گے تو کیا گھر میں نماز نہیں ہو سکتی۔ اور کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی نہ ہونے دیں گے۔ تو کیا بکرے کی قربانی نہیں ہو سکتی کیا گائے کی قربانی واجب ہے۔ یہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے راہبر اور مقتدا بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی باگ ایسے راہزنوں کے ہاتھ میں تھی ایسے بد دین بد فہم لوگ مسلمانوں کے جہاز کے ناخدا بنے ہوئے ہیں اس مقرر کے بیان میں ایک اور بات رہ گئی اگر اسکو بھی بیان کر دیتا تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ رہتا وہ یہ کہ اگر ایمان اور اسلام پر ہندوؤں نے نہ رہنے دیا تو کیا بدون اسلام اور ایمان کے زندہ نہ رہیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کے دوست نما دشمن ہیں۔ اس بد فہم سے کوئی پوچھتا کہ جب تو شعائر اسلام کے چھوڑ دینے کو گوارا کرنے کی مسلمانوں کو تعلیم کر رہا ہے تو پھر انگریزوں ہی میں جا کر جذب ہو جا عیسائیت ہی قبول کر لے اُن کی تو حکومت بنی بنائی ہے۔ ہندوؤں کی حکومت کے لئے تو بڑی جد و جہد کی ضرورت ہے پھر کامیابی بھی نقل۔ اجی اسلام اور شعائر اسلام کو چھوڑنا ہی ہے تو اس میں کیا انگریز اور کیا ہندو بلکہ تیری محبوبہ دنیا ہندوؤں سے زیادہ انگریزوں کے پاس ہے۔ بد فہم سمجھتے ہیں کہ تدابیر سے کام چل سکتا ہے میں کہتا ہوں کہ نری تدبیروں سے کام نہیں چل سکتا۔ کام چلتا ہے تائید حق سے اور وہ موقوف ہے طاعت اور فرمانبرداری پر۔ باغیوں سرکشوں اور نافرمانوں کے ساتھ تائید حق نہیں ہوا کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کسی کام میں بھی برکت نصیب نہ ہوئی۔ اور جہاں ایسے ایسے راہبر اور پیشوا ہوں گے یہی نتیجہ ہو گا۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند[1]

برکت تدابیر منصوصہ پر عمل کرنے سے میسر ہو سکتی ہے اور یہ ہڑتال اور جلوس یہ سب یورپ ہی سے سبق حاصل کیا ہے یہ سب انہیں کی تدابیر ہیں جن کے خلاف تم جدوجہد کر رہے ہو ان تدابیر کی جو تم نے اختیار کر رکھی ہیں اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے ایک گاؤں میں ایک بوجھ بجکڑ رہتا تھا۔ اس گاؤں کا ایک آدمی کھجور کے درخت پر کھجوریں کھانے چڑھ گیا وہاں پہونچکر زمین کو دیکھا تو بڑی دور نظر آئی گھبرا گیا اور گھبراہٹ میں اترنا مشکل پڑ گیا۔ تمام گاؤں جمع ہو گیا مگر یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کو اتاریں کس طرح۔ آخر یہ طے ہوا کہ بوجھ بجکڑ کو بلاؤ۔ بلایا۔ آیا۔ درخت کے قریب کھڑے ہو کر اوپر نیچے دیکھا اور بہت غور اور فکر کے بعد سوچ سمجھ کر کہا کہ سمجھ میں آ گیا رسے لاؤ رسے آئے کہا کہ ان میں پھندا لگا کر اوپر پھینکو تاکہ اس کے پاس تک پہونچ جائے اس سے کہا کہ تو پکڑ لینا۔ غرضکہ رسا پھینکا گیا اس نے پکڑ لیا کہا کہ اس پھندے کو اپنی کمر میں ڈال لے اس نے ڈال لیا۔ اب لوگوں سے کہا کہ لگاؤ جھٹکا۔ مزاحاً فرمایا کہ جھٹکا ہوتا ہی ہے ناجائز۔ لوگوں نے جھٹکا لگایا وہ شخص درخت سے زمین پر آ کر پڑا ہڈی پسلی ٹوٹ گئیں دماغ پھٹ کر بھیجا الگ جا کر پڑا ختم ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کیا یہ تو مر گیا تو بوجھ بجکڑ کہتے ہیں کہ مر گیا سسرا اپنی موت مرا اس کی قسمت ہیں نے تو ہزاروں آدمی اسی تدبیر سے رسے کے ذریعہ کنوؤں سے نکلوائے ہیں۔ کنوؤں سے نکلوا لینے پر قیاس کیا کھجور کے درخت پر سے اتروانے کو۔ یہی حقیقت آج کل کے ان عقلاء اور لیڈروں کے قیاسیات اور تدابیر کی ہے۔ یہ بھی عقل اور فہم میں اس بوجھ بجکڑ سے کم نہیں بلکہ چار قدم اور آگے بڑھے ہوئے ہیں پھر اس پر ناز ہے دعویٰ ہے کہ ہم اہل عقل اور اہل فہم ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ آج کل کے اہل عقل اہل اکل ہیں۔ عاقل نہیں آکل ہیں۔ معلوم بھی ہے کہ ایک تدبیر ایک کے لئے نافع اور مفید ہے۔ اور ایک کے لئے وہی مضر جیسے بوجھ بجکڑ کی تدبیر ایک کے لیے تو مفید تھی کہ رسے کے ذریعہ کنوئیں سے نکلوا لیا اور دوسرے کے لئے مضر یعنی کھجور کے درخت سے رسے کے ذریعہ اتروایا۔ ایک کے لئے مفید اس لئے ہوئی کہ کنوئیں میں تھا پستی سے بلندی کی طرف آ گیا اور دوسرے کے لئے مضر اس لئے ہوئی کہ بلندی سے پستی کی طرف آیا۔ جس کا نتیجہ ہلاکت ہوا۔ اور تدابیر منصوصہ کو اختیار کرنے سے پستی سے بلندی کی طرف جائیں گے۔ اس لئے کہ تدابیر منصوصہ بلندی کی طرف ہیں۔ اتنی تو

---

[1] بلی کو حضور بنادیں، کتے کو وزیر اعظم، چوہے کو وزیر مملکت بنادیں تو ایسے ارکان دولت تو ملک کو ویران ہی کریں گے۔

خبر ہے ہی نہیں مگر پیشوا مقتدا بننے کو جی چاہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر دین ہو تو عقل میں بھی نور ہو دین کا تو نام و نشان ہی نہیں۔ اپنی من گھڑت باتوں اور تدابیر پر کودتے اچھلتے پھرتے ہیں ملک کو تباہ اور برباد کیا۔ لوگوں کا دین بھی خراب کیا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند　　　ایں چنیں ارکانِ دولت ملک را ویراں کنند

ملفوظ ۵۵۷:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں نفس کا ایک خاص اثر ہوتا ہی ہے اس لئے کہ بشریت ہے اس لئے تاثر بعید نہیں اس زمانہ میں بھی خود اپنے اندر اثر پاتا تھا۔ اسی واسطے حدیث شریف میں اسی قبیل کے نفس کے وقت ارشاد ہے فلیلحق بابلہ بغنمہ باسماحنہ (مشکوٰۃ عن اسلم) اور ارشاد ہے علیک بعین انت منہ یعنی بعشیر تہ (جمع الفوائد عن ابی داؤد) یعنی اپنے مواشی اپنی جائداد کنبہ میں جا پڑے۔ اگر اس کا کوئی اثر نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے۔

ملفوظ ۵۵۸:- فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا لکھا ہے امراض باطن کے متعلق لکھا تھا کہ فلاں مرض ہے اس کا سہل علاج بتلا دیجئے۔ میں نے لکھا کہ طالب کو حق نہیں کہ وہ سہولت کی درخواست کرے۔ اس پر فرمایا کہ لوگ مجاہدہ سے گھبراتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے اگر کوئی کسی عورت پر عاشق ہو جائے اور وہ عورت کچھ شرائط وصل کے بتلائے اور اس پر یہ عاشق یہ کہے کہ اگر ملنا چاہو تو سہولت سے مل جاؤ ورنہ جاؤ۔ تو کیا یہ عاشق کہلائے جانے کے قابل ہے۔ نیز ایسی درخواست کرنا خلاف ادب بھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیخ سے تعلیم حاصل کرنا مقصود نہیں بلکہ الٹا شیخ کو تعلیم دینا مقصود ہے۔ یہ شخص شیخ کو شیخ ہی نہیں سمجھتا کیونکہ جس شخص کو اتنی بھی خبر نہ ہو کہ اس تعلیم سے طالب پر مشقت ہو گی وہ شیخ ہی کب ہے۔ سو شیخ تو خود ہی شفقت کی بنا پر سہل علاج تجویز کرتا ہے مگر ضرورت کے موقع پر خود شیخ بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بعض امراض کا ازالہ سخت مجاہدات ہی سے ہوتا ہے جیسے بعض امراض جسمانیہ میں طبیب مجبور ہے کہ بدون شابنرہ اور جرائتہ گلو اور زیخ خنظل کے بخار اور سوداویت کا علاج مشکل ہوتا ہے۔ بہرحال طالب کو حق نہیں کہ وہ سہولت یا سختی کی درخواست کرے۔ جیسے مریض کو حق نہیں طبیب کے پاس جا کر کہے کہ ایسا نسخہ تجویز کر دیجئے جو میٹھا ہو کڑوا نہ ہو۔ میٹھا نہ ہو۔ اگر ایسا کرے تو طبیب کیا خاک علاج کرے گا۔

ملفوظ ۵۵۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل لوگوں کو گناہوں پر بڑی دلیری ہے جو نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ بعض گناہ وہ ہیں جن میں لوگوں کو زیادہ ابتلاء ہے اور ان کو ہلکا سمجھتے ہیں مثلاً بد نگاہی ہے اس میں عوام تو کیا خواص تک کو ابتلاء ہے بیمار، پر خوص سے

مراد جاہل درویش اور مدعیانِ محبتِ رسول ہیں جو بدعات کے حامی ہیں اور مولود مروجہ کی مجالس میں امرد لڑکوں کو ساتھ رکھتے ہیں۔ معلوم بھی ہے کہ یہ مرض کتنا بڑا مہلک ہے اور خدا کے قہر اور غصہ کو بھڑکانے والا ہے۔ یہ بد نگاہی نہایت ہی سخت اور خبیث فعل ہے۔ ایک شخص نے کسی بزرگ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس جس گناہ کا اقرار کرو گے ہم اس کو معاف کر دیں گے۔ میں نے سب گناہوں کا اقرار کر لیا مگر ایک گناہ کا اقرار کرتے شرم آئی اس لئے وہ اب تک معاف نہیں ہوا وہ گناہ یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ایک امرد لڑکے کو بد نگاہ سے دیکھ لیا تھا۔ بس اُس کا اقرار کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ اس خبیث گناہ کا اقرار خدا کے سامنے کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہے۔ ہمت نہیں کس منہ سے اقرار کروں کہ میں نے یہ گناہ کیا ہے۔ بس اُس کے عذاب میں مبتلا ہوں اور یہ عقوبت اور عذاب میرے لئے سہل ہے اس سے کہ میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کے سامنے اس گناہ بد نگاہی کا اقرار کروں۔ واقعی یہ بد نگاہی ایسی ہی سخت بلا ہے۔ اہلِ فن نے لکھا ہے کہ دو چیزیں قلب کا ستیاناس کرنے والی ہیں اور نورانیت کو برباد کرنے والی۔ ایک غیبت اور ایک بد نگاہی۔ مگر یہی دونوں چیزیں آج کل لوگوں میں شیر و شکر بنی ہوئی ہیں۔

ملفوظ ۵۶۰: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہلِ باطل ہمیشہ اہلِ حق پر اعتراض ہی کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کو کبھی کوئی کام کی بات بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور حدود کا تو ان لوگوں میں مطلق خیال ہی نہیں۔ بدون تحقیق جو جی چاہا اور جس کی نسبت چاہا کہہ دیا۔ یہ قلب میں دین نہ ہونے کی دلیل ہے۔ الحمد للہ اپنے حضرات کی برکت کی وجہ سے ہم لوگوں کو حدود کا اس قدر خیال رہتا ہے کہ جب دیوبند میں بڑا جلسہ ہوا تھا اُس میں مجھ سے حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اس جلسہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنا مناسب ہے یہ حضرت مولانا کا زمانہ اس خیال سے تھا کہ بڑا مجمع ہے ہر قسم کے عقائد کے لوگ اطراف سے آئے ہوئے ہیں جن میں بعضے وہ بھی ہیں کہ ہم لوگوں کے متعلق یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ ان کے دل میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت نہیں۔ نعوذ باللہ۔ تو ایسے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سُن کر یہ سمجھ جائیں گے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے یہ خیالات ہیں میں نے عرض کیا کہ ایسے بیان میں روایات کے یاد ہونے کی ضرورت ہے اور روایات مجھ کو محفوظ نہیں۔ میری روایات پر نظر بہت کم ہے۔ فرمایا کہ اگر یاد آ جائیں بیان کر دینا۔ یہ حضرت کا مشورہ تھا اور نیک مشورہ تھا۔ مگر اپنا اپنا مذاق ہے مجھ کو اس کا بیان اس نیت سے کرتے ہوئے شرم معلوم ہوئی کہ اپنے منہ سے ہم یوں کہیں کہ ہم محبِ رسول ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں۔

دوسرے یہ وعظ تو اپنی مصلحت تبریہ کے لئے ہوا۔ مخاطبین کی مصلحت سے نہ ہوا۔ اسلئے میں نے حبِ دنیا کا بیان کیا جس کا آج کل عام مرض ہے۔ اور لوگوں میں سب خرابیاں حبِ دنیا کے سبب ہیں۔

۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ: ۵۶۱ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اصل میں بدعتی لوگوں کو عناد ہے اہلِ حق سے۔ اس عناد کے سبب اُن کی عبارات سے بعید بعید لزوم ثابت کرتے ہیں کہ یہ لازم آتا ہے۔ وہ لازم آتا ہے۔ صریح عبارات میں تحریف کر کے اس پر کفر کو چسپاں کرتے ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب دہلوی نے اس کی مثال میں خوب کہا۔ اکثر واعظ ظریف ہوتے ہی ہیں کہ ان کا لزوم ایسا ہے جیسے ایک شخص یک چشم تھا ایک شخص سے راہ میں ملا۔ اور کہا کہ تو حرامزادہ تیرا باپ حرام زادہ اُس نے کہا کہ میاں یہ کیا واہیات ہے راہ چلتے گالیاں دیتے ہو۔ میں نے آخر تم کو کہا کیا تھا۔ کہنے لگا کہ یہ مشہور ہے کہ کانا حرامزادہ تو تم نے جب مجھ کو دیکھا ہو گا ضرور دل میں کہا ہو گا کہ کانا حرامزادہ۔ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ تو حرامزادہ تیرا باپ حرامزادہ اب ایسے لزوم کا کسی کے پاس کیا علاج۔

ملفوظ: ۵۶۲ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان بدعتیوں کے یہاں سوائے تبرا بازی کے اور کیا ہے یہ بھی شیعوں کی طرح ہیں نہ تو علم ہے نہ حقائق شناسی محض اتباع ہوا اُن کا مذہب ہے۔ فلاں شخص ہی کی تصانیف کو دیکھ لیا جائے سوائے خرافات بکنے اور گالیاں دینے کے اُن میں علوم کا نام و نشان بھی نہیں خود اس کی کتابیں دیکھ دیکھ کر اس کے بہت معتقد اس سے متنفر ہو گئے کیونکہ ان تصانیف میں سوائے گالیوں اور خرافات کے اور کچھ بھی نہیں۔ بحمد اللہ ہماری تصانیف اس قسم کی نہیں صرف تحقیق ہے اس پر بھی کسی کو ناگواری ہو اور بُرا لگے اُس کا ذمہ دار وہ خود ہے ہم ذمہ دار نہیں۔ خود میری عادت سب وشتم کی نہیں گو بعض لوگوں کو ان باتوں میں مزا آتا ہے لیکن مجھ کو ایسی باتوں سے بڑی ہی نفرت ہے۔ اسی طرح یہ بھی عادت نہیں کہ ایک ہی چیز کو خصوص اختلافیات لیکر بیٹھ جاؤ اور کھول کھتے جاؤ کیا یہ بھی کوئی مشغلہ کی چیز ہے۔ میرے ایک دوست ہیں حیدرآباد دکن میں عالم شخص ہیں۔ انھیں یہ عادت ہے کہ ایسی اختلافی باتوں کا مشغلہ رکھنے۔ میں ایک صاحب

کی زبانی معلوم ہوا کہ اس کی بدولت بد عتی لوگ ان کے دشمن ہو گئے اور ان کی شکایت نظام تک پہونچائی، اور تمام جرائم میں سے بڑا جرم ان کے سر یہ منڈھا گیا کہ انہوں نے حضور نظام کی توہین کی ہے۔ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بیچاروں پر رحم فرمائیں اور اس بلا سے نجات عطا فرمائیں۔ میرا مسلک تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اس قسم کے قصوں اور جھگڑوں میں پڑنا ہی نہیں چاہیے، خواہ مخواہ وقت بیکار جاتا ہے آدمی اتنی دیر اپنے اللہ کی یاد میں لگے کوئی کیسا ہی ہو ہم کو اس سے کیا لینا ہے اپنے دین و ایمان و اعمال کی فکر چاہیے خود ہمیں ہی کیا خبر ہے کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ جب یہ خبر نہیں تو اس کے علم سے قبل بے فکری کیسی۔ البتہ ضرورت کے وقت جہاں دین پر حملہ ہو اس وقت اگر مناسب تدابیر اختیار کرے۔ اور بشرط قوت اور وسعت و ہمت کام کرے اور اس کو دین کی نصرت میں صرف کرے تو مضائقہ نہیں بلکہ مطلوب ہے۔ غرضکہ حدود کی ہر جگہ اور ہر موقع پر رعایت ضروری ہے باقی بے ڈھنگا پن کہ جس کے سر ہو نہ پاؤں یہ مناسب نہیں۔ اس میں بجائے نفع کے الٹا نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سو جہاں بجائے نفع کے ضرر کا اندیشہ ہو وہاں اس قسم کی باتیں کرنا مناسب نہیں۔

ملفوظ ۵۶۲: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شہادت قلب معتبر تو ہے مگر ہر شخص کے قلب کی شہادت معتبر نہیں بلکہ اہل دل کی شہادت معتبر ہے۔ اور اہل دل ہونے کا معیار یہ ہے کہ اس کی طرف علماء صلحاء اتقیاء متوجہ ہوں وہ شخص کامل ہے درویش ہے۔ اور جس کی طرف اہل دنیا اہل جاہ و ثروت یا فساق فجار متوجہ ہوں وہ نہ کامل ہے نہ درویش ہے اور علماء صلحاء سے بھی مراد اہل حق ہیں ورنہ یوں تو بہت لوگ اہل علم کہلاتے ہیں۔ ان سب ہی کو صلحاء ہونے کا دعویٰ ہے۔ غرض وہ لوگ دیندار ہوں دکاندار نہ ہوں ایسوں کا متوجہ ہونا معیار ہے نہ صورت دیکھ کر ادراک کر لیتے ہیں۔ بقول مولانا ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی	نیک بیں باشی اگر اہل دلی

مولانا ابو الحسن صاحب نے گلزار ابراہیم میں اس کا خوب ترجمہ کیا ہے ؎

مرد حقانی کے پیشانی کا نور	کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

مگر آج کل دکانداروں اور مکاروں سے زمانہ پُر ہے اس زمانہ میں اس راہ کے اندر اس قدر راہزن پیدا ہو گئے ہیں کہ جس کی حد اور شمار نہیں اور زیادہ تر جہلاء کو ان کی طرف توجہ ہوتی ہے ان جہلاء کے یہاں بزرگ اور درست معیار کامل ہونے کا یہ ہے کہ جس قدر جو شریعت کے خلاف ہو اسی قدر وہ بڑا بزرگ اور درویش ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۵۶۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انبیاء کو کیا تھوڑا ستایا بدفہموں نے مگر ان حضرات کی کیا شان تھی۔ اللہ اکبر کہ اذیتیں بھی سہیں تکالیف بھی برداشت کیں مگر حق تعالیٰ سے تسخیر وغیرہ کی تدبیر کی بھی درخواست نہیں کی۔ کیا ٹھکانا ہے اس ظرف کا یہ اُن ہی حضرات کی شان تھی اور کس کو یہ شایاں ہو سکتا ہے آج کل تسخیر کے عمل مشائخ تک پڑھتے ہیں۔ یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے۔ اور اگر زیادہ نظر عمیق سے دیکھا جائے تو اپنی پرستش کرانا مقصود ہے جو شانِ عبدیت کے بالکل خلاف ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کی سنت یہی ہے جس پر ان کا عمل تھا کہ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ[1]۔

میں نے ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا عمل بھی ہے کہ جس سے موکل تابع ہو جائیں۔ فرمایا کہ عمل تو ہے مگر کیا دنیا میں عبد بننے کے لئے آئے ہو یا خدا بننے کے لئے۔ اس روز سے طبیعت میں ان عملیات کا اس قدر انقباض ہو گیا کہ ایسی باتوں کے ذکر سے بھی طبیعت مکدر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی بعضے لوگ آتے ہیں اور مہمل گفتگوئیں کرتے ہیں جس سے مجھ کو اذیت پہنچتی ہے۔ اس کے جواب میں مجھ کو بھی مہمل گفتگو کا حق ہے مگر یہ خود ایک مستقل فن ہے جو مجھ کو نہیں آتا۔ مجھ سے ایسے مہمل جملے بیان نہیں ہو سکتے۔ اس لئے صاف صاف گفتگو کرتا ہوں جس سے میرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی صحیح خدمت ہو جائے اس لئے بات کو سمجھانا چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اس فن میں ایک خاص ملکہ ہے نہ معلوم کس مدرسہ کی تعلیم ہے کہ صاف بات کو بھی الجھا دینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ اس مہمل پر ایک حکایت یاد آئی۔ اور یہ حکایت حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی تھی کہ گنگوہ میں ایک جاہل مفتی تھے۔ ان سے خود مولانا نے یا اور کسی نے (صحیح یاد نہیں رہا) تنگ کرنے کو ایک مسئلہ پوچھا اور وہ تھے تو جاہل مگر جواب غلط نہ دیتے تھے گو مہمل دیں۔ وہ مسئلہ یہ تھا کہ حاملہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔ واقعی مسئلہ بھی بڑے بکھیڑے کا ہے کہ آیا وہ حمل حرام سے ہے

[1] جو مشکل پیش آئے اُس پر صبر کرو۔

یا حلال سے ہے۔ اگر حلال سے ہے تو اُس کا حکم دوسرا ہے۔ اگر حرام سے ہے تو نکاح کون کرنا چاہتا ہے۔ آیا وہی جس کا عمل ہے یا اور کوئی دوسرا شخص۔ غرضکہ بڑا قصہ ہے اور ہر صورت کا الگ الگ حکم ہے۔ انھوں نے عجیب جواب دیا کہ یہ نکاح کرنا ایسا ہے کہ جیسے کسی نے گھیرا دیدیا۔ سائل نے دریافت کیا کہ گھیرا کیسا۔ کہا کہ یہی گھیرا دریافت کیا کہ کیسا گھیرا کہا گھیرا یہی گھیرا۔ اس گھیرے میں ایسی پناہ لی کہ ہاتھ نہ آئے۔ سائل ہی خاموش ہو گیا اب گھیرا دیا۔

ملفوظ ۵۶۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے سلسلہ میں پہلے بھی صاحب حال گذرے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ مگر جو حال سنت کی اتباع سے پیدا ہوتا ہے اُس کی شان ہی جدا ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید ہیں خورجہ کے رہنے والے ہیں۔ وہ بڑے صاحب حال ہیں ہمیشہ اُچھلتے کودتے رہتے ہیں اپنے حضرات کے عاشق ہیں۔ دیکھ کر یا نام سُنکر لوٹنے پوٹنے لگتے ہیں مگر چونکہ متبع سنت ہیں ان کے حال کی یہ شان ہے کہ عین نماز کے وقت بالکل درست ہو جاتے ہیں۔ کبھی نماز میں تڑپنا چیخنا نہیں سُنا گیا حتیٰ کہ آہ تک بھی نہیں نکلتی۔ یہ اتباع سنت ہی کی تو برکت ہے۔ ایسے حضرات کی یہ شان ہوتی ہے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن[1]

اسی جامعیت کے نہ سمجھنے سے ایک غیر مبصر اور محقق گھبرا کر کہہ اٹھا ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

بات یہ ہے کہ اس بیچارے کو اس جمع کی خبر نہیں مگر جو تیرنا جانتے ہیں وہ کھڑے ہو کر تیرتے ہیں اور دامن بھی بچالے جاتے ہیں اور صاف پار ہو جاتے ہیں اور یہ جامعیت ہم جیسوں کے لئے بیشک مشکل ہے مگر ان کے نزدیک کیا مشکل ہے۔ اور اگر آدمی راستہ چلے تو سب کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست با کریماں کار ہا دشوار نیست

ملفوظ ۵۶۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل باطل سے دشمنی ہونا بھی نہایت ہی خطرناک ہے دین تو ان کے قلب میں ہوتا نہیں اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے خدا کا خوف بھی قلب

---

[1] ایک ہاتھ میں شریعت کا بھرا ہوا پیالہ ہے اور ایک ہاتھ میں عشق کا ہتوڑا ہے کامل دونوں کو بچاتا اور دونوں کو سالم رکھے ہوئے پھرتا ہے اگر ہوسناک تو ہتوڑے اور جام کو بچا نہیں جانتا۔ دریا کی تہ میں ہاتھ پیر باندھ کر مجھ کو ڈالدیا ہے اور حکم یہ ہوتا ہے کہ خبردار دامن بھی تر نہ ہونے پائے مگر یہ مت کہہ کہ اس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ کیونکہ کریموں کے واسطے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ وہ اپنے کرم سے جب تم میں طلب دیکھیں گے خود جذب فرمالیں گے ۱۲

میں نہیں ہوتا اس ہی لئے بد دین کی دشمنی خطرناک ہوتی ہے کیونکہ اس کے یہاں کوئی حدود یا آئین تو ہوتے ہی نہیں وہ جو چاہے کرسکتا ہے جو جی میں آئے کہہ سکتا ہے بخلاف اہل دین اور اہل حق کے کہ وہ حدود سے تجاوز کرکے دشمنی بھی نہیں کرسکتے۔ دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ اپنی آخرت خراب ہونے کا ہر وقت خیال رہتا ہے وہ کیسے حدود سے تجاوز کرکے کسی کو ایذاء پہونچا سکتا ہے مگر حق تعالیٰ ان کے لئے انتقام لیتے ہیں۔ دیکھئے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ و حضرت مولانا شہید صاحبؒ کیسی تو ہستیاں پھر افسوس ہے کہ ایسی مقدس ہستیوں کو کافر کہا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ پھر کیوں نہ ان لوگوں پر وبال آوے مگر یہ لوگ ایسے بدفہم ہیں کہ وبال کو کمال سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان ہی میں ایک خاں صاحب نے خواب دیکھا کہ دوزخ کی کنجی میرے ہاتھ میں رکھی گئی۔ ان کے متبعین اور معتقدین نے اس سے یہ مطلب نکالا اور تعبیر بیان کی اعلیٰ حضرت جسکو چاہیں گے اپنے فتوے سے دوزخ میں داخل کردیں گے۔ میں نے سُنکر کہا کہ یہ تعبیر محض غلط ہے۔ کسی کو جہنم میں داخل کرنا کس کے اختیار میں ہے بلکہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ لوگوں کے عقائد تباہ کرکے فاتح ہورہے کھلا ابواب نار کے۔

اسی سلسلہ میں ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بیعت کے وقت طالب سے یہ بدعتی لوگ یہ شرط کرتے ہیں کہ بہشتی زیور مت دیکھنا۔ فرمایا کہ یہ شرط ان کی حالت کے بالکل مناسب ہے وہ تو دوزخی زیور کے مستحق ہیں ان کو بہشتی زیور سے کیا تعلق۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسے بے عقل ہیں کہ بہشتی زیور پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اس میں درمختار شامی وغیرہ کے مسائل ہیں جن کو وہ مانتے ہیں تو یہ ایسا قصہ ہوا کہ جیسے ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دی۔ اس پر کسی نے کہا کہ وہ تمہاری بھی تو ماں ہے کہا کہ اس میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک اس کی ماں ہونے کی اور ایک میری ماں ہونے کی تو اس کی ماں ہونے کی حیثیت سے تو وہ ایسی ہی ہے اور میری ماں ہونے کی حیثیت سے مکرم معظم ہے تو اسی طرح یہاں بھی وہ مسائل اس حیثیت سے کہ ان کی نسبت بہشتی زیور میں میری طرف ہے دیکھنے کے قابل نہیں۔ اور اس حیثیت سے کہ درمختار وغیرہ کی طرف منسوب ہیں قابل قبول ہیں۔ کیا ٹھکانا ہے اس عناد کا۔ چنانچہ بہشتی زیور میں ایک مسئلہ ہے جو تمام کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اگر مدت سے خاوند باہر ہو اور یہاں اس کی بیوی کے اولاد ہو تو وہ حرامی نہ کہلائے گی۔ اس پر وہ اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ الامان الحفیظ۔ حالانکہ فقہ کا مسئلہ ہے اور کتب فقہ میں منصوص ہے مگر بدون تحقیق اور بدون سمجھے اعتراض کرنے سے غرض۔ اور واقعہ یہ ہے کہ سمجھے تو وہ جس کو علم سے مناسبت ہو۔ دوسرے طبیعت میں انصاف اور عدل بھی ہو عناد نہ ہو۔ نیز سمجھنے کے لئے اس کی بھی ضرورت ہے کہ خالی الذہن ہو ورنہ اگر پہلے ہی سے یہ ارادہ کرلیا جاوے کہ اس کے خلاف کرنا ہے یا کہنا ہے

تو پھر اگر سمجھ میں بھی آجائے تب بھی وہی نتیجہ نکالا جائے گا جو دل میں ہے۔

دہلی میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے زمانہ میں ایک بدعتی مولوی تھے جو ہر مسئلہ میں شاہ صاحب سے اختلاف کرتے تھے شاہ صاحب میراں کے بکرے کو حرام فرماتے تھے وہ جائز کہتے تھے۔ ایک سمجھدار شخص نے دیکھا کہ دو مولویوں میں اختلاف ہے اور اختلاف بھی حلت اور حرمت کا اس نے نہایت دانشمندی سے دونوں کا اس طرح امتحان لیا کہ ایک روز دونوں کی دعوت کی۔ جب کھانا دستر خوان پر آگیا صاحب خانہ نے دونوں جماعتوں سے عرض کیا کہ یہ جو دستر خوان پر سالن ہے یہ میں نے میراں کے نام کا بکرا کیا تھا یہ اس کا گوشت ہے۔ اب کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ شاہ صاحب نے تو یہ سنکر ہاتھ کھینچ لیا مگر تماشا یہ ہے کہ ان مولوی صاحب نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں کھاتے آپ کے نزدیک تو حلال ہے۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ سمجھتا تو میں بھی حرام ہی ہوں مگر شاہ صاحب کی ضد میں حلال کہدیتا ہوں۔ تب اس شخص نے کہا کہ مجھ کو تو امتحان کرنا تھا باقی واقع میں یہ میراں کے نام کا نہیں ہے کھائیے۔ مگر صاحب یہ بھی اس وقت کے لوگ تھے۔ اب اگر ایسی بات ہو تو کھا بھی جائیں تیسے بردین ہیں۔

ایک مرتبہ ایک بدعتی مولوی صاحب نے اعلان کیا تھا کہ جس چیز کو مولانا شہید حرام کہیں گے میں حلال کہوں گا اور بالعکس۔ مولانا نے فرمایا کہ میں تو ماں سے نکاح کرنے کو حرام کہتا ہوں تو وہ اس کو حلال کہیں۔ اور میں کلمہ ایمان کو حلال کہتا ہوں وہ اس کو حرام کہیں۔ بس رہ گئے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ مدتوں کے بعد ان سب کی وفات کے بعد ان بدعتی مولوی صاحب کے ایک شاگرد نے جواب دیا کہ ہمارے مولوی صاحب کا اس فرمانے سے مقصود یہ تھا کہ جس کو مولانا اپنی تحقیق سے حرام کہیں گے حلال کہوں گا اور بالعکس۔ مگر یہ جواب ان صاحب کو کیوں نہ سوجھا۔ غرض یہ حالت ہے ان لوگوں کے بغض و عناد کی اہل حق کے ساتھ۔

بہشتی زیور کے مسائل پر اعتراض کے متعلق ایک واقعہ یاد آیا۔ میں ایک مرتبہ سہارنپور گیا۔ مدرسہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور حضرات بھی وہاں پر موجود تھے اچھا خاصہ مجمع تھا۔ ایک صاحب پرانی وضع کے بغل میں ایک کتاب دبائے ہوئے تشریف لائے میرے پاس اس کے قبل ایک خط آیا تھا کہ بہشتی زیور کے فلاں مسئلہ کے متعلق جواب کے لئے آمادہ رہنا۔ وہ مسئلہ مشرق کا مغربیہ سے بواسطہ نکاح کرنے کا تھا۔ میں قرائن سے سمجھ گیا کہ یہ وہی شخص ہیں جو بہشتی زیور پر اعتراض کر گئے۔ اس وقت بہشتی زیور پر اعتراضات کی بھرمار ہو رہی تھی۔ آکر پاس بیٹھے اور بہشتی زیور کھول کر میرے سامنے رکھ کر کہا کہ اس کو دیکھ لیجئے۔ میں نے کہا کہ دیکھ کر ہی لکھا ہے تم

اپنا مطلب بیان کر دکہ مجھ کو دکھلانے سے مقصود تمہارا کیا ہے کہ کہا کہ یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا میں نے کہا کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا یا اس کی دلیل۔ کہا کہ مسئلہ تو ظاہر ہے دلیل سمجھ میں نہیں آئی میں نے کہا کہ کیا اور سب مسائل کی دلیل سمجھ میں آ چکی ہے صرف یہی باقی ہے۔ اگر سب کی دلیل سمجھ میں آ چکی ہے تو مجھ کو اجازت دیجئے میں آپ کا امتحان کر لوں اور اگر اور بھی ایسے ہی مسائل ہیں جن کی دلیل سمجھ میں نہیں آئی تو اس کو بھی اُسی فہرست میں داخل کر لیجئے۔ بس بیچارے رہ گئے۔ بالکل مبہوت تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی شخص نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بہت دیر تک اس مسئلہ میں گفتگو کر کے اُن کو پریشان کیا تھا۔ حضرت مولانا نے اپنے اخلاق سے سمجھانے کی کوشش فرمائی مگر وہ کوڑ مغز کیا سمجھتا۔ مگر جہل مرکب سے سمجھتے ہیں کہ ہمارے ایسے اعتراضات اور سوالات ہیں کہ جن کا جواب بڑے بڑے علماء نہیں دے سکتے۔ یہ تمیز نہیں کہ ہم میں لیاقت سمجھنے کی نہیں۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ ایک گنوار شخص کسی اقلیدس جاننے والے کے سامنے کسی شکل کے متعلق کوئی سوال کرے اور وہ اس کو سمجھائے اور وہ نہ سمجھ سکے تو یہ اُس کی کم سمجھی اور عدم واقفیت کہلائے گی۔ یا جو ماہر فن ہے اور اقلیدس کا جاننے والا ہے اُس کو کہیں گے کہ اُس کے پاس جواب نہیں۔ غرض وہ شخص تو اپنا سامنہ لیکر اٹھ گئے اور چلتے بنے۔ اس کے بعد ایک جنٹلمین صاحب نئی فیشن والے پہونچے۔ السّلام علیکم۔ وعلیکم السّلام۔ غایت تہذیب سے تمہید اٹھائی کہ حضرت جہلاء، علماء کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں بُرا بھلا کہتے ہیں جس سے بے حد دل دُکھتا ہے اور صدمہ ہوتا ہے۔ اور یہ ایک مسئلہ ہے بہشتی زیور کا اس کی وجہ سے بہت لوگوں کے خیالات میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ آپ اجازت دیجئے ہم ایک مجمع کر لیں آپ اس مسئلہ کی حقیقت بیان کر دیں۔ اتنی بڑی تمہید اس لئے تھی کہ یہ تعلیم یافتہ تھے تمیز ہی سے تھے۔ مہذب بھی ان کو اپنی لسانی پر بڑا ناز ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو علماء کے ساتھ محبت ہے ان کی طرف سے آپ کے دل میں درد ہے۔ آپ ان کی شان میں گستاخیاں کرنے والوں سے بیزار ہیں اُس پر اظہار نفرت فرما رہے ہیں۔ میں آپ کے ان جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ یہ سب کچھ میں نے اُن کے ہی طرز میں بیان کیا اُن ہی کے یہاں ایسے الفاظ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ علماء ہی کی شان میں گستاخی کرنے سے آپ کو صدمہ ہوتا اور دل دکھتا ہے۔ کبھی آپ نے اس طرف بھی خیال کیا کہ اس گستاخ جماعت کے علاوہ ایک اور جماعت ہے جو ائمہ مجتہدین کی شان میں گستاخی کرتی ہے وہ غیر مقلدین ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر ایک اور جماعت ہے جو صحابہ کرام کی شان میں گستاخ ہیں۔ اور وہ شیعی ہیں اور اُن سے بڑھ کر ایک جماعت ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادب ہیں یعنی کفار اہل ملل اور ایک جماعت ہے جو

خداوند جل جلالہٗ کی شان میں گستاخی کرتی ہیں. یعنی دہریہ. سو ان سب کی گستاخی پر بھی کبھی آپ کا دل دکھا تو اس کے انسداد کا کیا انتظام کیا. سب سے پہلے بقاعدہ الاھم فالاھم اس انتظام کی ضرورت ہے کہ اللہ کو رسول کو صحابہ کو ائمہ مجتہدین کو کوئی برا نہ کہے اور ان کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرے. جب آپ کو اس سے فراغ نصیب ہو جائے گا تب پانچویں درجہ میں علماء کے متعلق ہم انتظام کر دیں گے. بس ان جنٹلمین کی تڑکی بھی تمام ہوئی. ان متکبرین کو اسی طرح جواب دینا چاہیے. ان کے دماغوں میں خناس بھرا ہے گو بھرا ہے سمجھتے ہیں کہ ہم خردماغ ہیں. میں کہا کرتا ہوں کہ علماء میں بھی بحمد اللہ اسپ دماغ ہیں. یہ بدفہم علماء کو اپنا محکوم سمجھتے ہیں. میں ان کو منہ نہیں لگاتا. اسی وجہ سے بدنام ہوں. میں ان کی نبضیں پہچانتا ہوں اور نسخہ بھی ویسا ہی تجویز کرتا ہوں. خیر بدنام کیا کریں اس سے ہوتا کیا ہے. ان کے نزدیک علماء کا یہ درجہ ہے کہ میں ایک مرتبہ علی گڑھ گیا تھا. وقار الملک کا نام میں لے گئے. وہاں کی مسجد میں جمعہ بھی ہوا بیان بھی ہوا. اس وقت یک اخبار تھا البشیر اس نے لکھا کہ سر سید نے ایک کعبہ تیار کیا تھا. اب علماء کو بلا بلا کر اس کو کنیسہ بنانا چاہتے ہیں. یہ ان لوگوں کے خیالات ہیں جس پر مسلمانی کا دعویٰ ہے. اور قوم کے ریفارمر کہلائے جاتے ہیں. اب اگر علماء ان حرکات پر کچھ کہتے ہیں تو اس پر کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا مشغلہ یہی ہے کہ بیٹھے ہوئے کافر بنایا کریں یہ الزام ہے علماء پر. میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کافر بناتے نہیں کافر تو خود ہوتے ہیں علماء ان کا کافر ہونا بتا دیتے ہیں. ایک لفظ کا فرق ہے یعنی کافر بنانا تو اس کو کہتے ہیں کہ جیسے مسلمان ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اسی طرح کافر ہونے کی ترغیب دیں تو ایسا کون کرتا ہے. کالج والوں کا مجھ سے یہ طے ہوا تھا کہ وقتاً فوقتاً بلایا کریں گے میں نے وعدہ بھی کر لیا تھا کہ میں آیا کروں گا. اور اپنے ذہن میں کچھ مضامین ضروریہ کی ترتیب بھی دے لی تھی کہ یہ بیان کروں گا اس سے تبلیغ ہو گی اور میدان صاف ہو جائے گا مگر شاید اخبار سے مرعوب ہو کر پھر بلایا نہیں گیا. میں نے ان مضامین کو ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا ان کو جمع کر لیا اور انتباہات مفیدہ کے نام سے وہ مجموعہ تصنیف کیا۔

ایک ایسے ہی مذاق والے شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے. میں نے جواب میں لکھا کہ سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے. ہم سے تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتیں پوچھی جاتی ہیں جو کہ ہمارے افعال بھی نہیں آپ اپنے ہی سوال کی حکمتیں بتلا دیجئے جو کہ آپ کا فعل ہے. ایک ایسے ہی صاحب کا جو کہ ایک قریب کے قصبہ میں سب رجسٹرار تھے. ایک دفعہ یاد آیا. ان کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے. میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے.

جواب آیا کہ علماء کو اس قدر خشک نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے لکھا کہ جہلاء کو بھی اس قدر تر نہ ہونا چاہئے کہ جیسے ڈوب ہی جائیں۔ ان ہی صاحب سے پھر کچھ مدت کے بعد جب میں اس قصبہ میں گیا تو ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے آپ تو مجھ کو نہ پہچانتے ہوں گے۔ میں نے کہا کہ واقعی چونکہ اس سے قبل آپ سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا اس لئے نہیں پہچان سکا۔ کہا کہ میں وہی شخص ہوں جس نے فلاں سوال آپ سے کیا تھا۔ میں نے کہا کہ آہا آپ ہیں تو بڑی پرانی بے تکلفی نکل آئی۔ کہنے لگے کہ آپ نے ایسا خشک جواب کیوں دیا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ تھانہ دار ہیں اور ایک علاقہ آپ کے سپرد ہے جس پر آپ کی ایک قسم کی حکومت ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا تمام علاقہ کے لوگوں سے آپ کا ایک ہی قسم کا برتاؤ ہے یا اہل خصوصیت سے جدا برتاؤ ہے۔ کہنے لگے سب سے ایک قسم کا برتاؤ نہیں۔ میں نے کہا کہ بس اسی طرح قبل از ملاقات آپ سے کوئی خصوصیت نہ تھی اس لئے ایسا جواب دیا گیا۔ اب ملاقات و خصوصیت ہو گئی ہے اب ایسا جواب نہ ملے گا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس ملاقات کا اثر جیسا مجھ پر ہوا آپ پر بھی ہو گا۔ یعنی آپ بھی مجھ سے کبھی ایسا سوال نہ کریں گے۔ میں نے سوچا کہ میں تو مقید ہوا ہی ہوں ان کو کیوں آزاد چھوڑ دوں۔ غرض یہ خشکی ان لوگوں کی غذا ہے۔ اسی طرح سے ان کے دماغ درست ہوتے ہیں۔ ایسے جواب ان کو دینے چاہئیں۔ مگر لوگوں نے اخلاق کے معنیٰ سمجھ رکھے ہیں نرم اور شیریں گفتگو کرنے کے۔ اسلئے اس ضابطہ کے برتاؤ کو بد اخلاقی سمجھتے ہیں۔

اس نرم اور شیریں گفتگو پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک صاحب کا انتقال ہونے لگا تو اپنے بیٹے کو جو کہ بہت احمق تھا وصیت کی کہ بیٹا میرے انتقال کے بعد جو میرے دوست احباب تعزیت کو آئیں اُن سے نرم اور شیریں گفتگو کرنا۔ ان کو اونچی جگہ بٹھلانا۔ بھاری کپڑوں سے ملنا۔ قیمتی کھانا کھلانا۔ غرضکہ باپ کا انتقال ہو گیا کسی دوست کو خبر ہوئی وہ بیچارے تعزیت کو آئے مکان پر گردستک دی۔ بیٹے صاحب مکان سے باہر تشریف لائے دیکھا کہ مہمان ہیں۔ نوکروں کو حکم دیا کہ ان کو چھان پر بٹھاؤ۔ چنانچہ بیچارے مچان پر بٹھلائے گئے۔ اور خود بھاری کپڑے پہنے گئے وہاں سے آئے تو تمام بدن تا مین اور جاجم سے ملبوس۔ اب مہمان نے دریافت کیا کہ میرے دوست کیا بیمار ہوئے تھے کہا کہ روئی۔ دریافت کیا کہ کب انتقال ہوا کہا کہ گڑ جب چند سوالات کے جواب میں یہ ہی جواب ملتا رہا کہ روئی اور گڑ۔ بیچارے خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد نوکروں کو حکم دیا کہ مہمان کو مچان سے اتارو پھر دعوت پر کھانا آیا۔ اُن کے منہ سے نکلا کہ گوشت گلا نہیں کہنے لگے خوب میں نے آپ کے لئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ دیا آپ کو پھر بھی پسند نہ آیا۔ آخر انہوں نے دریافت کیا کہ یہ آپ کی کیا حرکات ہیں۔ کہا کہ والد صاحب بوقت انتقال وصیت فرما گئے تھے کہ میرے

انتقال کے بعد جو میرے دوست احباب میری تعزیت کو آئیں ان کو اونچی جگہ بٹھلانا، بھاری
کپڑے پہننا، نرم اور شیریں کلام کرنا قیمتی کھانا کھلانا۔ سو اس سے زیادہ تو میرے پاس بھاری
لباس نہ تھا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس مچان سے زیادہ اونچی جگہ اور کوئی میرے یہاں
نہیں جہاں آپ بیٹھے تھے۔ اور روٹی اور گڑ سے زیادہ کوئی نرم اور شیریں چیز نہیں۔ اور جناب
میرے گھر میں کتے سے زیادہ قیمتی اور کوئی جانور نہیں۔ اس لئے وہ آپ کے لئے کٹوا دیا وہ غریب
یہ سنکر بھاگ گئے۔ ایسے ہی یہ لوگ اخلاق کے معنی سمجھتے ہیں جیسے اس لڑکے نے اپنے باپ کی وصیت کے معنی
سمجھے تھے۔ اس لئے اہل حق کو ان کی صفائی پر بدنام کرتے ہیں۔ غرض عرف بدل گیا الٹا
معاملہ ہو رہا ہے کہ بد اخلاق خوش اخلاق ہو گئے اور خوش اخلاق بد اخلاق ہو گئے۔ معلوم بھی ہے
کہ اخلاق کہتے ہیں اعمال باطنہ کی تعدیل یا اصلاح کو اور اعمال باطنہ بھی وہ جو مامور بہ یا منہی عنہ
ہیں۔ صبر ہے توکل ہے قناعت ہے زہد ہے تقوی ہے یہ مامور بہ ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں
یہ منہی عنہ ہیں جیسے ریا ہے کبر ہے حب جاہ ہے حب مال ہے کینہ ہے بغض ہے عداوت ہے،
حسد وغیرہ ہیں یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں جو مامور بہ ہیں وہ اخلاق حمیدہ ہیں اور جو منہی عنہ
ہیں وہ اخلاق رذیلہ ہیں۔ سو مدرسہ تو بنتا ہے اعمال ظاہرہ کی درستی کے لئے ان میں علماء
رہتے ہیں۔ اور خانقاہ بنتی ہے اخلاق باطنہ کی درستی کے لئے ان میں شیوخ رہتے ہیں وہاں
تربیت کا اہتمام ہوتا ہے اور یہ سب شریعت ہے۔ اس کے بعد اگر طریقت نام ہے اصلاح
اخلاق باطنہ کا۔ تب تو وہ جزء ہے شریعت کا۔ جیسے کتاب الصلوۃ اس کا ایک جزء ہے۔
کتاب الزکوۃ اس کا ایک جزء ہے۔ اور اگر طریقت نام ہے تدابیر اصلاح کا تو وہ ایک طریقہ
ہے علاج کا مثل دوسرے تدابیر طبیہ کے۔ اور اس صورت میں وہ منصوصاً و مقصوداً مامور بہ
نہیں بس مشائخ محققین جو اعمال کا علاج کرتے ہیں وہ بعینہ مامور بہ نہیں نہ وہ اصل مقصود ہے
بلکہ مقصود کا ذریعہ ہیں جو محض تدابیر کے درجہ میں ہے۔ جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کہ ان کو کوئی
بدعت نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح مشائخ کی تجویزات اور ان کے علاج کو جو کہ محض تدابیر کے
درجہ میں ہیں نہ عبادت کہہ سکتے ہیں نہ بدعت۔ اور یہ ایک فن مستقل ہو گیا ہے۔ اسی کا
نام عام اصطلاح میں تصوف رکھدیا گیا۔ اور اسی کا نام فن تربیت ہے جو بڑا نازک ہے۔
کیونکہ بدون مجاہدہ اور ریاضت کے کہ خاص تدابیر کا نام ہے۔ ان رذائل کا علاج مشکل ہے
اور یہ سب شیخ کی رائے پر ہے بدون شیخ مبصر و مجرب کے اصلاح اور تربیت مشکل ہے۔
یہ ہے حقیقت اس فن کی۔ اب بتلائیے تجربہ کار پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ایک شخص
کہتے تھے کہ میرے اندر کبر ہے میں نے کہا کہ آثار بیان کرو۔ جیسے طبیب آثار سنکر مرض کی

حقیقت کو سمجھتا ہے۔ آثار بیان کرنے پر معلوم ہوا کہ کبر نہیں خجلت ہے۔ میں نے کہا کہ یہ خجلت ہے کبر نہیں۔ کبر اور چیز ہے اور خجلت اور چیز ہے۔ یہ ایک مثال ہے تجربہ اور عدم تجربہ کے فرق کی۔ بس یہ حقیقت تھی اس فن کی جس میں لوگوں نے اپنی پیچ لگا کر ہوا بنا رکھا ہے اور بعض ناواقفوں نے ایسی چیزوں کو جن کا درجہ محض تدابیر کا ہے اصل اور مقصود بنا رکھا ہے اور ذریعہ مقصود کو مقصود سمجھتے ہیں جو غلطی عظیم ہے۔

ملفوظ ۵۶۷:- ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے یہاں جو قواعد اور ضوابط ہیں یہ گھڑے ہوئے نہیں ہیں جوں جوں تجربات ہوتے گئے ان میں اضافہ ہوتا رہا۔ مثلاً ایک یہی معمول ہے کہ یہاں نئے آنے والے کے لئے یہ قید ہے کہ وہ مجلس میں خاموش بیٹھے رہیں اور زمانۂ قیام میں مکاتبت مخاطبت قطعاً نہ کریں اس کی بھی ضرورت پیش آئی یہ سب اپنے اور دوسروں کی راحت رسانی کی تدابیر ہیں۔ اس پر بھی تم جیسے عقلمند ستانے سے باز نہیں آتے یہ تو اتنے قواعد اور ضوابط پر حالت ہے اور یہ دن اس کے تو زندگی ہی دشوار کر دیتے۔ اگر ان سب قواعد اور ضوابط کی ضرورتیں بیان کر دوں تو اچھا خاصا ایک رسالہ تیار ہو جائے۔

ملفوظ ۵۶۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دین میں تنگی نہیں اگر تنگی ہوتی تو حضور یہ نہ فرماتے الدین یسر (دین آسان ہے) اور جو شخص اس میں تنگی سمجھتا ہو یہ اسکی نظر کا قصور ہے۔ میں اس کی ایک مثال بیان کرتا ہوں جیسے ایک سڑک ہے سیدھی جس میں کہیں ٹیڑھا پن نہ ہو اور چوڑی بھی اس قدر ہے کہ اس میں چار پانچ موٹر برابر چل سکتے ہیں اور سڑک پر دورویہ درخت کھڑے ہیں اور یہ مسئلہ ہے علم مناظرہ کا اور مشاہدہ بھی ہے کہ نگاہ دور پہنچکر اس قدر سمٹ جاتی ہے کہ درخت باہم ملے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں۔ اب جو شخص حقیقت سے ناواقف ہے وہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر سکتا اس کو وہم ہے کہ آگے سڑک بند ہے مگر جو حقیقت سے باخبر ہے واقف ہے وہ اس سے کہے گا کہ تو چلنا تو شروع کر ہمت نہ ہار جہاں تک کھلا ہوا نظر آ رہا ہے وہاں تک تو چل آگے پھر راستہ کھلا ہوا نظر آویگا اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید ... خیرہ یوسفؑ وار می باید دوید

جب تک تم نے چلنا شروع نہیں کیا اسی وقت تک تم کو دین کے راستہ میں تنگی اور دشواری نظر

ملہ اگرچہ عالم میں کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ مگر یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہیے۔

آل ہے ذرا چلنا تو شروع کرو خود بخود راستہ کھلتا نظر آئے گا. جو چیز تمہارے لئے مشکل ہے جب راستہ میں قدم رکھو گے سب آسان ہی آسان نظر آدے گا ذرا تو ہمت سے کام لو. اسی کو مولانا فرماتے ہیں سے

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست　　با کریماں کارہا دشوار نیست

اور کسی نے خوب کہا ہے سے

مرد باید کہ ہراساں نشود　　مشکلے نیست کہ آساں نشود

اور اسی دشواری کے تو ہم کے متعلق مولانا فرماتے ہیں سے

اے خلیل اینجا شرار دود نیست　　جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست

اور یہ سب دشواریاں اور تنگی سب خیال ہیں حقیقی نہیں. اور اگر بالفرض واقعی کبھی ہوں تو خلوص اور طلب وہ چیز ہے کہ سب دشواریوں کو صاف ہموار کر دیتی ہے. دیکھئے جب زلیخا حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو بہانہ سے محل کے اندر لے گئی تو اس محل کے آگے پیچھے سات دروازے تھے اور ہر ایک دروازہ پر ایک ایک مضبوط قفل لگا تھا. جب یہ اطمینان ہو گیا کہ ساتوں دروازے نہایت مضبوطی سے بند ہو چکے تب اپنی خواہش کا اظہار کیا. اب ظاہر اً سیدنا یوسف علیہ السلام اگر بھاگنا بھی چاہیں تو کہاں جا سکتے ہیں. اس حالت میں اگر ان کو حق تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل نہ ہوتا اور ہماری جیسی اُن کی بھی ہمت ہوتی تو وہاں سے خلاصی کی کیا صورت ہو سکتی تھی مگر شانِ نبوت کا اقتضاء یہ انتقاد. فرمایا کہ وہ اپنا کام کریں گے میں تو اپنا کام کروں جو کام میرا اختیاری ہے وہ تو مجھ کو کرنا چاہئے. یہ خیال فرما کر سیدنا یوسف علیہ السلام دروازہ کی طرف دوڑے آپ کا دوڑنا تھا اور قفلوں کا خود بخود ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گرنا اور دروازوں کا کھلنا تھا ایک سے دوسرے تک پہونچنے نہ پاتے. پہونچنے سے قبل ہی قفل ٹوٹ کر دروازہ کھل جاتا تھا. اسی طرح ساتوں دروازے سے باہر ہو گئے. اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سے

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید　　خیرہ یوسف وار می باید دوید

دراصل بات یہ ہے کہ جو تنگی ہم کو دین میں نظر آتی ہے وہ تنگی خود ہمارے اندر ہے. دین کی مثال

۱؎ تو یہ مت کہ کہ اُس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے کیوں کہ کریموں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے. ۲؎ مرد کو چاہئے کہ گھبرائے نہیں، کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جو آسان نہ ہو جائے (ہمت شرط ہے) ۳؎ اے خلیل یہاں شعلے اور دھواں نہیں ہے. یہ سب نمرود کا دھوکہ اور جادو ہے.

بالکل آئینہ جیسی ہے کہ ہماری ہی صورت اس کے اندر نظر آتی ہے جیسے ایک حبشی سفر کر رہا تھا۔ راستہ پر ایک شیشہ پڑا ہوا۔ نظر آیا اُس کو اٹھا کر اپنی صورت جو اس میں دیکھی تو کالی صورت موٹے موٹے ہونٹ بے ڈھنگی ناک نظر آئی۔ اس نے کبھی آئینہ نہ دیکھا تھا۔ یہ سمجھا کہ اس کے اندر کوئی دوسرا شخص ہے۔ شیشہ کو دور پھینک مارا اور کہا کہ اگر ایسا بد صورت نہ ہوتا تو تجھ کو یہاں کون پھینک جاتا۔ آپ ہی بتلائیں کہ شیشہ کے اندر کون سی بد صورتی تھی۔ بد صورت تو جناب ہی کی صورت تھی مگر الزام شیشہ پر۔ اسی طرح تنگی تو اپنے اندر اور الزام دین پر۔ جیسے ایک عورت بچے کو پاخانہ پھرا کر اور کپڑے سے پونچھ کر عید کا چاند دیکھنے لگی۔ عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ اکثر ناک پر انگلی رکھ کر بات کیا کرتی ہیں۔ چاند دیکھنے کے وقت ناک پر بھی اتفاق سے انگلی رکھی تھی اور اس کو پاخانہ لگا رہ گیا تھا تو کہتی ہے کہ اے ہے اب کے چاند سڑا ہوا کیوں ہے۔ بھلا بتلایئے چاند اور بدبو۔ وہ بدبو تو اپنے میں تھی مگر الزام چاند پر۔

ملفوظ ۶۶۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں نفع کے لئے دو چیزیں خاص طور پر ضروری ہیں ایک اطلاع اور ایک اتباع یعنی تعلیم کا اتباع اور حالات کی اطلاع اور ایک تیسری چیز اور ہے جو سب سے پہلی شرط ہے یعنی مناسبت یہ سب سے زیادہ اس لئے اہم ہے کہ تعلیم کا اتباع اور حالات کی اطلاع تو اختیاری ہے اور مناسبت غیر اختیاری ہے اور ہونے پر بھی کبھی مخفی ہوتی ہے۔ کثرت سے مخاطبت کرنے سے اُس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اگر کثرت مخاطبت سے بھی ظہور نہ ہو تو چاہیئے کہ دوسری جگہ تعلق تلاش کرے۔

ملفوظ ۶۷۰:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر ان چیزوں پر نظر نہ تھی کہ ہم ایسے ہو جائیں وہ ویسے ہو جائیں صرف اس پر نظر تھی کہ فن مقصود حاصل ہو جاوے اور میرے پاس تو ابھی اس کا بھی افلاس ہے سوائے اپنے بزرگوں کی دعا کے اور جو کچھ الٹا سیدھا ہے بھی یہ سب حق تعالیٰ کا فضل اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کی برکت ہے۔

ملفوظ ۶۷۱:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فن تربیت کے لئے بطور رے محکمہ کی ضرورت ہے۔ یہ ایک مستقل محکمہ ہے اس میں دار و گیر بھی ہے محاسبہ اور معاقبہ بھی ہے۔ معافی بھی ہے سزا بھی ہے۔ سب ہی کچھ ہے۔ دیکھئے طبیب کے یہاں کیا کچھ نہیں ہوتا سب ہی کچھ ہوتا ہے۔ اور ایک چیز طبیب کے یہاں اور ہوتی ہے وہ فیس ہے یہاں اس کے مقابل فیس یعنی جیبیں ہے۔ اور یہ کوئی شفقت اور محبت کے منافی نہیں۔ اولاد سے انسان کو کتنی زیادہ محبت ہوتی ہے مگر پھر اس کو مارتا کیوں ہے۔ کیا مارنے پر کہہ سکتے ہیں کہ اس کو

اولاد سے محبت نہیں بلکہ محبت ہی سبب ہے مارنے کا۔ اسی طرح میں نے جو یہ طرز اختیار کیا ہے آخر میرا اس میں کیا فائدہ ہے محض دوسروں کی اصلاح کی وجہ سے کیا ہے پھر اس کو کیوں منافی شفقت اور محبت سمجھا جاتا ہے۔ اور حضرت آپ کو ایک بات سنکر تعجب ہوگا مگر چونکہ وہ خدا کی ایک نعمت ہے اس لئے ذکر کرتا ہوں وہ یہ کہ میں اپنے اوپر بھی احتساب کرتا ہوں جیسے دوسروں پر کرتا ہوں۔ بلکہ یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ اوروں سے زیادہ اپنے پر احتساب کرتا ہوں۔ یہ خدا کا بڑا فضل ہے جو مصداق ہے اس کا ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ اور الحمد للہ اپنی کوتاہیاں خود سمجھ میں آجاتی ہیں۔ شیخ کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

ملفوظ ۱۸۷:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ناواقفیت کی بناء پر طریق کے سمجھنے میں بکثرت غلطی کرتے ہیں کہ کثرت ذکر و ملکہ یادداشت کو نسبت سمجھتے ہیں جو سخت غلطی ہے اور یہ نسبت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص کے دریافت کرنے پر دوسرے شخص نے کہا تھا کہ میں شہزادی سے نکاح کرنے کی فکر میں ہوں۔ اس نے دریافت کیا کہ کیا انتظام ہے۔ کہا کہ نصف سامان تو ہوگیا نصف باقی ہے۔ وہ یہ کہ میں تو راضی ہوں وہ راضی نہیں۔ یہ شعر بالکل اس کے حسب حال ہے ؎

وقوم یدعون وصال لیلیٰ ۔۔۔ ولیلیٰ لا تقر لھم بذاک[1]

نسبت ہوتی ہے دونوں طرف سے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی طرف سے ذکر اور طاعت ہو اور حق کی طرف سے رضاء ہو یہ ہے نسبت نہ کہ محض ذکر جو رضا کے ترتب کے لئے کافی نہیں۔ یہ صاحب نسبت ہونے کی علامت ہے۔ ایک بزرگ کو لذت نماز کے متعلق چالیس سال تک یہ دھوکہ رہا کہ یہ نماز کا نشاط ہے چالیس سال کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حرارت عزیزیہ کا نشاط تھا جو بڑھاپے میں نہ رہا اسی لئے اس راہ میں ضرورت ہے کہ سر پر شیخ کامل ہو بدون راہبر اور کامل کے سر پر ہوئے اس راہ میں قدم رکھنا خطرہ ہی خطرہ ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو ۔۔۔ بے قلاؤز اندریں صحرا مرو[2]

مبتدی طالب علم سمجھتا ہے کہ کتابیں ختم کرنا علامت ہے مولوی ہونے کی اور جو ختم کرچکے وہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنے مجاہدات اور ریاضات کے بعد اگر یہ بات حاصل ہو جاوے کہ ہم کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ بس سب کچھ حاصل ہوگیا

---

[1] لوگ لیلیٰ کے وصل کا دعویٰ کرتے ہیں مگر لیلیٰ وصل کا اقرار نہیں کرتی۔ [2] راستہ چلنے کے لئے ساتھی کی ضرورت ہے بغیر رہبر کے اس جنگل میں مت جاؤ۔

ملفوظ ۵۱۳:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عدم مناسبت کی حالت میں فیض نہیں ہو سکتا۔ فیض مناسبت ہی سے ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام میں جو افتراق ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ کون سا گناہ کیا تھا مگر افتراق کی بناء وہی عدم مناسبت تھی اس کی نظیر طبی مسئلہ ہے کہ توافق انزالین سے حمل قرار پاتا ہے اگر یہ توافق نہ ہو تو اولاد نہ ہو گی۔ اسی طرح جب تک شیخ سے توافق مزاج نہ ہو گا جس کا نام مناسبت ہے نفع نہیں ہو سکتا۔ ایک شیخ تھے بیعت کرنے سے قبل مناسبت کا عجیب امتحان لیتے تھے وہ اُسکے لئے کھانا بھیجتے اور اندازے سے زیادہ بھیجتے۔ اور جب کھانے کے بعد برتن واپس آتے تو دیکھتے کہ روٹی سالن تناسب سے بچا ہے یا نہیں۔ اگر تناسب سے بچتا تب تو آگے بیعت کی گفتگو کرتے۔ ورنہ صاف انکار فرما دیتے کہ ہم میں تم میں مناسبت نہیں۔ تم میں انتظامی مادہ نہیں اس لئے کوئی نفع نہ ہو گا۔ اور میں تو اس قدر امتحانات بھی نہیں لیتا۔ صرف گفتگو ہی سے معلوم کر لیتا ہوں۔ اور اس میں اس لئے توسع نہیں کرتا کہ کوئی فوج بھر کے کہیں لام باندھنا تھوڑا ہی مقصود ہے۔ اصل چیز اصلاح ہے سو وہ مناسبت ہی کے بعد ہو سکتی ہے اس لئے میں ایسے موقع پر یہ کرتا ہوں کہ چند معلموں کا نام بتلا دیتا ہوں تاکہ جہاں اور جس سے مناسبت ہو وہاں اپنی اصلاح کرالے لوگ اسکو اپنی بدفہمی کی وجہ سے ٹالنا سمجھتے ہیں۔ یہ ٹالنا نہیں بلکہ مقصود پر لگانا اور کامیاب بنانا ہے لیکن اگر کوئی نہ سمجھے اس کا میرے پاس کیا علاج ہے۔

ملفوظ ۵۱۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیہ حضرات کے زیادہ بدنام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں دو شانیں زیادہ غالب ہیں ایک شان مسکنت اور دوسری شان عشق۔ اور بعض خلاف ظاہر باتوں کا عاشق سے غلبۂ حال میں سرزد ہو جانا بعید نہیں اور ایسے حضرات پر طعن اور تشنیع کرنا جہل سے ناشی ہے۔ ان معترضوں نے عشاق کو دیکھا ہی نہیں خوب کہا ہے ؎

تو ندیدی گہے سلیماں را ۱؎ | چہ شناسی زبان مرغاں را

جیسے خود کورے ہیں ایسا ہی دوسروں کو سمجھتے ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ۲؎ | گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

جج ہی کے ارکان کو دیکھ لیجئے کہ اُن میں سب متانت اور شنیت دھری رہ جاتی ہے۔

۱؎ تو نے کبھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا نہیں۔ تو جانوروں کی ۔ بولی کو کیا سمجھ سکتا ہے ۱۲

۲؎ کاملین کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو۔ اگرچہ لکھنے میں شیر (جو جانور ہے) اور شیر (بمعنی دودھ) مشابہ ہوتے ہیں۔

۷ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۵۷۵:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو شخص یہاں پر پہلی مرتبہ آئے اس کو تو ضرورت ہے کہ وہ اجازت لے کر حاضر ہو مگر کیا دوبارہ آنے کے لئے بھی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ جی نہیں ضرورت تو پہلی مرتبہ بھی نہیں۔ یہ معمول محض اس لئے ہے کہ جو مقصد لیکر آتے ہیں اس میں بعض اوقات بعض شرائط ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض بیعت کے لئے آتے ہیں بعض کو کوئی خاص سوال کرنا ہوتا ہے اور بعض مرتبہ اُن شرائط کے نہ پائے جانے سے وہ کام نہیں ہوتا تو آنے والے کو اپنی ناکامیابی پر افسوس ہوتا ہے سو اس میں بھی دوسروں ہی کی مصلحت ہے۔ میری کوئی مصلحت نہیں۔ اور جو محض ملاقات کے لئے آتے ہیں اُن کے لئے کچھ قید نہیں۔ یہ قیدیں صرف ان کے لئے ہیں جو کوئی خاص مقصد لیکر آتے ہیں۔ مثلاً ان میں بعض لکھتے ہیں کہ فیض حاصل کرنے کی غرض سے حاضری کی اجازت کی ضرورت ہے۔ میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ فیض سے کیا مراد ہے۔ نیز اگر فیض نہ ہوا تو کیا ہوگا۔ اس لئے کہ بعض مرتبہ فیض معلوم ہوتا ہے بعض مرتبہ نہیں ہوتا۔ نیز بعض کو ہوتا ہے بعض کو نہیں ہوتا۔ اس لئے پہلے سے معاملہ کی صفائی کر لیتا ہوں تاکہ آنے والے کا اپنا وقت اور روپیہ صرف ہونے کے بعد عدم کامیابی پر افسوس نہ ہو۔ اور مجھ کو اس کا ذمہ [illegible] نہ سمجھے میں کسی کو اپنی ذات سے الجھن یا دھوکہ میں ایک لمحہ کے لئے رکھنا نہیں چاہتا معاملہ صاف کر لینا چاہتا ہوں اس کے بعد وہ [illegible] غرض اس میں محض آنے والوں کی مصلحت اور رعایت مقصود ہے اور اب تجربہ سے میں نے آنے والوں کے لئے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہاں پر [illegible] مکاتبت و مخاطبت قطعاً نہ کریں خاموش مجلس میں بیٹھے رہا کریں۔ اور واپس گھر یا وطن واپس پہنچ کر جو رائے ہو اس کے موافق عمل کریں۔ اس میں طرفین کی مصلحت ہے طالب کی تو یہی مصلحت ہے کہ وہ پریشان نہ ہوں۔ اور میری یہ مصلحت ہے کہ بے اصول قیل و قال سے نجات و راحت رہتی ہے۔ اس میں کا جو نفع طالب کو محسوس ہوتا ہے وہ سنئے کہ بعض لوگوں نے وطن واپس پہنچ کر لکھا کہ یہاں تو ہماری سمجھ میں اسکی مصلحت نہ آئی تھی مگر دس روز خاموش رہنے سے جو نفع اب محسوس ہوا وہ دس برس کے مجاہدات سے بھی نہ ہوتا۔ اب بتلائیے کہ یہ قواعد اور اصول کیسے ہیں مفید ہیں یا بیکار ہیں۔

ملفوظ ۵۷۶: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اس دو صدی کے اندر جس شان کے علماء ہندوستان میں گزرے ہیں اُن کے زمانہ میں اُن کی مثال ممالکِ اسلامیہ میں بھی بہت کم ہے۔ ایک عالم تھے مکہ معظمہ میں درس میں فرمایا کرتے تھے کہ قرآن نازل ہوا عرب میں اور پڑھا اس کو مصریوں نے اور لکھا رومیوں نے اور سمجھا ہندیوں نے۔ نیز سیاح لوگوں سے معلوم ہوا کہ اسلام کی جو اچھی حالت ہندوستان میں ہے وہ ممالکِ اسلامیہ میں بھی نہیں۔ اس کا راز یہ سمجھ میں آیا کہ وہاں کے لوگ اسلامی سلطنت ہونے کی بنا پر بے فکر ہیں اور ہندوستان میں ہر مسلمان چاہے وہ عوام میں سے ہو یا علماء ہوں اپنے کو ذمہ دار سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے خبر نہ لی تو اور کون سرپرست ہے جو خبرگیری کرے گا۔ اسی طرح دنیوی امور میں بھی بلادِ یورپ کو کوئی خاص امتیاز نہیں۔ حضرت مولانا دیوبندی رحمہ اللہ جب مالٹا سے تشریف لائے تو ظرافت سے فرمایا کہ جب تک یورپ نہ دیکھا تھا تو خیال ہوتا تھا کہ وہاں کا آسمان کم از کم سونے کا ہوگا۔ اور زمین چاندی کی۔ مگر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہاں بھی ایسا ہی آسمان اور زمین ہے مالٹا کے متعلق ایک اور لطیف بات فرمائی کہ جب تک مالٹا میں رہے پاؤں تو بند تھے مگر زبان کھلی ہوئی تھی۔ اور ہندوستان میں آکر پاؤں تو کھل گئے مگر زبان بند ہوگئی۔ حضرت مولانا کی عجیب ہی ذات تھی۔ حضرت کو بہت ہی کم لوگوں نے پہچانا۔ مدعیوں کا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ ہم متبع ہیں تم تو محض اپنے اعتراض کے متبع ہو تم۔ تمہارے فرقہ کا یہ کہ حضرت اسیرِ مالٹا تھے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امیرِ مالٹا تھے تم کہتے ہو کہ شیخ الہند تھے ہم کہتے ہیں کہ شیخ العالم تھے۔ اب جلدی مولانا کا زیادہ معتقد کون ہے جس چیز کو ہم ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں یعنی بزرگوں سے تعلق بحمداللہ وہ حقیقت میں ہم کو حاصل ہے تمہارے زبانی دعوے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر اجتہادی اختلاف سے تم ہمارے اعتقاد کا انکار بھی کرو تو ہم دلگیر نہیں ہوتے جیسے کیمیا گر کبھی دلگیر نہیں ہوتا اگرچہ ساری دنیا اس کو جھٹلائے وہ کہتا ہے کہ الحمدللہ میں کیمیا گر ہوں۔ یہ سب جھیٹے ہیں حضرت مولانا نے مجھ سے اختلاف میں بھی اتفاق رکھا ہے۔ یہ کتنی مسرت کی بات ہے

ملفوظ ۵۷۷: ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر چھوٹا بچہ باپ کی داڑھی بھی نوچنے لگے تو کوئی رنج نہیں ہوتا اس لئے کہ بچہ ہے اُس کو کیا تمیز ہے عقل سے بعید ہے بلکہ اگر بڑا بیٹا باپ کے ساتھ جو ستاتا ہے رنج تو اس کا ہوتا ہے کہ سمجھدار عاقل ہوکر پھر ایسی حرکت کرے۔ دیکھئے کس قدر بے ڈھنگے پن سے لکھا گیا ہے۔ یہی کیا اذیت کے لئے تھوڑا ہے۔ خدا معلوم تہذیب کہاں رخصت ہوگئی۔ یہ اس آزادی کی نئی تعلیم کا اثر پرانی تعلیم والوں پر بھی ہوگیا۔ اس تعلیم میں کیسا زہریلا اثر ہے۔ میں نے جواب بھی ایسا لکھا کہ طبیعت خوش ہو جائے گی۔ میں بھی کہاں رعایت

کروں جب ان ہی بے فکروں کو دوسرے کی اذیت کا خیال نہیں پھر مجھ کو بدنام کرتے ہیں کہ بدخلق ہے، سخت گیر ہے۔ یہ بڑے با خلق اور نرم گیر ہیں شرم نہیں آتی نالائقوں کو۔

ملفوظ ۵۷۸:- ایک نو وارد شخص آئے اور حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ بیعت ہو کر کیا کرو گے۔ عرض کیا کہ جو بتلا دئیے گے وہی کروں گا۔ فرمایا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ گھر جا کر خط لکھنا خط کے ذریعہ ہم بیعت کر لیں گے اس کو مان لو گے۔ عرض کیا کہ مان لوں گا فرمایا کہ اس پر تو ضد نہ کرو گے کہ ہاتھ ہی پر ہاتھ رکھ کر بیعت ہوں گا۔ عرض کیا کہ ضد کیوں کروں گا جو حکم ہو گا وہی کروں گا۔ فرمایا ماشاء اللہ فہم سلیم اس کو کہتے ہیں۔ اچھا بھائی ہم کو بعد نماز مغرب بیعت کر لوں گا۔ اس پر فرمایا کہ مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے اس شخص سے میں نے خشک برتاؤ کیوں نہیں کیا میرے یہاں جوتے نہیں کھائے جاتے ہیں اُن سے طلب کا امتحان ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۵۷۹:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت والا کے وسیلے سے بندہ کے سب اعمال و عادات درست ہو جائیں گے۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ میرے وسیلہ کو اصلاح اعمال سے کیا تعلق۔ یہ اس لیے پوچھا تاکہ معلوم ہو کہ سمجھ کر لکھا ہے یا محض الفاظ ہی ہیں۔ اس لیے یہ سوال کی بات تھی۔ ایسے مطالبات کی بناء پر مجھ کو متشدد سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بار بار ایسے ہی سوال و جواب کرنے پر ایک شخص نے لکھا تھا کہ آپ گورنمنٹ کے بہت خیر خواہ ہیں ٹکٹ بہت بکواتے ہیں حاصل یہ کہ ڈاک کے ٹکٹ زیادہ خرچ ہوتے ہیں۔ اب بتلائیے ایسے کوڑ مغزوں کا کیا علاج۔

ملفوظ ۵۸۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق مردہ ہو چکا تھا۔ مدتوں کے بعد دوبارہ زندہ ہوا۔ اور حقیقت واضح ہوئی۔ مگر لوگ اب بھی یہی چاہتے ہیں کہ سب غتربود ہو جائے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو خدا نے کشادہ کر دیا اس کو بند کون کر سکتا ہے۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم ۔ اب بحمد اللہ طریق بے غبار ہے۔ صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں۔ اور جب ضرورت ہو گی حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے مگر اس چودھویں میں تو ایسے ہی پیر کی ضرورت تھی جیسا کہ میں ہوں لطیفہ۔

ملہ اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولدے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسکو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

۸ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۵۸۵: فرمایا کہ ایک خط آیا تھا اس میں بعض امراض باطنی کو لکھ کر لکھا تھا کہ ان کا کوئی سہل علاج تجویز فرمایا جاوے۔ دیکھئے جس کی درخواست کی گئی ہے کتنی بے نما بات ہے۔ میرا ایک وعظ ہے "التفصیل والتسہیل" اس میں اس مسئلہ کو بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ معلم کے ذمہ کیا چیز ہے آیا طریق تحصیل کی تعلیم یا طریق تسہیل کی تعلیم اور خود اکثر طرز قرآن و حدیث کا بھی تعلیم تحصیل ہے مثلاً فرمایا گیا ہے لا تقربوا الزنا ۔ نہیں فرمایا کہ اس سے بچنے کی سہل تدبیر یہ ہے۔ دوسری جگہ اس کے مقدمات کا انسداد بتلایا گیا ہے یغضوا من ابصارھم۔ یہ خود عمل مشقت کا ہے۔ اس کی تسہیل کا طریق نہیں بتلایا گیا۔ ہاں کہیں کہیں تبرعاً تسہیل کا طریقہ بھی بتلایا گیا ہے مگر اس میں اطراد اور عموم نہیں۔ اس غلطی میں بکثرت لوگ مبتلا ہیں کہ کوئی سہل علاج بتلا دو۔ سو کیا یہ معلم کے ذمہ ہے اور نہ متعلم کو اس کے مطالبہ کا حق ہے ہاں شفقت و رحمت کی بناء پر اگر کہیں مصلحت ہوتی ہے تسہیل کی تعلیم بھی کر دیتے ہیں مگر اس کی ذمہ داری نہیں۔ دیکھئے اگر اس کی کوئی اصل ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر عمل میں سہولت کی تدبیر بتلا دیتے، مگر نہیں بتلائی۔ بہر حال قرآن پاک اور حدیث میں تسہیل کی تدبیر ہر جگہ نہیں بتلائی گئی مگر پھر بھی اکثر لوگ شیوخ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس سے بچنے کا سہل طریقہ بتلایئے۔ اس میں کثرت سے لوگوں کو ابتلا ہو رہا ہے۔ یا بعضے اگر اس کا براہ راست مطالبہ نہیں کرتے مگر وہ بواسطہ اس کے طالب ہوتے ہیں اس طرح سے کہ کیفیات و ثمرات کے منتظر رہتے ہیں کہ ذوق ہو شوق ہو تا کہ سہولت سے عمل کا صدور ہوتا رہے مگر یہ کیفیات بھی کوئی اختیاری چیزیں نہیں۔ بعض اشخاص سے حق تعالیٰ کو ساری عمر مجاہدہ کرانا منظور ہوتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ثمرات کے بعد یہ عمل چھوڑ دے گا۔ وہاں ثمرہ مرتب نہیں فرماتے۔ اب ایک شبہ اس سہولت کے متعلق اور ہو جاتا ہے کہ اگر شیخ صاحب تصرف ہو تو بڑی سہولت سے کام ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ کا اول تو صاحب تصرف ہونا ہی ضروری نہیں اور یہ کوئی نقص نہیں، منافی کمال نہیں اور اگر شیخ صاحب تصرف بھی ہو تو یہ کیا ضروری ہے کہ وہ تمہارے لئے تصرف ہی

ملہ اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو ۔ ۲ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں ۔

سے کام لے۔ اگر اس کو تم سے کسی مصلحت کے سبب چکی ہی پسوانا مقصود ہو تو تم کو کیا حق ہے اسکی تجویز میں دخل دینے کا۔ اور اگر اس پر بھی دخل دیا جاوے تو شیخ کا اتباع کہاں ہوا اس صورت میں تو اپنا ہی اتباع ہوا۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اُن کا ایک مرید برسوں سے خانقاہ میں پڑا ہوا تھا۔ کرتا کراتا کچھ نہ تھا۔ دوسرے لوگ آتے کوئی مہینہ میں کوئی دو مہینہ میں کوئی چھ مہینے میں کوئی سال دو سال میں کام کر کے اور صاحبِ اجازت ہو کر چل دیئے۔ مگر یہ شخص اسی انتظار میں تھا کہ شیخ ہی خود کچھ تصرف کریں حتیٰ کہ اس انتظار میں اس کو یہ وسوسہ ہونے لگا کہ غالباً شیخ بیچارے تصرف سے کورے ہیں۔ اس خطرہ کی اطلاع شیخ کو ہو گئی۔ یہ لوگ بڑے عالی ظرف ہوتے ہیں اسکو پی گئے۔ اتفاق سے ایک روز شیخ نے اس مرید سے فرمایا کہ آج ایک مٹکا پانی سے بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری لاؤ اور ہم کو اطلاع کرو۔ غرضکہ مرید صاحب نے سب انتظام مکمل کر کے شیخ کو اطلاع کی۔ شیخ خانقاہ کے دروازہ پر پچکاری ہاتھ میں لے کر بیٹھے۔ خانقاہ کا دروازہ لبِ سڑک تھا۔ ہندو مسلمان کفار کے سو سو دو دو سو کے غول خانقاہ کے دروازہ کے سامنے سے گذرتے تھے۔ شیخ پچکاری بھر بھر کفار کے مجمع پر مارتے جس کافر پر ایک چھینٹ بھی پڑ جاتی، بے ساختہ وہی کلمہ شہادت پڑھنے لگتا۔ ایک ہی تاریخ میں شیخ نے ہزاروں کفار کو مسلمان بنا دیا۔ جب پانی ختم ہو گیا شیخ مسند پر جا بیٹھے اور اس مرید کو بلا کر فرمایا کہ دیکھا کہ تمہارا شیخ کیسا صاحبِ تصرف ہے۔ دیکھا شیخ کا تصرف کہ ایک ہی تاریخ میں ہزارہا کفار کو مسلمان بنا دیا۔ کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کر دیا مگر یاد رکھو تجھ سے تو چکی ہی پسواؤں گا جبھی کچھ حاصل ہوگا تو شیخ کبھی صاحبِ تصرف ہوتا ہے مگر کسی مصلحت سے اس کا ظہور نہیں ہوتا۔ مگر اصل بات وہی ہے جو میں کہہ آیا ہوں کہ اگر شیخ صاحبِ تصرف بھی نہ ہو تو نقص کیا ہے۔ ایسے ہی صاحبِ کشف ہونا بھی شیخ کا ضروری نہیں۔ ضرورت کی جو چیز ہے وہ فن ہے شیخ کے لئے فن سے واقفیت ضروری چیز ہے باقی یہ سب چیزیں زوائد سے ہیں بلکہ آج کل تو اگر کوئی صاحبِ تصرفات بھی ہو مگر سنت سے ہٹا ہوا ہو اُس سے زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۵۸۲:- ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ اگر تہجد پر دوام نہیں ہوتا تو ترک تہجد پر بھی دوام نہیں ہونا چاہئے۔ اپنی طرف سے ہمت رکھے پھر ناغہ بھی عمل کے حکم میں شمار ہوگا۔

ملفوظ ۵۸۳:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو طریق اصلاح ہے جنم روگ ہے عمر بھر یہی سلسلہ رہتا ہے مگر لوگ یہاں آرام چاہتے ہیں کہ دنیا ہی میں جنت ہو جائے۔ یہاں تو مشقت مثل لازم کے ہے۔ اور جس قدر ہو گی اتنا ہی اجر بھی بڑھے گا۔ وہ مشقت یہ ہے کہ ہر قدم پر نفس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر ان کا کمال ہی کیا ہوگا یعنی شر کا جو داعیہ طبعی ہوتا ہے

اس کی مخالفت کرنا اور اس کو عقل سے مغلوب کرنا یہی مجاہدہ اور مشقت ہے۔ باقی محض حدیث النفس کوئی چیز نہیں جب تک اُس کے اقتضاء پر عمل نہ ہو عقل کا کام صرف منفعت کو دکھلانا ہے۔ پھر اس کے بعد اگر اتباع کیا طبیعت کا تو یہ شخص حیوان ہے اور اگر اتباع کیا عقل کا تو انسان ہے۔ مگر خود عقل کے اتباع کے بھی حدود ہیں ورنہ حدود سے آگے غلو کرنے سے یہ عقل خود سبب ہو جاتی ہے غلبۂ حیوانیت کی۔ اس لئے کہ جو چیز حد سے گذر جاتی ہے اُس کی حقیقت اُس کی خاصیت سب بدل جاتے ہیں۔ اب ایک بات اور رہ گئی ہے وہ یہ کہ نفس کے لئے بعض اوقات لوگوں کی ملامت مانع عمل ہو جاتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ طعن و تشنیع خود موجب اجر ہیں۔ اس کے ہوتے ہوئے تو مجاہدات اور ریاضات میں زیادہ برکت اور نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بدنی مجاہدات سے بھی زیادہ مجاہدہ ہے۔ غرض یہ تمام موانع ہیں۔ نفس کو بچہ کی طرح بہلانا اور سمجھانا چاہئے۔ یہ اس وقت کام دیتا ہے۔ اس بہلانے پر ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ وہ شب کو ایک رکابی پلاؤ کی بھر کر سامنے مصلے پر رکھ لیتے۔ اور ہر دفعہ میں فرماتے کہ اب کی مرتبہ دو نفلیں پڑھ کر تجھ کو پلاؤ کھلاؤں گا۔ تمام شب اسی طرح عبادت میں گذر جاتی اور صبح کو وہ رکابی پلاؤ کی بدستور موجود رہتی مگر یہ بھی اُن ہی حضرات کے نفس تھے جو روزانہ بہلانے میں آجاتے تھے۔ اب تو کوئی کرکے دیکھے۔ ایک دن تو نفس مان لے گا یا زائد سے زائد دو دن پھر تیسرے روز قبضہ میں آنا مشکل ہوگا۔ یوں کہے گا کہ بس تمہارے وعدوں کا تجربہ کر چکا اب قابو میں نہ آؤں گا سو اب ایسا بھی نہ چاہئے۔ کام بھی نکال لے اور حسب وعدہ اُس کو کھلا بھی دے۔ خلاصہ یہ کہ نفس کو راہ پر لانے کی مختلف تدبیریں ہیں جو تبدیل حالات سے بدلتی رہتی ہیں۔ جس طرح ہو سکے کام نکال لینا چاہیے۔

ملفوظ ۵۸۴:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اگر کبھی دوام ہو کبھی نہ ہو تو اس مجموعہ ہی پر دوام کر لو۔ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے مگر یہ علاج حقیقت نہیں سب تدابیر ہیں اصل چیز طلب اور ہمت ہے اُس سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ تدابیر جزئیہ حیلے ہیں اُس سے کام لینے کے۔

ملفوظ ۵۸۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ طریق کامل کی صحبت ہی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے کتابوں میں تو سب ہی کچھ ہے مگر بتلانے والے کی بھی تو ضرورت ہے جیسے طب کی کتابوں میں سب کچھ ہے مگر بدون طبیب حاذق کے کچھ نہیں کر سکتے ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جائے۔

ملفوظ ۵۸۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ عمل تو اگر دشوار بھی ہو شروع کر دے۔ پھر

سہولت بھی حق تعالیٰ میسر فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں فاما من اعطی واتقی وصدق
بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ۔ ہمارے اکابر تو تسہیل کا بہت قصد کرتے ہیں مگر بعض چیز سہولت
کی ہوتی ہی نہیں کیا کیا جاوے ایک شخص بی۔ اے ہیں وہ یہاں پر آئے تھے۔ ہیں سمجھدار شخص۔
یہاں سے وطن واپس جا کر لکھا کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے اور نفس اس لکھنے پر بھی تیار نہیں کہ
کبر کو اپنی طرف منسوب کرے۔ میں نے لکھا کہ یہی مضمون مجھ کو پانچ مرتبہ لکھ کر بھیجدو۔ پانچ
مرتبہ بھی نہیں لکھنے پائے تھے کہ مرض سے شفا ہو گئی۔ اب اس سے زیادہ اور کیا تسہیل
ہو گی۔ اب وہ بتلائیں جو اس طریق کو بدعت کہتے ہیں کہ اس میں بدعت کی کون سی بات ہے۔
یہ تو تدابیر ہیں جیسے طبیب جسمانی امراض کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ ایسے ہی اس طریق میں خاص
تدابیر ہیں ان ہی تدابیر کا نام مستقل فن ہو جانے کی وجہ سے تصوف رکھدیا ہے۔ یہ تدابیر خود
مقصود بالذات نہیں۔ نہ اصل طریق ہیں۔ اصل تو صرف اعمال واجبہ ہیں جو مامور بہ ہیں۔ ہاں یہ تدابیر
اس مقصود کے معین ہیں تو ان میں بدعت کی کون سی بات ہوئی مگر ہر حال میں یہ سب کچھ موقوف
ہے ارادہ پر مگر لوگ ارادہ ہی نہیں کرتے۔ محض تمنا کرتے ہیں اگر ارادہ کریں سخت سے سخت
کام آسان ہو جائے اور بے ارادہ آسان سے آسان کام سخت ہو جاتا ہے۔ ہمارے خاندان
کی ایک عورت کی حکایت ہے کہ ان کو آنکھ کھلنے کے وقت شب کو پیاس لگی۔ خاوند سے کہا کہ
پیاس لگ رہی ہے خاوند نے کہا کہ اٹھ کر پانی پی لو مگر کم ہمتی سے نہیں اٹھی۔ خاوند تھے ظریف
کچھ دیر کے کہا کہ مجھ کو بھی پیاس لگ رہی ہے پانی پلا دو۔ عورتوں کو شوہر کی راحت کا خاص خیال
ہوتا ہے۔ اس لئے اٹھ کر پانی لائی۔ خاوند نے کہا کہ مجھ کو پیاس نہیں بہانہ سے منگایا ہے تم
پی لو۔ تب سمجھی۔ اب دیکھئے اپنے لئے پیاس لگنے پر پانی پینے کا ارادہ نہ تھا اٹھنا مشکل
ہو گیا اور خاوند کے لئے ارادہ کیا تو آسان ہو گیا۔ حق تعالیٰ ارادہ کے متعلق فرماتے ہیں
من اراد الاخرۃ وسعیٰ لہا سعیہا فاولٰئک کان سعیہم مشکورا اور تمنا کے متعلق
فرماتے ہیں ام للانسان ما تمنیٰ۔ تمنا کے متعلق یہ فرمایا اور ارادہ کے متعلق یہ فرمایا۔ جب
انسان ارادہ کرتا ہے سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل کام سہل ہو جاتا ہے اور درمیان
کے تمام حائل اور موانع خود بخود دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پھر اس کام کے ہر جزو میں ارادہ
کی ضرورت نہیں رہتی۔ جیسے کوئی شخص بازار جانے کا ارادہ کرے تو اول مرتبہ تو پہلا قدم
اٹھانے پر ارادہ کی ضرورت ہو گی۔ پھر آخر تک ارادہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہی پہلا
ارادہ ممتد ہوتا چلا جاتا ہے ورنہ اگر ہر قدم پر مستقل ارادہ کرے تو صبح سے شام تک بھی بازار
کا راستہ طے نہ کر سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کام شروع کر دینا چاہیے اور یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ

کچھ حاصل بھی ہوا یا نہیں جیسے چکی پیسنے والی عورت اگر چکی کے ہر پھیر پر یہ دیکھے کہ کس قدر پس چکا تو بس آٹا پس چکا۔ اس کی صورت تو یہی ہے کہ غلہ ڈالے جائے اور چکی کو گھمائے جائے۔ جب صبح کو دیکھے گی تو چکی کا گرنڈ یعنی مخزن آٹے سے بھرا پائے گی۔ غرض کام کرنا چاہیے اور اس پر آمادہ رہنا چاہیے کہ چاہے کچھ نفع ہو یا نہ ہو اور عمل بھی خواہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو اس کی طرف نظر ہی نہ کرے کام شروع کردے۔ اور ایک اور بات کام کی اس وقت ذہن میں آئی وہ یہ کہ ماضی کی کوتاہی کو بھلا دینا چاہیے۔ یہ بھی ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ ماضی پر مستقبل کو قیاس کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ایسی ہی کوتاہی ہوگی۔ اس سے بھی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ نیز اگر کام کرنے کے زمانہ میں کوئی لغزش ہو جائے یا کسی نامناسب بات یا فعل کا صدور ہو جائے اس کا بھی مراقبہ کرنے نہ بیٹھ جائے۔ بس دل سے اللھم اغفرلی کہہ کر آگے چلے ورنہ پھر یہ مراقبہ بھی اپنا ہی مطالعہ ہوگا۔ اس طرف کا تو مشاہدہ پھر بھی نہ ہوا۔ ایک ضروری بات اور بھی ہے کہ کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خواہ قلیل ہی کی توفیق ہو اور ہمیشہ کے لئے بھی توفیق کی امید نہ ہو اس کو بھی غنیمت سمجھے مثلاً یہ خیال کرے کہ آج کی دو رکعت بھی کیوں چھوڑیں۔ شاید یہی نجات کا سبب ہو جائیں سو اس طریق سے کام کرکے دیکھو پھر دیکھو گے کیا سے کیا ہوتا ہے۔

۸ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۵۸۷:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اخلاق متعارفہ اختیار کروں اور تمہاری للو پتو میں رہوں تو تمہاری اصلاح کیسے ہو۔ باقی اصلاح کے اس طرز خاص میں مجھ کو اپنی کسی بات اور کسی کام اور کسی حالت پر ناز نہیں اور ناز تو کس چڑیا کا نام ہے میں تو واقعی اپنے کو کلب اور خنزیر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ بھلا کوئی اس کا کیا یقین کر سکتا ہے اس لئے میں بتلاتا ہوں کہ خنزیر سے بدتر سمجھنا اس معنی کر ہے کہ ان میں عقوبت کا احتمال نہیں اور ہم میں عقوبت اور عذاب کا احتمال ہے۔ اب بتلاؤ کون اچھا ہے نیز باب اصلاح میں، میں بحمد اللہ امین ہوں۔ یعنی کسی کی حالت کی اطلاع دوسرے کو نہیں کرتا۔ اگر کسی کا مضمون نقل کراتا ہوں تو اس کا نام نہیں نقل کراتا کہ یہ کس کا مضمون ہے۔ غرض میں ہر قسم کی

رعایت ملحوظ رکھتا ہوں اور امراض باطنی کا سہل سے سہل علاج تجویز کرتا ہوں۔ اور کسی مرض کو لاعلاج نہیں بتلاتا ہوں۔ کیونکہ طب جسمانی میں تو بعض ایسے ہیں کہ ان کا کوئی علاج نہیں مگر طب روحانی میں بحمد اللہ کہیں گاڑی نہیں اٹکتی۔ پھر جب اتنی رعایتوں پر بھی مجھ کو اذیت دی جائے تو کہاں تک تغیر نہ ہو۔ آخر میں بھی انسان ہوں بشر ہوں تو مجھ کو اس قدر ستایا ہی کیوں جاتا ہے اس پر اگر کچھ کہتا ہوں تو مجھ کو بدخلق اور سخت گیر مشہور کرتے ہیں اور اپنی حرکت کو نہیں دیکھتے۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ چپکے سے ایک شخص کے سوئی چبھو دی اور الگ ہو گئے اب وہ چیخ رہا ہے چلا رہا ہے جھلا رہا ہے اس کے اس چیخنے اور چلانے اور جھلانے کو تو سب دیکھ رہے ہیں مگر اس کے سوئی چبھونے کو کسی نے نہیں دیکھا پھر اس پر یہ کہا جائے کہ میاں ایک ذرا سی سوئی ہی تو چبھوئی ہے اس قدر غل کیوں مچاتے ہو جی ہاں جب تمہارے چبھوئی جائے تب پتہ چلے۔ اگر کہو کہ ہم تو برداشت کر سکتے ہیں تو میں کہوں گا کہ تم بے حس ہو جیسے فالج زدہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا دوسرا تو بے حس نہیں اس کو محسوس ہوتا ہے۔

ملفوظ ۵۸۸:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں بجز حقوق مالیہ کے اور سب حقوق بندگان خدا کو معاف کر دیتا ہوں جیسے سب وشتم و شکایت و غیبت وغیرہ اور حقوقِ مالیہ اس لیے معاف نہیں کرتا کہ ممکن ہے کہ میرا کوئی قلمدان ہی اٹھا کر لیجائے کہ یہ تو حقوقِ مالیہ بھی معاف کر چکا۔

ملفوظ ۵۸۹:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل مصلحت پرستی کا بازار گرم ہے بکثرت مصالح دنیوی کو دین پر مقدم سمجھتے ہیں، کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے۔ میں بحمد اللہ دین کو مقدم رکھنا چاہتا ہوں مصالح دنیوی پر۔ بس یہی لوگوں سے میری لڑائی بھڑائی کا راز ہے۔ اسی وجہ سے میں بدنام ہوں۔ میں تو کہتا ہوں کہ مصالح جس قدر بیچے جائیں اسی قدر سالن لذیذ ہوتا ہے۔ جی ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ خواہ دنیا کی مصلحت نہ ہو مگر دین کی مصلحت محفوظ رہے کسی کام کا کسی بات کا دامی خواہ کوئی شخص دین ہو۔

ملفوظ ۵۹۰:- ایک صاحب نے گاؤں میں جمعہ کے جواز کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار آبہہ والوں سے (یہ ایک گاؤں ہے) فرمایا تھا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ آبہہ والے میرے ہیں اور آپ میرے ہیں مگر تعجب ہے کہ تم لوگ وہاں جمعہ پڑھتے ہو۔ تب ان لوگوں نے جمعہ پڑھنا ترک کیا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں بہت محتاط تھے اور حضرت

مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں قدرے توسع رکھتے تھے۔

ملفوظ ۵۹۱:- ایک صاحب نے سماع کے متعلق ذکر کیا فرمایا کہ آج کل سماع کہاں ہے لہو و لعب ہے میرا اس کے متعلق ایک مستقل رسالہ ہے حق السماع اس کا نام ہے اس کا دیکھ لینا انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ ایک بزرگ ہیں حضرت شاہ نجات اللہ صاحب، اگرہ کی ایک مقام ہے وہاں ان کا مزار ہے کسی نے ان کے سامنے تخت پر زور سے لکڑی مار دی اس پر فرمایا کہ یہ بھی باجا ہے اس قدر احتیاط تھی۔ اور آج کل تو ڈھولک سارنگی ستار ہارمونیم گراموفون لوگوں میں شیر و شکر کی طرح رائج ہو رہے ہیں۔ یہ کوئی سماع ہے جو بعض اہل حال سے منقول ہے یہ تو کھلم کھلا معصیت ہے اور قطعاً حرام ہے۔ خواہ مخواہ بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں۔ بلکہ خود اصل سماع ہی کے متعلق بے حد شرائط ہیں۔ رسالہ مذکورہ دیکھنے سے اس کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا۔ اس کو دیکھ لیا جائے پھر کسی سوال کی انشاء اللہ حاجت نہ رہے گی۔

ملفوظ ۵۹۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طریقت میں بھی عجیب الجلیل شان تھی۔ حضرت کا اکثر عمر کا حصہ درس و تدریس میں گذرا مگر بڑے حقائق کا اظہار ہوتا۔ میرے ایک دوست نے ایک مرتبہ حضرت کو بعد وفات خواب میں دیکھا دو باتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ ہم کو تو حق تعالیٰ نے مرنے کے بعد خلافت دیدی۔ میں نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ حق تعالیٰ نے افاضہ کا تصرف عطا فرمایا ہے جیسے بعضے بزرگوں کو بعد وفات عطا ہوتا ہے۔ اور دوسری بات میرے متعلق فرمائی کہ ذرا تیزی سی ہے مزاج میں۔ پھر فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہیں۔

۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ ۵۹۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اخبار ایک مقام سے نکلتا ہے۔ یہ بعض مدعیان عمل حدیث کا پرچہ ہے اس میں میری ایک عبارت جو ایک آیت کی تفسیر کے متعلق تھی ناتمام نقل کر کے شبہ کیا گیا ہے کس قدر غضب اور ظلم کی بات ہے۔ بعض لوگوں میں ذرا بھی امانت کا نام نہیں ہوتا۔ دعویٰ ہی دعویٰ ہوتا ہے اہل حدیث ہونے کا نیز اعتراض کر کے

مجھ کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی کتابیں دیکھا کرو، میں کہتا ہوں کہ تم دیکھ کر بہت محقق ہو گئے۔ میری جس عبارت پر شبہ کیا تھا میں اس سے پیشتر اس کا جواب بھی دے چکا ہوں تدین اور امانت کی بات تو یہ تھی کہ میرے اس جواب کو نقل کر کے اس سے تعرض کرتے کچھ خدا کا خوف بھی تو چاہئے کہ میری ناتمام عبارت نقل کر کے اعتراض کر دیا یہ نہ سوچا کہ اگر کسی نے وہ مقام پورا دیکھا تو وہ کیا کہے گا۔ میں ان کو تو کوئی جواب نہ دوں گا مگر انشاء اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس مقام کو نقل کرا کر شائع کر دوں گا۔ ایسے بے احتیاط لوگوں سے خطاب کرنا ہی لاحاصل ہے۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلٰما پر عمل کا بھی موقع ہے آجکل کے اکثر غیر مقلدوں میں تقویٰ طہارت نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ۔ پھر ان بزرگ صاحب اخبار کو میری غلطی ہی نکالنا تھی تو مجھ کو خاص طور پر اطلاع کر دینا کافی تھا۔ اخبار ہی میں چھاپنے کی کون ضرورت تھی اور وہ بھی نام کے ساتھ . . . . اور اگر میرے مضمون کے متعلق یہ خیال تھا کہ اس کی اشاعت ہو چکی اس سے لوگ گمراہ ہوں گے اسلئے اشاعت ضروری ہے تو صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ ایک ایسی تفسیر ہماری نظر سے گذری جو سلف کے خلاف ہے۔ ہم بغرض اطلاع اس کی اشاعت کرتے ہیں مگر یہ تو جب کرتے جبکہ اس اشاعت سے دین مقصود ہوتا۔ مقصود تو فخر ہے کہ ہم نے فلاں شخص کی غلطی پکڑی پھر وہ بھی غلط تحریف کر کے مضمون کی پوری عبارت بھی تو نقل نہیں کی۔ ایسی حرکت تو شرعاً بھی جائز نہیں۔ میں نے ان کو بھی لکھا کہ سوال کی طرح سے سوال کرو۔ بلا ضرورت اعتراض کا لہجہ نہیں ہونا چاہیے، تو آپ نے اس کا بھی سنت ہونا ثابت کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے حساب یسیر کے متعلق ایسے ہی لہجہ میں سوال کیا تھا۔ یہ ہیں عامل بالحدیث اور ان کو دعویٰ ہے حدیث دانی کا اتنا بھی معلوم نہیں کہ اگر اس لہجہ کا تعلق علیٰ سبیل التنزل تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی یہ فرق ہے وہاں بے تکلفی تھی وہاں لہجہ پر نظر نہ تھی۔ دوسرا شخص تو اس قیاس کا یہ جواب دیتا کہ تم بھی میری بیوی بن جاؤ پھر لہجہ کا میں بھی خیال نہ کروں گا۔ اگر میری پوری عبارت نقل کر کے اعتراض کیا جاتا تو مجھ کو اس قدر رنج نہ ہوتا۔ اور الحمد للہ مجھ کو اپنے زلات (لغزشوں) پر بھی اصرار نہیں ہوتا۔ سمجھ میں آتے ہی رجوع کر لیتا ہوں۔ پھر اس فضول بلکہ موذی طرز کی کیا ضرورت تھی۔ میرا تو قدیم سے معمول ہے کہ جب کوئی میری غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو سب سے اول مجھ کو یہی احتمال ہوتا ہے کہ ضرور مجھ سے غلطی ہوئی ہو گی۔ اس کے بعد پھر اس میں غور کرتا ہوں۔ یہ خدا کا ایک بہت بڑا فضل ہے کہ میں اول ہی سے اپنی غلطی

قبول کرلیتا ہوں اور دوسرے اکثر لوگ اول اس کے جواب کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ سب بزرگوں سے زیادہ یہ بات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں تھی کہ اپنی غلطی کو فوراً تسلیم فرماکر رجوع فرما لیتے تھے۔ اور الحمد للہ میرے یہاں تو اس کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ جس کا نام ترجیح الراجح ہے اُس میں برابر اپنی غلطیوں کو شائع کرتا رہتا ہوں۔ پھر تہذیب کے ساتھ سوال کرنے پر ایک واقعہ بیان کیا کہ مجھ کو ایک مرتبہ حیدرآباد دکن میں میرے ایک دوست نے مدعو کیا تھا میں نے وہاں ایک وعظ میں ایک مضمون بیان کیا وہ تھا تو ایک لطیفہ مگر بیان کیا گیا بصورت استدلال میں وہاں ایک بڑے معزز و ممتاز شخص ہیں۔ نخر یار جنگ انھوں نے مجھ سے مقام وعظ پر نہیں بلکہ جائے قیام پر آکر نہایت نرم لہجہ میں اُس مقام کے متعلق اس پاکیزہ عنوان سے دریافت کیا کہ یہ استدلال کس درجہ کا ہے میں نے اُن کا شبہ سمجھ کر صاف کہہ دیا کہ یہ کسی درجہ کا بھی استدلال نہیں محض ایک لطیفہ ہے جس کی صورت استدلال کی ہوگئی۔ سو ان کے اس سلیقہ سے سوال کرنے سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔ اور مزاحاً فرمایا کہ اگر بدسلیقگی سے سوال کرتے تو میں اُس کے اثر سے ناگ وار (یعنی مشابہ سانپ کے) ہوجاتا۔

ملفوظ ۵۹۴: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ معتقدین سائنس تو محض بیہودہ ہیں اللہ کے نہیں، رسول کے نہیں۔ ان میں دین نہیں ایمان نہیں شب و روز یہی مشغلہ ہے کہ فلاں پہاڑ کے یہ آثار ہیں فلاں ستارے میں مخلوق آباد ہے آیا آسمان گردش کرتا ہے اور زمین ساکن ہے یا زمین گردش کرتی ہے اور آسمان محض منتہائے نظر ہے۔ اگر بالفرض یہ تحقیقات صحیح بھی ہوں مگر ان کا نتیجہ ہی کیا نہ دنیا کا فائدہ نہ دین کا اس کے بعد ایک واقعہ سائنس کے اس دعوے کے اشکال میں کہ کوئی حادثہ بدون اسباب طبعیہ کے نہیں ہوسکتا بیان فرمایا وہ یہ کہ اس ہی قصبہ میں ابھی چندروز ہوئے۔ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کو میں نے خود صاحب واقعہ کو بلاکر بلا واسطہ اُس کی زبان سے سُنا کہ ایک غریب آدمی کے گھر تقریب تھی اُس میں مہمان آیا ہوا تھا وہ ایک کم سن لڑکی کو کسی بہانہ سے لیکر بھاگا۔ اور لے جانے والا شخص اُس لڑکی کا رشتہ میں ماموں ہوتا تھا۔ رشتہ بھی دور کا نہ تھا اور جو بنا ر لے جانے کی تھی وہ بھی کوئی بڑی مالیت کی چیز نہ تھی زائد سے زائد پانچ سات روپیہ کی چیز ہوگی جس کے لالچ میں وہ اس کو لیکر بھاگا اور اس کو تھانہ بھون سے مظفر نگر اور مظفر نگر سے نہر گنگ پر لے گیا اور چیز اتار کر اُس کو نہر میں پھینک دیا۔ میں نے خود اس لڑکی کو بلاکر سب واقعہ دریافت کیا بیان کے وقت لڑکی خوفزدہ

معلوم ہوتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ منظر اب اس کے سامنے ہے۔ عمر لڑکی کی زائد سے زائد تقریباً آٹھ نو برس کی ہوگی۔ اس کا بیان ہے کہ جس وقت اس نے مجھ کو نہر میں پھینکا تو میرے پانی میں گرتے ہی ایک سفید کتا میرے سامنے آ گیا اور اس نے دم میری طرف کر دی۔ میں نے اس کی دم پکڑ لی وہ مجھ کو کچھ دور پانی میں لے کر چلا اور پھر ایک گھاٹی پر نہر کے کنارے لے گیا۔ وہاں ایک درخت تھا جس کی شاخیں نہر کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ میں شاخ کے سہارے وہاں سے نکل کر نہر کی پٹڑی پر پہونچ گئی شام کا وقت ہو گیا وہاں کچھ مویشی چرانے والے اپنے مویشی نہر کے قریب چرا رہے تھے۔ مجھ کو بیٹھا دیکھ کر مجھ کو گاؤں میں لے گئے وہاں لوگ میرے پاس تماشا دیکھنے جمع ہو گئے۔ ان تماشائیوں میں خود وہ ڈبونے والا بھی تھا جو ایک قریب کے گاؤں میں اس وقت ٹھہر گیا تھا اس لڑکی نے پہچان کر بتلا دیا کہ یہ شخص تھا وہ گرفتار ہو گیا اور چالان ہو گیا۔ تفتیش پر اقرار کر لیا اب اس کا مقدمہ ہو رہا ہے میرا مقصود اس قصہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ کتے کا دریا سے اس طرح نکالنا ان سائنس دانوں سے کوئی پوچھے کہ اس کا کیا اقتضاء طبعی تھا۔ جس کی بناء پر اس نے دریا سے نکالا۔ کوئی معقول بات بتلائیں اور یوں اوٹ پٹانگ بڑ ہانکنے کو تو جو چاہے کہے جاویں۔

ملفوظ ۵۹۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو مشائخ سلف پر اعتراض کرتا ہے اس کا جواب صرف یہ ہے جو اس مثل کا مصداق ہے کہ سنار کی کھٹ کھٹ اور لوہار کی ایک۔ وہ جواب یہ ہے کہ وہ حضرات عشاق تھے اور عاشق پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے بعض حضرات میں توسع تو تھا وہ بھی دوسروں کے ساتھ مگر اپنے نفس پر اعمال میں تشدد تھا۔ انھوں نے یہ تو نہیں کیا کہ محض ابتغاء رخصت (سہولت کی باتوں پر عمل کرنے) کے لیے تین وتر کی جگہ ایک وتر پڑھ لیا بلکہ تراویح کی جگہ آٹھ پڑھ لیں۔

۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۵۹۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل طرح طرح کے لباس ایجاد ہو رہے ہیں۔ اپنا مذاق تو یہ ہے کہ نہ تو رندوں کا (یعنی بے قیدوں کا) لباس پہننے کو جی چاہتا ہے اور نہ زندوں کا (یعنی جو اپنے کو شاندار سمجھتے ہیں یعنی مدعیان علم و مشیخت کا) اللہ کے خاص

بندوں اہل فنا (یعنی مساکین گمنام لوگوں) کا لباس پسند ہے۔

ملفوظ ۵۹۷:۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو رسم ہے کہ مجمع میں کھانا کھلانے کے وقت پانی پلانے کو سر پر کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے بڑی ہی گرانی ہوتی ہے۔ اور صاحب اپنا اپنا مذاق ہے۔ ایک درویش یہاں پر آئے تھے میں نے خود دیکھا کہ اُن کے نوکر ستونوں سے لگے کھڑے رہتے تھے۔ ہاتھ باندھے جیسے بُت ہوتے ہیں۔ اور اُن درویش صاحب کا احساس بھی نہ تھا کہ میری وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہو رہی ہے۔

ملفوظ ۵۹۸:۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل یہ مرض عام پیدا ہو گیا ہے کہ ظالم کی طرفداری کی جاتی ہے اور مظلوم کا کوئی پرسان حال نہیں۔ عوام ہوں یا خواص تقریباً سب کے اندر یہ مرض عام ہو گیا ہے۔ اسی قسم کے خاص خاص واقعات پر عنایت فرماؤں کی جو مجھ پر عنایت ہوئی تھی اُس پر میں نے ایک رسالہ لکھا تھا اس کا نام رکھا تھا حکایات الشکایات۔ میں نے اس کے خطبہ میں شکایات اور سب و شتم کے متعلق تو یہ لکھا تھا کہ ؎

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ ۔ کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں۔

اور خود واقعات جمع کرنے کے متعلق یہ لکھا تھا ؎

خود گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ۔ ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں۔

تعجب ہے اہلِ انصاف کے یہاں مجھ کو اس کی بھی اجازت نہیں کہ میں اپنی تکلیف اور اذیتوں کی شکایت ہی کر سکوں۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے اور موذیوں کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ کیا ٹھکانا ہے اس ظلم کا اور اعانتِ ظلم کا جو امور طبعی ہیں اور موٹی موٹی باتیں ہیں ان موذیوں کا وہاں تک بھی ذہن نہیں پہونچتا۔ اب کہاں تک اصلاح کی جائے۔ عوام تو اسی اصلاح سے اس عذر کی وجہ سے اس لئے مستثنیٰ سمجھ لئے گئے کہ وہ کچھ جانتے نہیں بس بے خبری عذر ہے اور خواص اسلئے مستثنیٰ ہو گئے کہ وہ قابل احترام ہیں ان کی اصلاح خلافِ ادب ہے تو اس حساب سے کسی کی اصلاح کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اور اصل بات میں بتلائے دیتا ہوں کہ بدون کسی کی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے انسانیت آ نہیں سکتی، چاہے سب کچھ بن جاؤ اور یہ سب کے نفس پر شاق ہے۔

ملفوظ ۵۹۹:۔ ایک صاحب نے کسی مرض کے لئے تعویذ کی درخواست کی اور یہ بھی عرض کیا کہ فلاں مرض ہے۔ مگر آسیب کا بھی شبہ ہے اور حالت یہ ہے۔ سُنکر فرمایا کہ کسی طبیب سے مرض کا علاج کراؤ۔ ایسی حالت میں کہ مرض کا غالب احتمال ہے میں تعویذ نہ دوں گا۔ تعویذ دینے میں یہ مفسدہ ہے کہ علاج کی طرف سے بالکل بے فکری ہو جائے گی۔ سو اگر تعویذ دیدیا تو اس کی مصلحت کو تو دیکھا مفسدہ کو نہیں دیکھا۔ اکثر عوام خصوص دیہاتی ہر مرض کو آسیب ہی

کہنے لگتے ہیں۔ اور ان تعویذوں کا تختہ مشق مجھ کو اس لئے زیادہ بنایا جاتا ہے کہ میں کچھ لیتا نہیں۔ اگر میں سوا روپیہ لینے لگوں تو پھر حکیم صاحب کے پاس جانے لگیں گے کیونکہ وہاں پانچ پیسہ کا نسخہ ہوگا۔ اور یہاں پانچ چونی کا تو جہاں خرچ کم ہوگا وہی کام ہوگا۔ جیسے ایک بخیل رئیس بننے کی حکایت ہے وہ بیمار ہوا۔ لوگوں نے علاج کرانے کا مشورہ دیا کہنے لگا علاج کا تخمینہ کرو چنانچہ تخمینہ کرا کر اطلاع کی گئی۔ کہنے لگا اب مرنے کے خرچ کا تخمینہ کرو اُس کا بھی تخمینہ کیا گیا تو وہ اتفاق سے کم تھا۔ کہنے لگا بس اب مرنے ہی کی رائے ہے کیونکہ اُس میں خرچ کم ہے دیکھئے اس نے کم خرچ ہونے کی وجہ سے مرنے کو زندگی پر ترجیح دی اس لئے کہ دوا میں زائد خرچ ہوتا تھا اور مرنے پر جو خرچ تھا وہ کم تھا تو اکثر لوگ کم خرچ کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ پھر تختہ مشق بنانے کو بھی گوارا کیا جا سکتا ہے مگر آفت یہ ہے کہ تعویذ مانگنے میں ستاتے بہت ہیں۔ بات پوری نہیں کہتے حتیٰ کہ بار بار پوچھئے پر بھی صاف بات نہیں کہتے جس سے بڑی اذیت ہوتی ہے۔ اسی اذیت سے بچنے کے لئے میں نے ایک مرتبہ یہ تجویز کی کہ جو آیا کرے گا اس سے کچھ نہ پوچھوں گا بس بسم اللہ شریف کا تعویذ لکھ کر دیدیا کروں گا۔ اس تجویز کی مشق کرنے کے لئے طالب تعویذ کا منتظر ہو کر بیٹھا کہ کوئی آئے تو اس تدبیر پر عمل کروں۔ اتفاق سے دو شخص آئے انھوں نے اگر حسب معمول جاہلانہ صرف اتنا ہی کہا کہ تعویذ دیدو۔ یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ میں نے ان کے کہتے ہی بسم اللہ شریف کا تعویذ دیدیا۔ اس قسم کا یہ پہلا ہی تعویذ تھا وہ لیکر چلدیئے۔ میں اپنی اس تجویز پر بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ تدبیر خوب رہی نہ کچھ کہنا نہ کچھ سُننا نہ کچھ پوچھ نہ گچھ بڑا آسان طریقہ سمجھ میں آیا۔ میں نے مولوی شبیر علی سے کہا کہ میں نے تعویذ کے متعلق بڑی سہولت کی تجویز نکالی ہے۔ اور وہ تدبیر بیان کی وہ بولے کچھ خبر بھی ہے جن شخصوں کو تعویذ دیا تھا وہ کیا کہتے جا رہے تھے یہ کہتے جا رہے تھے کہ دیکھو ہم نے کچھ بھی نہیں کہا اور تعویذ مل گیا ان کو تو غیب کی ہی دل کی بات کی خبر ہو جاتی ہے۔ تب اُس تجویز سہولت کو بھی سلام کیا یہ حالت ہے عوام کے عقائد کی اگر مجھ کو یہ واقعہ معلوم نہ ہوتا تو خود یہ تجویز کتنے بڑے مفسدہ کا پیش خیمہ بن جاتی" اور یہ تو اس صورت میں ہے کہ کسی کے معاملہ میں کسی کو واسطہ نہیں بناتا اور نہ واسطے بنانے کے مفاسد میں نے مشاہدہ کئے ہیں۔ ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ تھوڑے دنوں بعد لوگ اُن واسطہ صاحب کی پرستش کرنے لگیں گے یہ سمجھ کر کہ یہ مقرب ہے پھر نہ معلوم کہاں تک نوبت پہونچ جائے نیز اُن واسطہ صاحب کو خود بھی تقرب کا وہم ہو جاتا ہے۔ ایک بار ان ہی دقتوں کی وجہ سے کہ لوگ آ کر دق کرتے ہیں یہ خیال ہوا تھا کہ ایک شخص کو ایک رجسٹر دیکر خانقاہ کے دروازہ پر بٹھلا دوں جو آیا کرے اُس کی حاجت وغیرہ لکھ کر مجھ کو دکھلا دیا کرے۔ مگر وہی مصیبت پیش نظر ہو گئی کہ اس میں مقرب سمجھنے کا سخت اندیشہ ہے پھر وہ مقرب لوگوں کے لئے

مکرب (تکلیف دینے والا) ہو جاتا۔ تعجب تھا کہ جسٹہ بھرنے کی فیس آنیوالوں سے چار آنہ لینے لگتا۔ اس لئے آنیوالوں کی بے ہودہ حرکات سے متاذی ہوتا گوارا کرتا ہوں مگر بحمد اللہ کسی کو واسطہ مخصوص بنا کر ایک کی روایت کو دوسرے پر حجت اور اس کے معاملہ میں مؤثر نہیں بناتا اور یہ عدل ہے اس پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اُن کا فضل سمجھتا ہوں۔

۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس زمانہ میں مولوی عبد الرب صاحب دہلوی کے اہتمام سے جامع مسجد سہارنپور کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک دفعہ مولوی صاحب چندہ کے لئے گئے تھے وہاں سے چندہ وصول کر کے سہارنپور واپس آ رہے تھے راستہ میں منگلور میں مغرب کی نماز کو اترے نماز پڑھ کر رقم کی ہمیانی جس میں غالباً اڑھائی ہزار کے روپے اور اشرفیاں تھیں مسجد ہی میں بھول گئے اور بہلی میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ کچھ دور جا کر وہ ہمیانی یاد آئی تو بہت پریشان ہوئے اور پھر مسجد کو لوٹے۔ یہاں یہ قصہ ہوا کہ ایک غریب چوکیدار محلہ میں رہتا تھا وہ مسجد میں تیل بتی کر دیتا تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو روشنی کرنے کے لئے مسجد میں بھیجا وہاں پر ہمیانی نظر پڑی وہ اٹھا کر اپنے باپ کے پاس لایا۔ باپ نے کسی سے ذکر نہیں کیا حفاظت سے رکھ لی۔ جب مولوی صاحب مسجد میں واپس آئے دیکھا کہ ہمیانی ندارد بہت پریشان ہوئے مسجد میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ وہ رقم مسجد کی تھی اگر کسی نے تصرف کیا سخت وبال میں مبتلا ہوگا اور اگر کوئی ادا کر دے اس کو ایسا ایسا ثواب ہوگا اور پانچ سو روپیہ انعام کے طور پر اس کو دوں گا لوگ جمع ہو گئے۔ وہ شخص بھی اس مجمع میں حاضر تھا کچھ بولا نہیں۔ مولوی صاحب سے عرض کیا میرے یہاں شب کو قیام کیجئے اطمینان سے تلاش کریں گے جب صبح ہوئی ہمیانی لا کر سامنے رکھدی۔ مولوی صاحب نے پانچ سو روپیہ نکال کر دینا چاہا اُس نے کہا حضرت ہر مسلمان پر مسجد کی خدمت فرض ہے نہ کہ مسجد کی رقم چھوڑ دوں۔ مولوی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور اس کو بہت دعائیں دیں اور سہارنپور تشریف لے گئے۔ کانپور میں منگلور کے رہنے والے ایک صاحب منشی قادر بخش شہر میں ملازم تھے انھوں نے مجھ سے یہ روایت کی سبحان اللہ ایمان جس کا قوی ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں روپیہ پیسہ کیا چیز۔ ایسے موقع پر کوئی قوت کام نہیں ہوسکتی بجز ایمان کے اور یہ تو خصہ مسلمان ہی کا ہوسکتا ہے

اس حوصلہ پر ایک اور قصہ یاد آیا۔ ایک مسلمان شخص کہیں کا سفر کر رہے تھے کسی اسٹیشن ریلوے پر اوٹ دیکر ٹکٹ خریدے، ٹکٹ بابو نے جلدی میں دس روپیہ حساب سے زائد دیدیئے۔ اُس وقت تو انھوں نے دیکھا نہیں ریل میں آکر بیٹھ گئے پھر جو حساب کیا تو دس روپیہ زائد تھے انھوں نے فوراً ٹکٹ کلکٹر کو جاکر واپس کیئے، اس بابو نے جو کہ ہندو تھا اس کا صاف اقرار کیا کہ اگر یہ واقعہ ہندو کا ہوتا تو وہ ہرگز واپس نہ کرتا۔ یہ مسلمان ہی کا کام ہے اور حوصلہ ہے۔

ملفوظ ۴۰۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے مزارات اور ان کے تبرکات کے بارہ میں نہایت ہی بد احتیاطی سے کام لیا جارہا ہے جائز ناجائز حلال حرام کی قطعاً پروا نہیں کی جاتی اور یہ اُن لوگوں کے افعال ہیں جو سجادہ نشین ہیں اور اپنے کو شیخ المشائخ کہلاتے ہیں۔ مگر دین اور احکامِ دین کی مطلق نہ خبر ہے اور نہ پرواہ ہے پھر خدا معلوم بزرگی اور ولایت کس چیز کا نام رکھ چھوڑا ہے۔ چنانچہ ان سجادہ نشینوں کے پاس جس قدر یہ تبرکات ہیں جن پر انھوں نے قبضہ کر رکھا ہے ظاہر ہے کہ قاعدۂ فقہیہ سے واقف تو ہیں نہیں ابتدا ہی میں کسی کی ملک خاص تھے پھر اُس میں مناسخہ (یعنی وراثت در وراثت) جاری ہو کر بہت سے لوگ اُس میں شریک ہو گئے تو اُن سب کی ملک ہوئے، پھر نہ سب کی رضامندی نہ ہر رضا معتبر مگر باوجود اس کے خلاف شرع ان سجادہ نشینوں نے اُن کو بدون کسی حق کے محبوس کر رکھا ہے۔ ان کو تو یہ گناہ ہوا اور جو لوگ اُن کی زیارت کرتے ہیں یہ اس گناہ کے معین ہیں کیونکہ اگر کوئی بھی زیارت نہ کرے تو پھر یہ سلسلہ ہی بند ہو جائے۔ غرض اس جماعت میں حقوق العباد کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا۔ خدا معلوم خدا تعالیٰ کا خوف دل سے نکل ہی گیا یہ ہیں آج کل کے سجادہ نشین اور شیخ المشائخ کہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے۔

ملفوظ ۴۰۲:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں ایسے جاہل درویشوں کی روایات تو تبرک ہی ہیں اُن کی تو ذات بھی تبرک اور عجیب بات یہ ہے کہ علم تو ہوتا نہیں بیٹھے ہوئے چنڈو خانہ کی سی خبریں ملا کرتے ہیں انکی ایسی روایات کا بس اللہ ہی حافظ ہے جنکے سر نہ پیر۔

ملفوظ ۴۰۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نفس بھی بڑا ہی شریر ہے اور جبکہ غرض بھی شامل ہو تو پھر تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے۔ کاندھلہ کے قریب ایک گاؤں ہے اس میں ایک سُنّی عورت کا انتقال ہوا بڑی مالدار عورت تھی۔ خاوند شیعی تھا تو اُس عورت کے بھائی نے چاہا کہ سب ترکہ مجھ کو ملے اس کے خاوند کو کچھ نہ ملے۔ تو اس کی یہ تدبیر سوچی کہ مجھ کو ایک استفتاء لکھ کر دیا۔ اور حکم شرعی اس طرح پوچھا کہ سنی عورت کا شیعی مرد سے نکاح تو جائز نہیں۔ جب نکاح نہیں ہوا تو اس عورت کی میراث بھی اس مرد کو نہ ملے گی۔ میں نے کہا کہ کیا یہ مسئلہ آج معلوم ہوا ہے۔ پہلے سے کہاں سو رہے تھے۔ جب بہن نے نکاح کیا تھا اُس وقت نہ بولے۔ اور

ساری عمر بہن کے لئے حرام کو گوارا کرتے رہے. شرم نہیں آتی دنیا کی غرض سے تو یہ بات نکالی اور دین کا کچھ خیال نہ کیا. یہ نفس ایسا استاد ہے. دوسری بات میں نے یہ کہی کہ اگر اس واقعہ میں مرد مالدار ہوتا اور پہلے مر جاتا اور ترکہ ہوتا امید ہوتی کہ پھر عورت کے مرنے پر میں مستحق ہوں گا تو ایمان سے کہو کیا اس وقت بھی اس نکاح کو ناجائز قرار دیکر عورت کو میراث سے محروم کرتے" جس کا نتیجہ تمہارا حرمان ہوتا. بس یہ ہیں وہ باتیں جن کی وجہ سے لوگ مجھ سے ناراض ہیں. مگر ہوا کریں ناراض. مجھ کو ان کی ناراضی یا خوشی سے لینا ہی کیا ہے. اللہ تعالیٰ راضی رہیں پھر چاہے سارا عالم ناخوش اور ناراض رہے. بحمد اللہ اس کا مجھ پر کچھ اثر نہیں. مجھ سے کتمانِ حق نہیں ہوتا نہ کسی کی للو پتو ہوتی ہے میں تو ایک سیدھا سادھا مسلمان ہوں صاف اور سچی بات کہنا جانتا ہوں اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا یہی پسند ہے.

ملفوظ ۶۰۲: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ شیعوں کے عوام الناس گمراہی میں اس درجہ کے نہیں جس درجہ کہ ان کے خواص ہیں ہر وقت تلبیس کی تدابیر سوچتے رہتے ہیں. ایک واقعہ ہے لکھنؤ کا. ایک مجتہد صاحب کے پاس ایک شیعی نواب صاحب ہانپتے کانپتے آئے کہا کہ جناب آج بڑا جرم صادر ہوا اس کا کیا کفارہ ہونا چاہئے. وہ جرم یہ ہوا کہ قبلہ کہ خاک شفا کی تسبیح بھولے سے ہاتھ میں رہ گئی اور بیت الخلاء میں چلی گئی اور اس کا تاگا ٹوٹ کر چند دانے پاخانہ میں گر گئے اب اس گناہ کا کیا کفارہ ہے. مجتہد صاحب نے جواب دیا کہ نواب صاحب فکر نہ کیجئے وہ خاک شفا ہی نہ تھی پاک چیز ناپاک کی طرف جا ہی نہیں سکتی. تمام مجلس میں اس جواب پر بڑی تحسین ہوئی کہ سبحان اللہ کیا نکتہ فرمایا. اس مجلس میں ایک سنی بھی تھے. انھوں نے کہا کہ حضرت قبلہ آپ کے جواب سے تو آج مذہب کا قطعی فیصلہ ہو جاوے گا. یہ جو آپ کے ہاتھ میں تسبیح ہے. میں نے بارہا آپ سے سنا ہے کہ یہ اصلی خاک شفا کی ہے سو مجھ کو اجازت دیجئے کہ اس کا تاگا توڑ کر پاخانہ کے سامنے لٹکاتا ہوں اگر تسبیح کا کوئی دانہ نہ گرا تو میں شیعی ہو جاؤں گا اور اگر گر گیا تو آگے کچھ کہہ نہیں سکتا. تمام مجلس پر اس جواب سے حیرت طاری ہو گئی اور مجتہد صاحب سے کچھ بھی جواب نہ بن پڑا. ایک دوسرا واقعہ بھی لکھنؤ کا ہے. شیعوں کے یہاں خرگوش حرام ہے. مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ کے آنے کے زمانہ میں ایک بار خرگوش کا شکار کر کے لائے وہ ایک گوشہ میں رکھا ہوا تھا. اتفاق سے مولانا کے پاس ایک مجتہد صاحب بغرض ملاقات تشریف لائے. وہ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک کتا آیا. وہ خرگوش کی طرف چلا مگر سونگھ کر ہٹ گیا. اس پر مجتہد صاحب کو ایک موقع ملا فرماتے ہیں کہ جناب مولانا دیکھئے آپ کے شکار کو کتے نے بھی نہیں کھایا. مولانا نے جواب دیا کہ جناب قبلہ مجتہد صاحب یہ کتوں کے کھانے کا نہیں ہے آدمیوں کے کھانے کا ہے. تیسرا واقعہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ عامی سنی سے ایک شیعی کی گفتگو ہوئی. سنی نے کہا کہ جب فدک پر جھگڑا تھا تو حضرت علی رضہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کو کیوں نہ لے لیا. شیعی نے جواب دیا کہ

جو چیز غصب کرلی جاتی ہے پھر مالک اسکو نہیں لیتے۔ سنی نے جواب دیا کہ خلافت بھی تو غصب کرلی گئی تھی پھر
اسکو کیوں لیا۔ اس جواب پر شیعی دم بخود رہ گیا۔ چوتھا واقعہ ایک مولوی صاحب میرے دوست ہیں کیرانہ کے
رہنے والے دہلی ہی میں اُن سے ایک شیعی نے کہا کہ مولوی صاحب یہ کیا بات ہے کہ آج کل جتنے نئے
نئے فرقے نکلتے ہیں بہتر تہتر فرقہ جو بنے ہیں یہ سب سنیوں ہی میں سے بنتے ہیں کبھی آپ نے یہ بھی
دیکھا کہ مومنین سے کوئی نیا فرقہ بنا ہو۔ مولوی صاحب نہایت ذہین اور ذکی شخص ہیں۔ بڑی ظرافت سے
کہا کہ آپ نے بالکل سچ کہا مگر اس کی وجہ آپکو معلوم نہیں میں بتلاتا ہوں وہ وجہ یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ
شیطان ہر شخص کو گمراہی میں اعلیٰ درجہ پر پہونچانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے تو سنی چونکہ حق پر ہیں۔
اس لئے وہ ہر وقت اُن کے پیچھے پڑا رہتا ہے اور نئی نئی گمراہیاں سکھلاتا رہتا ہے۔ بخلاف تم لوگوں کے کہ
تم کو گمراہی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچا چکا ہے اب وہاں سے کس درجہ پر پہونچادے اس لئے تم سے بے فکر
ہے۔ یہ سنکر شیعی صاحب نے سانس نہیں لیا۔ پانچواں واقعہ ایک خواندہ شیعی اور ایک ناخواندہ خانصاحب
کا ہے۔ سفر میں اتفاقاً ساتھ ہو گیا۔ شیعی صاحب نے کہا کہ جناب خان صاحب جن لوگوں نے امام حسینؓ کو
شہید کیا معلوم نہیں ہم تھے یا تم تھے (یہ چھیڑ تھی مطلب یہ کہ شیعی تو محب حسین ہیں وہ تو ہو نہیں سکتے۔
بس سنی ہی ہوں گے حالانکہ یہ تاریخ کے خلاف ہے مگر بیچارے ناخواندہ پٹھان تاریخ کیا جانے شیعی
صاحب سمجھے تھے کہ یہ بیچارہ اس کا جواب کیا دے گا) خانصاحب بولے جناب واقعات تو واقف
لوگ جانتے ہوں گے۔ مگر ایک بات موٹی سی تو ہم بھی سمجھ سکتے ہیں وہ یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ جو اصحاب
کو برا کہے اس نے اللہ و رسول کو برا کہا اور جو اللہ و رسول کو برا کہے وہ کافر ہے اور حضرت امام
حسین کو قتل کرنا مسلمانوں کا کام تو ہے نہیں کافر ہی ایسا کام کرسکتا ہے۔ اب دیکھ لیجئے اُن
کے شہید کرنے والے کون تھے۔ شیعی صاحب باوجود خواندہ ہونے کے دم بخود ہی تو رہ گئے۔

ملفوظ ۱۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں یوں ہی اٹرنگ بٹرنگ
ہانکتے رہتے ہیں۔ کثرت سے وہ باتیں ایجاد کر رکھی ہیں کہ جن کی نہ کوئی اصل معقول
ہے اور نہ کوئی دلیل منقول۔ ایک صاحب نے جو بدعتی ہونے کے ساتھ جنٹلمین انگریزی خواں بھی تھے
ایصال ثواب پر مجھ سے گفتگو کی۔ اور فاتحہ جو کھانے پر ہوتی ہے اسکے متعلق سوال کیا میں نے
دریافت کیا کہ ثواب پہونچانے کی حقیقت کیا ہے۔ کہا کہ ایک چیز کا ثواب ہم کو ملا ہم نے اُس کو دوسرے
کو پہونچادیا۔ میں نے کہا کہ کھانا کھلانے سے یا دینے سے قبل ظاہر ہے کوئی ثواب کا عمل صادر ہی نہیں
ہوا۔ جس سے ثواب بھی آپکو نہیں ملا۔ پھر کیا چیز پہونچاتے ہو ظاہر ہے کہ دیگ میں سے نکال کر
بہشت میں دیکھنے پر تو کوئی ثواب ملا نہیں جسکو پہونچا دیا گیا۔ بس گم ہو گئے۔ اسی طرح ایک گاؤں کا
شخص میرے پاس آیا۔ کہا کہ اجی مولوی جی کھانے پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے میں نے کہا

کہ تم نے اللہ واسطے کبھی کپڑا دیا ہوگا کیا اس پر بھی فاتحہ پڑھوائی تھی۔ سو اس میں اور اُس میں کیا فرق ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ تمہارے یہاں کولہو ہے جس میں گنے کا رس نکلتا ہے کہا کہ ہے۔ میں نے کہا رس نکالنے کے بعد اس کے چھلکے یعنی کھوئی مسجد میں پانی گرم کرنے کے لئے کبھی دیتے ہو۔ کیا اس پر بھی فاتحہ پڑھتے ہو یا پڑھوالیتے ہو۔ سمجھ میں آ گئی بہت ہی خوش ہوا اور زور سے ہنسا کہنے لگا واقعی یہ تو ساری باتیں بے وقوفی ہی کی ہیں۔ غرض بدعت کی باتیں خود صریح طور پر عقل کے بھی خلاف ہیں مگر تسویل نفسانی (نفس کے دھوکہ دینے) کی وجہ سے اس وقت سنت اور بدعت میں فرق کرنا بڑا مشکل ہوگیا۔ جس کے سمجھنے میں اہل علم تک گڑبڑ میں پڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک طالب علم ان رسوم کے مانع تھے دوسرے مجوز (جائز کہنے والے) ان مجوز نے کہا کہ یہ مانعین کا سوءِ ظن ہے کہ فاعلین کے عقیدہ کو فاسد سمجھتے ہیں۔ اُن کے عنوان کو مت دیکھو اُن کی نیت بُری نہیں۔ وہ جو کہتے ہیں کہ یہ نیاز ہے فلاں بزرگ کی۔ مراد یہ ہوتی ہے کہ نیاز اللہ کی اور ایصال ثواب اُن بزرگ کو۔ مانع کہتا تھا کہ نیت ہی بُری ہوتی ہے۔ یہ گفتگو ایک مسجد میں ہو رہی تھی کہ ایک بڑھیا کچھ مٹھائی وغیرہ لئے ہوئے آئی اور مقیم مسجد ایک طالب علم سے کہا کہ بیٹا اس پر بڑے پیر کی نیاز دیدو۔ مانع نے امتحاناً کہا کہ بڑی بی نیاز تو اللہ کی ہوا اور ثواب بخشدیں بڑے پیر صاحب کو تو بڑھیا کیا کہتی ہے کہ نہیں بیٹا اللہ میاں کے نام کی نیاز تو دلوا آئی ہوں۔ اس پر تو بڑے پیر ہی کے نام کی نیاز دیدو۔ اس وقت مانع نے مجوز سے کہا اب اپنی تاویل کو دیکھ لو۔ بڑی بی اُس کو کس طرح رَد کر رہی ہیں۔ یہ سب خرابیاں کھانے پینے والوں کی بدولت ہو رہی ہیں وہ ان تدابیر سے حلوے خوب اڑاتے ہیں بلکہ ساتھ میں حسینوں کے جلوے بھی کیونکہ اکثر جاہل عورتیں ایسی چیزیں لیکر آتی ہیں بڑے ہی بددین ہیں۔ ایک ملا کی حکایت سُنی ہے کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی اُس میں ایک مُلّا رہتا تھا۔ ایک بڑھیا فاتحہ کا کھانا مُلّا کے لئے لائی۔ اتفاق سے اُس وقت ملا مسجد میں تھا نہیں۔ ایک مسافر مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اُس عورت نے اوّل ملا کو آواز دی جب وہ نہ بولا یہ خیال کیا کہ مقصود تو ثواب ہے لاؤ اسی مسافر کو دیدو۔ چنانچہ وہ چیز کھانے کی مسافر کو دیکر چلدی۔ یہ مسجد کے دروازے سے نکلی ہی تھی کہ مُلّا آ گیا اس عورت سے دریافت کیا کہاں آئی تھی کہا کہ فلاں چیز کھانے کی لائی تھی مگر تم نہ تھے اسلئے مسافر کو دیکر چلی آئی۔ یہ سُنکر مُلّا کے آگ لگ گئی اور خیال کیا کہ یہ تو بُری راہ نکلی اب ہماری تخصیص مٹ جاویگی۔ مسجد میں پہونچا اور ایک لٹھ ہاتھ میں لیکر تمام مسجد کے صحن میں دیوانوں کی طرح مارتا پھرنے لگا۔ اور اخیر میں خود دھڑام سے گر گیا گاؤں والے جمع ہو گئے۔ سوال کرنے پر کہا کہ بس اب میرا یہاں گذر نہیں اور کہیں جا رہوں گا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ کہا کہ بات یہ ہے کہ میں تو یہاں کے مُردوں کو پہچانتا ہوں

مسافر پہچانتا نہیں۔ جب مُرغے جمع ہوئے اُس مسافر نے تقسیم میں گڑبڑ کی۔ اسکو تو ناواقف سمجھ کر کچھ بولے نہیں۔ جب میں آیا میرے سر ہوگئے، مجھ کو لپٹ گئے، میں نے کتنا ہی ہٹایا لٹھ بجایا کہ جب مجھے دی ہی نہیں میں تم کو کہاں سے دوں مگر ایک نہ سنی آخر سب نے ملکر مجھ کو گرادیا۔ اب اگر ہمیشہ ایسا ہی ہوا میں مرجاؤں گا اس لیے جاتا ہوں دوسری جگہ۔ گاؤں والے بیچاروں نے متفق ہو کر کہا کہ بس جی ملا ہی کو دیا کریں گے۔ یہ گاؤں لوگ ایسے شریر ہوتے ہیں۔ ملاّ پر ایک حکایت اور یاد آئی۔ ایک عورت نے کھیر پکائی اتار کر رکابی میں رکھی۔ کتا آیا منہ ڈال گیا۔ عورت نے اپنے بچے سے کہا کہ جا یہ مسجد کے ملاّ کو دے آ۔ وہ لیکر گیا ملاّ کو نہ معلوم کے روز میں کھیر ملی تھی بچے کے ہاتھ سے لیتے ہی ایک طرف سے کھانا شروع کردی۔ بچے نے کہا کہ ملاّ جی ادھر سے نہ کھائیو۔ ادھر کتے نے منہ ڈالدیا تھا۔ ملا جی نے یہ سُنکر ہاتھ سے رکابی پھینک ماری۔ وہ رکابی ٹوٹ گئی۔ بچہ رونے لگا۔ ملا جی نے دریافت کیا کہ تو کیوں روتا ہے کہا کہ تم نے رکابی پھوڑدی مجھ کو میری ماں مارے گی۔ یہ تو میرے بھیا کے پاخانہ اٹھانے کی رکابی تھی۔ یہ حالت ان کے عوام وخواص کی ہے۔ اسی طرح کی حالت آج کل کے گماؤ پیروں کی ہے۔ ایک ایسے ہی گاؤں میں پیر اپنے مریدوں میں گئے۔ ایک مریدنی گنواری کے یہاں ٹھہرے ایک دوسری گنواری مریدنی آئی کہ شام کو میرے یہاں پیر کی دعوت ہے وہاں کھادیں گے جسکے یہاں ٹھہرے تھے اُس نے انکار کیا کہ میرے یہاں ٹھہرے ہیں میرا حق ہے۔ اختلاف ہونے لگا تو دونوں کے اتفاق سے پیر صاحب حَکَم بنے کہا کہ بھائی جس کے یہاں ٹھہرا ہوں اسی کے یہاں کھانا مناسب ہے۔ آنے والی مُریدنی بولی اچھی بات مگر میں نے مُرغ کاٹا تھا۔ یہ سُنکر پیر پھسل گئے۔ اور گھر والی سے کہا کہ خیر اسی کو اجازت دیدے وہ ان سے کیا کہتی۔ بھلا گر آنیوالی سے کہا جاتا تو ہی پیر سے یوں توں کرالیجیو۔ بس یہ حالت ہے۔ اسی لیے ان نالائقوں کی قدر منزلت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔

ایک گاؤں میں اناج کی تیاری پر سب کمینوں کا حق نکالا جارہا تھا جب اناج اٹھانے لگے تو ایک چودھری لانے جو اس تقسیم کو دیکھ رہا تھا یوں کہا کہ ارے سب کمینوں کا حق تو نکالا مگر اس شہرے پیر کا بھی تو حق نکالدو وہ آ دے گا۔ ایسے نالائقوں کی سزا یہی ہے۔ خیر یہ تو جاہل لوگ تھے جن کے واقعات ہیں باقی زیادہ افسوس بعض علماء کی حالت پر ہے کہ اغراض کی بدولت راہ سے بھی گر گئے، نظر سے بھی گر گئے۔ عوام کو ان سے بدگمانی ہونے لگی۔ اگر علماء اپنی آنکھاں کو باقی رکھتے تو انکی بڑی قدر ہوتی اور ان پر اعتماد بھی ہوتا مگر یہ بھی پھسلنے لگے بس ان کے پھسلنے پر زیادہ رنج ہے اس لیے کہ ان کے پھسلنے سے عوام کے گمراہ ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ اس ہی لیے میں ہمیشہ اس کی کوشش کرتا ہوں کہ علماء سے لوگ بدظن نہ ہوں۔ ان کے ساتھ مربوط رہیں کہ ان کے دین کی سلامتی اسی میں منحصر ہے۔ اس بداعتمادی پر ایک واقعہ

یاد آیا کہ ایک بڑی بی بی نے مجھ سے مسئلہ پوچھا کہ زکوٰۃ کا روپیہ مدرسہ میں دینا جائز ہے میں نے کہا کہ جائز ہے مگر مہتمم مدرسہ سے کہہ دیا جاوے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے تاکہ وہ اس کے مصرف میں صرف کر دیں وہ خوش ہوئیں اور کہا کہ مدرسہ میں جو مولوی صاحب ہیں میں نے اُن سے بھی پوچھا تھا انھوں نے بھی یہی بتلایا تھا مگر مجھ کو اطمینان نہ ہوا تھا کہ شاید اپنے مدرسہ کی غرض سے بتلا دیا ہو اس لئے آپ سے پوچھا۔ دیکھئے ان بی بی نے یہ خیال کیا کہ کسی بہرے بوتلے سے (یعنی غنی مستغنی سے) پوچھوں۔ بتلائیے یہ بدگمانی کس درجہ کی بات ہے۔ پھر جب اہل علم پر اعتماد نہ ہوگا تو مسائل کس سے پوچھیں گے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ علماء کو بہت سنبھل کر رہنے کی ضرورت ہے بلکہ ان جاہل صوفیوں اور درویشوں کی حرکات سے اس قدر عوام کی گمراہی کا اندیشہ ہے۔ جس قدر اہل علم اور علماء کے پھسل جانے سے اندیشہ گمراہی کا ہے۔ ان کو بہت سنبھل کر چلنے کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۴۰۶:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ افسوس ہے آج کل بعضے حضرات دیندار اور اہل علم کہلاتے ہیں مگر اپنی اولاد کو تعلیم دنیا کی طرف بھیجتے ہیں۔ مجھ کو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ غالباً اس پر بھی پچھتاتے ہوں گے کہ ہم عالم کیوں ہو گئے ہم نے انگریزی کیوں نہ پڑھی۔ سو یہ حالت کس قدر خطرناک ہے کہ اس سے اُن کے قلب میں علم دین کی کھلی بے وقعتی معلوم ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کی حالت پر رحم فرمائیں اور اُن کو ہدایت فرمائیں۔

ملفوظ ۴۰۷:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ابن حزم کے ذہن میں کجی تو ہے مگر ہیں بہت تیز بالکل کجی پیٹ بھر کے ہے۔ اس لئے کہ اُن میں حزم (احتیاط) نہیں، اسی طرح داؤد ظاہری ہیں۔ ہیں تو ظاہری مگر ہیں ذہین اور یہ سب حضرات ذہانت کے ساتھ متدین متورع (متقی) بھی ہیں، اس زمانہ میں ذہن کی ساتھ اس کا بھی تحفظ نہیں ہے۔ ایسی ذہانت پر ایک قصہ یاد آیا۔ کہ ایک معقولی طالب علم سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ گلہری کنوئیں میں گر گئی ہے اس کا کیا حکم ہے طالب علم صاحب کو مسئلہ تو معلوم نہ تھا مگر جہل کا اقرار کیسے کریں۔ آپ نے معقولی تشقیقات شروع کیں کہ وہ جو گری ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی نے گرائی ہے یا خود گری ہے۔ آہستہ گری ہے یا زور سے پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو کسی آدمی نے گرائی ہے یا جانور نے یا ڈر کے خود گری ہے تو ان شقوں میں سے کون سی صورت واقع ہوئی ہے بس اس طرح ان کا جہل چھپ گیا۔ آج کل ایسی ہی ذہانت اور تیزی کمال سمجھی جاتی ہے۔ ایک حکایت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جاہل مفتی کی بیان کی تھی۔ اُن کو عاجز کرنے کی غرض سے کسی نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ حاملہ عورت سے نکاح کرنا کیسا ہے یہ بڑے بکھیڑے کا اور تفصیل طلب مسئلہ ہے۔ انھوں نے اخفاء جہل کیلئے کیسا مزہ کا جواب دیا کہ یہ ایسا ہے جیسے گھڑا دید یا دریافت کیا کیسا گھڑا کہا کہ یہی گھڑا جسکو گھڑا کہتے ہیں

چند بار کے سوال پر بھی یہی جواب دیتے رہے۔ ایسا گھبرا دیا کہ خود بھی اُس سے نہ نکلے۔ بعضے ایسے بھی گزرے ہیں کہ قصداً تو تلبیس کرتے نہ تھے مگر علمی سرمایہ کی کمی سے بعضے امراض کے اثر سے بے اصول جواب اُن سے صادر ہو جاتے تھے ممکن ہے کہ وہ معذور ہوں مگر عوام کو ضرر تو پہونچ جاتا ہے جس سے بچانا ضروری تھا اور بچانیکی باضابطہ صورت یہی ہے کہ اُن کا ابطال کیا جاوے مگر بعض مقامات پر اس سے فتنہ ہو جاتا ہے اسلئے ایسے موقع پر تحصیل مقصود کے لئے بڑی حکمت کی ضرورت ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکیم بنایا تھا۔ اس حکمت کا ایک واقعہ ہے۔ مولانا کے ابتدائی وقت میں ایک بزرگ تھے مولوی سالار بخش صاحب وہ اس علاقہ میں بہت زیادہ با اثر تھے مگر مسائل بے اصل بیان کرتے تھے۔ مولانا کی فراست قابل ملاحظہ ہے۔ ایک شخص مولانا سے مسئلہ پوچھنے آیا۔ اتفاق سے اُس وقت مولوی سالار بخش صاحب گنگوہ آئے ہوئے تھے، مولانا نے اسی حکمت پر نظر فرما کر اُس شخص سے فرمایا کہ بڑے مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں اُن سے مسئلہ پوچھو اُن کے سامنے میں کیا چیز ہوں۔ وہ شخص مولوی سالار بخش صاحب کے پاس پہونچا اور اُن سے مسئلہ دریافت کیا اور یہ بھی کہدیا کہ میں مولانا رشید احمد صاحب سے مسئلہ پوچھنے گیا تھا۔ انھوں نے یہ فرمایا کہ ہم مولوی صاحب کے سامنے کیا چیز ہیں۔ مولوی سالار بخش صاحب بڑے خوش ہوئے اور خوشی کے جوش میں بولے کہ واقعی وہ بڑے عالم ہیں آج سے ہم نے یہ کام ان ہی کے سپرد کر دیا۔ بس مسائل اُن ہی سے پوچھا کرو ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی فراست دیکھئے کہ کتنے بڑے خلجان کو ذرا سی دیر میں رفع فرمایا، واقعی یہ حضرت مولانا ہی کا کام تھا۔ ان حضرات کی فراست سبحان اللہ۔

ملفوظ ۱۰۸ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل ایک مذہب نکلا ہے صلح کل اور وہ لوگ یہ شعر پڑھا کرتے ہیں ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام ۔۔۔ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

یہ شعر حافظ کا تو ہے نہیں مگر حافظ کا نام لگ گیا۔ کیا دنیا میں یہی ایک حافظ تھے اور سب ناظرہ خواں تھے۔ یہ مذہب جاہل ہندو جوگیوں کا ہے کہ وہ تصوف میں کفر و اسلام کی کچھ قید نہیں سمجھتے۔ چنانچہ انکی رائے کامل بزرگوں کے متعلق بھی یہی ہے۔ اس پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ مولانا سے اکثر لوگ تبرک مانگا کرتے۔ اب کہاں تک دیں اس لئے مولانا نے ایک ہندو عطار کے یہاں کچھ گولیاں ہاضمہ کی بنوا کر رکھدی تھیں۔ جو شخص تبرک مانگتا وہ ہی گولیاں بتا دی جاتیں کہ وہاں سے خرید کر دم کرالو مولانا پر شانِ استغراق غالب تھی کبھی کبھی گولیاں دیتے وقت اُن گولیوں پر بجائے دم کرنے کے تھوک بھی دیتے تھے۔ مگر باوجود اس کے ان گولیوں کو ہندو تک لے جاتے تھے۔ بعض ہندوؤں نے ایسے ہندوؤں پر اعتراض کیا کہ تم مسلمانوں کا تھوک

کھاتے ہو۔ اُن ہندوؤں نے جواب دیا کہ یہ مسلمان نہیں یہ تو اوتار ہیں اُس کا کیا ہندو کیا مسلمان۔ عجیب بات ہے۔ مولانا نے تو ساری عمر تکمیل اسلام کی کوشش کی اور اُن کے نزدیک مولانا مسلمان ہی نہ تھے۔ تو اس اعتقاد کا منشاء وہی جہل تھا کہ درویشی میں کفر و اسلام کی کوئی قید نہیں۔

ملفوظ ۴۰۹: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جن بزرگوں کے ہم معتقد ہیں اللہ کا شکر ہے کہ اُن کی کوئی بات بھی ہم کو ناگوار نہیں ہوتی وجہ یہ کہ ان کی صرف ایک ہی چیز لوگوں کو ناگوار ہے وہ اظہارِ حق ہے جس کو وہ بدون خوفِ لومۃ لائم (کسی ملامت کرنے والے کی ملامت) کے ظاہر کرتے ہیں۔ اور حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ الحق مُرٌّ مشہور ہے اور یہی چیز ہم کو محبوب ہے پھر ناگواری کی کیا گنجائش رہی بقول سعدیؒ۔ مصرعہ

مشوق من ست آنکہ بنزدیک تو زشت ست

باقی اس پر عوام کا مخالف ہونا تو لازمی امر ہے ان دونوں میں تو لزوم ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی سے اظہارِ حق کریں اور وہ مخالف نہ ہو ان کے ساتھ تو بہت زیادہ مخالفت لازمی طور پر ہوگی اور ان کی مخالفت تو جاہل لوگ کریں ہی گے اس لیے کہ مصلح اور مبلغ سے خوش رہنا مشکل بات ہے۔

ملفوظ ۴۱۰: (ملقب بہ العون النفیس فی الصون عن التلبیس) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بجز اسلام کے آج کل ہر مذہب میں تلبیس سے کام لیا جا رہا ہے ایک ہندو نو مسلم جو پہلے مستقل پنڈت تھا کانپور میں میرے پاس آیا اور یہ کہا کہ میں دنیا میں خدا کا دیدار کرنا چاہتا ہوں اور اُس کی تلاش میں میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کر دیا۔ مگر ناکام رہا۔ ہندو ہونے کے زمانہ میں ایک پوجاری نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھ کو پرمیشور کی جوت دکھلا دوں گا مگر اُس نے چالاکی یہ کی کہ شب کے وقت ایک کچھوے کی پشت پر بہت سا گارا رکھ کر جما کر اُس پر ایک چراغ جلا کر مجھ کو اُس سے ذرا فاصلہ پر لے گیا اور اُس طرف اشارہ کیا سو وہ چل رہا تھا دور سے کہا کہ دیکھ وہ ہے پرمیشور کی جوت میں نے جو اُس کو دیکھا تو اُس کی حرکت سے شبہ ہوا کہ اس میں دتار یکیوں نہیں جب اطمینان نہ ہوا تو میں پاس پہونچا اُس پوجاری نے ہر چند مجھ کو روکا ہاتھ بھی پکڑ لیا کہ بچہ وہاں مت جا جل جاوے گا مگر میں نہ رُکا پہونچ ہی گیا جا کر دیکھا تو یہ کارروائی ہے میں نے اُس سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہا کہ بس میرے پاس تو یہی ہے باقی پوری حلوے کی کمی نہیں اگر دل چاہے رہو اور عیش کرو۔ میں نے کہا یہ چیزیں تو میں خود چھوڑ کر آیا ہوں پھر خیال ہوا کہ مسلمان ہو جانا چاہیے شاید وہاں یہ چیز نصیب ہو جائے۔ یہ سب سن کر میں نے اُس شخص سے کہا کہ تم دھوکے میں رہو اگر

عہ میرا وہی محبوب ہے جو تمہارے نزدیک برا ہے ۱۲

تمہارے اسلام لانے کی یہ بنا رہے تو ہم صاف لیے دیتے ہیں کہ اسلام میں بھی دنیا میں خدا کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ ہاں آخرت میں وعدہ ہے پھر میں نے کہا کہ جب تم اس میں ناکام رہو گے اور تمہارے اسلام کی یہی بنا ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ تم اسلام کو بھی چھوڑ دو گے کہنے لگا اسلام کو تو ہرگز نہ چھوڑوں گا میں نے کہا کہ تمہارا کچھ اعتبار نہیں۔ آخر ہم کیسے اطمینان کریں کہنے لگا کہ اسلام میں توحید ایسی کامل ہے کہ کہیں اور کسی مذہب میں نہیں اس لئے اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا میں نے کہا کہ اسلام میں کیا توحید کامل ہے مجھ کو یہ انتظار تھا کہ دیکھوں کیا دلیل بیان کرتا ہے جس پر اس کو اطمینان ہے کہنے لگا کہ اگر کوئی مسلمان ہو جاتا ہے اس کو سب مسلمان اپنے برابر سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ دلیل تھی اس کے پاس اسلام میں توحید کامل ہونے کی جو ظاہراً کوئی بڑی برہانی بات نہیں مگر حق تعالیٰ کا جس پر فضل ہوتا ہے اور اس کو رحمت سے نوازتے ہیں وہاں کسی مانع کا دخل نہیں ہوتا ظاہراً تو جب وہ اسلام لا کر بھی اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو جو اسلام کا داعی تھا وہ رخصت ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر یہ برکت اس کے خلوص نیت کی تھی۔ چونکہ وہ اُن کی ملاقات کا متلاشی تھا اُس پر یہ فضل ہوا کہ اُس کو اسلام لانے کی توفیق نصیب فرما دی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔ اس قصہ میں جو اس نومسلم سے بلا تلبیس حق بات صاف کہدی تھی اس پر ایک دوسرا قصہ بیان کیا کہ ایک ہندو جلال آباد میں تھا معزز نہیں تھا اُس نے اتفاق سے ایک وعظ میں شرکت کی تھی اس کے سننے کے بعد اس نے چاہا تھا کہ میں اس کو تصوف کی تعلیم دوں۔ کئی بار رقعے پرچے چلے اور میں نے اُس کو خاص خاص عنوانات سے حق کی دعوت دی مگر وہ سمجھا نہیں۔ ایک رقعہ میں میں نے اس کو صاف لکھدیا کہ اگر ہم سے تصوف لینا ہے تو ایک شرط کی ضرورت ہے۔ ہر طریق میں کچھ شرائط ہوتے ہیں جو تصوف ہم کو پہونچا ہے اس میں اسلام شرط ہے۔ بس مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی عدم تلبیس کے سلسلہ میں فرمایا کہ جیسے میرے یہاں اپنے نقائص کے اخفاء کا اہتمام نہیں ایسے ہی اپنے محاسن کے اخفاء کا بھی اہتمام نہیں جو بھی حالت ہے کھلی ہوئی ہے۔ اب خواہ کوئی نقائص سے غیر معتقد ہو جائے خواہ محاسن پر معتقد، مجموعہ پر نظر کرکے اعتقاد میں بھی کسی کو غلو نہ ہوگا وہ دستار رہے گا۔ پالیسی بمعنی فریب اور پالیسی بمعنی خوشامد دونوں سے بحمد اللہ مجھ کو ہمیشہ سے نفرت ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزی کی پالیسی اور فارسی کی پالیسی دونوں قابل نفرت ہیں۔ اور بناوٹ پر معتقد ہونے والے کا اعتبار ہی کیا آخر انسان ہے کہاں تک بے تکا ہمیشہ بنتے رہنا بڑا مشکل کام ہے اور جس طرح مصلح کو ضرورت ہے کہ طالبین کو تلبیس سے بچاوے اسی طرح طالبین کو بھی سخت ضرورت ہے کہ تعیین مصلح میں نہایت احتیاط سے کام لیں اور تلبیس سے بچیں اور یہ سب احتیاطیں حالت موجودہ کے متعلق ہو سکتی ہیں باقی انجام

کے متعلق جو کہ اس وقت محض مخفی ہے کوئی انتظام نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ جس وقت اس کا ظہور ہو اس سے تعلق قطع کر دے کسی کو دلائلِ صحیحہ سے صاحبِ کمال سمجھا گیا مگر باوجود اس کے پھر اُس کو رجعت ہوئی تو اُس وقت یہی حکم کیا جائے گا کہ سمجھنے میں غلطی ہوئی وہ پہلی ظاہری حالت واقع میں ولایت ہی نہ تھی جیسے طب کا مسئلہ ہے کہ دق کا مریض اگر اچھا ہو گیا تو کہا جاتا ہے کہ وہ دق ہی نہ تھی طبیب کی تشخیص میں غلطی ہوئی ہے۔ ایسے ہی ایسی حالت میں کسی کو صاحب کمال سمجھنے میں غلطی ہوئی وہ پہلے ہی سے صاحبِ کمال نہ تھا۔ بعض صورتیں اشتباہ کی ایسی بھی ہوتی ہیں کہ غیر حقائق پر حقائق کا دھوکا ہو جاتا ہے جیسے صبح کاذب پر صبح صادق کا دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

اے بسا شدہ تو صبح کاذب را رہیں ۔۔۔ صبح صادق راز کاذب ہم ببیں

دیکھئے ابلیس کو اپنے متعلق یہی دھوکہ ہوا ورنہ واقع میں اُس کو کبھی نسبت اور قرب میسر نہیں ہوا اور آسمان پر چلا جانا یہ کسی دلیل سے علامت مقبولیت کی نہیں البتہ مکان کو مطہر کہیں گے۔ اس سے آگے کوئی بات اس کے کامل ہونے کی دلیل نہیں باقی یہ جو اعمالِ صالحہ ابلیس کے تھے وہ محض صورۃً تھے حقیقۃً نہ تھے گو فرشتے کے درجہ میں حقیقت فقہی تھی مگر فی علم اللہ میں نہ تھی۔ اور جو چیز فی علم اللہ نہ ہو وہ حقیقت معتبرہ نہیں۔ اس لئے کبھی کسی آدمی کو بھروسہ نہیں کرنا چاہیے کہ میری حالت اخیر تک مامون ہی رہے گی۔ میرے ابتدائی عربی کتابوں کے استاد نے جو مکہ کے ایک ثقہ عالم تھے۔ ایک حکایت بیان فرمائی کہ اتفاق سے مکہ میں سیلاب آیا جس سے ایک عالم کی قبر کھل گئی مگر دیکھا کہ بجائے اُس میت کے ایک عورت نہایت حسین اُس قبر میں ہے۔ تعجب ہوا کہ وہ شخص جو اس قبر میں دفن ہوا تھا اُس کے بجائے یہ عورت قبر میں کیسے ہے۔ ایک آفاقی حاجی شخص نے بیان کیا کہ میں اس کو پہچانتا ہوں یہ ایک لندن کے انگریز کی بیٹی ہے جو مجھ سے تعلیم حاصل کرتی تھی اور خفیہ مسلمان ہو کر مر گئی۔ لوگوں نے یہ انتظام کیا کہ اُس شخص کو مع دو مکی لوگوں کے لندن بھیجا کہ وہاں اس کی قبر کھلوا کر دیکھو چنانچہ اُس قبر میں اس مکی عالم کی میت کی نعش دیکھی گئی جسکو اُن دو مکی ہمراہیوں نے پہچانا۔ یہ سب واپس آئے اور بیان کیا اور حیرت بڑھی۔ لوگوں نے اُس مکی شخص کے مکان پر پہونچکر اس کی بیوی سے پوچھا کہ یہ شخص ایسا کیا بُرا عمل کرتا تھا جس کی یہ سزا دی گئی۔ بیوی نے کہا کہ یہ جب مجھ سے مقاربت کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ جنابت کے مسئلہ میں عیسائیت کا مذہب بڑے آرام کا

۱؎ تو جو صبح کاذب کا متبع ہو رہا ہے صبح صادق اور صبح کاذب میں امتیاز کر ۔

ہے کہ جنابت کا غسل نہیں ایسی حالت میں اپنی حالت پر کیا ناز کرے کسی کو کیا حقیر سمجھے اس لیے کہ کیا خبر ہے کسی کو کہ خدا کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ بعض فساق فجار میں بھی خود فسق و فجور کے زمانہ میں ایسی بات ہوتی ہے کہ وہ بیڑا پار کر دیتی ہے۔ لکھنؤ میں ایک خانصاحب تھے رند مشرب بڑے آزاد دنیا بھر کے عیوب ان میں تھے۔ عمر ڈھل چلی تھی اہل محلہ سمجھاتے کہ میاں ضعیفی کا زمانہ ہے۔ اب تو توبہ کر لو نماز شروع کر دو۔ وہ کہتے کہ اس سے کیا ملے گا۔ لوگ کہتے کہ جنت ملے گی وہ کہتے کہ میاں جنت کے واسطے اس قدر محنت اور مشقت کون کرے جنت کا لینا کیا مشکل ہے۔ ایک ہاتھ ادھر اور ایک ہاتھ ادھر بس سامنے سے کائی سی پھٹی چلی جائے گی اور جنت میں جا کھڑے ہوں گے۔ جس وقت مولانا امیر علی صاحبؒ ہنومان گڑھی پر بت پرستوں کے مقابلہ میں جہاد شروع کیا۔ خانصاحب کو معلوم ہوا مولانا کے پاس پہونچے اور عرض کیا کہ مولانا کیا ہم جیسے گنہگاروں کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرما لیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ کون امر مانع ہے۔ خانصاحب ہاتھ میں تلوار لے کر میدان میں پہونچ گئے۔ واقعی ایک ہاتھ ادھر اور ایک ہاتھ ادھر سامنے سے کائی سی پھٹ گئی۔ بڑی تعداد کفار کو ختم کر کے ایک کافر کے ہاتھ سے خانصاحب شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہو گئے تو یہ بات دین کی حمیت خانصاحب میں عین جہاد کے وقت تھوڑا ہی پیدا ہوئی تھی۔ یہ پہلے ہی سے قلب میں تھی جس کی کسی کو خبر بھی نہ تھی اور بات یہ ہے کہ حق جل علی شانہ کے ساتھ تعلق اور محبت یہ بھی ایک عمل مخفی ہے جس کی بدولت خانصاحب کو یہ دولت نصیب ہوئی۔ ایک شخص مارہرہ میں تھا نہایت ہی اوباش لاابالی۔ لوگ کہتے کہ میاں خدا کو بھی منہ دکھلانا ہے۔ ان حرکات سے توبہ کرو تو جواب میں کہتا کہ میاں ہم جانیں ہمارے اللہ میاں تم کون ہو دخل دینے والے۔ ایک دن دفعۃً بیٹھے بیٹھے بیساختہ اس کے منہ سے نکلا کہ میاں میرا کیا حال ہو گا پھر اور کوئی کلمہ دنیا کا زبان سے نہیں نکلا اور رونا شروع کیا۔ اسی حالت میں دو تین روز کے بعد اسی پر ختم ہو گیا اور جان دیدی۔ اب یہ شخص قتیل محبت و ہیبت ہونے کی وجہ سے شہداء میں سے ہے تو کیا کسی کو حقیر اور ذلیل سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

گناہ [1] آئینہ عفو و رحمت ست اے شیخ مبیں بچشم حقارت گناہ گاراں را

---

[1] اے شیخ گناہ (جس کے بعد توبہ نصیب ہو جاوے) عفو و رحمت کا آئینہ ہے (کیونکہ اگر گناہ نہ ہوتا تو توبہ کس چیز سے ہوتی اور توبہ نہ ہوتی تو عفو و رحمت کا ظہور کیسے ہوتا) لہذا گنا ہگاروں کو اس حیثیت سے کہ وہ مظہر سبب رحمت و عفو ہیں کے) چشم حقارت سے مت دیکھو۔ ۱۲

ملفوظ ۴۱۱ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت بہت سے خواص نفس کے ایسے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آئے. اگر کوئی کہے کہ پھر ہم اُن کا مکلف ہی نہیں ہوگا سو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ فکر کرنے سے یہ سمجھ سکتا ہے مگر فکر نہیں کرتا. اس لئے نہیں سمجھتا اور بے سمجھی کا انسداد کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا. پس اس کا سبب بے فکری ہے اگر فکر ہو سب کچھ کر سکتا ہے اور فکر کا مکاعنہ ہے.

ملفوظ ۴۱۲ ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ کلیہ تو نہیں مگر اکثر یہ ہے کہ یہاں جو جس کے لئے تجویز کیا جاتا ہے وہ اسی کا اہل ہوتا ہے اور یہ میں پھر کے دیتا ہوں کہ یہ کلیہ نہیں، کبھی کوئی شبہ وارد کرے. ایک صاحب یہاں پر انگریزی کے تعلیم یافتہ آئے تھے. صبح سے شام تک کئی لباس بدلتے تھے وطن پہونچکر اپنے حالات کا خط لکھا میں نے علاوہ ان باتوں کے جواب کے ایک حالت یہ بھی لکھی کہ آپ جس وقت تک یہاں پر مقیم رہے آپ اس غزل کے مصداق رہے کہ ؎

گہے[1] در کسوت لیلیٰ فرو شد گہے در صورت مجنوں بر آمد

اقرار کیا اور لکھا کہ میں خود محجوب ہوں، آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ ہو گا.

۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ
مجلسِ خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۴۱۳ حضرت والا کے ایک تنخواہ دار ملازم نے ایک مہمان سے جو حج کر کے آئے تھے اُن سے سوال کیا کہ کچھ تبرکات بھی لائے ہو. اسکی اطلاع کسی ذریعہ سے حضرت والا کو ہوگئی. اس پر اس ملازم سے سخت مواخذہ فرمایا کہ تم کو کیا حق تھا. اس سوال کا جبکہ میں ہر قسم کا تمہارا خیال رکھتا ہوں اور کسی قسم کی حتی الامکان تکلیف نہیں ہونے دیتا. علاوہ تنخواہ کے ویسے بھی تمہاری خبر گیری کرتا رہتا ہوں، پھر یہ حرص اور طمع اور مہمان سے سوال کیا معنیٰ. عرض کیا کہ محض دریافت کرنا مقصود تھا. فرمایا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ. اگر مانگنا مقصود نہ تھا تو یہ فعل عبث ہوا. جو مانگنے اور سوال کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے. نیز تمہارے اس سوال سے مہمان کو تکلیف ہوئی وہ محجوب ہوا. اس کے بعد تو وہ ضرور ہی دے گا چاہے جی چاہے یا

[1] کبھی لیلیٰ کے لباس میں چھپ گئے کبھی مجنوں کی صورت میں نکلے ۱۲

نہ چاہیے۔ اور یہاں تو یہ بات ضروری قواعد میں داخل ہے کہ کوئی کسی سے سوال نہ کرے۔ یہاں پر رہنے والوں کو تو اس کے ماتحت رہنا چاہیے۔ ؎

بہشت[1] آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اب بتلائیے باوجود اس کے کہ میں دوسروں کی اس قدر رعایت کرتا ہوں اس قدر خدمت کرتا ہوں۔ پھر بھی اس طرح میں ستایا جاتا ہوں اور اس قسم کے بار مجھ پر ڈالے جاتے ہیں انصاف فرمائیے کہ جس شخص کے قلب میں اس قدر رعایتیں رکھی ہوں کیا وہ خود ابتداءً کسی سے سختی کرے گا میں فخراً بیان نہیں کرتا بلکہ اللہ کی نعمت ہے اس کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے کسی فعل سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہونچتی اور یہ جو کچھ قواعد اور ضوابط میرے یہاں ہیں ان سے مقصود احکام کی حفاظت اور حدود کی رعایت ہے۔ اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا ہے اور یہی پسند بھی ہے۔ اب اگر ان حرکات پر دار و گیر اور محاسبہ نہ کروں تو پھر اس سے آگے درجہ بڑھے گا۔ مثلاً اب تو محض حرص و طمع ہے پھر مانگنا شروع کردیں گے اور دینے والے بھی پہلے تو اور نیت سے خدمت کرتے ہیں مگر پھر مختلف نیت ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ یہ مقرب ہیں ان کے ذریعہ سے سلام و پیام پہونچے گا۔ اور حاجت ہوگی وہ پوری ہو جائے گی۔ اور اس کا فساد ظاہر ہے۔ میں اسی فساد کے انسداد کے لئے ان لوگوں کی اس قدر رعایت کرتا ہوں کہ ان سے کہہ رکھا ہے جب کہیں کھانے کا سامان نہ ہو گھر سے کھانا منگالو۔ پلاؤ قورمہ تو ہوگا نہیں دال روٹی ہوگی، مگر وہی کھا لیا کرنا۔

ملفوظ ۶۱۴: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے بدعتی اپنے مجمع میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ نفع کہاں ہوتا ہے اور کہاں نہیں مگر تسلی جس چیز کا نام ہے وہ خانقاہ امدادیہ ہی میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں ہوتی۔ بعضے بہت پکے مخالف ہیں جن شخصوں نے یہ بات کہی ہے سب اللہ کا فضل ہے احسان ہے۔

ملفوظ ۶۱۵: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ عالم ہو تو کم از کم عاشق تو ہو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اسی عشق سے متأثر ہو کر لکھا ہے میں نے خود لکھا ہوا دیکھا ہے اب یاد نہیں رہا کہ کہاں لکھا دیکھا ہے کہ یہ جو جا بجا تبرکات ہیں ان میں زیادہ کاوش نہ کرے کہ خلاف محبت ہے۔

ملفوظ ۶۱۶: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مال کی مذمت میں عدّدہٗ فرمایا جو تکرار پر دال ہے عدہٗ نہیں فرمایا بار بار گننا علامت ہے لذت اور محبت مال کی۔

---

[1] وہی جگہ بہشت ہے جہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور کسی کو کسی سے کوئی حاجت نہ ہو۔

ملفوظ ۶۱۷:- ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگ بحمد اللہ بے نظیر جامع کمالات تھے چنانچہ باوجود اسکے کہ مولانا فیض الحسن صاحب بہت بڑے ادیب ہیں جلالین پر ان کا حاشیہ بھی مشہور ہے وہ چھپا ہوا میرے پاس بہت دنوں تک رہا بھی ہے مگر اس میں کوئی خاص عجیب تحقیق نظر نہیں آئی اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایسے ادیب مشہور نہ تھے مگر مولانا کی تقریرات سے جو بہت سے مقامات مجھ کو منضبط بھی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عربیت سے اس قدر مناسبت تھی کہ دیکھنے والا پھڑک جاتا ہے چنانچہ اس وقت ایک مقام یاد آگیا آیت الزانية والزاني اور آیت السارق والسارقة کے متعلق (پہلی آیت میں) الزانية کی تقدیم اور (دوسری آیت میں) السارق کی تقدیم کے بارہ میں مشہور سوال ہے جس کا سب سے لطیف جواب منقول ہے کہ سرقہ کی بنا جرأت ہے اور وہ مرد میں زیادہ ہے اور زنا کی بنا شہوت ہے جو عورتوں میں زیادہ ہے۔ مگر اس جواب میں یہ خدشہ ہے کہ اس فرق کو بنا کہتے ہیں تو مجرم کی ایک قسم کی معذوری کا اظہار ہے اور یہ مقام ہے تقبیح کا۔ اب مولانا کی توجیہ سنئے۔ فرماتے تھے کہ سرقہ کا صدور مرد سے زیادہ عجیب اور قبیح ہے کہ وہ کما کر کھا سکتا ہے اور عورت میں عفت و شرم و حیا زیادہ ہوتی ہے اس سے زنا کا صدور زیادہ عجیب اور قبیح ہے میں نے کسی تفسیر میں یہ بات نہیں دیکھی جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سنی۔ مولانا سے میں نے جلالین کے بیس پارے پڑھے ہیں۔ اکثر مقامات میں ایک عجیب بات ارشاد ہوتی تھی گو اب سب یاد نہیں رہا مگر کچھ کچھ یاد ہے اور پھر باوجود ان کمالات کے یہ حالت تھی کہ اپنے کو بالکل مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے رہتے۔ اور آج کل اکثروں کی یہ حالت ہے کہ نہ علوم ہیں نہ عمل نہ کوئی تحقیق ہے نہ کوئی تدقیق ہے مگر ویسے ہی جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں دیکھئے ہمارے بزرگ جو ہر طرح پر صاحب کمال تھے اُن کو جو کچھ بھی خطابات دیئے جاتے اور جن القاب سے یاد کیا جاتا تھوڑا تھا مگر ان حضرات کا انتہائی لقب مولانا تھا ورنہ اکثر مولوی صاحب کہلاتے تھے اور آجکل جن لوگوں کو اُن سے کچھ بھی نسبت نہیں وہ شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، امیر الہند، امام الہند کہلانے لگے۔ یہ سب نئی ایجاد ہے البتہ شیخ الاسلام پُرانا لقب ہے۔ اس سے طبیعت میں انقباض نہیں ہوتا اور خیر یہ القاب تو پھر بھی علم سے تعلق رکھتے ہیں مگر آج کل تو جانوروں تک کے خطابات باعثِ فخر اور پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایسی حیوانیت کا غلبہ اس زمانہ میں ہو گیا ہے۔ مثلاً طوطیٔ ہند، بلبلِ ہند، شیرِ پنجاب معلوم ہوتا ہے اب کچھ دنوں کے بعد فیلِ ہند، اسپ ہند، گرگِ ہند پیدا ہوں گے۔ کیا خرافات ہے۔ خدا بھلا کرے اس جاہ کا اس نے اندھا بنا رکھا ہے۔ ورسنئے کہ ان میں لکھے پڑھے بھی نہیں مگر امام التفسیر شمس العلماء یہ خطابات اور القاب یہ سب بہیمیت کے ماتحت ہیں لوگوں کو ان باتوں میں کچھ مزا آتا ہے۔ استغفر اللہ۔

ملفوظ ۶۱۸:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی تو ظاہری وضع

بھی سادی رہتی تھی کوئی پہچانتا بھی نہ تھا۔ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ دہلی تشریف رکھتے تھے دیکھا ایک جگہ مجمع ہے اور درد نامہ غمناک جو حضرت کی تصنیف ہے پڑھا جا رہا ہے۔ حضرتؒ بھی مستمعین (سننے والوں) میں شریک ہو گئے اور کسی نے پہچانا بھی نہیں ایک بار پانی پت تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں دیکھا کوئی عاشق بھی درد نامہ پڑھتا جا رہا ہے۔ فرماتے تھے کہ میں نے کہا کیوں بک بک لگا رہا ہے اُس نے حضرت کو سختی سے جواب دیا کہ تو کیا جانے۔ حضرت کے پانی پت پہنچنے کے بعد شہرت ہوئی، یہ شخص بھی ملاقات کو آیا۔ حضرت کو پہچان کر بہت شرمندہ ہوا اور حضرت سے معافی چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی تم نے کوئی بُری بات تو نہیں کہی تھی یہی تو کہا تھا کہ تو کیا جانے۔ تو واقعی میں تمہاری حالت کو کیا جانوں۔ یہ حالت تھی سادگی کی۔ اپنے بزرگوں کی۔ اور اب تو رنگ ہی بدل گیا ڈھنگ ہی نرالے ہیں۔ مجھ کو تو دیکھ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ایک دم کایا پلٹ ہو گئی۔

ملفوظ ۴۱۹: ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ ساری خرابیاں اپنے بزرگوں کے مسلک اور طرز کو چھوڑ دینے کی ہیں عافیت اور خیریت اُسی طرز میں ہے جو ہمیشہ اپنے بزرگوں کا رہا ہے۔ یہ نئی نئی باتیں انگریزیت اور نیچریت کی بدولت لوگوں کی گلوگیر ہو گئیں۔ اب ان چیزوں کا قلب سے نکلنا آسان نہیں البتہ ایک چیز ہے جو ان کا انسداد کر سکتی ہے وہ صحبت ہے کسی کامل کی: اور وہ ہی مفقود ہے۔ اور ایک اس کی ہی کیا شکایت کی جاوے تمام دین ہی کی حقیقت بدل گئی اسی دین کے لباس میں ہزاروں راہزن اور ڈاکو بنے پھرتے ہیں۔ ان بددینوں کی بدولت لوگوں کے عقائد تک خراب ہو گئے۔ بدعت اور شرک میں عام ابتلا ہو گیا اور ذرا قلب میں خدا کا خوف نہیں رہا۔ زیادہ تر گمراہی کا دروازہ اُن ہی کی بدولت کھلا ہے۔ اور لوگ دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ تحریک گذشتہ میں علماء کی شرکت سے عوام پر زیادہ اثر ہوا، اور لوگ راہ سے بے راہ ہو گئے۔ اور ایسے لوگوں کی حالت زیادہ خطرناک ہے جو دوسروں کی گمراہی کا سبب بنیں۔

جلد دوم قسط سوم تمام شد

قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی کے سینکڑوں مسائل کا حکیمانہ حل

ملفوظات حکیم الامت رح

جلد دوم

قسط چہارم

یعنی

الافاضات الیومیہ

من

الافادات القومیہ

مسلسل ترتیب کی قسط ۹

مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

باہتمام: نسیم احمد

ناشر

ادارۂ فکر اسلامی دیوبند ۲۴۷۵۵۴ یو پی

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملفوظات حکیم الامت جلد نمبر ۲ قسط نمبر ۴
باہتمام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نسیم احمد بن شمس الحسن مہتمم مرحوم
سن طباعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ [illegible] ۔ [illegible]
طباعتہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محبوب پریس دیوبند
کتابت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انتظار الحسن بھاگلپوری
قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فی قسط /۱۰ روپے

ملفوظات حکیم الامت کی جلد نمبر ۲ قسط نمبر ۴ مسلسل ترتیب کی قسط نمبر ۹ ناظرین کے سامنے پیش ہے۔ کوئی بھی شخص ایک خط لکھکر ممبر بن سکتا ہے۔ فیس ممبری کچھ نہیں۔ ممبر بننے کے بعد ہر دو ماہ میں ایک ایک قسط /۱۰ روپے کی وی پی سے اور دو قسط ایک ساتھ /۲۰ روپے کی وی پی سے ارسال ہوگی۔ جس کا وصول کرنا آنجناب کا اخلاقی فریضہ ہوگا۔

مہتمم ادارہ

فہرست مضامین

۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۶۲۰ ایک صاحب کی غلطی پر جو کسی خدمت کے متعلق صادر ہوئی تھی مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تک بے تکلفی نہ ہو کسی کی خدمت نہیں کرنا چاہیے ایسی خدمت سے مخدوم کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ خدمت کے شرائط میں سے ایک بے تکلفی بھی ہے لوگ خدمت میں کوئی شرط ہی نہیں سمجھتے حالانکہ نماز روزہ جو قربات مقصودہ سے ہیں ان تک میں بھی شرائط ہیں، مگر لوگ اسمیں کچھ بھی شرائط نہیں سمجھتے اگر شرائط خود معلوم نہ ہوں تو آدمی کم از کم تحقیق تو کرے کہ کیا شرائط ہیں اول تو فطرت سلیمہ کا اقتضا یہی ہے کہ خود ایسی شرائط جو کہ موٹی باتیں ہیں سمجھ میں آجائیں لیکن اگر کسی کی ایسی فطرت نہ ہو تو یہ موٹی بات ہے کہ کسی سے معلوم ہی کرے لیکن یہ باتیں ہوتی ہیں فکر سے اور فکر ہے نہیں جو جی میں آیا کر لیا اس پر ان صاحب نے معافی کی درخواست کی فرمایا کہ معاف ہے مگر آئندہ ایسی باتوں کا خیال رہے بے ڈھنگا پن برا ہے۔

ملفوظ ۶۲۱ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ میری عادت ہے کہ میں سنی سنائی روایتوں پر عمل نہیں کرتا اگر مدعیٰ علیہ اس واقعہ کا انکار کرے تو میں اس پر عمل نہیں کرتا باقی رہا شبہ سو یہ میرے اختیار میں نہیں شبہ تو ہو ہی جاتا ہے مگر یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جو چیز اختیار میں ہے اس میں بھی حدود سے تجاوز نہیں ہوتا۔

ملفوظ ۶۲۲ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو شخص یہاں اصلاح کے لئے قیام کے ارادہ سے آتا ہے یا طالب علم مدرسہ میں داخل ہونے کیلئے آتا ہے اول اسکو دو وصیتیں کر دی جاتی ہیں ایک یہ کہ کسی سے دوستی مت کرو اور دوسری یہ کہ کسی سے دشمنی مت کرو یہاں تو وہ رہ سکتا ہے جو مردہ ہو کر رہے یہاں زندوں کا کام نہیں اور جگہ تو مجاہدہ مقدم ہے فنا نفس پر اور یہاں فنا نفس مقدم ہے مجاہدہ پر۔

ملفوظ ۶۲۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی ..... صاحب ایک تصنیف کا وعدہ کر گئے ہیں جسکا آیات سے اثبات ہو گا مذہب حنفی کا کیونکہ مدرسہ دیوبند میں جیسے پہلے سے حدیث کا دورہ ہوتا ہے امسال تفسیر کا دورہ بھی تجویز کیا گیا ہے اسمیں مدارک بھی ہے اس کے مصنف حنفی ہیں تو اس نئی کتاب میں اسمیں زیادات ہو جائینگی جیسے یہاں ایک کتاب مذہب حنفی میں حدیث کی ہو گئی ہے۔ اعلاء السنن اسی طرح یہ ایک کتاب تفسیر کی ہو جائیگی جس کا وعدہ مولوی صاحب کر گئے ہیں پھر حدیث کی کتاب مذکوری ترتیب پر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ

یہاں کسی کو امداد کیلئے نہ تحریک کیجاتی ہے اور نہ ترغیب دیجاتی ہے اور کام سب جگہ سے زائد ہو رہا ہے

ملفوظ ۶۲۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پورب کے شہروں میں مدراس میں منگل کی بھی چھٹی ہوتی ہے اس نے کہ وہاں کے لوگوں میں مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہ کی وفات منگل کے روز ہوئی تھی تو یہ بھی معلوم نہیں کہ امام صاحب کی وفات منگل کے روز ہوئی

ملفوظ ۶۲۵ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس راہ میں صرف ایک ہی طریق ہے کامیابی کا وہ یہ کہ خدا سے محبت پیدا کرو بس یہی جڑ ہے تمام تصوف کی بدون اس کے اس راہ میں کامیابی مشکل ہے اب رہا یہ کہ محبت پیدا کرنیکا کیا طریق ہے سو وہ طریق یہ ہے کہ اہل محبت کے پاس بیٹھو انکی صحبت اختیار کرو اس کی برکت سے یہ چیز نصیب ہو جائیگی اور یہ چیز نہ پیر کی توجہ پر موقوف ہے اور نہ کسی تعویذ گنڈوں پر یہ خود اپنی طلب پر موقوف ہے اب جسکو بھی عطا ہو جائے مگر طلب ضرور شرط ہے۔

ملفوظ ۶۲۶ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب آدمی اپنے مقصود ہی کو ظاہر نہیں کر سکتا تو آگے اس سے کیا امید ہو سکتی ہے مجھکو تو اس کا بھی قلق ہوتا ہے کہ سفر بھی کیا روپیہ بھی صرف ہوا وطن چھوڑا اور پھر محرومی رہی میں یہ کیسے مان لوں کہ گھر سے اتنی دور آگئے اور مقصود کوئی ذہن میں نہ ہو کیا یوں ہی دیوانوں کیطرح دھکے کھاتے پھرتے ہیں یا کچھ دماغ میں خلل ہے ایسے ایسے کوڑ مغز اور بدفہم میرے حصے میں آتے ہیں خدا معلوم کیا کوئی خاص مدرسہ ہے بدفہموں کا جہاں یہ لوگ تعلیم پا کر آتے ہیں اب اگر کچھ کہتا ہوں تو بدنام ہوتا ہوں اور اگر نہیں کہتا تربت کی طرح بیٹھے ہیں نہ ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں اس کے بعد فرمایا ارے بندۂ خدا کچھ تو دوسرے آدمی کو جواب دینا چاہیئے اگر کوئی جواب نہیں تو یہی کہدو کہ کوئی جواب نہیں یہ بھی ایک جواب ہے اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ میں ذرا سوچکر پھر کسی وقت جواب دونگا فرمایا کہ ماشاء اللہ ایک بات تو فہم کی بھی اگر یہ پہلے ہی سے کہدیتے تو مجھکو اتنی پریشانی نہ ہوتی اچھا جاؤ اور تنہائی میں بیٹھکر جواب سوچ لو اور جب سمجھ میں آجائے (مجھکو خود تو یاد رہیگا نہیں) تم خود اطلاع کر دینا اور اس میں بھی یہ آزادی ہے کہ اگر تمہارا جی چاہے تو اطلاع کرنا اگر نہ چاہے مت کرنا مجھ کو انتظار نہ ہوگا اگر اطلاع میں اپنا نفع سمجھو اور مجھ سے اصلاح کرانا مقصود ہو اطلاع کرنا ورنہ جو ارادہ ہو اسپر عمل کرنا میری طرف سے بالکل آزادی ہے

ملفوظ ۶۲۷ ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ فقہا کی شان اور انکا علم غیر فقیہ کی سمجھ سے بالاتر ہے ایک غامض وجہ ہے وہ یہ کہ ان میں صرف علم ہی نہیں تھا بلکہ اس سے بڑھکر ایک اور چیز انمیں تھی اور وہ خشیت حق ہے اس کو حقیقت رسی میں خاص دخل ہے ان اسباب سے وہ حضرات اجتہاد کے اہل تھے اور اس وقت کے مجتہدین میں بھی وہی سوجھتا ہے جو نفس میں ہوتا ہے الا ماشاء اللہ مگر اکثریت اسی اتباع ہوئی کی ہے اسی لئے آجکل کے غیر مقلدوں کے متعلق قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی فرمایا کرتے تھے کہ یہ عامل بالحدیث تو ہیں مگر کون سی، مدعی یہ کہ حدیث کی روایتیں ہیں ایک

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک حدیث النفس سو یہ دوسرے قسم کے عامل بالحدیث ہیں از حضرت
سہج تو یہ ہے کہ اگر ہم میں علمی اسباب بھی اجتہاد کے ہوتے تب بھی ہم اس قابل نہ تھے کہ ہم کو اجتہاد کی اجازت
دیجائے اگر ہم علم میں ذہن میں عقل وفہم میں ان حضرات کے برابر بھی ہوتے تب بھی ہم میں اور ان میں جو
ایک بڑا فرق ہوتا وہ خشیت حق کا ہے انکے قلوب میں حق سبحانہ تعالیٰ کی جو خشیت تھی ہمارے قلوب الا ماشاء
اللہ اس سے بیرنا خالی ہیں اور حقیقی اساس توفیق اجتہادی کی یہی خشیت ہے حتیٰ کہ جس کا قلب خشیت حق سے
لبریز ہوتا ہے اسکے کلام تک کی شان جدا ہوتی ہے اور یہ شان خاص ہونا ایسی بڑی بات ہے کہ اس کا
اندازہ اس زمانہ جہل میں بھی ہو سکتا ہے اور اہل فہم اس فرق کو معلوم کر سکتے ہیں ۔

ملفوظ ۶۲۸ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی شان ہی جدا ہوتی ہے ان کی تکالیف ظاہری بھی ان کیلئے موجب راحت باطنی ہوتی ہیں اس لئے انکی حالت کا دوسرے اپنی حالت پر قیاس کرنا بالکل ہی غلط ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ✧ ✧ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

چنانچہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر جب فقر و فاقہ ہوتا تو کبھی انکی بیوی چونکہ اُن کے پیر کی بیٹی تھیں کہتیں کہ حضرت اب تو تحمل نہیں کچھ کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہیئے تو بیوی کے جواب میں فرماتے انتظام ہو رہا ہے گھبراؤ مت وہ دریافت کرتیں کہاں ہو رہا ہے فرماتے جنت میں ماشاء اللہ وہ بی بی بھی ایسی تھیں کہ جنت کے وعدہ پر انکو سکون ہو جاتا تھا اب تو یہ حالت ہے کہ ایمان رہے یا جائے آمدنی ہو روپیہ ہو عیش و عشرت میں کوئی فرق نہ آئے چاہے اللہ اور رسول کے تعلقات میں کیسا ہی فرق آجائے ۔

ملفوظ ۶۲۹ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل کا تقدس اور تقوی اور زہد بی بی تمیزہ کا سا وضو ہے جو نہ جنابت سے ٹوٹتا تھا اور نہ بول و براز سے تینوں ایک ہی وضو سے نماز پڑھی اور روزہ میاں میں سب کچھ ہوتا رہا ایسا ہی آج کل کا تقوی ہے کہ ایک بار اسکی رجسٹری ہو جاوے پھر کوئی چیز اس میں مخل نہیں ہوتی پھر لطف یہ ہے کہ اگر اس بے احتیاطی کا اثر دوسروں تک بھی پہونچے اور کوئی خیرخواہ ان سے کہے کہ حضرت یہ لوگ آپ کے معتقد ہیں آپ کے فعل سے استدلال کرنے میں گمراہ ہوتے ہیں آپ کو احتیاط مناسب ہے تو اس پر جواب ملتا ہے کہ آپ ذاتیات پر حملہ کرتے ہیں حالانکہ وہ ذاتیات نہیں ہوتے اور اگر بالفرض ذاتیات بھی ہوں تب بھی تعجب ہے کہ تم تو آیات بینات اور دینیات پر حملہ کر دو اور کوئی تمہاری ذاتیات پر بھی حملہ نہ کرے پہلے بھی سب لوگ متقی نہ ہوتے تھے مگر غیرت حمیت اور عظمت دین کی ان کے قلب میں موجود تھی اب یہی بات نہیں رہی لوگوں میں اسی کی کمی ہو گئی ۔

ملفوظ ۳۴۱ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ تعجب ہے کہ اہل باطل کو اجازت ہے کہ وہ اہل حق سے تعصب رکھیں اور اہل حق کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے وہ مدافعت بھی کر سکیں کتنے بڑے ظلم اور اندھیری بات ہے اور یہ اہل باطل اپنے مسلک کی اشاعت کیلئے اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کریں ذرا کمی ہو تو انکا زندہ رہنا دشوار ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ کی نصرت تو ان کی ساتھ ہے نہیں محض قوت ظاہری اور سامان ظاہری پر انکی مذہبی زندگی کا مدار ہے وہ بھی نہ ہو تو بس خاتمہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل باطل ہمیشہ متفق و مشغول تدابیر رہتے ہیں اور اہل حق ہمیشہ اس خیال میں رہتے ہیں کہ اللہ کا دین ہے وہ خود حفاظت کریں گے اس لئے وہ زیادہ اہتمام نہیں کرتے اور فی نفسہ تو یہ خیال نہایت صحیح اور مبارک خیال ہے مگر اس میں ایک بہت بڑی غلطی مضمر ہے جسکو میں اس وقت ظاہر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس خیال میں غلو ہو گیا ہے یعنی اس قدر بے پروائی ہو گئی ہے کہ وہ توکل اور استغناء کے درجہ سے بڑھکر غفلت کی حد تک پہونچ گئی اور یہ استغنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ دیکھکر کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ یعنی ہم قرآن مجید کے محافظ ہیں یہ رائے دے کہ لوگ حفظ کرنا چھوڑ دیں حالانکہ یہ حکم فرمانا کہ تم حفاظت کرو یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی تو حفاظت ہے اور اس حالت میں حق تعالیٰ کی حفاظت کا یہ مخصوص اثر ہے کہ تدبیر میں زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ضروری توجہ اور معتدل سعی کافی ہے۔

ملفوظ ۳۴۲ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے غیر مقلدین کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے جو اپنے اجتہاد سے اصول قائم کئے ہیں کہ وہ بھی منصوص نہیں ان کو تو تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عمل کرنے کرنے پر ترغیب دیتے ہیں اور حنفیہ نے جو اصول قائم کئے ہیں جو اجتہادی ہونے میں ان ہی کے ہم پلہ ہیں انکو تسلیم نہیں کرتے آخر ان میں اور ان میں فرق کیا ہے کہ ان کے قائم کردہ اصول تو بدعت نہ ہوں اور حنفیہ کے اصول بدعت ہوں جو دلیل انکی سنیت کی بیان کیجائیگی وہی جواب اور دلیل ہماری طرف سے ہوگا دیکھیں کیا جواب ملتا ہے۔

ملفوظ ۳۴۳ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ تصور شیخ کا مسئلہ کبھی جی کو نہیں لگا اس سے طبیعت الجھتی ہے بلکہ ابھتی ہے میں حرمت کا فتویٰ تو نہیں دیتا یہ تو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ ہی کا منصب تھا مگر ایسا حلال سمجھتا ہوں جیسے اوجھڑی کو حلال سمجھتا ہوں مگر کھا نہیں سکتا بس اسی درجہ میں سمجھتا ہوں تصور شیخ کو گو حضرت مجدد صاحبؒ نے اس کے نافع اور محمود ہونے پر بڑا زور دیا ہے مگر اپنی فطرت کو کیا کروں۔

۱؎ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اسکے محافظ ہیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۴۳۳ ایک مہمان بہت دور کے رہنے والے آئے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ کابل سے بھی ایک ماہ کی مسافت پران کا وطن ہے انہوں نے بیعت کی درخواست کی اس پر فرمایا کہ مطلوب میں مقصود اس کی غایت ہوتی ہے اور اس کا ترتب عادۃً موقوف ہے اطلاع حالات پر اور آپ کے یہاں شاید ڈاک کا انتظام نہ ہو تو ایسی حالت میں اگر آپ اپنے حالات کی اطلاع نہ دے سکے تو نری بیعت سے کیا فائدہ ان صاحب نے عرض کیا کہ ڈاک کا انتظام کافی ہے برابر وہاں سے ہندوستان میں خطوط کی آمدورفت رہتی ہے میں ضرور حضرت سے اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت رکھوں گا فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو مجھ کو خدمت سے کیا عذر ہو سکتا ہے میں تو اس کام کے لئے بیٹھا ہی ہوں باقی یہ شبہ تھا وہ آپ سے کہہ دیا گیا اور بتلا دیا گیا کہ بیعت اصل نہیں اصل دوسری چیز ہے اور آپ کے جواب سے وہ شبہ رفع ہو گیا اب آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ بعد نماز مغرب بیعت کر لونگا، آپ یاد داشت کے طور پر ایک پرچہ لکھ کر مجھ کو دیدیں اس میں اپنا نام اور لفظ بیعت لکھدیں تاکہ مجھ کو یاد رہے ان صاحب نے ایک پرچہ لکھ کر پیش کر دیا اور بعد نماز مغرب نفلوں سے فراغ پر ان صاحب کو بیعت فرما لیا گیا۔

ملفوظ ۴۳۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس کو کوئی اپنی اصطلاح میں خواہ بے غیرتی کہے یا ضعف پر محمول کرے صاف بات یہ ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی ہر امر میں موافقت اور ہر قسم کی امداد نہیں کر سکتے اور حقیقت میں اس کو امداد ہی کہنا صحیح نہیں کہ حدود سے تجاوز کر کے کسی کی موافقت کرے کیونکہ حدود شریعت سے گذر کر آدمی جو کام بھی کریگا اس کا ثمرہ ہی شر ہوگا پھر وہ امداد کیا ہوئی چنانچہ اسی بنا پر ہم لوگ کانگریسیوں کے امداد نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے خیال میں کانگریسی اصل میں بالشویک ہیں یہ کسی طرح بھی مذہب کی حامی جماعت نہیں ہے بلکہ محض سیاسی جماعت ہے جس میں زیادہ حصہ مذہب کے خلاف ہے اگر خدانخواستہ اس جماعت کا ہندوستان میں غلبہ ہو گیا اور خدا نہ کرے کہ وہ دن آئے تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کریں گے جو بالشویک کر رہے ہیں۔

ملفوظ ۴۳۵ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر اقوام میں عورتوں میں بیحیائی کا مرض عام ہو گیا ہے میں نے خود اخباروں میں پڑھا ہے کہ امریکہ میں عورتوں کے سنگار پر ڈبل فیس خرچ ہوتی ہے اگر مکمل سنگار کرایا جاوے تو فیس کے پانچ سو روپیہ خرچ ہوتے ہیں اور سنگار زنانہ کے سامنے

تقریباً برہنہ ہوجاتی ہیں۔

ملفوظ ۴۳۲ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریکات حاضرہ میں کس قدر جلد دینی انقلاب ہوگیا۔ اور یہ تو اس حالت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے مقصد میں ناکام رہے اگر سوراج مل جاتا اور کامیابی ہوجاتی تب دیکھتے کہ دین کا کیا حشر ہوتا اور عوام تو بیچارے کس شمار میں ہیں علماء تک اس گڑبڑ میں پھنس گئے اور حدود سے گذر کر بے قیدی کے میدان میں آکھڑے ہوئے اور زیادہ گمراہی ان ہی لوگوں کی وجہ سے پھیلی اس لئے کہ یہ لوگ مقتدا اور پیشوا کہلاتے ہیں تو ان کا اثر ہونا ہی چاہیئے چنانچہ بعضوں کی بے قیدی سنکر آپ کو تعجب ہوگا کہ ایک مشہور عالم نے اپنے وعظ میں سبھا پر خود بیان کیا کہ بعض لوگ خواہ مخواہ کے اوہام میں مبتلا ہیں کہتے ہیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو مسجدوں میں اذان نہ ہونے دینگے تو صاحبو کیا بلا اذان کے نماز نہیں ہوسکتی اور کہتے ہیں کہ مساجد میں نماز نہ پڑھنے دیں گے تو کیا صاحبو کیا گھر میں نماز نہیں ہوسکتی اور کہتے ہیں کہ گائے کی قربانی نہ ہونے دینگے تو کیا بکرے کی قربانی نہیں کرسکتے کیا گائے کی قربانی فرض و واجب ہے یہ واعظ ہیں اور عالم کہلاتے ہیں اتنی بات کہنے کی اور رہ گئی کہ اگر وہ اسلام پر نہ رہنے دیں گے تو کیا غیر اسلام پر رہ کر زندہ نہیں رہ سکتے غرض غنیمت تو دیکھئے کہ جو ہندو چاہیں گے اس کو گوارا کرلیں گے۔ اس درجہ تک نوبت پہونچ چکی ہے۔ اللھم احفظنا۔

ملفوظ ۴۳۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شبہات جو عوام میں پیدا ہوتے ہیں انکا منشا اکثر جہل بسیط ہوتا ہے اس لئے وضوح حق کے بعد بہت صاف الفاظ میں غلطی کا اقرار کرلیتے ہیں بخلاف مدعیان عقل کے کہ جہل مرکب میں مبتلا ہوتے ہیں اس لئے ان کا رجوع کرنا بھی دیر ار غوران سے ہوتا ہے ہمارے قصبہ میں ایک بڑی بی تھی انھوں نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا اللہ میاں زندہ ہیں؟ میں نے جواب میں مقدمات فطریہ سے کام لیا میں نے کہا کہ یہ بتلاؤ مینہ کون برساتا ہے کہنے لگی اللہ میاں، میں نے کہا کہ یہ بچے وغیرہ کون دیتا ہے۔ کہنے لگی کہ اللہ میاں میں نے کہا کہ اب یہ بتاؤ۔ کہ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو یہ کام کون کرتا بڑی بی مان گئیں جنٹلمین نہ تھیں ورنہ یوں کہتیں کہ میں پہلے سوال کو واپس لیتی ہوں کیا بیہودہ متکبرانہ کلمہ ہے ایک ندامت کا نام تک نہیں مگر بعض لوگ اس کے اس قدر دلدادہ ہوگئے ہیں کہ تمام تر تہذیب کو اسی پر ختم سمجھتے ہیں۔

ملفوظ ۴۳۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو وثوق کے ساتھ کہا کرتا ہوں کہ جانوروں میں بھی عقل ہے مگر اتنی نہیں کہ جس سے وہ احکام کے مکلف ہوں میرے اس دعوے کے موید اس کثرت سے واقعات ہیں کہ مضطر ہوکر ماننا پڑتا ہے کہ جانوروں میں بھی ضرور عقل ہے۔

ملفوظ ۴۳۵ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جمہوریت کا زور ہے اسکی ترجیح شمار سے ہیں کہ

شخصیت اس لیے مضر ہے کہ ایک شخص کا کچھ اعتبار نہیں دین فروشی کر دے، ملت فروشی کر دے قوم فروشی کر دے، اسی خیال سے جمہوریت قائم کرنے کی چیز ہے لیکن غور کرنے سے اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ تمہارے تمدن میں نالائق بھی حاکم ہو سکتا ہے جس میں یہ احتمال ہو سکتے ہیں اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ بادشاہ لائق ہو ایسے شخص کا انتخاب کرو جس پر یہ احتمالات ہی نہ ہوں اور جیسے شبہات تم نے شخصیت میں نکالے ہیں ایسے شبہات جمہوریت میں بھی ہو سکتے ہیں جنکے انسداد کیلئے تم نے جماعت کا انتخاب کیا ہے چنانچہ ایسے واقعات بھی کثرت سے ہیں اب اس کے بعد دیکھ لو کہ کونسی بات عقل کے موافق ہے اور کون نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ رعایا پر جو ہیبت ہوتی ہے وہ شخصیت ہی سے ہوتی ہے، جمہوریت اور جماعت کی ایسی ہیبت نہیں ہوتی اور نہ اس درجہ کی ترغیب کام کی ہو سکتی ہے اس لیے کہ طبعاً اس کا بھی خاص اثر ہوتا ہے کام کرنیوالوں پر کہ ہمارے اس کام سے امیر یا سردار خوش ہو اس سے ان کا دل بڑھتا ہے اور جمہوریت میں کوئی خوش ہونیوالا معین نہیں اس لیے کسی کی خوشی کا اثر ہی کیا ہوگا، آج ایک جماعت انتخاب میں ہے کل دوسری ہے بس اور شخصیت میں رعایا اور حاکم میں خاص تعلقات ہوتے ہیں جسکو اہل ذوق اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں،

ملفوظ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج کل تو دہریت اور نیچریت کا پورا غلبہ ہے قلوب پر ایسا زہریلا اثر ہوا ہے کہ کسی امتی پر تو کیا اطمینان ہوگا اور اس کا کیا احترام ہوگا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی قلوب سے نکلتی جا رہی ہے اور مقصود تمامتر موقوف ہے اسی عظمت و محبت پر صحابہ کرام کے کام کا راز یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص عاشق تھے ان کے قلوب اللہ اور رسول کی محبت و عظمت و خشیت سے پر تھے اب بھی جہاں کام ہوتا ہے اہل اللہ کی محبت سے ہوتا ہے جسکی بدولت ان حضرات کی حکومت قلوب پر ہوتی ہے بخلاف ظاہری سلاطین کے کہ ان کی حکومت محض جسم پر ہوتی ہے ان کے محکومین محض آلات حرب کے محکوم ہوتے ہیں بخلاف اہل اللہ کے خدام اور محکومین کے کہ انکی شان ہی جدا ہوتی ہے ان سے جو کہدیا جاتا ہے وہ دل سے کرتے ہیں کسی کام سے کسی بات سے انکار نہیں ایسی اطاعت رسم پرست اور ظاہر پرست کبھی قیامت تک بھی نہیں کر سکتے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کے مروجہ اخلاق نے عوام کے دماغ خراب کر دیئے اب میں تنہا کہاں تک اصلاح کروں، اور کسی جگہ تو روک ٹوک بھی نہیں کی جاتی نہ غلطیوں اور بد تمیزیوں پر متنبہ کیا جاتا ہے لوگ یہاں پر آکر دنیا سے نرالا طرز دیکھتے ہیں یہ ہی وجہ یہاں سے ان کی وحشت کی ہے اگر سب ہی اصول اختیار کریں تو بہت جلد لوگوں کی اصلاح ہو جائے مگر وہ کریں ہی کیوں اور ان کو ضرورت ہی کیا پڑی انکی مصالح و ہمیہ میں خلل پڑتا ہے

نہایت ہی گڑ بڑ ہو رہی ہے مقتداؤں اور پیشواؤں کے ڈھیلے پن نے عوام کا تو ناس ہی کر دیا۔

ملفوظ ۳۴۷ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بہت سے انتظامی کام حکومت ہی کر سکتی ہے ایسے کام اسی کے کرنے کے ہیں مثلاً باجے گاجے اگر حکومت چاہے بند کر سکتی ہے رہا کتوں کے متعلق اول تو پالنے کی ممانعت کر سکتی ہے اور اگر ضرورت کے موقع کا استثناء بھی ہو تو قیود کے ساتھ ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ باندھ کر رکھو اس لئے کہ اندھیرے میں ستاتے ہیں کسی کا دامن پکڑ لیا پیر پکڑ لیا۔ ایک ضروری انتظام یہ کرنے کے قابل ہے کہ جانوروں کے بڑے بڑے گھنٹے بند کروا دینے چاہئیں ایک مرتبہ میں بعد نماز مغرب کچھ دیر سے مکان کی طرف جا رہا تھا ایک سانڈ سامنے سے آ گیا اندھیرا تھا نیز میں نیچی نظر کئے ہوئے جا رہا تھا بالکل تصادم ہونے کو تھا مگر خدا تعالیٰ کی قدرت کہ وہ ایک طرف کو جھک گیا تو ایسے یہ سب انتظامات حکومت کر سکتی ہے اور عامۂ خلائق کو راحت پہنچا سکتی ہے مگر یہ بھی جبھی ہو سکتا ہے جبکہ راحت پہنچانا مقصود بھی ہو لیکن اس وقت اہل اقتدار کو راحت ہی پہنچانا مقصود نہیں محض پیسہ کمانا مقصود ہے۔ مگر پھر بھی اور گورنمنٹوں سے غنیمت ہے خود غرضی ہی سہی مگر ساتھ ہی ہماری بعضی غرض بھی پوری ہو جاتی ہے۔ ایک شخص نے خوب کہا ہے کہ بعضے گورنمنٹ کی مثال تو دق کی سی ہے جس میں گھل گھل کر مر جاتا ہے اور بعضے گورنمنٹ کی مثال ہیضہ کی سی ہے کہ چٹ پٹ کام تمام ہو جاتا ہے اور دق میں چار برس دس برس تک الجھا رہتا ہے۔

ملفوظ ۳۴۸: ایک سائل نے آ کر حضرت والا سے سوال کیا فرمایا کہ اگر دو چار پیسے بلکہ تم خوش ہو جاؤ تو دوں سائل خاموش رہے فرمایا کہ جیسے میں نے کہا تھا کہدو کہ ہمیں منظور ہے یا نہیں عرض کیا کہ جو مرضی ہو فرمایا کہ یہ جملہ تمہارا مہمل ہے صاف نہیں اس پر اس سائل نے کہا کہ منظور ہے فرمایا کہ اب بات صاف ہوئی اور چار آنہ دیکر فرمایا کہ کبھی کسی کو دق مت کرو صاف بات کہا کرو وہ سائل بیکر نہایت مسرت کے لہجے میں دعائیں دیتا ہوا چلا گیا حضرت والا نے اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر میں پیشتر ہی دو چار آنہ کہتا تو ان چار آنوں پر ان کو یہ مسرت نہ ہوتی، جو اب ہوئی۔ میں ان کی نبضیں پہچانتا ہوں۔ اب خوش بخوشی چلے گئے۔

ملفوظ ۳۴۹ ایک دیہاتی شخص نے آ کر آسیب کا تعویذ مانگا فرمایا کہ تم لوگ جب آتے ہو آسیب ہی کا تعویذ مانگتے آتے ہو کیا دنیا میں اور کوئی مرض ہی نہیں رہا ان دیہاتیوں میں یہ عجیب بات ہے کہ جہاں کوئی بیماری آئی کہتے ہیں اوپرا اثر ہے مراد یہ ہے کہ جن کا اثر ہے ایک شخص دیہاتی آیا اور آ کر کہا کہ تعویذ دیدو میں نے کہا کہ میں سمجھتا نہیں تو زور سے کہتا ہے کہ تعویذ دیدو میں نے کہا کہ میں بہرا نہیں ہوں سن تو لیا مگر سمجھتا نہیں تب خاموش ہوا میں نے کہا کہ جاؤ یہاں سے اٹھکر باہر کسی اور سے پوچھو کہ میں نے اتنی بات کہی ہے یہ ادھوری کی [illegible] ہے یا پوری اور اگر پوری کہنا ہو تو کس طرح کہوں، تھوڑی دیر بعد آیا کہ جی مولوی جی اوپرے اثر کا تعویذ دیدو میں نے پوچھا

کہ تیری پہلی بات ادھوری تھی یا پوری کہا جی میں ہی ادھوری بات کہہ رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ مریض کو تو وہاں جن ستا رہا ہے اس کے لیے تو تعویذ لیجا رہا ہے اور ایک تعویذ مجھے اپنے لیے لکھنا پڑیگا اس لیے کہ تو مجھے ستا رہا ہے تا کہ میں تیرے ستانے سے بچوں علاوہ نا تمام تعبیرات کے نقص کے ان تعویذ گنڈوں کے متعلق عوام کے عقائد بھی نہایت خراب ہیں۔

ملفوظ ۶۲۵ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کچھ سوال کی عادت ہی ہو جاتی ہے ضرورت اور مجبوری و معذوری پر تو سوال کا مضائقہ نہیں مگر پیشہ بنا لینا تو نہایت ہی بے غیرتی کی بات ہے غیرت میں تو دینے والے کی درخواست پر بھی کہنے کی ہمت نہیں پڑتی میں جس وقت رنگون گیا تھا تو حاجی یوسف صاحب نے یہ کہدیا تھا کہ اگر کوئی موقع خیر کا ہوا کرے تو اطلاع کر دی جایا کرے ہم بھی اس شریک ہو جایا کریں مگر چونکہ عادت نہیں کبھی زبان نہیں اٹھی قلم نہیں چلا چنانچہ آج تک بھی کبھی نہیں لکھا حالانکہ ان کی حالت پر مجھ کو ہر طرح کا اطمینان ہے مالدار بھی ہیں مخلص بھی ہیں مگر اپنے نفس پر اطمینان نہیں نفس کو گنجائش ملجانیکا اندیشہ ہے اسی وجہ سے اور بھی ایسی باتوں سے اجتناب رکھتا ہوں۔

ملفوظ ۶۲۶ (ملقب بہ برکات التوکل) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس کام کو حق تعالیٰ کرانا چاہتے ہیں اس کے اسباب ویسے ہی مہیا فرما دیتے ہیں اور اس میں کسی کی ذات کو خاص دخل نہیں ہوتا کہ فلاں ہی شخص کریگا تو یہ کام ہوگا وہ جس سے چاہیں کام لے سکتے ہیں اور کرا سکتے ہیں بڑے بڑے منتظر بیٹھے منہ دیکھا کرتے ہیں اور بے گمان وہ کام لے لیتے ہیں ایک صاحب ہمارے بزرگ کی اولاد میں سے ہیں دو ہزار یا ڈھائی ہزار کے قرضدار تھے مجھ سے سفارش چاہی میں نے صاف کہدیا کہ خطاب خاص سے تو میں سفارش نہ کرونگا اور نہ تجربہ سے اس کا کوئی نفع خاص ہے ہاں خطاب عام سے سفارش سے عذر نہیں۔ صورت خاص میں سفارش کرنا دو حال سے خالی نہیں ایک تو خواہ اسکا جی چاہے یا نہ چاہے مگر اس کو پورا ہی کرے اس میں تو دوسرے پر بار ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے لکھا ہے اگر کام نہ کیا تو اسپر ناگواری کا اثر ہوگا تو اس صورت میں دینے والے کا تو دنیا کا نقصان ہوا اس لیے کہ اسمیں خلوص نہ رہا صرف فلوس ہی رہا تو ثواب سے تو محرومی رہی اس لیے دین کا نفع نہ ہوا اور مال الگ تلف ہوا اس لیے دنیا کا نقصان ہوا اور چونکہ طیب خاطر سے نہیں دیا گیا اس لینے والے کے دین کا نقصان ہوا کیونکہ بدون طیب خاطر کے کسی کا مال لینا شرعاً جائز نہیں۔ اور ایک ضرر تھا طب کا اور ہے وہ یہ کہ اگر اس نے نہ دیا سفارش کرنے والے سے اس کو حجاب ہوگا خصوصاً جبکہ اس سے تعلق اصلاح دین کا ہو تو یہ اس کے لیے دین کی مضرت ہوگی کیونکہ اس کو اس سے رجعت

دین کی خدمت لیتے ہوئے حجاب ہوگا کہ اس نے ایک بات کو لکھا تھا یا کہا تھا مگر ہم نے نہیں
کیا اب ہمارا کیا منہ ہے کہ اس سے کسی قسم کی خدمت لیجا وے تو اس میں اس طرح اس کے دین کا
نقصان ہوا غرض خطاب خاص میں یہ خرابیاں ہیں اس لئے میں نے صورت عام میں سفارش لکھدی
اور دعا کر دی انکی کامیابی کی بہت ہی زیادہ بیچارے ...... پریشان تھے وہ یہاں سے
میرٹھ پہونچے اور اپنے بزرگوں سے محبت اور عقیدت رکھنے والے ایک سوداگر صاحب سے ملے
اور واقعہ بیان کر کے میری تحریر سفارشی جو عنوان عام میں لکھدی تھی دکھائی ان سوداگر صاحب نے
دیکھکر یہ کہا کہ میاں اتنی بڑی رقم کہیں چندوں سے ادا ہوا کرتی ہے اور بھی بعض جملے تلخ کہے ان
صاحب کو جوش آگیا اور یہ قسم کھالی کہ یہ ڈھائی ہزار کی رقم اگر ایک ہی شخص دیگا تو لونگا اور اگر
ایک پیسہ بھی کم دینا چاہیگا تو کبھی نہیں لونگا یہ کہکر وہاں سے اٹھکر چلدیئے اس کے بعد ان سوداگر
نے کوشش کی کہ میں کچھ خدمت کر دوں انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ میرٹھ سے
سیدھے دہلی پہونچے وہاں پر ایک حکیم صاحب ہیں (جن کا اب انتقال ہوگیا) ان سے ملاقات کی
اور یہ کہا کہ میں اتنا قرضدار ہوں اور ساتھ ہی یہ عہد بھی ہے کہ اگر یہ رقم ایک شخص دیگا تو
لونگا ورنہ نہیں حکیم صاحب نے کہا کہ بھائی یہ تو بڑی کڑی شرط ہے بعض میرے ملنے والے
سوداگر ہیں ان سے سفارش کر سکتا ہوں تاکید کر سکتا ہوں مگر ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ تنہا
ایک شخص چاہے تو یہ رقم کیا اس سے زائد دے سکتے ہیں مگر بظاہر ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے انھوں
نے کہا کہ آپ سفارش لکھدیں اور مجھ کو تحریر دیدیں میں جاتا ہوں اللہ مالک ہے غرضیکہ حکیم صاحب
نے اپنے ایک دوست کو سفارش لکھدی یہ اس کے پاس پہونچے پہلے حکیم صاحب کا پرچہ
دیا اس کے بعد میری سفارشی تحریر دکھائی وہ سوداگر ان سے کچھ زبانی باتیں دریافت کرنے لگے
اس میں اتفاق سے میرا نام بھی آیا ان سوداگر کی دوکان پر اس وقت ایک بمبئی کے سیٹھ بیٹھے ہوئے
کچھ دین کی بات چیت کر رہے تھے انکے کانوں میں اس واقعہ کی کچھ بھنک پڑی تو ان مقامی
سوداگر سے پوچھا سوال کیا کہ کیا بات ہے انھوں نے مفصل قصہ بیان کیا کہ یہ صاحب اتنی رقم کے قرضدار
ہیں ایک بزرگ کی اولاد سے ہیں مگر انکی شرط یہ ہے کہ اگر ایک ہی شخص یہ رقم دیگا تو لونگا ورنہ
نہیں اور میرا نام بھی لیا کہ ان کے پاس انکی سفارش اور تصدیق بھی ہے - ان سیٹھ نے بدون
کسی کدوکاوش کے ڈھائی ہزار کے نوٹ جیب سے نکال کر ان کے حوالے کئے اور یہ الفاظ کہے
جب ایسے شخص کی سفارش اور تصدیق ہے آگے کسی بات کے دریافت کرنیکی ضرورت نہیں ،
اب بعد میں یہ معلوم ہوا کہ یہ سیٹھ عقائد اور مسلک میں اپنے بزرگوں سے خلاف بھی تھے ، بدعتی خیالات
کے شخص تھے اور یہ بھی کہا کہ میں جب بمبئی سے چلتا تھا یہ ڈھائی ہزار کے نوٹ اسی نیت سے لیکر

چلا تھا کہ کسی کار خیر میں صرف کرونگا سو اللہ نے وہ موقع عطا فرما دیا یہ صاحب کئی روز بعد میرے پاس آئے میں نے دور سے دیکھا میں نے سمجھا کہ بیچارے ناکام ہی آئے ہونگے ڈھائی ہزار کا معاملہ تھا اتنی جلدی کس نے اتنی بڑی رقم دیدی ہوگی مگر چہرہ کو دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ کامیاب ہیں، غرضیکہ جب وہ میرے پاس آکر بیٹھے تب میں نے سوال کیا کہ کہئے کیا کر آئے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کامیاب آیا اس پر بھی مجھ کو شفا نہیں ہوئی میں نے تفصیل دریافت کی کہ کسی نے سعی اور کوشش کا وعدہ کر لیا ہے کہا کہ جی نہیں ڈھائی ہزار روپیہ قرضداروں کا ادا کر کے آیا ہوں اور مفصل واقعہ بیان کیے مجھ کو حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ ہو رہا تھا اور وہ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کر رہے تھے واقعی وہ ایسی ہی وہ ذات ہے جو ان پر بھروسہ کرے وہ کبھی ناکام نہیں رہتا اور یہ دنیا تو بیچاری بہت ہی کم وقعت چیز ہے ان پر تو اگر بھروسہ ہو آخرت اور دین بھی اسی طرح عطا فرماتے ہیں جب قادر مطلق وہ ہیں اس حالت میں کسی کو ناز نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم ہی اگر کرینگے تو فلاں کام ہو سکتا ہے، ورنہ نہیں ہو سکتا وہ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں ان کا ملک ہے ان کی مخلوق ہے مگر بھروسہ شرط ہے البتہ دین میں بھروسہ کیا تو طلب بھی شرط ہے پھر اسکے ساتھ اگر صدق اور خلوص ہو تو پھر بیچارہ فلوس کیا چیز ہے وہ تو جوتیوں سے لگا پھریگا اور ایک صاحب کا واقعہ ہے میرے دوست میرے ہم سبق بھی تھے وہ پانچسو روپیہ کے قرضدار تھے مجھ سے سفارش چاہی کہ کسی کو لکھدو، میں نے کہا مجھ کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون دے سکتا ہے اور کون نہیں دے سکتا تم خود انتخاب کر لو اور مجھ کو بتلادو میں لکھدونگا انھوں نے میرے تین دوستوں کا نام لیا کہ ان کو لکھدو میں نے تینوں کو یہ مضمون لکھا کہ میرے ایک ہم سبق دوست قرضدار ہیں پانچسو روپیہ کی ضرورت ہے وہ مجھ سے اس کے متعلق سفارش چاہتے ہیں کہ تم کو لکھدوں اب میں تم سے مشورہ کرتا ہوں کہ اگر میں ان کے بارے میں تم کو لکھدوں تو کیا اس سفارش سے گرانی تو نہ ہوگی اسکے جواب آنے کے بعد پھر میں تم کو سفارش لکھدونگا، ان میں ایک نے پچاس روپیہ اور دوسرے نے دوسو روپیہ اور تیسرے نے اڑھائی سو روپیہ غرض اس طرح پورے کر کے تینوں نے پانچسو روپیہ بھیجے ایک اور صاحب نے اسی طرح سفارش چاہی اور پریشانی کا اظہار کیا اور ایک معین شخص کا نام بھی بتلایا کہ فلاں سوداگر کو لکھدو میں نے ان کو اس طرح لکھا کہ ایک حاجتمند کو ضرورت ہے اگر آپ کے پاس پہلے سے کوئی رقم موجود ہو جس کو آپ سوچ رہے ہوں کہ کہاں خرچ کروں اور کسی دوسرے سے وعدہ بھی نہ کر لیا ہو اور آپ کے علم میں کسی اور کو توقع بھی نہ ہو اس حالت میں یہ ایک شخص حاجتمند ہیں انکی اعانت کر دیجئے ورنہ آزادی میں خلل نہ ڈالیئے ان بیچارہ نے وہ رقم بھیجدی مجھ کو کام کرنے سے انکار نہیں مگر جی ضرور چاہتا ہے کہ کسی پر بار نہ ہو اور طریقہ

سے کام ہو اور صاحب حقیقت تو یہ ہے کہ محض نام ہو جاتا ہے کسی کا ورنہ دینے والے تو وہ خود ہی ہیں اسی کو فرماتے ہیں ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

ایک بزرگ سے لفٹنٹ گورنر ملنے گئے چلتے وقت ان بزرگ سے دریافت کیا کہ آپکی گذر کی کیا صورت ہے بزرگ نے جواب دیا کہ کل اس کا جواب دینگے اگلے روز لفٹنٹ گورنر بزرگ کی خدمت میں ایک ہزار روپیہ کی تھیلی لیکر پہونچے اور پیش کی کہ حضور اپنے صرفہ میں لے آئیں اور پھر وہی سوال کیا بزرگ نے فرمایا کہ کل کی بات کا یہی جواب ہے دیکھئے ہمارے اور آپ کے مذہب میں اشتراک نہیں اور کسی قسم کا آپکو مجھ سے تعلق نہیں آپ کو کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا باوجود اس کے پھر یہ روپیہ آپ نے مجھ کو دیا معلوم ہوا کہ کوئی اور ہی قوت ہے جو دلواتی ہے بس یہی صورت ہمارے گذر کی ہے اور یہی جواب ہے آپ کے سوال کا پھر اس میں بھی باوجود نفس توکل میں اشتراک کے اس کے سوال میں بزرگوں کی شانیں مختلف ہوئی ہیں جس سے مختلف رنگ مختلف مذاق ہو جاتا ہے جیسے باغ میں مختلف رنگ کے پھول اور درخت ہوتے ہیں کسی میں استغنا کی شان ہوتی ہے جنکی نسبت حدیث میں ملوکٌ علی الاسرۃ (بادشاہ ہیں تخت نشین ہیں) آیا ہے جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی شان تھی کسی میں ترک کی شان ہوتی ہے جیسے کہ ذیل کے واقعات سے ظاہر ہے سلطان سنجر شاہ نیمروز نے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ اگر اجازت ہو تو جی چاہتا ہے کہ ملک سنجر کا کچھ حصہ خانقاہ کے اخراجات کیلئے پیش کردوں تاکہ اہل خانقاہ کی راحت اور آرام کا سامان ہو جائے حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم

زانکہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان شمس الدین نے چند مواضع کا فرمان لکھکر بھیجدیا کہ آپ کی خانقاہ اور اہل کیلئے پیش کرتا ہوں اسپر حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہمکو تم سے محبت ہے اور اس لئے ہم سمجھتے تھے کہ تم کو بھی ہم سے محبت ہوگی مگر آج معلوم ہوا کہ تمکو ہم سے محبت نہیں کیونکہ اگر تم کو ہم سے محبت ہوتی تو کیا محبت کا یہی حق تھا کہ جو چیز خدا تعالیٰ کی نظر میں مبغوض ہے یعنی دنیا اس کو ہمارے سامنے پیش کرتے اور یہ نہیں تھا کہ ان کے پاس

۱؎ مشک کی خوشبو پھیلانا، آپ کی زلف کا کام ہے، مگر مصلحتاً خوشبوئے مشک کی نسبت چین کے ہرن کی طرف کرتے ہیں ۱۲ ۔ ۲؎ ملک سنجر کے چتر کی طرح میرا نصیبہ (بھی) سیاہ ہو اگر میرے دل میں ملک سنجر کی حرص ہو (اور اصل بات یہ ہے کہ) جب سے ملک نیم شب کی خبر مجھ کو ملی ہے، میں ملک نیمروز کو ایک کوڑی کے بدلے میں بھی خریدنے کو تیار نہیں ہوں

سامان تھا اس لئے استغنا رہتا ان حضرات پر فاقے گذرتے تھے مگر پھر بھی وہی شان تھی اور فاقہ بیچارا تو جس کی حقیقت نان کا فقدان ہے کیا چیز ہے وہ تو ہر وقت جان پیش کرنیکو تیار بیٹھے رہتے ہیں اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من — دل فدائے یار دل رنجان من

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی ان کے پیر کی بیٹی تھیں کبھی دراز فقر و فاقہ پر کہتیں کہ اب برداشت نہیں ہوتی کچھ کھانے کا انتظام کرنا چاہیئے تو فرماتے گھبراؤ مت انتظام ہو رہا ہے دریافت کرتیں کہاں ہو رہا ہے فرماتے جنت میں ہو رہا ہے بی بی ایسی تھیں کہ جنت کے وعدہ پر مطمئن ہو جاتیں سبحان اللہ کیا ایمان تھا ان ہی بی بی کا یہ واقعہ بھی ہے کہ ان کے پاس ان کے تمام زیورات میں سے صرف چاندی کا ایک ہار رہ گیا تھا جب حضرت گھر میں تشریف لاتے فرماتے گھر میں سے دنیا کی بو آتی ہے ایک مرتبہ ایک بزرگ مہمان تشریف لائے بیوی صاحبہ نے ان بزرگ صاحب سے شکایت کی کہ میرے پاس ایک ہار ہے جو اس مصلحت سے رکھا ہے کہ شاید رکن الدین (صاحبزادہ) کے شادی میں مہمانوں کیلئے ضرورت ہو جائے مگر ان کو اس کی دنیا کی آتی ہے اور ہر وقت میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ اس کو جدا کردوں، ان بزرگ صاحب نے شاہ صاحب کو منع کیا کہ سب کی دنیا کی بو تمکو کیوں آتی ہے تم ان سے تعرض مت کرو اس کے بعد پھر کبھی بیوی سے ہار کا ذکر نہیں فرمایا (ظرافت کے عنوان سے فرمایا کہ) مطلب حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تھا کہ ہمارے گھر میں ہار کیوں ہو ہماری تو ہر وقت جیت ہونی چاہیئے ان ہی شیلوں (شالوں) کیوجہ سے میں نے ان حضرات کا بجائے صوفیہ کا عاشق لقب تجویز کیا ہے اور سچ یہ ہے کہ نری بزرگی سے کیا ہوتا ہے جب محبت نہ ہو اور اسی محبت کی شدت کا نام عشق ہے اور عشق کی خاصیت ہے سوائے محبوب کے سب کو فنا کردیتا ہے ۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ ؎

عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند — در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

اور گلزار ابراہیم میں مولانا ابوالحسن صاحب نے اسی کا ترجمہ کیا ہے

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا — دے سوا معشوق کے سبکو جلا

(انتہی ملفوظ برکات التوکل)

عہ تیری طرف سے (ظاہرا) ناگوار بات بھی مجھے دل و جان سے گوارا ہے اور تیری جفاؤں پر بھی دل قربان ہے ۱۲

۳ ار ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۷۴۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے ایک بوتل شربت کی محبت سے بطور ہدیہ بھیجی تھی رات میں نے اس کو پانی کے ساتھ استعمال کیا تو اسکا استعمال مناسب ثابت نہ ہوا اس لئے کہ موسم مناسب نہ تھا پھر دودھ کے ساتھ استعمال کیا تو گلے میں خراش ہوگیا کیا عرض کروں میں دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ جو چیز دینا چاہیں پہلے مشورہ کرلیں گے مگر کچھ ویسی عادت ہوگئی ہے اور عادت بھی نہیں بلکہ رسم کا درجہ ہوگیا ہے کہ اپنی جی چاہتی چیز دیتے ہیں حالانکہ عقل کی بات یہ ہے کہ جسکو چیز دی جائے اس کی جی چاہتی ہونی چاہیئے اب بعض چیزیں جو آتی ہیں میں انکو استعمال نہیں کرسکتا وہ بیکار رکھی رہتی ہیں اور مجھ کو بلا ضرورت زیادہ چیزیں ملک میں رہنے سے بھی قلب پر بار ہوتا ہے جب کوئی چیز مصرف سے زائد آجاتی ہے جب تک وہ ایک طرف نہ ہو جائے اس وقت تک قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی اور بعض لوگوں کا مذاق یہ ہے کہ ان کی ملک میں جس قدر چیزیں زائد ہوں ان کے قلب کو اطمینان اور سکون زائد ہوتا ہے مجھ کو وحشت ہوتی ہے غرض سب سے اسلم اور سیدھی سادی بات یہ ہے کہ جو کچھ دیں پہلے مجھ سے پوچھ لیں اس میں بڑی سہولت ہے الحمدللہ میرے یہاں رسم پرستی نہیں حقیقت پر نظر ہے جس کا خلاصہ راحت رسانی ہے مگر آج کل اس کا قطعاً خیال نہیں ، بریلی سے ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ میں تین روپیہ کی مٹھائی لانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو میں نے لکھدیا کہ اسکو کون کھاویگا ایک چاقو قلم تراش کی ضرورت ہے ، میرے پاس ہے نہیں وہ لیتے آؤ لیکن اگر تین روپیہ سے زائد ہو گا زائد قیمت میں دونگا وہ تین روپیہ چار آنہ کا چاقو لائے میں نے لیلیا ، اور چار آنہ بہت خفیف رقم تھی اس لئے میں نے بیع اس زیادت کے لیلیا۔

ملفوظ ۷۴۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک دوست حکیم صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے تمہارے لئے چالیس روپیہ گز کا کپڑا منگایا ہے میں نے ایک لطیف عذر کے ساتھ نامنظور کردیا وہ عذر یہ لکھا کہ میرا جو فرض منصبی ہے یعنی تعلیم دین اسکا تعلق زیادہ تر مساکین سے ہے سو مجھ کو ایسی وضع سے رہنا نہیں چاہیئے جس سے مساکین مرعوب نہ ہوں تاکہ بے تکلف استفادہ کرسکیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ معمولی حالت میں رہوں اور آپ حکیم ہیں حسن کے لئے ظاہری

شان و شوکت مناسب ہے کیونکہ ان کا تعلق اکثر امراء سے ہے اس لئے چالیس روپیہ گز کا کپڑا پہننا آپ کیلئے مناسب ہے اس کے بعد فرمایا کہ خواہ مخواہ لوگوں کو بیٹھے بٹھائے ایسی تکلیف کی باتیں سوجھتی ہیں، ہمارے بزرگوں کا طرز یہ رہا کہ صاف تو رہے مگر زیب و زینت اور تکلف نہ ہو بس میلا نہ ہو پسینے کی بو نہ ہو اور یہ اعتدال بدون صحبت کے میسر ہونا مشکل ہے باقی امتیاز کا قصد اگر نہ چاہے تو فاخرہ لباس میں بھی امتیاز نہیں ہو سکتا اور اگر نفس امتیاز چاہے تو تواضع کے لباس میں بھی امتیاز نہیں ہو سکتا ہے کہ بڑے ہی بے نفس ہیں میں تو اسی لئے اوسط درجہ کا کپڑا پہنتا ہوں کہ کسی قسم کا امتیاز نہ ہو۔

ملفوظ ۶۴۹ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو سب کاموں سے تقاضے کے ساتھ فارغ ہو جاتا ہوں وجہ اس کی یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قلب غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہ ہو تاکہ اگر کبھی خدا کی یاد کی توفیق ہو جائے تو موانع تو مرتفع رہیں۔

ملفوظ ۶۵۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تعلقات اور مشاغل غیر ضروری کو سب کو قطع کر دیا البتہ جو ضروری ہیں وہ مستثنیٰ ہیں اب میں اس کا لوگوں کو کس طرح یقین دلاؤں یہ وجدانی اور ذوقی بات ہے کہ ان حضرات کو کسی چیز سے دنیوی محبت نہیں البتہ ضرورت کا اور شفقت کا تعلق ہے میں نے ایک تذکرہ میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے بیٹھے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا آپکو مجھ سے محبت ہے فرمایا ہاں کہا کہ اور بھائی سے بھی فرمایا ہاں پوچھا اور اماں سے بھی فرمایا کہ ہاں، کہا کہ دل کیا ہے سرائے ہے ایک کوٹھری میں ایک مسافر اور ایک کوٹھری میں ایک مسافر پھر پوچھا کہ اگر آپ کو اختیار دیا جائے کہ یا تو خدا اور رسول سے تعلق رکھا جائے یا گھر والوں سے اس وقت آپ کیا کریں گے فرمایا کہ گھر والوں کو چھوڑ دوں گا کہا کہ بس تو یوں فرمایئے کہ گھر والوں پر صرف شفقت ہے باقی محبت اللہ و رسول ہی سے ہے اور اس محبت کیلئے جتنے غیر ضروری تعلقات کم ہوں یہ معین ہوتے ہیں حضرت حق کی محبت میں ان تحریکات میں میرے شریک نہ ہونیکے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں غیر ضروری تعلقات کو خاص دخل ہے۔ مثلاً بلا ضرورت دوسروں کو آمادہ کرنا رغبت دلانا ارے بھائی فلاں کام کرو سو اس میں سے مجھ کو بڑی کلفت ہوتی ہے کیونکہ اس میں ہر وقت یہ ہی خیال رہیگا کہ فلاں شخص اس کام کے کرنے پر راضی ہے یا نہیں اور اگر راضی نہ ہو کر الگ ہو گیا تو کام کیسے چلے گا سو اس ضیق میں کون پڑے حق سبحانہ تعالیٰ ایسی ہی مشغولی اور تصدی (پیچھے پڑنے) کے متعلق فرماتے ہیں۔ اما من استغنی فانت لہ تصدی وما علیک الا یزکی واما من جاءک یسعی وھو یخشی فانت عنہ تلھی کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ۔ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ وان کان کبر علیک اعراضھم

فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض اوسلماً فی السماء فتاتیھم بآیۃ۔ اور ایک جگہ فرماتے ہیں ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون غرض جا بجا قرآن میں مصرح ہے کہ اس کا شدید اہتمام نہ کیجئے کہ ہدایت ہو ہی جائے اور تعلیم خداوندی میں ایک راز ہے وہ یہ کہ آزادی اور اعتدال سے کام کرتا رہے ورنہ جو کام کر رہا ہے غلو کرنے سے کہیں تنگ ہو کر اس کو چھوڑ نہ بیٹھے اور اعتدال کی صورت میں ہمیشہ کر سکتا ہے۔ اسی بنا پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس ثمرہ کے منتظر نہ رہنا چاہیے جس کو اہل ظاہر ثمرہ کہتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء سبحان اللہ کیا پاکیزہ اور پر مغز تعلیم ہے چنانچہ یہ فرما کر کہ ولقد نعلم انک یضیق صدرک اس سے بچا دیا کہ ضیق صدر میں کیوں مبتلا ہوا جائے چھوڑیئے اس کو جیسے لڑکا پڑھنا نہ چاہے اور استاذ پڑھانا چاہے تو سخت کوفت ہوتی ہے بس اس کا علاج یہی ہے کہ ایک دو بار تقریر کر دے اور کہہ دے کہ جاؤ بھاگو بلا ضرورت دوسروں کی فکر میں پڑھنا اسکی نسبت ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا ہندؤں کا ایک میلہ تھا وہاں کچھ عورتیں نہانے گئیں اور اپنا زیور اتار کر ایک شخص کو دیا کہ طشت کے نیچے رکھکر اس طشت پر بیٹھے رہنا کسی نے دیکھ لیا اور پاس کو اس طرح گذرا کہ دو چار اشرفیاں ٹپکا کر آگے بڑھ گیا یہ محافظ انکو لینے کو اٹھا اس چور کا ساتھی پیچھے تھا بس طشت کو اٹھا کر سب زیور اڑا لیگیا بس یہی حالت ہو جاتی ہے اس شخص کی بھی دوسروں کی اصلاح کی فکر میں خود کو خراب کر لیتے ہیں جیسے لڑکے پڑھانے کی مثال میں لڑکے پر بلا ضرورت محنت ہوئی اور خود اپنا دماغ خراب کر لیا اور لڑکے کو کچھ نفع نہ ہوا۔

ملفوظ ۷۵۱ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر خرابیاں تعلقات کے بڑھانے کی ہیں انکو کم کرنا چاہیئے میں نے تو صرف ایک تعلق کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی تصنیف کے کام کو اس سے خود کو نفع ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچتا ہے اسی لئے علماء کا قول ہے طول امل (لمبی امیدیں باندھنا) ہر چیز میں برا ہے الا فی العلم (مگر علم میں) یہ استثناء اس لئے ہے کہ یہ آلہ ہے دین کا

حاشیہ گذشتہ صفحہ کا بقیہ تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے آپ تو اسکی فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنوریں اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے۔ قرآن نصیحت کی چیز ہے۔ سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے ۱۲ عہ اور اگر آپکو ان کا اعراض گراں گذرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو، پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو کرو۔ حاشیہ صفحہ ہذا

عہ اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں عہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے ۱۲

اور طول امل کی ممانعت ہے آلات فی الغفلت میں نیز یہ علم معین ہے ذکر اللہ میں جو کہ مقصود طریق ہے اور اپنے قویٰ کو دیکھکر کچھ روز سے یہ بھی چاہ رہا ہوں کہ تصنیف بھی بند کر دوں، مگر اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں ذکر کیلیے بھی قلب خالی نہ ہو۔ اور تصنیف بھی نہ رہے اگر ایسا ہوا تو اور کچھ اعمال تو ہیں نہیں شاید یہی عمل قبول ہو جائے کہ تصنیف سے کوئی نیک بندہ منتفع ہو اور وہی ذریعہ نجات ہو جائے اس لئے میں اس عارض کیوجہ سے اس کو ذکر سے افضل سمجھتا ہوں گو فی نفسہ افضل تو وہی ہے اب رہا یہ کہ تصنیف اعمال متعدیہ میں سے ہے اور اس میں مشغول ہونا افضل ہے یا اعمال لازمہ میں سو عقل تو اعمال متعدیہ ہی کو ترجیح دیتی ہے مگر طبیعت کا مذاق اعمال لازمہ کو ترجیح دیتا ہے۔

ملفوظ ۶۵۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکبر شاہ کو جیسے عاقل لوگ ملے اگر ایسے لوگ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو ملتے تو نہ معلوم ان کا ملک کہاں تک پہونچتا اب تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی کیا جو کچھ کیا باقی اکبر کو بھی بد دین ملے نیک نہ ملے اس لئے کوئی نفع نہیں ہوا۔

ملفوظ ۶۵۳ ایک صاحب نے سوال کیا کہ میں قرضدار ہوں دعا فرما دیجئے اور کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے فرمایا کہ یا مغنی بعد نماز عشاء گیارہ سو بار پڑھا کرو اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف یہ عمل حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

ملفوظ ۶۵۴ حضرت والا کے رسائل اور مواعظ کا ذکر تھا فرمایا کہ مجموعہ مواعظ اور رسائل کی تعداد اس وقت بفضلہ تعالیٰ پانچسو اکیاون ہے پھر فرمایا کہ بہشتی زیور کے گیارہ حصے ہیں یہ سب ملکر ایک ہی رسالہ ہے اسی طرح تفسیر بیان القرآن کی بارہ جلدیں ملکر ایک ہی کتاب ہیں اس طرح پر اس قدر مجموعی تعداد ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس قدر کام لے لیا ورنہ مجھ میں اتنی قابلیت کہاں تھی۔ اس کے بعد ۱۳۵۰ھ کے وسط تک پوری ساڑھے سات سو تصانیف ہو گئیں

ملفوظ ۶۵۵ ایک صاحب نے موروثی کے متعلق کچھ ذکر کیا حضرت والا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میرے استاذ میں ایک بزرگ تھے ملا محمود صاحب ان کے ایک بھائی تحصیلدار تھے اور غیر رشوت لینے والے مگر انکی بدلی نہیں ہوتی تھی ایک گنوار دیہاتی بیڑا اٹھا کر چلا کہ میں بدلی کراؤں گا کلکٹر یوروپین تھا اس کے پاس یہ گنوار بنگلے پر پہونچا وہ ٹہل رہا تھا جا کر سلام کیا کلکٹر نے دریافت کیا کہ چودھری کیسے آئے کہا کہ تجھ سے ایک بات پوچھوں یہ بتلا کہ موروثی کسے کہیں ہیں۔ کلکٹر نے جواب دیا کہ بارہ سال زمین جس کے قبضہ میں رہے اس میں حق موروثی ہو جاتا ہے پھر اس کے قبضہ سے کوئی نہیں نکلوا سکتا۔ کہا کہ میں بھی تیرے پاس اسی واسطے آیا ہوں۔ یہ جو تحصیلدار ہے اس کو تحصیل میں گیارہ سال تو ہو گئے اگر ایک سال اور تحصیل میں رہ گیا تو پھر نہ تیرے باپ سے جا،

ورنہ میرے پاپوسے جا کلکٹر سمجھ گیا اور بعد تحقیق واقعات فوراً حکم تبادلہ کا بھیجدیا ان دیہاتیوں کی زبانت بڑے غضب کی ہوتی ہے ان کے دماغ نہایت صحیح ہوتے ہیں ان کے پاس الفاظ تو ہوتے نہیں اس لئے کہ علم نہیں ہوتا مگر ترجمانی غضب کی کرتے ہیں ۔

ملفوظ ۲۸۷ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تشبہ بالنصاریٰ لوگوں کی گھٹی میں پڑگیا ہے ان کی سی صورت ان کا سا لباس ان کی سی وضع قطع پھر تعصب میں فرق کیا رہ گیا لیکن قدرتی فرق کہاں جا سکتا ہے گو ظاہر میں تشبہ کے کتنے ہی انتظام کر لو مگر قدرتی چیزوں میں برابری کیسے ہو سکتی ہے ۔

۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۲۸۸ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ ختم میں ایسے بھی دعا کرانے آتے ہیں جو واقع میں ظالم ہوتے ہیں مثلاً ابتداء میں خود مار پیٹ کی اور پھر دعا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کی رقم مد ختم میں داخل کرنا چاہیئے یا نہیں اور ان کے لئے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں ایسی حالت میں طالبان دعا سے کیا کہدیا کروں فرمایا کہ تم صرف یہ جواب دیدیا کرو کہ بھائی اول واقعہ بیان کر کے کسی عالم سے حکم شرعی پوچھ لو کہ اس کے لئے دعا جائز ہے یا نہیں اگر وہ کہدیں اور ہم کو بھی انکی زبان سے سنوا دو تو ہم دعا کر دیں گے عرض کیا کہ میں تو عذر کر دیتا ہوں فرمایا کہ ایک تو لٹھ سا مارنا ہوتا ہے اور ایک سمجھانا ہوتا ہے تو عذر کی تفصیل بیان کر دینے کی ضرورت ہے تاکہ وہ بھی تو سمجھ جاسکے ۔

ملفوظ ۲۸۹ (ملقب بہ آداب التربیۃ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تربیت اور اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے اس میں بڑے تجربے اور فن کی ضرورت ہے شیخ کا ولی ہونا قطب ہونا بزرگ ہونا ضروری نہیں مگر فن سے واقف ہونا ضروری ہے ہاں فن جاننے کے ساتھ اگر ولایت اور بزرگی بھی ہو تو اسکی تعلیم میں خاص برکت ہوگی آجکل فن نہ جاننے کیوجہ سے لوگ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں اور منزل مقصود سے تو بہت ہی دور رہتے ہیں مقصود کی ہوا تک نہیں لگتی ۔ ایک صاحب نے بذریعہ خط اپنے نفس کی اصلاح کی درخواست کی تھی اس پر میں نے لکھا کہ ہر ہر مرض کو ایک ایک کر کے لکھو کہ اس کا علاج پوچھو اس پر یہ مہمل جواب آیا ۔ میں حقیقت سے تو واقف ہوں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ میں مرض کیا کیا ہیں اس پر میں نے لکھا کہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ حقیقت کی خبر ہو

اور مرض کی خبر نہ ہوا اس پر جواب آیا اور بہت طویل تحریر لکھ کر بھیجی جس میں اپنی تمام سوانح عمری درج کی تھی آخر میں لکھا تھا کہ یہ میری حالت ہے اب آپ سمجھ لیں کہ کون کون مرض میرے اندر ہیں جو قابل علاج ہیں ۔ اس پر میں نے لکھا کہ یہ طریقہ معالجہ کا نہیں ہے کہ ایک کتاب تصنیف کر کے بھیجدی تم نے میری پہلی بات کا اب تک جواب نہیں دیا اور اتنی بحر طویل لکھکر ایذا دی جب تم مرض کا ہونا نہ ہونا نہیں بتلاسکتے جو کہ خاص تمہاری حالت ہے تو اتنے دور سے میں کیسے سمجھ سکتا ہوں اور اگر تمہارے نزدیک معلم کیلئے اتنی دور سے بے بتلائے ہوئے سمجھ لینا ضروری ہے اور میں اس سے قاصر ہوں تو تم کو یہ حق حاصل ہے کہ مجھے لکھو کہ جب تجھ کو اتنا بھی سلیقہ نہیں تو تجھ سے تعلق رکھنا ہی فضول ہے تو پھر میری طرف اجازت ہے کہ کسی اور سے تعلق کر دو پھر فرمایا کہ یہ تو امور طبعیہ اور فطری ہیں کہ اپنی حالت کو آدمی اس طرح لکھے کہ جس کو دوسرا سمجھ بھی تو لے یہ گول مول باتیں لکھنا یا کرنا کونسی عقلمندی کی بات ہے ایک ضروری بات یہ ہے کہ آدمی جس کے پاس جائے اور جس کام کو جاوے اس سے صاف کہدے اس میں کسی کی تعلیم کی کون ضرورت ہے مثلاً بازار جاتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ سودا دیدو بلکہ اس چیز کا نام لیتے ہیں کہ نمک دیدو مرچ دیدو گرم مصالحہ دیدو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ اس چیز کا نام نہ لیں یا اسٹیشن جاکر یہ نہیں کہتے کہ ٹکٹ دیدو اور اس مقام کا نام نہ لیتے ہوں جہاں کا ٹکٹ لینا ہے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ نانوتہ کا ٹکٹ دیدو سہارنپور یا رامپور کا ٹکٹ دیدو وہاں ناقص کلام کو کافی نہیں سمجھتے مگر ان ناتمام باتوں کی مشق کیلئے بیچارے ملا ہی رہ گئے ہیں یہاں پر آکر کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو اب یہ کچھ نہیں کہ کس چیز کا تعویذ کیا ملا نے ان کے باوا کے نوکر ہیں کہ بیٹھے ہوئے پوچھا کریں مگر میرے یہاں آکر انکا دماغ درست کر دیا جاتا ہے کہ ایسی بیہودگیوں پر روک ٹوک ہوتی ہے گو باہر جاکر بدنام کرتے ہیں کہ بدخلق ہے سخت گیر ہے مگر اس کے ساتھ اپنے اخلاق حمیدہ اور نرم خوئی کا کوئی ذکر نہیں کرتے کہ ہمنے بھی کسی کو ستایا ہے اور اذیت پہونچائی ہے یا نہیں ان لوگوں کے صاف نہ کہنے پر صرف ایک یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ ان سے پوچھ لیا کروں کہ کیا کہتے ہو ۔ ور میں یوں اس ۔ پر قادر بھی ہوں اور پوچھ بھی سکتا ہوں مگر پوچھتے ہوئے غیرت آتی ہے اس لئے کہ جب ان نالائقوں کی یہ حالت ہے کہ ان کے قلوب میں اہل علم اور دین کی وقعت نہیں تو ہم میں ہی کونسا ضرورت ہے کہ ان سے چاپلوسی کریں یہ پوچھنا اس حالت میں میرے لئے موت کی برابر ہے بلکہ ایک حیثیت سے موت محبوب ہے اور یہ تلخ ہے آخر یہ کس قاعدہ سے میرے ذمہ ہے کہ کام تو اس کا پوچھوں میں مجھ کو ضرورت اور غرض ہی کیا ہے بہت سے غیر معتقد ہو جائیں ۔ سو میری جوتی سے ایسے بدفہموں کا تو غیر معتقد ہی ہونا بہتر ہے اور زیادہ سے زیادہ تکبر کا الزام ہو گا مگر نفاق کا تو الزام نہ ہو گا باقی مجھ کو تو اس

سے بھی مسرت ہوتی ہے کہ ایک بدفہم اپنی بدفہمی پر مطلع تو ہوا۔ دوسرے رسمی پیروں کے یہاں تو ایسے بدفہموں اور بدعقلوں کی بڑی آؤبھگت اور چاپلوسی ہوتی ہے خوشامدیں کی جاتی ہیں اور محض غرض کی بناء پر اور وہ غرض دنیا ہے جو اہل علم اور درویشوں کی شان سے نہایت بعید ہے استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ جو یہاں کا طرز ہے اپنے بزرگوں کا یہی طرز دیکھا اور یہی پسند بھی ہے میں تو اس طرز کے خلاصہ میں یہ کہتا ہوں کہ اور جگہ برکت ہے میرے یہاں حرکت ہے۔ اور مصلحین شیخ ہیں اور میں میخ ہوں یہاں پر تو گھن کی چوٹ پڑتی ہے اگر ایک دفعہ خوشی پڑے، آؤ ورنہ گھر بیٹھو اور جگہ دلجوئی ہوتی ہے میرے یہاں دلشوئی ہوتی ہے اور جگہ ولایت قطبیت غوثیت ابدالیت تقسیم ہوتی ہے میرے یہاں انسانیت آدمیت سکھائی جاتی ہے اگر ولی بننا بزرگ بننا قطب بننا غوث بننا ہو تو اور جگہ جاؤ انسان بننا آدمی بننا ہو یہاں پر آؤ ایک شاعر نے خوب کہا ہے

؎ زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند ایں جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی

میں نے اسکو اس طرح بدل دیا ہے اس لئے کہ یہ جملہ سخت ہے کہ مسلمان نہ شدی ؎

زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند ایں جملہ شدی و لیکن انسان نہ شدی

تو ولی بن سکتے ہے مگر انسان بننا بہت مشکل ہے مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور اپنے ماموں سے کراؤ تب انہوں نے اس طرف رجوع کیا غرض بزرگی اور ولایت اور چیز ہے اور انسانیت اور آدمیت اور چیز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر انسان بنایا جاتا ہے اگر یہ طرز کسی کو ناپسند ہو یہاں نہ آئے اور کہیں جائے اور میں اس موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں۔ ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

اور میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ انسانیت اور آدمیت بدون کسی کی جوتیاں کھائے ہوئے پیدا نہیں ہو سکتی الا ماشاء اللہ اگر کسی کو خداداد فہم سلیم عطاء فرمایا گیا ہو تو یہ دوسری بات ہے مگر اکثر یہی ہے کہ جوتیاں کھانے کی ضرورت ہے اور ایسا نہ ہونا مصداق ہے النادر کالمعدوم کا اور میں اس موقع پر ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ مربا جبھی بنتا ہے کہ پہلے سیب کو خرید کر لاتے ہیں پھر اسکو چاقو سے چھیلکر اس کا چھلکا الگ کرتے ہیں اور جو کہیں داغ ہوتا ہے اسکو چاقو کی نوک سے جدا کرتے ہیں پھر ایک دیگچی میں پانی بھر کر چولہے پر رکھکر اور جلا کر اور اس میں ان صاف شدہ سیب کو جوش دیتے ہیں مالیں اس کو اتار کر ٹھنڈا ہو جانے کے بعد پھر اس کو چاقو کی نوک سے کوچتے ہیں تاکہ قوام اس کے اندر اتر سکے پھر قوام تیار کر کے اس میں اسکو ڈالتے ہیں اور پھر کئی روز ایک

مرتبان میں بند رکھتے ہیں تب جا کر یہ مربا اس قابل ہوتا ہے کہ جس غرض سے طبیب نے اس کو بتلایا ہے اس کے لئے مفید ہو سکے اسی طرح مربا بنکر پھر کہیں طبیعت کا مربی بننے کے قابل ہو سکتا ہے، اگر ہر کوچنے پر وہ سیب ہاتھ سے نکلکر بھاگنے لگے اور اس کی برداشت نہ کر سکے تو بس بن چکا مربا اسی طرح اگر شیخ کی ہر ڈانٹ اور ڈپٹ پر طالب کے دل میں کدورت پیدا ہو اور برداشت نہ کر سکے بن چکے مربی ایک حکایت حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں بیان فرمائی ہے اس میں ایک شخص کا اپنی کمر پر شیر کی تصویر گدوانے کیلئے جانا اور ہر سوئی کے کوچنے پر یہ پوچھنا کہ یہ کیا بناتا ہے اور اس کا یہ بتلانا کہ یہ کان بناتا ہوں سر بناتا ہوں پیٹ بناتا ہوں دم بناتا ہوں اور اس کا یہ کہنا کہ یہ شیر کا نقش کوئی سینگا تھوڑا ہی یا کھائیگا تھوڑا ہی یا بے دم کا شیر نہیں ہوتا اور اس پر اس گودنے والے کا سوئی ہاتھ سے پھینکر یہ کہنا مفصلاً یہ مذکور ہے۔ سہ

شیر بے گوش و سر و اشکم کہ دید ۔۔۔ ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید
گر بہر زخمے تو پر کینہ شوی ۔۔۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
چوں نہ داری طاقت سوزن زدن ۔۔۔ پس تو از شیر ژیاں ہم دم مزن

تو صاحب اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہو سکتی ہے بدون طریقہ تو کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی انجام کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور دوسرے پیروں کے یہاں جوان لوگوں کی آؤ بھگت ہے ان میں بعض کی نیت تو صالح ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ اور بعض کی خسر ہوتی ہے جنکی صالح ہوتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ ہم سے لگے بندھے رہیں کہیں کسی بدعتی وغیرہ کے ہاتھ نہ جا کر نہ پھنس جائیں خیر اپنا مذاق ہے مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ دین ان کا محتاج ہے دین ان کا طالب ہے اور یہ اس کے مطلوب ہیں اور میں سب کو مشورہ نہیں دیتا کہ سب اپنے اخلاق ایسے بنائیں مگر مجھے بھی معاف رکھیں اور جنکی نیت خسر ہوتی ہے اس کا منشا اگر نہایت ہی مذموم ہے بلکہ نہایت ہی مردود یہ کہ اگر ہم نے انکے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا تو یہ غیر معتقد ہو جائیں گے، اور جو خدمت کرتے ہیں وہ نہ کرینگے پس یہ لوگ تو ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں اور پیروں کی طرف سے ان کا تعلق ہوتا ہے سو یہ درجہ تو نہایت بُرا ہے ہمارے حیدرآبادی ماموں صاحب تھے تو ہمارے مسلک کے خلاف خالی صوفی تھے مگر دکاندار نہ تھے اور اکثر ان کی باتیں بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ حیدرآباد دکن کے امراء تو غنی ہیں اور مشائخ وہاں کے دوزخی اس لئے کہ امراء جو تعلق رکھتے ہیں مشائخ سے وہ محض اللہ کے واسطے ہے اور مشائخ جو تعلق کرتے ہیں امراء سے یہ دنیا کے واسطے ہے واقعی بڑے کام کی بات فرمائی ایسا ہی ہو رہا ہے ایک ایسے ہی مرید نے اپنے ایسے ہی پیر سے خواب بیان کیا کہ حضرت رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میری انگلیاں تو پاخانہ میں بھری ہیں اور آپ کی شہد میں پیر صاحب

سنکر آپے سے باہر ہو گئے کہ ٹھیک تو ہے تو دنیا کا کتا ہے تیری حالت کی ایسی ہی مثال ہے جیسے پاخانہ اور ہم اللہ والے بزرگ ہیں ہماری حالت کی مثال شہد کی سی ہے مرید کوئی بڑا ہی مسخرہ اور ظریف تھا کہنے لگا کہ حضرت نے تعبیر میں جلدی فرمائی ابھی خواب پورا نہ ہونے پایا فرمایا کہ بیان کرو آگے کیا باقی ہے اس نے کہا کہ یہ بھی دیکھا کہ تمہاری انگلیاں تو میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں تم چاٹ رہے ہو بس پیر صاحب گم ہو گئے تعبیر وغیرہ سب ختم ہو گئی اب یہ خواب واقعی ہو یا نہ ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ اس نے اس حکایت میں معاملہ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ ہم تم سے دین کی وجہ سے تعلق رکھتے ہیں جو مثل شہد کے ہے اور تم ہم سے دنیا کی وجہ سے تعلق رکھتے ہو جو مثل پاخانہ کے ہے اور ان عوام بیچاروں کی اتنی خطا نہیں ان کے اخلاق تو خوشامد کر کے خراب کئے گئے ہیں ورنہ وہ پھر بھی ان پیروں سے زیادہ محل کو سمجھتے ہیں، نواب عمران خاں کے پاس جب وہ حج کو جا رہے تھے جہاز میں ایک بہت بڑا افسر انگریز مزاج پرسی کو آیا نواب صاحب نے نہایت بے رخی کے ساتھ ملاقات کی بیٹھے ہوئے تھے بیٹھے تک نہیں وہ کھڑا رہا اور جو سوال اس نے کیا نہایت روکھا جواب دیا جب وہ چلا گیا تو سہارنپور کے ایک رئیس نے نواب صاحب سے عرض کیا کہ خاں صاحب یہ آپ کا مہمان تھا کو کافر تھا مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کفار کی بھی جب کہ وہ مہمان ہوئے مدارات فرمائی ہے اس لئے آپ کو بھی مہمان ہونے کی حیثیت سے مدارات اور احترام کرنا مناسب تھا نواب صاحب نے پٹھانوں والا جواب دیا کہ الفاظ تو دیہاتی تھے مگر مقصود صحیح تھا جواب یہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پیغمبری کرنا تھی ہم کو پیغمبری کرنا تھوڑا ہی ہے یہ جواب بظاہر بڑے بے ادبی کا ہے مگر حاصل اور مدلول اس کا صحیح ہے کہ اس وقت تالیف قلوب کی ضرورت تھی اور اب ضرورت نہیں رہی البتہ ایک جگہ اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں اب بھی تالیف قلب مناسب ہے باقی جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں ان عرفی اخلاق کی ضرورت نہیں، سو دیکھئے ان دیہاتی پٹھان نے رعایت کا محل سمجھا مگر یہ پیر نہیں سمجھتے۔

ملفوظ ۶۶۹: (ملقب بہ آداب المتقین) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر انسان میں عبدیت پیدا ہو جائے تو وہ انسان ہے ورنہ حیوان سے بھی بدتر ہے بل ھم اضل بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں میں اسی کی تصریح ہے اسی کے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بصورت آدمی انسان بدے　　　احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

انسانیت کی علامت یہی ہے کہ عبدیت ہو فنا ہو افتقار ہو انکسار ہو عجز ہو کیونکہ یہ سب علامات ہیں عبد کامل

؎ اگر [illegible] آدمی انسان ہی ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل یکساں ہوتے۔ ۱۲

کی اگر اس راہ میں چلکر بھی یہ باتیں پیدا نہ ہوئیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بالکل محروم اور ناکام ہے کیونکہ محض ظاہری صورت اور لحم و پوست کو آدمیت سے کیا تعلق اسی کے متعلق بھی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [1]

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست   آدمیت جز رضائے دوست نیست

غرض عبدیت بڑی چیز ہے جس میں بعض آثار یہ ہیں کہ بعض مرتبہ جسوقت عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اسوقت کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے بھی غیرت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اس نسبت میں ظاہراً دعوے کی شان معلوم ہوتی ہے اسی عبدیت کی بدولت فنا و افتقار و انکسار و عجز پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے اندر ایک احتیاج کی سی کیفیت غالب رہتی ہے جو عین مقصود اور مطلوب ہے شیخ اسی کیفیت کے پیدا کرنے کی طالب کے اندر کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے اندر سے دعوے کی گنجائش جاتی رہے کیونکہ تجربہ ہے کہ بدون مؤثر کے اثر میں استحکام نہیں ہوتا جس کی ایک نظیر یاد آئی کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ حضرت میرا ارادہ ہے کہ میں نوکری چھوڑ دوں اگر اجازت ہو، حاصل یہ تھا کہ توکل اختیار کروں اس وقت حضرت مولانا مطبع مجتبائی میرٹھ میں دس روپیہ کے ملازم تھے اب دیکھئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا جواب فرماتے ہیں کہ مولانا یہ پوچھنا خود دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ترک اسباب کرنا موجب تشویش ہوگا اور جب پختگی کی حالت پیدا ہو جائے گی تو اس وقت پوچھنا تو درکنار اگر کوئی تم کو روکے گا تب بھی رستے تڑا کر بھاگو گے اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ شیخ اسی استحکام آثار کیلئے عبدیت کے راسخ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس سے آثار میں استحکام ہو ورنہ بدون کیفیت کے رسوخ کے گاڑی چلنا مشکل ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ انجن کے ذریعہ سے گاڑی چلتی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کبھی اسٹیشن پر دیکھا ہوگا مال وغیرہ کے ڈبوں کو مزدور لائن پر دھکیلتے ہیں تو فقدان کی کیفیت کی مثال مزدوروں جیسی اور کیفیت پیدا ہو جانیکی مثال انجن جیسی ہے بس شیخ اسی کی کوشش کرتا ہے اور شیخ کی خدمات میں سب سے صعب (سخت) خدمت یہی ہے کیونکہ اس کی تکمیل کیلئے شرط ہے شیخ و طالب میں مناسبت کی۔ اور مناسبت کی عقلاً دو صورتیں ہو سکتی تھیں۔ ایک شیخ کو طالب کے مقام پر تنزل کرنا دوسرے طالب کو اپنے مقام پر لیجانا اول میں شیخ کو مشقت ہوتی ہے اور طالب کو سہولت اور ثانی میں بالعکس مگر شیخ کی شفقت و کمال کا مقتضا پہلی صورت ہے اسلئے وہ اس کو اختیار کرتا ہے پس شیخ کیلئے وہ وقت جبکہ وہ طالب کے مقام کی طرف نزول کرتا ہے بہت سخت ہوتا ہے اور انبیا علیہم السلام کا نزول اس سے بھی سخت ہوتا ہے

---

[1] انسانیت پوست اور چربی کا نام نہیں ہے۔ انسانیت کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو ۱۲

کیونکہ بوجہ بون بعید (بہت زیادہ فرق ہونے) کے انکو زیادہ تنزل کرنا پڑتا ہے۔ خصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول۔ پھر جبکہ مخاطب اس نزول کی قدر بھی نہ کرے تو اس عارض کیوجہ سے اور بھی سخت ہو جاتا ہے اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ کو سب انبیاء سے زائد اذیت ہوئی ہے اور یہ مشقت اس پر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا فطری امر تھا تسہیل الصعاب (دشواریوں کو آسان کردینا) ورنہ دشواری کی حد ہی نہ رہتی۔ تو شیخ کا یہ بڑا ہی کمال ہے کہ طالب کے مقام پر نزول کرکے آتا ہے طالب کو اپنے درجہ پر نہیں لیجاتا جیسے ایک طالب علم میزان پڑھتا ہے اور ایک بہت بڑا علامہ اس کو پڑھاتا ہے تو وہ علامہ اس کے مقام کی طرف نزول کریگا تب اس کو نفع ہوگا طالبعلم کو اپنے مقام کی طرف نہ لیجائے گا اس کے مناسب ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں یہ فرما رہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے اور لوگ اس تقریر سے متاثر ہو رہے تھے عین اس وقت میں ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں کسی دوسرے شخص نے لڑائی کے وقت کاٹ لیا تھا اور اسکی وجہ سے تمام ہاتھ ورم کر آیا تھا اور اس کو سخت تکلیف تھی اس نے آکر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیجئے کہ میری یہ تکلیف جاتی رہے میں بھی اس مجلس موجود تھا۔ اب مجھ کو طالبعلمانہ شبہ ہوا کہ حضرت ابھی ثابت فرما چکے ہیں کہ ہر مصیبت اور بلاء و تکلیف خدا کی نعمت ہیں اب اس درخواست کے بعد دو ہی صورتیں ہیں اگر اس کی صحت کیلئے دعاء کیا تو وہ نعمت کے رفع ہونیکی دعا ہوگی اور اگر دعا نہ کی تو یہ منصب شیخ کے خلاف ہوگا کہ حضرت اس کو مقام تلذذ بالنعمت پر لیگئے جس سے اس کو ذرا بھی مناسبت نہیں تو اس صورت میں حضرت عام مخلوق کے کام نہ آئے حضرت نے معمول کے خلاف اعلان کی ساتھ فرمایا کہ سب اس شخص کیلئے دعاء کریں اور بآواز بلند دعاء فرمانا شروع کی کہ اے اللہ یہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی نعمت ہے مگر ہم لوگ اپنے ضعف تحمل کے سبب اس نعمت کی برداشت نہیں کر سکتے اس لیئے آپ اپنی رحمت سے اس نعمت بلا کو نعمت صحت سے مبدل فرما دیجئے مجھ کو اس وقت نہایت ہی حیرت ہوئی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان تحقیق سراسر میں عجیب وغریب تھی ایک مرتبہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے واپسی قسطنطنیہ کے بعد حضرت سے کہا کہ سلطان عبدالحمید خاں صاحب میں ایسی ایسی خوبیاں ہیں اگر آپ کہیں تو سلطان سے آپ کا تذکرہ کروں حضرت نے فرمایا کہ غایت مافی الباب اس تذکرہ سے وہ میرے معتقد ہو جائیں گے پھر اس اعتقاد کا کیا نتیجہ ہوگا صرف یہ ہوگا کہ وہ مجھ کو آپ کی طرح بلائیں گے جسکا حاصل یہ ہوگا کہ بیت اللہ سے بُعد ہوگا اور بیت السلطان سے قرب۔ مگر اس ارشاد میں بظاہر ایک دعویٰ اپنے بڑے اور سلطان کے چھوٹے ہونیکا معلوم ہوتا ہے۔ ساتھ ہی کیا اچھا تدارک فرمایا کہ آپ سلطان کو عادل بتلاتے ہیں اور حدیث میں

ہے کہ سلطان عادل کی دعاء مستجاب ہوتی ہے سو اگر ممکن ہو میرے لئے ان سے دعاء کرا دیجئے مگر اس کا یہ طریق تو عرفاً نہیں کہ ایک فقیر کیلئے سلطان سے دعاء کو کہا جائے سو مناسب صورت یہ ہے کہ ان سے میرا سلام کہدینا وہ اسکا جواب دینگے ۔ پس وہی جواب دعاء ہو جاوے گا ۔

ملفوظ ۶۶۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی میں جتنا کمال ہوتا جاتا ہے اتنی ہی اسکے معاملات میں مقالات میں سلاست آتی جاتی ہے جب انتہائی کمال حاصل ہوتا ہے تو اسوقت یہی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ عالم بھی ہے یا نہیں اسکی تائید میں مولوی عبیداللہ ناظم موتمر الانصار کا ایک مقولہ بیان فرمایا کہ وہ جب یہاں آئے تو مجھ سے کلید مثنوی کی تکمیل کی فرمائش کی میں نے عذر کیا کہ لیاقت علمی تو مجھ کو کبھی حاصل ہی نہیں ہوئی مگر اب تو اصطلاحیں وغیرہ بھی سب بھول بھال گئے وہ لفظی علم بھی غائب ہو گیا انھوں نے کہا کہ علم کا تو وہی وقت ہے جب یہ اصطلاحیں بھلا دیجادیں ۔

ملفوظ ۶۶۱ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون واقفیت فن کے آدمی ہمیشہ غلطیوں میں مبتلا رہتا ہے اور حقیقت کا پتہ نہیں چلتا مجھ کو پچھلے دنوں کچھ بدخوابی کی شکایت ہو گئی تھی ایک حکیم صاحب سے حالت عرض کرتا وہ کچھ تجویز کر دیتے مگر کچھ نفع نہ ہوتا تو میں نے سمجھا یہ توجہ سے نہیں بتلاتے سرسری یاد سے کچھ کہدیتے ہیں لاؤ ہم ہی کتاب میں کچھ دیکھ لیں یہ سوچکر میں نے ایک روز حکیم صاحب سے کہا کہ مجھ کو شرح اسباب دیدیجئے میں خود اپنے حالات پر اس بحث کو منطبق کرونگا انھوں نے کتاب دیدی میں لیکر گھر آیا اور دیکھنا شروع کیا تو اس مرض کے جتنے اسباب اس میں لکھے تھے میں نے دیکھا کہ سب میرے اندر موجود ہیں اب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کونسے سبب کا علاج تجویز کروں میں نے کتاب لیجا کر حکیم صاحب کو حوالہ کی اور کہا یہ کتاب آپ ہی کے کام کی ہے ہمارے کام کی نہیں اور راز یہ معلوم ہوا کہ کچھ کچھ اسباب تو سب ہی ہوتے ہیں مگر معتد بہ درجہ میں جو سبب ہوتا ہے وہی مرض میں موثر ہوتا ہے اس کو اہل فن ہی سمجھتے ہیں ہم تم نہیں سمجھ سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فن سے واقف ہیں ہم فن سے واقف نہیں مرض بدون فن کی مہارت اور واقفیت کے کسی فن میں دخل دینا دخل در معقولات کا مصداق ہے ۔

ملفوظ ۶۶۲ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات چشتیہ کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو سب غیر اللہ سے ذہول ہو گیا تھا ایک کے سوا سب کو فنا کر دیا تھا اس فنا کے غلبہ میں بعض اوقات بعض اہل ظاہر کو ان حضرات پر شبہ ہو گیا ہے خلاف شریعت عمل کرنے کا حالانکہ واقعی شان ان کی بالکل اس کی مصداق ہے واصطنعتک لنفسی یعنی اللہ نے تم کو اپنا بنا لیا اس پر شبہ کی ایک مثال ہے کہ شدت شوق میں تمام شب جاگے اس اہل ظاہر نے خلاف سنت میں داخل کیا اور بدعت کہا حالانکہ حقیقی عشاق پر اعتراض کرنا ہی بدعت ہے

گو بعض اہل ظاہر نے کثرت عبادت کو بدعت کہا ہے اور اس استدلال کرتے ہیں لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ مگر وہ حضرات بھی اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں ان کے لئے اس کا مدلول اس کا عکس ہے آیت وہی ہے وہ استدلال میں یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم کثرت سے عبادت نہ کریں تو ہلاک ہو جائیں تو تقلیل عبادت تہلکہ ہے کیسا عجیب اور لطیف استدلال کیا ہے جس معترض کے پاس کوئی معقول جواب نہیں یہ استدلال حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے سبحان اللہ۔

ملفوظ ۶۶۳ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض لوگ ذکر کیلئے نیند کا علاج کرتے ہیں تاکہ نیند میں کمی اور ذکر میں بیشی ہو یہ جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر نیند حد اعتدال سے بڑھی ہوئی ہو تو مرض ہے علاج ضروری ہے اور اگر اعتدال پر ہو تو اس کی کمی کی سعی کرنا اپنے کو ہلاکت اور مرض میں ڈالنا ہے عرض کیا کہ بعض کہتے ہیں کہ ہم کو کم سونے سے تکلیف ہی نہیں ہوتی فرمایا کہ گو حال میں نہ ہو مگر مآل میں مثلاً بڑھاپے میں اس کا نتیجہ برا ہوگا اور مضر ہوگا۔

ملفوظ ۶۶۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بیچ کے متقدین بڑے غضب کے ہوتے ہیں حاجی محمد عابد صاحب رات دن ہمارے اکابر کے مجمع میں رہنے والے تھے نگران مصاحبین اور مقربین کی بدولت ایک زمانہ میں تفریق ہو گئی تھی میں تو کہتا ہوں کہ یہ مقربین مکربین تکلیف دینے والے بن جاتے ہیں انہوں نے ہماری جماعت پر یہ الزام لگایا کہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں نفس ذکر رسول کو حرام کہتے ہیں بس اس روایت کی تصدیق کرنے سے فتنہ بڑھ گیا اور یہ روایت کا سلسلہ ایسا زہر ہے کہ اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں لوگوں نے جنگ کرا دی بیچارے حاجی محمد عابد صاحب کیا چیز تھے۔ البتہ اپنے بزرگوں میں خصوصیت کے ساتھ ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یہ سلسلہ روایت کا بالکل نہ چلتا تھا پھر اس میں بھی ایک فرق تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو سب کچھ سن لیتے پھر فرما دیتے کہ وہ شخص ایسا نہیں میں خوب جانتا ہوں تم جھوٹ بولتے ہو اور حضرت مولانا قاسم صاحب شروع ہی سے نہ سنتے تھے۔ میرے یہاں بھی بحمداللہ ایسی روایت کا سلسلہ نہیں۔

ملفوظ ۶۶۵ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت اور عشق کی شان ہی جداگانہ ہے اس میں رسمی علم اور عدم علم کی قید نہیں۔ مدینہ طیبہ میں ایک ترکی صاحب طریقت تھا ذاکر تھا کسی مقام پر الجھ گیا اس نے مزار مبارک پر کھڑا ہو عرض و معروض کیا کرتا تھا مگر کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوئی اسی دوران میں ایک بدوی مزار مبارک پر حاضر ہوا اور نہایت بیباکانہ عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نبی ہیں اور امت پر شفیق ہیں اگر یہ صحیح ہے تو ہمارے ہاں خشک سالی ہے اس کی وجہ سے پریشانی کی حالت ہے بالکل بارش نہیں آپ دعا فرمائیں اور بارش ہو گئی تو ایک مسئلہ ہو گئی کا آپ

کی نذر کرونگا یہ گستاخانہ معروض مسجد شریف کے محافظ لوگ سنکر چھڑیاں لیکر مارنے کو دوڑے وہ بھاگا جب مسجد سے باہر گیا تو وہ گاؤں قریب تھا اس نے دیکھا کہ بدلی کا ایک ٹکڑا اس بستی کیطرف چھایا ہوا ہے اور بارش ہو رہی ہے تو کہتا ہے کہ واقعی حضور نبی ہیں اور سچے نبی ہیں اور امت پر شفیق ہیں خود نادار تھا مگر کسی سے قرض لیکر گھی کا مشکیزہ خرید کر مزار شریف پر آیا اور ادھر ادھر دیکھکر نظر بچا کر مشکیزہ مزار مبارک پر لگا کر گھی بہا کر بھاگ گیا کیا چیز تھی اس کے قلب کے اندر اللہ اکبر یہ تو اس عامی بے علم کا حال تھا اب اس ترکی کی سنئے جو صاحب طریقت تھا کہ یہ رنگ دیکھکر شکایت اور ناخوشی ظاہر کرکے یہ کہکر چلدیا کہ آپ کو بھی حمیت قومی تھی عربی کا کام ہو گیا اور ترکی کا نہ ہوا۔

ملفوظ ۷۷ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عشاق سے عرفی عقل کوسوں دور بھاگتی ہے نری عقل اس راہ میں راہزن ہے جب تک محبت نہ ہو نری عقل سے کیا کام چلتا یہاں تو دیوانہ ہو کر چلنے کی ضرورت ہے اور اس دیوانہ کی پریشان ہوتی ہے فرماتے ہیں۔ سہ

باز دیوانہ شدم من اے طبیب ۔۔۔ باز سودائی شدم من اے حبیب

اس عقل کو تو شریعت کے تابع رکھنا چاہیئے جب تک شریعت کے تابع ہے خیر ہے ورنہ وبال جان ہے ایسی ہی عقل کے متعلق فرماتے ہیں سہ

آزمودم عقل دوراندیش را ۔۔۔ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۷۸ ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مدرسہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی مریض اس درجہ تک پہونچ جائے کہ اسکی صحت سے اور حیات سے مایوسی ہو جائے تو اس کو خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور پرہیز توڑوا دیا جاتا ہے تو یہ مدرسہ اسی درجہ تک پہونچ گیا ہے اسکی روح ختم ہو چکی ہے گو مادی ترقی باقی بھی ہو اسی مضمون کے متعلق میں نے فلاں بزرگ مہتمم مرحوم سے کہا تھا کہ اگر مدرسہ ان مفاسد کے ساتھ باقی بھی رہا اور مادی ترقی بھی کی اور روح باقی نہ رہی تو اس

سہ سب کچھ دیکھنے کے بعد اے طبیب میں پھر دیوانہ ہو گیا ہوں اور اے محبوب میں پھر تیرا ہی سودائی ہو گیا ہوں سہ میں عقل اور دور اندیش کو آزمانے کے بعد دیوانہ بنا ہوں ۱۲

کی ترقی اس حالت میں ایسی ترقی ہوگی جیسے مرنے کے بعد لاش پھول جاتی ہے مگر تھوڑے ہی دنوں میں پھٹ بھی جاتی ہے اس وقت تماشا ہوگا کہ محلہ بھر کو کیا بلکہ بستی تک کو اور بستی سے بھی آگے بڑھ کر قرب وجوار کو بدبو سے خراب کریگی ۔ ہاں اگر روح باقی ہو اور ساتھ ہی مریض کا جسم کمزور اور لاغر ہوگیا ہو تو اس کا علاج ہونا بھی ممکن اور ایسا فربہ اور موٹا ہونا محمود ہے نہ کہ آماس کی فربہی ۔

ملفوظ ۴۶۸ ۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نماز آنکھیں بند کر کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر تحصیل خشوع کیلئے ہو جائز ہے فقہاء نے لکھا ہے مگر سنت یہی ہے کہ آنکھ کھول کر پڑھے گو اجتماع خواطر میں کمی ہو جو کہ غیر اختیاری ہے غرض آنکھ بند کر کے نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہوگا ۔ عرض کیا کہ ذکر میں تو آنکھ بند کرنا خلاف اولیٰ نہ ہوگا فرمایا نہیں نماز میں آنکھ بند کرنے کے متعلق ایک عجیب حکایت یاد آئی ہمارے حضرتؒ کے مخصوصین میں سے ایک صاحب کشف نے تکمیل خشوع کیلئے آنکھ بند کر کے نماز پڑھی پھر بعد فراغ نظر کشفی سے اس طرف توجہ کی تو نماز مکشوف ہوئی نہایت حسین صورت میں مگر دیکھا کہ اندھی ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجمالاً عرض کیا کہ میں نے نہایت خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تھی مگر یہ صورت نظر آئی حضرت نے فوراً فرمایا کہ آنکھ بند کر کے نماز پڑھی ہوگی عرض کیا جی فرمایا کہ یہ فعل سنت کے خلاف کیا یہ اس کے سبب سے ہوا انہوں نے دفع خطرات کی مصلحت بیان کی اس پر فرمایا کہ اگر آنکھ کھول کے نماز پڑھتے اور اس میں خطرات آتے وہ نماز افضل واکمل ہوتی اس آنکھ بند کر کے پڑھنے سے جس میں نہ خطرات آئے اور نہ انتشار ہوا شیخ ایسا مبصر ہونا چاہیے اس مبصر ہونے پر ایک دوسرا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ ذکر پورا نہیں ہوتا شروع کرتے ہی قلب پر بے حد ثقل ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت ہوتا تھا آپ پر علوم نبوت فائض ہوتے ہیں کیا عجیب اور غامض تحقیق ہے ۔

ملفوظ ۴۶۹ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تھانہ بھون ہے تو چھوٹی جگہ مگر اس میں بڑے بڑے صاحب کمال گذرے ہیں دین کے اعتبار سے بھی اور دنیاوی فنون کے اعتبار سے بھی وہ لوگ جنہوں نے یہاں کی تعمیرات بنوائیں یہ سب معماران شاہی میں سے تھے اس لئے تعمیرات کے بھی شاہی نمونہ کی بنوائیں گو جگہ تو یہ ہمیشہ چھوٹی ہی رہی مگر طرز وہی رہا جو شاہی تعمیرات کا تھا چنانچہ شہر پناہ کی فصیل بھی تھی دروازے بھی تھے ان دروازوں کے الگ الگ نام تھے بعض بزرگوں نے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں آبادی اسکی اڑتالیس ہزار تھی مگر غدر سے قبل بھی چھتیس ہزار رہ گئی تھی ۔ اور گھٹتے گھٹتے اب قریب سات ہزار کے ہے آبادی کا طرز بھی عجیب طریق پر ہے ہندو الگ مسلمان الگ ۔ پھر ہندوؤں میں کھتری تھا تو ان کا محلہ الگ برہمن الگ اسی طرح چھتری تو ان کے الگ

الگ اور اسی طرح کی مسلمانوں کی آبادی ہے شیوخ الگ سادات الگ راجپوت الگ البتہ اب کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ یہاں پر ایسے ایسے اہل کمال لوگ تھے ایک شخص تھے عبدالرحمٰن چابک سواری کا کام کرتے تھے ایک بنئے سے اس کا گھوڑا سدھانے پر پانچسو روپیہ ٹھہرے مگر اس نے برا بدعہدی کا صرف تین سو روپیہ دینا چاہا انھوں نے مجبور ہو کر تین سو ہی روپیہ لیکر دعا دی اور کہا کہ لالہ جی آپ نے بڑی قدر دانی کی گو وعدہ خلافی بھی کی مگر خیر اچھا لاؤ کیا یاد رکھو گے گھوڑے میں ایک ہنر رہ گیا ہے لاؤ وہ بھی سکھلا دوں لالہ جی بہت خوش ہوئے کہ بڑا سستا کام ہو گیا اور مکمل ہو گیا اور گھوڑا سپرد کر دیا یہ لیکر چلے آئے اور وہ ہنر سکھلا کر سپرد کر آئے وہ ہنر کیا تھا جو سکھایا کہ جس وقت لالہ سوار ہو کر کہیں جائیں تو گھوڑا سیدھا گاؤ قصاب کی دوکان پر پہونچ جاتا اور جب تک لالہ گوشت نہ خرید لیں دکان سے نہیں ہٹتا آخر مجبور ہو کر لالہ جی نے کہا کہ میاں صاحب وہ دوسو بھی لیلو اور جو رہا ہے دس بیس اور بھی لیلو مہربانی کرو بڑا عجیب ہنر سکھایا ہے اس ہنر کو نکالو کہا کہ لاؤ بقیہ دوسو روپیہ گن دو لالہ جی نے ادا کر دیے انھوں نے ایک ہی دن میں یہ عادت گھوڑے کی چھوڑا دی ایک اور حکایت ہے کہ ایک شہسوار کہیں باہر سے آیا اپنے فن میں بڑا کمال رکھتا تھا ان عبدالرحمٰن سے اظہار کمال میں اس کا مقابلہ ٹھہرا جس کی صورت یہ قرار پائی کہ موضع غوث گڑھ متصل تھانہ بھون کے کنوئیں پر جس کا محیط ۲۰ ہاتھ کا ہے شہتیر بچھوا کر اس پر سے علی التعاقب گھوڑوں کو گذارا جائے چنانچہ اول اس مسافر شہسوار نے اس پر اپنا گھوڑا چڑھا دیا ابھی وہ اس کو عبور نہ کرنے پایا تھا کہ اس طرف سے میاں عبدالرحمٰن نے اپنا گھوڑا چڑھا دیا اب بیچ کنوئیں پر دونوں گھوڑے منہ ملائے اس شہتیر پر کھڑے ہیں میاں عبدالرحمٰن نے اس شہسوار سے کہا کہ اب دونوں کے عبور کی کوئی صورت نہیں یہی ہو سکتا ہے کہ دونوں گھوڑوں کو لوٹاؤ مسافر نے کہا کہ میں تو اتنا کمال نہیں رکھتا کہ میں گھوڑے کو یہاں سے الٹا واپس کر سکوں عبدالرحمٰن نے اپنے گھوڑے کے لگام کو اشارہ کیا گھوڑے نے فوراً اپنے دونوں اگلے پیر اٹھا کر اور پچھلے دونوں پیروں پر گھوم کر پشت کیطرف منہ کر کے اس شہتیر سے گذر کر کنوئیں سے الگ جا کھڑا ہوا اس کمال پر لوگوں کو حیرت ہو گئی واقعی تھی بڑے کمال کی بات۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت والا نے چند مہمانوں کو جو پورب کی طرف کے رہنے والے تھے اپنی طرف متوجہ کر کے فرمایا کہ دیکھئے یہ تو ہماری حالت ہے کہ ہم الحمدللہ اپنے بزرگوں کا نہایت درجہ کا ادب احترام کرتے ہیں مگر پھر بھی کانپور میں مخالفین نے یہ مشہور کیا ہے کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کا پاخانہ بنوایا میں نے سنکر کہا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہوا وہ یہ کہ جو حجرہ کا پاخانہ بنوائے وہ عاصی ہے سو اس کبریٰ کی کیا

دلیل ہے شریعت سے اس میں کیا قباحت ہے محبت اور ادب تو اور چیز ہے میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ شریعت کا کیا حکم ہے۔ یہ بتلاؤ فتویٰ دو اور قصہ یہ ہے کہ میں نے پاخانہ کا حجرہ بنوایا ہے حجرہ کا پاخانہ نہیں بنوایا پہلے آدمی تحقیق تو کرے یہ فرما کر حضرت والا ان مہمانوں کو ہمراہ لیکر اس مقام پر تشریف لے گئے اور اس مقام کا نقشہ سمجھایا کہ یہ ہے وہ مقام یہ جگہ پاخانہ کی حد میں تھی مگر اس جگہ کو نجاست سے کوئی تعلق نہ تھا اس لئے کہ قدمچوں کی جگہ پرانی کرسی دیدی گئی ہے کہ وہ جگہ دفن ہو گئی اب اس کو داخل حجرہ کر لیا گیا ہے جس کو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں یہ حقیقت ہے اس واقعہ کی جس کو اس طرح مسخ کیا ہے اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہابیت کہتے ہیں اسی بنا پر مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم نے وہابی بدعتی کی عجیب تفسیر کی تھی کہ وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان اور بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے ایمان۔

ملفوظ ۴۳۸ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک میں لوگوں نے ستانے میں کونسی کسر اٹھا رکھی تھی جو کچھ نہ کہنا تھا کہا جو کچھ نہ کرنا تھا کیا میں تو خدا کے سپرد کر کے بالکل مطمئن ہو چکا تھا۔ ایک روز مسلمانوں کی موجودہ حالت کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ کھانا تک تلخ معلوم ہونے لگا۔ اسی روز اپنی ایک حالت کا غلبہ ہوا کہ تمام دنیا ایک طرف جا رہی ہے اور اس میں علماء بھی بکثرت شریک ہیں کہیں میں ہی تو غلطی پر نہیں اس حالت کا اس قدر سخت غلبہ تھا کہ اس روز کھانا بھی نہیں کھایا گیا عشاء کی نماز پڑھ کر مکان پر پہونچا چارپائی پر بیٹھ کر لیٹنے کا ارادہ کیا تھا کہ دفعۃً زبان پر یہ جاری ہو گیا اب چاہے اسکو وارد سے تعبیر کر لیا جائے آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ بعد الموت پر قلب میں ڈالا گیا کہ تم تو بعد الموت کے لئے تیاری کر رہے ہو ان دنیا کے ذرا ذرا سے فتنوں سے کیوں ڈرتے ہو اور مشوش ہوتے ہو بعد الموت جو واقعات پیش آنے والے ہیں ان کے سامنے ان کی حقیقت ہی کیا ہے مثلاً جان کندنی ہے۔ قبر ہے۔ میدان محشر ہے۔ میزان عدل ہے۔ پل صراط ہے۔ بس اسی وقت قلب کو سکون ہو گیا پھر تو چین سے کھاتا تھا چین سے سوتا تھا۔ یہاں تک لوگوں نے ستانے اور ایذا پہونچانے کی کوشش کی کہ بھنگن تک سے کہا گیا کہ تو اس گھر کمانا چھوڑ دے اس نے جواب دیا کہ چاہے تمام قصبہ چھوٹ جائے مگر یہ گھر نہیں چھوٹ سکتا یہ سب خدا کی طرف سے فضل تھا ورنہ عنایت فرمانے کی عنایتوں کا کوئی حد و حساب ہی نہ تھا اب کیا کہا جائے وہ قصہ ہی ختم ہو چکا غالب نے خوب کہا

سه ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں پر اور قیامت پر اور تقدیر پر کہ ہر بھلائی اور برائی جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور بعد موت کے اٹھائے جانے پر۔

ع سفینہ جب کہ کنارے پر آلگا غالب — خدا سے کیا ستم و جور نا خدا کہئے

میں تو سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں۔ ہاں جن لوگوں نے ستایا سب و شتم کیا بہتان باندھے ان سے خصوصیت کے تعلقات نہیں رکھ سکتا عام مسلمانوں کا سا تعلق رہیگا دل ملنا مشکل ہے ایک بات ہو تو عرض کی جاوے۔ قتل کی دھمکیاں الگ تھیں۔ خانقاہ خالی کرانے پر زور دینے کے الگ منصوبے ہو رہے تھے۔ نماز پیچھے نہ پڑھنے کا اعلان الگ تھا۔ کسی آئی ڈی سے تنخواہ پانے کی شہرت الگ دی جا رہی تھی الحمدللہ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ کو کسی کے دروازہ پر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی ان ہی لوگوں کو یہاں پر بھیجدیا اور قریب قریب سب نے معافی کی درخواستیں کیں میں نے اس نیت سے سب کو معاف کر دیا کہ میں بھی اللہ کا قصوروار ہوں شاید وہ بھی مجھ کو معاف کر دیں۔

ملفوظ ۳۲۲ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں مخالفین کے متعلق فرمایا کہ بکنے بھی دو جس وقت آنکھیں کھلیں گی اس وقت سب پتہ چل جائیگا اور مجھ کو تو جی چاہے کہیں مجھ پر بحمداللہ اثر نہیں نہ ان کے جواب کی فکر کہ عبث ہے۔ اور یہ حق تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہے کہ مجھ کو عبث سے طبعاً نفرت ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فکر میں پڑنا اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے کہ ان بیہودوں کی للو پتو کیا کریں کوئی خوش رہے یا ناراض کوئی معتقد ہو یا غیر معتقد کوئی آئے یا نہ آئے سب برابر ہے حافظ خوب کہتے ہیں۔ ع

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو — دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

اہل حق کا کوئی کام مخلوق کے راضی کرنے یا ناراض کرنیکی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ ہر کام کی بنا رضا حق ہوتی ہے نہ انکو مخلوق سے طمع ہوتی ہے نہ ان پر مخلوق کا خوف ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ کتمان حق کریں بلکہ اس بارے میں خود انکی یہ شان ہوتی ہے جسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ع

ہیبت حق است ایں از خلق نیست — ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

انکی نظروں میں مخلوق کی وقعت اس زیادہ نہیں ہوتی کہ جیسے مسجد کے لوٹے اور صفیں ہوتی ہیں اب آپ ہی بتلایئے کہ جنکی نظروں میں مخلوق کی یہ وقعت ہو ان کے دل میں ان کا خوف کیا جا سکتا ہے اور ان کے دکھلانے یا راضی کرنے کے واسطے ان کا کیا کام ہو سکتا ہے وہ بدون کسی خوف کے (لا یخافون لومۃ لائم) (کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) پر عمل کرتے ہوئے صاف اظہار حق کرتے ہیں اور وہ خدا سے کام رکھتے ہیں مخلوق کے جھاڑ و مارتے ہیں

ع جس کا جی چاہے آئے اور جس کا جی چاہے چلا جاوے اس درگاہ میں نہ کوئی دربان ہے نہ دار و گیر ۱۲ ع یہ ہیبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے مخلوق کی نہیں ہے۔ نہ اس گدڑی والے کی ہے ۱۲

اور اس کی یہ شان ہوتی ہے ۔ ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند　　آرے آرے میکند با خلق و عالم کار نیست

ملفوظ ۷۸۵ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ معصیت وہ چیز ہے کہ اگر اس کو کوئی چھپ کر بھی کرے تو اس کا ضمیر خود اس پر لعنت کرتا ہے اور اس سے اسکو جس قدر تکلیف ہوتی ہے، وہ اس کے لئے سوہان روح ہوتی ہے البتہ اگر کثرت کیوجہ سے کسی کے اندر بے حسی پیدا ہو گئی تو اس کا کوئی ذکر نہیں ۔ ورنہ نور اور ظلمت میں ایک آنکھوں والے کیلئے امتیاز کرنا مشکل بات نہیں ۔

ملفوظ ۷۸۶ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں میں نے تو کھلی آنکھوں حق تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا مشاہدہ کیا ہے مجھ کو تو کنکریوں کے بدلے جواہرات عطا فرمائے گئے ہیں ۔ نماز کوئی پڑھے روزہ کوئی رکھے تہجد کوئی پڑھے تلاوت قرآن کوئی کرے اور ثواب سب کا ملے اشرف علی کو اس لئے بلا وجہ بے وجہ کو سب و شتم کیا گیا بہتان باندھے گئے اس کے عوض میں انکی نیکیاں حق تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائیں یہ ہی وجہ ہے کہ میں نے سب کو معاف کر دیا کیونکہ یہ تو سب میرے محسن ہیں اپنی عبادات کا ثواب مجھ کو دیدیتے ہیں ان لوگوں نے تو میرا کچھ نقصان نہیں کیا نفع ہی پہنچایا اس کے مناسب ایک بزرگ کی حکایت یاد آئی کہ ان کو ایک شخص گالیاں دیا کرتا تھا یہ بزرگ، اسکی مالی اعانت کیا کرتے تھے ایک روز اس نے یہ سمجھ کر کہ یہ تو میرے محسن ہیں بڑی بات ہے کہ میں ان کو گالیاں دوں گالیاں دینا بند کر دیں اس روز سے ان بزرگ نے اسکو جو روپیہ پیسہ دیا کرتے تھے بند کر دیا اس نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو تجارت ہے لینا دینا ہے تم ہمکو دیتے تھے یعنی تم گالیاں دیتے تھے جسکے تمہاری عبادت کا ثواب مجھ کو ملتا تھا تم نے میرے دین کا نفع بند کر دیا میں نے تمہاری دنیا کا نفع تم سے روک لیا اسی نکتہ کیوجہ سے مجھ پر ان برا کہنے والوں کی کسی بات کا اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کو محسن سمجھتا ہوں ۔ صاحب ویسے تو میرے پاس کوئی عمل ہے نہیں یوں ہی دوسروں کے چندہ سے کچھ ذخیرۂ آخرت جمع ہو جائیگا دنیوی زندگی بھی اسی طرح پوری ہوئی یعنی مفت خوری میں پہلے تو والد صاحب کی حیات میں انکی کفالت کی وجہ سے کما کر نہ کھایا پھر معتقدین پیدا ہو گئے اب یہ کھلا ہے ہیں میرے پاس کرنا دھرنا کچھ بھی نہیں ایسے ہی آخرت کے لئے بے کئے کرائے دھرا اور وہاں بھی مفت کام بن جائیگا ۔

مخلوق کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے ۔ ہاں ہاں کرتے ہیں ذکر کرے کوئی کیا کیسے ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے مخلوق وغیرہ سے تمہیں کوئی کام نہیں ہے ۔ ۱۲

ملفوظ ۲۲۲ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زمانہ تحریک بوجہ اہمال احکام کے بڑے فتنہ کا زمانہ تھا میں نے تو صاف بذریعہ اشتہار اعلان کر دیا تھا کہ یہ تحریک فتنہ ہے۔ اس اعلان ہی کی وجہ سے زیادہ دشمنی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوگئی تھی اس لئے کہ وہ اس کو دین سمجھ رہے تھے میں نے فتنہ کہدیا بعض لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ معترضین یوں کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے لاکھوں مخلوق بیٹھی ہوئی ہے میں نے سنکر کہا کہ بالکل غلط ہے میں ہی لاکھوں مخلوق کی مصلحت کیوجہ سے بیٹھا ہوا ہوں اور اس کی شرح یہ ہے کہ اگر بروز قیامت حق تعالیٰ نے مجھ سے سوال فرمایا کہ جس مسئلہ کو تو سمجھا نہ تھا اس میں کیوں شرکت کی جسکی وجہ سے ہماری لاکھوں مخلوق تباہ اور پریشان ہوئی تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں باقی ان عوام شرکا میں زیادہ وہ لوگ ہیں جن کو نہ عاقبت کی فکر نہ خدا کا دل میں خوف نہ اللہ رسول سے محبت بس ایک ہی چیز دل میں بسی ہوئی ہے یعنی دنیا اور اسکی ترقی۔ انکی سمجھ میں نہیں آتا کہ ترقی کے کچھ حدود بھی ہیں یا نہیں کیونکہ ایسی ترقی کہ جس میں نہ حدود کے تحفظ کا کوئی خیال ہو نہ احکام پر عمل کرنے کی پرواہ ہو ایسی ترقی کیا ترقی ہے۔ میں نے ایک مرتبہ لکھنؤ ایک وعظ میں جس میں نئے تعلیم یافتہ اور بیرسٹر اور وکلاء کا زیادہ مجمع تھا بیان کیا تھا کہ ترقی ترقی گاتے پھرتے ہو آخر اس کے کچھ حدود بھی ہیں اور اسکا کچھ معیار بھی ہے یا نہیں کیا ہر ترقی کو گو اس کے نہ اصول ہوں نہ قواعد سب ہی کو محمود سمجھتے ہو اگر یہ بات ہے تو پھر مرض کیوجہ سے جو مریض کے جسم پر ورم ہو جاتا ہے جس سے وہ فربہ نظر آنے لگتا ہے ڈاکٹروں اور طبیبوں سے اس کا علاج کیوں کرلیتے ہو اور اس کو کیوں مذموم سمجھتے ہو وہ بھی تو ایک ترقی کی قسم ہے اس بیان کا ان لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔

ملفوظ ۲۲۳ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بہت لوگوں نے اس زمانہ تحریک میں تبادلہ خیالات کیلئے یہاں پر آنا چاہا اور بعضے آئے بھی مگر بحمد اللہ کچھ دیکر تو گئے نہیں (یعنی تحقیق) لیکر ہی گئے (یعنی سکوت) بعض وفود بھی آنے کیلئے تیار ہوئے چنانچہ میرٹھ سے ایک وفد آنے والا تھا بیرسٹر وغیرہ اس کے ارکان تھے کسی نے ان سے کہدیا کہ جا تو رہے ہو دوسرے کو جذب کرنے کیلئے مگر اپنی خیر منانا کہیں وہاں جا کر تم ہی ویسے نہ ہو جاؤ نہ معلوم اس مشورے کا کیا اثر ہوا پھر نہ آئے۔ ایک سندھی مولوی صاحب بہت جوشیلے اس تحریک میں کام کرنے والے اور حامی آنا چاہتے تھے ایک اور مولوی صاحب نے جو ان سے مرید تھے ان سے کہا کہ حضرت کہیں آپ بھی ویسے نہ ہو جائیں وہ بھی نہ آئے ایک اور مولوی صاحب ایک مجمع کیطرف سے آئے آنے کے قبل بواسطہ ان سے یہ گفتگو ہو چکی تھی کہ آئیگا ہمیں غرض نہیں ہو سکتی ہیں ایک افادہ اور ایک استفادہ ایک مناظرہ۔ اگر افادہ مقصود ہے تو میرے ذمہ اس کا جواب نہ ہو گا وہ تبلیغ ہوگی اپنا فرض ادا

لے تشریف لیجائیے عمل کرنا نہ کرنا میری توفیق پر ہے اور اگر استفادہ مقصود ہے تو اس کے لئے پہلے سے تردد لازم ہے اور تردد آپ کو ہے نہیں اس لئے کہ شرکت کر چکے شرکت کا اعلان کر چکے یہ شق قائل کو تسلیم نہیں رہا مناظرہ اس میں بے تکلفی شرط ہے سو مجھ میں اور آپ میں پہلے سے بے تکلفی نہیں وہاں سے جواب آیا جو چاہو سمجھو آپ نے اجازت دیدی میں نے اجازت دیدی وہ آئے اور درخواست کی کہ مجھ کو تنہائی میں کچھ کہنا ہے میں نے کہا کہ جلوت میں گفتگو کرنے میں تو آپ کیلئے خطرہ ہے کہ آپ کے اسرار ظاہر ہونگے مگر آپ اس خطرہ کیلئے تیار ہیں اور خلوت میں میرے لئے خطرہ ہے کہ مجھ پر اشتباہ ہو گا مگر میں اس کے لئے تیار نہیں۔ بس آپ کیلئے خلوت اور جلوت دونوں برابر ہے کیونکہ آپ اعلان کر چکے ہیں توپوں فوجوں بندوقوں مشین گنوں اور جیلخانوں کیلئے تیار ہو چکے مگر میرے لئے خطرہ ہے وہ یہ کہ یہ سمجھا جائیگا کہ گورنمنٹ کے خلاف کوئی سازش کے دینے کا ارادہ ہے اس لئے جو کہنا ہو مجمع میں کہئے بس بیچارے رہ گئے آگے طویل قصہ ہے میں نے اس کا خلاصہ عرض کیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اپنے فضل سے عین وقت پر دل میں ضرورت کی چیز ڈالدیتے ہیں اس میں میرا کوئی کمال نہیں جس سے چاہئے اپنا کام لے لیں اس ہی زمانہ تحریک میں ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ اگر مسٹر محمد علی صاحب یہاں پر آئیں تو کیا انکو اجازت ہو سکتی ہے میں نے کہا سر آنکھوں پر آئیں مگر چند شرائط ہیں پہلے سے اس لئے ظاہر کئے دیتا ہوں کبھی آنے کے بعد ان کو خیال ہو کہ کس دیہاتی سے پالا پڑا اسلئے جو باتیں ضروری ہیں صاف صاف کہدیتا ہوں۔ اوّل شرط یہ ہے کہ آنے سے پہلے مجھ کو یہ بتلادیں کہ کس غرض سے آرہے ہیں آیا مطلق ملاقات مقصود ہے یا کچھ اور کچھ اگر مطلق ملاقات مقصود ہے تو شرائط میں کمی ہوگی ورنہ شرائط زیادہ ہونگی اور وہ بھی اسی وقت وہ بھی بیان کئے دیتا ہوں تاکہ وہ غور کر سکیں پھر جیسے رائے ہو عمل کریں سو اوّل شرط ہے کہ آنے سے قبل آنے کی غرض بتلادیں، دوم یہ کہ جس وقت وہ یہاں پر آئینگے میں ان کے لئے بجز اوّل بار کے باربار کھڑا نہ ہونگا اس لئے کہ اس طرح سے کھڑا ہونا اعتقاد تقدس کی بنا پر ہوتا ہے اور میں اس بنا ان کا معتقد نہیں۔ سوم یہ کہ زمانہ قیام خانقاہ میں ان کو اور کسی سے گفتگو کی اجازت نہ ہوگی جو کچھ بھی تعلق ہوگا وہ مجھ سے ہوگا۔ یہ ہیں شرائط اگر یہ منظور ہوں بسم اللہ ان کا گھر ہے تشریف لے آویں اس کے بعد پھر کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔

ملفوظ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں مدت سے خود اس مسئلہ کی تلاش میں تھا کہ قنوت نازلہ اگر پڑھے تو کب تک پڑھا کرے بہت سے علماء سے دریافت کیا کسی نے شافی جواب نہیں دیا اب بحمد اللہ حدیث سے سمجھ میں آگیا کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ماہ سے زائد منقول نہیں حالانکہ حوادث بعد میں بھی باقی رہتے تھے اس سے زیادت زیادت علی المنقول ہے رہا یہ شبہ کہ جب حوادث رفع نہ ہوں تو دعا کیسے منقطع کردی جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہی مہینہ تک پڑھنے کی برکت سے انشاء اللہ رحمت ہو جائیگی نیز عقلاً اس طرح سمجھ لیجئے کہ اگر کسی پر کوئی حادثہ آجائے تو کیا جب تک وہ حادثہ رہے برابر ہاتھ پھیلائے بیٹھا رہے یہ تکلیف مالا یطاق کیسے ہوسکتی ہے آخر انقطاع کو اوقات خاصہ کیلئے یہاں بھی پایا گیا تو نفس انقطاع کی مشروعیت ثابت ہوگئی باقی ویسے مثل دوسری دعاؤں کے دعا کرتے رہنا مسنون ہے کلام دعا بضمن قنوت میں ہے ۔

۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ ۱ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس پر قدرت تو ہے کہ میں نئے آنے والوں سے خود اہتمام کرکے پوچھ لیا کروں کہ کس کام کو آئے ہیں مگر بعض اوقات غیرت آتی ہے کہ صاحب حاجت تو نواب بنا بیٹھا رہے اور میں محتاجوں کی طرح ان سے التجا کیا کروں اور لوگوں کی اس بے پروائی کا سبب ان کے دلوں میں ملانوں کی بے وقعتی ہے بات تو بظاہر چھوٹی سی ہے مگر منشا اس کا بڑا ہے اور منکرات کے چھوٹی ہونیکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص چھوٹا سا پرانی جوتی کا ٹکڑا اٹھا کر کسی دوسرے شخص کے سر پر رکھدے اور وہ اس پر بگڑے تو اس کو کوئی کہے کہ یہ تو چھوٹی سی چیز ہے اس قدر کیوں بگڑتے ہو جو وہ شخص جواب دیگا وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے اور میں پوچھتا ہوں کہ اچھا چھوٹی ہی بات سہی مگر آخر پیدا ہی کیوں ہوئی اور حق ہی کیا ہے ان بیہودوں کو مسکینوں غریبوں ملانوں کو حقیر سمجھنے کا ۔

ملفوظ ۱ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زیادہ زیب و زینت کا صدور مرد سے بُرا ہے یہ عورتوں ہی کے لئے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ عورتوں نے یورپ کی تقلید میں زیور اور لباس میں مردانہ طرز اختیار کرلیا اور مردوں نے زیب میں عورتوں کا طرز اختیار کر لیا عورتیں تو آدھ گھنٹہ میں سنگار سے فارغ حاصل کر سکتی ہے تو مرد صاحب فیشن کی درستی سے ایک گھنٹہ میں فراغ حاصل کرسکیں گے پھر کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں ہزاروں زنجیروں میں تو جکڑے ہوئے فیشن کے دلدادہ - اور آزادی کا دعویٰ شرم آنا چاہیئے

اتنی بڑی تو قید کہ سر سے پیر تک قیود ہی قیود اور دعویٰ یہ کہ آزاد ہیں ہاں اللہ رسول کے احکام سے آزادی کا اگر دعویٰ کریں تو بالکل صحیح ہے دوسرے خوش لباسی میں غلو کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ عالی مرتبہ لوگوں کی نظر میں تحقیر ہو جاتی ہے ایسی فضولیات اور عبث میں وہی شخص مبتلا ہو سکتا ہے جو کمالات سے کورا ہو بس اسی سے تحقیر ہوتی ہے۔ میں جس وقت کسی کو ایسے تکلفات میں منہمک دیکھتا ہوں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ عالی خیالات سے خالی ہے جبھی تو ان ادنیٰ باتوں کی طرف اس کا میلان ہوا مگر آجکل یہ مرض اچھے لوگوں تک میں ہو گیا۔

ملفوظ ۴۷۹: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ سفر کے وقت عمدہ کپڑے بدل کر چلتے ہیں اور بعض گھر پہونچکر بدلتے ہیں فرمایا کہ جس طرح جی چاہے کرے مگر دونوں صورتوں میں منشا، تفاخر و کبر نہ ہو اور بھائی ہم تو چشتی ہیں ہمارا تو پہلا قدم فنا ہے اوروں کے یہاں تو پہلے اور چیزیں ہیں بعد میں فنا ہے اور ہمارے یہاں پہلے فنا ہے بعد میں اور چیزیں ہیں۔

ملفوظ ۴۸۰: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل بزرگوں سے مشورہ لینے والے اکثر دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جن کے عقیدہ میں غلو ہے وہ ان کے مشورہ کو تعارمبرم سمجھتے ہیں کہ جو بزرگ کی زبان سے نکلے گا وہی ہو گا گو اس کو برکت کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں مگر عقیدہ برکت سے بہت آگے بڑھا ہوا ہے۔ اور ایک وہ ہیں کہ پہلے سے اس بات کو طے کر چکتے ہیں اور مشورہ محض اس وجہ سے لیتے ہیں کہ یہ بھی ہماری تائید کر دیں اور اگر ان کی طرف سے تائید نہ ہو تو باتیں بنا کر ان کو اسپر راضی کر لیتے ہیں تاکہ رائے تو اپنی رہے مگر کسی مصلحت سے ان کی طرف منسوب ہو اسلئے میں نے مشورہ دینا ہی چھوڑ دیا۔

ملفوظ ۴۸۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کو فضول کا بڑا مرض ہے ان میں سے ایک خواب ہی کا سلسلہ ہے اس میں اکثر لوگوں کو غلو ہے میں تو اکثر جواب میں لکھدیتا ہوں کہ مجھ کو اس فن سے مناسبت نہیں اس لئے تعبیر سمجھ میں نہیں آتی خواب کی باتیں پوچھتے ہیں بیداری کی کوئی بات نہیں رہی جو اصل چیز ہے کیا خبط ہے۔

ملفوظ ۴۸۲: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشورہ دینے کے متعلق میرا یہ معمول ہے کہ اکثر لوگوں کے سوال کے جواب میں لکھدیتا ہوں کہ مجھ کو مصالح کا استیعاب و احاطہ نہیں جو مدار ہوتے ہیں مشورہ کے اسلئے مشورہ دینے سے معذور ہوں۔

ملفوظ ۴۸۳: فرمایا کہ آج ایک خط آیا تھا وہ بدون جواب لکھکر روانہ کر چکا ہوں اس میں لکھا تھا کہ آپ آسیب کا تعویذ چاہیئے لیکن لفافہ پر نہ خود پتہ لکھا نہ اس پر ٹکٹ چسپاں

کیا اس بد فہمی کو ملاحظہ فرمایئے اب کہاں تک بیٹھا ہوا ان کی کوتاہیوں کی تاویلیں کیا کروں کوئی حد بھی ہے پتہ لکھنا اور ٹکٹ چسپاں کرنا یہ میرے ذمہ رکھا میں نے یہ لکھدیا ہے کہ تم پر خود اسی سبب ہے جس نے تمہارے دماغ کو مخبوط کر رکھا ہے پہلے اپنا علاج کرو تمہیں اتنی تمیز نہ ہوئی کہ جب تم لفافہ پر پتہ لکھ سکتے تھے ٹکٹ چسپاں کر سکتے تھے تو ایسا کیوں نہیں کیا جب تم نے اپنے کرنے کا کام نہیں کیا تو مجھ سے کسی کام کی امید کرنا یہ کم عقلی اور بد فہمی نہیں تو اور کیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ گالیاں تو بہت دیں گے خیر دیا کریں آخر ایسی حماقت کرتے کیوں ہیں ان بیلکروں کو ذرا حقیقت کا پتہ تو چلے اور یہ تو معلوم ہو کہ جس سے خدمت لیا کرتے ہیں اس کی بھی کچھ رعایت کیا کرتے ہیں اور اس کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔

ملفوظ ۴۴۳: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس بد فہمی اور بد عقلی کا میرے پاس کیا علاج ہے کہ ہر شخص کو اسکے کام سے میرے جلد فارغ کر دینے پر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روکھا پن ہے کیونکہ زیادہ باتیں کیوں نہیں کیں جسکی وجہ یہ ہے کہ میں کسی سے فضول تعلق رکھنا نہیں چاہتا جلد کام کر دیا الگ کیا فضول تعلقات بڑھا کر مجلس کی زیب و زینت ہے سو یہ کام کون کیا کرے بعض طالبان جاہ آنے والوں کے کام میں اس وجہ سے بھی دیر کیا کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر مجلس آرائی ہی ہوگی رونق بڑھیگی مگر مجھ کو ان باتوں سے طبعی نفرت ہے۔ ظاہری رونق نہ ہونیکی حالت میں جو باطنی رونق ہوتی ہے اس سے ان لوگوں کا قلب خالی ہے جبھی تو ایسی باتیں سوجھتی ہیں میں تو بڑی رونق یہ جانتا ہوں کہ ایک سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ مذہب ہو۔ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

ملفوظ ۴۴۵: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل ایسے ایسے امراض پیدا ہو رہے ہیں کہ جن کے سمجھنے سے طبیب بھی قاصر ہیں۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں بھی تو آیا ہے کہ گناہ ہونیکی بدولت تمہارے اندر ایسے ایسے امراض پیدا ہونگے جو کبھی تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنے ہونگے۔

ملفوظ ۴۴۶: ایک صاحب نے پیٹ کے درد کیلئے تعویذ کی درخواست کی فرمایا تفسیر حسینی میں نقل

عہ وہی جگہ بہشت ہے جہاں کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی کی احتیاج نہ ہو ۱۲ منہ اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ تو نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہوگیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۱۲ حاشیہ نمبر ۲ متعلقہ صفحہ ۳۱۰ کا ہے

کیا ہے کہ ایک بزرگ تھے تحدیذا ان کے کہیں درد ہوا خادم کو حکم دیا کہ طبیب کو بلا لاؤ طبیب نصرانی تھا خادم اس کو بلانے . . . جا رہا تھا راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام ملے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو عرض کیا کہ فلاں بزرگ کے درد ہے طبیب کو بلانے جا رہا ہوں فرمایا جاؤ ان بزرگ سے میرا سلام کہو اور کہدو کہ تمکو مناسب نہیں نصرانی طبیب سے رجوع کرنا اور یہ آیت دم کر دیں وبالحق انزلناہ وبالحق نزل وما ارسلنک الا مبشرا ونذیرا ۔ پھر فرمایا کہ میں ایسے مواقع کے لئے اکثر یہی آیت اور کبھی کوئی دعا، حدیث شریف کی لکھ کر دیدیتا ہوں میں اس فن سے واقف نہیں یہ ایک مستقل فن ہے نیز ان تعویذ گنڈوں سے مجھ کو بڑی ہی وحشت ہوتی ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی وجہ سے کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ جو کوئی اس حاجت کے لئے آیا کرے جو جی میں آئے اللہ کا نام لکھکر دیدیا کرنا کچھ دیدیتا ہوں ورنہ طبعاً ان چیزوں سے مجھ کو مناسبت نہیں ۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اور فنون تو سب مشکل ہیں اور حاصل بھی دیر میں ہوتے ہیں مگر یہ آجکل کی بزرگی اور صوفیت اور درویشی تو اس قدر سہل ہیں کہ جلدی لگے نہ پھٹکری کچھ کرنا پڑے نہ دھرنا درویش ہو جاتے ہیں ۔ جہاں گردن جھکائی اور آنکھیں بند کیں اور کپڑے رنگ لئیں بڑھا لئیں یا کفنی پہنی تسبیح ہاتھ میں لی بس درویش ہو گئے شاہ صاحب کہلائے جانے لگے ۔ غالباً حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ درویشی دو پیسہ میں ملتی ہے ایک پیسہ کی گیرو اور ایک پیسہ کی تسبیح لیکر درویش ہو گیا ۔ آنکھ بند کرنے اور گردن جھکانے پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ مولانا رفیع الدین صاحب حضرت مجدد صاحب کے مزار پر گئے اسی سفر میں ایک مقام سہند ہے اس پر مشہور ہے کہ وہاں بعض قبور انبیاء علیہم السلام کی ہیں وہاں بھی تشریف لے گئے چند طلباء بھی ہمراہ تھے منجملہ ان کے میں بھی تھا مولانا ان مزاروں پر پہونچکر مراقب ہو کر بیٹھ گئے بعض طالب علم بھی حضرت مولانا کے پیچھے گردن جھکا کر آنکھ بند کر بیٹھ گئے میں نے ان سے کہا کہ باطن کی تو پہلے ہی سے آنکھیں پھوٹی ہوئی تھیں مگر اب تم ظاہر کی بھی پھوڑ بیٹھے ۔ بس آجکل یہی ہو رہا ہے یہی چیزیں آج معراج ترقی ہیں میں باطن کا منکر نہیں لیکن باطن کے ساتھ ظاہر نہ چھوڑنا چاہئے جس کو آجکل کی درویشی میں بیکار قرار دے لیا گیا ہے نہ نرے ظاہر ہی سے کچھ ہوتا ہے نہ نرے باطن سے دونوں کی ضرورت ہے ۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدفہمی اور بدعقلی کا ایسا بازار گرم ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ ان حماقتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ایک صاحب جو یہاں دو دن رہے مقیم تھے اور یہاں سے ابھی گئے ہیں تو مجھ سے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کام

کے لئے ایک تعویذ کی ضرورت ہے اور میں آج ہی چلا جاؤنگا مجھ کو بہت ہی ناگوار ہوا میں نے کہا کہ یہ کیا نامعقول حرکت ہے آخر کئی روز سے تمہارا قیام تھا عین چلنے کے وقت اور وہ بھی بے وقت تعویذ کی فرمائش مگر خیر چونکہ نووارد تھے اتنی رعایت میں نے ان کی اب بھی کی کہ یہ کہدیا کہ بذریعہ خط تعویذ منگا لینا اور ان بیچاروں کی کیا شکایت کیجاوے بعض لوگ یہاں پر دس دس روز پندرہ پندرہ روز رہتے ہیں اور عین چلنے کے وقت دو تعویذ دیدو چار تعویذ دیدو میں کہتا ہوں کہ پہلے سے کیا مر گئے تھے جو چلتے وقت فرمائش کی آخر دوسرے کو بھی کچھ وقت دینا چاہئے اس کے مصالح اور وقت کی بھی تو رعایت کرنی چاہئے اس لئے کہ بعض وقت کسل ہوتا ہے یا زیادہ مشغولی ہوتی ہے۔ افسوس ہے میں تو ہر بات میں سب کے رعایت کروں اور یہ ایسے نواب صاحب ہیں کہ ان کے حکم ہی کے ساتھ تعمیل ہو جاوے ایسی تعمیل تو جہاں ہوتی ہوگی وہاں ہوگی یہاں تو بجائے تعمیل کے بحمد اللہ تعلیم ہوتی ہے دماغوں میں سے خناس نکالا جاتا ہے بالخصوص یہاں پر متکبروں کی اچھی طرح خبر لی جاتی ہے۔ میں تو اسی حسن معاشرت کی تعلیم پر کہا کرتا ہوں کہ یہاں پر آکر دین تو سیکھتے ہی ہو یہاں سے دنیا بھی سیکھ جاؤ۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کیا عرض کروں دوسروں سے تو میں کیا خدمت لے سکتا ہوں اور کسی کو کیا ستا سکتا ہوں میں نے تو اپنے تنخواہ دار ملازموں تک سے کہہ رکھا ہے کہ جو کام نہ کر سکو صاف کہدو کہ ہم نہیں کر سکتے مجھ کو اس پر ناگواری نہ ہوگی چنانچہ بعضے کام سے وہ بے تکلف انکار کر دیتے ہیں جس سے مجھ کو بحمد اللہ کوئی ناگواری نہیں ہوتی تو جس شخص کا اپنے تنخواہ دار ملازموں کے ساتھ یہ برتاؤ ہو وہ دوسروں سے تو کیا کام اور خدمت لے سکتا ہے اسی لئے میں قریب قریب سب کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں مجھ کو اس کا بیحد خیال رہتا ہے، کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

ملفوظ: فرمایا کہ ایک خط آیا ہے جن صاحب کا یہ خط ہے پہلے سرکاری ملازم تھے اس تحریک کی بدولت ملازمت سے مستعفی ہو گئے اب ملازمت تلاش کرتے ہیں مگر نہیں ملتی پریشان ہیں دین اور دنیا دونوں برباد ہوئے اور اس کانگریس کیوجہ سے تو ہر شخص پریشان ہے یہ کانگریس کی نحوست کا اثر ہے اور دور تک اسکی نحوست پھیل رہی ہے میں تو کہتا ہوں کہ انگریزوں کو تو خواہ نقصان پہونچا ہو یا نہیں مگر ملک تو تباہ و برباد ہو گیا جا بجا خونریزی ہو رہی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوراج ملجائیگا سب امن ہو جائیگا میں کہتا ہوں کہ خونریزی اور فساد بڑھے گا۔ امن کو لوگ ترس جائیں گے آثار یہی کہہ رہے ہیں والغیب عند اللہ تعالیٰ۔

ملفوظ ۶۹۱: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاملہ کی صفائی بڑی راحت کی چیز ہے مگر لوگ اس سے برا مانتے ہیں یہ سب رسم کی خرابی ہے اور بدمعاملگی سے تکلیف سب کو ہوتی ہے مگر بے حسی ہو گئی ہے ان باتوں کو میں مٹانا چاہتا ہوں اسی پر بدخلق مشہور کیا جاتا ہوں ۔ اب میں اکیلا کہاں تک اصلاح کروں ۔ یک انار و صد بیمار کا مصداق ہو رہا ہے مگر پھر بھی بحمد اللہ بہت کام ہو گیا اور گو عمل عام نہ ہوا ہو مگر علم تو بہت عام ہو گیا اور اس اصلاح میں میں سب مصلحین کا جو ساکت ہیں ڈھال بنگیا ورنہ سب ہی بدنام ہوتے اب اور حضرات تو اپنے اخلاق متعارفہ کیوجہ سے لوگوں کو کچھ کہتے نہیں اور میرے اندر یہ اخلاق متعارفہ بحمد اللہ ہیں نہیں اس لئے میں ہی روک ٹوک کرتا ہوں اسلئے مجھ کو ہی بدنام کرتے ہیں مگر مجھ کو اس کی پروا نہیں کیا کریں بدنام ہوتا کیا ہے ان کے بدنام کرنے کی وجہ سے میں اپنا مسلک اور اپنا طرز تھوڑا ہی بدل سکتا ہوں جس کو یہ طرز پسند نہ ہو وہ یہاں نہ آئے بلانے کو کون جاتا ہے بقول غالب ۔ ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی ۔ جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں ۔

ملفوظ ۶۹۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی لوگ ہمیشہ دوسروں ہی پر اعتراض کرنے میں مشغول رہتے ہیں مگر کوئی مفید بات یا کام کبھی نہیں کرتے ان کے یہاں چند چیزیں ہیں جن کو مایہ ناز سمجھتے ہیں مگر دین ان میں بھی نہیں ہوتا نہ فہم سے کام لیتے ہیں ایک مرتبہ کانپور میں میں نے وعظ میں گیارہویں کے متعلق بیان کیا اس میں ایک انسپکٹر پولیس بھی شریک تھے بعد وعظ کے مجھ سے کہا کہ ہماری بڑی مشکل ہے فلاں فلاں عالم تو اس کو جائز کہتے ہیں اور تم اس کو بدعت کہتے ہو ہم کیا کریں میں نے کہا کہ اس کا جواب تو بعد میں دونگا پہلے یہ بتلا دیجئے کہ آپ کو تردد رفع کرنا ہے یا اعتراض کرنا مقصود ہے کہا کہ تردد رفع کرنا مقصود ہے میں نے دریافت کیا کہ تردد دونوں ہی جانب ہونا چاہئے سو جیسے مجھ سے اس وقت کہا گیا ہے کبھی ان مجوزین (جائز کہنے والوں) سے بھی اس طرح کہا ہے کہ فلاں فلاں منع کرتے ہیں اور آپ اجازت دیتے ہیں ہم کیا کریں بس داروغہ جی ختم ہو گئے ۔

ملفوظ ۶۹۳: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ مرض آجکل بہت عام ہو گیا ہے کہ احکام اور مسائل میں رائے لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت مقدسہ کو اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں کہتے ہیں ہمارے خیال میں یوں ہونا چاہئے اس بدفہمی کا کیا علاج کہ خالق کے مقرر کردہ احکام میں رائے زنی کرتے ہیں ارے تم ہو کیا چیز اور تمہارا خیال ہی کیا چیز ہے یہ تو ایسا ہے جیسے ایک دانشمند انسان کی رائے پر چند تنکے ملکر رائے زنی کریں یا پانی کے اندر

جو خوردبین سے کیڑے نظر آتے ہیں وہ کسی دانشمند انسان کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کریں اور اپنے خیال کا اظہار کریں سو جو نسبت ان کیڑوں کو انسان کے ساتھ ہے وہ بھی نسبت ان بندوں کو حق تعالیٰ سے نہیں ان کی ذات وراء الوراء ہے چہ نسبت خاک را بعالم پاک ایسے ہی لوگوں کی نسبت کیا کیا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

واقعی یہ بات ہے کہ حق تعالیٰ خود اپنے دین کے محافظ ہیں ورنہ نہ معلوم اگر ان اہل الرائے کے قبضہ میں اسلام اور احکام ہوتے تو انکی کیا گت بناتے وہ تو غنیمت ہے ان کے قبضہ میں کچھ نہیں ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون سو جب دین کے وہ خود محافظ ہیں بھلا اس کو کون مٹا سکتا ہے گو ان بد فہموں نے تو مٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اس لئے کہ ان کا مکر اور دام کچھ کم نہیں اسی کو فرماتے ہیں ۔ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

اور فرماتے ہیں ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۶۹۴: (ملقب بہ احکام التبرکات) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا اس جبہ کے متعلق جو کہ جلال آباد میں ہے اصل چیز جو قابل تحقیق اور قابل غور ہے دو امر ہیں ۔ ایک تو یہ کہ اس کے ثبوت کا درجہ کیا ہے اور ایک یہ کہ اس کے ساتھ معاملہ کیا کرنا چاہئے سو اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے جیسے ایک سید ہو اور اس کے سید ہونے میں

ﮯ بلی کو صدر السلطنت اور کتے کو وزیر اعظم اور چوہے کو وزیر مملکت بنا دیں ۔ تو ایسے ارکان دولت ملک کو ویران کر دینگے ۔ ﮯ ہم نے قرآن کو منزل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں ۲ ﮯ جس چراغ کو حق تعالیٰ روشن فرما دیں اس کے بجھانے کی کوشش کریگا اس کی داڑھی جل جادیگی ۲ ﮯ اگر تمام روئے زمین میں آندھیاں آجاویں تب بھی خاصان خدا کا چراغ گل نہ ہوگا ۔

میں اختلاف ہو تو اس کا درجہ ثبوت تو محض احتمال ہے اور اس کے ساتھ معاملہ ہر شق
میں احتیاط کا کیا جاویگا مثلاً اس کا احترام بھی کیا جاویگا اور اس کو زکوٰۃ بھی نہ دیجاویگی اور جو
شخص یہ احتیاط نہ کرے اس سے نزاع بھی نہ کیا جاویگا ۔ دیکھئے سعد بن وقاص کے بھائی عتبہ
نے حضرت سعدؓ کو زمعہ کی لونڈی سے جو ان کا لڑکا پیدا ہوا تھا وصیت کی تھی کہ اس پر قبضہ
کر لینا وہ میرے نطفہ سے ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الولد للفراش کے قاعدہ سے
وہ لڑکا ان کو نہیں دیا لیکن اشتباہ کے سبب حضرت سودہؓ کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا
حکم دیا سو اس واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر ضعیف احتمال پر احتجاب
کا وہ معاملہ کیا جیسا کہ اصل کے ساتھ یعنی جب عتبہ سے اس لڑکے کا نسب ثابت ہوتا معاملہ
کیا جاتا آج سمجھ میں آیا یہ دونوں باتیں آج ہی سمجھ میں آئیں ۔ آپ نے سوسمار نہیں کھایا اس
احتمال پر کہ یہ کوئی امت ممسوخہ نہ ہو مگر چونکہ اس وقت تک یہ محض احتمال کے درجہ میں تھا
اس لئے دوسروں کو منع بھی نہیں کیا دیکھئے آپ نے اپنی ذات کے لئے احتمال کے ساتھ وہ
معاملہ کیا جو حقیقت کے ساتھ کیا جاتا مگر دوسروں کو مجبور نہیں کیا اسی طرح یہاں پر بھی
دوسروں کو اس جبہ سے برکت حاصل کرنے پر مجبور نہ کیا جاوے اور خود اگر چاہے برکت
حاصل کرے اور میں نے ایک اور صاحب کے سوال کے جواب میں یہ بھی لکھا ہے کہ تعزیوں
کو اس پر قیاس نہ کیا جاوے کیونکہ وہاں مانع شرعی موجود ہے کہ یہ آلہ ہے شرک اور کفر
کا ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح خواب میں دیکھا کہ حضرت
جلال آباد کا یہی جبہ پہنے ہوئے ہیں ۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعبیر فرمائی کہ
حضرت سنت کے متبع ہیں تو حضرت کے ارشاد سے اسکو صحیح سمجھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے
حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے خط کے جواب میں اس کے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات
سے خالی موقع ملجائے تو زیارت سے ہرگز ہرگز دریغ نہ کیا میں نے اس میں ایک مقدمہ اور
ملایا ہے کہ شرعی محذور بھی نہ ہو زیارت کرنے میں ۔ اس مقدمہ کو ملانیکے بعد مطلق زیارت کرنے
میں جبکہ منکرات سے پاک ہو کوئی قباحت نہیں رہتی ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نے ایسی چیزوں کے متعلق کسی تحریر میں جس کی تعیین یاد نہیں فرمایا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کا نام آگیا تو ان کا احترام بھی کرنا چاہئے اور اس جبہ کے متعلق بعض اوقات اس کے خدام
[illegible] مثلاً کوئی شخص زیارت کو آیا اور مخلص نہ ہو تو تالا نہیں کھلتا [illegible] وقت کھل جاتا
ہے ۔ اور ایک بات تو خاص معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اس جبہ کے جو خدام ہیں وہ لالچی نہیں اگر
کوئی کچھ نہ دے تو غریب زیارت کرا کر چلتے جاتے ہیں [illegible] خود وہ

بھی طلب نہیں کرتے۔ ایک شخص تھے حاجی عبدالرحیم صاحب میرے بھائی کے کارندہ وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص غریب آدمی تھا اس کو کچھ ضرورت ہوئی کہیں سے ادھار نہیں ملا تو اس نے قرآن شریف لیجاکر ایک ہندو سے کہا کہ اس کو رکھ لو اور دو روپیہ دیدو اس نے بڑے ادب اور اہتمام سے لیلیا اور دو روپیہ دیدیئے جب اس شخص میں وسعت ہوئی تو یہ اس ہندو کے پاس گیا اور کہا کہ یہ روپیہ لیلو اور قرآن شریف دیدو اس ہندو نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اگر لیجاؤ تو تمہارا قرآن ہے لیکن اگر چھوڑ دو تو بڑا احسان ہوگا جس روز سے یہ قرآن دوکان میں آیا ہے بڑی برکت معلوم ہوتی ہے اور اس جبہ میں اور تعزیوں میں فرق بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ تعزیوں کا حکم اصلی ہے باقی بعض عوارض کیوجہ سے یہ بدل بھی جاتا ہے اسکے متعلق ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک گاؤں ہے کانپور کے ضلع میں بجنیر پورب میں وہاں کے لوگوں کے متعلق شدھی ہونیکی خبر سنی تھی میں اس گاؤں میں ایک مجمع کے ساتھ گیا اور اس باب میں ان لوگوں سے گفتگو کی ان میں ایک شخص تھا جو ذرا چودھری سمجھا جاتا تھا میں نے اس کو بلاکر دریافت کیا کہ سنا ہے کہ تم شدھی ہونیکو تیار ہو تو اگر تم کو اسلام میں کچھ شک ہو ہم سے تحقیق کرلو اس نے کہا کہ میرے یہاں تعزیہ بنتا ہے (بنتا ہے) پھر ہم ہندو کاہے کو ہونے لگے میں نے اس کو تعزیہ کی اجازت دیدی کیونکہ یہاں عارض کے سبب یہ بدعت وقایہ تھی کفر کی اور میری اس اجازت کا ماخذ ایک دوسرا واقعہ تھا کہ اجمیر میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل تعزیہ کی نصرت کا فتویٰ دیدیا تھا قصہ یہ تھا کہ حضرت مولانا ایک زمانہ میں اجمیر تشریف رکھتے تھے عشرہ محرم کا زمانہ آیا اور غالباً ایک درخت کے نیچے سے تعزیہ کے گذرنے پر شیعی صاحبان اور ہندوؤں میں جھگڑا ہوا اب صورت یہ تھی کہ اگر تنہا شیعی صاحبان مقابلہ کریں تو غلبہ کی امید نہ تھی اس لئے کہ انکی جماعت قلیل تھی اور ہندوؤں کی کثیر اس بنا پر شہر اجمیر کے عمائد مسلمان سنیوں نے مقامی علماء سے استفتاء کیا کہ یہ صورت ہے ہم کو کیا کرنا چاہئے وہاں کے علماء نے جواب دیا کہ بدعت اور کفر کی باہم لڑائی ہے تم کو الگ رہنا چاہئے پھر اہل شہر جمع ہو کر مولانا کے پاس آئے اور کل واقعہ عرض کیا اور علماء کا قول بھی نقل کیا۔ حضرت مولانا نے سنکر فرمایا کہ جواب تو ٹھیک ہے کہ بدعت اور کفر کی لڑائی ہے مگر یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ کیا ہندو اس کو بدعت سمجھکر مقابلہ کر رہے ہیں یا اسلام سمجھ کر مقابلہ کر رہے ہیں سو یہ بدعت اور کفر کی لڑائی نہیں بلکہ اسلام اور کفر کی لڑائی ہے یہ شیعی صاحبان کی شکست نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی شکست ہے لہذا اہل تعزیہ کی نصرت کرنا چاہئے اسی طرح تعزیہ بدعت ضرور ہے لیکن وہاں میں نے اسکو وقایہ کفر سمجھ کر اجازت دیدی۔ ہمارے بزرگ بحمداللہ جامع

بین الاضداد سے تھے جو محقق کی شان ہوتی ہے (نفحات احکام المتبرکات)

ملفوظ ۶۹۵:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پہلے مرتاض لوگ بڑے بڑے طویل زمانہ تک حبس دم کرتے تھے اور اب بوجہ ضعف قوی کرنے سے بھی ایسا نہیں ہوتا۔ ایک فقیر نے حبس دم کا انتظام کیا تھا ناکامیاب رہا دماغ خراب ہو گیا اب قوی بوجہ کمزوری کے ایسی مشقتوں کی برداشت نہیں کر سکتے پہلے زمانہ میں تو ہندو بھی بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے اب ان میں بھی صاحب اثر نہیں گو ایسا اثر مطلوب نہیں۔ حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ کے زمانہ میں ایک جوگی تھا اس نے یہ مشق کی تھی کہ مریض پر نظر ڈال کر مرض کو سلب کر لیتا تھا ایک مرتبہ حضرت سلطان نظام الدین صاحب قدس سرہ پر ایک دورہ پڑا جس میں بیہوشی ہو جاتی تھی ہوش آ جانے پر خدام نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو فلاں جوگی کے یہاں جو مرض کو سلب کر لیتا ہے۔ حضرت کا پلنگ لے چلیں فرمایا کہ خبردار ایسا مت کرنا اندیشہ ہے کہ لوگوں کے عقائد میں خرابی پیدا ہو جائے اتفاق سے پھر دورہ ہو گیا اور بیہوشی طاری ہو گئی مریدین کو پیر سے عشق کا درجہ ہوتا ہی ہے خلوص ہوتا ہے پیر کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے آپس میں مشورہ کر کے پلنگ اٹھا اس جوگی کے مکان پر جا رکھا اور خلاف کرنے کا تدارک معافی چاہنے سے سوچ لیا اس نے دیکھا کہ اتنا بڑا شخص میرے مکان پر آیا پھولا نہیں سمایا فوراً سب کام چھوڑ اس طرف متوجہ ہوا اور فوراً مرض کو سلب کر لیا حضرت ایکدم اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مرض ہوا ہی نہیں تھا دیکھا کہ جوگی کا مکان ہے سمجھ گئے کہ یہ لوگ محبت کیوجہ سے میری تکلیف کو برداشت نہیں کر سکے اس لئے کسی کو کچھ نہیں کہا بلکہ اس جوگی کیطرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ تاثیر جو تمہارے اندر ہے یہ کیا ہے اور کس عمل کی بدولت ہے اس نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک چیز ہے جو میرے گرو نے مجھ کو تعلیم کی تھی اور وہ یہ کہ یہ کہا تھا کہ ہمیشہ نفس کے خلاف کرنا مطلب یہ کہ نفس کا کہا نہ کرنا بس میرے پاس صرف یہی ایک عمل ہے اسکی بدولت یہ تصرف کرتا ہوں اور مرض کو سلب کر لیتا ہوں یہ سنکر حضرت سلطان جی نے دریافت فرمایا اچھا یہ بتلاؤ کہ تمہارا نفس مسلمان ہونیکو چاہتا ہے عرض کیا کہ نہیں فرمایا پھر گرو کی تعلیم پر کہاں عمل رہا اور یہ فرمایا اور ادھر توجہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ایک دم کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا آپ نے درحقیقت اس پر عمل کیا هل جزاء الاحسان الا الاحسان اس نے آپکے مرض جسمانی کو سلب کیا تھا آپ نے اس کے مرض باطنی یعنی کفر کو سلب فرمایا احسان کا بدلہ احسان ہو گیا۔

ملفوظ ۶۹۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرات صوفیہ کو بدنام کیا جاتا ہے کتنے غضب

اور ظلم کی بات ہے ۔ کہتے ہیں کہ ان کے اعمال سنت کے خلاف تھے یہ بد عقلی ہے خود حضرت سلطان جی سے سماع کے لئے بہت شرائط منقول ہیں باقی اگر کسی سے کسی شرط کے کم ہوتے ہوئے صدور ہو گیا ہو تو اسکی وجہ دوسری طرف کا غلبہ ہے جسکو عشاق ہی سمجھ سکتے ہیں پھر کیفیت خاص ان حضرات کی سماع ہی پر موقوف نہ تھی ایک مرتبہ حضرت سلطان جی نے فرمایا کسی قوال کو بلاؤ تلاش کیا اسس وقت نہ ملا فرمایا پڑھکر سناؤ ایک خادم نے پڑھنا شروع کیا اسس کے اول میں یہ عبارت تھی از خاک پائے درویشان گرد راہ ایشان بس اس کو سنتے ہی حضرت پر وجد طاری ہو گیا تین دن رات یہی کیفیت رہی نماز کے وقت ہوش ہو جاتا اور جہاں نماز سے فارغ ہوا پھر اسی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا تھا غرض انکے مغلوب ہونیکی یہ حالت تھی اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ وہ حضرات معذور تھے انکو برا کہکر کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو ۔ ایک شخص تھے فضل الرحمٰن مولانا فیض الحسن صاحب کے داماد وہ پنجاب کے بزرگ کی حالت بیان کرتے تھے کہ پنکھے کی آواز پر گھوڑے کی آواز پر انکو وجد ہو جاتا تھا۔ اور ان کے وجد کو آجکل جہلا کے سماع و وجد پر قیاس نہیں کرنا چاہیے اب تو سماع شہوت اور لذت کے واسطے سنتے ہیں ۔ مولنا نصیر الدین چراغ دہلوی حضرت سلطان جی کے خلیفہ ہیں یہ سماع کے خلاف تھے ۔ انہوں نے ایک شخص کے اس سوال پر کہ آپ کے شیخ تو صاحب سماع اہل تھے جواب فرمایا تھا کہ شیخ کا فعل سنت نہیں ہوتا یہ حضرت کو پہونچایا گیا کہ نصیر الدین آپ کے متعلق ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ نصیر الدین راست می گوید ۔ یہ حالت ہے ان حضرات کی اب اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ غلبۂ حال میں ایسا ہوتا تھا اس لئے وہ حضرات معذور تھے ۔ حضرت سلطان نظام الدین صاحب قدس سرہ فوائد الفوائد میں سماع کے متعلق چار شرائط فرماتے ہیں ۔ سامع ۔ مسمع ۔ مسموع ۔ آلہ سماع ۔ اور اسکی اس طرح تفصیل فرماتے ہیں ۔ سامع از اہل دل باشد از اہل ہوا و شہوت نباشد ۔ مسمع مرد تمام باشد کودک و زن نباشد ۔ مسموع مضمون ہزل نباشد ۔ آلہ سماع چنگ و رباب درمیان نہ باشد ۔ اسی طرح ایک بزرگ سے ان کے کسی مرید نے اپنے لئے سماع کی اجازت چاہی اور خود ان کے فعل کو سند میں پیش کیا ان بزرگ نے مجلس سماع قائم کراکر اور اس شخص کے ہاتھ میں پانی کا کٹورا بھر کر رکھدیا اور جلاد سے ظاہر میں کہا کہ اگر ایک قطرہ بھی پانی کا زمین پر گرے فوراً اس شخص کی گردن ۔

ملہ سننے والا اہل دل ہو ۔ اہل ہوئی و اہل شہوت نہ ہو ۔ سنانے والا پورا مرد ہو بے ریش لڑکا یا عورت نہ ہو ۔ سننے کی چیز بیہودہ مضمون کی نہ ہو ۔ آلۂ سماع باجا گاجا نہ ہو ۔ ۱۲ ۔

دوپٹہ دینا اور خفیہ منع فرما دیا وہ کپڑا لیے اسی فکر میں بیٹھا رہا کہ کہیں پانی نہ گر پڑے اور سماع ہوتا رہا آخر جب مجلس ختم ہو گئی بزرگ نے پوچھا کہو کچھ لطف آیا عرض کیا کہ خاک لطف آیا میں تو اسی مراقبہ میں رہا کہ اگر ایک قطرہ پانی کا گرا تو وہ میرے خون کا قطرہ ہوگا فرمایا بس تم کو ذرا سی مشغولی میں کچھ لطف محسوس نہ ہوا اور یہاں تو چوبیس گھنٹے اسی کے چلتے رہیں تو ہم کو نفسانی لطف کہاں پھر اپنے کو ہمارے اوپر قیاس چہ نسبت تو یہ لوگ حقیقت میں معذور ہیں ۔

ملفوظ ۴۹۷ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل دیہات میں جمعہ کرنے اور کرانے کا لوگوں میں بڑا زور و شور ہے حالانکہ امام صاحب کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں گاؤں میں جمعہ پڑھ کر ظہر ذمہ میں باقی رہتا ہے مگر کچھ پروا نہیں احکام کا اتباع تھوڑا ہی مقصود ہے اپنے جی چاہے کا اتباع کرتے ہیں دین تھوڑا ہی مقصود ہے تعجب تو اس پر ہے کہ کوئی یہ کہے گا کہ اتنے زمانہ سے جمعہ ہوتا آ رہا تھا چھوڑ بیٹھے تو اس پر تو نظر کر لی مگر یہ نہ دیکھا کہ اگر کوئی ان سے یہ سوال کرے کہ آج کی نماز ظہر کی تم نے نہیں پڑھی تو اس کا کیا جواب ۔ جمعہ پڑھ لینے سے جہاں پر جمعہ صحیح نہ ہو ظہر سر سے تھوڑا ہی اتر سکتا ہے ۔ ایک شخص مجھ سے کہنے لگے کہ گاؤں میں جمعہ کیوں نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ میں نے کہا کہ بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ . بس گم ہو گئے پھر کچھ نہ بولے اپنے ہی اعتراض کا جواب لینا آتا ہے دوسرے کا بھی تو جواب دینا چاہئے ۔

ملفوظ ۴۹۸ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان متکبروں کا علاج بحمد اللہ یہاں پر آ کر بہت اچھی طرح ہوتا ہے ان کے دماغوں کا خناس خوب نکالا جاتا ہے ۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی ایسے لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ایسے متکبروں کو تو تھانہ بھون بھیجنا چاہئے وہیں درست ہوتے ہیں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا پیر ترانہ ہو اس مرید کی اصلاح نہیں ہو سکتی ۔

ملفوظ ۴۹۹ :- ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ مقصود تو اصلاح نفس ہے اب اس کی تعبیر چاہے جن الفاظ میں کر لی جاوے طریق کا مقصود اور حاصل صرف یہی ہے اور اسی اصلاح کے طرق اور تدابیر کو اصطلاح میں سلوک کہتے ہیں اور یہ طرق بالتخصیص واجب اور فرض نہیں اصلاح خواہ دوسری تدابیر سے ہو اصل مقصود اصلاح نفس ہے اس پر بھی اگر معترض اعتراض کرے تو اس بدفہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں آخر طبیب جسمانی بھی تو تدبیر کو اختیار کرتا ہے اس کو کوئی بدعت نہیں کہتا تو اس میں کیا فرق ہے البتہ اگر خاص تدابیر کو یا خاص طرق کو مقصود سمجھا جاوے تو وہ ضرور قابل نکیر ہے لیکن محققین کا یہ مسلک

نہیں ۔

۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۱۳۲:- فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے یہ ایک مقام پر سب جج ہیں انھوں نے بہشتی زیور کی بہت تعریف لکھی ہے اور لکھا ہے کہ ایک جلد جلد سے جلد روانہ کرادی جائے میں نے لکھا ہے کہ یہ فرمائش میری گرانی کا سبب ہوئی اول میں تاجر کو تلاش کروں پھر اس سے فرمائش کروں اس کے بعد تکمیل فرمائش کی معلوم کروں اگر آپ کو کسی تاجر کا پتہ نہ معلوم ہو تو اس کا پتہ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں اس پر فرمایا کہ اتنا بھی سلیقہ نہیں یہ سب جج کیا خاک کرتے ہونگے فیصلے بدون تحقیق کرتے ہونگے ۔

ملفوظ ۱۳۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے وساوس کی شکایت لکھی تھی۔ میں نے لکھا تھا کہ اس طرف التفات مت کرو۔ اور کثرت سے میرے مواعظ دیکھا کرو۔ آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ وہ شیطانی وساوس آنے بند ہو گئے ۔ ایک آدھ کبھی آتا بھی ہے تو اس طرح جیسے بجلی کوند کر نکل جاتی ہے ۔ اس پر فرمایا کہ جب آدمی خلوص سے کام کرتا ہے اور طلب صادق ہوتی ہے ضرور نفع ہوتا ہے مگر یہ بات لوگوں میں رہی ہی نہیں ۔

ملفوظ ۱۳۴:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ جس کو بھی اپنے کام میں لگا لیں اور توفیق عطا فرمادیں بڑی ہی دولت ہے بڑی ہی نعمت ہے ایسا شخص دنیا کی طرف متوجہ ہو نہیں سکتا اور ایک وقت میں دو طرف توجہ ہو بھی کب سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اور کاموں کے نہیں رہتے اسی وجہ سے ان کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں دیوانہ تو ضرور ہیں مگر یہ بھی معلوم ہے کہ کس کے دیوانہ ہیں اسی دیوانگی کو فرماتے ہیں ؎

ماگر قلاش وگر دیوانہ ایم ، 　　　 مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم ،

یہ خداوند جل جلالہ کے دیوانہ ہیں ان کے عاشق ہیں جب مخلوق کے عشق میں آدمی کسی اور کام کا نہیں رہتا تو خالق کے عشق کا کیا پوچھنا اسی کو فرماتے ہیں ۔ ؎

؎ ہم اگرچہ مفلس اور دیوانے ہیں مگر اس ساقی اور پیمانے کے مست ہیں ۔ ۱۲۔

عشق مولیٰ[1] کے کم از لیلیٰ بود، گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود۔

اور معترض کا منہ نہیں کہ وہ اس مذاق پر اعتراض کر سکے اس لئے کہ وہ خود ہی اد یکھ لے کہ ایک فانی چیز کی یعنی دنیا کی طلب میں کیسا کھپا ہوا ہے کہ اپنے خالق اور پیدا کنندہ کو بھی بھول گیا اپنے اپنے محبوب پر سب ہی مرا کرتے ہیں باوجود اس کے جب طالب دنیا کو کوئی دیوانہ نہیں کہتا تو پھر ایسوں کو جو لوگ دیوانہ اور پاگل کہیں وہ خود پاگل ہیں۔

ملفوظ:- ایک صاحب کی ایک متکبرانہ غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آجکل تو بڑی بزرگی اور ولایت یہ ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لیلی اور آہستہ آہستہ جھککر چل لیئے کوئی سمجھے بڑے کوئی شیخ المشائخ آرہے ہیں یا خضر علیہ السلام دریا سے نکلکر آگئے ہیں اس کا بالکل ہی اہتمام نہیں کہ ہماری بدتمیزی اور بدتہذیبی کی بھی اصلاح ہوئی یا نہیں تمہاری اس غلطی کا سبب محض تکبر ہے شرم نہیں آئی کہ اور مسلمانوں کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے گویا یہی سب کے بڑے ہیں آخر ان میں اور مسلمانوں سے کون سی زائد چیز ہے مجھ کو سب میں زیادہ تکبر سے نفرت ہے تکبر ہیں اور اس طریق میں تو بعد المشرقین ہے اول قدم اس طریق میں اپنے کو فنا کرنا اور ذلیل سمجھنا ہے ہر شخص سے اپنے کو ذلیل و خوار سمجھے اگر یہ بات پیدا نہ ہوئی تو وہ محروم ہا اس نے کچھ حاصل نہ کیا اور یہ تو امور طبعی ہیں میرے نزدیک تو یہ سکھلانے کی باتیں نہیں مگر بے حسی کا کسی کے پاس کیا علاج۔ بعض لوگوں کو اپنے کو بزرگ سمجھنے کا مرض ہو جاتا ہے مگر جسکو یہ معلوم نہ ہو کہ میں کس طرح کس حال میں مرونگا اس کو تقدس پر کیسا ناز اللہ بچائے جہل سے اور صاحب ناز کس بات پر ہو شاید ساری عمر میں ایک رکعت بھی ایسی یاد نہ آوے گی کہ خدا کے حکم کے موافق ادا کی ہو پھر یہ ناقص بھی جیسی کچھ ہے ان کا فضل ہے انعام ہے احسان ہے ورنہ ہم تو اس توفیق کے بھی مستحق نہ تھے۔

ملفوظ:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں جنکی طبیعتوں میں سلامتی ہوتی ہے ان کو تو ذکر و شغل سے نفع ہوتا ہے عجز اور انکساری پیدا ہوتی ہے ورنہ اسی سے ناز پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنے کو ذاکر سمجھنے لگتے ہیں میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ دو چیزیں ایسی ہیں جن سے کج طبعوں کو ناز پیدا ہو جاتا ہے ایک ذکر و شغل سے اور ایک بوڑھاپے سے۔ بوڑھاپے سے اس لئے کہ لوگ بوجہ بڑا ہونے کے رعایت کرنے لگتے ہیں یہ اس کو اپنی بڑائی اور بزرگی پر محمول کرنے لگتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ بیچارہ بڑا آدمی ہو گیا ہے اس لئے لوگ رعایت

---

[1] حق تعالیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کیلئے۔۔ گیند بن جانا زیادہ اولیٰ ہے ۱۲

کرتے ہیں اور حضرت بڑائی اور بزرگی بڑی دور کی چیز ہے اگر ایمان ہی دنیا سے سلامت چلا جائے یہ ہی غنیمت ہے اسی کو بڑی دولت سمجھنا چاہیے اور یہ مرنے سے پہلے معلوم ہو نہیں سکتا پھر ناز کیسا۔

ملفوظ:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو موقع موضوع ہو نجاست کے واسطے گو اس وقت وہاں نجاست نہ ہو وہاں قرآن مجید نہ پڑھنا چاہیے جب تک اس کا وہ استعمال نہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ فلاں صاحب نے نجاست نہ ہونے کے وقت علی الاطلاق جائز کہدیا ہے مگر یہ جواب جی کو نہیں لگتا آخر قواعد بھی تو کوئی چیز ہیں مگر ان کے جواب میں کوئی قید ہی نہیں غالباً عبارت ناتمام معلوم ہوتی ہے شاید ذہن سے ذہول ہو گیا ہو بہرحال ایسے موقع پر جہاں اہل فتویٰ کے اقوال میں احتیاط ہو وہاں تو ان کا اتباع کرنا چاہیے اور جہاں ان کے یہاں احتیاط نہ ہو وہاں اپنی رائے پر جس میں احتیاط ہو عمل کرنے میں تو یہ ہی کرتا ہوں زیادہ تلاش وغیرہ بھی نہیں کرتا ایسے موقع پر احتیاط کا پہلو اختیار کر لیتا ہوں۔

ملفوظ:- ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ اس مسئلہ کے ملنے کی امید نہیں کہ انسان کے بال ناخن کسی کے ملک بن سکتے ہیں یا نہیں اور حر کے متعلق تو شبہ ہی نہیں وہ تو ملک ہو ہی نہیں سکتے مگر غلام کے متعلق تردد ہے کہ اسکے بال ناخن بھی کسی کے ملک ہونگے یا نہیں غالباً یہ جزئیہ بھی نہ ملیگا۔ البتہ قواعد سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک نہ ہوگا جدا ہو جانے کے بعد مولیٰ کی ملک سے نکل جاتا ہے۔

ملفوظ:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل طریق پر اعتراض کرنے والے بدفہم ہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز قابل ملامت نہیں مگر ملامت کرنے والوں کو ان کے عذر کی خبر نہیں دیکھئے تکرار فرض کو فقہا منع کرتے ہیں مگر بر وقت وفات حضرت سلطان جی کی یہ حالت تھی کہ بار بار غشی سے اٹھتے اور پوچھتے کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں عرض کیا جاتا کہ پڑھ چکے شدت شوق عبادت میں فرماتے لاؤ پھر پڑھ لوں نہ معلوم پھر کیا موقع ہے ایسے عاشق لوگوں پر کیا ملامت فقہا بھی اصل سے اس کے مانع نہیں منع کی علت یہ فرماتے ہیں کہ تکرار فرض منسوخ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے مشروع تھا سو یہ منسوخ ہونا خود مجتہدین میں مختلف فیہ ہو سکتا ہے تو ممکن ہے کہ سلطان جی کے نزدیک منسوخ نہ ہوا ہو اور کسی ایسے عالم محقق کا مجتہد ہونا غیر مجتہد فیہ ہو سکتا ہے علماء اور مشائخ کے ایسے اختلاف میں ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فیصلہ تھا کہ اگر اعمال ظاہرہ میں اختلاف ہو تو فقہا کے مسئلے پر عمل کرتا ہوں اور اگر اعمال باطنہ میں اختلاف ہو تو صوفیہ کے قول پر عمل کرتا ہوں سبحان اللہ کیسا عجیب اور حکیمانہ فیصلہ ہے۔

ملفوظ:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مدت سے بہت بڑا حصہ تصوف کا مردہ ہو چکا تھا کام کرنے والوں کو بھی خبر نہ تھی کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور اس کا کیا انجام ہے بس اندھیری کوٹھڑی میں الا دھند چلے جا رہے تھے کچھ خبر نہ تھی خواہ سر پھوٹے یا ٹانگ ٹوٹے اب بحمد اللہ طریق کافی طور پر واضح ہو گیا مدتوں کے بعد یہ طریق زندہ ہوا ہے گو اب بھی بد فہم لوگ اس فکر میں ہیں اور چاہتے ہیں کہ اصلاح کا باب بند ہو جائے مگر چاہا ہوا تو حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے اور کسی کے چاہے سے ہوتا ہی کیا ہے فرماتے ہیں۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم اب انشاء اللہ تعالیٰ صدیوں تک کیلئے طریق صاف اور بے غبار ہو گیا اور اگر پھر بھی کچھ گڑ بڑ ہوئی تو حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرما دیں گے یہ انکی رحمت ہے جس سے چاہے اپنا کام لیں کسی خاص شخص پر موقوف نہیں۔

ملفوظ:۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کا پتہ نہیں چلتا کہ مجھ کو مخلوق سے وحشت کیوں ہے فرمایا کہ اسکی تحقیق اور معلوم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ابن الوقت ہونا چاہئے اگر معلوم ہو جاوے اس پر راضی رہے اگر معلوم نہ ہو اس پر راضی رہے۔ ~~۔~~ ~~ؔ~~

چونکہ بر بندت بہ بند و بستہ باش ۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش[1]

مبتدی کو ان تحقیقات اور قصوں میں پڑنا ہی نہیں چاہئے اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش سے مبتدی کو سخت نقصان پہونچتا ہے اس کو ضرورت ہے یکسوئی کی پھر مزاحاً فرمایا پھر چاہے پاس ایک سوئی نہ ہو البتہ منتہی کو ان چیزوں سے نقصان نہیں پہونچتا منتہی ان چیزوں پر خوب غالب ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ابو الوقت ہوتا ہے۔

ملفوظ:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں اس طریق کا کیونکہ یہ طریق عشق ہے اور عشق کا انضباط ہی کیا مردہ کا کیا انضباط وہ تو زندہ کے ہاتھ میں ہے مردہ بدست زندہ مشہور ہے اسی کو مولانا نے کہا۔

گفت[2] از احوال دنیا روز و شب ۔ چوں قلم در پنجہ تقلیب رب

---

[1] جب تجھ کو باندھ دیں تو بندھے رہو۔ اور جب کھول دیں تو (تعمیل حکم کیلئے) چست و چالاک رہو (یعنی راضی برضا رہو) [2] حق تعالیٰ کا عاشق دنیا کے رات دن کے احوال سے بے خبر ہوتا ہے۔ جیسے کہ قلم اردو سرے (کاتب) کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح عاشق احکام خداوندی کا تابع ہوتا ہے۔ ۱۲

البتہ صاحب مقام راسخ ہوتا ہے اس میں انقلاب کم ہوتا ہے بخلاف صاحب حال کے کہ اس کی کیفیات میں بکثرت انقلاب ہوتا ہے اور ناواقف لوگ صاحب کیفیات ہی کو زیادہ کامل سمجھتے ہیں حالانکہ کوئی چیز نہیں اصل چیز مقام ہے گو مقام بھی ایک اصطلاح میں حال ہی ہے مگر ہے راسخ اور راسخ درجہ کے شخص کے واردات بھی قابل اتباع ہوتے ہیں گو دوسروں کیلئے نہ سہی مگر خود اس کے لئے قابل اتباع ہوتے ہیں حتیٰ کے اگر وہ ان واردات کا اتباع نہ کرے تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرر ہوتا ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ضرر آخرت کا نہیں ہوتا محض دنیا کا ضرر ہوتا ہے ایک بستی میں ایک بزرگ رہتے تھے ایک اور مسافر بزرگ اس بستی میں آئے انہوں نے ان سے ملنے کا ارادہ کیا مگر ان کے قلب پر وارد ہوا کہ مت جاؤ یہ نہیں گئے تھوڑی دیر بعد پھر ارادہ کیا کہ ملنا چاہیئے پھر وارد ہوا کہ مت جاؤ اس پر خیال ہوا کہ وجہ کیا ایک بزرگ اور نیک شخص ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خیال بے بنیاد ہے ضرور ملنا چاہیئے اٹھ کر چل دیئے تھوڑی دور چلے تھے ٹھوکر لگی اور گر کر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی الہام ہوا کہ تمہیں ملنے سے منع کیا گیا تھا اس منع کی کیوں مخالفت کی معلوم ہوئی کہ وہ بزرگ بدعتی تھے جنکی ملاقات سے منع کیا گیا تھا تو وارد کی عدم اتباع پر اس قسم کی تکوینی سزا ہو جاتی ہے مگر اخروی سزا نہیں ہوتی بس یہ ضرر ہوتا ہے اور وجہ اسکی غور سے کام نہ لینا ہے ملامت اس پر ہوتی ہے کہ واقعہ میں تحقیق اور احتیاط کیوں نہ کی اس طریق میں بہت ہی دقیق باتیں پیش آتی ہیں اس واقعہ میں احتیاط یہی تھی کہ نہ ملتے کیونکہ اگر وہ شخص واقع میں بزرگ ہی تھے تب بھی ان سے ملنا کوئی واجب تو نہ تھا پھر اصول صحیحہ سے تحقیق کر سکتے ہیں ایسے امور میں خاص سمجھ کی ضرورت ہے۔

ملفوظ ۱۲ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل عشق کی شان ہی جدا ہوتی ہے یہ حضرات بظاہر اس عالم میں نظر آتے ہیں مگر معنیٰ اس عالم میں نہیں ہوتے ہر وقت محبت میں غرق رہتے ہیں نہ ہنسنے کا خیال نہ رونے کا نہ کسی سے ملنے کا شوق نہ کھانے کمانے کی فکر عشق ایسی ہی چیز ہے اور یہ حالت بدون عشق نہیں ہوسکتی یہ عشق ہی کا خاصہ ہے کہ سوائے محبوب کے سبکو فنا کر دیتا ہے اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔ ؎

عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت، ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت،
تیغ لا در قتل غیر حق براند، در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت، مرحبا اے عشق شرکت سوز زفت

گویا اسی کا ترجمہ گلزار ابراہیم میں کیا گیا ہے۔ ؎

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا، دے سوا معشوق کے سب کو جلا،

اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ حضرات مغلوب ہونیکی وجہ سے معذور ہیں انکو اپنی ہی خبر نہیں ان پر ملامت کر کے اپنی عاقبت خراب کرنا ہے کسی کو کیا خبر کہ انپر کیا گذرتی ہے۔

ملفوظ ۱۲۳۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جو طالب کہلاتے ہیں ان کی بھی یہ حالت ہے کہ آتے ہیں اصلاح کی غرض سے اور چاہتے یہ ہیں کہ ہماری آؤ بھگت ہو خاطر تواضع ہو کھانا پینا بھی نفس کے موافق ہو مگر میرے یہاں بحمد اللہ کوئی سامان اس قسم کی دلجوئی کا نہیں سب دلشوئی کے سامان ہیں۔ پہلے بزرگوں نے تو اصلاح کے متعلق طالبوں پر بڑی بڑی سختیاں کی ہیں میں تو اس قدر سختی کرتا بھی نہیں۔ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم علاؤ الدینؒ کی خدمت میں مدت دراز تک رہے اور ان کی ساتھ برتاؤ کی یہ حالت رہی کہ آنے میں ذرا دیر ہوگئی تو اس طرح خطاب ہوتا تھا کہ ارے آیا نہیں کیا ٹانگیں ٹوٹ گئیں مشہور یہ ہے کہ سچ مچ ٹانگوں سے معذور ہو جانے پر - - - - - - -

فرماتے جلدی چلو تو ٹانگیں ٹھیک ہو جائیں اور اس سے بھی سخت سخت الفاظ سے پکارا جاتا ہے بڑے دھکے کھا کر آدمی بنتا ہے اب تو بدون پل صراط کو طے کئے ہوئے جنت میں جانا چاہتے ہیں خادمیت سے گھبراتے ہیں اتباع سے عار ہے۔ بس ان کو مخدوم بنا دو اس زمانہ میں کچھ ایسا آزادی کا زہریلا اثر پھیلا ہے کہ ہر شخص کے اندر الا ماشاء اللہ کبر بھرا ہوا ہے دماغوں میں گوبر ہے پھر جب طالب ہو کر تمہارا یہ حال ہے تو دوسرا ہی تمہاری کون غلامی کرنے لگا وہ بھی آزاد ہے خصوص یہاں تو نرالا ہی رنگ ہے یہ للّو پتّو اور جگہ ہے یہاں پر تو قدم قدم پر روک ٹوک محاسبہ مناقبہ دار و گیر ہوتی ہے بعد میں کہیں جا کر دوسری چیزیں ہیں پہلے میزان عدل ہے پھر پل صراط اس کو طے کرنے کے بعد جنت ہے۔

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ ،

ملفوظ ۱۲۴۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج جمع ہوئے استفتوں کا جواب پورا ہو گیا مگر سر میں بھی درد ہو گیا یہ اکثر دیکھا ہے کہ جس روز کوئی بڑا کام ختم ہوتا ہے ختم کے بعد تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے منزل پر پہونچ کر تکان ہوتا ہے اور درمیان میں مشغولی کی وجہ سے پتہ بھی نہیں چلتا۔

ملفوظ:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کرایہ کے مکان میں درخت ہوتے ہیں امرود کے یا بیری وغیرہ کے ان کا پھل کرایہ دار کو کھانا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ بلا اذن جائز نہیں۔ ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گائے کو کوئی دودھ پینے کیلئے کرایہ پر لیلے یہ جائز نہیں اس پر فرمایا کہ فقہ کا باب بھی نہایت اہم ہے مجھ کو تو فتویٰ دیتے ہوئے بڑا ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو اس میں بڑی جرأت ہے ذرا خوف نہیں کرتے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان ظلم کے سبب تباہ ہوئے اب ہندوؤں نے ظلم شروع کیا ہے انشاء اللہ یہ بھی تباہ ہونگے۔ ہندوؤں کے پاس روپیہ ہے قانون داں ہیں مسلمان کے پاس کوئی سامان نہیں ہے مگران کو کسی مادی سامان کی ضرورت بھی نہ تھی اگر یہ حق تعالیٰ کو راضی رکھتے تمام پریشانیوں کی جڑ خدا تعالیٰ سے صحیح تعلق کا نہ رکھنا ہے اور یہ مسلمانوں کی انتہائی بدفہمی ہے کہ غیر قوموں کی بغلوں میں جاکر گھستے ہیں ان کو اپنا دوست سمجھتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا حصر کے ساتھ فرماتے ہیں کہ تمہارا کوئی بھی دوست نہیں سوائے اللہ اور رسول اور مومنین کے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے مولوی فرحت علی صاحب پانی پتی سیاحت میں ایک مقام پر پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ ایک شیعی وصیت کر مرا ہے کہ میری دونوں بیٹیوں کی شادی امام مہدی علیہ السلام سے کیجائے اب وہ لڑکیاں بالکل جوان ہیں مگر حضرت امام کے انتظار میں ان کی شادی نہیں کی جاتی۔ مولوی صاحب بڑے ہی دانشمند اور ذہین تھے کہا کہ ظاہر ہے کہ حضرت امام تو متبع شریعت ہونگے۔ وہ دونوں بہنوں کو کیسے جمع کرلیں گے سو ایک کا تو نکاح کر دینا چاہئے چنانچہ ایسا کر دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ یہ بے انصافی ہے کہ ایک کی شادی ہو دوسری کی نہ ہو دوسری کی بھی کر دو اور وصیت پر اس طرح عمل کیا جاوے کہ ایک یادداشت لکھکر خاندان میں محفوظ کر دو کہ حضرت امام کے وقت میں ان لڑکیوں کی نسل میں جو لڑکی ہو اس کو حضرت کے نکاح میں دیدیں چنانچہ سب نے پسند کر کے ایسا ہی کیا۔

ملفوظ:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آج حضرت میرے اندر کمال تو کیا ہوتا جس زمانہ میں میں نے مدرسہ میں پڑھا کرتا تھا اس وقت بھی استعداد وغیرہ کچھ نہیں ہوئی اس لئے کہ میں نے توجہ سے پڑھا ہی نہیں اور نہ کبھی ذہن ایسا ہوا البتہ حافظہ میرا مدرسہ میں مشہور تھا اساتذہ میں بھی اور طلبہ میں بھی اور اب تو یہ بھی

یاد نہیں رہتا کہ مناجات مقبول کی منزل بھی پڑھی ہے یا نہیں باوجود اس نقص کے پھر جو کچھ کام ہو رہا یہ سب فضل خداوندی ہے اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے وہ جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں ہاں تحدیث بالنعمہ کی صورت میں مسرت ضرور ہے ۔

ملفوظ ۱۸ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق سے لوگوں کو اس قدر اجنبیت ہو چکی ہے کہ عوام تو عوام خواص اور شیوخ تک اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں یہ طریق سے عدم مناسبت کا پتہ دیتی ہے اور عدم واقفیت پر دال ہے اپنی ہی جماعت کے بہت سے لوگوں کی یہ حالت ہے دوسروں کی کیا شکایت ۔

ملفوظ ۱۹ :- (ملقب بہ شیون اہل الحق) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ کی سرپرستی میرے سر زبردستی تھوپی گئی کرتے کراتے سب کچھ خود ہیں میرا تو محض نام ہی نام ہے کیا فائدہ ایسی سرپرستی سے مجھے خدمت سے انکار نہیں علماء کو میں اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور طلبہ کو مثل فرزند کے سمجھتا ہوں مگر ضرورت اسکی ہے کہ خدمت طریقہ کے ساتھ لیجائے اور یہ تو محض بے ڈھنگا پن ہے کہ نہ اصول ہیں نہ قواعد مجھے آج تک یہی معلوم نہیں کہ میرے فرائض ہیں کیا ، اور یہ فساد کرنے والے اور مدرسہ سے مخالفت کرنے والے تو خود اغراض میں مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ شکایت تو خود مجھ کو بھی کارکنان مدرسہ سے ہیں مگر شکایت کا یہ طریقہ نہیں جو ان مخالف لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے انھوں نے تو مدرسہ ہی کو بیخ بنیاد سے اکھاڑ دینے کا انتظام کر دیا مجھ کو مدرسہ والوں کے ساتھ تو صرف طریقہ کار سے اختلاف ہے اور مخالفین کے ساتھ ان باتوں سے اختلاف ہے جو بدون تحقیق کارکنان مدرسہ کے سر تھوپی گئیں آخر دین بھی کوئی چیز ہے دشمنی میں بھی حدود سے تجاوز نہ ہونا چاہیئے دوسرے یہ کہ اگر ان کو دشمنی بھی ہے تو کارکنان مدرسہ سے ہے نہ مدرسہ سے تو ایسی حرکت کرنا یا وہ طریقہ اختیار کرنا جس سے مدرسہ کو نقصان پہونچے یہ کس درجہ تک عقل کی بات ہے ۔ اور خاص اغراض پورا کرنے کی وجہ سے چالاکیاں اور پالیسی اختیار کرنا کون کمال کی بات ہے ایسی پالیسی کو ہم بھی جانتے ہیں مگر استعمال سے نفرت ہے میں نے اس کی مثال میں ایک صاحب سے کہا تھا کہ گوہ کھانا کون نہیں جانتا سب جانتے ہیں ہاتھ میں لیکر منہ میں رکھکر نگل جاوے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کا کھانا کیسا ہے کوئی شریف آدمی سلیم الطبع کبھی ایسی باتوں کو گوارا نہیں کر سکتا اور نہ اختیار کر سکتا ہے ۔ طالبعلموں میں جیسے غربت مسکنت انکسار وغیرہ کی شان ہونا اوروں سے زیادہ احسن ہے ویسی ہی ان میں اس کے مقابل دوسری شان جیسے غرض پرستی پالیسی وغیرہ کا ہونا اوروں سے زیادہ اقبح ہے الغرض ان رذائل سے بچا کے

ہیں تو اس کی ایک مثال بیان کیا کرتا ہوں کہ خشک روٹی اگر پس بھی جائے آدمی کھا سکتا ہے لیکن زردہ پلاؤ بریانی قورمہ متنجن اگر خراب ہو گا تو گھر والوں کو تو کیا پڑوسیوں تک کو بھی محلہ میں نہ ٹھیرنے دیگا اس میں اسقدر بدبو اور تعفن ہو گا اسی طرح عوام کے عیوب سے علماء کے عیوب نہایت اقبح و اشنع ہیں مگر افسوس ہے کہ آج کل اہل علم نے دنیا کے جھگڑوں قصوں میں پڑ کر درس تدریس سب ہی کچھ برباد کیا ورنہ اگر یہ اطاعت و اخلاص اختیار کرتے تو بدون ان وسائل کے اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح کی کامیابی عطا فرماتا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس کونسا سامان تھا حتیٰ کہ جب ان کو تبلیغ کا حکم دیا گیا تو انھوں نے بے سامانی کو دیکھکر یہ دعا کی تھی رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ اور جواب میں بجائے سامان عطا ہونے کے یہ ارشاد ہوا تھا نَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمَا یہی صفت اللہ والوں کو عطا فرماتے ہیں یعنی ہیبت اور شوکت پس ان کا ڈرا وا اور رعب ہوتا ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

مجدد صاحب کو جہانگیر بادشاہ نے بلایا تھا اور تخت کے سامنے ایک عارضی کھڑکی لگوائی جس میں داخل ہونے والا بدون سر جھکائے داخل نہ ہو سکے اور اس کھڑکی میں سے آپ کو آنے کا حکم ہوا، مقصود یہ تھا کہ داخل ہونے کے وقت تخت کے سامنے آپ کا سر جھکیگا آپ نے یہ لطیفہ کیا کہ اس کھڑکی میں پہلے پیر داخل کئے تو اس صورت میں بادشاہ کی طرف پیر ہوئے اس پر بادشاہ برہم ہوا اور مجدد صاحب کے قتل کا حکم دیا مگر دربار میں ایک مولوی صاحب تھے ولایتی انھوں نے سفارش کی تب قتل کا حکم قید سے مبدل ہوا اور گوالیار کے قلعہ میں قید کئے گئے ان حضرات پر کسی کا اثر نہیں ہوتا سوائے ایک ذات کے اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے بیچ بیچ میں بڑے بڑے اہل جاہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بولا نہ جاتا تھا اور حالانکہ حضرت کی حالت یہ تھی کہ آواز بھی کبھی بلند نہ ہوتی تھی۔ ملا محمود صاحب نہایت سادہ بزرگ تھے ایک مرتبہ سبق میں ایک طالب علم کے گھونسہ مارا وہ ہٹ گیا تو وہ گھونسہ زمین پر لگا اور غصہ بھڑک گیا جوتہ پھینک کر مارا اس کی زد سے بھی بچگیا اور بھی غصہ بھڑک گیا بڑا شور و غل مچا۔ میں انکی

ع۵ اے میرے رب میں نے ان میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں ع۵ اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی ۱۲:

درسگاہ سے ایک طرف کو جا رہا تھا اس طرف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے مجھ کو بلایا اور واقعہ پوچھا باوجودیکہ نہایت شفقت فرماتے تھے مگر جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی بات نہ کہی جاتی تھی حتیٰ کہ گھونسہ کا لغت بھول گیا یہ ہیبت ان کو خدا داد عطا ہوتی ہے۔

ملفوظ ۲۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ انگریزوں نے ہم سے تہذیب سیکھی ہے یا ہم نے ان سے بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے میں جواب دیتا ہوں کہ یوں کہو کہ انگریزوں میں ہمارا سا انتظام ہے یوں مت کہو کہ ہم میں ان کا سا انتظام ہے کیونکہ وہ چیزیں کہاں سے لائے یہ چیزیں تو ہمارے گھر کی ہیں جنکو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اور دوسری قوموں نے اختیار کر لیا اس غفلت اور بےخبری کی کوئی حد ہے کہ اپنی چیزوں کو دوسروں کی سمجھتے ہیں۔

ملفوظ ۲۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فلاں مدرسہ کے مہتمم کے اختیارات کو محدود کرنا بڑی ہی زبردست مضرتوں کا پیش خیمہ ہے جس کا نتیجہ آگے چلکر معلوم ہوگا میں نے ایک صاحب سے مدرسہ کے انتظام کے متعلق کہا تھا کہ اگر مجھ کو کامل اختیارات ہوتے تو میں اول کیا کرتا کہ مہتمم صاحب کے ذریعہ سے واقعات معلوم کرتا اور بعد تحقیق جو انتظام خود اپنی سمجھ میں آتا وہ کرتا اور اگر تردد رہتا تو سارے ہندوستان میں اعتبار دیگر علماء و عقلاء سے مشورہ لیتا اس صورت میں تمام لوگوں کو مدرسہ سے عشق ہو جاتا اور اور یہ سمجھتے کہ جمہوریت صحابہ جیسی ہے کہ رائے سب کی اور حکومت ایک کی حضرت تدابیر تو سب ذہن میں ہیں مگر کوئی کرنے بھی دے اور اب تو کچھ ایسا انقلاب ہوا ہے کہ پرانے لوگوں میں بھی جدید باتوں کا زہریلا اثر پیدا ہو گیا ہے نیچریت کا غلبہ ہے اس لئے کوئی مفید تحریک نہیں چلتی۔

ملفوظ ۲۳: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ کوئی چیز اپنی حد سے نہ بڑھے اہل تحریکات کی طرح اپنی غرض پورا کرنے کیلئے احکام کو خدانخواستہ بدلنا کفوڑا ہی گوارا ہو سکتا ہے مجھ کو تو دوسروں کی ایسی حرکتیں سنکر غیرت آتی ہے خود تو کیا ایسی باتیں کرتا جیسے بعضے فرمائش کرتے ہیں۔

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۲۲۳ ایک نووارد صاحب سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کچھ کہنا ہے عرض کیا کہ اس وقت تو کچھ کہنا نہیں کوئی تنہائی کا وقت ملجائے تو اس وقت عرض کرونگا فرمایا کہ تنہائی کا وقت میرے پاس نہیں نہ اتنی فرصت اسکی دوسری صورت یہ ہے کہ مجھ کو ایک پرچہ لکھکر دیدو اس کو میں ہی پڑھونگا یہ بھی تنہائی ہی ہے۔ عرض کیا کہ لکھ کر بکس میں ڈالدوں فرمایا تمکو اختیار ہے میں نے ایک صورت سہل تم کو بتلا دی ہے یہ فرما کر دریافت فرمایا کہ میں نے تم کو پہچانا نہیں اور نہ تم نے خود کوئی تعارف کرایا عرض کیا کہ میں نے سہارنپور کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کا رہنے والا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ اس کا کچھ نام نہیں یہ گول مول اور ادھوری باتیں کیوں کرتے ہو کیا اس سے اذیت نہیں ہوتی کیا بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے کہ تم لوگ وہاں تعلیم پاکر آتے ہو اور یہ بتلاؤ کہ اس آنے سے قبل کبھی خط و کتابت بھی تم نے مجھ سے کی یا نہیں۔ عرض کیا کہ ایک خط بھیجا تھا اس کا جواب مجھ کو علاوہ مکان پر بھول آیا۔ فرمایا کہ تمہاری طلب کا حال تو اسی سے معلوم ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں بے فکری کا بھی مرض ہے۔ عرض کیا کہ راستے میں آکر یاد آیا۔ فرمایا اگر فکر ہوتی تو لوٹ کر جاتے اور لیکر آتے۔ عرض کیا کہ اس خیال سے نہیں لوٹا کہ نہ معلوم پھر کب جانا ہو۔ فرمایا کہ اب یہ سوال ہے کہ گھر سے لیکر کیوں نہیں چلتے تھے کیا اچھا عذر ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ غسلخانہ میں نہانے گئے ہو اور پاجامہ بھول آئے ہونگے اگر ہوئے ہو۔ ہم تو جب جانیں کہ کوئی ملازمت کو جائے اور سارٹیفکٹ گھر بھول آئے اس تمام بے فکری کی مشق دین ہی پر ہوتی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ اور آئے کب تھے۔ عرض کیا گیارہ بجے والی گاڑی سے فرمایا کہ اس وقت ملے تھے۔ عرض کیا کہ نہیں۔ دریافت فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ یہ خیال ہوا کہ شاید سونے کا وقت ہو۔ فرمایا کہ ملنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ عرض کیا کہ تھوڑی سی۔ فرمایا کہ اس سے تمہاری آدمیت کا پتہ چلتا ہے تمکو مجھ سے بالکل مناسبت نہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ تم پرچہ بھی نہ ڈالنا

جواب نہ ملیگا۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ غلطی ہی کا درجہ بتلا رہا ہوں خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں۔ میں تم کو کسی مصلح کا پتہ بتلا دونگا اگر تم پوچھو گے یہ اس وجہ سے کہ اصلاح فرض ہے اور مجھ سے تمہاری اصلاح ہو نہیں سکتی جس کی وجہ عدم مناسبت ہے چنانچہ اسی تھوڑی سی دیر میں تین باتیں ثابت ہوئیں۔ طلب کی حقیقت بے فکری۔ آدمیت اس لیئے تم کو دوسری طرف رجوع کرنا چاہیئے جس سے مناسبت ہو پھر فرمایا کہ میں جو دوسرے کے سپرد کرنیکو کہتا ہوں تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عتاب اور اس کا اثر ہے اس کا اثر تو صرف یہ ہے کہ زبان سے شکایت کر لیتا ہوں اور باقی سپرد کر دینا یہ مصلحت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس طریق میں معلم کا انقباض سد عظیم (بڑی رکاوٹ) ہے انقباض کی حالت میں کوئی نفع نہیں ہو سکتا جب نفع نہیں تو کیوں میں اس کو محبوس کروں اور کیوں خود پریشانی اور کلفتیں اٹھاؤں اگر کوئی نفع ہو تو ان چیزوں کی بھی برداشت کروں۔ اس لیئے دوسروں کے سپرد کر دیتا ہوں جہاں انقباض نہ ہو۔

ملفوظ ۷۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں میں نے انسان کی (مراد مومن ہے) بجائے حیوان ناطق کے دوسری تعریف کی تھی جو مومن کے ساتھ خاص ہے حیوان عاشق یہ عشق ہی ہے کہ ملائکہ تک پر اسکو شرف حاصل ہے۔

ملفوظ ۷۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کو عملیات کے باب میں اسقدر غلو ہے کہ مجموع العزائم بنے ہوئے ہیں ان چیزوں میں پڑکر مقصود سے بہت دور جا پڑے اس لیئے کہ اصل مقصود اصلاح نفس والنسداد رذائل ہے مگر اس کی بالکل پروا نہیں۔ محمد غوث گوالیری نے موکل تابع کر رکھے تھے ایکبار ان کو حکم دیا کہ شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو جس حالت میں ہوں لے آؤ ہم زیارت کرینگے شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تہجد سے فارغ ہو کر مراقب بیٹھے تھے افاقہ جو ہوا دیکھا موکل سامنے کھڑے ہیں دریافت کیا کہ تم کون ہو عرض کیا کہ ہم موکل ہیں اور محمد غوث صاحب گوالیری کے بھیجے ہوئے ہیں۔ وہ مشتاق زیارت ہیں اگر اجازت ہو ہم حضرت کو بہت آرام سے وہاں پر لے چلیں فرمایا کہ ان ہی کو یہاں پر لے آؤ۔ وہ موکل لوٹ گئے اور محمد غوث صاحب کو پکڑ کر لے آئے انکو تعجب ہوا کہ قاعدہ سے تابع تو میرے اور اور اطاعت کی شیخ کی حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نصیحت کی کہ کس خرافات میں مبتلا ہو انھوں نے توبہ کی اور حضرت شیخ سے باطنی تعلق پیدا کیا بس یہ حقیقت ہے ان عملیات کی۔ ایک مرتبہ میں نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا بھی عمل ہے کہ جس سے موکل تابع ہو جائیں فرمایا ہے تو مگر یہ بتلاؤ کہ تم بندہ بننے کیلئے پیدا ہوئے یا خدائی کرنیکے لئے بس مولانا کا اتنا کہنا تھا کہ مجھ کو بجائے اشتیاق کے ان عملیات سے نفرت ہو گئی ۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کے ایک مرید کو یہ وسوسہ تھا کہ حضرت عمل پڑھتے ہونگے جسکی وجہ سے اس قدر معتقدین کا ہجوم ہے آپ کو اس خطرہ پر اطلاع ہو گئی فرمایا ارے معلوم بھی ہے کہ ان عملیات سے نسبت باطنی سلب ہو جاتی ہے قربان ہو جائیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان سب فضولیات سے بچا کر ہم کو ضروری چیزوں کی طرف لائے ۔ میں نے ان چیزوں کے عاملوں کو دیکھا ہے کہ ان میں کوئی باطنی کمال نہیں ہوتا بلکہ اور ظلمت بڑھتی ہے الحمد للہ مجھے مولانا کے ارشاد کے بعد عملیات سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی ۔

ملفوظ:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل کے غیر محقق مشائخ وہی مرغی کی ایک ٹانگ متقدمین کے زمانہ کی تعلیم اوراد و مجاہدات کے متعلق طالبوں کو دئے چلے جاتے ہیں کچھ خبر نہیں کہ طالب کو فرصت کتنی ہے جسمانی قوت کا کیا حال ہے اور نہ یہ خبر کہ یہ کام کر بھی سکتا ہے اور نہ یہ معلوم کہ اس کو مناسبت کس چیز سے ہے یعنی اسکے لئے ذکر و شغل کی کثرت مناسب ہے یا تلاوت قرآن کی کثرت حالانکہ شیخ کو مبصر ہونا چاہئے اس کی تشخیص اور تجویز طبیب حاذق کی طرح ہونا چاہئے مثلاً آجکل قویٰ کمزور ہیں اسلئے کم کھانا کم سونا کسی طرح مناسب نہیں اسکے اندیشہ ہے تندرستی خراب ہو جانیکا میرے یہاں بحمد اللہ ہر شخص کی حالت کے موافق تعلیم ہوتی ہے شاق تعلیمات پہلے لوگوں کے واسطے ہوتی تھیں وہ قوی تھے اُن کے قویٰ اس قسم کے مجاہدات برداشت کر سکتے تھے اب برداشت نہیں کر سکتے تو ایسی حالت میں آدمی کیوں اس قدر مشقت میں پڑے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا ۔ اور فرماتے ہیں کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ خوب کھاؤ پیو اور نیک کام کرو ۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضول تحقیقات میں کیا رکھا ہے آدمی کو کام کرنا چاہئے کام کرنے والے کبھی عبث اور فضول چیزوں کو پسند نہیں کر سکتے اور فضول تحقیق بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی کے یہاں مہمان بنکر جائے اور وہ اس کی تحقیق شروع کرے کہ کھانا کہاں پکتا ہے پکانے والا کون ہے ۔ نمک مرچ گرم مصالحہ گھی آٹا کہاں سے آیا اور کون لایا ۔ اور کتنا کتنا دیا ۔ چولھے میں اُپلے جلتے ہیں یا لکڑی اور جلتے ہیں تو کیسے ۔ دھواں کہاں کو جاتا ہے ارے بندہ خدا تجھے ان بکھیڑوں سے کیا ۔

غرض ہے کھانا پک کر سامنے آ جاویگا کھا لینا کیوں وقت بیکار کھویا اگر کچھ بھی یہ معلوم ہو مگر کھانا ہو اور برف کا پانی ہو ہوا کے پنکھے ہوں فرش ہو اور ایک کمرے میں بٹھلا کر سب چیزیں سامنے رکھدی جائیں بس کھا کر الگ ہو۔ یا مثلاً کسی آدمی نے آم کھانے کو دیا اب اس کی تحقیق کرنا کہ اس آم کا کسقدر وزن ہے کتنا موٹا ہے کتنی لمبائی ہے اس سے مطلب ہی کیا کھا کیوں نہیں لیتا مثل مشہور ہے کہ آم کھانے سے غرض پیڑ گننے سے کیا کام۔ مثلاً یہ خبط نہیں تو اور کیا ہے کہ مریخ ستارے کی تحقیق میں سرگرداں ہیں اور جن کے بنائے ہوئے ہیں انکی کچھ بھی تلاش اور فکر نہیں یہ سب غفلت آخرت کے دن کو بھلا دینے کی بدولت ہے جسکی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ الآیہ۔ اور فرماتے ہیں يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ تو فکر اور تحقیق کی چیز تو یہ ہے کہ یہ واقعات ہونگے پھر ان واقعات ہی کے متعلق کوئی فضول سوالات کرنے لگے مثلاً کوئی موت کی تحقیق کرے کہ کس طرح آئیگی جان کس طرح نکلے گی تو اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ ارے بھائی ایک دن مر ہی جاؤ گے جب موت آ دیگی مر جاؤ گے جبتک زندہ ہو زندہ رہو کس قدر غضب اور ظلم کی بات ہے کہ مریخ کے سفر میں مر جانے کو تو ترقی اور ہمت سے تعبیر کرتے ہیں اور جو خدا کے نام پر جان دے اس کو وحشیانہ حرکت بتلاتے ہیں تعجب کی بات ہے کہ جس کا ثمرہ اور غایت بھی ہے اس پر جان دینا وحشیانہ حرکت ہے یا مریخ ستارے کی تحقیق پر جان دینا جس کا ثمرہ نہ غایت یہ وحشیانہ حرکت ہے جو چیز کام کی تھی یعنی روحانیات اور علوم ان سے تو یہ لوگ بالکل کورے ہیں صرف مادیات میں ایک درجہ تک کامیاب ہیں کمال اس میں بھی نہیں اور نہ کمال حاصل کر سکیں گے کہ موت آ جائیگی اور باقی رہے گی۔ سامان آخرت میں جا پہونچیں گے یہاں ہی کر لیں جو کچھ کرنا ہے ایسے لوگوں کے حق میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ۔ اور بفضلہ تعالیٰ انکی یہ تحقیقات اسلام کیلئے کسی

---

(۱) اور صور میں پھونک ماری جاویگی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جاویں گے (۲) اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں ہرگز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا ہے۔ (۳) کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔ آپ ان کو ان کی حالت پر رہنے دیجئے کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے ۱۲

حال میں بھی مضر نہیں بلکہ اکثر میں اسلام کی تائید ہوئی مثلاً جس روز یہ لوگ مریخ ستارے میں پہونچ جاویںگے ہم کہیں گے کہ حدیث میں جو سات زمینیں آئی ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے ایک زمین یہ بھی ہو۔ غرض ہماری نصوص کی گاڑی بحمداللہ کہیں نہیں اٹکی اور مثلاً اگر وہاں آبادی کا مشاہدہ ہو جاوے تو ہم اس آیت کی ومن آیاتہ خلق السموٰت والارض وما بث فیہما من دابۃ سہل تفسیر کریں گے جس میں فیہما اپنے متبادر معنی پر رہیگا نہ بجموعہما کی سا تفسیر کی ضرورت نہ رہے گی۔

ملفوظ ۲۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تعویذ گنڈوں کے باب میں عوام کے عقائد میں بہت غلو ہو گیا ہے خصوص دیہاتی لوگ تو ہر مرض کو آسیب ہی سمجھتے ہیں اگر یہی تعویذوں کی رفتار رہی تو شاید آگے چلکر نکاح بھی نہ کیا کریں گے تعویذ ہی سے اولاد حاصل کرنیکی کوشش کریں گے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تعویذ دیدو میں نے کہا کہ اگر تعویذ سے اولاد ہوا کرتی تو کم از کم میرے ایک دو ہی تو اولاد ہوتی حالانکہ ایک بھی نہیں۔ میں نے تو ان تعویذ گنڈوں سے بڑا گھبراتا ہوں ان سے قطعاً مناسبت نہیں۔

ملفوظ ۳۰:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وہاں عملیات میں تھوڑا تھوڑا دونوں کا اثر ہوتا ہے یعنی خود الفاظ کا بھی اور عامل کے خیال کا بھی مگر یہ ممکن ہے کہ ایک زیادہ اور ایک کا کم ہوتا ہو باقی تجربہ یہ ہے کہ عامل اگر بد دلی یا بے توجہی سے تعویذ لکھے تو اثر نہیں ہوتا عامل کی قوت خیالیہ کو اس میں بڑا دخل ہے اور کبھی بدون ان اسباب کے بھی کام چل جاتا ہے چنانچہ میرے ایک دوست ہیں انکی لڑکی پر آسیب کا اثر ہوا مجھ کو اطلاع ہونے پر بجائے تعویذ لکھ کر دینے کے ایک مضمون پرچہ پر لکھ دیا کہ اس جن کو یہ مضمون دکھلا دینا اس پرچہ کا مضمون یہ تھا کہ اگر تم مسلمان ہو تو میں تم کو قرآن و حدیث کی وہ وعیدیں جو کسی مسلمان کے ستانے پر وارد ہیں یاد دلاتا ہوں اور اگر تم کافر ہو تو ہم اول صلح کی درخواست کرتے ہیں اور اگر صلح منظور نہیں تو جنگ کی صورت میں گو میرے پاس کوئی سامان مقابلہ کا نہیں مگر بحمداللہ مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو تمہاری کافی طرح پر خدمت کریں گے پرچہ پہونچنے پر معلوم ہوا کہ اس پرچہ کے مضمون کو پڑھکر یہ کہا کہ اب ہم جاتے ہیں اس لئے کہ یہ ایسے شخص کا رقعہ نہیں ہے کہ جس پر خیال نہ کیا جاوے۔

عہ اور منجملہ اس کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین آسمان میں پھیلا رکھے ہیں۔ ۱۲

خاموشی سے سلام کر کے رخصت ہوا تو ان میں بھی ہر قسم کے طبائع کے ہوتے ہیں شریف بھی اور شریر بھی یہ بیچارے کوئی شریف ہونگے۔

ملفوظ ۳۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معاشرت تو آج کل لوگوں کی نہایت ہی گندی اور خراب ہے شریعت مقدسہ نے ہمارے ہر معاملہ اور ہر قسم کے فعل و قول سے تعرض کیا ہے آزاد نہیں چھوڑا ہر چیز کے متعلق تعلیم ہے اور اس کا مکمل قانون ہے مگر آداب معاشرت کو لوگوں نے دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے سمجھتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ذکر و شغل تلاوت قرآن نفلیں ان چیزوں سے متعلق احکام ہیں آگے جو کچھ چاہیں کرتے پھریں جس کے معنی آج کل آزادی ہیں سو خوب یاد رکھو کہ تم کو ہرگز ہرگز آزاد نہیں چھوڑا گیا مثل بجیسے اور سانڈے جس کے گیہوں چاہیں کھالیں اور جس کے چنے چاہیں کھالیں سو ہم کو ایسا نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ شریعت نے ہماری رفتار گفتار نشست و برخاست لین دین کھانے پینے وغیرہ ہر چیز سے تعرض کیا ہے اور اس کے متعلق شریعت میں مکمل قانون ہے مگر اب تو یہ ہو گیا ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لے لی ٹخنوں سے اونچا پاجامہ اور گھٹنوں سے نیچا کرتہ پہن لیا اور اشراق و چاشت اور تہجد کی نفلیں پڑھ لیں بس ہو گئے کامل مکمل مگر کم بل نہ ہوئے (یعنی بل کم نہ ہوئے) بلکہ زیادہ ہی بل رہے انکسار نہیں عجز نہیں افتقار نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عبدیت پیدا نہ ہوئی رہی تیلی کے بیل کی طرح تمام دن چلا مگر رہے وہیں۔ بارہ برس دلی میں رہا مگر بھاڑ ہی جھونکا ایسوں ہی نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا القاب بڑے بڑے کوئی مولانا ہیں کوئی مقتدانا ہیں کوئی شیخ المشائخ ہیں کوئی صوفی ہیں ایسی مثال ہے کہ جیسے لفافہ پر پتہ تو بڑے جلی قلم سے خوشخط عربی میں لکھا ہوا ہے مگر اندر کام کا مضمون ندارد اسی کو ایک بزرگ فرماتے ہیں:

از بروں چوں گورِ کافر پُر حُلل — واندروں قہرِ خدائے عزّ وجل[1]

از بروں طعنہ زنی بر بایزید — ور درونت ننگ می دارد یزید

---

[1] ظاہر میں کافر کی قبر کی طرح پھولداروں اور غلاف سے ڈھکے ہوئے۔ اور باطن میں خدا تعالیٰ کا قہر اور عذاب ہے۔

۷ اربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۳۲۲ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ہمارے ہیں اس لئے ہم کو حضور کی شان اتنی نہیں معلوم ہوتی مگر جب دوسرے مذاہب کے آدمی غور کر کے دیکھتے ہیں تو ان کے حالات پر بڑا تعجب ہوتا ہے اور واقعی ہیں بھی عجیب حالات اور کیسے نہ ہوں آخر مامور من اللہ ہیں اور خاتم نبوت ہیں عالم کی آفرینش کے سبب آپ ہی ہیں سب کچھ آپ ہی کے ذات مبارک کے لئے پیدا کیا گیا۔ اور آپ ہی کی شان یہ ہے ؎

لایمکن الثناء کما کان حقہ ۱ ۔ ۔ ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۲

ملفوظ ۳۲۳ (ملقب بہ طریق الاصلاح) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے کاموں میں نظم نہیں ہے (یعنی انتظام نہیں) میں نے لکھدیا کہ نثر یعنی پراگندگی کی وجہ سے مشقت زیادہ ہوتی ہے جس پر زیادہ ثواب کی امید ہے پھر فرمایا کہ نظم اور نثر میں کیا رکھا ہے آدمی کو کام کرنا چاہیئے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے شکایت کی کہ مجھ سے دوام نہیں ہوتا عجیب جواب فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو گیا اور کبھی نہیں اس مجموعہ پر تو دوام ہے مگر اس پر ایک طالبعلمانہ شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جو دوام مطلوب ہے وہ یہ تو نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جواب تحقیقی نہیں معالجہ کبھی غیر حقیقت سے بھی ہوتا ہے اور اس کو طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ مریض کے لئے کون تدبیر نافع ہوگی اور ہر شخص کے لئے جدا تدبیر ہوتی ہے معالج مریض کی خصوصیت طبیب سے سمجھ گئے کہ اس کا علاج اس عنوان سے ہو جاویگا اور اس مجموعہ کو دوام کہدینے سے دوام مطلوب بھی میسر ہو جائیگا یہ ایک طریق ہے طالب کو بیکر چلنے کا تاکہ ہمت نہ ہار جائے اور یہ سب باتیں مصلح ہی سمجھ

---

۱ ظاہری حالت تو ایسی ہے کہ حضرت بایزید پر بھی طعن کرتے ہو اور باطنی حالت ایسی گندی کہ یزید بھی تم سے شرماوے ۱۲۔ ۲ جو ثنا آپ کے شان کے لائق ہے وہ تو ہم سے ممکن ہی نہیں۔ بس مختصر طور پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے ۱۲۔

سکتا ہے۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اس فن کی مثال بالکل طب جسمانی کی سی ہے جس کا حاصل تدابیر کا تجویز کرنا ہے پس بعض دفعہ مریض کو عنوان سے نفع ہو جاتا ہے گو اس کا معنون مستحق نہ ہو نیز یہ مسئلہ حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (کبھی) بہت جگہ عنوان سے کام لیا ہے معنون سے قطع نظر کر کے چنانچہ عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کے وقت حضرت عمرؓ نے یہ آیت پیش کر کے شبہ کیا استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ آپ نے ارشاد فرمایا خیرنی فاخترت اور فرمایا سازید علی السبعین (حضور نے یہاں پر محض الفاظ سے تمسک کیا۔ اور معنی کی طرف التفات نہیں فرمایا بلکہ فرط رحمت کی وجہ سے صرف الفاظ سے تمسک کیا اس سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ مصلحت دینیہ سے محض عنوانات سے کام لینا بھی سنت سے ثابت ہے خلاصہ یہ ہے کہ عنوان کو بعض آثار میں بڑا دخل ہوتا ہے اسکی تائید میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔ میں ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گیا ایک طبیب کے پاس قارورہ بھیجا دیکھکر قارورہ لیجانے والے سے کہا کہ یہ شخص زندہ کیسے ہے اسکی حرارت غریزیہ تو بالکل ختم ہو گئی ہے اس نے آکر مجھ سے کہا مجھ پر بہت بڑا اثر ہوا میں نے اس سے کہا یہ کیا بیہودگی ہے تم نے مجھ سے کیوں کہا اس نے کہا غلطی ہو گئی میں نے کہا اس کا تدارک بتاؤ اس نے تدارک پوچھا میں نے کہا واپس جاؤ اور آکر مجھ سے یوں کہو کہ حکیم صاحب نے کہا ہے کہ اس وقت غور نہیں کیا تھا اچھا خاصہ قارورہ ہے وہ واپس گیا اور آکر میرا سکھایا ہوا مضمون مجھ سے نقل کیا مجھ کو یاد ہے کہ یہ نکر میری وہ حالت جو پہلے پیدا ہوئی تھی جاتی رہی باوجود اس علم کے کہ یہ مضمون میں نے ہی سکھا کر بھیجا ہے اور میرا ہی مضمون مجھ سے نقل کیا ہے تو یہ عنوان ہی کا تو اثر تھا جو معنون سے بالکل خالی تھا اور ایک واقعہ اس کی تائید میں یاد آیا۔ ریاست رامپور میں ایک درویش تھے ان پر ایک قبض کا غلبہ طاری ہوا اس سے وہ اپنے کو یوں سمجھنے لگے کہ تو شیطان ہے اور تو مردود ہو چکا اس حالت میں وہ درویش ایک مولوی صاحب کے پاس آئے یہ مولوی صاحب شیخ بھی تھے مولوی صاحب اس وقت درس میں مشغول تھے دریافت کیا کہ ان کہا کہ شیطان مولوی صاحب نے بلا کسی خیال کے

ؔ آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا ۱۲ ؔ مجھ کو اختیار دیا گیا ہے۔ لہذا ایک شق کو میں نے اختیار کر لیا ۱۲ ؔ میں ستر مرتبہ سے زیادہ اس کے لئے دعاء مغفرت کروں گا ۱۲

پڑھ دیا یہ سنکر وہ درویش چلدیئے اور اپنے حجرہ پر پہونچکر مرید سے کہا کہ میں مردود ہوں شیطان ہوں میں اپنے کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہوں اور صورت یہ ہے کہ میں اپنی گردن الگ کرتا ہوں اگر کچھ کھال اٹکی رہجاوے اسکو تم الگ کر دینا اور اس کے بعد درویش خودکشی کر کے ختم ہو گئے۔ ایک مولوی مظہر تھے جو موجنہ میں میرے ہم سبق تھے انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیان کیا حضرت مولانا نے سنکر فرمایا کہ ہم تو ان مولوی صاحب کو شیخ سمجھتے تھے مگر معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں تھے اگر میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو میں کہتا کہ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے شیطان بنا ہو تو کیا ہے شیطان بھی تو انہیں کا ہے تو نسبت تو اب بھی منقطع نہیں ہوئی تو اس سے قبض ختم ہو جاتا۔ اس میں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ نسبت جو شیطان کو حاصل ہے ظاہر ہے کہ تکوینی ہے جو کہ مطلوب نہیں اور وہ نسبت رضا کی نہیں جو کہ مطلوب ہے تو اس سے قبض کیسے رفع ہو جاتا تو اس کا حل بھی یہی ہے کہ یہاں مولانا کو بعض سے معلوم ہو گیا کہ اس عنوان ہی سے علاج ہو جاتا اسی لئے اس طریق میں شیخ کامل کی ضرورت ہے یہ شان ہمارے حضرات کی تھی بڑے بڑے مایوس العلاج کامیاب ہو کر نکلتے تھے یہ حضرات حکیم تھے۔ اس عنوان پر ایک حکایت یاد آئی ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ میرے سب دانت ٹوٹ گئے کسی معبر کو بلا کر تعبیر دریافت کی اس نے تعبیر دی کہ آپ کا سب خاندان آپ کے سامنے مر جائیگا بادشاہ یہ سنکر برہم ہوا اور معبر کو نکلوا دیا اس کے بعد ایک دوسرے معبر کو بلوایا اور خواب بیان کیا تعبیر چاہی انھوں نے یہ تعبیر دی کہ آپ کی عمر آپ کے سب خاندان سے بڑی ہوگی اسپر بادشاہ خوش ہوا اور یہ کہا کہ بات وہی ہے صرف عنوان کا فرق ہے مگر اس سے طبیعت پر کوئی گرانی نہیں ہوئی اور اس کو خلعت دیکر نہایت عزت اور احترام سے رخصت کیا اسی پر ایک تفریع کرتا ہوں اگر کسی لڑکے کو کہئے او مرغی کے بچے آگ ہو جائیگا بر ہم بیدا ہو جائیگی اور اگر یوں کہا جائے کہ او چوزہ خوش ہو جائیگا حالانکہ مرغی کے بچے ہی کو چوزہ کہتے ہیں ایک اور مثال لیجئے ایک عورت کوئیں پر پانی بھر رہی ہے تین مسافر آ پہونچے ان میں سے ایک شخص پہونچتا ہے اور کہتا ہے کہ اماں پانی پلا دو پانی پلا ئیگی دعائیں دیگی دوسرا شخص آتا ہے کہتا ہے میرے باپ کی جورو پانی پلا دے تو گالیاں سنائے گی تیسرے نے کہا اے وہ عورت جو میرے باپ سے آشنا ویسا کرائی ہے پانی پلا دے یہ سنکر اتنا غصہ آ دیگا کہ اگر قدرت ہو تو قتل کر دے حالانکہ اماں، اور باپ کی جورو اور میرے باپ سے ایسا ویسا کرانے والی سب کے ایک ہی معنی ہیں صرف عنوان کا فرق ہے بس جو لوگ نرے الفاظ پرست ہیں اور حقائق کو نہیں جانتے ان کو ان چیزوں کی کیا خبر وہ بجز بزرگوں پر اعتراض

کرنے کے کیا سمجھ سکتے ہیں ان باتوں کے سمجھنے کے لئے بڑے فہم کی ضرورت ہے اور یہ نصیب ہوتا ہے کسی کے صحبت میں رہنے سے اور اسی کا آج کل قحط ہے حق تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے نسبت تو ہے مگر اس درجہ کی نہیں جس درجہ آپ سے تعلق رکھنے والوں میں دیکھتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ نہ سہی اس درجہ کی مگر ہے تو سہی بلا بود مے۔ اگر ایں ہم نہ بود۔ انسان موجود کا شکر نہیں کرتا مفقود پر نظر کر کے ناشکری کرتا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میرے پاس غلہ تو ہے مگر اتنا نہیں جتنا پڑوسی کے یہاں ہے۔ اس میں تو موجود پر شکر نہ ہوا۔

ملفوظ: فرمایا کہ ایک شخص نے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے یا نہیں میں نے آج عجیب جواب لکھا ہے۔ یہ لکھ دیا ہے کہ کون سے امام کے نزدیک اب بڑا گھبرا دیگا اگر میں لکھتا کہ جائز نہیں تو چونکہ وہ میرا فتویٰ ہوتا سائل بڑی گڑبڑ کرتا اب ایک امام کا قول نقل کر دونگا اور اب چونکہ اس نے کسی امام کا قول دریافت نہیں کیا اس لئے نہیں لکھا۔ اسی جواب کی نظیر ایک دوسرا جواب یاد آیا۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ یہ چھوٹی قومیں کیوں ذلیل ہیں۔ میں نے لکھا کہ دنیا میں یا آخرت میں۔ پھر خط آیا جس میں لکھا کہ شافی جواب نہ ملا اور کچھ اعتراض بھی لکھا میں نے لکھدیا کہ جہاں سے شافی جواب ملے وہاں سے منگالو لوگ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں ہم سے خدمت لینے کا حق ہے مگر حکومت کرنیکا حق نہیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو عورتیں آجکل انگریزی پڑھتی ہیں یہ مردوں سے زیادہ آزاد ہو جاتی ہیں وجہ یہ کم عقل ہوتی ہیں۔ اور مرد بھی کافی پیمانہ پر انگریزی پڑھ کر خراب ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں بلکہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جہاں داماد کا حسب نسب دیکھا جاوے وہاں ایمان بھی دیکھا جاوے۔ اب تو وہ زمانہ ہے کہ ایمان ہی کے لالے پڑ گئے یہاں پر قصبہ میں ایک لڑکی ہے اس کا نکاح ایک شخص سے دوسرے قریب کے قصبہ میں ہوا ہے اس شخص کا عقیدہ سنیئے کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر کہنا یہ ایک مذہبی خیال ہے البتہ میں بھی مانتا ہوں کہ وہ بہت بڑے ریفارمر تھے اور جو باتیں اس وقت کے مناسب تھیں حضور نے تعلیم فرمائیں مگر بعض لوگ نادان ابتک بھی ان ہی باتوں کے لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں حضور کی توہین کرتا ہوں نہیں نہیں میں آپ کی بڑی قدر کرتا ہوں مگر نبوت کا خیال یہ محض ایک مذہبی خیال ہے۔ یہ تو خیالات اور لڑکی سکات میں بھی جاتی ہے دھڑا دھڑ اولاد ہو رہی ہے حالانکہ نکاح رخصت ہو چکا ہے یہ ہے اس انگریزی کا پڑھنے والوں کا رنگ۔

ملفوظ:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت چھپر کے سائبان میں امام کھڑا ہو تو نماز ہو سکتی ہے نماز میں تو کوئی نقص نہیں، فرمایا کیوں اس میں شبہ کیوں ہوا شبہ کی وجہ بیان کیجئے عرض کیا کہ چوبی ستون کھڑے کر کے ان میں دروازے محراب کی صورت میں بنائے گئے ہیں۔ فرمایا کہ کیا ستون اس قدر موٹے ہیں کہ امام مقتدیوں کو نظر نہیں آئیگا۔ عرض کیا کہ ستون تو پتلے ہیں فرمایا کہ پاؤں اگر امام کے باہر ہوں محراب سے تو جائز ہے۔ ہاں موٹے موٹے ستون جو ساتر (چھپانے والے) ہوں امام کیلئے وہاں کھڑا ہونا نہیں چاہیئے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امام صاحب کی ذہانت مشہور ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو مجھ سے صبح تک نہ بولی تو تجھ پر طلاق ہے عورت مرد سے الگ ہونا چاہتی تھی دل میں بڑی خوش ہوئی اس شخص کو بھی بڑی فکر ہوئی امام صاحب کے پاس جا کر واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ مت جاؤ ہم کوئی صورت نکالدیں گے یہ شخص بہت ہی پریشان تھا کہ امام صاحب نے نہ کوئی مسئلہ بتایا اور نہ کوئی تدبیر صبح ہونے پر معاملہ ہی ختم ہو جائیگا آخر شب میں امام صاحب نے اسی محلہ میں آکر تہجد کے وقت اذان دی یہ عورت سمجھی کہ صبح ہو گئی خوش ہو کر مرد سے بول پڑی کہ لیجئے صبح ہو گئی خدا تعالیٰ نے مجھ کو نجات دی۔ مرد بیچارے کی بڑی حالت ہو گئی صبح کو امام صاحب کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ یہ تہجد کی اذان تھی صبح نہیں ہوئی تھی چنانچہ اس میں الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں کہا گیا تھا تب مرد کی جان میں جان آئی اور عورت اپنا سا منہ لیکر رہ گئی ایک دوسرا واقعہ ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے قسم کھائی کہ اگر میں تجھ سے پہلے بولوں تو تجھ پر طلاق۔ عورت نے قسم کھائی اگر میں پہلے بولوں تو میرا فلاں غلام آزاد امام صاحب سے رجوع کیا فرمایا کہ جاؤ تم بولو کچھ نہ ہوگا اس کو سنکر تمام علماء چڑھ آئے اور سب کو بڑا تعجب ہوا کہ امام صاحب نے یہ فتویٰ کیسے دیا اور آکر پوچھا امام صاحب نے فرمایا کہ مرد کے حلف کے بعد تو عورت نے کلام میں تقدیم کی (یعنی جب مرد نے قسم کھائی کہ اگر میں پہلے بولوں تو تجھ کو طلاق۔ اس پر عورت نے مرد سے کہا کہ اگر میں پہلے بولوں تو غلام آزاد تو مرد کی قسم کے بعد پہلے عورت یہ بات کہکر بول چکی لہٰذا اب جو مرد بولے گا۔ وہ عورت سے پہلے نہ ہوا۔ لہٰذا طلاق نہ پڑی۔ اور اب جب مرد بول لیا تب عورت بولے گی تو غلام بھی آزاد نہ ہوا) ۱۲۔ اب جو مرد بولے گا تو حلف کے بعد تو تقدیم نہ ہوگی سب کو حیرت ہوگی۔ ایک اور حکایت ایک طالب علم کی ذہانت کی لکھی ہے کہ ایک حسین جاریہ فروخت ہو رہی تھی ایک طالب علم اس کو دیکھ کر عاشق ہو گیا مگر بیچارہ مفلس تھا اتنی وسعت اور قوت نہ تھی کہ زر دے کر خرید لیے۔ غضب کی تدبیر کی ایک امیر دوست کے پاس پہونچکر ایک جوڑا ایک گھوڑا عاریت لیکر

اور چند دوستوں کے جلوس لیکر بازار کیطرف سوار ہو کر چلا جس سے معلوم ہو کہ کوئی بہت بڑا رئیس اعظم ہے اس سوداگر کی دکان پر پہونچا اور اس سے اس جاریہ کا سودا کیا جب بیع تام ہو گئی تو اس نے اس کو اسی مجلس میں آزاد کر کے نکاح کر لیا اور لیکر چلدیا۔ اب سوداگر صرف زر کا مطالبہ کر سکتا ہے اسکی واپسی کی کوئی صورت ہی نہ رہی ذہانت بھی عجیب چیز ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ ذہانت تو خدا کی نعمت ہے بشرطیکہ اس کا استعمال محل پر ہو۔

ملفوظ ۴۰۹: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل پیری مریدی کا سلسلہ بھی اچھی خاصی دکانداری ہو گئی ہے میں تو اسی وجہ سے بہت کم بیعت کرتا ہوں اگر دیکھتا ہوں طلب صادق ہے خلوص ہے بیعت کر لیتا ہوں ورنہ صاف انکار کر دیتا ہوں ان دکاندار مکار نااہل جاہلوں کی بدولت طریق بدنام ہو گیا اب تو خود مرید بھی ایسے پیروں کو ذلیل سمجھنے لگے۔ میں نے ایک حیدرآباد دکن کے رئیس کے متعلق قصہ سنا ہے کہ ان کے پیر آئے نقیب نے اطلاع دی سنتے ہی اس رئیس نے کہا آیا ہے ڈاکو لوٹتا پھرتا ہے مگر اٹھکر چلے اور لب فرش تک استقبال کیا آداب بجا لائے اور لاکر مسند پر بٹھلایا خود مؤدب بیٹھے اور بڑی رقم خدمت میں پیش کی ظاہر میں تو یہ ٹیپ ٹاپ اور ادب احترام اور باطن میں یہ خیالات مگر ایسے بددینوں اور جاہلوں کی یہی گت بننی بھی چاہیئے یہی وجہ ہے کہ امراء کی نظر میں اہل دین اور اہل علم کی بالکل تحقیر ہو گئی مگر الحمد للہ یہاں پر آکر سب کے دماغ درست ہو جاتے ہیں میں جو بعض امراء کیساتھ خشکی کا برتاؤ کرتا ہوں اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ دوسری جگہ کے خراب کئے ہوئے آتے ہیں سب کو ایک سا سمجھتے ہیں۔ میں ان خر دماغوں کو دکھلاتا ہوں کہ اہل علم اور اہل دین میں بھی اسپ دماغ ہیں انکی ہنفیس بھی اچھی طرح پہچانتا ہوں اسی وجہ سے بدنام ہوں مگر وہ الزام تکبر کا ہے تعلق کا نہیں سو بستا ہیں مجھ کو ایک حظ اور لذت ہے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم سے تعجب ہے کہ وہ بھی اس طریق سے ناواقف ہیں اہل علم اور طلبا کو سخت ضرورت ہے اس فن کے جاننے کی ان کی ناواقفیت کی وجہ سے جاہلوں اور نااہلوں کو موقع مل گیا مخلوق کے گمراہ کرنے کا اور دوسروں کی فکر اور اصلاح تو بعد میں رہی مگر ان اہل علم کو اپنی خیر منانی چاہیئے نہ جاننے کی وجہ سے خود انسان بہت سی غلطیوں میں مبتلا رہتا ہے درسی کتابوں کے پڑھنے میں تو دس برس صرف کر دیں گے مگر اصلاح باطن کے لئے چھ ماہ بھی صرف کرنا مشکل ہے اور بعض تو نحو صرف ہی میں تمام عمر صرف کر دیتے ہیں۔ مگر نحو کے واسطے ایک منٹ اور ایک سکنڈ بھی صرف کرنا موزوں ہے معلوم بھی ہے کہ اس طریق کی حقیقت ہے کیا اسی حقیقت کے حاصل کو فرماتے ہیں۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

اور اگر اعتقاد نہیں کر سکتے تو بطور امتحان دیکھو اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عہ

سالہا تو سنگ بودی دلخراش　　آزموں را یک زمانے خاک باش

مگر شرط اس کی رفع موانع ہے اسی کو فرماتے ہیں عہ

جملہ اوراق و کتب در نار کن (یعنی کتب مانعہ) سینہ را از نور حق گلزار کن

اور اسی کو فرماتے ہیں۔ عہ

چند خوانی حکمت یونانیاں　　حکمت ایمانیاں راہم بخواں

مگر یہ بدون کسی کامل کی صحبت کے پیدا ہونا مشکل ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرو اسی کو فرماتے ہیں۔

عہ بے عنایات حق و خاصان حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

کہیں کسی اہل محبت کی صحبت اختیار کرو اور دوپٹا کچا چٹھا اس کے سامنے رکھدو وہ تم کو منزل مقصود پر پہنچا دیگا اور دشوار گذار گھاٹیوں سے نہایت آسانی اور سہولت سے نکال لے جائیگا۔

اسی صحبت کو مولانا فرماتے ہیں۔ عہ

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مردے کاملے پامال شو

باقی بدون راہبر کے اس طریق میں قدم رکھنا سخت خطرہ ہے بڑی ہی نازک راہ ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔ عہ

یار باید راہ را تنہا مرو　　بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ سب کچھ وہی کریگا یہ بھی آجکل عام غلطی ہو رہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ تمکو تدابیر بتلا دیگا اس لئے کہ وہ اس راہ کا واقف ہے وہ اس کو طے کر چکا ہے باقی کام تمکو ہی کرنا پڑیگا اور وہ کام اگر نفس کو شاق معلوم ہو تو اس کا سبب محبت کی کمی ہے ورنہ

عہ ایک پل کیلئے بھی اس شاہ سے غافل مت ہو شاید کسی وقت نظر عنایت کرے اور بوجہ غفلت کے تم کو خبر بھی نہ ہو۔ عہ برسوں تو پتھر رہ چکا ہے۔ آزمائش ہی کے طور پر چند روز خاکساری اختیار کر کے بھی دیکھ لو ۱۲ عہ جو علوم طریق حق میں مانع ہیں ان کو آگ لگا دو۔ اور سینہ کو نور حق سے گلزار بنا لو ۱۲ عہ یونانیوں کی حکمت کب تک پڑھو گے ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھ دیکھو ۱۲ عہ حق تعالیٰ اور ان کے خاص بندوں کی عنایتوں کے بغیر۔ اگر فرشتہ بھی ہے تو اس کا بھی نامہ اعمال سیاہ ہے ۱۲ عہ قال کو چھوڑ کر مرد حال بن جاؤ۔ اور کسی مرد کامل کے آگے پامال ہو جاؤ ۱۲ عہ راہ سلوک کے لئے رہبر کی ضرورت ہے بغیر رہبر کے اس جنگل میں تنہا مت جاؤ ۱۲

محبت وہ چیز ہے کہ بڑے سے بڑے مشکل کام کو آسان کر دیتی ہے اور یہ سب دشواریاں ہم کو نظر آ رہی ہیں ورنہ ان کے نزدیک کون مشکل ہے پس اپنی قوت کو مت دیکھو ان کے کرم پر نظر کرو پھر خود ہمت قوی ہو جائیگی۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے کرنے کا جو کام ہے وہ ہم کریں گے وہ تو کریم ہیں وہ کیوں نہیں کرینگے مگر طلب بھی شرط عادی ہے ورنہ سب دھرا رہا جائیگا خود کرنے پر یاد آیا کہ ایک بزرگ سے کسی نے اولاد نہ ہونیکی شکایت کی اور گنڈا مانگا بزرگ نے کہا کہ گنڈا میں دیتا ہوں مگر پھر بھی گنڈے ہی پر مت رہنا کچھ کمر کا زور بھی لگانا تو صاحب کم از کم طلب صادق اور خلوص تو ہو بدون اس کے کام بننا مشکل ہے۔

۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۵۰۸: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تبلیغ کرنے کے بھی حدود اور اصول ہیں ہم کو ہر چیز کی تعلیم دی گئی ہے اور تعلیم بھی وہ جو نہایت پاکیزہ بڑے بڑے فلاسفہ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آپ اس فکر میں نہ پڑیئے کہ ایمان ہی لے آئیں آپ تو حکم پہونچا دیجئے چاہے سارے دوزخ میں جائیں کس قدر پر مغز اور پاکیزہ تعلیم ہے اس میں راز یہ ہے کہ کہیں ثمرہ مرتب ہونے کو مقصود نہ سمجھا جائے اس صورت میں کام کرنے والے کو کبھی الجھن نہیں ہو سکتی اور نہ ہمت ٹوٹ سکتی ہے اس کے خلاف میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ثمرات کو مرتب ہوتے دیکھا جائے تو کام کرتے رہیں اور اگر ثمرات کو مرتب ہوتے نہ دیکھا جائے تو ہمت توڑ کے بیٹھ جائیں تبلیغ کرنا خود مقصود مستقل ہے یہی ہمیشہ اپنے بزرگوں کا مسلک رہا اس باب میں انکی نظر میں ایک ہی ثمرہ تھا یعنی خدا کو راضی کرنا اور یہ ہر وقت حاصل ہو سکتا ہے خواہ تبلیغ مؤثر ہو یا نہ ہو اور اصل بات یہ ہے کہ جو کام اختیاری ہے اس کی

؎ تم یہ مت کہو کہ اس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ (وہ کریم ہیں اور) کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ (وہ خود اپنی طرف کھینچ لیں گے) ۱۲

تو انسان تکمیل کر سکتا ہے اور غیر اختیاری کی فکر میں پڑ کر اصل مقصود سے دور جا پڑتا ہے سو تبلیغ کرنا تو اختیاری ہے اور ثمرہ مرتب ہونا غیر اختیاری تو اختیاری کو کرے غیر اختیاری کے درپے نہ ہو ورنہ وہ اختیاری بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

ملفوظ ۷۹۷ ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ کیا کثرت جماعت ہی سے کام ہوتا ہے کام تو قلیل جماعت سے بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ کام کرنے والے رضائے حق کیلئے کام کریں ہم میں اگر کوئی کمی ہے تو وہ اسی کی ہے کہ کام کرنے والوں میں طلب رضائے حق نہیں اور جب تک مسلمانوں میں یہ بات رہی یہ غالب رہے علیحہ بن خویلد نے اپنے وزیر سے پوچھا تھا کہ ہمارے پاس سب سامان ہے تلواریں ہیں جمعیت زیادہ پھر بھی یہ مسلمان ہم پر غالب آتے ہیں۔ ان میں ایسی کونسی چیز ہے جس کا یہ اثر ہے وزیر سمجھدار تھا عجیب جواب دیا کہ ہم میں ان میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ ان میں کا تو ہر شخص اپنے رفیق سے پہلے مرنا چاہتا ہے اور دوسرے کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اور ہمارے یہاں ہر شخص خود تو زندہ رہنا چاہتا ہے اور دوسرے کو مردہ بنانا چاہتا ہے ان کے نزدیک مقدم موت ہے اور ان کے نزدیک مقدم حیات ہے بس یہ چیز ان لوگوں میں زیادہ ہے جو ہم میں نہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور یہ بات طلب رضا ہی سے ہو سکتی ہے اسی باب کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ نے چند صوفیہ کو کسی کے نمامی (چغلی) پر قتل کرنا چاہا اور جلاد کو حکم دیا جلاد نے ایک کی گردن مارنا چاہا دوسرا بولا کہ پہلے مجھ کو قتل کیا جائے اس کو قتل کرنا چاہا تو تیسرے نے کہا مجھ کو پہلے قتل کر دو۔ علی ہذا جلاد چکر میں آگیا اور بادشاہ کو اطلاع دی اس پر اثر ہوا اور سب کو چھوڑ دیا کہ ایسے لوگ بددین نہیں ہو سکتے یہ تو طلب رضا کے متعلق استطراداً حکایتیں تھیں اب اصل مضمون کیطرف عود کرتا ہوں میں یہ کہہ رہا تھا کہ مدار اعظم کامیابی کا طلب رضا ہے اب میں کہتا ہوں کہ اول تو تدابیر ہیں کیا چیز مشیت کے سامنے اور اگر ہوں بھی تو یہ بھی تدابیر ہی میں سے ہے کہ خدا کو راضی کیا جائے اس تدبیر سے کیوں جان چرائی جاتی ہے۔ اور یہ وہ تدبیر ہے کہ اس پر تمام تدابیر قربان ہیں۔ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمان اللہ کو راضی کر لیں تو انہیں کو تمام عالم پر عزت اور غلبہ حاصل ہو اور تمام دنیا کے مالک ہوں میرا مقصود اس بیان کرنے سے یہ نہیں کہ تدابیر اختیار نہ کرو ضرور کرو مگر اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے بھی سعی کرو اس سے بھی ایک منٹ کیلئے غفلت نہ ہو اور ان تدابیر کے اختیار کرنے کے بعد بھی حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے طرف نظر رکھو اسی کو فرماتے ہیں۔

عقل در اسباب می دارد نظر، عشق می گوید مسبب را نگر[1]

ملفوظ ۴۳۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نفس کے بھی کچھ حقوق ہیں ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ تم بہت ہی اپنے نفس کی رعایت کرتے ہو میں نے کہا کہ یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہے کہ نفس کی رعایت جائز نہیں اگر قویٰ کی رعایت و حفاظت نہ کیجاتی تو اتنا کام تھوڑا ہی ہو سکتا تھا۔

ملفوظ ۴۳۳: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھی عمدہ اور مقوی غذائیں کھانا چاہئے اور خوب کام کرنا چاہئے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل اللہ اگر عمدہ غذا کھاتے ہیں تو ان کو اس میں ثمار جنت کا مشاہدہ ہوتا ہے پھر فرمایا کرتے تھے کہ چار انگشت حریر کو جو جائز فرمایا گیا ہے اس میں بھی فقہاء نے یہی حکمت لکھی ہے جیسا ہدایہ میں ہے لیکون انموذجا من حریر الجنۃ۔ یعنی اس کو دیکھکر ثیاب جنت کے نمونہ کا مشاہدہ ہو اور اس سے رغبت ہو پھر اس رغبت سے اعمال صالحہ کی توفیق ہو گی حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد کیسا علم عظیم ہے حضرت اور بھی بڑی حکیمانہ باتیں ہوئی تھیں چنانچہ ایک بات یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز کسی کے پاس حب فی اللہ کے تعلق سے آئی ہو۔ اس میں سے ضرور کھانا چاہئے اس میں نور ہوتا ہے یہ ہیں علوم حقیقی جو ان حضرات کو عطا ہوتے ہیں اس لئے کہ ارشاد خلق ان کے سپرد ہوتا ہے اس کے لئے ان علوم کی ضرورت ہے اور یہ بات حضرت میں خاص درجہ میں ممتاز تھی دوسرے مشائخ معاصرین سے جس پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ جیسے شخص یہ کہا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحب کا معتقد علم کی وجہ سے ہوں واقعی حضرت حاجی صاحبؒ کی شان ہی جدا تھی۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام، بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری[2]

اور اب تو مشائخ میں علوم اور حقائق کا پتہ بھی نہیں صرف لذائذ کے ترک کی رغبت رہ جاتی ہے اور حضرت کے یہاں انکے اختیار کرنے میں ترک سے زیادہ نفع ہے جیسے ابھی مفصل بیان ہوا۔

ملفوظ ۴۳۴: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو اہل علم میں بھی احتیاط کی شان بہت کم رہ گئی ہے ایسے واقعات سن سنکر سخت رنج ہوتا ہے اور بالخصوص ان تحریکات کی بدولت تو یہ بے احتیاطی بہت ہی زیادہ ہو گئی حلال اور حرام کی بالکل پرواہ ہی نہیں رہی اپنی ہوائے نفسانی کے لئے قسم قسم کے حیلے حوالے کرتے ہیں۔ اور اب تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

---

[1] عقل اسباب پر نظر رکھتی ہے اور عشق کہتا ہے کہ اسباب کے پیدا کرنے والے کو دیکھو ۱۲

[2] تمام جہان چھان ڈالا بہت محبوبوں سے محبت کر کے آزمایا ہزاروں کو حسینوں کو دیکھا لیکن تم تو کچھ چیز ہی اور ہو (جسکا بیان میں لانا مشکل ہے) ۱۲

کرنے لگے ہیں اس قدر دلیری بڑھ گئی ہے بالکل وہ حالت ہو گئی ہے۔ ؎

زینہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند حق را بسجودے و نبی را بدرودے

باقی نفس حیلہ کا جائز یا ناجائز ہونا اسمیں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر وہ حیلہ شریعت کی مصلحت سے ہے نفس کی مصلحت سے نہیں تب تو جائز ہے اور اگر نفس کی مصلحت سے ہے تو ناجائز ہے اور تحصیل شریعت کے لئے اس لئے جائز ہے کہ اس میں شریعت کا ابطال نہیں بلکہ شریعت کی تحصیل ہے اور جو نفس کے لئے ہے اس میں شریعت کا ابطال ہے مثلاً اغنیاء کو حکم ہے مساکین کے لئے زکوٰۃ دینے کا جس کی غرض اغناء مساکین (مساکین کو غنی کرنا) ہے اب بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال گذرنے کے قریب دوسرے کے نام ہبہ کر دیا پھر اس نے واپس کر دیا سو یہ صورت اور حیلہ جس میں اغناء مساکین ہی کا ابطال ہے کہاں تک جائز ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ جہاں حیلہ سے غرض غرض شرعی کی تحصیل ہو وہاں حیلہ جائز ہے اور جہاں غرض شرعی کا ابطال ہو وہاں ناجائز ہے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدفہموں سے دنیا بھری ہوئی ہے ایک شخص مجھے کہتے تھے کہ ان سے ایک بدعتی نے کہا کہ ہم کو اصلاح الرسوم سے بڑا فائدہ ہوا وہ یہ کہ ہم بہت سی رسمیں بھول گئے تھے عورتوں سے پوچھنی پڑتی تھیں اب کتاب سامنے ہے دیکھ دیکھ کر سب رسمیں کر لیتے ہیں اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے قرآن میں کفار کے کلمات ہیں۔ عزیر بن اللہ المسیح بن اللہ ان اللہ ثالث ثلاثۃ انکو دیکھ کر کوئی کافر کہے کہ اس سے ہم کو بڑا نفع ہوا قرآن میں دیکھ دیکھ کر سب کفریات کا دعوی کر لیتے ہیں بھلا اس بدفہمی کا کیا علاج۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بار مدرسہ دیوبند کے متعلق بعض امور ضروریہ میں شورہ کیلئے یہاں پر مجلس شوریٰ کی آئی تھی اسوقت میں مدرسہ کا سرپرست تھا میں نے سب سے اول یہ سوال کیا کہ اختلاف آراء کے وقت کیا سرپرست کی رائے پر آخر فیصلہ ہو گا یا کثرت رائے کا اعتبار ہو گا اور سرپرست کے اختیار کیا کیا ہیں وجہ اس سوال کی یہ تھی کہ پہلی صورت میں تو سرپرست کو مجلس ہی میں رائے ظاہر کرنے کی ضرورت ہو گی اور دوسری صورت میں وہ اپنی رائے کو محفوظ بھی کر سکتا ہے اس کا کوئی متفق علیہ جواب نہیں ملا میں خاموش ہو گیا اس کے بعد میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ تنخواہ دار کا ممبر ہونا اصول کے خلاف ہے اس لئے میں نے مولوی حبیب الرحمن صاحب مہتمم اور مولانا انور شاہ صاحب صدر مدرس سے کہا کہ آپ حضرات شوریٰ کی ادیر کو اس

۱؎ ان لوگوں میں سے ہرگز ہوتا جو ایک سجدہ کر کے حق تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہیں۔ اور ایک درود پڑھکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ میں ڈالنا چاہیں۔ (۲) ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور رشیدائی ہیں - ۱۲؎

۲؎ حضرت عزیر اللہ کے بیٹے تھے۔ حضرت مسیح اللہ کے بیٹے تھے۔ اللہ تین معبودوں میں سے ایک ہے ۱۲؎

جلسہ سے الگ ہو جائیں کیونکہ یہ دونوں حضرات تنخواہ دار تھے مگر جب ممبروں کی فہرست دکھلائی گئی تھی جس میں ان دونوں حضرات کا نام بھی تھا میں نے ان کو پھر بلا کر مجلس میں شریک کر لیا اس پر شاہ صاحب کی جماعت نے مجھ کو بیحد بدنام کیا اور ایسے الفاظ استعمال کئے کہ جس میں خود شاہ صاحب کی بھی اہانت تھی مثلاً یہ کہ مجلس سے اٹھا دیا نکالدیا مگر مولوی حبیب الرحمٰن کی جماعت ایک کلمہ بھی زبان پر نہیں لائی البتہ خود شاہ صاحب کے متعلق کبھی کوئی بات نہیں سنی مگر اپنی جماعت پر بھی کوئی روک ٹوک نہیں کی جس کی وجہ سے ان کا بھولا پن تھا ایک صاحب نے سوال کیا کہ عالم بھی بھولے ہوتے ہیں فرمایا بہت - یہ تو فطری امر ہے علماء بھی بھولے ہوتے بزرگ بھی بھولے ہوتے ہیں البتہ انبیاء علیہم السلام بھولے نہیں ہوتے اعلیٰ درجہ کے عاقل ہوتے ہیں جن کا بڑے بڑے فلاسفہ کفار لوہا مانتے تھے ورنہ وہ تو تمسخر ہی میں اڑا دیتے اور علماء بھی بعضے شان کے ہوتے ہیں چنانچہ ہماری جماعت میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ایسے تھے کہ جس قدر یہ لیڈر ریفارمر ہیں سب ان سے گھبراتے ہیں حافظ احمد صاحب بھولے تھے مگر جرنیل تھے مولوی حبیب الرحمٰن میں صرف ایک کمی تھی وہ یہ کہ نرم تھے اور نرم آدمی سے انتظام بگڑ جاتا ہے یہ تازہ فساد مدرسہ میں ان کے نرم ہونے کی وجہ سے ہوا مگر دونوں صاحب مخلص بہت تھے مدرسہ کے فساد کے زمانہ میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو کسی کی مخالفت کی پروا نہیں بس اس شخص سے تعلق رہے (یعنی احقر اشرف علی سے) پھر چاہے ساری دنیا ہم سے چھوٹ جائے ہمیں پروا نہیں -

۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۳۶۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان فضول خرچیوں اور اسراف کی بدولت مسلمان تباہ برباد ہو گئے مگر اس پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں ایک کو ایک دیکھکر عبرت حاصل کر سکتا ہے مگر نہیں کرتے یہ مولوی صاحب کے دادا کا گاؤں تھا فضول خرچیوں کی بدولت جاتا آتا رہا بیٹے کی شادی میں اس قدر روپیہ صرف کیا جس کی کوئی انتہا نہیں بعد شادی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لائے اور جا کر کہا کہ بھائی صاحب روپیہ سے کوئی جائداد خریدتا ہے کوئی زیور خریدتا ہے اس میں یہ فائدہ ہوتا

کہ اگر وقت پر کل قیمت نہ ملے تو آدھی تہائی کچھ تو قیمت اٹھ جائے مگر آپ نے جو چیز خرید کی ہے یعنی نام ۔ اسکی قیمت پھوٹی کوڑی بھی نہیں مل سکتی ان کی یہ حالت تھی کہ پہلوانوں کو دعوت دیدی دور دور سے پہلوان آرہے ہیں دنگل ہو رہے ہیں انکو کھلایا پلایا جا رہا ہے غرض تباہ ہو گئے اور نتیجہ کچھ بھی نہیں ۔

ملفوظ ۴۴۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب میں سفر کیا کرتا تھا باہر جا کر یہاں کی قدر معلوم ہوتی تھی اب تو سفر ہی نہیں کرتا ایک کونہ میں پڑا ہوا ہوں اور وہ قدر کی بات یہ ہے کہ یہاں کے رہنے والے لوگ اپنے کو چھوٹا سمجھتے ہیں لیکن اگر واقع میں چھوٹے ہی ہوں تب بھی چھوٹوں کی صحبت کی ضرورت ہے اور امت محمدیہ میں تو من کل الوجوہ نہ کوئی چھوٹا نہ کوئی بڑا اللہ کا شکر ہے کہ میں بھی اپنے کو اپنے دوستوں سے مستغنی نہیں سمجھتا بلکہ محتاج سمجھتا ہوں اور کچھ نہ سہی دعا و برکت صحبت ہی میں سہی ہر شخص کو اپنے بھائی مسلمان سے اپنے کو مستغنی نہیں سمجھنا چاہیئے اسی میں عافیت ہے کونوا مع الصادقین ارشاد ہے صادقین کی معیت حق تعالیٰ نصیب فرمائیں اور اللہ شرور سے اپنی حفاظت میں رکھیں ۔

ملفوظ ۴۴۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل طریق سے اس قدر اجنبیت ہو چکی ہے اور یہاں تک حالت پہونچ چکی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلاح کا جو طریق ہے فساد دماغ کا اثر ہے اب تو اپنی ہی جماعت ان باتوں پر ہنستی ہے اور بعضے اپنے بزرگوں کی نسبت بیہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں کم از کم ایسے کلمات تو اب بھی اکثر نکل جاتے ہیں کہ انہیں ضروریات کی خبر نہ تھی بھولے بھالے بزرگ تھے یہ بددماغ بیدار مغز اور روشن دماغ پیدا ہوئے ہیں جن کو آج تک بھی تمیز نہیں معلوم بھی ہے کہ وہ ایسے بھولے اور بے خبر بھی نہ تھے اگر ان کو خبر نہ ہوتی تو تلوار لیکر ظالموں کا مقابلہ نہ کرتے اور تم نے تو ابھی تک اتنا کر کے بھی نہ دکھایا جتنا وہ کر گئے تمہارے تو کاغذی ہی گھوڑے دوڑ رہے ہیں شرم نہیں آتی بزرگوں پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے چھوٹا منہ اور بڑی بات جس چیز کی تم کو خبر ہے ان حضرات کو اس کی بھی خبر تھی اور ایک بات کی ان کو خبر تھی جس کی طرف سے تم بیخبر ہو وہ وہ یہ کہ اگر حکم ہوا اٹھو تو کھڑے ہو گئے حکم ہوا اقعد بیٹھ گئے تمہاری طرح تھوڑا ہی تھے کہ احکام اسلام اور اسلام کو بدنام کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور اس پر کہتے ہیں کہ میدان میں آنا چاہیئے لعنت ہے ایسے میدان پر کہ جس میں اللہ اور رسول کی مخالفت ہو یاد رکھو مبادی ہی میں رہ گئے اب تو یہ سبق رہ گیا ہے کہ میدان کی تعریفیں کیجاتی ہیں اور حجروں کی مذمت حالانکہ یہ میدان کی رونق و شوکت حجرہ ہی سے ہے میدان کا جو اکھن ہے وہ حجروں ہی میں ہے اور تم ان کو بھی توڑ پھوڑ کرنے لگے اور ان کی تعمیر کو گرانے لگے تو میدان میں رہ ہی کیا جاویگا اور یہ قوت جو

ہوئی ہے حرکت اور بیداری یہ انہیں بزرگوں کی بدولت ہوئی ہے جنکو تم بھولے اور بے خبر بتلاتے ہو۔

ملفوظ ۵۰۹:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شب برات کا حلوا اگر آپ نہ کھاویں تو پکانے والے پکاویں بھی نہیں یہ بدعتیں ڈھیلے پن سے جاری ہوئیں مزاحاً فرمایا کہ اگر ڈھیلے (یعنی سخت) بنجائیں تو سب بدعتیں ختم ہو جائیں پھر فرمایا بعض بدعتیں ایسی غامض ہوتی ہیں۔ کہ بعض دفعہ اکابر کو بھی تنبہ نہیں ہوتا چنانچہ مولانا شیخ محمد صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دل چاہتا ہے کہ ترک حیوانات کے ساتھ ایک چلّہ کھینچوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تو بدعت ہے تب تنبہ ہوا۔ قصبہ رامپور میں ایک تقریب تھی ختنوں کی وہاں پر مجھ کو بلایا گیا اور اپنے اور حضرات بھی تھے وہاں پر پہونچ کر مجھکو معلوم ہوا کہ بڑا تفاخر کا سامان کیا ہے میں شریک نہیں ہوا اور خفیہ گھر چلا آیا اس پر ایک صاحب یہاں پر بزرگوں کی نصرت کے لیے مناظرہ کی نیت سے تشریف لائے وہ اب بھی زندہ ہیں اور مجھ سے کہا کہ مجھے ان رسوم کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے میں نے کہا کہ ضرور شوق سے مگر کچھ شرائط ہیں ایک تو یہ کہ یہ دیکھ لیا جاوے کہ آپ کو واقعی شبہ ہے دوسرے یہ کہ اس شبہ کا آپ کے ذہن میں کوئی جواب نہیں تیسرے یہ کہ اپنے کسی معتقد فیہ کی نصرت مقصود نہیں یہ حلف سے بیان فرماکر جو شبہ ہو فرمائیے بس سب اعتراضات ختم ہو گئے اسی سلسلہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے ایک صاحب نے دریافت کیا اسی تقریب کی شرکت اور عدم شرکت کے متعلق کہ اگر یہ بات جائز تھی تو وہ کیوں نہیں شریک ہوا (مراد میں ہوں) اور اگر ناجائز تھی تو آپ کیوں شریک ہوئے اس پر مجھ کو مولانا نے خفیہ خط لکھا کہ اصلاح الرسوم پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور مجمع میں یہ جواب دیا جو میں نقل کر رہا ہوں کہ وہ تقوے پر عمل کرتا ہے اور ہم عمل فتوے پر عمل کرتے ہیں اس لیے بعض دفعہ ہمارا اس کا اختلاف ہو جاتا ہے میں نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو خط کا جواب لکھا کہ میں نظر اول نظر ثانی ثالث رابع سب کچھ کر چکا ہر نظر کا وہی نتیجہ ہے جو نظر اول کا تھا ہاں اس کی اور صورت ہے وہ یہ کہ آپ نظر فرماکر اس میں غلطی بتلائیں میں اس کا رد نہ کرونگا بلکہ اس کو شائع کر دونگا ناظرین دونوں کو دیکھ لیں گے اب چاہے کوئی ادھر جائے یا ادھر جائے مگر جو رسمیں مٹ چکی ہیں اگر آپ کی تحریر سے انھوں نے پھر دوبارہ عود کیا تو اس کو آپ خود دیکھ لیں اس کے بعد حضرت مولانا نے کبھی کچھ اس کے متعلق نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے بھی لوگوں نے پوچھا آپ نے جو واقعی بات تھی وہ فرمائی مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا جواب تو تواضع پر مبنی تھا جس کو سننے والا معلوم کر سکتا ہے کہ میری رعایت فرمائی مگر مولانا دیوبندیؒ نے حقیقت بیان فرما دی اور یہ جواب دیا کہ صحیح یہ ہے کہ جس

قدر عوام کی حالت اسے (یعنی مجھکو) معلوم ہے ہمیں معلوم نہیں اسلئے وہ ایسی چیزوں کو روکتا ہے اور کوئی شبہ نہ کرے کہ نعوذ باللہ کیا مجھ کو اپنے اکابر سے زیادہ علم ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عوام کی حالت کا علم یہ ایک محسوسات کا علم ہے اور محسوسات کا علم کوئی کمال نہیں بلکہ احکام کا علم کمال ہے اسی معاملہ میں ایک بزرگ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اپنی جان تو بچالی اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمہارے اکابر کی شرکت کیوں ہوئی اس کا کیا جواب دوگے میں نے کہا کہ مجھ کو کسی نئے جواب کی ضرورت نہیں میں وہ جواب دونگا جو ہمارے اکابر نے حضرت حاجی صاحبؒ کے مولود میں شریک ہونے کے متعلق سکھلا رکھا ہے وہ جواب یہ سکھلایا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو عوام کی حالت کی زیادہ خبر نہیں ہمکو خوب خبر ہے بس میں بھی یہی جواب دونگا۔ اب اصلاح الرسوم بحمد اللہ اپنی حالت پر ہے اور یہ حضرات تو اپنے بڑے ہیں مجھ کو تو ان بڑوں کے بڑوں کے ساتھ اختلاف رہا اور وہ سب خوش رہے۔

ملفوظ ۷۲۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں فخر یہ نہیں کہتا اللہ کا شکر ہے کہ کہیں بھی اس قدر وسعت اور سہولت نہیں جس قدر میرے یہاں ہے اس قدر تو توسع اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ تنگی ہے سختی ہے میں تو کہتا ہوں کہ سختی اور چیز ہے اور مضبوطی اور چیز ہے ریشم کا رسا مضبوط تو اس قدر ہوتا ہے کہ اگر ہاتھی کو اس میں باندھ دیا جائے تو وہ بھی نہیں توڑ سکتا مگر نرم اسقدر کہ جس طرح چاہو اس کو موڑ توڑ لو اور جہاں چاہے گرہ لگالو تو میں سخت نہیں اور نہ میرے یہاں سختی ہے ہاں الحمد اللہ مضبوط ہوں میرے یہاں مضبوطی ہے۔

ملفوظ ۷۲۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو دین ہے اس کی خدمت سب کے ذمہ ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ دین کی خدمت کرنے والے پیدا ہوں اور موجود بھی ہیں الحمد للہ یہ کام ایک پر موقوف نہیں بہت سے دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہونے والے ہوتے رہتے ہیں۔ واللہ ثم واللہ جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بھی دین کی خدمت کرنے والے ہونگے تو مسرت اور خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔

ملفوظ ۷۲۷:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے قصبہ والوں کو میرے ساتھ عقیدت تو زیادہ ہے نہیں مگر محبت ہے اور عقیدت سے تو مجھ پر بوجھ ہوتا ہے ہاں محبت سے حظ ہوتا ہے اور اگر دونوں چیزیں جمع ہو جاویں تو عقیدت پر محبت کو غالب کرنا چاہئے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ عقیدت ہی سے تو محبت ہوتی ہے فرمایا کہ اوّل تو یہ غلط ہے بدون عقیدت بھی محبت ہوتی ہے دیکھئے اہل و عیال سے محبت ہوتی ہے عقیدت نہیں ہوتی پھر اگر شروع میں ایسا ہوا مگر ترتب آثار کے وقت بنار عقیدت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا صرف

جسب کی موثر ہوتی ہے دیکھئے صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت ہوئی گو وہ رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی مگر جب خدمت کرتے تھے اس وقت رسالت کا خیال بھی نہ آتا تھا مثلاً ہدیہ وغیرہ جو دیتے تھے رسالت کی بنا پر تھوڑا ہی دیتے تھے تو ابتداء میں محبت رسالت ہی کی وجہ سے ہوئی مگر اس کے بعد جو کرتے تھے وہ صرف محبت کی وجہ سے

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا کام بہت ٹیڑھا ہے خود کوفت اٹھاؤ اوپر سے بدنام ہوں اب ارادہ کر چکا ہوں کہ اس کام کو اس طور پر کہ خود احتساب کروں انشاء اللہ تعالیٰ چھوڑ دوں گا سو دیکھ کسی کی خوشی پڑھے، خوشامد کرے کوئی بات بتلادی ورنہ خود مجاہدہ یا سوا حذرہ نہ کرونگا میرا جو مقصود تھا کہ طریق کا اظہار ہو جائے وہ بحمد اللہ پورا ہو گیا سب کو طریق کی حقیقت معلوم ہو گئی اس کی جو گول مول حالت تھی وہ ظاہر ہو گئی اب بے غبار ہے عوام تک کو معلوم ہو گیا اور جہاں کچھ تھا بس صرف یہ تھا کہ اوراد کو اور کیفیات کو طریق سمجھا جاتا تھا اس کا ثمرہ اعمال تو بالکل حذف ہی کر دئے گئے تھے صاف کہتے ہیں کہ اعمال کا کیا ہے یہ تو کتابوں میں ہیں میں نے کہا کہ وہ ذکر بھی تو کتابوں میں ہیں تو ان ہی میں کیا رکھا ہے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں جو ضوابط ہیں ان سے دوسروں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا بلکہ اپنی راحت کا انتظام کرتا ہوں تو یہ کوئی جرم نہیں یہ صاحب جنکا یہ خط ہے تیس برس سے مجھ کو ستا رہے تھے آج ایک قاعدہ کے ماتحت اس کا انسداد ہوا۔

ملفوظ:- فرمایا ایک بی بی کا خط آیا ہے کچھ شکایتیں خاوند کی لکھ کر لکھا ہے کہ اگر میں برے اطوار سے منع کرتی ہوں تو نہایت زجر و توبیخ سے پیش آتا ہے کوئی ایسا تعویذ یا وظیفہ بتادو جس سے اس کی اصلاح ہو جائے میں نے لکھدیا ہے کہ اگر کہنے میں کوئی مضرت کا اندیشہ نہ ہو تو نہایت نرمی اور خوشامد سے کہدیا کرو ورنہ مجبوری کا ہے کہو ہی مت پھر فرمایا کہ کہیں وظیفوں اور تعویذوں سے اصلاح ہوتی ہے جو شخص اپنی اصلاح خود نہ چاہے اسکی اصلاح مشکل ہے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورتوں میں رسم ہے کہ جب آپس میں ملنے کے وقت سلام کا موقع ہوتا ہے تو فقط لفظ سلام کہتی ہیں مگر کاندھلہ میں تو پہلے سے اور یہاں بحمد اللہ چند روز سے جو لڑکیاں ہیں آپس میں پورا سلام کرتی ہیں السلام علیکم اب الحمد للہ اسکی رسم ہو گئی ہے۔ یہ نہایت مبارک بات ہے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عربی زبان میں سب زبانوں سے زیادہ شوکت ہے دیکھئے عاشق اور عاشقہ مجنون اور مجنونی کا ترجمہ ہے مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور اردو میں اگر کہا کیسا معلوم ہوتا ہے اسی طرح فارسی کی ایک خاص خاصیت ہے

یعنی جس طرح وہ آتش پرستوں کی زبان ہے اسی طرح اس میں ایک آگ ہے شورش ہے۔

ملفوظ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مفتی کو مسئلہ میں تشقیق نہ کرنا چاہیئے بلکہ سائل سے ایک شق کی تعیین کرا کر صرف اس کا جواب دینا چاہیئے تجربہ سے معلوم ہوا بڑے کام کی وصیت ہے مفتیوں کے کام کی بات ہے۔ کیونکہ تشقیق میں بعض اوقات اپنے مفید شق کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔

ملفوظ :- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رات دن میں مسلمانوں پر مظالم کئے جائیں قتل و غارت کیا جائے کچھ نہیں لیکن اگر مسلمان انتقام میں بھی ایسا کریں تو گنوارپن ہے وحشت ہے بربریت ہے خود وحشی اور گنوار اور دوسروں کو وحشی سمجھتے ہیں۔

۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے کتابوں پر تقریظ لکھوانے کو ایک زائد چیز سمجھا بلکہ نفرت ہی چنانچہ میری کسی کتاب پر تقریظ نہیں اور یہ اس لئے کہ اگر نافع ہے تو لوگ بلا تقریظ بھی دیکھیں گے اور اگر نافع نہیں تو تقریظ کے بعد بھی نہ دیکھیں گے تقریظ کا مضمون کتاب پر کوئی اثر نہیں ہوتا ایک زائد سی چیز معلوم ہوتی ہے جس کا کوئی حاصل نہیں۔

ملفوظ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل مادی ترقی پر بڑا ناز ہے مگر یہ ترقی ترقی کہلانے کے قابل نہیں ترقی کہلائے جانے کے قابل تو وہ ہے کہ جو ذریعہ ہو خدا کے راضی کرنے کا ایک اخبار میں دیکھا تھا کہ کسی شخص نے سو منزل کا مکان بنایا ہے کیا ٹھکانہ ہے اس حماقت کا اگر کبھی گرا تو تماشہ ہی ہوگا کیا زمین میں جگہ ہی نہیں رہی بلکہ زمین سے ملحق مکان تو ان بلند عمارتوں سے زیادہ راحت بخش ہیں دیکھئے غرباء کے مکان کچے اور پست ہوتے ہیں مگر ان میں آرام بہت ہوتا ہے گرمی بھی زائد نہیں ہوتی مرمت بھی آسان اس کا چھوڑ دینا بھی آسان زلزلہ وغیرہ میں بھی خدشات سے زیادہ محفوظ اور امراء کے مکان دیکھنے میں ہی آیا کہ اکثر کلفت کا سبب ہوتے ہیں اور بڑی کلفت یہ ہوتی ہے کہ وہ مکلف بہت ہوتے ہیں ان میں سادگی نہیں ہوتی جی تنگ ہوتا ہے کیونکہ بہت سی چیزیں فضول ہوتی ہیں اور فضول سے تعلق

ایسا بچتے تھے کہ حضرت اور ہم سے گیارہ کوٹھریاں تھیں ایک گر گئی دوسری میں چلے گئے دوسری گری تیسری میں چلے گئے اسی طرح گیارھویں میں وفات ہو گئی قصہ ختم کبھی مرمت بھی نہیں کرائی واقعی فانی چیز کی کیا ترقی اور کیا اس سے انسان جی لگائے وہ تو چھوٹ جانے والی چیز ہے ان حضرات کے حالات کو دیکھکر یوں معلوم ہوتا ہے کہ انکو اس عالم سے تعلق ہی نہ تھا اور واقع میں تعلق کی چیز بھی نہیں حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں اسکی حقیقت کو۔

ملفوظ:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرخ شاہ فاروقی کابلی ہمارے اجداد میں سے ہیں حضرت شیخ فریدالدین۔ شاہ عبدالعزیز صاحب۔ شمس بازغہ کے مصنف۔ حضرت مجدد صاحب یہ سب فاروقی ہیں ان میں اکثر فرخ شاہ کی نسل میں سے ہیں مجھ کو بعض اقوال سے اپنی فاروقیت میں کچھ وسوسہ ہو گیا اور وسوسہ اس لئے کہا کہ تواتر کے بعد کوئی قول موجب شک نہیں ہو سکتا۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس دوڑا ہوا آیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم فاروقی ہو میں نے کہا بزرگوں سے یہی سنا ہے کہا کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھکر آتا ہوں میں اسوقت ڈرا کہ دیکھئے کیا آکر کہتا ہے وہ دن ہوا گیا اور دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ میں نے پوچھا تھا یہ فرمایا کہ ہاں ہماری اولاد میں سے ہے اس سے وہ وسوسہ جاتا رہا۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک واقعہ میں دیکھا فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب ہماری اولاد میں سے ہیں ہمارا سلام کہنا اور ہماری طرف سے ان کے سر پر ہاتھ پھیر دینا مرید نے حضرت سے یہ خواب بیان کیا آپ نے فوراً سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا کہ لو سر پر ہاتھ رکھدو مرید جھجکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں آپ نے فرمایا کہ میاں یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے تب مرید نے سر پر ہاتھ رکھا۔

ملفوظ:۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں اس کے اسباب اپنے فضل سے ویسے ہی پیدا فرماتے ہیں یہاں کے اسٹیشن کا واقعہ ہے کس کس طرح کوشش ہوئی اور کیا کیا واقعات پیش آئے اہل قصبہ میں اور خصوص ان لوگوں میں جو کوشاں تھے اتنی گنجائش نہ تھی کہ صرفہ برداشت کر سکتے ریلوے اپنے صرفہ سے بنانے کیلئے تیار نہ تھی مگر جب انہوں نے چاہا بن گیا اس دوران میں میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ریل تھانہ بھون کی گلیوں میں پھر رہی ہے میں نے بھائی سے کہا کہ کوشش کئے جاؤ انشاء اللہ اسٹیشن ضرور بنے گا یہاں کے ہندو کہتے تھے کہ عبدالحق کی اولاد اسٹیشن بنوا کر چھوڑیں گے۔ ایک نے انگریزوں سے کہنا شروع کیا ہے اور ایک نے اللہ سے غرضکہ بنوا کر چھوڑا انگریزوں سے کہنے والے

بھائی مراد ہیں اور اللہ سے کہنے والا میں مراد ہوں یہاں پر ختم خواجگان ہوتا ہے اس میں اہل خانقاہ طلباء ذاکرین کی جماعت ہوتی ہے یہ سب صلحا کا مجمع ہے کئی سال تک انکی مسلسل دعا رہی یہ ان ہی لوگوں کی دعا کی برکت ہے اسٹیشن بننے کے بعد ریلوے کا ایک بڑا افسر یعنی اسسٹنٹ منیجر جو قوم کا ہندو اور وطن کا بنگالی اور معاشرت کا انگریز تھا جو اردو بھی نہ سمجھتا تھا یہاں آیا تھا مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا مجھ سے آنیکی اجازت چاہی میں نے کہا کہ میں خود اس کے پاس جاکر مل لونگا اس نے کہا کہ یہ تو خلاف ادب ہے میں نے کہا اول تو راحت رسانی بھی ادب ہے دوسرے راحت مقدم ہے ادب سے اور میں نے اپنے احباب سے کہا کہ اس میں چند مصلحتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر وہ آیا تو اس کے لئے کرسی چاہئے تو پھر میرے لئے بھی چاہئے اور جو دوست پاس آکر بیٹھ جائیں گے ان کے لئے چاہئے ورنہ وہ اگر زمین پر بیٹھے تو مجھ کو برا معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اگر میں ملنے گیا تو میں آزاد ہونگا اور وہ پابند اور اگر وہ آیا تو میں پابند رہونگا اور وہ آزاد تیسرے اس کے مہمان ہونیکا حق بھی ہے میرے جانے پر خوش ہوگا اور اخلاق کے اعتبار سے اثر اچھا ہوگا غرض میں خود ہی گیا نہایت مسرور ہوا اور تواضع سے یہ حالت تھی کہ جھکا جاتا تھا پھر اس جملہ مذکورہ کے متعلق کہ راحت رسانی ادب ہے فرمایا کہ ادب تعظیم کو نہیں کہتے ادب کہتے ہیں راحت رسانی کو پھر ادب کے تعلق سے تہذیب کا ذکر آگیا اس کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا کہ اسی ضلع میں ایک مقام ہے لکرولی وہاں پر بعض غرباء نے مجھے مدعو کیا تھا وہاں شیعہ رئیس اور زمیندار ہیں ۔ میں مغرب کے وقت وہاں پہونچا میرے پہونچنے کے بعد ان لوگوں نے میرے پاس کہلا کر بھیجا کہ ہم ملاقات کرنا چاہتے ہیں ہم کو وقت بتلا دیا جائے میں نے دوستوں سے کہا کہ انھوں نے یہ سوال کرکے اپنی تہذیب جتلائی ہے اب میں اس کے جواب میں اپنی تہذیب دکھلاؤنگا میں نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ مختصر ملاقات تو اس وقت بھی ممکن ہے اور مفصل ملاقات صبح کو ہو سکتی ہے انہوں نے کہلا بھیجا

کہ ہم اسی وقت آنا چاہتے ہیں میں نے

اجازت دیدی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ یہاں پر میرے پاس غرباء کا مجمع ہے ممکن ہے ان میں ملکر بیٹھنا آپ کے مصالح کے خلاف ہو اس لئے میں خلوت کا انتظام بھی کر سکتا ہوں مطلب میرا اس کہنے سے یہ تھا کہ ان لوگوں کو تہذیب کا بڑا دعویٰ ہوتا ہے انکو بھی دکھلادوں کہ تہذیب ہے کیا چیز چنانچہ انکو جس وقت میرا جواب پہونچا ہے تڑپ ہی تو گئے کہ ہماری کسقدر رعایت کی گئی ہے اور یہ کہلا کر بھیجا کہ ہم غرباء ہی کے ساتھ بیٹھیں گے اور وہیں جاکر ملاقات کریں گے چنانچہ فوراً سب جمع ہو گئے اور ملاقات ہوگئی بسلسلہ گفتگو ان میں سے بعض حضرات نے بیعت کی بھی درخواست کی میں نے سوچا کہ کیا جواب دوں اگر وعدہ کروں تو شیعہ رہتے ہوئے کیسے بیعت کروں اور اگر انکار کروں تو دل شکنی

آخر یہ جواب دیا کہ میں اس وقت سفر میں ہوں اور سفر میں بیعت سے شرائط کا فیصلہ نہیں ہوسکتا میرے وطن پہونچ جانیکے بعد خط وکتابت کیجئے میں انشاء اللہ تفصیلی جواب دونگا اس کے بعد کوئی خط نہیں آیا اگر آتا تو یہی لکھتا کہ اس طریق میں نفع کے لئے مناسبت شرط ہے اور مناسبت اختلاف مذہب کی حالت میں غیر ممکن لہذا سنی ہو جانیکے بعد بیعت کرسکتا ہوں مگر بعض لوگوں نے آجکل یہ عجیب طرز اختیار کیا ہے کہ طریق میں اسلام کو بھی شرط نہیں سمجھتے بعض جاہل اور دوکاندار پیروں نے ہندؤں تک کو مرید بنا رکھا ہے عجیب وغریب مشیخیت ہے جہالت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں اللہ بچائے جہل سے اس جہل ہی کی بدولت بہت سے جہل میں پڑے ہیں اور خوش ہیں۔ اسی سلسلہ میں شیعہ کے ذکر کی مناسبت سے فرمایا کہ کانپور میں ایک وکیل کے پاس ایک سائل ایرانی آیا انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ سید اس نے کہا کہ مذہب کیا ہے کہا شیعی وکیل نے کہا شیعی کبھی سید نہیں ہوسکتا دیکھو سید کے شروع میں سین ہے اور شیعی کے شروع میں شین ہے ان میں کیا مناسبت البتہ جنکے شروع میں شین ہے جیسے شیطان شمر ذی الجوشن شرارت۔ شیعی کو ان سے مناسبت ہے اس لئے تم شیعہ ہو اور کہا کہ دیکھو سنی میں سین ہے سید میں سین ہے ان میں مناسبت ہے

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مشغولی میں ایسی دقیق دقیق چیزوں کی تعلیم کی فرصت کیسے ملی اور سب سے زیادہ تو غزوات ہی کی مشغولی تھی کہ فرصت نہ تھی پھر اس پر حضور کی تعلیم کی یہ حالت۔ اور ایک ہم ہیں کہ ایک کام میں لگ جاتے ہیں تو دوسرا کام یاد بھی نہیں رہتا۔

ملفوظ: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آجکل میدان میں آگئے ہیں یہ نہ کسی اور کام کے رہے اور نہ میدان ہی میں کچھ کیا اور کہیں نہ جنگ ہوا ہے اور اگر ہے تو خود آپس میں میدان کی تیاری کر لی اور کوئی نہ ملا تو آپس ہی میں قوت صرف فرمانے لگے جیسے ایک راجہ کے لڑکے کی حکایت ہے کہ استاد نے مارا راجپوت تو تھا ہی تلوار نکال کر استاد پر حملہ کیا استاد بھاگ پڑا اور راجہ سے شکایت کی کہ لڑکے نے یہ گستاخی کی راجہ نے کہا کہ یہ بڑی بدشگونی ہوئی کہ تم بھاگ پڑے اور یہ اول مرتبہ اسکا حملہ تھا وہ خالی گیا اب ساری عمر اسی طرح رہیگا اس لئے تم کو سزائے قید دی جاتی ہے یہی حالت ان کی ہے جیسے وہ لڑکا آپس والے پر مشق کرتا تھا اسی طرح یہ لوگ آپس ہی والوں پر مشق کرتے ہیں۔

۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ: فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے نہ معلوم میرے پہلے جواب سے کیا سمجھے لکھا ہے کہ اس عریضہ سے قبل ایک درخواست خدمت عالی میں گذار کر انشاء اللہ کر بیعت اجازت چاہی تھی آپنے ڈرا ہی دیا اور پہلا خط سامنے بھی نہیں رکھا تاکہ میں دیکھتا کہ میں نے کیا ڈرایا ہے پہلا خط نہ بھیجنا کم سمجھوں کے لئے نہایت ہی مضر ہے پتہ کیسے چلے کہ انہوں نے کیا لکھا تھا اور میں نے کیا جواب دیا جس کی بنا پر میرے سر الزام تھوپا گیا ہے اللہ بچائے بدفہمی سے۔

ملفوظ: فرمایا کہ ایک خط آیا ہے سہارنپور سے لکھا ہے کہ ایک شخص آدھی عمر کا ہے اور نکاح اس کا ہوا نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ شبہ کیوں ہوا مدرسہ جاکر سمجھ لو اس پر فرمایا کہ امامت کیلئے ان بزرگ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ نکاح کئے ہو جہل سے بھی اللہ بچائے یوں سمجھتے ہوں گے کہ جسکا نکاح نہ ہوا ہو اسکی عفت کا کیا اعتبار۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل افراط تفریط میں لوگوں کو بیحد ابتلا ہو رہا ہے اعتدال یہ ہے کہ نہ ایسی خشکی چاہئے کہ کسی چیز کا اثر ہی نہ ہو اور نہ ایسی تری کہ اس میں خود ہی ڈوب مرے اسی طرح بعض میں تو کلام کا قحط ہے کہ بات بھی پوری نہیں کہتے اور بعض کو کلام کا ہیضہ ہے کہ ضرورت سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور کلام ہی میں کیا منحصر ہے ہر چیز میں یہ ہی دیکھا جا رہا ہے افراط و تفریط سے خالی نہیں۔ ابن حزم تقلید کے جو پیچھے پڑے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کو کفر سمجھتے ہیں اور ہم غیر مقلدوں کو اتنا برا نہیں سمجھتے جتنا وہ ہمیں برا سمجھتے ہیں ہم کو تو پھر خیال رہتا ہے کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے انکو اسکی پروا نہیں۔

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگ نہ غلو کی اجازت دیتے ہیں نہ پسند کرتے ہیں مقصود تو یہ ہے کہ احکام بیان کرنے کے وقت حدود کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے جو درجہ جس چیز کا شرعاً ہے اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے غلو کی مثال بیان فرمایا کہ دیوبند میں ایک قبر ہے اس میں محض چارپائی دفن ہے لوگ اس پر فاتحہ پڑھتے تھے حضرت شاہ ابوالمعالی کی تسبیح اور عصا کو قبر میں دفن کیا گیا ہے یہ باتیں کون پسند کرسکتا ہے اور کون

اجازت دے سکتا ہے۔

ملفوظ: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سید کی تعظیم محض اس بناء پر کی جاتی ہے کہ روایت سے اس کا سید ہونا معلوم ہوا ہے کبھی تواتر سے کبھی محض شہرت سے سو یہی درجہ جلال آباد کے جبہ کا بھی ہے گو خبر متواتر سے نہیں ایسی چیزوں کو سند کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ کوئی احکام میں تھوڑا ہی ہے صرف ادب کا درجہ ہے جس کے لئے تو کسی چیز کی بھی حاجت نہیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ طلباء کا طبقہ نہایت ذہین ہوتا ہے اساتذہ تک کو پریشان کر دیتے ہیں بعض طلبہ یہاں پر سوال لکھ کر بھیجتے ہیں میں لکھ دیتا ہوں کہ اپنے اساتذہ سے پوچھو پھر لکھتے ہیں کہ پوچھا تھا تسلی نہیں ہوئی میں لکھتا ہوں کہ وہ تقریر لکھو کہ تم نے کیا سوال کیا اور انہوں نے کیا تقریر کی بس گم ہو جاتے ہیں اس وقت ایک طالب علم کی ذہانت کی حکایت یاد آئی۔ میں جس وقت کانپور مدرسہ میں تھا تو ایک غلطی پر میں نے اس طالب علم کی روٹی بند کر دی اس پر اس نے ایک رقعہ مجھ کو لکھا اور یہ شعر لکھا۔ ؎

خدائے[1] راست مسلم بزرگواری و حلم ۔۔۔ کہ جرم بیند و نان برقرار میدارد

میں نے لکھا کہ میاں تمہیں تو خود ہی جواب دیا ہے مجھے سوچنے اور غور کرنے کی بھی تکلیف نہ ہوئی کہ یہ تو خدا ہی کا کام ہے کہ باوجود جرم اور قصور کے بھی بندہ کا رزق بند نہیں کرتا پھر مخلوق سے اس کی کیوں توقع رکھتے ہو۔

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مسبب کا اسباب پر ترتب محض ان کا فضل ہے انعام ہے ورنہ کوئی چیز بھی مؤثر حقیقی نہیں محض حکم ہے جو کچھ ہے اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎[2]

غبار و ہوا تا نہ گوئی بیار ۔۔۔ زمین تا رود تا نہ گوئی بیار

پانی بالذات پیاس نہیں بجھاتا وہی بجھاتے ہیں۔ ورنہ وہی پانی مستسقی کی پیاس کو کیوں نہیں بجھاتا اسی طرح آگ خود فعل نہیں کرتی یہ بھی حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ کھانا پکا دیتی ہے آگ کا تلبس محض ظاہرا ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ملازم ریلوے نے ریل روکنے کیلئے سرخ جھنڈی دکھلائی اور گاڑی کھڑی ہو گئی ظاہر ہے کہ جھنڈی میں خاص اثر نہیں محض آسانی کے واسطے ایک اصطلاح مقرر

---

[1] اللہ تعالیٰ ہی کیلئے بزرگواری و حلم ثابت ہے جو جرم دیکھتا ہے اور روٹی بند نہیں کرتا ۱۲ [2] جب تک آپ کا حکم نہ ہو ہوا غبار نہیں اڑا سکتی اور جب تک آپ کا حکم نہ ہو زمین کوئی چیز اگا نہیں سکتی ۱۲

کرلی ہے کہ کہاں شور و غل مچائیں گے کہ روکو روکو تو یہ جھنڈی محض ایک علامت ہے ورنہ اصل روکنے والا تو ڈرائیور ہے جو تمہیں نظر نہیں آتا۔ ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں　　کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

عشق من پیدا و معشوقم نہاں　　یار بیروں فتنۂ او در جہاں

اور فرماتے ہیں۔ ؎

ما ہمہ شیران ولے شیر علم　　حملہ شان از باد باشد دم بدم

حملہ شان پیدا و ناپیدا ست باد　　آنکہ ناپیدا ست ہرگز کم مباد

اسی طرح تمام عالم میں انکا تصرف ہے اور وہ خود نظر نہیں آتے گو یہ سب تصرفات انہیں کے ہیں رزاق نظر نہیں آتا ہے اس سے یہ دہری سمجھنے کہ رزاق کوئی ہے ہی نہیں ان فلاسفہ اور دہریوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چیونٹی لکھے ہوئے کاغذ پر چلی اس پر حروف لکھے دیکھکر کہنے لگی کہ کیسے اچھے حروف بن رہے ہیں۔ دوسری چیونٹی نے کہا یہ خود بخود نہیں بنے بلکہ یہ قلم نے بنائے ہیں تیسری نے کہا کہ قلم کیا بناتا وہ قلم کسی کے ہاتھ میں ہے اس ہاتھ نے بنائے ہیں چوتھی نے کہا کہ ہاتھ کیا بناتا جس نے ہاتھ کو بنایا یہ سب اس کا کمال ہے غرض ایک حقیقت پر پہونچ گئی باقی سب وسائط میں الجھے ہوئے ہیں اور حقیقت سے بے خبر ہیں۔

ملفوظ ۱۰۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مصائب اور تکالیف تو سب پر صورۃً ایک ہی طرح کے آتے ہیں یعنی اللہ والوں پر بھی اور دنیا داروں پر بھی مگر دونوں کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے یہ بیمار بھی ہوتے ہیں تو انہیں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہائے بیماری بڑھ جائے گی تو کیا ہو گا ہائے مقدمہ ہار گئے تو کیا ہو گا ہائے کھانے کو کل نہ ملا تو کیا ہو گا بلکہ انکی یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر حال میں ان کو سکون ہوتا ہے ان کے قلب میں ایک چیز ایسی مخفی ہے کہ اسلئے

؎ میرا عشق تو ظاہر ہو رہا ہے۔ اور میرا معشوق پوشیدہ ہے۔ محبوب تو (عقل و ادراک سے بھی) باہر ہے اور اس کا عشق سارے جہاں میں ہے ۱۲ ؎ ہم سب شیر ہیں مگر جھنڈے کے شیر ہیں (یعنی جیسے جھنڈے پر شیر کی تصویر بنادی جائے اور ہوا کی وجہ سے جھنڈا ہلے تو معلوم ہو کہ) شیر بار بار حملہ کر رہا ہے (لیکن حقیقت میں اس کو حرکت دینے والی ہوا ہے مگر) اس جھنڈے کے شیروں کا حملہ تو ظاہر ہو رہا ہے (اور اصل حرکت دینے والی) ہوا۔ نظر نہیں آتی۔ (یہی حال تمام ممکنات کے افعال کا ہے کہ ظاہر میں ان کاموں کے کرنے والے ہم نظر آتے ہیں مگر وہ سب کام بغیر اذن خداوندی کے ہو ہی نہیں سکتے۔ آگے بطور دعا کے فرماتے ہیں کہ) جو نظر نہیں آتا اس کا اثر کبھی کم نہ ہو ۱۲ ✿ ✿

ہونے سے اطمینان اور یکسوئی ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ چاہے پاس ایک سوئی بھی نہ ہو بخلاف دنیا
داروں کے کہ انکی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے تو مصائب اور تکالیف کا نہ آنا دلیل مقبولیت
کی نہیں اس لئے کہ ایسا تو بڑے بڑے انبیاء کیلئے بھی نہیں ہوا ان پر بھی بڑی بڑی مصیبتیں آئیں۔
اور وہ مقبول تھے اور ایک فرعون کو دیکھ لیجئے چار سو یا ساڑھے چار سو برس خدائی کا دعویٰ کیا
کبھی سر میں بھی درد نہ ہوا حالانکہ وہ مردود تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ مہینوں آپ
کا چولہا گرم نہیں ہوا ہنڈیا نہیں چڑھی تو کیا نعوذ باللہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ظاہری تکلیف نہ ہونے کی
وجہ سے فرعون کو فضیلت ہو گئی یا یہ مقبولیت کی دلیل ہے علت (مرض) اور ذلت (نقص جاہ) اور
قلت (نقص مال) تو ان حضرات کو زیور رہے۔ ایک بزرگ کو ساری عمر میں ایک روز ایک وقت
پیٹ بھر کر کھانا مل گیا اسی پر لرزاں اور ترساں تھے چہرہ زرد تھا جسم میں رعشہ تھا اور آنکھوں
سے آنسو جاری تھے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کیسے مزاج ہیں فرمایا کہ آج پیٹ بھر کر کھانا کھایا
ہے خوف اس کا ہے کہ مجھ پر دنیا کو فراخ کیا گیا کہیں آخرت تو تنگ نہیں کی گئی یہ حقیقت تھی
عیش کی ان حضرات کے نظروں میں۔

نوٹ:- کچھ ملفوظات درمیان میں بعض عوارض کی وجہ سے چھپنے سے رہ گئے تھے ان
کو اب شائع کیا جاتا ہے شاید تاریخوں کے سلسلہ کو مسلسل دیکھکر ناظرین کو
پریشانی ہوتی اس لئے اطلاعاً عرض کر دیا گیا ۱۲ مدیر۔

۱۴ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ:- خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں صاحب سے صبح جو غلطی ہو گئی تھی اس کے متعلق
میرے واسطے سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں فرمایا بہت اچھا مگر سب سے اول ان سے
یہ پوچھئے کہ آنے کے وقت پریشان کیوں کیا عرض کیا کہ غلطی ہوئی اب یہ پوچھئے کہ ایسی غلطی کا
دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے وہ متاذی ہوتا ہے یا نہیں عرض کیا متاذی ہوتا ہے اب پوچھئے اس
کا تدارک کیا ہے عرض کیا کہ آئندہ نہیں کرونگا اب پوچھئے کہ کیا اس سے تدارک ہو جائیگا بہت
آسان نسخہ [illegible] نادم ہوتے ہیں عرض کیا آپ وہ بات بتلا دیجئے کہ جس سے تدارک ہو جائے فرمایا
جسے ایذا پہونچائی ہے وہ سوچے مجھ کو بتلانے کی کیا ضرورت ہے میں پہلے بتلا دیتا تھا
اب نہیں بتلاتا میں دماغ سوزی کروں اور راستہ بتلاؤں اور وہ اس پر چلیں کہ میرے ساتھ

بڑی سختی پڑ گئی خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ مجھ سے مشورہ لیتے ہیں فرمایا کہ آپ مشورہ نہ دیں مشورہ ایسے شخص سے لینا چاہیئے جو واسطہ نہ بنا ہو آپ کا مشورہ تو میرا ہی مشورہ ہو گا آپ بوجہ توسط کے من وجہ میرے ساتھ ملحق ہیں اور من وجہ ان کے ملحق ہیں اس لیئے آپ کو مشورہ نہیں دینا چاہیئے دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی سے مشورہ لیں تو خود سوچ کر مجھ سے اپنی طرف سے کہیں اگر کوئی گڑبڑ ہو تو اس کو اپنی طرف منسوب کریں مجھ سے یہ ظاہر نہ کریں کہ فلاں سے مشورہ لیا یا فلاں نے مشورہ دیا عرض کیا کہ میں معافی چاہتا ہوں آئندہ پھر ایسا نہیں کرونگا فرمایا اس پر تو اعتراض ہو چکا جس کا ابھی جواب نہیں ملا پھر کیوں اس کا اعادہ کیا بہت ہی خوش فہم ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل سے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں اب ان سے یہ پوچھئے کہ اس کا اعادہ کیوں ہوا مگر پوچھنے پر بھی یہ صاحب خاموش رہے فرمایا اگر جواب نہیں دیتے چھوڑیئے کوئی ہمارا کام تھوڑا ہی کا ہے آپ بیٹھئے کیوں پریشان ہوتے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں ان لوگوں کی کس قدر رعایتیں کرتا ہوں اور یہ مجھ کو کسقدر ستاتے اور دق کرتے ہیں مجھ کو بدنام کرنا آسان ہے مگر اپنی خوش فہمی کو نہیں دیکھتے۔

ملفوظ:۔ (ملقب بہ ادب الخطاب) ایک مولوی صاحب نووارد تشریف لائے حضرت والا کے اس دریافت فرمانے پر کہ کہاں سے تشریف لائے نہایت آہستہ سے جواب دیا جس کو حضرت والا نہ سن سکے فرمایا کہ مجھے آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ نے ایسی پست آواز سے جواب دیا جسکو میں نہیں سن سکا کیا اس سے دوسرے کو اذیت نہیں پہونچی اس پر انہوں نے بلند آواز سے عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں فرمایا کہ اب یہ دوسری اذیت آپنے پہونچائی کہ جو سوال میں نے کیا تھا اس کا جواب نہیں دیا کیا یہ سوال میرا لغو تھا یا قابل جواب نہیں سمجھا گیا اب یہ دوسرا سوال پیدا ہو گیا اس کا جواب دیجئے عرض کیا کہ قصور ہوا فرمایا اس کو قصور نہیں کہتے اس کو تو بے فکری کہتے ہیں اس کی فکر ہی نہیں کہ ہماری کسی بات سے دوسرے کو اذیت تو نہ پہونچے گی میں نہیں کہتا کہ اذیت پہونچانے کا قصد ہے شکایت اس کی ہے کہ اس کا قصد نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہونچے حالانکہ یہ قصد ضروری ہے عرض کیا کہ مجھ کو یہاں کے اصول اور قواعد معلوم نہیں فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے مگر بعض باتیں اور بعض اصول خاص ہوتے ہیں خاص مقام کے لئے ان میں تو جہل عذر ہے لیکن یہ مبہم بولنا اور آہستہ سے بولنا یہ تو سب جگہ کے لئے طبعاً اذیت کا سبب ہیں اس میں غلطی کرنا بیفکری سے ہے جہل سے نہیں غرض قسم اول میں تو ایک درجہ میں معذور ہو سکتے تھے کہ قواعد نہ معلوم ہونیکی وجہ سے کسی قاعدہ کے خلاف ہو جاتا مگر اس طرح بولنا جیسے نواب صاحب بولتے ہیں کہ دوسرا سمجھ ہی نہ سکے اس میں کیا معذوری سمجھی جائے دوسرے

آپ عالم ہیں آپ یہ بتلائیں کہ کیا اس کا تعلق قواعد سے ہے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ پھر یہ میرے سوال کا جواب آپ کے نزدیک کس طرح ہو گیا اس پر یہ صاحب خاموش رہے فرمایا کہ یہ تیسری اذیت پہونچائی کہ سوال کا جواب ہی ندارد کیا ہو گیا آپ لوگوں کو آخر سمجھ پر پتھر پڑ گئے کہاں تو جو دہا کیا غلطی کے اقرار میں ہیٹی ہوتی ہے کیا تم لوگوں کے دماغوں میں خناس بھرا ہے بس وہی بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو اذیت نہ پہونچے آخر ایسے کان کہاں سے لاؤں کہ بے بولے ہی سن لیا کروں اس پر وہ صاحب کچھ بولے مگر اسی آہستہ آواز سے فرمایا کہ پھر وہی حرکت ہوئی باوجود اتنی تقریر کے او سمجھانے کے اب میں آخیر بات کہتا ہوں کہ آپ یہ فرض کر لیجئے کہ میں بہرا ہوں اس فرض کے بعد اول میری حکایت کا جواب دیجئے آپ کے نزدیک تو وہ چیز لا شئے ہے جس کے متعلق میں سوال کر رہا ہوں مگر میں بے اصول گفتگو سے گھبراتا ہوں یہ بھی ایک وجہ ہے میرے مناظرہ کو پسند نہ کرنے کی آجکل بے اصول گفتگو ہوتی ہے اور اس سے مجھ کو وحشت ہوتی ہے ہاں اگر اصول کے ماتحت گفتگو ہو تو اپنی ساری عمر اسکے لئے وقف کرنے کو تیار ہوں جس تو اچھے خاصے لکھے پڑھوں کو رات دن دیکھتا ہوں ان سے سابقہ پڑتا رہتا ہے کہ انکی ایک بات بھی الا ماشاء اللہ اصول کی نہیں ہوتی حالانکہ ادیب بھی ہیں عالم بھی ہیں مناظر بھی ہیں ۔ منطقی فلسفی بھی ہیں مگر بات ایک بھی اصول کی نہیں بس وہی پڑھنے اور گنے کا فرق ہے جو اکثر کہا کرتا ہوں پھر ان صاحب کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ جواب دیں میں صبر کئے بیٹھا ہوں آخر بشر ہوں کیوں ستاتے ہو اکل جو بے پر محبت کا دعویٰ کرکے آئے تھے کہ بات کا جواب تک بھی ندارد اس پر وہ صاحب کچھ بولے مگر وہی آہستہ آواز سے فرمایا کہ اب حد ہو گئی میں نے یہاں تک کہدیا تھا کہ آپ فرض کر لیجئے کہ میں بہرا ہوں باوجود اس کہدینے کے اور اتنی لمبی چوڑی تقریر کے نہ آواز بلند ہے اور نہ مضمون صاف اور پورا ہے پھر فرمایا کہ اب میرے قلب میں سوزش پیدا ہو گئی بوجہ تحمل کے آپ مسجد میں تشریف رکھیں مجھ کو تکلیف ہونے لگی وہ صاحب مسجد میں تشریف لیگئے حضرت والا نے اہل مجلس کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب بتلائیے کہاں تک تغیر نہ ہو آخر بشر ہوں جس چیز کو بار بار تقریر کیا کہہ چکا پھر لوٹ کر وہی حرکت البتہ اگر میں بالکل بےحس ہو جاؤں تب ان کا کام بنے ایسے ایسے بدفہم لوگ آتے ہیں جن سے تکلیف ہوتی ہے پھر فرمایا کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں بہت ہی صبر اور تحمل سے کام لیتا ہوں آپ حضرات نے اسی واقعہ میں دیکھا کہ میں تحمل کرتا ہوں یا سختی کرتا ہوں یہ ہیں وہ باتیں جن پر باہر جا کر مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے اب بدنامی کو دیکھوں یا انہوں کی مصلحت اور اپنی تکلیف کو دیکھوں اور مجھ کو تو اس بدنامی سے خوشی ہوتی ہے کہ

بد فہموں کی ۔ تو نجات ملیگی اس لئے ایسی بدنامی میں بھی لذت ہے خوب کہا گیا ہے ۔ ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ، مانمی خواہیم ننگ و نام را ،

انتہی بجزء ادب الخطاب ۔

ملفوظ ۱۰۰ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ سے اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہنا بہت ضروری ہے بدوں اس کے اصلاح نہیں ہو سکتی اس کی ایسی مثال ہے جیسے حکیم صاحب ایک نسخہ لکھدیں اور یہ ساری عمر پیتا رہے اور حالات کی اطلاع نہ دے ، کیا علاج ہو سکتا ہے ۔

ملفوظ ۱۰۱ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں یہ بھی ایک طریق اور اصول ہے کہ ایک ایک بات الگ الگ طے ہوتی ہے یہ بڑا ہی اچھا اصول ہے فرمایا کہ جی ہاں اگر چار باتوں کی ایک دم تحقیق شروع ہو جائے تو خلط مبحث ہو جائے پتہ ہی چلکر نہ دے کہ کیا ہو رہا ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ایک ہی خط میں دو مضمون لکھکر بھیجدیتے ہیں میں ان میں سے کسی مضمون کا بھی جواب نہیں دیتا یہ لکھدیتا ہوں کہ ایک خط میں ایک مضمون لکھو جب اس کا جواب پہونچ جائے تب دوسرا مضمون لکھو یہ باتیں اصولی ہیں مثلاً ایک شخص کو چند مقدمات عدالت میں پیش کرنا ہیں ایک مال کا ایک فوجداری کا تو کیا وہ ایک ہی درخواست دونوں کے متعلق دے سکتا ہے ہرگز نہیں حاکم کہیگا کہ الگ الگ درخواست دو اس کا راز یہی ہے کہ خلط مبحث سے پریشانی نہ ہو اصولی بات سے کبھی انسان کو پریشانی نہیں ہوتی پریشانی جب کبھی ہوگی بے اصولی سے ہوگی ۔

ملفوظ ۱۰۲ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج صبح جن صاحب سے گڑبڑ ہوئی اور اب بھی خواجہ صاحب کے واسطے سے گفتگو کی انہوں نے ایک صاف بات کو کس قدر الجھایا قلب میں صفائی نہیں رہی حالانکہ میری گفتگو نہایت کافی تھی معلوم ہوتا ہے کہ سمجھنے کا قصد اور ارادہ ہی نہیں کرتے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب جو بعد نماز فجر ملنے آئے ان کی خوش فہمی پر اور سمجھ کی باتوں پر حضرت والا نے انکو شاباشی دی فرمایا کہ دیکھ لیجئے گا ۔ شاباشی کی بات پر شاباشی ملتی ہے خدانخواستہ کوئی آنے والوں سے مجھ کو عداوت تھوڑا ہی ہے وہ لوگ جیسا برتاؤ کرتے ہیں ویسا ہی ان کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اسی سے میری سختی اور عدم سختی کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔

ملفوظ ۱۰۳ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ مشورہ لیتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے فرمایا کہ مشورہ دینا چاہئے ایک مسلمان کی اعانت ہے ہاں از خود مشورہ نہ دینا چاہئے بعض خیر خواہ ہمدردی کی وجہ سے از خود مشورہ دیدیتے ہیں جس کا انجام اکثر بہت برا ہوتا

ہے البتہ اگر کوئی خود پوچھے مسلمان ہے اعانت کرنا چاہیے اور مشورہ دیدینا چاہیئے مگر ساتھ ہی میں یہ بھی کہدیا جائے اگر تمہاری سمجھ میں بھی یہ مشورہ آجائے تو اس پر عمل کرنا۔ ہماری رائے سمجھ کر مت کرو ورنہ اس کا ہم پر کلفت کا اثر ہوگا۔

ملفوظ ۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق کا ادب لوگوں کو معلوم نہیں اب تو ادب تکلفات کا نام ہے ہاتھ چوم لئے پچھلے پیروں ہٹ گئے سر جھکا کر کھڑے ہوگئے مگر طریق کا یہ ادب نہیں طریق کا اصل ادب یہ ہے جس سے دین کا تعلق رکھنا چاہیے اس کو تکلیف نہ پہنچائے یہ اس طریق میں ادب کا ادنیٰ درجہ ہے اور اب تو ادب تعظیم کا نام ہے۔

ملفوظ ۲:- فرمایا کہ بے اصول بات سے تکلیف ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر بے اصول معاملہ میری ساتھ نہ ہو دوسرے کی ساتھ ہو تب بھی دیکھکر ناگواری ہوتی ہے پس اس ناگواری کا اثر اپنی ہی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہیں تو اپنے دوستوں سے یہ چاہتا ہوں کہ سب کے سب اصول کے پابند بنجاویں کسی کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہنچے یہ سلوک کا بڑا حصہ ہے۔

ملفوظ ۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگوں میں ایسے لطیف المزاج گذرے ہیں کہ بادشاہوں کی بھی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہ تھی جیسے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ ایک مرتبہ بادشاہ زیارت کو آئے اور ان کو پیاس معلوم ہوئی اس وقت کوئی پاس نہ تھا اس لئے بادشاہ خود اٹھے اور صراحی پر کٹورا ڈھکا ہوا تھا پانی لیکر نوش کیا پھر صراحی پر کٹورا ڈھک دیا اور بیٹھ گئے مگر بادشاہ کو خود پانی لیکر پینا بوجہ خلاف عادت ہونے کے گراں ہوا اس لئے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو خدمت کیلئے کوئی آدمی بھیجدوں فرمایا کہ کیا ضرورت ہے بادشاہ نے اصرار کیا اس پر فرمایا کہ ایسا ہی آدمی ہوگا جیسے آپ خود ہیں دیکھئے صراحی پر کٹورا آڑا ڈھک دیا ہے اسی وقت سے سر میں درد اور طبیعت پریشان ہے یہ تھی حالت لطافت کی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی ایک مرتبہ نائی حجامت بنانے آیا اس نے استرہ دیگچہ کو دھو لیا تھا مگر جب حجامت بنائی شروع کردی تو استرہ لب پر لگاتے ہوئے فرمایا کہ بو آتی ہے اس کو دھولو پھر حاضرین سے فرمایا کہ دھوکر تو لایا ہی ہوگا مگر جب آگے کو (یعنی دوسرے کو) نکو بچ ہی ہو (یعنی کا دس ہو) تو بیچارہ کیا کرے حضرت کی عجیب ہستی تھی بیحد تحمل و وقار تھا نہ کبھی ہنسی کی آواز سنی گئی نہ کبھی غصہ کی آواز سنی گئی اس قدر تحمل تھا بڑے لوگ بڑے ہی ہوتے ہیں کوئی کیا ان کی ریس کرسکتا ہے ایک مرتبہ مولوی سید صاحب برادر مولوی حسین احمد صاحب نے چائے کا انتظام اپنے متعلق کر رکھا تھا ایک روز حضرت نے پیالی منہ سے لگا کر فرمایا کہ کچھ پانی کا اثر ہے چائے میں انہوں نے دوسرے وقت خوب جوش دیا پھر بھی فرمایا وہ حیران ہوئے بدرجہ بعید احتمال ہوا کہ پیالی دھوا

کر تو لیا ہے خشک نہیں کی اس لئے پیالی کو خوب خشک کیا اس میں پیکر فرمایا کہ اس میں وہ اثر نہیں میں کہتا ہوں کہ بادشاہوں کی لطافت مزاج کی کیا حقیقت ہے ایسے حضرات کے سامنے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنے والوں سے ان کی بیہودگیوں پر تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر ان سے کسی منفعت کی توقع کی تکلیف نہیں ہوتی یہ توقع کی تکلیف بیہودگیوں کی تکلیف سے اشد ہے اب تو صرف یہ تکلیف اس سے ہوتی ہے کہ توقع تو اور جواب کی تھی اور ملا اور جواب مگر منفعت کی توقع کی تکلیف نہیں ہوتی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو معلوم ہو ہی جاتا ہوگا قرائن سے کہ یہ اس مزاج کا آدمی ہے اور اس فہم کا فرمایا کہ معلوم ہو جانے پر بھی بیہودہ حرکت سے طبعاً تکلیف ضرور ہوگی گو قصد تکلیف دینے کا نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے سوئی چبھو دی جاوے گو قصد نہ ہو مگر اس سے تکلیف تو ضرور ہوگی وہ تو نہیں رک سکتی اس خیال سے کہ یہ بدفہم ہے یا قصد نہیں ہے گو اس کو معذور سمجھ کر سخت مواخذہ نہ کریں گے مگر تکلیف تو ہو ہی گی۔

ملفوظ:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ دیکھئے مجھے بدنام کیا جاتا ہے جن صاحب کو مسجد میں بیٹھ جانے کو میں نے کہا تھا مکرر سہ کرر تنبیہ پر بھی اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئے دیکھئے انصاف کیجئے جب ایک بات کو تصریحاً بتلا دیا گیا پھر اس میں کس طرح معذور سمجھا جائے یہ قصد تو نہیں ہوتا کہ تکلیف ہو مگر اس کا بھی قصد نہیں ہوتا کہ تکلیف نہ ہو اس کا سبب بے فکری ہے میں یہ بھی تاویل نہیں کر سکتا کہ میرے کلام کو بوجہ تنگ یا ادق ہونے کے سمجھ نہیں سکتے کیونکہ میں تقریر میں بہت مبسوط الکلام ہوں البتہ تحریر میری تنگ ہوتی ہے اس لئے کہ اہل علم مخاطب ہوتے ہیں تقریر میں نہایت بسط ہوتا ہے بہت ہی کھلی ہوئی ہوتی ہے تنگی نہیں ہوتی کہ دوسرا سمجھ نہ سکے مگر بات یہ ہے کہ اجزاء کلام کی طرف توجہ نہیں کرتے بس یہ ہے ساری خرابی۔

ملفوظ:- ایک مولوی صاحب عورتوں کا سفر ریل میں ساتھ ہونا اور اس پر پریشانی اور تکلیف کا ہونا بیان کر رہے تھے حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو ریل کو زندہ جنازہ کہا کرتا ہوں اور عورتوں کو زندہ اسباب مگر مردہ اسباب سے زیادہ تکلیف دہ مردہ اسباب کو قلی نوکر کے سر پر رکھ سکتے ہیں مگر اس زندہ کو کیا کرے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ ہندوستان کی عورتیں جنت کی حوریں ہیں یہ ان میں ایک خاص بات ہے کہ اگر خاوند بیوی کو چھوڑ کر چلا جائے تو جس کونے میں چھوڑ کر جائے گا دس برس کے بعد پھر اسی کونے میں بیٹھی ملے گی یہ اثر ہے صفت قاصرات الطرف جو حوروں کے باب میں وارد ہے یہ ضرور ہے کہ ان

میں سلیقہ بہت کم ہے مگر عفیف ہونا اتنی بڑی صفت ہے کہ اس کے سامنے ان کا پھوہڑ پنا کچھ بھی اثر نہیں رکھتا میں تو یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ پھوہڑ عورت عفیف ضرور ہوتی ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہر عفیف پھوہڑ بھی ہو پس اگر عورت کا پھوہڑ پن ناگوار ہو تو اس کی عفت پر نظر کرے اس آیت کو پڑھ لیا کرے حق تعالٰی فرماتے ہیں۔ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ یعنی ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ تعالٰی اسی میں خیر کثیر رکھدیں یہ بھی کیا تھوڑی بات ہے کہ وہ بیبیاں سوائے ہمارے کسی پر نظر نہیں کرتیں حضرت باستثناء شاذ و نادر عورت کو وسوسہ بھی نہیں ہوتا غیر مردوں کا ایک مولوی صاحب نے اپنے ایک خادم سے اپنا ایک واقعہ بیان کیا اسی خادم نے مجھ سے روایت کی کہ میں نے ایک بہلی کا کرایہ کیا جب بہلی شہر کے کنارے پر پہونچی تو وہاں اس بہلی والے کا مکان تھا وہاں اس نے بہلی کو روکا اس کی بیوی اس کو کھانا دینے آئی وہ بہلی بان اس قدر بدشکل تھا شاید ہی کوئی اور دوسرا ایسا ہو اور وہ ایسی حسین کہ شاید ہی کوئی اور دوسری ہو مگر اسی وقت اس کو دیکھ رہا تھا کہ یہ میری طرف بھی نظر کرتی ہے یا نہیں مگر اس نے ایک نظر بھی نہیں دیکھا اور شوہر کو کھانا دیکھکر چلی گئی اسی کو فرماتے ہیں۔

سے دلا رامے کہ داری دل در و بند[۵]	دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں حوریں ہیں جنکی صفت میں ارشاد ہے فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ۔ یعنی ان باغوں کے مکانات میں ایسی عورتیں ہیں کہ سوائے اپنے شوہر کے کسی طرف نظر نہیں کرتیں ستی ہونیکی رسم ہندوستان ہی میں تھی گو قبیح ہے مگر منشاء اس کا محض محبت تھا۔ نار عشق کی نسبت یہ نار اس پر آسان تھی کہ اگر زندہ رہوتی تو نار عشق میں جلتی رہونگی۔ یہ بھی تجربہ سے معلوم ہوا کہ دوسرا شوہر کرکے بھی عورت پہلے شوہر کو بھولتی نہیں اب دوسرے شوہر کو دانشمندی سے کام لینا چاہیئے کہ اس کے دل کو اپنے ہاتھ میں رکھے اس سے اس معاملہ میں سختی نہ کرے مثلاً اگر وہ سابق خاوند کیلئے دعاء کرے یا ایصال ثواب کرے یہ سانپ دیتا ہے اگر مزاحمت کریگا اس کو سخت صدمہ ہوگا اور پھر آپس میں بے لطفی پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہے اسی لئے بعض حکماء نے سرسری نظر سے منع کیا ہے بیوہ عورت سے نکاح نہ کرے میں کہتا ہوں کہ جب شرعاً کوئی قباحت نہیں تو نکاح ضرور کرے مگر اس

---

[۵] جو ایک محبوب حاصل ہو گیا ہے۔ اسی سے دل لگائے رہو۔ باقی سارے جہاں کی طرف سے آنکھ بند کر لو۔ ۱۲ جامع ان میں نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کہ ان حوروں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا۔ اور نہ کسی جن نے۔ ۱۲

کی دلجوئی کا بہت زیادہ اہتمام رکھے تاکہ اس کو دل میں کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔

ملفوظ ۵۰۳: خواجہ صاحب نے عرض کیا جن صاحب نے میرے واسطے سے گفتگو کی تھی اور ان کو مسجد میں بیٹھ جانے کو حضرت والا نے فرمایا تھا وہ پھر میرے واسطے سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں فرمایا کہ وہ ابھی دق کر چکے ہیں پہلے یہ معلوم کر لیجئے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں تب اجازت دونگا خواجہ صاحب نے ان صاحب سے دریافت کر کے عرض کیا کہ اپنے قصور کی معافی چاہتے ہیں فرمایا کہ اب اجازت ہے آپکو واسطہ بننے کی ان سے پوچھئے کہ آخر ایک ایسی صریح بات میں غلطی کی اور باوجود مکرر سہ کرر تنبیہ کے بھی آپ اپنی حرکت سے باز نہ آئے اس کی کیا وجہ تھی عرض کیا کہ یہ معلوم نہ تھا کہ اتنی سی بات سے متاثر ہو جائیں گے فرمایا ان سے پوچھئے کہ اگر کوئی متاثر بھی نہ ہو کسی کو تکلیف بھی نہ ہو مگر وہ خطاب لغو تو ہوا جب دوسرا نہ سن سکا عرض کیا کہ بیشک لغو ہوا فرمایا ان سے پوچھئے کہ اب اس کا کیا تدارک ہے عرض کیا کہ معافی کا خواستگار ہوں آئندہ ایسی بڑی غلطی نہ کرونگا فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے ان میں فضول گوئی کا بھی مرض ہے اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ چھوٹی غلطی کرونگا دوسرے لفظوں میں یہ حاصل ہوا کہ تھوڑی سی تکلیف دینا تو گوارا ہے زیادہ گوارا نہیں اپنے نزدیک تو بڑا سوچکر جواب دیا کہ اس پر کوئی اشکال نہ پڑے مگر وہی بیہودگی کی بیہودگی یہاں ایسوں کی گذر مشکل ہے یہ تو ایسی جگہ کار آمد ہونگے جہاں مجلس آرائی اور خالی دربار داری ہوتی ہو اور کوئی بات نہیں یہ سب بے فکری کے کرشمے ہیں جب استفادہ انسان کو مقصود ہوتا ہے تو فکر سے کام لیتا ہے عرض کیا کہ آئندہ ایسا نہ کرونگا اور جو ہوا اس کی معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ جو کیا اس میں سوال ہے کہ کیوں ہوا اور کیوں ایسا کیا یہ سمجھتے ہونگے کہ کہاں آ پھنسے اور میں کہتا ہوں کہ کن سے پالا پڑا عرض کیا کہ جو اس کا تدارک ہو میں اس کیلئے تیار ہوں فرمایا کہ بات تو کام کی کہی مگر اس وقت تو تدارک کا سوال ہی نہیں سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا پھر فرمایا کہ دیہاتی لوگ آتے ہیں وہ بھی ایسی حرکت نہیں کرتے یہ ان دیہاتیوں سے بھی پرلے دیہاتی ہیں کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ آہستہ بولنے سے دوسرا نہ سنیگا اتنی بھی خبر نہیں دودھ پیتے بچے ہیں عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے مگر چونکہ آپ کو مجھ سے مناسبت نہیں اور نفع کیلئے جانبین کی مناسبت شرط ہے اس لئے میں آپکی خدمت سے معذور ہوں عرض کیا کہ آئندہ جو کام یا جو بات کرونگا سوچ اور فکر کے ساتھ کرونگا دریافت فرمایا کہ قیام کب تک رہیگا عرض کیا کہ کل بعد نماز فجر چلا جاؤنگا فرمایا کہ مناسب ہے عرض کیا کہ مکاتبت کی اجازت فرما دی جائے فرمایا کہ اس وقت قلب پر اثر ہے اور یہ بھی نہیں بتلا سکتا

کہ کب زائل ہو نہ اس کا زائل کرنا میرے اختیار میں ہے اسلئے اس وقت اس قسم کا تذکرہ بھی نہ کریں جہاں تک معاملہ پہونچ چکا اس کو وہاں ہی تک چھوڑ دیا جائے عرض کیا کہ کل جا رہا ہوں فرمایا کہ رہیں یا جائیں میں منع نہیں کرتا اور یہ میں رنج سے نہیں کہہ رہا ہوں اگر رہیں سر آنکھوں پر مگر ان کو یہ سبق ملا ہے اب کہیں ایسی حرکت نہ کریں گے یہ تو اس کو اب سمجھے کہ آہستہ بولے اور یہ نہ سمجھے کہ اگر زور سے نہ بولا تو دوسرا سنے گا نہیں تو تکلیف ہوگی بس رسموں نے تباہ کیا ہے اس کی تعلیم دی جاتی ہے کہ بلند آواز سے نہ بولو دیکھئے اپنا تو کام لیکر آتے ہیں اپنی ہی حاجت مگر دوسرے کو اہتمام کرنا پڑے یہ تو آنے والے کا فرض ہے کہ آکر صاف اور پوری بات کہدے اور ایسی آواز سے بولے کہ دوسرا اس کو سن سکے یہ سب گفتگو خواجہ صاحب کیواسطے سے ہوئی خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں جانیکے وقت مصافحہ کرسکتا ہوں فرمایا کہ کر سکتے ہیں صبح تو بہت سویرے جائیں گے اس وقت میں یہاں نہ ہونگا ان سے کہدیجئے گا کہ بعد نماز مغرب ایسی جگہ کھڑے ہو جائیں جہاں مجھ کو یہ شبہ نہ ہو کہ میرے انتظار میں ہیں خانقاہ کے دروازہ پر کھڑے ہو جائیں جب میں جانے لگوں تو زبان سے کہدیں کہ میں صبح کو جا رہا ہوں ملنا چاہتا ہوں میں انشاء اللہ مصافحہ کر لونگا بعض لوگ مصافحہ کیلئے ایسی جگہ بیٹھتے ہیں کہ مجھ کو یہ محسوس ہو کہ یہ میرے منتظر ہیں قلب پر بار ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقاضا ہے کہ اٹھو ہم تمہارے انتظار میں ہیں سو ایسی جگہ بیٹھنا یا کھڑا ہونا چاہئے جس سے دوسرے کو یہ معلوم ہو کہ یہ میرے انتظار میں ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ صاحب بیحد شکریہ ادا کر رہے ہیں کہ تم کو بڑی تکلیف ہوئی فرمایا نہیں جی مسلمانوں کی خدمت طاعت ہے کسی کو فرماتے ہیں۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ اس وقت مجلس میں آکر بیٹھ سکتے ہیں فرمایا کہ کیوں نہیں بیٹھ سکتے خدانخواستہ مجھ کو کسی سے بغض تھوڑا ہی ہے اس وقت ان سے تکلیف پہونچی تھی اس لئے مسجد میں بیٹھ جانے کو کہدیا تھا اب وہ معاملہ ختم ہی ہو گیا لہذا کلفت بھی ختم ہوگئی خواجہ صاحب کی اطلاع پر وہ صاحب مجلس میں آکر بیٹھ گئے۔ (حضرت والا کا ترحم اور شفقت طالبوں کے حال پر اس واقعہ سے ظاہر ہے نیز جو کچھ معاملہ بصورت مواخذہ یا محاسبہ کیا جاتا ہے وہ اصلاح کی غرض سے ہوتا ہے احقر جامع ۱۲ منہ)

ملفوظ ۵ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو مایوس نہ ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہئے وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا

جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان رکھتا ہے ویسا ہی معاملہ ان کے ساتھ فرماتے ہیں بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر یہ شرط ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو کچھ ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندے کیساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت اور طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بیحد پسند آیا کہ لگے جاؤ اور لگے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے بہت بڑے اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری امر ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے اور یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے خلاصہ میرے بیان کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی اور مستقبل کے مراقبہ کی ضرورت نہیں۔ اگر بدون قصد خیال آجائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر تو استغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بلکہ خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور نہ آئندہ کیلئے تجویزات کی ضرورت یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا اور میں کچھ ہوا یا نہیں کن جھگڑوں میں وقت ضائع کیا کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑو۔ کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ ہو جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کیلئے عزم استقلال کا کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ کا نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

شعر
بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ ، گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ ،
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست ، صد بار اگر توبہ شکستی بازآ ،

جو بندے کیلئے مشکل ہے وہ خدا کیلئے آسان ہے ایسی ذات سے کون مایوس ہو سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں۔ شعر

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ، با کریماں کارہا دشوار نیست

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کیلئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے یحییٰ بن اکثم جو امام بخاری رحمۃ

ؔ طریقت بجز خدمت خلق نیست (طریقت خدمت خلق ہی ہے صرف) تسبیح و مصلی کا نام نہیں ہے۔ ۱۲ ؔ تو جو کچھ بھی ہے (حتیٰ کہ اگر کافر و مشرک اور بے دین بھی ہے۔ پھر بھی تو توبہ کرے۔ (تو ہم قبول کر لیں گے کیونکہ) یہ ہماری درگاہ ہے جہاں مایوسی کا کیا کام ہے۔ اور اگر سو بار توبہ کرکے پھر توڑ دی ہو۔ اور پھر توبہ کر تو تیری بھی قبول ہے ۱۲ ؔ تو یہ مت کہہ کہ ہمارا اس بادشاہ کی رسائی (اس دربار تک) نہیں ہے کیونکہ کریموں کیلئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ وہ اپنے کرم سے تمکو خود اپنی طرف کھینچ لیں گے ۱۲ ۔

اللہ علیہ کے شیخ بھی ہیں انکی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا حق تعالیٰ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھ کو حاضر کر کے ارشاد ہوا کہ اے برگشتہ بوڑھے تو نے فلاں عمل کیا فلاں معاملہ کیا اس کا کیا جواب ہے میں خاموش رہا ارشاد ہوا بولتے کیوں نہیں میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کیا جواب دوں سوچ رہا ہوں ارشاد ہوا کیا سوچ رہا ہے میں نے عرض کیا میں نے حدیث کی روایت کی ہے إِنَّ اللهَ يستحي من ذي الشيبة المسلم کہ حق تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے شرماتے ہیں لیکن یہاں اس کا عکس دیکھ رہا ہوں کہ اگر حدیث صحیح ہے تو یہ کیا قصہ ہے ارشاد ہوا کہ حدیث صحیح ہے جاؤ اعمال سے قطع نظر کر کے آج صرف بوڑھاپے پر رحم کر کے بخشش کیے دیتے ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

دلم امید بد وقت ایں امید　　کہ حق شرم دارد زموئے سفید[1]

اور ایک حکایت ہے ایک نوجوان کی اگر ظاہر نظر سے دیکھا جاوے تو ایک مسخرہ پن سا معلوم ہوتا ہے مگر واقع میں منشا اس کا خشیت تھا اس شخص کو اپنے اعمال بد کی وجہ سے خوف تھا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے ایک دوست کو وصیت کی کہ غسل کے بعد میری داڑھی پر تھوڑا سا آٹا مل دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا اس نے بیان کیا کہ نکرین نے حق تعالیٰ کے حکم سے یہ سوال بھی کیا کہ ایسی وصیت کی کیا وجہ تھی عرض کیا کوئی نیک عمل میرے پاس نہ تھا مجھ کو خوف ہوا اور یہ حدیث میں نے علماء سے سنی تھی کہ ان اللہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم اللہ تعالیٰ بوڑھے مسلمان سے حیا کرتے ہیں میں بوڑھا بھی نہ تھا اور بوڑھا بننا اختیاری بھی نہ تھا اس لئے میں نے وصیت کی تھی کہ میری داڑھی کو آٹا مل دینا تاکہ بوڑھوں کی ساتھ تشبہ تو ہو جائے اور یہ اختیاری تھا حکم ہوا کہ جاؤ اسی وجہ سے بخشش کی جاتی ہے یہ ہی عمل تمہارا پسند آیا دیکھیے رحمت حق بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

من نکردم خلق تا سودے کنم　　بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کیا نعوذ باللہ وہ جھوٹ ہو سکتا ہے۔ فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانہ سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ بخاری کے شیخ تھے تو بڑے شخص مگر حدیث دانی　　حدیث خوانی حدیث رانی سب ختم ہو گئی اگر بخشے گئے تو داڑھی کے سفید ہونے پر اور نجات تو چھوٹی بات پر بھی ہو جاتی مگر چھوٹی بات پر مواخذہ نہیں ہوتا

[1] مجھ کو اس وقت بڑا امید رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ بوڑھے ... کا لحاظ فرماتے ہیں ۱۲ [2] میں نے اپنے کسی نفع کے لئے مخلوق کو پیدا نہیں کیا۔ بلکہ بندوں پر بخشش اور کرم کرنے کیلئے پیدا کیا ہے ۱۲

یہ بالکل غلط مشہور ہے کہ مواخذہ بھی چھوٹی بات پر ہو جاتا ہے مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی کو چھوٹی خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے جیسے ایک رئیس خاں صاحب تھے انھوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ، حضرت وہ چھوٹی چھوٹی باتیں کونسی ہیں جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے حضرت نے فرمایا کہ، چھوٹی چھوٹی باتوں سے اینٹھنے والوں کا نکاح ٹوٹ جاتا ہوگا عرض کیا کہ حضرت یہ کفر شرک کی باتیں فرمایا کہ خاں صاحب یہ کفر و شرک تو چھوٹی باتیں ہیں اور ان سے بڑی کونسی ہوگی۔ بس ایسی طرح اگر کوئی بڑی کو چھوٹی سمجھے تو اس کا کیا علاج ایک بزرگ بہت بھولے تھے ایک باورچی بہت منہ چڑھا تھا اور مولوی صاحب اس کے معتقد تھے فرمایا کرتے تھے کہ اس میں سب محاسن ہیں صرف ایک ذرا سی کسر ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اب بتلایئے اتنی بڑی کسر کو مولوی صاحب ذرا سی کسر بتاتے ہیں۔

ملفوظ ۸۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں میں بھی اختلاف تھا مگر نفسانیت سے نہ ہوتا تھا مولوی تراب صاحب جنھوں نے قاضی مبارک وغیرہ پر حاشیہ بھی لکھا ہے مفتی سعد اللہ صاحب سے انکی ملاقات ہوئی مولود پر پہلے سے گفتگو ہوا کرتی تھی مولوی تراب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ابھی تک تمہارا انکار چلا ہی جاتا ہے۔ مولوی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ اور ابھی تک تمہارا اصرار چلا ہی جاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مولوی صاحب ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سوائے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کا اور کوئی داعی نہیں مولوی سعد اللہ صاحب نے کہا کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ سوائے متابعت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احتیاط کا اور کوئی داعی نہیں مولوی تراب صاحب نے کہا کہ الحمد للہ آپ اور ہم دونوں انشاء اللہ ناجی ہیں ہم محبت کی وجہ سے اور تم متابعت کی وجہ سے مناظرہ ختم ہوا ضد کی نہ تھی۔

ملفوظ ۹۰:- ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں اپنے مذاق کا اخفاء کرتا تو آج بہت خوش اخلاق مشہور رہتا یہاں پر تو بیانگ دہل بتلا دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس یہ کچھ ہے اگر اس سے زائد کی ضرورت ہو تو کہیں اور جاؤ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر بزرگ بننا ہے یا ولی بننا ہے یا قطب بننا اور غوث بننا ہے تو کہیں اور جاؤ اور اگر انسان بننا ہے تو یہاں آؤ اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ اور ولی قطب اور غوث بننا تو آسان ہے مگر انسان بننا مشکل ہے۔

ملفوظ ۹۱:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ چونکہ فلاں صاحب امداد السلوک کو نہیں سمجھتے اس لئے قصد السبیل کو اس کے معارض سمجھیں گے پھر تعارض

سمجھنے کے بعد دو ہی صورتیں ہونگی یا تو امداد السلوک سے غیر معتقد ہونگے یا قصد السبیل سے غیر معتقد اس سمجھنے پر بر بنظیر بتلادی کہ فلاں مولوی صاحب ندوی نے قصد السبیل کو دیکھکر لکھا ہوا کہ یہ فن بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے یہ صریح دلیل ہے نہ سمجھنے کی۔۔

ملفوظ ۹۲:- ایک صاحب نے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آج کل دعوی نہیں کرتا وہاں رہا ہوا نظر آتا ہے لوگ اسی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اگر وہ بھی زبان کھولے اور قلم ہاتھ میں لے تب حقیقت معلوم ہو چنانچہ پھر آئے دن عنایت فرمائی عنائتیں ہوتی رہتی ہیں وجہ یہی ہے جو میں نے عرض کی یعنی میری خاموشی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا تھا کہ جو شخص تم سے بیعت ہے سب رطب و یابس اس کے حوالہ کر کے الگ ہو جاؤ بڑی ہی پاکیزہ تعلیم ہے اس کی بدولت بڑے بکھیڑوں سے نجات مل گئی ۔

ملفوظ ۹۳:- خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مولوی صاحب یہ فرماتے تھے کہ مجھ میں کبر کا مرض بہت زیادہ تھا مگر خانقاہ کے زمانہ قیام میں وہ کبر جاتا رہا اور یہ معلوم ہوا کہ میں کچھ نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ آپ کے اس کہنے پر مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آیا ایک شخص نے مولانا کے علم کی تعریف کی مولانا نے فرمایا میرا کیا خاک علم ہے اس نے کہا آپ تو تواضع سے فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ کلمہ تو تکبر کا ہے تواضع کا کلمہ نہیں یہ بات وہ کہہ سکتا ہے کہ جس کو دور تک علوم پر نظر ہو اس کو دیکھکر یہی کہیگا تو یہ کلمہ تواضع کا کہاں ہوا اس میں تو علم کثیر کا دعوی ہوا۔ پھر فرمایا کہ بڑے ہی کام کی بات فرمائی اس لئے کہ بعض نفی بھی اثبات پر دلالت کرتی ہے ۔

ملفوظ ۹۴:- ایک مولوی صاحب نے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بدعت نہایت ہی مذموم چیز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک عجیب جواب دیا تھا اس شخص کو چھینک آئی بجائے الحمد للہ اس نے کہا السلام علیکم ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تجھے بھی سلام تیری ماں کو بھی سلام اس نے برا مانا پس مقصود تعلیم دینا تھا کہ بے محل شرعی سلام کرنا ایسا ہی برا ہے جیسا کہ تمہارے سلام کے جواب میں ماں کو شامل کر لینا بے محل ہونیکی وجہ سے برا سمجھا گیا اس میں بعض لوگوں نے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ماں کا ذکر اس لئے کیا کہ اس نے تجھے ایسی تعلیم کی یہ بطور طعن کے تھا یہ بہت بڑے جلیل القدر صحابی ہیں بڑے ہی متبع سنت تھے یہاں تک کہ سفر میں جہاں حضورؐ نے نماز پڑھی وہاں یہ بھی نماز پڑھتے تھے ۔

۱۵ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح

ملفوظ: (ملقب بہ فنا الفنا) ایک نووارد صاحب سے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے۔ عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں اور اصلاح کی غرض سے آیا ہوں فرمایا کہ ایک دن میں اصلاح۔ عرض کیا کہ تین دن ٹھہرونگا فرمایا تین ہی دن سہی اتنی مدت میں تو جسمانی مرض مزمن بھی نہیں جا سکتا اس وقت تو آنے کی غرض ملاقات ہی رکھیے یہ بھی ایک رسم ہے کہ اصلاح کے الفاظ ضرور کہے جائیں چاہے وقت ہو یا نہ ہو سو یہ وقت محض ملاقات کے لئے رکھیے اس میں آپ کے لئے بھی سہولت ہوگی اور میرے لئے بھی آپ عافیت سے رہیں گے اور مجھ کو بھی عافیت رہیگی یہ فرمایا کہ میرے جواب کے بعد بات صاف ہو جانا چاہئے آپ اپنی رائے پر قائم رہے یا نہیں مجھ کو معلوم ہونا چاہئے عرض کیا کہ ملاقات ہی کے لئے اس وقت کو طے کر لیا ہے مگر حضرت والا اللہ اللہ کرنے کیلئے کوئی طریقہ تجویز فرما دیں فرمایا یہ تو اس وقت آپنے ایسی بات کہی کہ پنچوں کا کہنا سر آنکھوں پر مگر پر نالہ اسی طرف کو اتریگا دوسرے طالبانہ درخواست نہیں کی مدعیانہ تجویز بھی خود ہی کر لیا کہ فلاں چیز کی تعلیم کر دو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مریض طبیب سے کہے کہ میرے لئے خمیرہ تجویز کر دیجئے طبیب کو تو حق ہے کہ وہ جو چاہے تجویز کرے مگر مریض کو حق نہیں تجویز کا اور آپ کو کوئی درخواست بھی نہ کرنا چاہئے تھی اس لئے کہ یہ وقت تو ملاقات کے لئے طے ہو چکا تھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر دق کا مریض طبیب سے یہ کہے کہ میرے لئے دودھ بھی تجویز کر دیجئے تو کیا اس کی یہ درخواست با اصول ہے یا بے اصول اور پھر کی یہ درخواست تو خط سے بھی پوری ہو سکتی تھی فضول آپ نے سفر کی صعوبت گوارا کی اور کرایہ صرف کیا اگر مختصر قیام ہو تو ملاقات ہی پر اکتفا کرنا چاہئے اور اگر مطول قیام ہو تو ایسی درخواست کا مضائقہ نہیں اب اس میرے جواب سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس درخواست سے آگے کوئی اور چیز بھی ہے ورنہ جہل میں ابتلا رہتا اور ظاہر میں تو یہ درخواست خیر معلوم ہوتی تھی مگر اس کی تہ میں یہ زہر اور مرض ہے کہ اگر میں اس درخواست کو پورا کر دیتا تو خود رائی کا مرض زیادہ قوت پکڑ جاتا اسی لئے میں نے کہا تھا کہ اتنی مدت میں تو مرض جسمانی مزمن بھی نہیں جا سکتا چہ جائیکہ مرض باطنی آخر اسی مرض باطنی کا ظہور ہو کر رہا تو کس مجھ کو

وہی کہتے ہیں لیکن اگر اس طرح نہ کروں تو اصلاح کس طرح ہو اگر کوئی طبیب مریض کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے کھود کرے تو آیا وہ طبیب شفیق کہلائیگا ہمدرد اور خیر خواہ کہلائیگا یا وہمی اور سخت اور ظالم کہلائیگا جب تک مریض یہ کہتا ہے کہ میں ملاقات کو آیا ہوں اسوقت تک تو خیر ہے اور جہاں اس نے کہا کہ علاج کی غرض سے آیا ہوں سوالات شروع ہو گئے بھوک کا کیا حال ہے پیاس کیسی ہے نیند آتی ہے یا نہیں یہی قاعدہ طریق اصلاح میں ہے کہ جب تک ملاقات کا نام ہے کچھ مطالبہ نہیں اور جہاں اصلاح کا نام لیا شروع ہو گئے طالب کے بعض حالات تو وہ ہیں کہ جو سوالات پر موقوف ہیں اور بعض باتیں مصلح خود مثل طبیب کے قرائن سے معلوم کر لیتا ہے مثلاً طالب میں طلب صادق ہے یا نہیں فہم اور عقل اس میں کیسے ہیں اگر طلب صادق ہے اور فہم ہے تو مناسبت ہو کر کام چل ہو جاتا ہے اور کوئی بے لطفی بھی جانبین کو پیش نہیں آتی اور اگر طالب ان اوصاف سے کورا ہے تو عدم مناسبت کی بنا پر نفع نہیں ہوتا بدفہمی کی وجہ سے گڑبڑ کرتا ہے اس سے مصلح کو تکدر ہوتا ہے اس کے تکدر سے مریض یعنی طالب کو تکدر ہوتا ہے اس لئے کام نہیں چلتا یہ طریق ہیں علاج کے مربی جس کے لئے جو اس کے حال کے مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا ہے اکثر جو طالب سے گڑبڑ ہوتی ہے وہ اضطرار سے یا بدفہمی سے یا قصد سے یا جہل سے نہیں ہوتی بلکہ اکثر سبب بے فکری اور غفلت سے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مصلح کو اس پر سخت ناگواری ہوتی ہے کہ اگر یہ چاہتا اور اہتمام کرتا تو اس کا انسداد اور ازالہ اس کے اختیار میں تھا اب اس بے فکری اور غفلت کے دور کرنے کے لئے طالب کے مزاج کے موافق مربی جو مناسب سمجھتا ہے تجویز کرتا ہے اور برتاؤ کرتا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جس میں کسی کو بھی مداخلت کرنا جائز نہیں جیسے طبیب جسمانی کی تجویز میں کسی کو حق مداخلت کا نہیں ہاں ایک حق ہے کہ اگر وہ مصلح یا اس کی تجویز پسند نہ ہو یا اس کو برداشت نہ کر سکے تو اس کا علاج چھوڑ دے اس سے تعلق قطع کر دے ورنہ تعلق رکھتے ہوئے اس راہ میں قدم رکھنے کیلئے پہلی شرط یہ ہے جس کو فرماتے ہیں۔ ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہا ست بجاں، شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی،

اس راہ میں بدون اپنے کو مٹائے اور فنا کئے کامیابی مشکل ہے مٹانے سے مراد یہ ہے کہ اپنے کو کسی کے سپرد کر دے اور اپنے تمام خیالات اور راؤں کو اس کی تجویز کے سامنے فنا کر دے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

؎ لیلیٰ کے منزل کی راہ میں جان کو تو بہت سے خطرات تو ہیں ہی۔ مگر اول شرط یہ ہے کہ مجنون بنو۔

قال را بگذار مرد حال شو ، پیش مرد کاملے پامال شو ،

اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کامیابی مشکل ہے جب مربی کی ہر تنبیہ اور اس کی روک ٹوک پر تیرے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے تو آپا کس بونے پر تھا اور اس راہ میں قدم ہی کیوں رکھا تھا مولانا فرماتے ہیں ۔ ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق ، تو جز نامے چہ میدانی ز عشق ،
چوں نداری طاقت سوزن زدن ، پس تو از شیر ژیاں کم دم بزن ،
در بہر زخمے تو پر کینہ شوی ، پس کجا بے صیقل آئینہ شوی ،

ملفوظ ۱۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن چیزوں کی تحصیل تکمیل کا حکم ہے وہ مامور بہ ہیں اور اختیاری ہیں اور جو اختیاری نہیں وہ مامور بہ نہیں نہ وہ مقصود فی الدین ہیں مگر جن چیزوں کی تکمیل کا امر ہے دعویٰ ان کی تکمیل کا بھی کوئی نہیں کر سکتا اور نہ ناز کر سکتا ہے کہ میری نجات کا مدار میرے اعمال پر ہے نجات کا مدار فضل خداوندی پر ہے واقعی اپنے اعمال کی بدولت کون جنت کو پا سکتا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لن یدخل الجنۃ احد بعملہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ولا انت یا رسول اللہ کہ یا رسول اللہ آپ بھی اپنے عمل کیوجہ سے جنت میں داخل نہ ہونگے حضورؐ نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ یعنی نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں چھپا لے اب کس کا منہ ہے اور کس شمار میں ہے بس معلوم ہو گیا کہ ایسے خیالات ہی میں نہ پڑے اپنے کام میں لگنا چاہیئے اور یہ لگنا ساری عمر کیلئے ہے بس اسی میں اپنی عمر کو ختم کر دے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ۔ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش ، تادم آخر دمے فارغ مباش ،

وہ تو ہماری اور ہے وہاں تو ان نقائص ہی پر سب کچھ عطا ہو گا وہ کاملین ہی کے خریدار تھوڑا ہی ہیں وہ تو ناقصین کو بھی قبول فرمانے والے ہیں اس لئے کہ جو کچھ عطا ہو گا اس کے مقابلہ میں ان ہمارے اعمال کی کچھ بھی حقیقت نہ ہو گی گو وہ قاعدہ سے کامل ہی ہوں جو کچھ

عہ قال کو چھوڑ کر حال پیدا کرو اور کسی کامل کے آگے اپنے کو فنا کر دو ۱۲ عہ تو ایک ہی چوکے ہی کیوجہ سے عشق سے بھاگنے لگے ۔ تو معلوم ہوا کہ تم نام ہی کے عاشق تھے جب سوئی چبھنے کی برداشت نہیں ہے تو شیر کی تصویر بدن پر گدوانے کا خیال ہی چھوڑ دو ۔ اگر ہر چوکے پر تم کو ناگواری ہو گی ۔ تو بے صیقل کے آئینہ کیسے ہو گے ۱۲ عہ میں نے اپنے کسی نفع کیلئے مخلوق کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندوں پر بخشش اور کرم کرنے کیلئے پیدا کیا ہے ۔ ۱۲

ہو گا فضل اور رحمت سے ہو گا وہاں ضابطہ کے کھوٹے کھرے کو نہ دیکھا جائیگا بلکہ طلب اور خلوص کو دیکھیں گے مولانا فرماتے ہیں ۔ ؎

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ، کہ بیک گل می خری گلزار را ،

اس لئے مایوس نہ ہو جیسے ٹوٹے پھوٹے کی توفیق ہو کام میں لگے رہو انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ عطا فرما دے گا ۔

ملفوظ ۹۰: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکماء انسان کو عالم صغیر کہتے ہیں اور صوفیہ عالم کبیر کہتے ہیں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس جس میں تصریح ہے انسان کے صغیر ہونے کی اور اس صورت میں حکماء اور صوفیہ کے کلام میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور حکماء کی تائید کلام پاک سے ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تعارض کچھ نہیں اس لئے کہ انسان میں دو درجہ ہیں ایک کے اعتبار سے حکماء کا قول صحیح ہے اور ایک اعتبار سے صوفیہ کا قول صحیح ہے یعنی مادہ کے اعتبار سے تو انسان عالم صغیر ہے جیسا لفظ خلق اس پر دال ہے اور روح کے اعتبار سے عالم کبیر ہے اور اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ کے اکثر دقائق لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے اس لئے ان کے اقوال کو بظاہر دلائل کے معارض سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت ہوتی ہے مثلاً اسوقت میں نے ہی حکماء اور صوفیہ کے اقوال کو بیان کیا بتلایئے ان میں کیا تعارض ہے ۔

ملفوظ ۹۱: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو جاہل صوفیوں کے اقوال ہیں ۔ ان کو کیا خبر کہ حقیقت طریقت شریعت کیا ہیں اصطلاح میں احکام ظاہرہ کو شریعت کہتے ہیں اور باطن کو طریقت اور اصل ایک ہی چیز ہے اس کے یہ دو درجے ہیں اور بدون ان دونوں کے جمع ہونے اور عمل کئے انسان کی نجات نہیں باقی حقیقت وہ اسی مجموعہ پر مرتب ہے اس لئے اگر اس کے موافق ہے تو مقبول ورنہ وہ حقیقت ہی نہیں جس کو شریعت رد کرے بلکہ بد دینی ہے ایسے ہی بد دینوں اور جاہلوں نے اس فن کو بدنام کیا ہے اسکی ایک مثال بیان کرتا ہوں مثلاً یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر شے کے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہیں مگر نظام عالم قائم رکھنے کیلئے اشیاء پر ہمارا نام رکھ دیا ہے ورنہ حقیقت میں بندوں کے اموال اور نفس اور عزت اور آبرو سب کے مالک وہی ہیں ۔ غرض اس حقیقت کی حکمت کیلئے ان کی نسبت ہماری طرف فرمادی تاکہ گڑبڑ نہ ہو اور نظام عالم قائم رہے اور یہ نسبت شریعت ہے

؎ ایسا بازار کس کو ملتا ہے ۔ جہاں ایک پھول کے بدلے میں پورا باغ ملتا ہو ۱۲ - ؎

پس اگر شریعت نہ ہو تو تمام عالم میں فساد برپا ہو جائے ہر شئے پر تجاول (آپس میں جھگڑا) وتقابل (آپس میں لڑائی) برپا رہے شریعت مقدسہ ہی نے بڑے بڑے مفاسد کو روک رکھا ہے اسی مضمون کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص عنوان سے بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔ ؎

سرِ نہاں است اندر زیر و بم ؛ فاش اگر گویم جہاں برہم زنم ؛

حضرت حاجی صاحب نے یہی تفسیر فرمائی ہے کہ سرِ نہاں توحید کشفی ہے اور فاش گفتن اظہار ہے جہاں برہم زدن مفاسد کا ترتب ہے اور زنم میں اسناد الی السبب ہے پس اس نسبت کے حقوق اور اس کے احکام شریعت ہی نے بیان بھی فرمائے ہیں اور جو درجہ اس نسبت کا ہے وہ بھی ایک حقیقت ہے جو حقیقت متعارفہ کی ساتھ جمع ہو سکتی ہے پس دونوں حقیقتوں میں کچھ تعارض نہیں پس صحیح حقیقت ان دونوں کا مجموعہ ہے وہ جس کو جاہل صوفی بیان کرتے ہیں کہ وہ تو واقع میں حقیقت نہیں صرف جزو حقیقت ہے غرض حقیقت وہ ہے جس کو خود شریعت نے بیان کیا ہے اور جس کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ حقیقت مزعومہ ہے حقیقت واقعیہ نہیں میرا ایک واعظ ہے الظاہر اس کا نام ہے اس میں اس کے متعلق پوری بحث ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

ملفوظ ۵۵۵:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ روزمرہ کے معاملات میں لوگ ادھوری بات کرتے ہیں جس سے دوسرے کو پریشانی ہوتی ہے تکلیف ہوتی ہے ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہیئے گویا یہ کل سلوک ہے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے آج کل لوگوں نے وظائف اور اوراد کو اصل سمجھ کر معاشرت کے تمام احکام سے نظر ہٹا لی جو سخت دھوکہ ہے اور اشد غلطی ہے۔ بات ہمیشہ پوری کہنا چاہیئے پوری بات کرنے سے کبھی پریشانی نہیں ہوتی میں تو رات دن اسی ہی کی تعلیم کرتا ہوں۔ ایک صاحب یہاں پر تشریف لائے تھے پہلا موقع تھا مجھ کو اجنبی شخص کے خدمت کرنے سے بجائے راحت کے گرانی اور کلفت ہوتی ہے میں مکان کے ارادہ سے چلا انہوں نے دوڑ کر جوتے کا جوڑا میرے ہاتھ میں سے لینا چاہا میں نے انکار کیا اس پر اصرار کیا سخت پریشانی ہوئی میں نے کہا کہ اپنا جی چاہا کرتے ہو تو کر لو جوتہ لئے کھڑے رہو میں ننگے پیر چلا جاؤنگا لوگ اس طرح پر ایذائیں پہونچاتے ہیں کچھ نہیں محض تمرد اور سرکشی ہے اطاعت کا مادہ ہی لوگوں میں نہیں رہا کہاں تک اصلاح کیجائے۔

ملفوظ ۵۵۶:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی عمل کے صدور کو اپنا کمال نہ سمجھے بلکہ حق تعالیٰ کی عطاء سمجھنا چاہیئے اپنا کمال سمجھنے میں قلب میں دعویٰ استحقاق کا پیدا ہو جائے گا اور یہ سخت مضر ہے اپنے کو ناقص ہی سمجھے، اور اپنا کوئی استحقاق نہ سمجھے اسی میں خیر ہے ہاں باوجود ناقص سمجھنے کے ان کے فضل کا امیدوار رہے فضل کسی کمال پر موقوف نہیں۔

ملفوظ:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو غیر اختیاری بلائیں انسان پر آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر صبر کی بھی توفیق دیدیتے ہیں اور بلاؤں کے اور مصائب کے آنے میں بڑی حکمتیں ہوتی ہیں ایک رحمت یہ ہے کہ بلائیں جو آتی ہیں وہ بھی بتدریج یہ بھی حکمت سے خالی نہیں کہ ان کا تحمل ہو جائے پھر اس سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

۱۵ / شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

بوقت صبح ۸ / بجے یوم چہارشنبہ

ملفوظ:- فرمایا کہ ایک بات کہنا چاہتا تھا کہ اس میں ایک سبق ہے مگر بھول جاتا تھا وہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک محلہ ہے اسمیں جولاہے آباد ہیں اور بچپن میں ہم لوگ بھی اس میں رہ چکے ہیں غریب لوگ ہیں بیچاروں کو ہم سے محبت ہے بچپن کے زمانہ میں ہم ان کے گھروں میں اکثر جاتے تھے وہ محبت ابتک چلی جاتی ہے اس محلہ میں ایک مسجد ہے اس مسجد میں کچھ مرمت کی ضرورت تھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کبھی ایسی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مجھ کو اطلاع کر دیتے ہیں میں بقدر گنجائش امداد کر دیتا ہوں لہذا اب کی مرتبہ بھی اس مسجد کے ہتمم نے کہ وہ بھی جولاہہ ہی ہیں بذریعہ پرچہ اطلاع دی کہ دس روپیہ کی ضرورت ہے میں نے آٹھ روپیہ بھیجے اور اس پرچہ پر لکھدیا کہ بقیہ کا کوئی اور انتظام کر لو اس نے اس میں سات روپیہ رکھ لئے اور ایک روپیہ واپس کر دیا کہ اسوقت سات ہی کی ضرورت تھی بقیہ کا انتظام ہو گیا مجھ کو بڑی ہی حیرت ہوئی اس لئے کہ آج کل مدارس اور انجمنوں میں بھی اس کا خیال نہیں جو اس غریب کو ہوا باوجود اس کے کہ وہاں پر منتظمین اور مہتمم اہل علم اور علماء ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان مدارس اور انجمنوں میں یہ ہوتا ہے کہ جو آگیا سب داخل خزانہ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا اگر یہ رقم کسی مدرسہ یا انجمن میں جاتی تو قیامت تک واپس نہ ہوتی اب اس شخص کی اس خوش فہمی سے اسقدر اطمینان ہو گیا کہ کبھی اس طرف سے خلاف واقع کوئی بات نہ کہی جاویگی اور نہ بلا ضرورت رقم لیجائیگی کیسی پیاری بات ہے ایک جاہل بے لکھے پڑھے نے لکھوں پڑھوں کی آنکھیں نیچی کر دیں اس لئے کہ یہ باتیں تو آج کل اکثر علماء میں بھی نہیں میرا تو اس بات سے بےحد جی خوش ہوا اگر مسلمان ان باتوں کا خیال رکھیں تو کوئی بھی کام خیر بند نہ ہو۔

ملفوظ ۱۵۰ ایک چھوٹی بچی کی ذہانت کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ ایسی لڑکی کو عالم بنایا جائے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پہلے بھی عورتیں اہل علم گذری ہیں فرمایا کہ بڑی بڑی عالم گذری ہیں گو اکثر کو مردوں کی برابر تفقہ حاصل نہیں ہوتا کچھ کمی سی رہتی ہے مگر گذری ہیں اہل علم ، احقر جامع نے عرض کیا کہ ایک عورت نے پنجاب میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا ۔ فرمایا کہ پہلے بھی ایسی عورتیں گذری ہیں مامون رشید کے زمانہ میں ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس سے کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا نبی بعدی اس نے جواب دیا لا نبی بعدی ہی تو فرماتے ہیں لا نبیۃ بعدی تو نہیں فرمایا میں نبی تھوڑا ہی ہوں میں تو نبیہ ہوں ۔ شرارت ہے کچھ بھی نہیں ۔ اسی طرح مامون رشید ہی کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا مامون رشید نے بلا کر پوچھا کہ نبی ہونے کا تو دعویٰ کیا ہے مگر یہ تبلاؤ کہ کون سے نبی ہو کہا کہ موسیٰ مامون رشید نے کہا کہ انھوں نے تو عصا کا معجزہ دکھایا تھا تم بھی دکھاؤ اس نے جواب دیا کہ فرعون کے مقابلہ میں ایسا ہوا تھا اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا آپ نے معجزہ دکھایا اگر تم بھی خدائی کا دعویٰ کرو تو میں بھی معجزہ دکھاؤں لوگ بھی بڑے شریر ہوتے ہیں بعد میں مامون رشید کو معلوم ہوا کہ حاجتمند ہے اس کی حاجت پوری کر کے اس سے توبہ کرادی فرمایا کہ مامون رشید کے مخاطبت میں لوگوں میں آزادی بہت تھی باوجود اس کے کہ نہایت جاہ وجلال کا بادشاہ تھا مگر تھا نہایت حلیم اسی وجہ سے لوگ ایسی بیباکیاں کرتے تھے اور مامون رشید کا ایک اور قصہ ہے ایک شخص اسکے پاس آیا اور سوال کیا کہ میں حج کو جارہا ہوں خرچ کی ضرورت ہے ۔ مامون رشید نے کہا کہ اگر خرچ تمہارے پاس ہے تو مانگتے کیوں ہو اور اگر نہیں ہے تو حج ہی فرض نہیں پھر کیوں سوال کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں آپ کے پاس جو آیا ہوں بادشاہ سمجھ کر آیا ہوں مفتی سمجھ کر نہیں آیا ۔۔ اس کام کیلئے شہر میں بہت علماء اور مفتی موجود ہیں اگر فتویٰ کی مجھ کو ضرورت ہوگی تو ان سے استفتا کرونگا آپ زیادہ فتوی نہ بگھاریئے آپ مفتی نہیں اگر خرچ دینا ہے دیدیجئے ورنہ صاف انکار کر دیجئے اس پر مامون رشید ہنس پڑا اور کافی خرچ حج کیلئے دیا ۔ فرمایا کہ مامون رشید کے حلم کی یہ حالت تھی کہ غلام تک دبا لیتے تھے مگر افسوس کہ تھا معتزلی معتزلہ نے بہکا بہکا کر اس کو خراب کیا تھا اس قسم کے علماء ہر زمانہ میں ہوئے ہیں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ معتزلیوں کا عقیدہ کیا ہے فرمایا ایسا ہی عقیدہ ہے جیسے آج کل کے نیچریوں کا عقیدہ ہے کہ جو بات عقل میں آ گئی اس کو مان لیا نہ آئی انکار کر دیا یہ انگریزی کے نیچری ہیں اور معتزلی عربی کے نیچری تھے جیسے آج کل بھی بعضے عربی کے نیچری پیدا ہوئے ہیں ۔

پہلے معتزلی اپنے کو معتزلی نہ کہتے تھے اس لئے کہ یہ اہل حق علماء کا طریق خدمت سے خطاب دیا ہوا ہے اس لئے معتزلی پہلے اپنے کو عدلی اور اہل توحید کہتے تھے۔

یہ معتزلی لقب ایسا ہے جیسے رافضی مگر اپنے کو رافضی نہیں کہتا نہ لکھتا ہے مگر ایک نیچری کی کتاب پر میں نے لکھا دیکھا ہے کہ اپنے نام کے ساتھ معتزلی لکھا تھا اس نے یہ لکھ کر اپنی بیوقوفی اور حماقت کا اظہار کیا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہارون رشید بادشاہ کی حالت کیا تھی فرمایا کہ وہ دیندار شخص تھا اس کی ایسی حالت نہ تھی۔

ملفوظ ۱۰۳ ایک صاحب نے اپنی عزیزہ کے جلنے جانیکی اطلاع حضرت والا کو کی حضرت والا نے سن کر افسوس آمیز لہجہ میں ان کی تسلی کی اور دعاء عافیت فرمائی اور فرمایا کہ یہ خرابیاں اس کی ہیں عورتوں میں احتیاط بالکل نہیں ہوتی بڑی ہی بداحتیاطی ہوتی ہے پانی پت میں ایک لڑکی اسی بداحتیاطی کی بدولت جل کر ختم ہو گئی فرمایا کہ میں نے تو آج تک آگ سے سینکا تک نہیں اگر زیادہ سردی معلوم ہوئی کپڑے زیادہ پہن لئے یہ سینکنا بھی خطرہ سے خالی نہیں اور یہ عورتیں تو ایسا غضب کرتی ہیں کہ انگیٹھی میں آگ بھر کر چارپائی کے نیچے رکھ لیتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بان لٹکا ہوا ہے اس کے ذریعہ سے آگ چارپائی تک پہونچ گئی۔ یا زیادہ تپ جانے سے خود آگ لگ گئی بڑے ہی خطرہ کی بات ہے آدمی کو اپنی طرف سے تو احتیاط کرنا چاہئے باوجود احتیاط کے اگر پھر بھی کوئی حادثہ پیش آجائے تو مجبوری ہے ارمان تو نہ ہوگا اور اپنی بداحتیاطی کی وجہ سے جو حادثہ آتا ہے اس میں ارمان ہوتا ہے کہ اگر ایسا کرتے تو محفوظ رہ سکتے۔

جلد دوم قسط چہارم تمام شد

قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی کے سینکڑوں مسائل کا حکیمانہ حل

ملفوظات حکیم الامت

یعنی

جلد دوم

قسطِ پنجم

الافاضات الیومیہ

من

الافادات القومیہ

مسلسل ترتیب کی قسط

مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

باہتمام: نسیم احمد

ناشر

ادارۂ فکر اسلامی دیوبند یوپی

۲۴۷۵۵۴

نام کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ملفوظات حکیم الامت جلد ۲ قسط ۵
باہتمام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نسیم احمد بن شمس الحسن صاحب مرحوم
سن طباعت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۹۸۶ء ۔ ۱۴۰۶ھ
طباعت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محبوب پریس دیوبند
کتابت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انظر الحسن بھاگلپوری
قیمت فی قسط ۱۰/۔ روپے

فہرست مضامین

۱۶ ر شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۱۔ ایک نووارد مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت نماز عید میں اگر واجب ترک ہو جائے اتنا ہی کہنے پائے تھے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ میں نے پہچانا نہیں کون صاحب ہیں عرض کیا کہ میں فلاں ہوں اور صبح حاضر ہوا ہوں فرمایا کہ مجھے مسائل جزئیہ یاد نہیں ہیں خود اپنی ضرورت کے وقت دوسرے علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتا ہوں دوسرے یہ فقہ کے مسائل کی تحقیق کی جگہ نہیں یہ ایک مستقل کام ہے اور الحمد للہ دیوبند اور سہارنپور میں بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے اور کیا آپ کے آنے کا مقصد ان مسائل کی تحقیق ہے عرض کیا کہ ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں فرمایا پھر یہ زیادتی کیوں کی ہر شئی کا محل اور موقع ہوتا ہے میں اپنی حالت سے آپ کو مطلع کئے دیتا ہوں کبھی آپ دھوکے میں نہ رہیں وہ یہ کہ میں ایک طالب علم ہوں اور تھوڑا سا جو کچھ پہلے ٹوٹا پھوٹا پڑھا تھا اب وہ بھی بھول گیا اور اس کام کے کرنے والے ماشاء اللہ بہت ہیں پھر یہ کیا سارے مقاصد کی تحقیق کے لئے میں ہی ہوں اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ آپ لوہار کے پاس جا کر کہیں کہ پازیب اور چھاگل بنا دے وہ کہے گا کہ میں اس خدمت سے قاصر ہوں معذور ہوں ہاں کھرپا پھاوڑا کوئی چاہے تو کوٹ پیٹ کر بنا دوں اسی طرح مسائل فقہیہ کی تحقیق میرا کام نہیں جہاں یہ کام ہوتا ہو وہاں جاؤ اگر خاموش بیٹھنے کی برداشت نہیں ہو سکتی تو خود بیٹھنے ہی کی کیا ضرورت ہے بس بیٹھے بیٹھے جوش اٹھتا ہے کہ لاؤ بیکار بیٹھے، مسائل ہی پوچھ لیں بیکار سے تو اچھا ہے آپ نے مجلس کی یہ قدر کی میں پوچھتا ہوں کہ دیوانی کے حاکم کے یہاں کوئی فوجداری کا مقدمہ لیجاوے یہ بے جوڑ بات ہے یا نہیں خدا معلوم لوگوں کا فہم کہاں گیا اور فہم تو بدنام ہی بدنام ہے اصل چیز وہی بے فکری ہے اگر فکر ہوتی تو پہلے مجھ سے دریافت کر لیتے کہ میں فلاں شخص ہوں صبح آیا ہوں مجھ کو ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے اجازت چاہتا ہوں مگر کچھ نہیں جو جی میں آیا کہنا شروع کر دیا کوئی اصول ہی نہیں بولنے کے موقع پر خاموش اور خاموشی کے موقع پر بولنا اب میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں آپ کو بولنے کا بڑا شوق ہے اب دیکھتا ہوں کیسے بولنے والے ہیں وہ پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر میں اس کام سے فارغ ہوتا جو میں نے اپنے ذمہ لیا ہے تو کیا پڑھنے پڑھانے میں مشغلہ نہ رکھتا جب یہ مشغلہ نہیں تو سمجھ لیجئے

کہ میں فارغ نہیں پھر مشغول آدمی کو دوسرے شغل میں لگانا کیا یہ بے موقع نہیں اس کا جواب دیجئے اس پر وہ صاحب خاموش رہے فرمایا جواب دیجئے آپ کو تو بولنے بلانیکا مشغلہ پسند ہے اب وہ پسندیدگی کہاں گئی افسوس ہے کیوں آپ لوگ آکر خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور مجھ کو بھی پریشان کرتے ہیں میں اپنے اس طرز کے متعلق آپ سے کیا عرض کروں کچھ مختصر عرض کرتا ہوں پہلے جس زمانہ میں سفر کرتا تھا اس وقت کی خدمت میں اور اب جب سے سفر بند ہوا ہے اس وقت کی خدمت میں زمین آسمان کا فرق ہے الحمد للہ جب سے نکما ہو کر پڑ گیا ہوں اور اکثر اصلاح کے باب میں لوگوں سے لڑائی بھڑائی رہتی ہے میں تو کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہوں کہ لوگوں کو بیحد نفع ہے اس لئے میں خیر خواہی سے آپ سے کہتا ہوں کہ مجلس میں خاموش بیٹھے رہا کیجئے اس کا نفع اس وقت آپ کو محسوس نہ ہوگا مگر یہاں سے جانے کے بعد آپ محسوس کرینگے تب اس بولنے پر خاموشی کو ترجیح دیں گے ایک اور ضروری بات عرض کرتا ہوں کہ اگر یہاں قیام طویل ہو تب تو تعلیم کی درخواست کا مضائقہ نہیں اور اگر قصیر ہو تو صرف ملاقات اور مجلس میں بیٹھنے پر اکتفا کرنا چاہیئے یہ ضروری اصول ہیں اگر آپ کو یہ اصول معلوم نہ تھے تو یہ کیا مشکل ہے کہ آپ مجھ سے دریافت کر لیتے مگر نہیں دریافت کیا اس بے فکری کو خدا غارت کرے باستثناء قلیل قریب قریب سب ہی کو اس بلا میں ابتلا ہے یا تو اس طریق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور اگر اس طرف متوجہ ہوئے بھی تو یہ نہ بر سایا خوب کہا ہے۔

شعر
اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ، تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی ،

حضرت یہ راہ بڑی ہی نازک ہے قدم قدم پر غور اور فکر کی ضرورت ہے اس کی نزاکت پر ایک حکایت یاد آئی ایک مرید کو جو کسی شیخ کی خدمت میں رہتے تھے وسوسہ ہوا کہ دنیا میں بڑے بڑے مشائخ ہیں اوروں کو بھی چلکر دیکھنا چاہیئے شاید وہاں نفع زیادہ ہو شیخ کو اطلاع ہو گئی قرآن سے یا کشف سے کہ مرید کو دوسری طرف میلان ہے کہ دنیا میں دوسرے مشائخ بھی ہیں مگر شیخ نے ظاہر نہیں فرمایا اور دوسرے خاص لطیف عنوان سے فرمایا کہ بھائی بزرگوں نے سیاحت بھی کی ہے۔ فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا سے سنت بھی ہے اگر جی چاہے تم بھی سیاحت کر آؤ یہ مرید بہت خوش ہوا کہ یہ نام بھی نہ ہوا اور کام بھی ہو گیا سیاحت میں چلا جا کر دیکھا کہ سب جگہ از بس ہے مطلب یہ کہ اسے کچھ نظر نہیں آیا یہ ضروری نہیں کہ دوسری جگہ واقع میں بھی کچھ نہ تھا مگر خصوصیت استعداد سے مناسبت کے موقع کا اکثر تعب پر اس کا مصداق ہوتا ہے۔ شعر

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ف سو تم اس کے راستوں میں چلو ۱۲ ۔ حاشیہ بقیہ ۱۲۱ ر پر ملاحظہ ہو۔

شیخ کی خدمت میں واپس آ گئے دیکھکر فرمایا کہ ہو آئے جی بھر گیا ارمان نکل گیا اب تو گھٹنے توڑ کر بیٹھو گے تب مرید کو معلوم ہوا کہ شیخ کو میرے خیال پر اطلاع ہے دیکھئے کیسا سخت مرض تھا کیسا نازک علاج کیا۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں طلبہ کو ذکر و شغل نہیں بتلاتا اس لئے کہ تجربہ ہے کہ ایک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے تو شروع کرکے چھوڑنا پڑیگا شروع کرکے چھوڑنا یہ نہایت بے برکتی کا سبب ہے بخاری کی حدیث اس کی دلیل ہے حضور نے ارشاد فرمایا یا عبداللہ لاتکن مثل فلان کان یصلی بالليل فترک[1] اور جو نہ بھی چھوڑا تو اس میں کمی ہو گئی جو اہم ہے اور سلف کے جمع پر قیاس نہ کیا جاوے اس وقت ویسی قوت نہیں ہے البتہ علم سے فارغ ہو کر ذکر و شغل شروع کرے اور ایسے وقت شروع کرے کہ پھر کرتا ہی رہے چھوڑے نہیں کہ بے برکتی سے محفوظ رہے۔

ملفوظ:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کرنے والوں کی اور طلب صادق کی شان ہی جدا ہوتی ہے ایک سلطنت کے وزیر ایک بزرگ سے ملنے گئے بزرگ نے بادشاہ کا مزاج دریافت کیا وزیر نے عرض کیا کہ حضور بادشاہ کا مزاج تحقیق کرتے کرتے تو ساری عمر گذر گئی میں تو یہاں اپنا مزاج معلوم کرنے آیا تھا بزرگ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہاری دلجوئی کی غرض سے پوچھ لیا تھا دیکھئے وزیر میں طلب صادق تھی کیسی کام کی بات کہی۔ بعض لوگ زمانہ طاعون میں خطوط سے پوچھتے ہیں کہ طاعون وہاں تو نہیں میں یہ شعر لکھدیتا ہوں

؎ ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس[2]

ان فضولیات میں لوگ مبتلا ہیں جو وقت کا ضائع کرنا ہے دیکھئے اگر کوئی شخص طبیب کے پاس جاکر بجائے نسخہ لکھوانے کے طبیب سے پوچھے کہ تمہارے کس قدر اولاد ہے کس قدر جائداد ہے کس قدر آمدنی ہے یہ فضولیات ہیں یا نہیں کیوں اپنا اور اس کا وقت ضائع کیا جس غرض سے اور جو مقصود لیکر طبیب کے پاس گیا ہے اس کے متعلق پوچھ گچھ کرنا چاہئے حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی میرے استاذ ہیں قبلہ

بقیہ صفحہ گذشتہ کا حاشیہ۔ سے تمام جہان چھان ڈالے بہت محبوبوں سے محبت کرکے آزمایا۔ ہزاروں حسینوں کو دیکھا لیکن تم تو کچھ چیز ہی اور ہو جس کا بیان میں لانا ہی مشکل ہے) [1] اے عبداللہ اس شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو نماز پڑھا کرتا تھا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا - ۱۲ ب

[2] ہم نے سکندر و دارا کے قصے نہیں پڑھے - ہم سے محبت کی باتوں کے سوا - اور کچھ مت پوچھو ۱۲ ب

ہیں کہہ دیں مگر مجھے آج تک یہ معلوم نہیں کہ مولانا نے کس قدر۔ اولاد ہیں نہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریق ہے۔

ملفوظ:- ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ پہلے بذریعہ خط آنے کے متعلق دریافت کرلیں تاکہ میں یہ طے کرسکوں کہ کس سے آئے ہوتا کہ بعد میں کسی قسم کی بے لطفی بے مزگی نہ ہو یہاں آکر گڑبڑ کرتے ہیں سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے اس پر مجھ کو تغیر ہوتا ہے اور جب میں متنبہ کرتا ہوں تو مخاطب کو تکلیف ہوتی ہے پھر شکایت کرتے ہیں افسوس اس زمانہ میں اس طریق کے احکام بالکل مسدود بلکہ مفقود ہوگئے یہاں آکر وہ احکام کانوں میں پڑتے ہیں اس لئے وحشت ہوتی ہے اور مجھے متشدد کہتے ہیں حالانکہ میں اتنی رعایتیں اور سہولتیں کرتا ہوں کہ حقیقت شناسوں کو اس کی ضد کا شبہ ہو جاتا ہے چنانچہ خورجہ میں ایک بزرگ ولایتی ہیں میں ان سے ملا بھی ہوں میرے متعلق انکی یہ رائے ہے کہ ساری باتیں اچھی ہیں مگر مزاج میں مداہنت (ڈھیلاپن) ہے سو یہ شبہ تو کسی درجہ میں ہو سکتا ہے مگر لوگوں کی رائے میں طریق کا تھوڑا سا بھی حق ادا کرنا تشدد ہے اور میں تو اس طریق کا کیا حق ادا کرتا ذرا شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ آداب الشیخ والمرید دیکھنا چاہیئے کہ کیا کچھ لکھا ہے میرے یہاں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں جو انہوں نے مرید اور شیخ کے آداب اور طرز تعلیم کو لکھا ہے اور یہ راہ تو عشاق کے لئے ہے جس کی اول شرط وہ ہے جسکو فرماتے ہیں۔ ؎

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں   شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

یہ مطلب کے لئے شرائط ہونے پر ایک حکایت یاد آگئی ایک خاں صاحب کسی درویش کے پاس کیمیا سیکھنے گئے اور ان کو بہت پریشان کیا آخر انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے کہا کہ مولوی [illegible] شاہ صاحب جانتے ہیں اس خیال سے کہ مولوی صاحب ذہین ہیں خاں صاحب کا ان سے یہاں علاج ہو جائیگا خاں صاحب نے وہاں جاکر کہا کہ کیمیا بتلادو فرمایا نہیں بتلاتے [illegible] کیمیا [illegible] بتلادی جاتی ہے خدمتیں کرو کبھی مزاج درست ہوگا بتلا دیں گے۔

[illegible] شام کو [illegible] لاکر خانصاحب کے سامنے رکھوا دیا کہ کھا لیجئے [illegible] شاہ صاحب فرماتے تھے کہ اللہ اکبر اسی رستہ پر چلے جاتے

---

۱ [illegible] لیلیٰ کے [illegible] جان کو بہت خطرات ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ مجنوں ہو ۔۔

کیمیا سیکھنے ابھی تو اس کی یہ پہلی منزل ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ۔

خانصاحب کہتے ہیں کہ اگر کیمیا اس طرح پر حاصل ہوتی ہے تو لعنت ہے ایسی کیمیا پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بیشک قابل لعنت تو ہے ہی حضرت کیمیا کیسی ادنیٰ درجہ کی سی چیز ہے مگر بڑے بڑے شان والے ملگونٹ بندوں کے پیچھے پھرتے ہیں اور وہ منہ بھی نہیں لگاتے جس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کمال میں ایک استغنا ہوتا ہے وقار الامراء زیارت کرنے کے لئے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں گئے تھے مولانا نے ان کے نکلوا دینے کا حکم دیا کہ نکلو صاحبزادے نے کہا کہ وزیر ہیں فرمایا کہ ہوگا وزیر ہمیں ان سے کیا کچھ لینا ہے بہت سفارشوں کے بعد چند منٹ ٹھہرنے کی اجازت دی حکیم عبدالمجید خاں صاحب کے یہاں دہلی میں میں نے خود دیکھا ہے کہ بڑے بڑے رئیسوں کو جھڑک دیتے تھے اور وہ خاموش بھیگی بلی کی طرح سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے محض اپنی غرض سے کہ صحت جسمانی کیلئے جاتے تھے اور جہاں صحت نفس کیلئے جاتے ہیں وہاں انقیاد اور رضا کی کیسی حالت ہونا چاہئے ظاہر ہے ۔

ملفوظ ۱۰:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ لوگ یہاں سے رنجیدہ ہو کر جاتے ہیں میں نے کہا کہ رنج دیکر جاتے ہیں گالیاں میں نہیں دیتا مارتا میں نہیں لیتا کچھ نہیں مجھ کو ستاتے ہیں ظلم کرتے ہیں تعجب ہے کہ ظلم تو ظلم نہ ہو اور اظہار مظلومیت ظلم ہو حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما[۱] اس شکایت کے معنی تو یہ ہوئے کہ سب کا غلام بن جائے وہ کچھ کریں کچھ نہ کہا جائے تو اصلاح کی پھر کیا صورت ہو اور آنے ہی سے کیا حاصل ہوا ۔

ملفوظ ۱۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل جاہلین کی بدولت عوام کے عقائد بہت ہی خراب اور برباد ہو گئے خصوص تعویذ کے متعلق تو بہت ہی غلو ہو گیا ہے جس سے دین کا غلو معلوم ہوتا ہے ایک پہلوان نے بمبئی سے خط لکھا تھا کہ کشتی کے لئے ایک تعویذ دیدو تاکہ میں غالب رہا کروں میں نے لکھا کہ اگر دوسرا بھی ایسا ہی تعویذ لکھوا لائے پھر تعویذوں تعویذوں میں کشتی ہوگی اگر عوام کے عقائد کی یہی حالت رہی تو غالباً چند روز میں لوگوں کے ذہن میں نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی اس لئے کہ نکاح میں تو بکھیڑا ہے وقت صرف ہوتا

[۱] اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے مگر مظلوم کے ۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں ۱۲

ہے قسم قسم کی سعی اور کوشش میں تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں مال صرف ہوتا ہے پھر آنے والی کا نان ونفقہ غرض بڑے بکھیڑے ہیں یہ درخواست کیا کرتے ہیں کہ ایسا تعویذ دیدو کہ بدون عورت کے اولاد ہو جایا کرے بھلا کس طرح اولاد ہو جایا کریگی آدم علیہ السلام کی تو پسلی سے حضرت حوا پیدا ہو گئیں مگر پھر ایسا نہیں ہوا یہ اب چاہتے ہیں کہ خلاف معمول اولاد پیدا ہو جایا کرے اگر میں تعویذ پر پانچ روپیہ مقرر کردوں تو پھر کوئی ایک بھی تعویذ نہ مانگے غرض تعویذ کے متعلق عقیدے اچھے نہیں ۔

ملفوظ ۱۳۵۱ ایک صاحب کی فضول گوئی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ زیادہ نہ بولا کریں اور ایک تجویزیں زیادہ نہ کیا کریں اور تجویز تو بڑی چیز ہے میں تو کسی کو مشورہ بھی دینا نہیں چاہتا خواہ مخواہ دوسرے پر بار ہو رائے میں کیا ہے لاکھوں ہزاروں رائے بیان کردوں مثلاً رائے تو میری یہ ہے کہ مجھ کو سلطنت مل جائے پھر تمام انتظامات شریعت کے موافق کروں مگر کہیں توقع بھی ہے مل جائیگی فضول باتوں سے قلب پر بار ہوتا ہے ایسی باتوں سے آپ کو اجتناب رکھنا چاہیئے ۔

۱۶ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

ملفوظ آج صبح کی دس بجے والی گاڑی سے دو صاحب حاضر ہوئے بعد مصافحہ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا اور کس غرض سے عرض کیا کہ کلکتہ سے حاضری ہوئی اور بمبئی ہو کر حج کا ارادہ ہے اور یہاں پر حاضری کی غرض محض حضرت والا کی زیارت ہے دریافت فرمایا کہ یہ دوسرے صاحب کون ہیں عرض کیا کہ یہ میرے عزیز ہیں فرمایا آپ کبھی اس سے قبل مجھ سے ملے ہیں عرض کیا کہ یہاں پر ایک مرتبہ حاضر ہوا تھا فرمایا کہ بالکل یاد نہیں میرا حافظہ زیادہ قوی نہیں بعض لوگوں کا حافظہ غضب کا ہوتا ہے ایک عالم بزرگ حافظ محمد عظیم صاحب تھے پشاوری جو نابینا بھی تھے ان کے پوتے دیوبند میں اور دینیات سے فارغ ہو کر یہاں پر آئے تھے یہ معلوم ہو کر کہ ان کے پوتے ہیں بیحد جی خوش ہوا اس لئے کہ میں پہلے سے حافظ صاحب کا معتقد تھا ایک صوبہ دار تھے میرے ہم نام کانپور میں انہوں نے حافظ صاحب کے حافظہ کے متعلق مجھ سے بیان کیا کہ دس برس بعد بھی اگر

کوئی مصافحہ کرتا فوراً ہاتھ لگنے سے بتلا دیتے تھے کہ فلاں صاحب ہیں اور ان کا نابینا ہونا بھی عجیب ہی طرح پر ہوا تھا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی حضور نے فرمایا کہ کچھ مانگو عرض کیا کہ حضور ملیگا جو میں مانگوں گا فرمایا ہم اللہ سے دعا کریں گے عرض کیا کہ تمنا یہ ہے کہ اب آپکو دیکھا ہے اس کے بعد ان آنکھوں سے کسی کو نہ دیکھوں اگر دیکھوں تو آپ ہی کو دیکھوں صبح کو سوتے سے اٹھے تو نابینا تھے مگر اکثر حضور کی زیارت ہوتی رہتی تھی اپنی آنکھوں کو نثار کر دیا تھی بڑی ہمت کی بات ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صاحب کے پوتے جو یہاں پر آئے تھے کیا حضرت سے بیعت بھی ہو گئے ہیں فرمایا کہ بیعت ہی ہونے آئے تھے میں نے بیعت کر لیا۔

ملفوظ ۱۸۱ مطلب بدا صلاح الدرس) ایک صاحب نے اپنے صاحبزادے کی تعلیم کے متعلق حضرت والا سے مشورہ چاہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مدرس ہونے کا اہل ہو جائے تو اس کی کیا صورت اختیار کی جائے فرمایا کہ فنون کی کتابیں بھی پوری کرانا چاہیئے اگر اس میں کوتاہی رہی تو استعداد کامل پیدا نہ ہوگی عرض کیا کہ اس کا خیال یہ ہے کہ امسال دورہ ہو جائے اور اس کے بعد فنون کی کتابیں پوری کرلی جائیں گی فرمایا کہ تنہا دورہ یہ طرز تو اچھا معلوم نہیں ہوتا بلکہ کچھ اسباق فنون کے بھی ہو جائیں اور دورہ کا بھی سلسلہ رہے یہ اچھا ہے۔

عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ امسال فن ہی کی کتابیں پوری ہو جائیں فرمایا کہ اس کو بھی جی گوارا نہیں کرتا کہ حدیث بالکل ہی رہ جائے اگر دونوں ساتھ ساتھ رہیں یہ طریق اچھا معلوم ہوتا ہے اپنے بزرگوں کا ہمیشہ یہی طرز رہا ہے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث اور فن دونوں ساتھ ساتھ ہوں ان صاحب نے کچھ خاموش رہنے کے بعد پھر اسی مشورہ کا اعادہ کیا فرمایا کہ آپ ایک ہی بات کو کھرلی نہ کیجئے میری طبیعت الجھتی ہے آپ ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یہ برا ہے آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے اور اس طرز کو بالکل چھوڑ دیجئے اس سے دوسرے کا وقت فضول خراب ہوتا ہے آپ میرا وقت بھی فضول باتوں میں خراب کر رہے ہیں اور اپنا بھی ایک بات کے پیچھے پڑ جانا کون عقل کی بات ہے ایک بات شروع ہوئی جواب دیدیا گیا بات ختم ہوئی آپ ہیں کہ بار بار اسی کا اعادہ کر رہے ہیں آخر اس سے آپ کا مقصود کیا ہے کیا یہ بھی ایک کام رہ گیا ہے کر بیٹھے ہوئے کھرل کئے جائیں آپ کو دوسرے پر بار ہونے کا مطلق خیال نہیں اور یہ بھی آپ کی خاطر سے بتلا دیا ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں تین مرتبہ بتلا دیا۔

مشورہ دیدیا گیا دوسرے کو تو یہ بھی نہ بتلاتا کیونکہ آج کل کسی کو مشورہ دینا میرے مذاق کے خلاف ہے آپ ساری دنیا کے اقوال پیش کریں اور میں ان کے متعلق تحقیقات کروں یہ کس قدر تکلیف مالایطاق ہے اگر مجھ کو اس پڑھنے پڑھانے سے دلچسپی ہوتی تو اب بھی خدا کا فضل ہے کہ اگر کتاب لیکر بیٹھوں تو ٹوٹا پھوٹا پڑھا سکتا ہوں مگر پھر بھی چھوڑ دینا اس کی کافی دلیل ہے کہ دلچسپی نہیں رہی اس لئے ایسی کاوش سے گرانی ہوتی ہے۔

اور جس چیز سے دوسرے کو گرانی ہو اس سے احتیاط رکھنا چاہیئے دوسرے یہ تو میری قدرت میں نہیں کہ ساری دنیا کے اقوال کی توجیہ کیا کروں اور ہر ایک کے جدا جدا جوابات دیا کروں یہ تو ایک سلسلہ ہو جاویگا جو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتا تیسرے اس حالت میں مشورہ دینے کا حاصل یہ ہوگا کہ رائے میری اور قبضہ ان کا یعنی ناظمان مدرسہ کا اور اعتبار کی عمل فلاں صاحب کا یعنی طالب علم صاحب کا یہ جوڑ کیسے لگے کا پس اسلم یہی ہے چھوڑ دیئے ان جھگڑوں کو ہو رہیگا جو ہونا ہوگا آپ کس غم میں پڑے اساتذہ موجود ہیں اور صاحبزادے خود بھی رائے رکھتے ہیں جیسا مناسب ہوگا آپ کر لیں گے۔

پھر فرمایا کہ فلاں مدرسہ کے متعلق بہت عرصہ سے درس و تدریس کے بارے میں مختلف مشورے دے رہا ہوں مگر کوئی نہیں سنتا ان کے امتحان کے متعلق تو یہ جواب کہ بالکل ٹھیک بڑا عمل مدار خراب کیا جی چاہے مشورہ دینے کو جب تجربہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اہل مدارس وہی کرتے ہیں جو ان کے جی میں آتا ہے دماغ سوزی کرو ایک مفید بات بتلاؤ اور عمل اس پر نہ ہو یہ بھی میرا بتر تھا، وہ احسان تھا کہ میں نے آپ کو رائے بھی دیدی اور وہ بھی کئی بار ورنہ جس بات پر عمل کرنے کی امید نہ ہو اس کے متعلق کچھ کہنا وہ فضول اور عبث ہی ہوگا جس میں سوائے وقت بیکار کرنے کے اور کچھ نہیں اہل علم کا طبقہ اکثر لوگوں کو رسم پرست بتلاتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ علماء سب سے زیادہ رسم پرست ہیں کہ پرانے معمولات کو نہیں چھوڑتے گو ضرورت اور مصلحت واقعیہ کے خلاف ہی ہو۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں مدرسہ کے متعلق ایک مشورہ فرمایا تھا کہ فلاں فلاں کتابیں درس سے خارج کر دو مگر اس پر کسی نے بھی عمل نہیں کیا حالانکہ سب جان نثار ہی تھے مگر کچھ بھی حضرت کے مشورہ کی پروا نہ کی گئی تھی یہ قدر ہے بزرگوں کے مشوروں کی ان اہل مدارس کی عموماً یہ حالت ہے کہ جو دل میں ٹھان لی وہی کر رہے کسی کی نہیں سنتے چنانچہ میری رائے امتحان کے بارہ میں یہ ہے کہ امتحان تقریری ہونا چاہیئے تقریر میں بہت جلد قلعی کھل جاتی ہے اور اگر کسی مصلحت سے تحریری کا بھی ہو تو اس کی لطیف صورت یہ ہے

کہ طالب علم کو کتاب دیدی جائے اور اس کے شروح اور حواشی جو مانگے سب دیدیئے جائیں
اور کہدیا جائے کہ فلاں مقام حل کر کے لاؤ مگر کسی سے مدد مت لو کیونکہ مقصود تو یہ دیکھنا ہے
کہ کتاب جو پڑھی ہے اس کو سمجھا بھی گئے یہ دیکھنا نہیں کہ یہ کتاب کا حافظ بھی ہے یا نہیں اس
میں طلباء کو بھی سہولت اور امتحان کا مقصود بھی حاصل اور متعارف طریق میں تو پوری مصیبت ہے
چنانچہ میں جس زمانہ میں دیوبند پڑھتا تھا امتحان کی تیاری میں تمام تمام شب جاگتے گذر جاتی
نیند خراب تندرستی خراب جب تک ساری کتاب حفظ نہ ہوا امتحان دے ہی نہیں سکتے ان
تجارب کی بنا پر میں جس زمانہ میں کانپور رہتا تھا۔ امتحان کے متعلق نہایت سہل قواعد و ضوابط مقرر
کر دیئے تھے طلباء دعائیں دیا کرتے تھے اس سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل ہوتی ہے،
اب اپنا اختیار نہیں مشورہ ہی کیا تیر چلا دے گا چنانچہ مدارس میں جو آج کل امتحان کا طرز ہے
کہ ساری کتاب محفوظ ہو تب امتحان دے سکتے ہیں اس کے متعلق میں نے اہل مدارس کو رائے
دی مگر ایک نے بھی نہیں سنی ایک صاحب نے میرے یہ اصول سنکر مجھ سے کہا کہ انگریزی
مدارس میں بھی یہی دستور ہے میں نے کہا کہ انگریزوں نے ہمارے یہاں کی مفید باتیں
بعد تجربوں کے ہم ہی سے لی ہیں ایک طریقہ میں نے یہ جاری کیا تھا کہ ختم سال پر جہاں
سے کتاب چھوڑی ہے آئندہ شروع سال میں وہاں ہی سے اسباق شروع ہو جائیں اس میں
ایک دن کا بھی حرج واقع نہیں ہوتا جیسا جدید تعلیم میں ہوتا ہے کہ اسباق تجویز کئے جائیں
ان کے تعارضات رفع کئے جائیں بس ایسا ہوتا ہے کہ جیسے جمعرات کا سبق جہاں پر چھوڑا تھا
ہفتہ کے روز وہاں ہی سے شروع کرا دیا گیا ایک نفع اس میں یہ تھا کہ طلبہ منتشر نہ ہوتے
تھے سبق کے سلسلہ کی وجہ سے پھر ضرور آتے تھے اور اگر کوئی نیا طالب علم آ گیا تو اس کی جس
درجہ کی قابلیت ہوئی اس کو ان کتابوں میں شریک کر دیا جیسا وسط سال میں آنے والوں
کے ساتھ تو ایسا ہی معاملہ کیا جاتا تھا اور اس طرز میں عجلت بھی نہ پڑتی تھی کہ کسی طرح کتاب
ختم کراؤ چاہے طالب علم کمبخت سمجھے یا نہ سمجھے اور جس کتاب کو ختم نہ کر سکے بس وہ رہ گئی
اس کو چھوڑ دیتے ہیں یہ مفاسد ہیں اس رسم متعارف میں۔

اب تو یہ ہے کہ طالب علم اپنی ذہانت اور محنت سے کسی قابل ہو جاوے یا نہ ہو جاوے ورنہ
مدارس کی طرف سے نہ کوئی درس کے اصول ہیں نہ قواعد بہت ہی خراب حالت ہے بھلا یہ
لوگ جن سے ایک مدرسہ کا انتظام نہیں ہو سکتا سلطنت کا کیا انتظام کر سکتے ہیں۔

یہ تو ناظمین کی حالت ہے پھر آگے طلبا بھی آج کل ایسے ہی ہیں وہ بھی علوم کی طرف متوجہ نہیں
ضابطہ پوری کرتے ہیں بڑی معراج اس کو سمجھتے ہیں کہ ایک بڑا سا پگڑ بندھ جائے اور ایک

بڑا سا پرواز چھپا ہوا ملجائے بس ہو گئے مولوی مولانا پھر فرمایا کہ رسم پرستی کی وجہ سے یہ جمود ہے اور بیحد جمود ہے اور اگر ترقی کی طرف چلے تو خلافت میں شریک ہو گئے کانگریس میں شریک ہو گئے علوم میں ترقی نہیں کرتے جہل میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور اگر اسکو بھی ترقی کی تو پھر ان کی معراج ترقی جہل کی طرف ہوتی ہے وہاں پر پہونچ کر بھی بڑے بڑے القاب ملجاتے ہیں میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جو اہل اللہ کے پاس نہیں رہے ان کے قلوب حقیقت کے ادراک سے بالکل مردہ ہیں اور اس مردہ ہونے کے خاص آثار ہیں ایک اثر اسوقت بیان کرتا ہوں جن کا یہ واقعہ ہے میں ان کا نام نہیں بتاؤنگا مگر بہت بڑے عالم ہیں ان کا مقولہ عرض کرتا ہوں جس وقت حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کی حج کو تشریف لیگئے تو میرے متعلق یہ مشہور کیا گیا بعض حاسدوں کی طرف سے کہ اس نے یہاں میں نے حدیث شریف کا دورہ شروع کرا دیا ہے تو وہ عالم صاحب فرماتے ہیں کہ کیا اس کا انتظار ہی تھا کہ مولانا نعوذ باللہ یہاں سے رخصت ہوں تو ہماری دوکان چمکے یہ علماء ہیں ۔

اگر میں مولانا ہی کے سامنے شروع کرا دیتا تو کون سا گناہ تھا بلکہ حضرت مولانا ہی سب سے زیادہ خوش ہوتے تو حضرت کے رہتے ہوئے کون مانع تھا پس ایسے لوگوں میں اسی کی کمی ہے کہ اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں بلکہ ترقی کرکے کہتا ہوں کہ جوتیاں نہیں کھائیں کیونکہ محض سیدھی کرنے سے بھی کام نہیں چلتا ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں نے کسی کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے کہ کسی کو بغیر اسکے بھی عطا فرما دیں مگر میں اپنے بزرگوں کا ہمیشہ دل سے غلام رہا اور غلام سے بڑھ کر اپنے کو سمجھا اور خدمت ظاہری اس وجہ سے نہیں کی کہ میں سمجھتا تھا کہ میرا خدمت کرنا اپنے بزرگوں کی تکلیف کا سبب ہوگا وہ گوارا نہ کرینگے ان کو ناگوار ہوگا باقی ان چیزوں میں قیاس نہیں چلتا (ترتمت مقالۃ اصلاح المدارس)

ملفوظ ۱: ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مدرسہ کے متعلق فرمایا کہ جب کسی مشورہ پر عمل کرتے نہ خود لوگ مشورہ دیتے ہیں تو ایسی سرپرستی سے فائدہ ہی کیا اسی وجہ سے سرپرستی چھوڑ کر طبیعت ہلکی ہوگئی ہے اور اگر کبھی پوچھتے بھی ہیں اور مشورہ بھی لیتے ہیں تو عمل نہیں کرتے ۔

ملفوظ : فرمایا کہ اہل حقوق کے حقوق کی تقسیم کا سلسلہ جاری ہے (اس کا واقعہ یہ ہے کہ صاحب ملفوظات نے اپنے والد صاحب مرحوم کی چار بیٹیوں کا جن میں ایک متعلق ان اور تین سوتیلی ماؤں میں ہر جانا حصہ رسیدا اپنے ذمہ تھا ادا کرنا چاہا ادا ہو سکا سے جس جس کا جتنا حق تھا تلاش کر کر کے پہونچا یا اس کے متعلق مخاطبین سے فرمایا کہ) دعا کیجئے

کہ اللہ تعالیٰ سب اہل حقوق کا حق جلد ادا کرادیں ۔ اہل حقوق خود کہتے ہیں ہمارے کہ صاحب اس وقت مہر کی معافی عام تھی دینے کی ضرورت نہیں ۔
میں نے کہا کہ مجھ کو بھی یہ معلوم ہے مگر جی گوارا نہیں کرتا کہ اس معمول کو حجت سمجھا جاوے اور کسی کا حق محتمل بھی رکھا جائے ایک سال سے اہل حقوق کی تلاش ہو رہی ہے اب تک بھی بعض کا پتہ نہیں چلا کوئی مکہ میں ہے کوئی مدینہ میں کوئی بمبئی میں کوئی کلکتہ میں، کوئی لاہور میں کوئی حیدر آباد میں کوئی بھوپال میں غرضکہ ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ۔
الحمد للہ اکثر کا پتہ چل گیا ہے بعض باقی ہیں ان میں باوجود سعی اور کوشش کے جن کا پتہ نہ چلیگا ان کا حصہ اللہ کے واسطے خرچ کر کے اس کا ثواب پہونچا دیا جائیگا انشاء اللہ ایسے موقع پر یہی حکم ہے شریعت کا (مگر پھر سب کا پتہ چل گیا بعض کے حصہ میں ایک ایک پیسہ آیا بحمد اللہ وہ بھی ادا کیا گیا ۱۲ جامع)

ملفوظ: خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ طریق سلوک، بہت نازک طریق ہے یہ تو بظاہر وما جعل علیکم فی الدین من حرج کے خلاف معلوم ہوتا ہے ۔ فرمایا کہ لوگ توجہ نہیں کرتے اس واسطے نزاکت پیدا ہو جاتی ہے اگر توجہ کریں تو آسان ہو جائے حقیقت میں کوئی نزاکت نہیں مگر چونکہ لوگوں کو اس راہ سے بوجہ عدم طلب مناسبت نہیں رہی اس لئے دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نازک ہونے کا حکم کیا جاتا ہے بس کوئی تعارض نہیں ۔

۱۶ر شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

ملفوظ: فرمایا کہ آج کل ایک اور فتنہ شروع ہو رہا ہے وہ یہ کہ اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ خطبہ اردو میں ہونا چاہیئے یہ دو طبقے تو بالکل آزاد ہو گئے ہیں ایک نیچری اور ایک جاہل صوفی ان دونوں میں احکام سے بالکل ہی آزادی ہو گئی ۔ خطبہ کے متعلق ایک رسالہ مولوی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے جس کا نام ہے الاجوبہ فی خطبۃ الجمعۃ والعیدین غرض یہ جمعہ کو کہتے ہیں میں نے تکھدیا ہے کہ یہ نام بہت فصیح تو نہیں ہے مگر بدلا بھی نہیں اگر پسند نہ ہو تو اور جو پسند ہو وہ رکھ لیں اس مسئلہ کے متعلق

ایک نہایت عجیب استدلال سمجھ میں آیا وہ بھی اس رسالہ میں لکھدیا ہے اور وہ استدلال حنفی
کے لئے ہے وہ یہ کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمد للہ کہنے سے
خطبہ ادا ہو جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ ذکر ہے تذکیر (احکام پہونچانا) نہیں اور
دوسری زبان میں پڑھنے کا مشورہ دینے والے زیادہ تر اسی سے استدلال کرتے ہیں کہ عربی
زبان کو مخاطبین سمجھتے نہیں پھر کیا فائدہ، اس کا جواب ظاہر ہو گیا کہ جب وہ تذکیر نہیں تو سمجھنے
کی بھی ضرورت نہیں اس استدلال کے ہوتے ہوئے ہم کو کسی اور استدلال کی ضرورت بھی نہ تھی
اس کے قبل یہ میرے ذہن میں کبھی نہیں آیا تھا اور اس کا ذکر ہونا خود قرآن شریف سے
ثابت ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ۔ اس کو ذکر فرمایا ہے
ذکری بمعنی تذکیر نہیں فرمایا جیسے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے وما ہو الا ذکری للعٰلمین
پس خطبہ امر تعبدی ہے جیسے نماز میں قرأت اس میں قیاس کا کچھ دخل نہیں اس لیے اس
میں یہ قیاس بھی نہیں چلتا کہ مقصود اس سے تعلیم ہے سو یہ مقصود جس طرح حاصل ہو جاوے
اور فقہاء نے جو خطبہ کے متعلق لکھدیا ہے کہ اس میں احکام کی تعلیم کی جاوے وہ حکمت
ہے علت نہیں خود عید کے متعلق روایات میں تصریح ہے کہ زائد مقصود کے لئے آپ نے
منبر سے نزول فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ خطبہ کا معاملہ نہیں فرمایا۔

ملفوظ ۹:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو حق ناحق کو دیکھا ہی نہیں جاتا بس یہ
دیکھتے ہیں کہ یہ کہا کس نے بیان کیا کس نے بس پھر اگر کہنے والا کہنے والا
ان کے مذاق کے خلاف ہوا تو چاہے اس کا قول حق ہی ہو مگر اس کے رد کی فکر میں لگ
جاتے ہیں اب بہشتی زیور ہی ہے اس میں تمام فقہ ہی کے مسائل ہیں جو فقہ کی کتابوں
سے لکھے گئے ہیں مگر چونکہ میری طرف منسوب ہیں اس لئے وہ قابل رد ہیں یہ دین ہے یہ ایسا ہی ہے
کہ جیسے ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کو ماں کی گالی دی کسی نے کہا کہ اس کی ماں اور تیری
ماں دو تھوڑا ہی ہیں جواب میں کہا ہے کہ اس میں دو حیثیتیں ہیں ایک اس کی ماں ہونے کی اور ایک
میری ماں ہونے کی اس کی ماں ہونے کی حیثیت سے وہ ایسی ویسی ہے یہی حال ان حاسدین
کا ہے معاصرت بھی بڑے غضب کی چیز ہے اس میں خواہ مخواہ بھی حسد ہوتا ہے اور اس حسد سے
اس کو بھی کوئی کام نہیں کرنے دیتے ایک مثال سنی ہے کہ نہ خود چلیں نہ دوسرے کو چلنے دیں
اس مثال کا قصہ یہ ہے کہ ایام غدر میں ایک سپاہی میدان جنگ میں زخمی ہو گیا تھا یہ حکایت

[illegible] میں کسی قسم کا خلل نہیں کی [illegible]

ماموں امداد علی صاحب نے مجھ سے بیان کی تھی وہ زخم کی وجہ سے نقل و حرکت نہیں کر سکتا تھا شام قریب ہونے کو تھی خیال ہوا رات تنہائی میں کیسے گذرے گی دیکھا کہ ایک لالہ جی چلے جا رہے ہیں آواز دی ۔ لالہ جی گھبرائے اس لئے کہ اور لاشیں بھی مردہ پڑی تھیں وہ سمجھا کہ کوئی مردہ بھوت ہو کر پکار رہا ہے اس نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں زندہ ہوں زخموں کی وجہ سے نقل و حرکت نہیں کر سکتا اور نہ آئندہ زندگی کی توقع ہے میری کمر سے روپیوں کی ہمیانی بندھی ہے یہ یوں ہی بیکار جائیگی تم کھول کر لیجاؤ تمہارے ہی کام آئیں گے روپیہ کا نام سنکر لالہ جی کے منہ میں پانی بھر آیا اس کے پاس پہونچے سپاہی کے پاس ایک تلوار بھی تھی تلوار کا ایک ہاتھ اس کی ٹانگوں پر رسید کیا لالہ جی نے کہا کہ یہ کیا کیا سپاہی نے کہا کہ بیوقوف ہوئے ہو میدان جنگ میں بھی کوئی روپیہ لیکر آیا کرتا ہے بات یہ ہے کہ میں شب کو تنہا پڑا رہتا وحشت ہوتی (حضرت والا نے مزاحا فرمایا کہ تنہا (جمع تن) کی ضرورت تھی تنہائی کی صورت نہ تھی) اب دونوں باتیں کر لینگے شب گذر جائے گی اس پر لالہ جی کیا کہتے ہیں کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے یہی حالت آج کل لوگوں کی ہے کہ نہ آپ چلیں نہ اور کو چلنے دیں فلاں مولوی صاحب کو جو کہ لوگ بکثرت سے یہاں آتے ہیں فلاں مدرسہ میں ان کے بعض معاصرین نے یہاں کے آنے پر کہا کہ میاں کہاں جایا کرتے ہو وقت خراب کرنے کتب بینی کرو استعداد بڑھیگی یہ بھی وہی بات ہے کہ نہ خود حاصل کریں نہ اور کو کرنے دیں میں نے مولوی صاحب سے اس ذکر کرنے پر ان سے پوچھا کہ میں دعوی تو نہیں کرتا مگر معاملہ کی بات ہے کہ جب سے یہاں آنے لگے ہو کچھ درسی کتابوں میں بھی زائد سمجھ پیدا ہونے لگی انہوں نے کہا کہ بہت کچھ جو اشکالات ساری عمر میں بھی حل نہ ہوئے تھے وہ یہاں کے آنے کی بدولت چند روز میں حل ہو گئے فرمایا کہ ان کا جواب تو یہی کافی ہے کہ میں درسیات ہی کی تکمیل کیلئے جاتا ہوں اور یہ جواب تو ان کے مذاق کے موافق کتابوں سے متعلق ہے باقی اس سے قطع نظر صحبت تو وہ چیز ہے کہ اس سے ذوق صحیح پیدا ہو کر قرآن و حدیث کا مدلول سمجھ میں آنے لگتا ہے۔ اور معترض نے اختلاف پر بھی نکیر نہیں کرتا کیونکہ اختلاف پہلے بھی ہوا کرتا تھا مگر محبت ویسی ہی رہتی تھی فلاں مولوی صاحب ہیں ایک جماعت کے صدر ہیں ان تحریکات میں ان کو مجھ سے اختلاف ہے مگر خلاف نہ اس وقت تھا نہ اب ہے میں تحریک خلافت میں برابر یہی کہتا تھا کہ اختلاف کا مضائقہ نہیں مگر یہ عداوت کیسی کہ سب و شتم کرتے ہو جو شریعت کے بھی خلاف اور شرافت کے بھی خلاف ۔

ملفوظ ۹۲۰:- ایک مناظر مولوی صاحب کا ذکر تھا فرمایا کہ بڑے ہی تیز ہیں ایسے لوگوں کے لئے جی چاہتا ہے کہ کچھ ذوق طریق کا بھی ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور ہو جائے۔

ملفوظ ۹۲۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تحریکات کے زمانہ میں تو بعض علماء نے میرے متعلق یہ فتویٰ دیا تھا کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں میں نے کہا کہ مجھ کو نماز پڑھانے کا ایسا شوق بھی نہیں ایک قریب کے قصبہ میں ایک مولوی صاحب نے بیان کیا کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں جب میں نے سنا کہ میرے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں تو میں نے ایک مضمون بصورت استفتاء لکھ کر مولوی شبیر علی کو آس پاس کے مشاہیر علماء کے پاس بھیجا ان میں وہ بزرگ بھی تھے انہوں نے جا کر وہ پرچہ دیا کہ اس کے متعلق جو شرعی حکم ہو تحریر کیجئے دیکھ کر کہا کہ کون کہتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں کہنے لگے (خلافت کے متعلق مسئلہ) اختلافی اور اجتہادی مسئلہ ہے اس میں غلو نہ کرنا چاہئے یا تو خود عدم جواز اقتدار کو بیان کیا تھا اور پھر پوچھنے پر یہ فرمایا کہ حالت تدین کی ہے اس کے بعد پھر تو اس قدر نرم ہوئے کہ ہر بار بیٹھنے لگے اور بقیہ علماء نے بھی اسی کے قریب قریب لکھا۔

ملفوظ ۹۲۲:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہ سوال آپ کا بے محل ہے ایسے سوالات سے مخاطب کو تنگی ہوتی ہے اور دوسروں کے اقوال کا کیا میں ذمہ دار ہوں کیا ان کا قول کسی مجتہد کا قول ہے جس کا اتباع ضروری یا واجب ہو اس لئے اس وقت اس کا نقل کرنا عبث ہے اور آداب مناظرہ تو امور طبعیہ ہیں طبیعت خود بخود بتلاتی ہے تو دوسروں کا قول جو مخاطب کے مسلمات سے نہ ہو خود آداب مناظرہ کے خلاف ہے۔

ملفوظ ۹۲۳:- فرمایا کہ کئی روز ہوئے ایک منی آرڈر آیا تھا کوپن میں کچھ نہ لکھا تھا کہ کس مد کا روپیہ ہے میں نے اس کو واپس کر دیا آج پھر دوبارہ آیا پھر وہی کوپن پر کچھ نہیں باوجودیکہ غلطی پر متنبہ کر دیا مگر پھر وہی حرکت آج پھر واپس کیا یہ حالت ہے لوگوں کی بے فکری اور غفلت کی اب کہیے کیا کوئی غلام بن جائے آدمی بتلا دینے پر تو سمجھ جائے ایسے ایسے عقلمند میرے حصہ میں آ گئے ہیں تو کہا کرتا ہوں کہ اور جگہ بزرگی بٹتی ہے اور یہاں انسانیت بٹتی ہے اگر آدمی بننا ہو تو میں خادم موجود ہوں اور اگر بزرگی لینا ہو تو اور بہت جگہ ہیں گو آدمیت کا بزرگی سے ادنیٰ درجہ ہے مگر بزرگی کے شرائط میں سے ہے میں اس کے ادنیٰ ہونے پر تفریح کے طور پر یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ میں نے قاعدہ بغدادی کا مکتب کھول رکھا ہے اور دوسری جگہوں میں ہدایہ درمختار کا مکتب ہے کتابیں

ختم کرنیکی شرط یہاں نہ علما بغداد کی ہے یہ ایسا قاعدہ بغداد کا ہے جیسے ایک شاعر کہتا ہے۔

شعر
زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند ایں جملہ شدی و لے مسلمان نہ شدی

مگر میں اس نسخہ کو پسند نہ کیا اس لئے اسکو اس طرح بدل دیا ہے شعر
زاہد شدی و شیخ شدی و دانشمند ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

میں نے بڑے بڑے مشائخ کے خاص خاص مریدوں سے جنہوں نے یہاں آکر تعلیم کا سلسلہ جاری کرنا چاہا پوچھا کہ تم کو شیخ نے کیا بتلایا تھا جہاں جہاں اور جس جس سے تحقیق کیا بس اوراد و وظائف ہی کی تعلیم معلوم ہوئی اصلاح کا پتہ نہیں حضرت میں نے علما کو دیکھا بعضے ان میں مشائخ کی طرف سے صاحب اجازت بھی ہیں مگر غلطیوں میں مبتلا ہیں آج کل یہ غلطی عام ہو گئی ہے۔

یہ سمجھے ہیں کہ صرف ذکر مقصود ہے حالانکہ یہ عین مقصود ہے اسی کی وجہ سے یہ طریق بدنام ہوا کہ مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود سمجھ رکھا ہے لوگ فن کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کودنے پھاندنے کو جوش و خروش کو عشق اور بکاؤ کو حق ہو کو اصل سمجھتے ہیں انتہائی کمال ان لوگوں کے نزدیک یہ ہی چیزیں ہیں، خدا بچائے جہل سے ایسوں نے لوگوں کو گمراہ کر دیا کیفیات نفسانیہ کو طریق سمجھ بیٹھے حالانکہ یہ چیزیں کچھ بھی کمال نہیں بعضوں نے برسوں مجاہدے کئے خدمتیں کیں محنتیں کیں عیش و راحت کو چھوڑا شب بھر جاگے مگر حقیقت سے بے خبری کے سبب تیلی کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں رہے صوفی بننا آسان نہیں فرماتے ہیں۔ شعر

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یہ چیزیں کمال کی نہیں کہ رو دئے کپڑے پھاڑ دئے جنگلوں میں دیوانہ وار نکل پڑے اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔ شعر

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

ملفوظ ۲۴۳ فرمایا کہ تعویذوں کے متعلق ایک خط آیا ہے اکٹھے ہی چار تعویذ مانگے ہیں اگر دس خط ہوں اور سب میں ایک ایک تعویذ کی فرمائش ہو یہ تو آسان ہے مگر چار تعویذوں کی فرمائش ایک خط میں یہ گراں ہے ایک تعویذ لکھ کر بھیج دونگا اور لکھ دونگا کہ اور جتنی ضرورت ہو کسی سے نقل کرا لینا پھر فرمایا کہ میں نے لکھ دیا ہے کہ اتنی فرصت کس کو ہے، ایک لکھ دیا ہے باقی نقل کرا لینا۔

ملفوظ ۱۲۵- فرمایا کہ ایک بی بی کا پہلے خط آیا تھا اس پر ان کے شوہر کے دستخط نہ تھے اس لئے واپس کر دیا گیا پھر دستخط ہو کر آئے تو پتہ نامحرم سے لکھوایا ان نامحرم کے خط کو پہچانتا تھا اور ان کا رشتہ بھی ان بی بی سے مجھ کو معلوم تھا میں نے تنبیہ کی تو پھر بیٹے کے ہاتھ سے پتہ لکھوایا۔ اس تنبیہ سے ان بی بی نے یہ بھی نصیحت حاصل کی کہ ان کا قصد پہلے اپنے بیٹے اور ان نامحرم کے ساتھ یہاں پر آنے کا تھا لیکن اب یہ قصد بھی ملتوی کیا بلکہ اپنے شوہر کے ساتھ آنے کا قصد کر رہی ہیں۔

دوران تحریر میں ان بی بی نے یہ بھی لکھا تھا کہ زیارت کے جوش محبت میں ایسا قصد کیا تھا حضرت والا نے اس لفظ پر بھی تنبیہ فرمائی کہ یہ لفظ بازاری ہے بجائے محبت کے تمنا کا لفظ عورت کو ایسے موقع پر استعمال کرنا چاہئے جو ایک متین لفظ ہے ایسا لفظ مرد مرد کو کہے تو مضائقہ نہیں جامع عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ کیسے کیسے دقائق پر نظر ہے اور کس قدر لطیف اور موثر طرز تربیت ہے۔

ملفوظ ۱۲۶- ایک مولوی صاحب تین بجے والی گاڑی سے حاضر ہوئے حضرت والا کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ ایک مناظرہ کے سلسلہ میں دہلی جانا ہوا تھا وہاں سے واپس آ رہا ہوں دریافت فرمایا کہ کیا مناظرہ آریوں سے تھا عرض کیا کہ غیر مقلدوں سے پوچھا پھر کیا ہوا عرض کیا کہ وہ آمادہ ہی نہیں ہوئے مزاحاً فرمایا کہ آپ کو اعلان کر دینا تھا آمادہ نہ آ گیا پھر فرمایا کہ کچھ نہیں اہل حق کو دق کرنا ہے سمجھتے سب ہیں مگر صرف ہٹ اور ضد ہے۔

ملفوظ ۱۲۷- ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ لکھا ہے کہ میرے نفس کی اصلاح کیلئے ذکر و شغل بھی تعلیم فرمایا جاوے۔ فرمایا کہ کیا بھدا پن ہے یہ لکھنا چاہئے تھا کہ میرے نفس کی اصلاح کیلئے جو مناسب ہو تعلیم فرما دیجئے میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ جب خود علاج تجویز کرتے ہو تو پھر دوسرے کی کیا ضرورت ہے جو جی چاہے پڑھ لیا کرو۔ کیا بیہودگی ہے اب اگر اس کے جواب میں کچھ ذکر و شغل لکھ دیتا تو یہ شخص ہمیشہ کیلئے جہل میں مبتلا رہتا اور یہ سمجھتا کہ ذکر و شغل سے اصلاح ہو جاتی ہے۔

ملفوظ ۱۲۸- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جو خطوط کے جواب میں لوگوں کی بیہودگیوں پر متنبہ کرتا ہوں تو بعضے خفا ہو کر ایسے جواب لکھتے ہیں کہ میں اس جواب کا اظہار نہیں کرتا کہ دوستوں کو رنج ہو گا بلکہ پھاڑ کر ردی میں ڈال دیتا ہوں ان ہی وجوہ سے میں بیعت کرنے میں عجلت کو مناسب نہیں سمجھتا سخت ضرورت ہے اس کی کہ جس سے تعلق پیدا کرے اس کے عقائد کی اعمال کی اخلاق کو خوب دیکھ بھال لے ممکن ہے کہ دل کو کوئی کھٹک پیدا ہو تو اس کا

پہلے ہی معلوم ہو جانا ضروری ہے -

ملفوظ ۱ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جیسے اولاد کا ہونا نعمت ہے ایسے ہی نہ ہونا بھی نعمت ہے ۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھ کو اس سے محفوظ رکھا بچوں کی تربیت بڑی ہی مشکل چیز ہے مجھ کو تو بڑی الجھن ہوتی ایک وقت لگ جاتی بچوں کی تربیت کیلئے بڑے ہی حلیم کی ضرورت ہے -

۱۷ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۲ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ سیدھی اور سہل بات کو کس قدر الجھا دیتے اور سخت بنا دیتے ہیں گفتگو کے ختم تک یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ یہ کہہ دیتے کہ مجھ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ معافی کا موقع ہے یا نہیں باقی غلطی کا اقرار تو کیا کرتے خناس دماغوں گھسا ہوا ہے میں اسی کو نکالنا چاہتا ہوں جس شخص میں اتنا تمرد ہو اس کی اصلاح کی کیا امید کیجائے یہ بھی حس نہ ہوئی کہ دوسرے پر اس کا کیا اثر ہو گا بتلایئے ایسے متمرد کے نکالنے پر بھی میں معذور ہوں یا نہیں یہ اچھا ہوا کہ میں نے بواسطہ گفتگو کی جس سے مزاج میں کوئی تغیر نہیں ہوا ورنہ الزام دیتے کہ مجھ پر سختی کی اس سے گڑبڑ میں پڑ گیا مگر اب تو کوئی شبہ ہی نہیں رہا اور نہ کسی تاویل کی گنجائش رہی کیا ٹھکانا ہے اس بدفہمی کا خیر ہمیشہ کو گئے پیچھا چھٹا اس لئے کہ بہت ناگواری کے ساتھ فیصلہ ہوا اگر میں براہ راست گفتگو کرتا یا تیزی سے کچھ کہتا تو یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ مغلوب ہو کر ایسا خبط ہو گیا اس میں شبہ کی گنجائش رہ سکتی تھی اور اب تو کوئی گنجائش ہی نہیں رہی بیچارے بہت سی پریشانیوں سے بچ گئے دیکھئے میں اس قدر گنج و کاؤ نہ کروں تو یہ تلبیس ان کی کس طرح کھلے اور یہ چور کس طرح پکڑے جائیں مادہ تو تھا ہی کسی اور طرف کو نکلتا اس مادہ کی ایسی مثال ہے کہ کسی حوض کی تہ میں کیچڑ اور گارا ہے اگر زور سے ڈھیلا مارا جائے تو سب پانی گدلا ہو جاتا ہے بات یہ ہے کہ واقع میں خلوص نہیں ہوتا دھوکہ ہو جاتا ہے جیسا مدینہ شریف میں رہکر میل کچیل والا نہیں رہ سکتا اللہ کا شکر ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ایسا ویسا یہاں پر بھی نہیں رہ سکتا آخر میں کہاں تک رعایت اور تسامح کروں اگر ایسا برتاؤ نہ ہو تو پتہ ہی نہ چلے مخلص اور غیر مخلص کا دیکھیے ادنیٰ ادنیٰ صنعتوں کو لوگ نہیں سکھاتے جب تک طلب اور خلوص پر اطمینان نہیں ہو جاتا اسی طرح جب تک ثبات و رسوخ محقق نہ ہو جائے

اس وقت تک ہدیہ لینا بھی نہ چاہئے میرے یہاں بہت سے تجربوں کے بعد اصول اور قواعد مرتب ہوئے ہیں جن پر لوگ خفا ہیں ۔

ملفوظ ۱۳۱:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کام اس قدر کرنا چاہئے جسکا تحمل بے تکلف ہو سکے ہر کام کے لئے اسی کی ضرورت ہے ہمت سے زائد اپنے ذمہ کام رکھ لینا عقل کے خلاف ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال عجیب و غریب بیان فرمائی تھی کہ جس قدر کام کا ذوق و شوق ہو اس سے کچھ کم کرنا چاہئے اسی طرح جسقدر بھوک ہو اس سے کچھ کم کھانا چاہئے جیسے چکی کہ اس میں پھرانے کے وقت کچھ تاگر چھوڑا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے واپس آ سکے اگر نہ چھوڑا جائے تو وہ لوٹ نہیں سکتی پھر از سر نو اہتمام کرنا پڑتا ہے اس مثال کی خوبی پر ایک دوسری مثال کا قصہ بیان فرمایا کہ وہ دوسرے باب کا مضمون ہے وہ قصہ مولوی محمد یٰسین صاحب والد مولوی محمد شفیع صاحب سے نقل فرمایا وہ مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیادہ بیٹھتے تھے اور دل کھلا ہوا تھا اس لئے جو جی میں آتا کہہ بھی دیتے ایک روز مولانا کے ایک مبسوط کلام کے بعد ان سے کہتے ہیں کہ کثرت کلام کو بزرگوں نے اچھا نہیں سمجھا اور آپ کثرت سے کلام کرتے ہیں یہ کیا بات ہے مولانا نے فرمایا کہ تقلیل کلام خود مقصود بالذات نہیں مقصود تو یہ ہے کہ فضول کلام نہ ہو مگر مبتدی ابتداءً تعدیل پر قادر نہیں ہوتا اس لئے معالجہ کے درجہ میں بہت زیادہ تقلیل تجویز کرتے ہیں تاکہ اعتدال پر آ جائے اس کی ایسی مثال ہے کہ کاغذ لپٹا ہوا رکھا ہوتا ہے جب اس کو کھولتے ہیں تو وہ پھر اسی طرح لپٹ جاتا ہے ۔ اس لئے اس کو اس طرح سیدھا کرتے ہیں کہ اس کو دوسری مخالف طرف اس طرح لپیٹتے ہیں جس سے وہ سب سیدھا ہو جاتا ہے ۔ اسی درجہ میں ضرورت ہے تقلیل کلام کی ورنہ وہ خود مقصود بالذات نہیں مولانا کے علوم عجیب ہوتے تھے بڑی سے بڑی بات کو اس طرح سہل فرما دیتے تھے کہ ہر شخص سمجھ جاتا تھا ۔

ملفوظ ۱۳۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھ کو جیسی محبت آپ سے پہلے تھی اب نہ رہی میں نے لکھا کہ پھر دینی ضرر کیا ہوا یہ لکھا تھا کہ نہ رہنا حسب ... خصوصیت نہیں رہا میں نے لکھا کہ اختیاری درجہ نہیں رہا ۔ یہ بھی لکھا تھا کہ پہلی باتیں یاد کر کے دل ڈھونڈتا ہے میں نے لکھا کہ ہنگامہ کو یاد کر کے بھی دل ڈھونڈتا ہے اس پر فرمایا کہ انکو تو میری محبت نہ رہنے پر حسرت ہے اگر ہوتا سبحان اللہ خالی کیساتھ بھی محبت طبعی نہ ہو تو اس میں بھی کوئی ضرر نہیں محبت عقلیہ اختیاریہ مامور بہ ہے ۔

وہ ہونا چاہئے وہی کافی ہے اس ہی لئے شیخ مبصر کی اس راہ میں ضرورت ہے ورنہ اس راہ میں ہزارہا خطرات ہیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام ہیں وہ تو ہیں ہی مگر جو مخالف ہیں ان کے قلوب میں بھی حضور کی عظمت ہے اگر کوئی مخالف شخص نبوت کا بھی مصدق نہ تصدیق کرنیوالا نہ ہو تو اور کمالات اور عادات واخلاق حضورؐ کے ایسے ہیں کہ ان کا تو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فضولیات میں وہ لوگ مبتلا ہیں جن کو عاقبت کی فکر نہیں اور جنکو فکر ہے وہ تو شب و روز اسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں اور واقعی آدمی کو اپنی فکر کرنا چاہئے۔ اپنی خیر منانا چاہئے دوسروں کے متعلق نہ اس کو مشورہ کی ضرورت نہ فتویٰ حاصل کرنے کی ضرورت۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے ایک شخص پر پھانسی کا مقدمہ ہے اور ایک پر مارپیٹ اگر مارپیٹ والا پھانسی والے کے پاس جائے کہ مجھ کو بچاؤ اور وہ اس کے ساتھ ہو کر اس کو بچانے کی فکر میں لگ جائے تو وہ لوگ اس کو کیا کہیں گے یہی کہیں گے کہ تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو،

ملفوظ: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق بہت ہی سہل ہے مجھ جیسے نادان آدمی نے جب اس کو سمجھ لیا پھر کیا مشکل رہا اب میں اس کو سہل عنوان سے سمجھاتا ہوں کہ اس طریق کا حاصل نفس کا تزکیہ ہے اور جس چیز سے تزکیہ کیا جاتا ہے وہ دو چیزیں ہیں شہوت اور کبر اور ان کا علاج کامل کی صحبت ہے کیونکہ وہ اس راہ سے گذر چکا ہے اس کو اس راہ کی تمام گھاٹیاں معلوم ہیں وہ طالب اس کنارے سے اس کنارے پہنچا کر کھڑا کر دیتا ہے طالب کا کام صرف یہ ہے کہ اپنے کو سپرد کر کے وہ جو تعلیم کرے اس کو بجا لائے اس میں سرِمو فرق نہ کرے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

قال رابگذار مرد حال شو ، ، پیش مردے کاملے پامال شو ، ،

آج کل جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں یہ ساری خود رائی کی ہیں خود رائی بڑی چیز ہے۔ معز شیخ ہے فرماتے ہیں ؎

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست ، کفر ست دریں مذہب خود بینی و خود رائی ؎

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس فن کے امام تھے حدیث شریف میں آیا ہے الغیبۃ اشد من الزنا۔ یہ تو مسلّم ہے کہ احکام میں متعدد حکمتیں ہوتی ہیں چنانچہ اس کی ایک حکمت تو مشہور ہے وہ یہ کہ زنا حق اللہ ہے اور غیبت حق العبد ہے۔ اور ایک حکمت حضرت نے اپنے علوم موہوبہ سے ایک مرتبہ بیان

؎ اپنی رائے اور فکر عالم رندی میں بالکل چھوڑنے ضروری ہیں خود بینی اور خود رائی اس راہ میں مثل کفر کے ہیں ۱۲

فرمائی وہ یہ کہ غیبت گناہ جاہی ہے اور زنا گناہ باہی ہے یعنی منشا غیبت کا تکبر ہے جو بعد غیبت کے بھی باقی رہتا ہے اور اسی لئے اکثر غیبت کرنے والے کو ندامت نہیں ہوتی ہے اور اپنے کو گنہگار نہیں سمجھتا بخلاف زنا کرنے والے کے کہ اس کو ندامت بھی ہوتی ہے اور اپنے کو گنہگار بھی سمجھتا ہے سبحان اللہ کیا ٹھکانا ہے ان علوم موہوبہ کی لطافت کا اور جو حکمتیں خود منصوص ہیں وہ ان واردات سے بھی زیادہ لطیف ہیں ۔

۱۷ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ:۔ فرمایا کہ بچپن میں ایسے ایسے کھیل سوجھتے تھے ایک قصبہ چرتھاول ہے وہاں پر بڑی ہمشیرہ کی شادی ہوئی تھی جن کا اسی زمانہ میں انتقال ہو گیا اور تائی صاحبہ بھی وہیں کی تھیں اس وجہ سے سب لوگ مرد عورت ہم لوگوں سے بہت محبت کرتے تھے ان کا بڑا کنبہ تھا ایک بہت بڑی حویلی ہے جو بیجوں کا محل کہلاتا تھا اس میں سب رہتے۔ بہت سے بچے اور بہت سی عورتیں تھیں ایک روز سب لڑکوں اور لڑکیوں کے جوتے جمع کر کے ان کو برابر رکھا اور ایک جوتے کو سب سے آگے رکھا وہ گویا کہ امام تھا اور رنگ کھڑے کر کے اس پر کپڑے کی چھت جائی وہ مسجد قرار دی یہ کھیل تھا ایک اور کھیل یاد آیا ایک مرتبہ میرٹھ میں ایسا ہوا کہ بارش کے ایام تھے مگر کبھی کبھی ترشح بھی ہوتا تھا باہر صحن میں لیٹا کرتے تھے والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا ہم لوگ والد صاحب کے پاس رہتے تھے تین چارپائیاں برابر بچھی ہوئی تھیں والد صاحب کی اور ہم دونوں بھائیوں کی ہم نے رسی لیکر سب کے پائے ملا کر خوب کس کر باندھ دیئے اور پڑ کر سو گئے پھر والد صاحب بھی آ کر لیٹ گئے اتفاق سے بارش ہوئی تو والد صاحب اٹھے اور ہم کو بھی اٹھایا ہم اپنی نیند میں ہوں ہوں کر کے پھر سو گئے۔ والد صاحب چونکہ نہیں اٹھتے تو پڑا رہنے دیا اور اپنی چارپائی گھسیٹی اب وہاں تینوں چارپائیاں ایک ساتھ چلی آتی ہیں۔ بے حد غصہ ہوئے اور فرمایا کہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں اب سب ٹھیک رہے ہیں چاقو ڈھونڈا اتفاق سے جلدی میں رسی کاٹنے کے لئے چاقو بھی نہ ملا آخر خود ہی باورچی خانہ سے چاقو تلاش کر کے لائے اور ان سب رسیوں کو کاٹا تب وہاں سے چارپائیاں اٹھ سکیں مجھ کو یاد نہیں کہ اس ترکیب پر کوئی پیٹ بنا یا نہیں ایک اور کھیل یاد آیا یہ بھی میرٹھ ہی کا واقعہ ہے دیوالی کے روز ہندو کو جو دوکانوں کے سامنے چراغ جلتے رکھدیئے جاتے تھے ہم دونوں بھائی کئی سال

تک ایسا کیا کرتے کہ رومال ہاتھ میں لیکر ایک طرف سے ہٹاتے ہوئے چلے گئے اور واپسی میں دوسری طرف سے ہٹاتے ہوئے مگر کوئی کچھ نہیں کہتا تھا حالانکہ ہماری کوئی حکومت نہ تھی مگر والد صاحب کا لحاظ بہت تھا حتیٰ کہ بڑا تک نہیں مانتے تھے۔ فرمایا ایک مرتبہ میرٹھ میں میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی میں جو مسجد ہے سب نمازیوں کے جوتے جمع کر کے اس کے شامیانہ پر پھینک دیئے نمازیوں میں غل مچا کہ جوتے کیا ہوئے ایک شخص نے کہا کہ یہ شوخی ہے یہاں مگر کسی نے کچھ نہ کہا یہ خدا کا فضل تھا باوجود ان حرکتوں کے اذیت کسی کو نہیں پہونچائی وہ ہی قصہ رہا جیسا کسی نے کہا ہے۔ ع

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ ، ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے ،

یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پریشانی ہوا کرتی ہے۔ فرمایا کہ ایک صاحب تھے نیکری کے ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی بہت ہی نیک اور سادہ آدمی تھے والد صاحب نے ان کو ٹھیکہ کے کام پر رکھ چھوڑا تھا ایک مرتبہ کسر ہٹ سے گرمی میں بھوکے پیاسے پریشان گھر آئے اور کھانا نکال کر کھانے میں مشغول ہوئے گھر کے سامنے بازار ہے میں نے سڑک پر سے ایک کتے کا پلا چھوٹا سا پکڑ کر پھر لاکر ان کی دال کے رکابی میں رکھ دیا بیچارے روٹی چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کچھ نہیں کہا۔ جہاں اس قسم کی کوئی بات شوخی کی ہوتی تھی لوگ والد صاحب کا نام لیکر کہتے کہ ان کے لڑکوں کی حرکت معلوم ہوتی ہے مگر کوئی کچھ کہتا نہ تھا اور ان شوخیوں پر کبھی والد صاحب کو غصہ آتا تو بھائی کو زیادہ مارتے تھے اور کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ سکھلاتا یہ ہی ہے حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہوتی تھی میں خود ہی ایسی حرکتیں کرتا تھا مگر مشہور یہ ہی تھا کہ یہ سکھلاتا ہے ایک مرتبہ تائی صاحبہ نے والد صاحب سے فرمایا کہ بھائی تم چھوٹے ہی کو کیوں مارتے ہو حالانکہ دنگا دونوں ہی کرتے ہیں فرمایا دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ یہ سبق یاد کر لیتا ہے میرے متعلق فرمایا اس لئے یہ پیارا معلوم ہوتا ہے اور ایک یہ کہ یہ خود نہیں کرتا چھوٹا سکھلاتا ہے فرمایا میں ایک روز پیشاب کر رہا تھا بھائی صاحب نے آکر میرے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ بھائی پیشاب کر رہے تھے میں نے ان کے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا اتفاق سے اس وقت والد صاحب تشریف لے آئے فرمایا یہ کیا حرکت ہے میں نے عرض کیا ایک روز انہوں نے میرے سر پر پیشاب کیا تھا بھائی نے اس کا بالکل انکار کر دیا۔

مجھ کو پریشانی ہوئی اس لئے کہ میرا تو دعویٰ ہی دعویٰ رہ گیا تھا۔ ثبوت کچھ نہ تھا اور میرے فعل کا مشاہدہ تھا غرض جو کسی کو نہ سوجھتی تھی وہ ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی۔ بھائی صاحب بچپن ہی میں مجھ سے کہا کرتے تھے کہ ہم ایک کرسی پر بیٹھے ہونگے سامنے میز ہوگی اور سرکار دربار کر رہے ہونگے کہ او فلانے او فلانے مراد حکومت تھی اور تم ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے دو چار لڑکے

سامنے ہونگے ایک بھی بات میں ہو گی۔ مطلب یہ تھا کہ لڑکے پڑھ جاویں گے مگر ایسا ہونے کے بعد ان پر اس فرق کا یہ اثر ہوا کہ اب ان کو یہ حسرت ہوا کرتی تھی کہ افسوس مجھ کو والد صاحب نے علم دین کیوں نہ پڑھایا اور مجھ کو بحمد اللہ کبھی یہ حسرت نہیں ہوئی کہ والد صاحب نے مجھ کو علم دنیا کیوں نہیں پڑھایا۔

ملفوظ ۴۲۸ — دو شخص تعویذ لینے کیلئے حاضر ہوئے حضرت والا ان دونوں کی صورت دیکھکر یہ امتیاز نہ فرماسکے کہ یہ مسلمان ہیں یا ہندو اس لئے کہ حضرت والا کا معمول یہ ہے کہ اگر مسلمان ہوں تو تعویذ عطا فرماتے ہیں اور ہندوؤں کو احتیاطاً فرمایا کرتے ہیں کہ کچے سوت کی چٹکی لے آؤ گنڈا بنا دیا جائے گا اور اثر میں کچھ فرق نہیں پڑتا لہذا ان شخصوں سے یہ ہی فرمایا کہ پانی لے آؤ اس کو پڑھ دونگا اور ایک سوت کی چٹکی لے آؤ گنڈا بنا دونگا جب وہ چلے گئے فرمایا کہ آج کل بڑی آفت ہے ہندو و مسلمانوں میں امتیاز نہ رہا ایک سی صورت ایک سا لباس کس طرح پہچانا جائے داڑھی منڈانے کا ایسا عام رواج ہو گیا ہے کہ جیسا داڑھی رکھنا شعار اسلام تھا ویسا ہی بعض مقامات میں داڑھی منڈانا شعار اسلام ہو گیا اس کے متعلق ایک حکایت یاد آئی سہارنپور میں ایک صاحب تھے جن کی بڑی داڑھی تھی وہ ہندوستان سے شام میں گئے تھے بڑی داڑھی کی وجہ سے پکڑے گئے معلوم یہ ہوا کہ وہاں داڑھی رکھنا علامت ہے یہودی ہونے کی اور داڑھی منڈانا اور کٹانا علامت ہے مسلمان ہونے کی۔

جب شام میں یہ حالت ہے تو رات میں نہ معلوم کیا ہو گی اس میں لطفی صنعت ہے مراد رات سے دار الکفر ہے جہاں ظلمت ہی ظلمت ہو۔ پھر فرمایا اب تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ اس حالت کو دیکھکر یہ شعر یاد آتا ہے

اے بسرا پردۂ یثرب بخواب — خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

ملفوظ ۴۲۹ — ایک شخص نے بہت ہی پست آواز میں تعویذ مانگا فرمایا کہ زور سے بولو تاکہ میں سن لوں اس طرح پر بولنا کہ دوسرا سن ہی نہ سکے کہاں سیکھا ہے اس نے پھر دوبارہ عرض کیا مگر قریب قریب اسی لہجہ میں فرمایا کہ میں نے اب بھی نہیں سنا تیسری مرتبہ میں بلند آواز سے عرض کیا کہ ستاؤ کا تعویذ چاہئے فرمایا بندۂ خدا اول ہی دفعہ میں اس طرح کیوں نہیں بولا تھا پھر فرمایا کہ جب جن تمہیں ستاتا ہے اور تم مجھے ستاتے ہو تو جن کے تعویذ کے ساتھ ایک تعویذ تمہارے لئے چاہئے تاکہ تم بھی کسی کو نہ ستاؤ۔

ؔ مطلب دو ذات جو مدینہ منورہ میں استراحت فرما رہے ہیں اٹھئے کہ مشرق و مغرب خراب ہو رہے ہیں ۱۲ جامع

ملفوظ:- ایک صاحب کا ذکر فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب کے صاحبزادے ہیں ایک سنگین معاملہ میں پھنسے ہوئے ہیں یہاں پر دعا اور ایک عہدہ دار سے سفارش کے لئے آئے تھے۔ میں نے دعا اور سفارش دونوں کر دیں سفارش میں یہ لکھدیا کہ آپکو بعد تحقیقات صحیح جو واقعہ کا علم ہو اس پر عمل کریں اور انشاء لکھدیا کہ یہ میرے پیر بھائی کے بیٹے ہیں یہ میں نے لکھکر ان کو دکھلا بھی دیا کہ اگر یہ کافی ہو تو دیکھو لیں ورنہ اور مضمون بدلدوں کہنے لگے بہت کافی ہے۔ بہت زیادہ ہم لوگوں کو گالیاں دینے والے یہ صاحب تھے مگر یہ انتقام کا موقع تھوڑا ہی تھا بلکہ امداد کا موقع تھا سو میں نے دعا بھی کی اور سفارش بھی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی سخت پریشان تھے۔

ملفوظ:- فرمایا کہ میں نے مسلمانوں کیلئے کافی انتظام کر دیا ہے فلاح دنیا کا بھی اور فلاح دین کا بھی یعنی رسالہ۔ حیات المسلمین میں سب کچھ لکھدیا ہے اگر اس پر عمل کریں انشاء اللہ دین و دنیا دونوں کی فلاح اس میں موجود ہے فرمایا کہ ریل کے سفر میں ایک گنوار کو کہتے سنا تھا بڑے ہی کام کی بات کہہ رہا تھا کہ نیک رہو اور ایک رہو تو حیات المسلمین میں نیک ہونے کا راستہ بتلا دیا ہے اور صیانۃ المسلمین میں ایک ہونے کا راستہ بتلا دیا ہے اب عمل کرنا ان لوگوں کی ہمت پر ہے اور صورت اس کی بہت سہل ہے وہ یہ ہے کہ ہر جگہ پر دس دس آدمی ہم خیال ہو کر پنچایت کی صورت بنالیں اور کام شروع کر دیں انشاء اللہ تعالیٰ دس ہی آدمی ہم خیال ہو جانے سے ساری بستی پر اثر ہو گا بس اتنا عمل کافی ہے پھر جو کام بھی جس سے لینا چاہیں گے کوئی انکار نہ کریگا نہ صیانۃ المسلمین کا حاصل یہی ہے باقی جو مبلغ و واعظ ہیں انکے بس کا یہ کام نہیں وہ تو صرف طریقہ بتلا سکتے ہیں اور ترغیب دے سکتے ہیں یہ انتظامی کام تھا ئی لوگوں کے کرنے کا ہے کہ وہ جماعتیں بنا کر کام کرتے رہیں اور مبلغ وقتاً فوقتاً پھر کر عام لوگوں کو نصائح کرتے رہیں اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ چند روز میں مسلمانوں کی حالت درست ہو سکتی ہے فلاح اور بہبود کا سہرا ان کے سر پر بند ہو سکتا ہے

البتہ یہ ضرور ہے کہ کام کرنے والے مخلص ہوں یہ نہ ہو کہ غیر مخلص اول ہی میں گھس جائیں ورنہ پھر یہ ہو گا کہ صدر میں ہوں گا دوسرا کہیگا کہ میں ہوں اگر مخلص حضرات کام کرینگے انشاء اللہ کامیابی ہو جائیگی۔ اس لئے کہ جتنی ضرورتیں اس وقت مسلمانوں کو ہیں اس رسالہ میں سب ہیں صرف عملی صورت میں کام کر دینے کی ضرورت ہے لیکن اگر مسلمان کچھ کرنا ہی نہ چاہیں تو اس کا میرے پاس کیا علاج ہے۔

۱۸ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۱۲۲:- فرمایا کہ اہل حقوق کا حق پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں (یہ وہ وقت تھا کہ اپنے والد صاحب مرحوم کی چار بیبیوں کا حصہ مہر ان کے ورثہ کو پہنچانے کا اہتمام کیا جا رہا تھا کسی ملفوظ میں اس کی تفصیل بھی ہو چکی ہے) جی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد پہونچ جائے جتنی جلد حق پہونچ جائیں اتنی ہی جلد طبیعت ہلکی پھلکی ہو جائیگی حق تعالیٰ کی طرف سے غیب سے امداد اس میں ہو رہی ہے ذرائع ایسے پیدا ہو رہے ہیں کہ مجھ پر کوئی ذرہ برابر گرانی نہیں اور برابر اہل حقوق کو ان کے حق پہونچ رہے ہیں۔

ملفوظ ۱۲۳:- ایک صاحب نے ایک شخص کے متعلق عرض کیا کہ حضرت سے وہ شخص سال بھر سے مرید ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں مگر یہ کہتے ہیں درخواست کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ اس شخص کے قلب میں طریق کی وقعت اور عظمت ہے یہ بھی غنیمت ہے اس معاملہ میں ان لکھوں پڑھوں سے تو یہ گنوار ہی اچھے ہیں ان کی جو بات ہوتی ہے بیساختہ اور سادگی سے اور خلوص لئے ہوئے ہوتی ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے آیا حضرت نے جیسا طریقہ ہے بیعت کا معاصی سے توبہ کرادی اور نماز وغیرہ کی پابندی کا امر فرمادیا وہ کہتا ہے کہ مولوی جی جن باتوں سے تم نے توبہ کرائی ہے یہ کام تو میں کبھی کرتا بھی نہیں اور جو کرتا ہوں اس سے توبہ کرائی بھی نہیں حضرت نے دریافت فرمایا وہ کیا ہے کہنے لگا کہ میں افیم کھاتا ہوں فرمایا اچھا یہ بتلا کتنی کھاتا ہے اتنی میرے ہاتھ پر رکھدے اس ارشاد کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت کی بینائی نہ رہی تھی چنانچہ اس نے ایک گولی بنا کر ہاتھ پر رکھدی حضرت نے اس کا ایک حصہ توڑ کر اس کو دکھلایا کہ اتنی کھالیا کر پھر تھوڑے روز بعد اور کمی تبلادی جاوے گی اسکی وجہ یہ تھی کہ یکبارگی دفعۃً چھوڑنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے وہ کہتا ہے اجی جب توبہ کر لی پھر کیا اور اتنی کیسی اور تھوڑی یہ افیم کا نکال کر دور پھینک کر مارا کہ جا افیم میں نے تجھے چھوڑ دیا اور اپنے گاؤں کو چلدیا گھر پہونچکر دست آنا شروع ہو گئے حضرت مولانا سے دعا کرنے کے لئے کہلا کر بھیجا کرنا کہ میں اچھا ہو جاؤں کچھ عرصہ کے بعد تندرست ہو کر آیا اور بعد تعارف وغیرہ حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا بعد میں حضرت نے قبول فرمالیے کہتا ہے کہ

مولوی جی روپے تو یہ رکھ لئے اور یہ پوچھا بھی نہیں کہ کیسے ہیں حضرت نے دریافت فرمایا اب بتلا دے کیسے ہیں کہتا ہے کہ میں دو روپیہ ماہوار کی افیون کھاتا تھا اس کے چھوڑ دینے پر نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپیہ ماہوار بچا کریں گے بڑا فائدہ ہوا میں نے کہا کہ تجھے خوش نہ ہونے دونگا یہ دو روپیہ اپنے پیر کو دیا کرونگا اب یہ اپنی زندگی تک دیا کرونگا میں کہتا ہوں کہ اس دقیقہ کی طرف تو شیخ کامل کا ذہن پہونچے تو پہونچے نفس کے قید خفی کو کیسا سمجھا اور اس گنوار نے کیسی خلوص کے ساتھ توبہ کی تکلف کا نام تک نہیں سلف میں البتہ بڑے بڑے لوگوں کی ایسی نظیریں موجود ہیں مثنوی مولانا رومی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی پر بڑی جدوجہد کے بعد غلبہ پایا اور اس کے سینے پر چڑھکر بیٹھ گئے تلوار سے اس کا کام تمام کرنا چاہتے تھے کہ اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا آپ چھوڑ کر الگ ہو گئے اس یہودی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اس کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہمارا جو کام بھی ہوتا ہے اللہ کے واسطے ہوتا ہے نفس کے واسطے نہیں ہوتا جب تک تجھ کو پچھاڑا اور تلوار تیرے قتل کو اٹھائی یہ سب اللہ کیلئے تھا جب تو نے منہ پر تھوک دیا تو ایک نیا غصہ پیدا ہوا اس شبہ ہو گیا کہ اب کہیں اس کا قتل نفس کے واسطے نہ ہو اس لئے چھوڑ دیا وہ یہودی ایمان لے آیا اب بھی اللہ کے بندے مخلص موجود ہیں گو کم ہی چنانچہ ابھی کا واقعہ ہے کہ یہاں ایک مسجد جولاہوں کے محلہ میں ہے وہاں کے مہتمم کی درخواست پر کہ وہ بھی جولاہے ہی ہیں اور غریب آدمی ہیں آٹھ روپیہ میں نے مسجد کی مرمت کی مد میں دیئے اور لکھ دیا کہ فی الحال اتنا ہی انتظام ہو سکا بقیہ کا کچھ اور انتظام کر لیا جاوے انہوں نے اس میں سے سات روپیہ رکھ لئے اور ایک روپیہ واپس کر دیا اور کہا کہ اب اتنی ہی ضرورت تھی مدرسہ والے یا انجمن والے قیامت تک بھی واپس نہ کرتے بعض طبیعتیں سلیم ہوتی ہیں ابو الحسن نوری ایک بزرگ ہیں ایک بار دریا کے کنارے جا رہے تھے دیکھا کہ ایک کشتی سے شراب کے مٹکے اتر رہے ہیں معتضم باللہ کا زمانہ تھا اس کے لئے وہ مٹکے آئے تھے مگر اس اطلاع کے بعد بھی عصا لیکر مٹکے توڑنے شروع کئے مٹکے دس تھے ان میں سے نو تو توڑ دیے اور ایک چھوڑ دیا معتضم باللہ کو اطلاع ہوئی یہ بزرگ بلوائے گئے معتضم باللہ نے دریافت کیا کہ آپ نے مٹکے توڑے کیا آپ محتسب ہیں فرمایا کہ محتسب ہوں کہا کس نے محتسب بنایا فرمایا جس نے تم کو بادشاہ بنایا پوچھا احتساب کی سند فرمایا یہ آیت سند ہے یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ

بیٹا نماز پڑھا کر۔ اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر۔ اور برے کاموں سے منع کیا کر۔ اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر

دریافت کیا کہ پھر آپ نے نو مٹکے توڑنے سے ایک چھوڑ دیا اس کی کیا وجہ فرمایا کہ نو مٹکے توڑنے تک تو خلوص رہا دسویں پر قلب میں عجب پیدا ہو گیا تھا کہ ہم بھی ایسے ہیں کہ کسی سے نہیں ڈرتے چونکہ ہمارا ہر کام اللہ کے واسطے ہوتا ہے نفس کے لئے ایک کام بھی نہیں ہوتا اس لئے ایک مٹکا چھوڑ دیا یہ سن کر محتسب بالشر پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہنے لگا کہ میں آج سے آپ کو باقاعدہ محتسب بناتا ہوں دیکھ لیجئے ان بزرگ کا جہاں ذہن پہونچا اس گاؤں والے کا ذہن جس نے افیم کے کھانے سے توبہ کی تھی وہاں تک پہونچا یہ ہیں وہ علوم جن کے متعلق فرماتے ہیں ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء ‏ ‏ ‏ بے کتاب و بے معید و اوستا

ملفوظ ۳۴۳ — ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ریا کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ ایسے کام کر ڈالے جس میں لوگ ریاکار سمجھیں اور اس کو شرمندگی ہو کہ لوگ مجھ کو ریاکار سمجھ رہے ہیں جو شخص بجلی سے ڈرتا ہو اس کو جنگل میں جا کر بجلی کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے خوف نکل جائیگا مگر اس علاج کے لئے شیخ کامل کی رائے کی ضرورت ہے ورنہ نفس کو بہانہ ریا کی تقویت کا مل جائیگا۔

ملفوظ ۳۴۴ — ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ امر بالمعروف کے وجوب کی دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ مخاطب سے توقع ہو قبول کی اور کم از کم کسی ضرر کا خوف نہ ہو اور ایک یہ کہ مخاطب کو اس کا علم نہ ہو اور اکثر یہی ہے کہ جہاں علم نہ ہو وہاں توقع ہوتی ہے قبول کی اور اگر علم ہو تو اکثر ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔

ملفوظ ۳۴۵ — ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب ہم لوگوں کو فراغ کے بعد مدرسہ سے جلسہ میں سند و دستار دینے کی تجویز تھی ایک مرتبہ میں نے اور فارغ طالب علموں نے حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو مدرسہ سے سند ملا کرتی ہے مگر ہم اپنے کو اس کا اہل نہیں سمجھتے اس لئے اگر یہ موقوف کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ مدرسہ کی بدنامی ہے مولانا کو جوش آگیا فرمایا کہ کون کہتا ہے کہ اہلیت نہیں ہے اپنے اساتذہ کے سامنے ایسا ہی سمجھنا چاہئے ورنہ خدا کی قسم جہاں بھی جاؤ گے تم ہی تم ہو گے پھر فرمایا کہ میں تواضع سے نہیں کہتا واقعہ ہے کہ علمی لیاقت تو کبھی حاصل ہی نہیں ہوئی مگر اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے عمر بھر کہیں شرمندگی نہیں ہوئی حضرت مولانا پر اس وقت ایک خاص حالت تھی جب یہ فرما رہے تھے فرمایا تھا سوائے اللہ رب کی عمر بھی کبھی شرمندگی نہیں ہوئی دو منٹ میں

؎ تو دیکھے گا اپنے اندر بغیر کتاب اور بغیر معید و استاد کے انبیاء علیہم السلام جیسے علوم کا مشاہدہ کرو گے ۱۲

نہ مناظرہ میں نہ درس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ غالب ہی رکھا مگر اس کے ساتھ ہی میری یہ جیسی حالت تھی اور میں اس کو بے تکلف کہہ سکتا ہوں کہ میں نے دینی طبقات میں سے کسی کو ناراض نہیں کیا نہ علماء کو نہ مشائخ کو اگر ان سے انکی رائے کے خلاف گفتگو بھی ہوئی تو اس طرح سے کہ ادب کو ہاتھ سے نہیں دیا جس سے وہ بھی محبت کے ساتھ پیش آتے خلاصہ یہ ہے کہ وہ کیسے ہی کسی قسم کے بزرگ ہوں کسی کو ناراض نہیں کیا۔

ملفوظ ۴۴۳:- ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگوں کے پاس اس نیت سے بیٹھنا چاہئے کہ جیسے یہ دیندار ہیں ہم بھی ویسے ہو جائیں لیکن اس وقت دین سے اتنی وحشت ہے کہ نیت تو کیا کرینگے اس کے احتمال سے بھی ڈرتے ہیں چنانچہ میں، نہ آباد گیا تھا اور وعظ بھی ہوتے تھے مگر انگریزی اسکولوں کے بعض طلبا نے وعظ میں آنے سے اس لئے اجتناب کیا کہ ہم کو تو دنیا حاصل کرنا ہے کہیں وعظ سن کر ہم فلاں صاحب کی طرح نہ ہو جائیں یہ صاحب بالالتزام وعظ میں آتے اور متاثر ہوتے اب وہ ایک اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں اور یہ ڈر ایسا ہے جیسے ڈوم نے یہ سنکر کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے یہ کہا تھا کہ میں چاند ہی نہ دیکھوں گا۔ جو روزہ فرض ہو چنانچہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا مگر اس نے نہ چاند دیکھا نہ روزہ رکھا اور گھر میں کو ٹھے کے اندر گھس کر بیٹھ گیا شب کو دن میں سوتا ہوگا جب دو چار دن گذر گئے بیوی نے کہا کہ یہ تو بڑی مصیبت ہے کہ میں کہاں تک بے معنی کا ٹو برا اٹھا دنگی اور گھر سے نکالدیا آخر جنگل پہونچا وہاں حاجت کا تقاضا ہوا اس سے فارغ ہو کر آب دست لینے گیا تالاب پر پہونچا تو تالاب میں پانی کے اندر چاند نظر آگیا کہتا ہے کہ میں تو تجھ کو دیکھتا نہیں تو آنکھوں میں روزہ فرض کرانے کے لئے کیوں گھسا آتا ہے تو ایسا ہی ان طلبا کا کہنا تھا کہ ہم وعظ اس لئے نہیں سنتے کہ کبھی ہم بھی فلاں صاحب جیسے نہ بن جائیں اس کی نظیر یہ ہے کہ حکیم کے پاس اس لئے نہیں جاتے کہ کہیں تندرست نہ ہو جائیں اسی طرح یہ دنیا پرست مولوی لوگوں سے گھبراتے ہیں حالانکہ محقق اہل علم ناجائز نوکریاں تک چھوڑنے کو نہیں فرماتے کہ کہیں افلاس سبب نہ ہو جائے کفر کا کیونکہ اب تو معاصی ہی ہیں اور پھر کفر ہو گا پس یہ معاصی وقایہ ہو کفر کا اس کو محقق مولوی چھوڑنے کو نہیں کہتے یہ تو تجربہ کار کا کام ہے محقق ایسا نہیں کرسکتا یہ تو وہ بات ہوگی کہ پڑھ جا بیٹے سولی پر رام بھلی کریگا بے علم واعظوں کی بدولت یہ گڑبڑ ہیں پڑ گئے ورنہ محقق کی یہ شان ہوتی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں دس روپیہ کے ملازم تھے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو نوکری چھوڑ دوں حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں یہ پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے

خالی کی اور نادانی کی حالت میں ملازمت چھوڑنا موجب تشویش و پریشانی ہوگا جب پختگی ہو جائیگی رہے رہا کر بچا لو گے۔ غرض محققین کی یہ شان ہوتی ہے تم نے عطائی نسخے استعمال کئے ہیں اس نے فن طب کو بدنام کرتے ہو کسی حاذق کا نسخہ استعمال نہیں کیا جس سے حقیقت معلوم ہو جاتی۔

ملفوظ:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہاں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کی قدر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے ہی سے معلوم ہوتی ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو ایک لسان عطا فرماتے ہیں جیسے شمس تبریز کی لسان مولانا رومی ہوئے اور میری لسان مولوی محمد قاسم صاحبؒ تھے یہ حضرات عجیب شان کے بزرگ تھے سلف کے نمونہ تھے اللہ کا بڑا فضل ہے کہ ان حضرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یہی وجہ ہے کہ اور کوئی نظروں میں نہیں سماتا۔ ان حضرات میں کوئی بات تو تھی ہی کہ ان کی صحبت سے گنوار لٹھ جاہل ایسے ہو جاتے تھے کہ بعضے علماء میں بھی آج وہ چیز نظر نہیں آتی۔ ان حضرات کی صحبت جس کو نصیب ہو گئی اس کی یہ حالت ہو گئی جس کو فرماتے ہیں ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد ، فی الحال بصورت طلا شد ،

مفتی الٰہی بخش حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین میں تھے کسی کے سوال پر مفتی صاحب نے فرمایا تھا کہ سید صاحب کے تعلق سے پہلے بھی ہم قرآن و حدیث پڑھے ہوئے تھے اور اب بھی وہی قرآن و حدیث پڑھتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ہمیں قرآن و حدیث پہلے اور طرح کا نظر آتا تھا اب اور طرح کا نظر آتا ہے۔ سو یہ چیز بزرگ کی صحبت سے ملتی ہے مگر افسوس ہے اتنی بڑی چیز کو لوگ چھوڑے ہوئے ہیں اور صحبت اختیار نہیں کرتے بڑا ناز ہے علم پر کہ ہم عالم ہو گئے یاد رکھو بدون اپنے کو مٹائے ہوئے کچھ بھی نہیں ہوتا مٹانے کے یہ معنی نہیں کہ کتابیں مٹا دو نہیں بلکہ اپنے کو مٹا دو کہ ہم کچھ نہیں جب تک یہ بات نہ پیدا ہو سمجھ لو کہ دوسرے معنی کر فنا ہو گئے برباد ہو کر رہے ہو کچھ نہیں ہوا اب رہا یہ شبہ کہ وہ چیز کیا ہے جو بزرگوں کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے۔ اور اپنے کو ان کے سپرد کرنے پر ملتی ہے بات یہ ہے کہ یہ سمجھانے سے مطلق سمجھ میں نہیں آسکتی اگر سمجھایا بھی تو ایسا قصہ ہو جائیگا جیسے ایک اندھے حافظ جی کی حکایت ہے کھیر کی وہ اس طرح ہے کہ ایک حافظ جی تھے نابینا ان کو ایک لڑکے نے دعوت کی کہنے لگے کیا کھلاؤ گے اس نے کہا کھیر اب گڑبڑ شروع ہوتی ہے اور غلطی میں ابتلا ہوتا ہے حافظ جی نے پوچھا کھیر کیسی ہوتی ہے۔ اس نے کہا سفید کہنے لگے سفید کسے کہتے ہیں اس نے کہا جیسے بگلا حافظ جی نے پوچھا بگلا کیسا ہوتا ہے اب وہ اس کو کیسے سمجھائے اس نے سامنے بیٹھ کر اور ہاتھ موڑ کر سامنے کو کر دیا کہ ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے ہاتھ سے ٹٹول کر کہا کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے اترے گی

دیکھئے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے کس قدر حقیقت سے دور ہوتے چلے گئے یہ تو تھا بگلا اور رہا تھا پگلا وہ رات کی صرف واحد صورت تھی طباق بھر کر لاکر حافظ جی کے سامنے رکھ دیتا کہ لو کھا کر دیکھو لو پھر کیسی ہوتی ہے ایسے ہی آپ گھبراتے ہیں، مگر اپنے کو کسی محقق کے سپرد کر کے دیکھو وہ تم کو مشقت میں نہ ڈالے گا پھر کے طباق کی طرح تم پر طریق کو آسان کر دیگا جو بدون مشقت ہی حلق سے اتر جائیگی۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ نیک تو ہوتے ہیں مگر ان میں فہم نہیں ہوتا اور نیک ہونا اور بات ہے فہیم ہونا اور بات ہے۔

ملفوظ: فرمایا کہ درویش سے ہماری گفتگو ہوئی انہوں نے کہا کہ اس آیت کا ترجمہ کیا جاوے لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ مقصود یہ تھا کہ اس آیت کسی سے نزاع کرنیکی ممانعت ہے یعنی کوئی کسی سے تعرض نہ کرے جو صلح کا حاصل ہے میں نے کہا کہ لاینازعنک فرمایا ہے لاتنازعھم نہیں فرمایا تو اہل باطل کو اہل حق سے جھگڑا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اہل حق کو اہل باطل کے ساتھ جھگڑنے سے منع نہیں فرمایا اس پر شاہ صاحب خاموش ہو گئے اسی طرح میرٹھ میں ایک صاحب درویش شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس میرٹھ کے خاندان کے پیر ہوئے تھے والد صاحب اس زمانہ میں ان کے یہاں مختار ریاست تھے میں بھی وہاں اتفاق سے وہاں پر والد صاحب کے پاس گیا ہوا تھا ان درویش سے بھی ملنے گیا ان درویش کو یہ معلوم ہوا کہ یہ طالب علم ہے محبت سے بلا کر بٹھایا اور مثنوی کے اشعار کی شرح میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے۔

چند از روزیکہ پیش از روز و شب ۔ فارغ از اندوہ و آزاد از طلب
متحد بودیم با شاہ وجود ۔ حکم غیرت بکلی محو بود

ان اشعار سے بزعم خود وحدۃ الوجود کو ثابت کرنا چاہا۔ میں نے کہا کہ اس میں تو بودیم فرماتے ہیں، ہستیم نہیں فرماتے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب تغایر ہے تو اس سے تو وحدۃ الوجود کی

حاشیہ صفحہ ھذا۔ جو لوہا پارس کی پتھری سے چھو بھی گیا، فوراً ہی سونے کی شکل ہو گیا ۱۲۔
سطر ھذا۔ ہم نے ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے۔ کہ وہ اسی طریق پر ذبح کیا کرتے تھے تو ان لوگوں کو چاہیے کہ اس امر میں آپ سے جھگڑا نہ کریں ۱۲ ان لوگوں کو چاہیے کہ جھگڑا نہ کریں ۱۲ آپ ان سے جھگڑا نہ کریں ۱۲ اس عالم ناسوت سے پہلے کیا اچھا زمانہ تھا کہ ہم بغیر کسی غم کے اور بغیر ضرورت طلب کے شاہ وجود کے ساتھ متحد تھے اور غیریت کا حکم بالکلیہ محو تھا ۱۲

تھی ہوئی۔ بس بسوت رہ گئے کچھ نہیں بولے اور اس تمام خاندان میں اس کی شہرت ہو گئی مجھ کو خیال ہوا کہ شاید ان لوگوں کو ناگوار ہوگا اس لئے کہ ان سے باہر ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ اس کا عکس ہوا چنانچہ شیخ صاحب کے بھتیجے غلام محی الدین مرحوم جو کہ ہولہ سے ریاست کے روح و رواں تھے انہوں نے مجھ کو قصداً بلایا اور واقعہ کی تفصیل پوچھی میں نے سب بیان کر دیا تو سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خوب کیا اور میں نے بھی ان درویش کے کہنے پر اتنا جواب دیا مگر خود ابتداء نہیں کی اور نہ کوئی بے ادبی کی اور ان کے اشعار پڑھنے سے متاثر میں بھی ہوا مگر حدود شرعیہ کی حفاظت ضروری تھی اس لئے جواب دینا پڑا۔

ملفوظ فرمایا کہ جو لوگ بوقت ضرورت مجھ سے قرض لے لیتے ہیں جب کوئی قسط ادا کرنے آتے ہیں تو ان کو پاس بٹھلا لیتا ہوں اور وہی یادداشت میں وصول لکھ کر اس کو بھی دکھلا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصول یابی لکھ لی ہے محض اس خیال سے کہ ان کو بے فکری ہو جائے یہ خیال نہ رہے کہ شاید وصول لکھنا یاد نہ رہے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ اتنا بخل محمود ہے کہ جس سے آدمی انتظام کر سکے اور اپنے دل کو تشویش اور پریشانی سے بچانے کیلئے کچھ پیسے اپنے پاس رکھے بدون اتنے بخل کے انسان منتظم نہیں ہو سکتا اور یہ بخل لغوی ہے شرعی نہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی نفس کے بہلانے کو کچھ نہ کچھ ضرور اپنے پاس رکھے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ماموں امداد علی صاحب حکیمانہ مذاق رکھتے تھے گو مسلک میں ان سے ہمارا اختلاف تھا مگر بعض باتیں بڑے کام کی فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار یہ فرمایا کہ میاں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا واقعی بڑے ہی کام کی بات فرمائی لوگ دوسروں کی فکر میں رہتے ہیں اپنی فکر نہیں کرتے جس سے دوسروں کی کوئی خفیف سی مضرت تو محفوظ ہو جاتی ہے مگر اپنا ضرر عظیم ہو جاتا ہے اور ممدوح ظریف بہت تھے ایک مرتبہ رڑکی تمام تھا بارش ہو کر ختم ہوئی تھی کیچڑ ہو رہی تھی ایک صاحب کو دیکھا کہ جلدی جلدی چل رہے ہیں ماموں صاحب نے فرمایا کہ میاں کیچڑ ہو رہی ہے اس طرح نہیں چلنا چاہئے اندیشہ گر جانے کا ہے وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں گر نہیں سکتا اقلیدس کے قاعدہ سے چلتا ہوں یہ کہہ کر آگے کو بڑھے اور دھڑام سے زمین پر۔ ماموں صاحب فرماتے ہیں کیوں صاحب کونسی شکل تھی۔ رڑکی کا ہی یہ بھی واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب باہر سے یہاں آئے اور ایک مولوی صاحب وہاں ہی مقیم تھے اور دونوں خوب موٹے تھے دونوں کی توند نکلی ہوئی تھی ملاقات کے وقت دونوں نے معانقہ کیا تو ماموں صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا یہ تو معانقہ نہیں ہوا مباطنہ ہو گیا یعنی پیٹ سے پیٹ مل گئے۔

ملفوظ ۵۵۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایسے ایسے بھی فہیم لوگ دنیا میں آباد ہیں یہاں پر ایک صاحب آئے تھے یہ لکھ گئے ہیں کہ تربیت کے اس طرز کا بھید ہی سمجھ میں نہیں آتا بتلایئے یہاں کون سے اسرار ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔

ملفوظ ۵۵۴:- ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایسی کوتاہ نظری اور ایسی کوڑمغزی کی بھی کوئی حد ہے پھر سمجھتے ہیں کہ ہم پر سختی کی جاتی ہے پہلے رنجیدہ کرتے ہیں پھر کچھ کہا جاتا ہے تو رنجیدہ ہوتے ہیں ایسوں سے تو یہی کہنا اسلم ہے کہ بس یہاں سے جاؤ ہم بڑے ہی کون ان کوڑمغزوں کی چاپلوسی اور غلامی کرنے غیرت کے بھی تو خلاف ہے میں تو اپنے متعلق کسی شبہ کو دور کرنا بھی غیرت کے خلاف سمجھتا ہوں جیسے بیٹی کے بارہ میں کوئی پیام دالا کہے کہ سنا ہے کہ تمہاری بیٹی کانی ہے تو کیا جواب میں یہ کہنے بیٹھے گا کہ کانی نہیں بہت حسین ہے بلکہ یہی کہیگا کہ نہ صرف کانی بلکہ اندھی ہے تم نہیں چاہتے تو اور کہیں جاؤ تو کیا طریق کی اتنی بھی وقعت نہ ہو۔ دوسرا تو اعتراض کرے اور ہم اس کو ترغیب دیں لیکن جس چیز کی اصلاح فرض ہے وہاں تبلیغ ہر حال میں فرض ہے مگر تبلیغ کا رنگ اور ہے اور ترغیب کا رنگ اور ہے۔ جس میں وجدانی فرق ہے۔ تو ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی۔

۱۹ رشوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

ملفوظ ۵۵۵:- ایک مضمون کے سلسلہ میں فرمایا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ بڑے حکیم ہیں ہر معاملہ میں ان کا کلام موجود ہے حتی کہ سلطنت کے معاملات میں بھی رائے دیتے ہیں میرا تو خیال ہے کہ آج کل اہل حکومت شیخ ہی کی تعلیم اور تجربات کا اکثر حصہ لئے ہوئے ہیں جس پر عمل در آمد ہے اچھی بات ہے کوئی بھی عمل کرے اس کا فائدہ پہنچتا ہی ہے اگر اہل حکومت مسلمان ہوتے تو اور بھی نور علی نور ہوتا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے باوجود اس کے کہ سلطنت نہیں کی مگر پھر بھی اس قدر تجربات بیان فرمائے فرمایا کہ روشن دماغ تھے جب اللہ کی اطاعت ہوتی ہے قلب میں ایک نور ہوتا ہے شیخ نے جس قدر حکومت کی بقاء تدبیر بیان فرمائی ہیں نہایت حکیمانہ ہیں اگر ایسی تدابیر حدود شریعت کے ماتحت اختیار کی جائیں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک خاص برکت ہوتی ہے

اور شریعت سے تجاوز کرنے سے فی الحال بے برکتی اور فی المآل زوال ہوتا ہے اور حاصل اکثر تدابیر کا یہ ہے کہ لَا یَخْدَعُ (بصیغہ معروف) (کسی کو دھوکہ نہ دے) وَلَا یُخْدَعُ (بصیغہ مجہول) (کسی سے دھوکہ نہ کھائے)

ملفوظ فرمایا کہ میں لیڈیوں کو ساحرہ کہا کرتا ہوں بات کرنا ان سے غضب ہے یہ بہت جلد دوسرے کو اپنا ہم خیال بنا لیتی ہیں اس فن میں کمال ہے ایک واقعہ ہے کہ ایک تعلیم یافتہ بی بی کی آنکھوں میں کچھ امراض پیدا ہوگئے تھے ان کو ہر چند سمجھایا گیا اور نہایت نرمی سے سمجھایا گیا کہ ڈاکٹر کو آنکھیں دکھلا دی جاویں شرعاً جائز ہے مگر وہ بوجہ شرم و حیاء کے منظور نہ کرتی تھیں اتفاق سے سلسلۂ علاج ہی میں ان بی بی کا سفر لکھنؤ کا ہوا وہاں پر انہوں نے کہا اگر کوئی عورت ڈاکٹر ہو آنکھوں کا علاج کرنے والی ہو اس کو دکھلا سکتی ہوں چنانچہ دو میمیں دیکھنے کے لئے بلائی گئیں انہوں نے بھی دیکھ کر وہی رائے دی اور اس قسم کی تقریر کی کہ ان کو اس پر آمادہ کر دیا کہ ڈاکٹر کو آنکھ دکھلا دوں گی جب وہ چلی گئیں تب ان بی بی کی سمجھ میں آیا کہنے لگیں کہ ڈاکٹر کو آنکھ دکھلانے کا ارادہ کر لیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ تمام عمر کبھی کسی لیڈی سے نہ ملوں گی ان سے ملنا سراسر خطرناک ہے یہ تو جادوگرنیاں ہیں ان کی گفتگو سے میں اس قدر مغلوب ہو گئی کہ رائے بدل دی۔

ملفوظ ایک صاحب نے حضرت والا سے کچھ مشورہ چاہا جس کا تعلق مستقبل بعید سے تھا فرمایا کہ میں نے تجربہ کیا ہے کہ آدمی کو اپنے مستقبل کے سوچ و بچار میں نہ پڑنا چاہئے یہ ایسا سلسلہ ہے کہ تا زیست اس سے نجات مشکل ہے اگر آدمی اس کے پیچھے پڑے پاگل بن جائے بس راحت اسی میں ہے کہ جو واقع ہوتا جائے یا اس کا وقوع غالب ہو اس کا حق ادا کرتا رہے۔

ملفوظ ایک مضمون کے سلسلہ میں فرمایا کہ آج کل کمال کی غایت مقصودہ مال رہ گیا تمام کمالات کا خلاصہ یہی ہے۔

ملفوظ ایک صاحب کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ کس ذوق سے تو لوگ تعلق پیدا کرتے ہیں اور پھر کچھ نہیں۔ لوگ سیر ہو جاتے ہیں اسی سیری کی مذمت میں کہتے ہیں۔ ؎

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات ٭ ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

فرمایا کہ جس کو طلب نہ ہو تو ظاہری نباہ کی ہو یہ بھی کہیں پھر نباہ سے اکثر طلب بھی پیدا ہو جاتی ہے شرم آنا چاہئے کہ اصرار کر کے تو تعلق پیدا کیا دوسرا انکار کر رہا تھا اب ضعف تعلق پر رہ گیا ہے تا ہم کچھ سمجھ کر نباہ کرے۔

؎ اس آب حیات سے خدا کرے کبھی سیری نہ ہو۔ خدا کرے اس آب حیات کی پیاس مجھے ہر دم بڑھتی رہے ۱۲

ملفوظ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے آج کل سے غالب حالات پر نظر کر کے تبحر فی العلوم کو فرض عین فرمایا تھا جس سے مجھ کو تو ضروری بعد تبحر کا شوق ہو گیا ہے کیا سہولت سے ساتھ کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے کہ وقت بھی زائد خرچ نہ ہو اور قابلیت بقدر ضرورت پیدا ہو جائے فرمایا کہ کون مشکل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شفیق استاذ توجہ کرے تو اول ایک کتاب ادب کی پڑھا دے خواہ مفید الطالبین ہی ہو مگر اس طرح کہ اس میں صرف نحو کے قواعد بھی ساتھ ساتھ جاری کراتا جاوے اور ایسے قواعد کچھ زیادہ نہیں بس پندرہ بیس ہوں گے جس سے صرف اتنا معلوم ہو جائے کہ اس کلمہ پر زبر کیوں آیا زیر کیوں ہے اس کے بعد قرآن شریف کا ترجمہ اسی طرح ہو کہ اس میں بھی قواعد جاری کرائیں اور ایک کتاب حدیث کی پڑھا دی جائے مثلاً مشارق الانوار کہ بہت بڑی بھی نہیں اور ایک کتاب فقہ کی جیسے قدوری اس کے بعد یا ساتھ ساتھ دو تین کتابیں صرف و نحو کی بھی پڑھا دی جائیں اس سے مناسبت پیدا ہو کر ضروری کتابوں کا مطالعہ بہت سہل اور آسان ہو جائیگا۔

ملفوظ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعد مر جانے کے جسم کو قطع کرنے سے یا اسکے احراق سے کیا روح کو کوئی تکلیف ہوتی ہے فرمایا کہ روح کو الم یعنی دکھ نہیں ہوتا البتہ قلق و حزن سا ہوتا ہے جیسے مثلاً کسی کی رضائی بدن سے اتار کر جلا دی جائے تو چونکہ اس سے ایک زمانہ تک ملابست رہ چکی ہے اسکی پر قلق اور رنج ہوتا ہے مگر ایسی تکلیف نہیں ہوتی جیسے اگر زندہ جسم جلے یا دوسری مثال سے سمجھ لیجئے کہ جسم کے فالج زدہ حصہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی چاہے پھاڑ دیجئے چیر دیجئے بس اسی طرح روح کو ایسی چیز والے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہاں قلق ضرور ہوتا ہے جس کی وجہ موانست ہے۔

ملفوظ: ادائے رقوم مہر کی تقسیم کے سلسلہ میں جس کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ اپنے والد صاحب مرحوم کے ازواج اربعہ کے مہر کے حصص مستحقین کو ادا کئے گئے فرمایا کہ میں نے کاندھلے والوں کو جو بفضلہ تعالیٰ معزز اور ذی وسعت ہیں اور جن کا حصہ بہت ہی حقیر رقم تھی لکھا ہے کہ اس تھوڑی سی رقم کا قبول کرنا آپ لوگوں کی شان کے بالکل خلاف ہے لیکن اگر ادا نہ کرتا تو اور کیا کرتا اہل حقوق کو حق دینا تو ضروری تھا امید ہے کہ آپ ایک مسکین کی خاطر سے اسکو قبول فرمالیں گے جو آپ حضرات کی اور زیادہ وقعت اور عظمت کا سبب ہوگا اس کے متعلق ایک انتظام میں نے یہ کیا کہ ان صاحبوں کو براہ راست رقوم نہیں بھیجیں کہ علٰحدہ یہ وہ خجلت کا سبب ہوتا بلکہ مولوی زکریا صاحب کاندھلوی مدرس حدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ذریعہ سے یہ مضمون اور رقم بھیج رہا ہوں آج سہارنپور منی آرڈر کرنے کا خیال ہے اور اگر کوئی صاحب جانیوالے ملگئے ان کے ہاتھ بھیجدونگا۔

براہ راست اس لئے نہیں بھیجتا تاکہ دینے والوں کو گرانی نہ ہو شرمائیں نہیں بلکہ اسکا بھی خیال ہے کہ میری وجہ سے کسی پر گرانی یا بار نہ ہو ان باتوں پر مجھ کو لوگ وہمی کہتے ہیں۔

۱۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۸۷۴:- ایک صاحب نے تعویذ مانگا فرمایا کہ یہاں تعویذ دینے آئے ہو کیا پچھلی اذیتیں پہنچانا بھول گئے اب یہ چاہتے ہیں کہ یہاں آنے کو بھی منع کر دوں کیا ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ کسی کے ذریعہ سے اپنا کام نکال لو اور مجھ کو معلوم بھی نہ ہو کہ کس کا کام ہے۔ اب یہاں کیوں بیٹھے ہو کیا پچھلی اذیتیں یاد دلانے کو بیٹھے ہو مجھ کو تمہاری صورت دیکھکر سب باتیں سنانیکی تازہ ہو گئیں۔

فرمایا کہ اگر کسی سے ساتھ تحمل کا برتاؤ کیا جائے تو وہ آگے کو بڑھتا ہے۔ جو شخص کسی کی رعایت کرے اس کو چاہیے کہ وہ بھی دوسرے کا خیال رکھے مگر آجکل رعایت کرنے سے لوگ آزاد ہو جاتے ہیں۔ کیا صبر کرنے سے قلب سے اثر بھی مٹ جاتا ہے کیا سر پر ہو کر تعویذ مانگنے بیٹھے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے تو وہ بھی بتلادی کہ کسی اور کے ذریعہ سے کام نکال لینا چاہیئے فرمایا کہ میں تو سب کی رعایت رکھتا ہوں کہ سب کے کام میں خلل نہ ہو مگر لوگ میری رعایت کا خیال نہیں رکھتے۔

ملفوظ ۸۷۵:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے یہ صاحب اہل علم ہیں لکھا ہے کہ دنیاوی معاملات میں تکلیف نہ دینے کو دل نہیں چاہتا مگر چونکہ میں اپنے کو غلام بنا چکا ہوں اس لئے کوئی نقل و حرکت بلا مشورہ کرنا نہیں چاہتا فلاں معاملہ میں حضرت والا سے مشورہ درکار ہے (جواب) بلا استیعاب مصالح مشورہ دینا خلاف دین ہے اور مجھ کو استیعاب حاصل نہیں اس لئے میں مشورہ نہیں دے سکتا۔

ملفوظ ۸۷۶:- اس کا ذکر تھا کہ اگر مسلمان احکام اسلام کی پابندی پوری طرح کریں تو غیر مسلم اقوام پر اس کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے فرمایا ایک ماہواری رسالہ میں ایک انگریز کے رسالہ کا ترجمہ نکلا تھا جس نے اس میں یہ حکایت دیکھی ہے کہ وہ انگریز عرب کے کسی علاقہ میں سیاحت کیلئے گیا اور اس نے وہاں چند بدوؤں کو رہنمائی وغیرہ کیلئے ملازم رکھے جو اس کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر رہتے تھے اور کوئی کام بدو اس کی اجازت کے نہ کرتے تھے ایک مرتبہ ایسا

اتفاق ایسا ہوا کہ سب گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے کہ ان بدویوں نے بغیر اس کی اجازت ایکدم گھوڑے روک لئے اس کو تعجب ہوا کہ بدون اس کی اجازت کے یہ کیا کیا دیکھا تو وہ سب اتر کر کسی جگہ پانی جمع تھا وہاں پہنچے اور وضو کر کے صف بستہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے اس نے یہ منظر پہلی ہی بار دیکھا تھا ان کو دیکھتا رہا وہ انگریز لکھتا ہے کہ جس وقت میں نے ان کو اس حالت میں دیکھا ہے تو انکی ایک عظمت میرے قلب میں پیدا ہوئی ادھر میں نے اپنے کو دیکھا کہ الگ کھڑا ہوں تو اس وقت میں ان کی صف سے الگ کھڑا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک معزز جماعت کے سامنے ایک ذلیل آدمی کھڑا ہو۔ بس یہ اول تاریخ تھی جس میں مجھ کو اسلام کے ساتھ محبت ہوئی اور اس کے بعد سے مجھ کو ان بدووں پر حکمرانی کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی تھی۔ فرمایا یہ انگریز اس روز سے حمایان اسلام میں داخل ہو گیا گو مسلمان تو نہیں ہوا مگر اسلام کی محبت و وقعت و عظمت اسکے قلب میں پیدا ہو گئی۔ فرمایا کہ ایک دوسرا واقعہ ہے یہاں کے ایک رئیس بیان کرتے تھے کہ ریل کے سفر میں میرا اور ایک انگریز کا ساتھ ہو گیا میں نماز کے وقت پر نماز پڑھنے لگا وہ اس سے قبل بہت ہی آزادی سے کمر لگائے ہوئے بیٹھا ہوا اخبار دیکھ رہا تھا مگر مجھ کو نماز پڑھتے دیکھکر اس نے پھر کمر نہیں لگائی نہایت ادب کے ساتھ پاؤں سمیٹکر بیٹھ گیا انہی رئیس کا ایک دوسرے ہمراہی سفر انگریز کے ساتھ ایک واقعہ ہے کہ انکو استنجے کی ضرورت ہوئی یہ ریل کے ڈبہ میں ٹٹی میں ہوکے استنجا سکھلانے لگے فراغ کے بعد انگریز نے ان سے کہا کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں انہوں نے کہا ضرور۔ کہنے لگا کہ یہ طریقہ استنجا سکھانے کا کیا اسلام کی تعلیم ہے کہ سب کے سامنے اس طرح پر استنجا سکھایا جائے انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرا فعل ہے اسلام کی تعلیم نہیں کہنے لگا مجھ کو بھی تعجب ہوا کہ اس طریق میں تو ایک قسم کی بے حیائی ہے اور اسلام نہایت مہذب مذہب ہے وہ ایسی بے حیائی کی تعلیم نہیں دے سکتا دیکھئے اس پر کس قدر اثر ہوا۔

ملفوظ ۸۶۷ فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر عربی دین کی غرض سے بھی نہ پڑھے تو دنیا ہی کے واسطے ضرور پڑھے اس سے اعلیٰ درجہ کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے مگر آج کل ہمارے ان کرتوں پاجاموں کو دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا جانتے ہونگے یہ تو یونہی اُول جلول ہیں اور انگریزی لباس چاہے وہ گاؤدی ہی کا ہو مگر ہو کوٹ پتلون تو اس کو قابلیت کی دلیل سمجھتے ہیں اور ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ آپ کے نزدیک یہ لباس عزت کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک وہ لباس دین کے خلاف ہے فانا نسخر منکم کما تسخرون ہنسنے کا جواب یہ ہے۔

سہ سو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو ۱۲۔

ملفوظ ٧٦٨:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے ان کو کسی ظاہری شان وشوکت کی ضرورت نہیں ہوتی ان کے اندر ہی سب کچھ ہے بہت سے کمالات ان حضرات کے ایسے ہوتے ہیں کہ بیان میں بھی نہیں آسکتے اگر ذوق اور فہم سلیم ہو تو وجدان ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں اس پر ایک شعر پڑھا کرتا ہوں۔ ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست ، بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست[1]

ان کی تو یہ شان ہوتی ہے جس کو فرماتے ہیں ؎

اے[2] دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی ، بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی ،

اور فرماتے ہیں۔ ؎ دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند ، دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

نیاشد[3] اہل باطن در پئے آرائش ظاہر ، بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

ملفوظ ٧٦٩:- فرمایا کہ ہم کو ترقی کا دشمن کہا جاتا ہے حالانکہ ایسی دشمنی کو اپنی غرض کے لئے خود بھی پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک صاحب سے سلسلہ گفتگو میں اسکی ایک مثال بیان کی تھی عجیب مثال ہے کہ باورچی آپ کا دس روپیہ کا ملازم ہے اس کسی صاحب نے کہا کہ ہم تجھ کو بیس روپیہ دینگے تم ہمارے یہاں آجاؤ اور وہ اس کو قبول کرے اور آپ کو معلوم ہو تو کیا کہیں گے کہ بڑا ہی ہونا تھا کچھ بھی خیال نہ کیا اور اگر وہ انکار کر دے اور اسی دس ہی روپیہ پر قناعت کرے اور بعد میں اس واقعہ کا آپ کو علم ہو کہ اس نے بیس روپیہ کو قبول نہیں کیا تو آپ پر اس کا کیا اثر ہوگا آپ یہی کہیں گے کہ بڑا ہی باوفا ہے تو دیکھئے اس واقعہ میں اس کی ترقی قبول کرنے پر آپ خفا اور ترقی سے انکار کر دینے پر خوش ہوئے سو اگر علماء بھی رضاء حق کے واسطے ایسا ہی کریں تو ان پر کیوں الزام ہے یہ مثال سنکر ہر منصف پر یقیناً اثر ہوگا اور بہت ہی خوش ہوگا (بشرطیکہ علماء بھی ایسے ہوں۔ وتلیل ما ہم)

ملفوظ ٧٧٠:- فرمایا کہ میں تو انگریزی کے جدید تعلیم یافتہ طلباء کے متعلق ایک رائے دیا کرتا ہوں کہ مختصر چھٹیاں اور تعطیلات جو ان کو ملتی ہیں ان کو تو وہ اپنے تکمیل کو دیکھنے کیلئے رکھیں اور

---

[1] حسن کی یہ ظاہری مانند نزاکت نہیں ہے۔ حسینوں کے اندر بہت سی ادائیں ایسی ہوتی ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں ۱۲

[2] اے دل بہتر ہے کہ شراب عشق میں مست رہو اور بغیر ظاہری دولت وثروت کے (غنا قلبی کی وجہ سے ایسے رہو جیسے کہ) قارون کے برابر جاہ و ثروت کے مالک ہو۔ [3] محبوبان مجازی خوشنما سنگھار کے محتاج ہیں، ہمارا محبوب وہ ہے جس کو حسن حقیقی حاصل ہے۔ اہل باطن ظاہری زیب و زینت کے درپے نہیں ہوتا (جیسا کہ) باغ کی دیوار کو رنگ و روغن سے نقش و نگار کی ضرورت نہیں ہوتی (کیونکہ اس پر تو اصلی پھول کھلے ہوئے ہیں ۱۲ [illegible]

بڑی تعطیل کا نصف حصہ بھی تکمیل کو ہی میں صرف کریں اور نصف کسی اہل باطن اہل علم کی صحبت میں گذار دیا
اور وہ جو کچھ کہیں اس کو سنا کریں اگر اعتقاد سے بھی نہ سنیں تو انکار سے بھی نہ سنیں خلو ذہن کے ساتھ
سنا کریں میرا تو یہ دعویٰ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس طرز سے چند روز میں ان کے قلوب میں دین
پیدا ہو جائیگا ۔ حضرت اس کی بڑی ضرورت ہے اول مسلمان تو ہو ۔ اب تو اسی کے لالے پڑ گئے
ہیں کہ مسلمان مسلمان ہی نہیں رہے ۔ نیز میں کہا کرتا ہوں کہ داماد بنانے کے لئے لڑکے کے مالدار ہونے
کو دیکھتے ہو خوبصورت ہونے کو دیکھتے ہو لکھا پڑھا ہونے کو دیکھتے ہو مگر یہ بھی تو دیکھا کرو کہ وہ
مسلمان بھی ہے یا نہیں اس میں ایمان بھی ہے یا نہیں ۔ بریلی میں ایک انگریزی داں لڑکا تھا بری
صحبت سے اس کے عقائد خراب ہو گئے تھے میں بریلی گیا ہوا تھا ان کے دادا نے مجھ سے کہا
کہ اس کو نماز پڑھنے کو کہہ دیجئے ۔ میں نے بدون کسی تمہید کے صاف صاف لفظوں میں پوچھا کہ تم
نماز کیوں نہیں پڑھتے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا قائل نہیں نماز کس کی پڑھوں وہ لڑکا ایک مسلم کالج میں تعلیم
پاتا تھا میں نے اس لڑکے کے دادا سے کہا کہ آپ نماز کی تبلیغ کراتے ہیں یہ تو مسلمان بھی نہیں اس کو
اول اسلام کی تعلیم کی ضرورت ہے ان بیچاروں کو یہ سنکر بیحد صدمہ ہوا اور مجھ سے مشورہ لیا کہ اب کیا کروں
میں نے کہا کہ اس کو کالج سے اٹھا کر گورنمنٹ اسکول یا کالج میں داخل کر دو ان کو تعجب ہوا کہ یہ کیا بات
اسلامی کالج میں تو یہ کافر ہوا اور غیر اسلامی میں جا کر یہ مسلمان ہو جائیگا ۔ میں نے کہا کہ میں اس وقت اس
کی حکمت نہ بتلاؤنگا غرض انہوں نے ایسا ہی کیا سو چونکہ اسلامی کالج میں سب ایک ہی مذہب کے
تھے اس لئے آزادی کے ساتھ جو چاہتا تھا بکتا تھا اور گورنمنٹ کالج میں بہت سے غیر مسلم
بھی تھے وہ اسلام پر اعتراض کرتے تو قومیت کی محبت میں اس کو ناگوار ہوتا ان کو جواب دیتا
اس طرح اسلام کا اثر قلب میں پیدا ہوتا رہا اور چند روز میں پکا اور کٹر مسلمان ہو گیا یہ حکمت تھی
اس صورت میں اور ایک تدبیر تھی نہایت دقیق اور میں تو بحمد اللہ اکثر تدابیر سے کام لیتا ہوں ۔ وجہ
یہ کہ اول تو مجھ میں قوت باطنی ہے نہیں ہاں قوت تو ہے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھا لیا لیکن میں
کہتا ہوں کہ اگر قوت باطنی ہوتی بھی تو بھی میں اس سے کام نہ لیتا اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت
نہیں مجال تھی کہ ابولہب اور ابوجہل ایمان سے رہ جاتے اگر حضور قوت باطنی سے کام لیتے نیز عبدیت کے
بھی خلاف ہے خدا پر چھوڑ دینا چاہئے اور تبلیغ و تدبیر اس تفویض کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا حکم خدا تعالیٰ ہی
نے کیا ہے پھر فرمایا جی یہ چاہتا ہے کہ مسلمان مسلمان ہوں پھر اگر امیر کبیر بھی ہوں بلکہ سلاطین بھی ہوں تو کوئی حرج
نہیں ہاں عیسائی نہ ہوں نیچری نہ ہوں ہندو نہ ہوں ملحد نہ ہوں دیکھئے میں صرف یہ چاہتا ہوں نہ امارت کا مخالف
ہوں نہ سلطنت کا مگر لوگ مولویوں کے متعلق نہ معلوم کیا کیا خیال پکائے بیٹھے ہیں کہ یہ مسلمانوں کو پستی سکھلاتے ہیں ۔

ملفوظ فرمایا کہ میں جب تقریر کرتا ہوں اسوقت دل میں یہ عزم راسخ ہوتا ہے کہ مخاطب میں دین پیدا ہو جاوے ۔

۲۰ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ: ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک آوارہ لڑکے کے متعلق اس کے والد کو میں نے مشورہ دیا ہے کہ اس کو بزرگوں کے حالات کی کتاب مثلاً نزہۃ البساتین پڑھنے کو دیدی جائے اولیاء اللہ کے تذکرہ میں بڑی برکت ہوتی ہے اور میں نے یہ بھی کہدیا ہے کہ جو حکایت سمجھ میں نہ آوے اس کو چھوڑ دیا جاوے اس میں خوض نہ کیا جاوے اس لئے کہ اس میں بعض حکایات ایسی ہیں کہ ظاہر میں ان کا مضمون خلاف شریعت معلوم ہوتا ہے پھر اس مشورہ کے متعلق یہ فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ مشقت نہ ہو اور اصلاح ہو جائے اور یہ طریقہ بزرگوں کی حکایتوں کے دیکھنے سے حاصل ہو جاتا ہے کہ ظاہر میں کوئی خاص مجاہدہ نہیں اور اندر اندر سب کچھ اثر ہو رہا ہے فرمایا کہ مقبولین کے حالات دیکھنے اور پڑھنے کے بارہ میں حق تعالیٰ بھی اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔ وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک یعنی ہم آپ سے انبیاء کے ایسے قصے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔ فرمایا کہ نزہۃ البساتین میں ایک ہزار سے زیادہ حکایات ہیں تو جب ایک ہزار نشتر لگیں گے کہاں تک مادہ فاسد نہ نکلے گا۔

ملفوظ: حضرت والا نے ایک صاحب سے پانی پینے کیلئے منگایا کٹورہ میں پانی زائد دیکھکر فرمایا کہ اس کو کم کر کے لاؤ طبیعت اسقدر ضعیف ہے کہ زائد پانی ہونے کیوجہ سے گھبراتی ہے تھوڑا سا بھی نہیں پیا جاتا دسترخوان پر اگر روٹی زائد آجائے تو ایک روٹی بھی راحت سے نہیں کھا سکتا اب جتلائیے ایسے انتظامات کی بابت کیسے سمجھاؤں میرے اس مواخذہ کرنے پر لوگ کہتے ہیں کہ تکلیف ہوتی ہے کہتے تھے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ دیکھنے سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

ملفوظ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ایک بار فرمایا تھا کہ آج کل تبحر فی العلوم قریب قریب فرض عین ہے فرمایا جی ہاں وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں عام لوگوں میں دین اور بزرگوں پر اعتقاد زیادہ ہوتا تھا ان کی تقلید علم دعمل کے لئے کافی ہوتی تھی اب یہ نہیں رہا تو بجز اس کے کونسی صورت ہے حفاظت دین کی بس یہ حفاظت اسی میں ہے کہ ہر شخص ضروریات کا درسی عالم ہو اس لئے کہ ایسے لوگ نہ تو خود دین کو سمجھ سکتے ہیں اور سمجھانے والے پر

اعتماد کرنے سے بے عار ہے تو اب دین کی حفاظت کی واحد صورت یہی ہے کہ ہر شخص اس قدر علم دین حاصل کرے کہ جس سے دین کو سمجھ سکے ورنہ آگے چل کر اندیشہ ہے گمراہی میں پھنس جانے کا اس بنا پر میں تبحر فی العلوم کو تقریباً فرض عین کہتا ہوں۔

ملفوظ ۱: فرمایا کہ آج کل اکثر لوگ محل بے محل جوش میں کہہ دیتے ہیں کہ دین کے لئے جانیں دینی چاہئیں اس سے ہم بھی متفق ہیں بشرطیکہ قاعدہ سے ہو مراد قاعدہ سے شرعی قاعدہ بے قاعدہ سے جان دینے میں ارمان تو نہیں ہوتا یہ تو اطمینان ہوتا ہے کہ محل میں جان صرف ہوئی اور بے قاعدہ اور بے اصول کس طرح دیدی جائے اس کے دینے کے لئے بھی تو شریعت مقدسہ نے اصول بیان کئے ہیں اور جب ہم کو معمولی معمولی باتوں میں احکام کا مکلف بنایا ہے تو اتنی بڑی چیز یعنی جان دینے کے باب میں کیسے آزاد چھوڑ دیا جاتا۔

ملفوظ ۲: فرمایا کہ آج کل لوگ حکومت کے بعض قواعد سے ناخوش ہیں اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ ان قواعد کے تحت ہر وقت روپیہ کھسٹنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ رعایا کی مصلحت اور رعایا کی راحت قطعہ برابر پرواہ نہیں سلاطین میں یہ بات نہ تھی گو اور قسم کے ظلم ہوں۔

ملفوظ ۳: ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ جتنے فرقے جیو ہتیا پر معترض ہیں ان کو انسان ہتیا کی ذرہ برابر پرواہ نہیں۔ ان کے یہاں سانپ بچھو بھنگا مچھر کیڑی مکوڑے سب کی حفاظت ہے اگر نہیں تو آدمی کی حفاظت نہیں۔

ملفوظ ۴: ایک لفافہ پر ٹکٹ بالکل صاف تھا ڈاکخانہ کی مہر سے بھی بچ گیا تھا حضرت والا نے اس کو فوراً چاک کر ڈالا اور فرمایا کہ بعض لوگ تو اس کے استعمال کو جائز کہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر جائز ناجائز کا بھی خیال نہ ہو تب بھی اپنے نفس کا تو معالجہ ضروری ہے ایسی جائز چیزوں سے بھی ناجائز کی عادت پڑتی ہے نفس کو اور میں تو ایسے دوبارہ انتفاع حاصل کرنے کو ناجائز کہتا ہوں ایسی باتوں سے عوام کی جرأت بڑھتی ہے ایسی جزئیات میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲۰ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۵: اصول طب کا ذکر تھا اس سلسلہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ طب میں جہاں تفریح کی اور چیزوں کو مدون کیا ہے دو چیزوں کو مدون نہیں کیا ایک تو مال کا مالک بننا،

اور ایک چھوٹے بچوں سے مشغول ہونا ایک طبیب اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے عرض کیا کہ شیخ
بو علی سینا نے لکھا ہے دق کے علاج میں کہ اس کو مال کثیر کا مالک بنا دیا جاوے یہ بھی اس مریض کے
اچھا ہونے کی تدبیر ہے فرمایا کہ یہ تو نہیں لکھا کہ اس قدر زیادہ مال کا مالک بنا دے۔ جس سے شادی
مرگ ہو جاوے۔ عرض کیا یہ بھی لکھا ہے۔ فرمایا واقعی حکیم تھا ان چیزوں سے طبیعت کو اور خیال کو قوت
پہنچتی ہے۔ اور خیال کو ایسے امور میں بڑا دخل ہوتا ہے اس قوت خیالیہ پر ایک حکایت یاد آئی سہارنپور
میں ایک گنوار کا مقدمہ حاکم کے سامنے پیش ہوا جن کا نام ظہیر عالم تھا نقل کیئے انکا ذہن بگڑ جائیں اس نے دیوبند
والے حاجی سے ترے واسطے ایک (تعویذ) تعویذ لکھوا لیا تھا۔ وہ بس باہر بھول آیا وہ لے آؤں تب
پوچھیو کیا پوچھیگا حاکم اس وقت تک آزاد خیال سے تھے ایسی چیزوں کے یہ لوگ معتقد نہیں ہوتے۔
حکم دیا جائے آ دیکھیں تیرے تعویذ سے کیا ہوتا ہے وہ گنوار اجلاس سے باہر آیا اور اپنے کسی
رفیق سے تعویذ لیا اور اس کو پگڑی میں رکھ کر اجلاس پر حاکم کے سامنے حاضر ہوا اور کہا کہ دیکھو
پر رکھا ہے پگڑی میں اب پوچھ لے جو پوچھنا ہے اس نے اظہار لیا اور اس کو بنا کر مقدمہ اس
شخص کے خلاف کرنے کے ارادہ سے فیصلہ لکھنا شروع کیا مگر فیصلہ لکھنے کے بعد جو اس کو پڑھنے
میں دیکھا تو فیصلہ اس کے موافق لکھا ہوا پاتے ہیں اتنا بڑا تصرف ہوتا ہے خیال کا حاکم سخت
متحیر ہوئے اور دیوبند حاضر ہو کر حاجی صاحب کے سامنے اپنے پہلے خیال سے تائب ہوئے۔

ملفوظ:- ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عارف کامل ہونے کی شان
اس سے معلوم ہوتی ہے کہ بعد فتح فارس کے جب وہاں سے خزائن حاضر کئے گئے
(یہ سلطنت بہت ہی مالدار تھی اور خزانہ اس کا برابر محفوظ چلا آتا تھا اور وجہ اس کی یہ تھی کہ
اس سلطنت پر کسی نے چڑھائی نہ کی تھی) ان خزائن کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اے
اللہ آپ کا ارشاد ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کی طرف
میلان اور رغبت اور ان کی محبت آپ نے طبعی طور پر نفوس میں رکھی ہے (یہ ایک خاص تفسیر پر
مبنی ہے کہ تزئین کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا جائے اور اس صورت میں یہ تزئین حکمت کے لئے
ہوگی خواہ وہ حکمت کچھ بھی ہو) اور جب یہ محبت طبعی ہے تو اس سے ہم بری نہیں اور نہ
اس کے زوال کی ہم دعا کرتے ہیں البتہ یہ ضرور دعا کرتے ہیں کہ اس کی محبت معین ہو جائے آپ کی
محبت میں، اللہ اکبر ان حضرات کی حقائق پر کیسی نظر تھی۔

۱؎ خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی۔ عورتیں ہوئیں۔ بیٹے ہوئے۔ لگے ہوئے ڈھیر
ہوئے سونے اور چاندی کے ۱۲

ملفوظ فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کچھ اپنی پریشانیاں لکھی ہیں مقدمہ وغیرہ کی اور یہ بھی ہے کہ کوئی وظیفہ یا عمل مجرب بتلادیں۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ مجرب کی قید کا مجھے کوئی عمل یاد نہیں۔ فرمایا کہ میں اس کام کا آدمی ہوں ہی نہیں میں نے کسی عمل کا تجربہ نہیں کیا اور نہ کسی عامل سے آج تک حاصل کیا اگر مجرب کی قید سے نہ پوچھتے جو مناسب سمجھتا لکھ دیتا۔

ملفوظ فرمایا کہ بڑوں میں جو نکاح پر مہر کی مقدار رائج ہے رسمی اور دو دینار سرخ تھی اس کی تحقیقات اب قریب چار ماہ کے ہوئے معلوم ہوئی کہ حساب کرنے سے یہ تعداد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی بیٹھتی ہے تقریباً گیارہ سو روپیہ۔ اس وقت اس مقدار میں کچھ فرق ہوتا ہے ممکن ہے کہ اس وقت کے سکہ سے برابر بیٹھتی ہو۔ بزرگوں کا معمول تو تھوڑا ہی ہوتا ہے۔

ملفوظ کدو کا ذکر تھا حضرت والا نے فرمایا کہ صحابہ کے عشق کی کیا عجیب حالت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور کو کدو کھاتے ہوئے دیکھا مجھ کو اس سے محبت ہو گئی غیر طبعی کا طبعی بنجانا بدون کسی بڑے قوی موثر کے ممکن نہیں اور یہ بھی فرمایا عورتیں جو ہاتھ میں مہندی لگاتی ہیں حضور کو رائحہ (خوشبو) پسند نہ تھا وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی خوشبو میں ایک قسم کی تیزی ہوتی ہے جو لطافت کے خلاف ہے اور یہ حضور کا امر طبعی تھا ورنہ داڑھی میں مہندی لگانے کی حضور نے خود ترغیب فرمائی ہے سو اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مہندی نہ لگاتی تھیں اپنی زینت کو محبوب کی خاطر چھوڑ دینا بدون کامل محبت کے نہیں ہو سکتا مگر یہ سنن عادات ہیں عبادات نہیں ان میں اتباع دین میں مقصود نہیں اور اس میں غلو بھی مناسب نہیں اسی کی ایک تفریع میں فرمایا کہ مجھ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور کا عمامہ اور عصا کیسا تھا میں نے کہا کہ عمامہ اور عصا کو پوچھتے ہو پہلے فرض کا اہتمام ہونا چاہیئے عمامہ اور عصا تو سنت عادات میں سے ہے اسی کی تفریع میں ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی وہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی اس طرح تناول فرماتے تھے کہ غلہ کو پیس لیا اور پھونک سے بھوسی اڑا دی کوئی باقاعدہ آٹا چھاننے کا التزام نہ تھا اور ہم لوگ چھانکر کھاتے ہیں اب سے اس سنت پر عمل کیا کرو۔ چنانچہ جو کے آٹے کی روٹی بغیر چھانے پکائی گئی چونکہ اس کا چھلکا سخت ہوتا ہے اس لئے اس کے کھانے سے لوگوں کے پیٹ میں درد ہوا اور سب نے شکایت کی مگر دیکھئے کیا ادب تھا سنت کا کہ اس میں کسی مضرت کے وسوسہ کا ایہام بھی نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ ہم نے بے ادبی کی کہ مساوات چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساوات کا دعویٰ کیا۔ عزیمت پر عمل کرنا ہمارا منصب نہیں ہم رخصت ہی کے لائق ہیں اور حکم دیا کہ آئندہ سے حسب معمول آٹا چھانا جایا کرے تو خواجہ صاحب کا معمول بدل دینا اسی بناء پر تھا۔

ایسی سنن مقصود فی الدین نہیں البتہ فضیلت اور علامات محبت سے ہے مگر عوارض سے حکم بدل جاتا ہے
ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضور کی عادیہ چیزوں کو جسکو سنن عادت کہا گیا ہے اختیار کرنا کیسا ہے
فرمایا کہ بہ نیت اتباع سنت کے موجب قرب ہے مگر تنا موکد نہیں کہ اگر کوئی نہ اختیار کرے تو
اس کو ملعون کرے ان کے اتباع درپے ہونا یہ حدود شریعہ سے تجاوز ہے۔

ملفوظ: ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ الحمد للہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے میرے معمولات سب کے سب نہایت مفید و راحت بخش ہیں مگر آج کل کے علماء و مشائخ کی عرفی خوش اخلاقی نے عوام کے دماغ بگاڑ دیے کہ وہ ان معمولات کو تشدد سمجھتے ہیں۔

ملفوظ: فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جو حالت بھی تجویز فرمائی ہے ان کے مصالح کی رعایت رکھی ہے جس کے اسباب سب کے لئے جدا جدا ہیں۔
حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں ایک حدیث لکھی ہے یہ
حدیث قدسی ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں بعضے بندوں کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر وہ دولت مند
رہیں تو ان کا ایمان رہے گا اور اگر وہ مفلس ہو جاویں تو ایمان نہ رہے گا اور بعضے بالعکس بعضوں
کو اگر تندرست رکھوں تو ایمان رہیگا اور اگر بیمار رکھوں تو شکوہ شکایت کرتا پھریگا اور ایمان برباد
کردیگا اور بعضوں کو بیمار رکھوں تو ایمان درست رہیگا اور اگر تندرست رکھوں تو ایمان کھو بیٹھیگا میں
اپنے بندوں کو خوب جانتا ہوں الخ اور اگر دوسرے وقت دوسری حالت ہو جاوے اسلئے کہ حالت
میں تغیر تبدل بھی ہوتا رہتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس وقت وہی حالت حافظ ایمان ہوگی خوب کہا گیا ہے
کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند[۱]

ملفوظ: ایک بی بی نے ایک صاحب کے ذریعہ سے اپنے خاوند کی تسخیر کے لئے تعویذ لینا چاہا
حضرت والا نے فرمایا نقبار نے فرمایا ہے کہ خاوند کے لئے تسخیر کا تعویذ کرنا حرام ہے
گو اسکی فتوی کی عبارت مطلق ہے مگر قواعد سے اس کی شرح یہ ہے کہ حقوق دو طرح کے ہیں ایک
تو وہ حقوق جو شوہر پر شرعا واجب ہیں اور ایک وہ ہیں جو شرعا واجب نہیں سو جو حقوق واجب
نہیں اسمیں کسی تعویذ وعمل کے ذریعہ سے اس کو مجبور کرنا یعنی تسخیر کی ایسی تدبیر جس سے وہ مغلوب
اور بالکل ہو جائے اور اپنے مصالح کی کچھ خبر نہ رہے یہ غیر واجب پر مجبور کرنا ہے یہ حرام ہے
ہاں اگر حقوق واجبہ میں کوتاہی کرتا ہو تو اس کے لئے مجبور کرنا بھی جائز ہے۔ اور چونکہ ان
عملیات میں اثر تابع ہوتا ہے قصد کے اس لئے عمل کے وقت غیر واجبہ حقوق حاصل ہونیکا قصد کرنا بھی

[۱] مالک اپنے بندوں کے طریق پرورش کو خوب جانتا ہے۔ ۱۲

گناہ ہے اور اثر کا تابع قصد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عملیات بھی ایک قسم کا مسمریزم ہے جس
سے کسی کے دل اور دماغ پر قابو حاصل کیا جاتا ہے پھر فرمایا کہ یہ جزئیہ بعد یاد رکھنے کے قابل
ہے اگر کسی کو یہ شرح معلوم نہ ہو تو وہ فقہاء پر اعتراض کریگا۔ اس لئے کہ فقہاء کے اس جزئیہ میں
اس تفصیل کی تصریح نہیں جیسے طب کی کتابوں میں بعضے نسخے ہیں جن میں خاص اس مقام پر قیود
کی تصریح نہیں مگر قواعد سے وہ مقید ہیں پر اس پر بزرگ کا قصہ بطور تفریع کے فرمایا کہ ان سے
کسی شخص کو عداوت تھی اور ان کو بہت ستایا تھا ایک مرتبہ ان بزرگ نے اس کے لئے بددعا کی
اس سے وہ ہلاک ہو گیا ان بزرگ نے بطور استفتاء کے مجھے لکھا کہ ایسا واقعہ پیش آگیا ہے مجھ کو خوف
ہے کہ کہیں قتل کا گناہ نہ ہوا ہو یہ انکی دینداری کی بات تھی کہ خشیت کا غلبہ ہوا اگر آج کل کسی
دکاندار پیر سے ایسا ہو جاوے تو مریدوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیٹھ کر اپنی کرامت بیان کرے
کہ دیکھو ہماری بددعا سے ہلاک ہو گیا ہماری بددعا خالی تھوڑا ہی جا سکتی ہے اور ایک یہ بزرگ ہیں کہ
بیچارے کو اس سے خوف ہوا بس رسم پرستوں اور حق پرستوں میں یہی فرق ہوتا ہے وہ ہر وقت
لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور کسی چیز پر بھی نازاں نہیں ہوتے مجھ پر اس خط کا بڑا اثر ہوا اور ان
کی بزرگی کا معتقد ہو گیا یہ سوال ایسا تھا کہ ساری عمر بھی مجھ سے کبھی ایسا سوال نہیں کیا گیا تھا کہ جو حادثہ
مشابہ کرامت ہوا اور اس پر یہ شبہ کیا جاوے میں نے جواب لکھا کہ آپ کا اندیشہ صحیح ہے مگر اس میں تفصیل
ہے وہ یہ کہ یہ دیکھا جاوے کہ آپ صاحب تصرف ہیں یا نہیں اگر نہیں تو آپ کے ذمہ اہلاک کا
تو گناہ نہیں ہوا باقی بددعا کا گناہ سو اگر شرعاً ایسی بددعا جائز تھی تو اس کا بھی گناہ نہیں ہوا اور
اگر جائز نہ تھی تو صرف بددعا کا گناہ ہوا یہ تو اس وقت ہے جب آپ صاحب تصرف نہ ہوں اور
اگر آپ صاحب تصرف ہیں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ بددعا کے وقت آپ نے اپنے دل اور خیال کو
اس کی ہلاکت کی طرف متوجہ کیا یا نہیں اگر نہیں کیا تو قتل کا گناہ تو نہ ہوگا ہاں بددعا کا گناہ بعض صورت
میں ہوا جیسے ابھی اوپر مذکور ہوا اس میں توبہ و استغفار کرنا چاہئے اور ایک صورت یہ ہے کہ
اس شخص کو اپنا صاحب تصرف نہ ہونا تجربہ سے معلوم ہے مثلاً بارہا تصرف کا قصد کیا مگر کبھی کچھ نہیں ہوا
تو اس صورت میں اگر ہلاکت کا خیال بھی کیا تب بھی قتل کا گناہ نہیں ہوا البتہ اس صورت میں اگر وہ
شرعاً مستحق قتل نہ تھا تو اس کی ہلاکت کی تمنا کا گناہ ہوگا اور اگر تجربہ سے اپنا صاحب تصرف ہونا معلوم
ہے اور پھر اس کا خیال بھی کیا اور وہ مستحق قتل نہیں تو یہ شخص قاتل ہے کیونکہ تلوار سے قتل کرنا اور
تصرف سے قتل کرنا دونوں سبب قتل ہونے میں برابر ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ تلوار سے قتل
عمد ہے جس میں قصاص ہے اور یہ شبہ عمد اس صورت میں دیت اور کفارہ دینا ہوگا وہ بزرگ اس
مفصل جواب سے بہت مسرور ہوئے پھر فرمایا کہ مسلمان کو ہر قدم پر علم کی ضرورت ہے نہ معلوم

جاہل پیر کیسے بے خوف اور مستغنی ہیں کہ جائز ناجائز کی فکر ہی نہیں۔

۲۱ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

ملفوظ: فرمایا ایک صاحب جو بہت متمول ہیں یہاں پر آئے اور ان کے آنیکا پہلا موقع تھا وہ صاحب بہت سے کپڑے وغیرہ لائے تھے بطور ہدیہ مجھ کو دینے لگے میں نے بوجہ مخالفت شرائط عذر کر دیا۔ میں پہلے ان قواعد پر بہت سختی سے پابند تھا بطور مزاح فرمایا کہ جوں جوں سن بڑھتے سے بدن ڈھیلا ہوتا جاتا ہے قواعد بھی ڈھیلے ہوتے جاتے ہیں انہوں نے اپنے ایک رفیق سے شکایت کی انہوں نے کہا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کیجئے کہ جس چیز کی تلاش کے لئے آپ نے سفر کیا تھا وہ چیز ملگئی آپ اس سفر میں جہاں جہاں گئے ہر جگہ آپ کے نام کا وظیفہ پڑھا جاتا تھا اور یہاں پر یہ برتاؤ ہوا کہ کسی نے پوچھا بھی نہیں وہ چیز یہاں ہے ان کا اس سفر سے مقصود تھا کہ کسی کو اپنا رہبر بناؤں اور دین کا تعلق پیدا کروں اس سے ان کی تسلی ہو گئی ایک اور صاحب علم کا واقعہ ہے جن کو یہاں آکر اپنے کھانے کا خود انتظام کرنا پڑا جو ظاہراً خشکی ہے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صاحب چند شرائط ذہن میں لیکر چلے تھے کہ ایسے شخص سے تعلق پیدا کرونگا جن میں یہ صفات ہوں ماشاء اللہ آدمی فہیم اور سمجھدار ہیں وہ صفات یہ ہیں کہ ایک تو آنے والوں کو کھانا نہ کھلایا جاتا ہو ورنہ دکانداری کا شبہ ہوگا دوسرے پڑھا لکھا ہو تیسرے اس کے یہاں ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہو چاپلوسی نہ ہو۔ ایسے شخص سے بیعت کا تعلق کرونگا تو فہیم آدمی پر جلدی ہدیہ نہ لینے کا کھانے وغیرہ کی مدارات نہ کرنیکا اچھا اثر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اول بار ہی ہدیہ قبول کرنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ ہدیہ دینے والا اپنی کوئی غرض لیکر آیا ہے یا کوئی اور مصلحت ہے سو بعض دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی چیز میں نے قبول کرلی مگر اس شخص نے ساتھ ہی ساتھ کوئی فرمائش کر دی جس سے معلوم ہوا کہ یہ ہدیہ اس کی تمہید تھی اس وقت ایک غیرت سی معلوم ہوتی تھی کہ تجارت کی مشابہت ہوگئی اس لئے میں نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ بار دو بے تکلفی ہوئے ہدیہ قبول نہ کیا جاوے گا۔

ملفوظ: ایک صاحب کے بے ڈھنگے پن کی گفتگو سے حضرت والا کو اذیت پہنچی اس کی شکایت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں دوسرا اس واسطے ظاہر کرتا ہوں کہ سب کے کانوں میں پڑ جاوے اور سب کو معلوم ہو جاوے کہ ایسی بات دوسروں کی اذیت کا سبب ہوتی ہے۔ گو

دارو گیر سے اس طرز سے میں بدنام ہوتا ہوں مگر بدنامی ہوا کرے اور حضرت عام نیک نامی تو کسی حالت میں بھی نہیں ہو سکتی پھر اس پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص مع اہل و عیال سفر میں چلا خود گھوڑی پر سوار ہوا بیوی بچوں کو پیدل ہمراہ لیا ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے دیکھکر کہا کیسا سنگدل آدمی ہے بچوں اور بیوی کو پیدل مار رکھا ہے اور مشٹنڈا خود چڑھا جا رہا ہے۔ سمجھا کہ ٹھیک کہہ رہے ہیں خود اتر لیا اور بیوی کو سوار کر دیا پھر ایک گاؤں پر گذر ہوا لوگوں نے کہا کہ زن مرید ایسے ہی ہوتے ہیں جورو کا غلام خود پیدل مصیبت اٹھا رہا ہے اور اس کو بیگم بنا کر سوار کر رکھا ہے سمجھا کہ یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں سب سوار ہو گئے ایک گاؤں ملا لوگوں نے دیکھ کر کہا ارے اس گھوڑی کو کیوں ترسا ترسا کر مارا ایک غریب نہ مار دی دیکھو کتنے آدمی لد رہے ہیں

آخر سب اتر لئے اور لگام پکڑ کر چلا لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ دیکھو ناشکرے ایسے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ نے گھر کی سواری دی پھر سب مر رہے ہیں ارے باری باری چڑھتے اترتے چلے جاتے دوسرے جب سوار ہی ہونا نہ تھا تو ساتھ ہی لیکر چلنے کی کیا ضرورت تھی گھر پر ہی باندھ آنا تھا تب یہ شخص سمجھا کہ جب کوئی شق بھی اعتراض سے محفوظ نہ رہی اور سب پر ہاتھ صاف کیا گیا تو سب ایسی تیسی میں جائیں اب جو اپنے جی میں آئیگا اس پر عمل کرینگے تو حضرت کس کس کی مرضی کو پورا کیا جائے اگر آدمی اس کے پیچھے پڑے تو کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔

ملفوظ ۸۸۸ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے ایک حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے ان سے کہا فلاں فلاں بزرگ سماع سنتے تھے ان مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہر بزرگ میں کچھ نہ کچھ کمزوری ہوتی ہے اگر ہر ایک میں سے اس کی کمزوری کو لے لیکر جمع کر کے عمل کیا جاوے تو دین تو کچھ رہیگا ہی نہیں پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخص (رخصتوں پر عمل کرنا) ہے جسکا نتیجہ اکثر بد دینی ہے۔

۲۱ / شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

ملفوظ ۸۸۹ فرمایا ایک عورت کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں انٹرنس پاس کرنا چاہتی ہوں میں نے امتحان دیا تھا ناکامیاب رہی آپ کوئی تعویذ دیں کہ میں کامیاب ہو جاؤں۔ فرمایا کہ

ان عورتوں کو کس مصیبت نے مارا ہے ان چیزوں کو حاصل کرکے کیا تیر چلائیں گی سوائے دین برباد کرنے کے اور یہ تو بچاری عورتیں ہیں اس علم دنیا خصوص انگریزی کی بدولت تو مردوں کا دین بھی برباد ہوگیا۔ پھر تعویذ کی مناسبت سے فرمایا کہ حضرت سید صاحبؒ ہر کام کیلئے ایک ہی تعویذ یعنی یہ لکھ کر دیا کرتے تھے۔ خداوندا اگر منظور داری حاجتش را برآری۔ اور اسی ہی سے لوگوں کے کام نکل جاتے تھے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص بھنگ بیچنے والا آیا آکر اس نے عرض کیا کہ حضرت دکان نہیں چلتی بھنگ نہیں بکتی ایک تعویذ دیدیجئے آپ نے ایک پرچہ پر کچھ لکھ کر دیدیا اور فرمایا کہ جس سوئی سے بھنگ گھوٹا کرتے ہو اس کو اس میں باندھ دینا خوب بھنگ بکنا شروع ہوگئی بعض طالب علموں کو شبہ ہوا کہ بھنگ ایک حرام چیز اس کے لئے تعویذ دیدیا یہ تو اعانت علی المعصیۃ ہے اتفاق سے وہ شخص اطلاع کرنے حاضر ہوا آپ کو اس وسوسہ کا بھی علم ہوگیا اس شخص سے فرمایا کہ بھائی ذرا وہ تعویذ لا کر ان طالب علموں کو دکھلا دو چنانچہ وہ تعویذ آیا اس کو کھول کر دکھلایا تو اس میں لکھا تھا کہ اے اللہ یہ تو معلوم ہے کہ بعض لوگوں کی قسمت میں بھنگ پینا لکھا ہے وہ تو پئیں گے ہی سو اسی کی دکان سے لے لیا کریں تب لوگوں کی آنکھیں کھلیں کہ اس میں اعانت علی المعصیۃ کیا ہوئی معلوم ہوا کہ ان حضرات پر اعتراض کرنا ہی لغو ہے البتہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کو نہی عن المنکر کیوں نہ کیا سو یہ کیا فرض ہے کہ اسی مجلس میں کریں کسی مناسب موقع پر کردیا ہوگا پھر اس مناسبت سے کہ یہ حضرات متعارف تعویذات کے پابند نہیں ہوتے انکے معمولی الفاظ میں بھی برکت ہوتی ہے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا نکاح کے لئے ایک جگہ بہت کوشش کرتا تھا مگر نکاح نہ ہوتا تھا حضرت مولانا سے عرض کیا کہ یہ صورت ہے حضرت نے ایک تعویذ لکھا مضمون اس کا یہ تھا کہ اے اللہ میں کچھ جانتا نہیں اور یہ تمہارا بندہ مانتا نہیں یہ تمہارا غلام تم جانو تمہارا کام اس برکت سے نکاح ہوگیا حاصل اس کا یہ تھا کہ اس شخص کے معاملہ کو خدا کے سپرد کردیا اس کی برکت سے کام ہوگیا۔ اللہ اکبر ان حضرات کی باتیں کیسی عجیب و غریب ہوتی ہیں اور یہ سب فضل ہے۔ پھر فرمایا کہ اس بات پر کہ ان حضرات پر اعتراض کرنا حماقت ہے ایک قصہ یاد آیا کہ دہلی میں ایک درویش تھے وہ بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ نہ تو میرا خدا نہ میں تیرا بندہ پھر میں تیرا کہنا کیوں کروں اس پر لوگوں کو غصہ بھڑک رہا تھا اور کفر کے فتوے دے رہے تھے۔ آخر ایک شخص ان کو پکڑ کر قاضی کے اجلاس میں لیگئے کہ دیکھئے یہ کہہ رہا ہے شرعی حکم اور سزا دیجئے۔ قاضی صاحب نے درویش سے سوال کیا کہ شاہ صاحب یہ آپ کس کو کہہ رہے ہیں۔ درویش ہنسا اور کہا کہ تمام دہلی شہر میں ایک شخص کو تو عقل ہے ورنہ سارے بیوقوف ہی آباد ہیں۔ میں اپنے نفس سے خطاب کررہا ہوں میرا نفس مجھ سے کوئی

چیز طلب کر رہا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ نہ تو میرا خدا نہ میں تیرا بندہ میں تیرا کہنا کیوں کروں تو حضرت اکثر حقیقت سے بے خبری اعتراض کا سبب ہوتی ہے ۔ پھر فرمایا کہ تعویذ گنڈوں کے بارے میں لوگوں کے خصوص عوام کے عقائد بہت خراب ہوگئے ہیں چنانچہ عام طور پر ایک غلط خیال یہ پھیل رہا ہے کہ نفع کی شرط اجازت کو سمجھتے ہیں چنانچہ بعض لوگ مجھ کو لکھتے ہیں کہ اعمال قرآنی آپ کی کتاب ہے آپ اسکی اجازت دیدیں ۔ میں لکھدیتا ہوں کہ مجھے خود کسی عامل کی اجازت نہیں ایسے شخص کا اجازت دینا کافی ہوسکتا ہے اس کا کوئی جواب ہی نہیں آتا ۔

ملفوظ :- ایک سلسلہ مضمون پر فرمایا کہ ایک ڈپٹی کلکٹر یہاں پر آئے تھے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کا سود کے متعلق کیا خیال ہے یہ سوال کا طرز جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے میں نے کہا کہ میرا کیا خیال ہوتا میں تو مسلمان آدمی ہوں مذہبی آدمی ہوں ۔ اللہ و رسول کا جو حکم ہے وہی خیال ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا[1] کہنے لگے کہ فلاں صاحب (ایک جاہل) دہلوی اس آیت کی اور تفسیر کرتے ہیں میں نے کہا اگر اس کی تفسیر معتبر ہے تو وہ قانون جس سے آپ فیصلے کرتے ہیں مجھ کو دیجئے میں اسکی شرح لکھوں گا پھر آپ شرح کے موافق فیصلہ کیا کیجئے جو یقیناً قانون کے خلاف ہونگے پھر جب آپ پر گورنمنٹ اعتراض کرے تو یہ کہہ دیجئے کہ یہ فیصلہ فلاں شخص کی شرح کی موافق ہے جو لکھا پڑھا ہے اس پر جو جواب آپ کو گورنمنٹ کی طرف سے ملیگا وہی جواب میری طرف سے ہے اور جن کا آپ نام لے رہے ہیں وہ کیا جانیں کہ تفسیر کسے کہتے ہیں ۔

ملفوظ :- ایک صاحب نے آج کل کی حالت بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ دغا بازی اور حق تلفی تو عام ہوگئی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے متعلق ایک عجیب لطیفہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مسلمان حق تلفی بھی کرے تو مسلمان ہی کے ساتھ کرے کافر کے ساتھ نہ کرے تاکہ گھر کی نعمت گھر ہی میں رہے اس لئے کہ مسلمان کی نیکیاں مسلمان ہی کو مل جائیں گی ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بزرگ تھے ان کو ایک شخص گالیاں دیا کرتا تھا وہ بزرگ اس کی مالی امداد روپے پیسے سے کرتے رہتے تھے اس نے محسن سمجھ کر گالیاں دینی چھوڑ دیں ان بزرگ نے روپے پیسے دینے بند کردئیے اس شخص نے تعجب سے پوچھا حضرت یہ کیا بات ۔ فرمایا کہ بھائی دنیا لینے دینے کی جگہ ہے ۔ تم نے مجھے دینا چھوڑ دیا میں نے تمہیں دینا بند کردیا تم مجھ کو نیکیاں دیتے تھے کہ نماز روزہ کرو خود اور دیا مجھے میں تمہیں روپیہ پیسے دیا کرتا تھا

---

[1] حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے ۱۲۰

تم دینا شروع کر دو دیکھو پھر ہم دیتے ہیں یا نہیں بھائی ہیں تو تم کو اپنا محسن سمجھتا تھا کہ اپنی نیکیاں مجھ کو دیتے تھے پھر فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے ۔

۲۵ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ ۵۰۳ ایک صاحب نے سوال کیا کہ عورتیں جو کھانا پکاتی ہیں کیا یہ شرعاً ان کے ذمہ ہے فرمایا کہ میں تو ذمہ نہیں سمجھتا ۔ مگر ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قضاءً تو نہیں مگر دیانۃً ان کے ذمہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دیانۃً بھی ان کے ذمہ نہیں البتہ جس وقت شوہر حکم دے وہ اطاعت زوج کے تحت میں لازم ہو جاویگا اور میں اس آیت سے استدلال کرتا ہوں ۔ ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ لتسکنوا سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت جی بہلانے کے واسطے ہے روٹیاں پکانے کے واسطے نہیں وہ مولوی صاحب اس کو فی نفسہ واجب فرماتے ہیں ۔ میں اس کو فی نفسہ واجب نہیں سمجھتا ایک صاحب نووارد جنکو ایسی مخاطبت کی اجازت نہ تھی مجلس میں حاضر تھے انہوں نے عرض کیا کہ ان کا مستدل کیا ہے ۔ فرمایا کہ کیا یہاں پر فقہی مسائل کی تحقیق کے لئے آپ تشریف لائے ہیں یہ کام تو اور بہت جگہ ہو رہا ہے اور یہاں سے اچھا ہو رہا ہے ۔ یہاں جس کام کیلئے آئے ہو اس کے متعلق پوچھو بتلاؤنگا میں نے تو بہ نسبت دوسری جگہوں کے بڑے کاموں کے ایک چھوٹا سا کام ، اپنے ذمہ لے رکھا ہے کہ قاعدہ بغدادی پڑھاتا ہوں فقہ کی تحقیق کے لئے بڑے بڑے حضرات بڑی بڑی جگہ میں موجود ہیں خواہ مخواہ غیر ضروری سوال کر کے مجھ کو پریشان کیا مجھے ایسی باتوں سے بڑی کلفت ہوتی ہے ۔ اب دنیا بھر کے استدلالات علماء میں کہاں بیان کروں کہ ان کا یہ مستدل ہے ایسی باتوں سے دل تنگ ہوتا ہے البتہ اگر کوئی مصلح خود اپنی رائے سے ایسی گفتگو کرے تو یہ اس کا تبرع ہے جیسے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظمہ میں ایک غیر مقلد عالم سے گفتگو فرمائی تھی ۔ گفتگو اس پر تھی کہ وہ غیر مقلد صاحب یہ کہتے تھے کہ یہ مدینہ شریف کا سفر قصداً اس نیت سے کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے اور اسی کے نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی ۔

کے مزار مبارک کی زیارت کروں گا جائز نہیں حضرت اشکی تمام باتوں کا نہایت مدلل جواب فرماتے رہے اخیر میں وہ غیر مقلد صاحب کہنے لگے کہ غیر مسجد نبوی کی زیارت کا قصد کرے روضہ مبارک کی زیارت کا قصد نہ کرے حضرت نے فرمایا کہ آپ کی عقل بھی عجیب ہے کہ جس کی فضیلت بالذات ہے اس کا تو قصد نہ کرے اور جس کی فضیلت بالعرض ہے کیونکہ مسجد نبوی کی فضیلت تو آپ کی ذات مقدس ہی کی بدولت ہوئی ہے اس کا قصد کرے انہوں نے کہا کہ فرض و واجب تو ہے ہی نہیں جس کا اس قدر اہتمام کیا جائے حضرت نے فرمایا کہ بیشک فتوے سے تو واجب نہیں مگر طریق عشق سے تو واجب ہے اخیر میں حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت فرما دے کہنے لگے مجھ کو اسکی ہدایت نہ کرے مگر اتفاق کی بات کہ اسی روز بیت الحرام میں حکومت کی طرف سے غیر مقلدوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی یہ حضرت بھی پکڑے گئے ان سے بھی توبہ کرائی گئی اور یہ کہا گیا کہ توبہ اس پر معلق ہے کہ مدینہ کا سفر کریں تو انہوں نے بھی اونٹ کرایہ کیا اور مدینہ شریف گئے۔

ملفوظ عورتوں کے پردہ کے متعلق ذکر تھا کہ بیحد بے احتیاطیاں ہو رہی ہیں۔ فرمایا کہ والد صاحب مرحوم کا قصہ ہے وہ اس کے سخت مخالف تھے کہ عورتوں کو ریل میں سفر کرایا جائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ پردہ کی احتیاط ریل کے سفر میں رہ نہیں سکتی اس لئے اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ والدہ صاحبہ کو کانپور لیگئے یہاں سے کانپور تک بیل گاڑی میں سفر کیا البتہ حج کے سفر میں مجبور رہتے۔ پھر فرمایا کہ میں عورتوں کے سفر کو بلا ضرورت اچھا نہیں سمجھتا حتیٰ کہ بیعت کے لئے بھی سفر کرنے کو منع کرتا ہوں ایک بی بی سفر کر کے بیعت کے لئے آئی ہوئی تھیں میں ان پر بہت ناراض ہوا کہ محض بیعت کے لئے سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی اور میں نے ان کو بیعت نہیں کیا۔ بلا بیعت کئے ہوئے واپس گیا۔ اس میں بھی یہ مصلحت تھی۔ کہ یہ اوروں سے جا کر کہیں گی اس لئے اور عورتیں بھی ہمت نہ کریں گی۔ ایک قصہ ہے یہاں سے قریب وہاں سے ایک مجمع عورتوں کا چھکڑا بھرا ہوا آیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سب بیعت کے ارادہ سے آئی ہیں میں نے ان کو ڈانٹا اور بیعت نہیں کیا اور یہ کہا کہ یہ غرض تو خط کے ذریعہ سے بھی پوری ہو سکتی تھی پھر بلا ضرورت سفر کیوں کیا انکو ناگوار بھی ہوا آپس میں ذکر کیا کہ مولوی اچھا نہیں گنگوہ والا مولوی بہت اچھا تھا ترت (یعنی فوراً) بیعت کر لے تھا میں نے سنکر کہا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اچھا ہونے پر اور اپنے برا ہونے پر تو میں بھی متفق ہوں مگر بیعت نہ کروں گا۔

ملفوظ فرمایا کہ میں ایک مرتبہ دیوبند سے کسی جگہ جاتا ہوا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پوری کے پیر سے ملا ہوں انکا نام بھی شاہ عبدالرحیم ہی تھا اچھے بزرگ تھے۔

سہارنپور ہی میں ملاقات ہوئی یہ مجھے صحیح یاد نہیں رہا کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ پھر بھی ملنا یا میں نے خود عرض کیا تھا کہ میں اس سفر سے واپسی میں حاضر ہونگا مگر دیوبند دوسری طرف سے چلا آیا دیوبند پہنچکر خیال آیا کہ بزرگوں سے وعدہ کرکے خلاف کرنا اچھا نہیں خلاف ادب ہے میں نے دیوبند سے لکھا کہ اس عذر کی وجہ سے کہ دیوبند دوسرے راستہ سے چلا آیا حاضری سے مجبور رہا عذر کی وجہ سے وعدہ خلافی ہوئی جوابی ٹکٹ بھی بھیجا تھا مگر جواب آیا ۔ کہ عذر کی اطلاع دے دینا بھی ایفاء وعدہ ہی ہے وعدہ خلافی نہیں فرمایا کہ بزرگوں کی باتیں بھی بزرگ ہوتی ہیں ۔ کیسے کام کی بات فرمائی اور انھوں نے میرے لئے دعائیں کیں ۔ میرے پاس بزرگوں کی دعاؤں ہی کی پونجی ہے اور علم وغیرہ جیسے کچھ ہیں انکی حقیقت تو مجھ کو ہی معلوم ہے ۔

ملفوظ ۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے بلا وجہ نوکری چھوڑ دی تھی پھر باوجود بعد کوشش اور سعی کے بھی تمام عمر نوکری نہیں ملی ۔ فرمایا کہ اپنے ذریعہ معاش کو چھوڑنا بلا ضرورت شدیدہ شرعی مناسب نہیں یہ بھی ایک قسم کی ناشکری اور کفران نعمت ہے ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مضطار کو ناجائز اسباب معاش کا بھی نہ چھوڑنا چاہئے جب تک کوئی ذریعہ جائز نہ ملجائے البتہ استغفار اور جائز ذریعہ کی کوشش میں لگا رہے اور حکمت یہ بیان کیا کرتے تھے کہ اب تو معصیت ہی میں مبتلا ہے اسباب معاش چھوڑ دینے کے بعد افلاس ہوگا اور اسی سے جو پریشانی ہوگی اس میں اندیشہ کفر کا ہے اور اب معصیت وتا یہ ہو رہی ہے کفر کا ۔ فرمایا کہ کیسی حکیمانہ بات فرمائی ہاں اگر جائز صورت ملجائے تو اس وقت ناجائز کو چھوڑ دے ۔

ملفوظ ۔ ایک ذاکر شاغل مقیم خانقاہ سے حضرت والا نے ان کی کسی کوتاہی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھ کو تو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت ہے ان کی نرمی کو کوئی نہیں دیکھتا یہ کیا کرتے ہیں ۔ اب اگر ان کے اخلاق درست کروں تو میرے اخلاق خراب ہوتے ہیں اور اگر اپنے عادات کی درستی کرتا ہوں اور متعارف اخلاق اختیار کرتا ہوں تو ان کے اخلاق بگڑتے ہیں میں سوچ رہا ہوں کہ اپنے ہی اخلاق درست کروں ۔

ملفوظ ۔ فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیعت کرنیکی رسم ایک زمانہ میں مشائخ نے بھی خلفاء کے بدگمان ہونیکی وجہ سے چھوڑ دی تھی اس لئے کہ اس سے شبہ ہوتا تھا کہ یہ بھی مثل سلاطین کے بیعت لیتے ہیں حالانکہ سلاطین اور مشائخ کے بیعت میں فرق تھا انکی اور قسم کی تھی اور انکی اور قسم کی تھی اور اگر یہ ہیئت مسنون [illegible] جیسا کہ اکثر اہل رواج سمجھتے تھا کہ بدون ہاتھ در ہاتھ بیعت ہو ہی نہیں سکتی تو لازم آئیگا کہ عورتیں کبھی بیعت ہی نہ ہو سکتیں اس لئے کہ [illegible] ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عورتوں کو بیعت کرنا بوجہ حرمت مس اجنبیہ کے جائز نہیں ۔

ملفوظ ۵۵۸: کسی نے کسی علمی مسئلہ کی تحقیق کی اس پر فرمایا کہ بڑے کام جیسے درس و افتاء و اشاعت جیسے حضرات کر رہے ہیں دوسرے یہ کام اور جگہ یہاں سے اچھا ہو رہا ہے میں تو وہ کام کر رہا ہوں کہ اور جگہ ہو بھی نہیں رہا اور ہے بھی چھوٹا کام اس لئے مجھ سے کام لینا انصاف کے خلاف ہے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص لوہار سے سنار کا کام لے یہ کتنی بے انصافی کی بات ہے پھر فرمایا کہ نہ میں عالم بنانا جانتا ہوں نہ بزرگ بنانا جانتا ہوں میں تو آدمی بنانا جانتا ہوں اگر اس کے لئے کوئی چاہے تو وہ کچھ دن رہے اور جائے پھر آدمی بنانے کا جو طریقہ میرے یہاں ہے یہ چونکہ اس وقت دوسری جگہ ہے نہیں اس وجہ سے لوگوں کی نظر میں یہ بات نئی ہوگی ورنہ واقع میں پرانی ہی ہے پھر فرمایا جن لوگوں کو مجھ سے بے تکلفی کا تعلق نہیں ان کو مجھ سے ایسی علمی گفتگو کرنا نہیں چاہئے ہاں جن کو پہلے سے یعنی تعلق تربیت کے قبل سے بھی مجھ سے بے تکلفی بھی ہے ان کو اجازت ہے۔

۲۵ / شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم جمعہ

ملفوظ ۵۵۹: فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بڑی حسرت سے لکھا ہے کہ میرے پیٹ میں درد رہتا ہے اب میں ایم اے۔ کے سخت امتحان کی کس طرح تیاری کروں۔ فرمایا کہ ایک شخص نے ایسے امتحانوں کے متعلق خوب کہا ہے کہ آسان ہے حساب روز محشر مشکل ہے پر امتحان رڑکی۔ اور بالکل صحیح کہا۔ نہ اس لئے کہ وہ اس سے زیادہ عظیم الشان ہے بلکہ اس لئے کہ وہاں تو رحیم و کریم سے سابقہ ہوگا یہاں بے رحم ڈاکو ہیں سے اب یہ بیچارے ناکامی کے احتمال پر پریشان ہیں ان کے دل کو کوئی چیز اطمینان دلانے والی نہیں سوائے یاس اور حسرت کے۔ بخلاف علم دین کے کہ اس کا ہر جز ہر حال میں کار آمد ہے کسی میں کسی وقت بھی طالب کو یاس اور حسرت نہیں ہو سکتی خواہ قلیل ہو یا کثیر خواہ اس کی تحصیل کے بعد دنیوی کامیابی نوکری وغیرہ ہو یا نہ ہو وجہ یہ کہ علم معاش میں تو مقصود دنیوی کامیابی ہی ہے وہ نہ ہو تو پھر حسرت ہی حسرت ہے بخلاف علم دین کے کہ وہاں مقصود آخرت کی کامیابی ہے اگر دنیوی کامیابی بھی نہ ہو تو آخرت کی کامیابی سے تو یاس نہیں اس لئے حسرت کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ فرق ہے علم دنیا اور علم دین میں پھر فرمایا کہ دنیوی مصیبت کے موقع کیلئے بھی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مراقبہ سکھایا ہے وہ یہ کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس پر اجر ملتا ہے گناہ معاف ہوتے ہیں درجات بلند ہوتے ہیں اس مراقبہ سے آدھی مصیبت رہ جاتی ہے بلکہ بالکل ہی جاتی رہتی ہے

دیکھیے اس میں بھی دین ہی کام آیا۔

ملفوظ:- فرمایا کہ ایک مقام میں غیر مقلدوں اور حنفیوں کا آمین بالجہر پر جھگڑا تھا مقدمہ بازی کی نوبت آئی ایک انگریز تحقیق واقعہ کیلئے مقرر کیا گیا اس نے رپورٹ میں عجیب وغریب مضمون لکھا کہ میں نے تحقیق کیا تو احادیث میں آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں کا ثبوت معلوم ہوا مگر آمین بالشر کا کہیں ثبوت نہیں ہوا لہذا آمین کی تین قسمیں ہوئیں آمین بالجہر آمین بالسر آمین بالشر پہلی دو قسموں کی اجازت ہونا چاہیئے اور آمین بالشر کی ممانعت ہونا چاہیئے فرمایا کہ بعض غیر قوم کے لوگ بھی بڑے عالی دماغ ہوتے ہیں یہ شخص کیسا واقعہ کی حقیقت تک پہنچ گیا اور واقعی بعضے مدعیان عمل بالحدیث سنت سمجھ کر آمین بالجہر نہیں کہتے بلکہ شورش کی نیت سے وہ آمین بالشر ہی ہو جاتی ہے۔

ملفوظ:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ اس شہر میں تین شخص نومسلم انگریزی داں وارد ہوئے کوئی شخص اہل شہر میں سے ان سے واقف نہیں مگر چونکہ لکچر وغیرہ دیتے ہیں اس لئے عوام ان کے معتقد ہو گئے ہیں اب وہ نماز پڑھانے تک کے لئے تیار رہیں ایسے نومسلم مشتبہ الحال کے پیچھے امام راتب (یعنی جو پہلے سے مقرر ہو) کے رہتے ہوئے اقتداء صحیح ہے یا نہیں اختلاف ہو رہا ہے۔ فرمایا کہ آج کل ایسا عام مرض چلا ہے کہ لوگ نئے آنیوالے کے بہت جلد معتقد ہو جاتے ہیں اور پرانوں کو چھوڑ دیتے ہیں اس کی بھی تحقیق نہیں کرتے کہ کس خیال کا ہے اور کس عقیدہ کا ہے اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں پر کمیٹی ہو کر اس پر فیصلہ ہو گیا ہے کہ حضرت کو ثالث بنایا جائے جو حضرت والا سے فرما دیں اس پر سب کو عمل کر لینا چاہیئے اس پر سب راضی ہیں کوئی خلاف نہیں جواب میں یہ لکھا گیا کہ اگر میری ثالثی پر راضی ہیں تو میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ امام راتب جبتک باقاعدہ معزول نہ ہو کسی دوسرے شخص کو بھی حق امامت نہیں اور اگر معزول کرنے کی تجویز ہو تو معزول ہونے کے وجوہ اور دوسرے کی تقدیم کے وجوہ لکھ کر استفتاء کیا جاوے۔

ملفوظ:- فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے بھوپال میں ایک ہندو عورت کو مسلمان کیا اس پر مقدمہ چلا انکی عدالت میں طلبی ہوئی حاکم نے دریافت کیا کہ تم نے اس عورت کو مسلمان کیا انہوں نے بیان میں کہا کہ مسلمان تو پہلے ہی ہو چکی تھی (کیونکہ جب دل سے اسلام کو حق مان لیا تو باطن میں تو وہ شخص مسلمان ہو گیا) میں نے مسلمان نہیں کیا اس نے مجھ سے اظہار اسلام کا طریقہ معلوم کیا تب سے وہ طریقہ بتلا دیا کہ کلمہ پڑھلو اسلام کا اظہار ہو جائیگا اس پر عدالت دنگ رہ گئی۔ حسن تحقق اور فہم علماء فرماتے ہیں بڑی مشکل سے مشکل بات سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔

ملفوظ:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ صرف اس نیت سے حاضری کا ارادہ ہے کہ آنحضرت کے فیوض و برکات سے ہم بھی دامن بھی اپنی عاقبت سنوار سکیں۔ جواب یہ دیا گیا کہ میں

قدر آنے کے قبل سنوار سکتے ہیں وہ تو سنوار لیجئے۔ پھر آئندہ کی گفتگو کیجئے۔ مسلمان کو پریشانی سے بچانا بھی عاقبت سنوارنے کا اول اور ادنیٰ قدم ہے آپنے اپنا پتہ اردو کا نہ خط میں لکھا نہ لفافہ پر لکھا نہ لفافہ پتہ کا جواب کیلئے سر کھا نہ میں انگریزی نہیں جانتا ہوں پھر فرمایئے کہ روانگی جواب کے وقت میں پریشان ہونگا یا نہیں سو اول اس کی اصلاح کیجئے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ میں اور فلاں خاں بہادر صاحب حاضر خدمت ہونا چاہتے ہیں جواب لکھا گیا کہ اگر ان کا خط آتا تو ان کو جواب دیتا آپ کو ان کے متعلق کچھ لکھنا خلاف اصول ہے۔

ملفوظ [illegible]:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے اندر چند امراض ہیں۔ میں ان کو لکھکر کچھ علاج چاہتا ہوں اگر اجازت ہو جواب میں یہ استفسار کیا گیا کہ ایک ہی خط میں یا ایک ایک مرض ایک ایک خط میں۔ فرمایا کہ بعض لوگ ایک دم لکھتے چلے جاتے ہیں ایک ہی خط میں اچھی خاصی کتاب تصنیف ہو جاتی ہے سو اس طرح علاج نہیں ہوتا۔

ملفوظ [illegible]:- فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے پہلے بھی ان کا خط آیا تھا بیعت ہونے کو لکھا تھا مگر اس خط میں شوہر کی اجازت اور اس کے دستخط نہ تھے میں نے لکھا تھا کہ تمہارے اس خط میں نہ تمہارے شوہر کی اجازت ہے اور نہ دستخط ہیں اس لئے تمہارا یہ خط بھیجنا بیعت کے لئے بے اصول ہے۔ آج ایک خط میں ان کے شوہر کے دستخط ہیں لکھا ہے کہ میں بھی آپ ہی سے بیعت ہوں ان بی بی کو بھی بیعت فرما لیجئے گا۔ فرمایا کہ اب بتلا دیئے کہ میں نے ایسی کونسی شرط لگائی تھی جس کو وہ پورا نہ کر سکتیں۔ اس شرط میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ آئندہ جس کو جی چاہے خط لکھنا شروع کر دیں اس سے ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ جب پیر ہی کو بلا شوہر کی اجازت کے خط نہیں لکھ سکتی تو اور کسی کو لکھنا تو کب جائز ہو سکتا ہے۔ اس میں دین کی حفاظت مقصود تھی نیز شوہر بھی خوش ہوگا ہوگا کہ بیوی بڑی ہی فرمانبردار ہے بلا اجازت کچھ نہیں کرتی اصول کے تابع جو کام ہوتا ہے اس میں بڑی بڑی مصلحت اور حکمت ہوتی ہے۔

ملفوظ [illegible]:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب بزرگوں سے عقیدت نہیں تو نفع کیا خاک ہوگا اب تو ہوا پرستوں اور باطل پرستوں سے عقیدت ہوتی ہے جو شعبدے بازی دکھلا دیتے ہیں مگر ہمارے بزرگ ایسی باتوں کو پسند نہ فرماتے تھے انکا طرز مجھ کو محبوب ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک طریق عشق ہے اور ایک طریق اعمال ہے اور اعمال دونوں میں ہوتے ہیں مگر اول میں اعمال باطنی کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسرے میں اعمال ظاہرہ کا اور ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں جس کے اعمال باطنی اعمال ظاہری سے زیادہ ہوں مگر آج کل نہ ظاہر کو دیکھتے ہیں نہ باطن کو بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ تربیت یعنی احکام الٰہیہ سے اس شخص کو کس قدر بُعد اور دوری ہے جس قدر بعد ہوتا ہے اسی قدر اسکو

اس کو کامل اور پہنچا ہوا سمجھا جاتا ہے لیکن یہاں کی گذر یہاں کہاں یہاں نہ شعبدہ ہے نہ کرامت نہ کشف نہ کیفیات بلکہ اس کا عکس ہے کہ قدم قدم پر روک ٹوک محاسبہ معاقبہ مواخذہ مطالبہ کہیں ریا کا علاج بتایا جاتا ہے کہیں حسد کا کہیں جاہ کا کہیں تکبر کا تو بھلا اس سے کیا جی خوش ہو کہیں خود رائی کو منع کرتے ہیں کہ اپنی رائے پر عمل نہ کرو اور مزید برآں یہ کہ اگر اپنے سے تعلق رکھنا بوجہ عدم مناسبت کے نافع ثابت نہیں ہوتا تو کسی دوسرے مصلح کا پتہ بتلا دیتا ہوں تو ایسے شخص سے تعلق ہی کیوں رکھئے جو اپنے بکھیڑے سر پڑ گیا اور جب مبادی ہی میں پیر کی تمہاری رائے میں فرق ہے تو مقاصد میں کیسے اجتماع ہو سکتا ہے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس قدر رذائل ہیں وہ مجاہدات و ریاضات سے دب جاتے ہیں زائل نہیں ہوتے مگر دیگر ان کا ازالہ نہیں ہوتا امالہ ہو جاتا ہے جبلت نہیں بدلتی جبلی اخلاق مجاہدہ و مقاومت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں۔ مگر مغلوب ہو جاتے ہیں یا یوں کہیئے کہ دوسرے محل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں۔

ملفوظ: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں خاص مصرف کے اعتبار سے برا ہے ورنہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام مشکل ہے جیسے بخل نوکی ہے مالی اگر عرفی بخل ہو اس کی نسبت بھی میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ ایسا بخل برا ہے مگر اسراف اس سے بھی زیادہ برا ہے مگر عرف میں جس قدر بخل پر مطعون کرتے ہیں اسراف پر نہیں کرتے بلکہ اس کو مستحسن سمجھتے ہیں اور فضول اور بیہودہ طریق پر مال کو ضائع اور برباد کرتے ہیں مثلاً بیاہ شادی کے موقع پر باجا گاجا اور مرگ پر تیجہ اور چہلم پر کس قدر صرف کرتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ جہاں بخل کی مذمت ہے وہاں اسراف کی بھی تو مذمت ہے چنانچہ فرماتے ہیں ان اللہ لا یحب المسرفین۔ بلکہ باعتبار آثار کے اسراف زیادہ مذموم ہے۔ چنانچہ بخل کا نتیجہ صرف دوسرے کو نفع نہ پہنچانا ہے اور اسراف کا دوسروں کو ضرر پہنچانا کیونکہ جب اپنے پاس نہیں دوسروں کا مال ان کو دھوکے دے کر قرض وغیرہ کے نام سے لیکر اڑاتا ہے پھر ادا بھی نہیں کرتا نیز ہم نے مسرفین کو مرتد ہوتے دیکھا ہے مگر بخیلوں کو نہیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقویٰ اسی وقت کامل ہو گا کہ جب اس کے خلاف کے مقتضی اسباب ہوں اور پھر ان کو دبائے مثلاً شہوت ہے اگر کوئی عنین ہو اور مجبوری سے نیچے تو تقویٰ کا وہ خاص نور میسر نہ ہو گا جو ایسے شخص کو میسر ہو گا جو مرد ہو اور پھر اس سے اجتناب کرے عارف رومی فرماتے ہیں۔ ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است ۔ کہ از و حمام تقویٰ روشن است

سے حاشیہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مثلاً اگر کوئی عنین کہے کہ میں کبھی برا کام نہیں کرتا یا اندھا کہے کہ میں کبھی بدنگاہی نہیں کرتا تو کون کمال ہے جیسے مثلاً ہو سامنے والی دیوار کہے کہ میں چوری نہیں کرتی تو کیا کمال ہوا ہاں اسباب ہوں اور پھر اجتناب ہو یہ ہے مجاہدہ جس سے لوگ گھبراتے ہیں یوں نہیں سمجھتے کہ انسان دنیا میں آسانی کیلئے تو نہیں آیا ارشاد فرماتے ہیں۔ لقد خلقنا الانسان فی کبد کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے مگر اس مشقت کے سہل ہونے کیلئے ارادہ اور ہمت بھی ساتھ پیدا فرمادی ہیں اس لئے یہ چاہیئے کہ خواہ کیسی ہی کوئی مشکل آپڑے صبر و استقلال کے ساتھ اسکو نکالدیا جاوے بس یہی جوہر انسانی ہے، اسی استقلال کی مداومت اور استمرار سے بڑے بڑے رذائل اور جبلی چیزیں دب جاتی ہیں اور بڑے بڑے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔

ملفوظ ۵۰۸:- فرمایا کہ ایک خط آیا ہے بہت سے خواب لکھے ہیں عجیب و غریب خواب ہیں مگر مجھ کو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں اب اگر یہ عذر لکھتا ہوں تو ان کو مایوسی ہوتی ہے اور اگر نہیں لکھتا ہوں تو جہل میں مبتلا رہتے ہیں یہی کہیں گے کہ تعبیر جانتا ہے اس لئے میں نے لکھدیا ہے کہ یہ خواب اگر خیال بھی ہو تو ایسے خیال بھی مبارک ہیں۔

۲۶/ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

ملفوظ ۵۰۹:- ایک صاحب نے عرض کیا کہ میری عزیزہ پر آسیب کا اثر ہے اس کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے فرمایا کہ یہ کام عامل کا ہے میں اس فن سے واقف نہیں گو میں تعویذ لکھدونگا انکار نہیں مگر اس کا اتنا نفع نہ ہوگا جتنا کسی عامل کے تعویذ سے نفع ہوتا ہے فرمایا کہ غالب میں اصل مؤثر جو چیز ہے وہ عامل کا خیال ہے جو اس کو کرتا رہتا ہے اور مشاق ہو جاتا ہے اکثر فوراً اثر مرتب ہو جاتا ہے بخلاف غیر مشاق کے کہ اس کا اس قدر اور جلد نفع نہیں ہوتا اور مجھ کو اس فن سے بالکل ہی مناسبت نہیں۔ ایک خرابی اس میں یہ دیکھی گئی کہ اکثر لوگ تعویذ گنڈہ کرنے والے کی بزرگی کے معتقد ہو جاتے ہیں خصوص جس کے تعویذ گنڈوں سے نفع ہو جاتا ہے حالانکہ بزرگی سے

مہ یہ خلق اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے حق جانے والے کو مہ دنیوی شہوت شل بھی کے ہے جس سے ترقی کا تمام محروم ہوتا ہے۔

اس کو کوئی تعلق نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی طبیب کے نسخہ سے مریض کو شفا ہو جائے اور اس کو بزرگ خیال کرنے لگیں مگر تعویذ دینے والے کے معتقد ہیں کسی طبیب کو نہ بزرگ سمجھتے ہیں اور نہ اس کے معتقد ہوتے ہیں نہ معلوم اس میں اور اس میں کیا فرق کرتے ہیں میرے نزدیک تو کوئی فرق نہیں دونوں دنیوی فن ہیں وجہ فرق کی صرف ایک سمجھ میں آتی ہے کہ طبیب کے علاج کو امر دنیوی سمجھتے ہیں اور عامل کے علاج کو امر دینی خیال کرتے ہیں اور عوام کا یہ خیال اس وجہ سے ہے کہ عملیات کا امور عالیہ تدبیریہ سے تعلق ہے نیز اسکے علاوہ بھی ان تعویذ گنڈوں کے متعلق اکثر لوگوں کے عقائد بہت ہی خراب ہیں جسکا سبب جہل اور حقیقت سے بے خبری ہے۔ میں تعویذ لکھ ضرور دیتا ہوں مگر مجھ کو اس سے قطعاً دلچسپی نہیں۔

ملفوظ ۱۲۱۹:- فرمایا کہ ایک بار بعض حضرات مدرسہ دیوبند سے مجھ کو لیجانے کیلئے تشریف لائے تھے خصوصی فلاں مولوی صاحب کا اس پر بیحد اصرار تھا درخواست یہ فرمائی تھی کہ مدرسہ میں حدیث شریف کا دورہ تو مدت سے ہوتا ہی ہے مگر تفسیر میں صرف جلالین شریف ہوتی ہے اب تجویز ہے کہ اور بعض کتب تفاسیر بھی نصاب میں بڑھا دی جائیں اور یہ کتابیں بھی سال بھر میں مثل حدیث شریف کے ہو جایا کریں۔ بس اس کے افتتاح میں میری شرکت چاہتے تھے کہ شروع کرا دے۔ میں نے سفر سے اپنی معذوری پیش کی مگر اس طرف سے برابر اصرار رہا میں نے کہا کہ اگر آپ کا ایسا ہی خیال ہے اس کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بیس طلباء یہاں پر آ جائیں ان کا خرچ بھی میرے ذمہ ہوگا میں ان کو یہاں ہی شروع کرا دونگا اور مقصود حاصل ہو جائیگا کہنے لگے مدرسہ دیوبند میں تو یہ تقریب نہ ہوئی میں نے کہا میں اس جگہ کو مستقل خیال نہیں کرتا بلکہ مدرسہ دیوبند ہی کی ایک شاخ سمجھتا ہوں آپ بھی یہی خیال فرمالیں کہ جیسے مدرسہ کے متعدد کمرے اور حجرے ہیں یہ بھی اسی کی ایک درسگاہ ہے۔ پھر اس طرف سے عرض کیا گیا کہ حضرت نے ایک مرتبہ دیوبند تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا فرمایا جس حالت کی ضرورت سے میں نے وعدہ کیا تھا اب بحمد اللہ وہ حالت نہیں رہی ارتفاع علت سے معلول کا بھی ارتفاع ہو جاتا ہے اس واقعہ کو ختم کر کے پھر فرمایا خدا کا فضل و کرم ہے کہ یہ درس و تدریس کا کام ہر جگہ اچھا ہو رہا ہے اب ہر شخص ایک ہی کام میں لگ جائے اس کی کون ضرورت ہے اور میں تو اب اس کام کا رہا بھی نہیں سب بھول بھال گیا جو کچھ لکھا پڑھا تھا اب مجھ سے وہ کام لینا چاہئے جس کام کو میں کر رہا ہوں۔ سنار سے سونے چاندی کی چیز بنوانا چاہئے جیسے چھاگل ہنسلی جھومکے اور لوہار سے لوہے کی چیز بنوانا چاہئے جیسے پھاوڑا کھرپہ۔

ملفوظ ۱۲۲۰:- فرمایا کہ ایک طریق سے عدم مناسبت اور حقیقت سے بے خبری یہاں تک ہو گئی ہے کہ ایک صاحب مجھ سے خود اپنی حالت بیان کرتے تھے کہ میں ذکر و شغل کی حالت میں کبائر میں

مبتلا تھا اور طریق کے لئے مضر نہ سمجھتا تھا کیا ٹھکانا ہے اس جہل کا اس لئے سخت ضرورت ہے شیخ کامل کی تعلیم کی اور اس کی صحبت کی وہ اس طریق کا واقف ہے وہ اس راہ سے گذر چکا ہے اور یہ تعلیم تدریجا حالات کے پیش آنے پر ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے طالب کو مدت طویل تک استفادہ کے لئے آمادہ رہنا چاہئے واقعات مستقبلہ متعددہ کی ایک دم سے تحقیق نہ کرے کیونکہ شیخ بھی ایک جلسہ میں ایک تقریر میں سب اجزاء کے بیان کرنے پر قادر نہیں ہوتا اس لئے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا تعلق وقوع کی خصوصیات سے ہے طبیب کی تقریر میں متعدد تغیرات کے کل نسخے اور مرض کے کل اسباب ایک ہی جلسہ میں بیان نہیں ہوتے۔ مثلاً کبر کے اسباب مختلف ہیں اس کے علاج بھی مختلف ہیں اب یہ تشخیص کہ کبر ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کا سبب کیا ہے یہ سب کچھ وقت پر شیخ ہی سمجھ سکتا ہے تو پہلے سے کلیات معلوم کرنے سے وقت پر انطباق کون کریگا یہی وجہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں کہ چندے شیخ کے پاس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ وقت وقت پر حالت بدلتی رہتی ہے جیسے مریض کو طبیب کے پاس رہکر علاج کرانے کی ضرورت ہے بالکل اسی طرح مرید کو شیخ کے پاس رہکر علاج کرانے کی ضرورت ہے، اور یہ بالکل موٹی بات ہے جس کو میں بیان کر رہا ہوں کوئی باریک بات نہیں کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئے غرض پاس رہکر کام کرنے سے بڑی سہولت سے شیخ اس گھاٹی سے نکالکر لیجائیگا۔ لیکن یہ نہ سمجھا جاوے کہ سب کچھ شیخ ہی کریگا وہ تدابیر بتلا دیگا اور سہولت سے یہی مراد ہے کہ طالب پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا۔ سب تدبیریں وہی بتلا دیگا مگر اس تعلیم میں گو شیخ اسکی ہر ممکن رعایت کریگا مگر اس کا تابع نہ ہوگا اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے اور اس کو نماز نہیں آتی وہ کہتا ہے کہ مجھ کو نماز پڑھا دو تو اس سے کہا جائیگا کہ بھائی پہلے وضو کرو یا عذر ہو تو تیمم کرو تب نماز پڑھ سکتے ہو اس پر بجائے اس کے کہ اس کا تابع ہو اس کو اپنا تابع بنائے اور وہ احمق یہ کہے کہ میرا مطلوب اور مقصود تو نماز ہے وضو یا تیمم تو میں نہیں کر سکتا

اب بتلایئے نماز کیا خاک ہوگی ہر کام طریق سے ہوتا ہے اب وہ وضو کو تنگی خیال کرے اور مقصود سے بے تعلق خیال کرے تو اس وقت یہ جواب دیا جاویگا کہ جہاں بدون وضو نماز پڑھی جاتی ہو وہاں جاکر پڑھ لو ہم تو بے وضو نماز نہیں پڑھا سکتے غرض اس کا علاج شیخ کے پاس بھی نہیں کہ وہ خود کچھ نہ کرے اور اگر کرے تو اپنی رائے کو دخل دے یا جو طریق ہے کام کا اس سے اعراض کرے اور شیخ کی تعلیم کو تنگی پر محمول کرے۔ ایک حکایت یاد آگئی اس تنگی پر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنج مرادآبادی سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حنفیہ کا جو مذہب ہے مقتدی کے متعلق اس میں حرج ہے حالانکہ ماجعل علیکم فی الدین من حرج فرمایا گیا ہے

لہ اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی ۱۲

فرمایا ہاں جی واقعی اس میں بڑا حرج ہے اور جب دیں اس سے بھی زیادہ حرج ہے جان دینی پڑتی ہے۔ اس کو بھی دین سے خارج کرو۔ فرمایا مولانا نے خوب ہی جواب فرمایا واقعی اگر ایسا ہی ہے تو پھر تو کوئی چیز بھی اس حرج سے خالی نہ ملیگی۔ پھر بے خبری پر فرمایا کہ ایک حکایت بیان کرتا ہوں اس سے اس بے خبری کا اندازہ ہو جائیگا کہ اس طریق کی تو کیا خبر ہوتی یہ تو پھر کسی قدر غامض ہے بیضے لوگ ایسی موٹی اور واضح چیزوں سے بے خبر ہیں جنکا تعلق عقائد اور ایمان سے ہے الہ آباد میں ایک بیرسٹر تھے مولوی کے لقب سے مشہور تھے انہوں نے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی سے کہا کہ اب تو مسلمانوں کو سود لینے کی ضرورت ہے علماء کو چاہئے کہ اب اس کی اجازت دیدیں اس پر مولانا نے کہا کہ سود کو تو خدا تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے علماء کو حلال کرنے کا کیا اختیار ہے اور ان کو وہ آیت تحریم کی پڑھکر سنائی گئی بیچارے چونک اٹھے اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیٹ کر توبہ توبہ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں تھا کہ سود کو خدا تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے میں تو یہ سمجھتا تھا کہ مولویوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے جبھی اس کو بدل بھی سکتے ہیں۔ حضرت یہ حالت ہے دینی معلومات کی کہ بیرسٹر تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ یہ دین کا حکم ہے یا مولویوں نے اپنے گھر سے مسئلہ بنا رکھا ہے۔

۲۷/ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

ملفوظ ۹۱۰: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں ہمیشہ اس کی رعایت رکھتا ہوں کہ اہل علم پر کسی کی حکومت نہ ہو میں جب مدرسہ کانپور میں تھا وہاں ایک رجسٹر مدرسین کی حاضری کا تھا وہ مدرسہ کے کسی کارکن کے سپرد نہ تھا محض مدرسین کی دیانت پر ایک خاص موقع پر رکھدیا گیا تھا کہ وہ مدرسہ میں اپنے آنیکا وقت اس میں خود لکھدیا کریں میں نے محض اس خیال سے ایسا کیا تھا کہ ان پر کسی کی حکومت کرنا ان کے حقوق عظمت کے خلاف تھا اور مدرسہ کی رقم زائد دینا مدرسہ کے حقوق دیانت کے خلاف تھا اور اس عمل سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا مہینہ کے ختم پر منت تک جمع کر کے ان کی تنخواہ سے وضع کر لیا جاتا تھا اور میں خود بھی بلاواسطہ یا بواسطہ اہل علم پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتا۔

ملفوظ ۹۱۰: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرق باطلہ اور اہل بدعت کیوجہ سے اہل حق کو کلام کرنا پڑا ورنہ اہل حق فی نفسہ اس قسم کے کلام کرنے کو پسند نہیں کرتے اس لئے کہ سلف سے منقول نہیں اور میں بھی پسند نہیں کرتا مجھ کو ہمیشہ سے اس قسم کے قیل وقال سے نفرت ہے مگر بیچارے اہل حق کو اہل باطل کی گڑبڑ کیوجہ سے بولنا پڑا اور یہ ان کا بولنا ضرورت کیوجہ سے تھا یعنی اول اہل بدعت نے دین میں شبہات نکالے اہل حق نے انکو دلیل کے ساتھ دفع کیا جس سے صورت مناظرہ کی پیدا ہو گئی اور علم کلام مدون ہو گیا پس ایسے مسائل میں اہل حق مدعی نہیں بلکہ اہل بدعت مدعی ہیں اور اہل حق ان کے مقابلہ میں مانع ہیں پھر اس اضطرار کے ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ اس کلام و مناظرہ کے کچھ حدود اور شرائط بھی تھے مگر بعض متاخرین نے اس کو بڑھایا اس حد تک رکھا نہیں اور تامل و تجربہ سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے غیر ضروری قیل وقال کا کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ بیکار وقت کھوتے ہیں اسی قیل وقال کو دین سمجھنے لگے اور اپنی فکر چھوڑ دی حالانکہ دوسروں کے درپے تو جب ہو جب اپنی حالت پر پہلے اطمینان ہو چکا ہو پہلے اپنی فکر لینی چاہیئے حیدر آباد والے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دینا اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کی اصلاح . . . نہ ضروری نہیں جس قدر اپنے دین کی حفاظت ضروری ہے پھر فرمایا کہ آجکل کے مناظروں میں اصول بے اصول کچھ نہیں دیکھا جاتا بس ہانکے چلے جاتے ہیں خواہ سیدھی ہو یا الٹی دیکھنے والے سمجھتے ہیں بڑا بولنے والا ہے اور خود مناظرین کو بھی یہی فکر ہوتی ہے کہ حق منہ سے نکلے یا ناحق کسی طرح بیٹھی نہ ہو نیز اس شغل میں ایک خرابی یہ ہے کہ بعضے مضامین میں جن کو رد کیا جاتا ہے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا اظہار ہی عوام ہی کے لئے ہو مضر ہے ان کا اخفاء اور اماتت ہی مناسب ہوتی ہے فرمایا کہ اظہار کر کے رد کرنے پر ایک حکایت یاد آئی ایک ولایتی ہندوستان آیا تھا اتفاق سے چور یا ڈاکوؤں سے مقابلہ ہوا اس میں زخمی ہو گیا ایک ہندوستانی نے غریب الوطن مسافر سمجھ کر اپنے مکان پر رکھ کر مرہم پٹی کی اور ہر قسم کی خبر گیری کی تندرست ہو گیا جب رخصت ہوا تو کہا کہ ہمارا یہ پتہ ہے تم اگر کبھی ہمارے وطن آئیگا ہم بھی تمہاری خدمت کریگا تم ہمارا محسن ہے ہم کو بڑا آرام پہونچایا ایک عرصہ کے بعد بعض اتفاقات سے ایسا ہوا کہ یہ ہندوستانی اس طرف پہونچ گیا خیال ہوا کہ یہاں پر ہمارا ایک دوست ہے لاؤ اس سے ملاقات کریں تلاش کر کے اس ولایتی کے مکان پر پہونچا وہ ولایتی بڑا خوش ہوا اور ان کو مکان پر بٹھلا کر اور جلدی واپسی کا وعدہ کر کے کہیں چلا گیا گھر والوں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اس نے سب واقعہ بیان کیا کہ میں ان کا دوست ہوں ہندوستان سے آیا ہوں اور میں نے اس کی یہ خدمت کی تھی گھر والوں نے کہا کہ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو

فوراً واپس چلے جاؤ اس لیے کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ اگر کبھی ہمارا ہندوستانی دوست آ گیا تو ہم اس کو اس کے احسان کا بدلہ دیں گے۔ اسی طرح سے کہ اس کو زخمی کر کے پھر اس کا علاج کرائیں گا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان تاکہ احسان کا بدلہ ہو سکے یہ سن کر بیچارا بہت گھبرایا سو ان مضامین کا اظہار کر کے ان کو رد کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا ایک ولایتی کا زخمی کر کے علاج کرانا مناظرین کو یہ طرز چھوڑ دینا چاہیے یہ طرز خطرہ سے خالی نہیں۔

ملفوظ ۶ فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بہت لوگ کیفیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں چنانچہ کثرت سے ایسے خطوط آتے ہیں کہ ان میں یہی بھرا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا وہ نہیں ہوتا آج بھی ایسا ہی ایک خط آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بھی اپنے زعم باطل میں کیفیات ہی کو مقصود سمجھے ہوئے ہیں۔ ایسے شخص کی کسی کیفیت میں اگر کبھی کمی آ جاتی ہے تو اس کو سخت پریشانی یا پشیمانی کا سامنا ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ بڑھاپے میں رونے لگے کسی نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں تیس برس تک جہل میں مبتلا رہا حرارت غریزیہ کے نشاط کو جو جوانی میں ہوتا ہے نماز کی کیفیت سمجھتا رہا اب بڑھاپے میں جو وہ حالت نہ رہی تب معلوم ہوا کہ وہ نماز کی کیفیت نہ تھی بلکہ جوانی کا جوش تھا اگر نماز کی کیفیت ہوتی تو بڑھاپے میں اس میں اور قوت ہوتی اس لیے کہ اس کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے جس کو فرماتے ہیں۔ سہ

خود قوی تر می شود خمر کہن　　　خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

اور حقیقت میں یہ کیفیات نفسانی ہوتے ہیں عوارض نفسانیہ کے تغیر سے ان میں تغیر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے محققین اہل فن کہتے ہیں کہ یہ مقصود نہیں ہاں اگر کسی وقت مقصود کے معین بن جائیں تو محمود ہیں مگر مقصود نہیں اور اگر معین نہ ہوں تو پھر محمود بھی نہیں چنانچہ ریاضات یا دوسرے عوارض سے یہ کیفیات کافر کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں اور جو چیز کافر مسلم میں مشترک ہو وہ کبھی مقصود نہیں ہو سکتی ایسی کیفیات کافر کو حاصل ہو سکنے پر ایک واقعہ یاد آیا ایک مقام پر کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہ دونوں انگریز تھے مجلس سماع میں مدعو کیا گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس وقت ایسی حالت ہے کہ اگر تھوڑی دیر رہی تو شاید کرسی سے گر پڑوں دوسرے نے کہا میرا بھی یہی حال ہے آخر باہم مشورہ کر کے کھڑے ہو کر چل دیئے اب بتلایئے کہ کیا کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ بھی بزرگ تھے یہ کیفیت تو ان پر بھی طاری ہوئی بس ان کیفیات کا درجہ اس سے زیادہ نہیں کہ اگر یہ کیفیات مقصود میں معین ہوں محمود ہیں ورنہ محمود بھی نہیں اور مقصود تو کسی بھی حال میں نہیں آج لاکھوں اہل طریق ان فضولیات کی بدولت اصل مقصود سے

سہ پرانی شراب زیادہ قوی ہوتی ہے خاص کر وہ شراب جو قرب حق کی ہو ۱۲۔

لاکھوں بلکہ کروڑوں کوس دور پڑے ہیں اور گو یہی کیفیات حاصل بھی ہو جائیں تب بھی انکو آخرت میں کچھ بھی قدر نہ ہوگی ۔ وہاں صرف اعمال کی پوچھ ہوگی ۔ ظاہری بھی باطنی بھی ان ہی اعمال کے رسوخ کیلئے یہ تمام مجاہدات ریاضات مراقبات مکاشفات اشغال ہیں جو ایک تدبیر کے درجہ میں ہیں باقی اصل مقصود عبادات ہیں وہاں وہی کام آئیں گے ۔ اور ان ہی کی قدر ہوگی اور جب ان کیفیات کا درجہ معلوم ہوگیا تو ساری عمر بھی کسی پر یہ کیفیات نہ طاری ہوں مگر وہ اعمال کی پابندی اور انکی ادا کی کوشش دھن میں لگا رہے تو اس کی عبادت میں ذرہ برابر کوئی نقص نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ کیفیات وغیرہ نہ اختیاری ہیں اور نہ مامور بہ ۔ مامور بہ وہی چیزیں ہیں جو اختیاری ہیں اور انسان ان ہی کا مکلف ہے اسی ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ شیخ کامل کی ضرورت ہے کہ وہ ان حقائق سے مطلع کرتا ہے اور غیر مقصود سے مقصود کیطرف لیجاتا ہے ۔ مگر آج کل اس تحقیق ہی سے لوگ گھبراتے ہیں اس ہی لئے میں اول مرتبہ میں سب معاملات طے کر لیتا ہوں اور بیعت کرنے میں عجلت نہیں کرتا کہ لوگ اس طریق کی حقیقت سے بے خبر ہیں بے خبری میں بیعت ہی کیا مفید ہو سکتی ہے اور یہ سب غلط مبحث ہوا جاہل صوفیوں اور پیروں کی بدولت ایسے ہی پیروں کی نسبت میں کہا کرتا ہوں کہ ان کے سب حالات کا مقصود مالات (یعنی مالیات) ہیں مردہ دوزخ میں جائے یا بہشت میں انہیں اپنے حلوے مانڈے سے کام ۔

ملفوظ ۸۹۴ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپنے میری تقریر میں غور نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ کو یہ شبہ ہوا میں تو کہہ چکا ہوں کہ یہ کیفیات مقصود نہیں ہاں اگر مقصود میں معین بن جائیں تو محمود ہیں مطلقاً تو میں نے ان کی نفی نہیں کی بلا وجہ آپ مجھ پر الزام رکھتے ہیں قصور تو اپنے سمجھنے کا اور ذمہ دار اس کا میں اس وقت خواہ مخواہ آپنے طبیعت کو منقبض کر دیا آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ۔ اب ایک ہی بات کو بیٹھا ہوا گھول کے جاؤں اور ہندی کی چندی کئے جاؤں اتنا دماغ کہاں سے لاؤں آپ جیسے لوگوں سے تعجب ہے کہ پوری بات نہ سنیں اور اسپر اعتراض کی صورت پیدا سوال وارد کریں مجھ کو اس وقت آپ کی وجہ سے سخت کلفت ہوئی آدمی کو کچھ تو فہم سے کام لینا چاہئے نرا بسبنہ بیٹھے ہیں کچھ حس ہی نہیں آپ تو سوئی چبھو کر الگ ہو گئے اب دوسرا کیفیت اس کی سوزش سے چلاّ رہا ہے بلبلا رہا ہے عرض کیا کہ معافی چاہتا ہوں قصور ہوا فرمایا کہ کیا ان الفاظ سے تکلیف بھی جاتی رہے گی معافی تو معاف ہے میں خدا نخواستہ کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر آئندہ ایسی حرکت سے اجتناب رکھئے آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے دوسرے کو کیا تکلیف پہنچتی ہے عرض کیا کہ اب آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا فرمایا کہ میں سوال کرنے کو منع نہیں کرتا مگر میری تمام تقریر کو محفوظ رکھتے ہوئے اگر کوئی شبہ وارد ہو ضرور

سوال کیجئے میں انشاء اللہ ضرور جواب دوں گا باقی ویسے ہی بدون سوچے سمجھے جو جی میں آیا ہاں
کہ دینا یہ تو رنج کا سبب ہوتی ہی ہیں تو کیا کرتا ہوں کہ تکلیف پہنچانیکا قصد تو نہیں ہوتا مگر اس کا
بھی قصد نہیں ہوتا کہ تکلیف نہ پہونچے ساری خرابی بے فکری کی ہے ۔

ملفوظ ۹۰: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان کیفیات کے متعلق جو میں نے بیان کیا تھا کہ اگر مقصود کی معین ہوں تو محمود ہیں مگر مقصود نہیں اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک بہلی ہے اس کو دو بیل لئے جا رہے ہیں مگر آہستہ آہستہ ایک اور تیسرا قوی بیل جوڑ دیا تو اب بہلی زیادہ زور سے چلنے لگی لیکن اگر یہ تیسرا بیل نہ ہوتا تب بھی مسافت طے ہو ہی رہی تھی اس تیسرے بیل کے نہ ہونے پر یاس نہ ہونا چاہیے کہ ہائے اب کیسے منزل مقصود پر پہونچیں گے انشاء اللہ پہونچ جاویں گے گو وقت کچھ زیادہ صرف ہو اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان کیفیات کا درجہ اس سے زیادہ نہیں اب اگر کوئی بیلوں ہی کو مقصود سمجھے یا اپنی شان و شوکت تین ہی بیلوں پر سمجھتا ہو تو اس کا کس کے پاس کیا علاج ہے ۔

ملفوظ ۹۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسروں کی فضول فکر اور دوسروں کے معاملات میں بلا ضرورت دخل دینا آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے اور یہ اس راہ میں سم قاتل ہے کہ اپنے اختیارات کا تو اہتمام نہ کرے اور دوسروں کے اختیارات میں مشغول ہو جاوے جو اس کے اختیار سے غیر اختیاری ہے اسی کے متعلق فرماتے ہیں ۔ ؎له

کار خود کن کار بیگانہ مکن

ملفوظ ۹۲: ایک صاحب کے سوال کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد قاضی صاحب یہاں پر آئے تھے یہاں کی تعلیم پر ذکر بالجہر کرنے پر کسی نے ان سے کہا کہ یہ تو بدعت ہے کہنے لگے کہ میاں اس میں مزا آتا ہے اس میں بدعت کی کیا بات ہے گویا ان کے یہاں مزا [illegible] جماعت کے غیر مقلد تھے مگر تھے غیر مقلد [illegible] غرض ہر شخص اپنے خیال میں مست ہے کوئی کیفیات کے پیچھے پڑا ہوا ہے کوئی مزے کے پیچھے پڑا ہوا ہے [illegible] وہ محض تعلق مع اللہ ہے اس کی کسی کو [illegible] نہیں [illegible] اصل چیز ہے [illegible] صحیح معنی میں بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے [illegible] مگر اسکی کسی کو خبر نہیں [illegible] غیر مقلد تو تھے صاحب یہ بھی کہتے تھے کہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب سنت کے موافق ہیں صرف ایک بات کے متعلق کہا کہ بدعت ہے وہ یہ [illegible] بدعت ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا میں نے سن کر

له اپنے کام میں لگو دوسروں کی فکر چھوڑ دو ۱۲ جامع۔

کہا کہ یہ کہنا کوئی ضروری تھوڑا ہی ہے۔ تم صرف یہ کہا کرو کہ ہم شریعت والے ہیں یہ نسبتیں تو اصطلاحات اور خاص حالات کی تعبیر کی سہولت کیلئے ہیں آخر یہ غیر مقلد بھی تو اپنے کو محمدی کہتے ہیں یہ بھی تو نسبت ہی ہے تو کیا محمدی کہنا بھی بدعت ہے اس لئے کہ شریعت تو خدا کی ہے تو بجائے محمدی کے اپنے کو الٰہی کہا کرو اور اگر محمدی کہنا کسی تاویل سے جائز ہے تو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چشتی قادری، سہروردی کہنا بھی جائز ہوگا گو ان تعبیرات کا مصداق جدا جدا حقائق ہیں مگر وہ حقائق دین کے خلاف نہیں پھر اس میں بدعت کی کیا بات ہے یہ تحقیق نسبت کی اور یہ جواب محمدی کی نظیر پیش کر کے فرمایا کہ یہ ہمارے استاد علیہ الرحمۃ کا افادہ ہے۔ ہزاروں مناظرے ایک طرف اور یہ سادے اور بے تکلف نکتے ایک طرف واقعی ہمارے یہ حضرات حقیقت کو منکشف فرما دیتے ہیں۔ ہمارے حضرات کے علوم ماشاء اللہ تعالیٰ متقدمین کے علوم کے مشابہ تھے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم اصل میں متقدمین ہی کے پاس تھے باقی متاخرین کے الفاظ بیشک نہایت چکنی چپڑی عبارتیں نہایت مرتب تقریریں نہایت مہذب مگر متقدمین کے کلام کی برابر ان میں مغز نہیں قرآن و حدیث کے الفاظ نہایت سادہ، اور وہی طرز بزرگوں کے کلام کا ہے مگر ان کی وقعت جو اس وقت قلوب میں کم ہے یہ خرابی نئی اصطلاحات دماغ میں رچ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے پھر اس میں ترقی ہوتے ہوتے دنیاداروں اور بے علموں تک کا رنگ لے لیا گیا چنانچہ اب وہ طرز بھی کلام کا بدل گیا علماء تک کی تقریریں دوسرے نئے جاہلانہ رنگ میں ہونے لگیں خدا بھلا کرے ان تحریکات کا کہ بالکل ہی کایا پلٹ ہوگئی علماء کی تقاریر اور تصانیف کا رنگ نیچریوں کے طرز پر ہونے لگا ان کا وعظ ایسا ہونے لگا جیسے کوئی لیکچر دے رہا ہو نہ وہ ملاحت ہے نہ اثر ہے بلکہ اور وحشت معلوم ہوتی ہے۔ علماء کو چاہئے وہ کام میں اپنے بزرگان سلف کا طرز اختیار کریں اسی میں برکت ہے اور وہی طرز مؤثر ہے۔

ملفوظ ۹۲۱: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص علوم عالیہ کو حاصل کئے ہوئے ہو تب قرآن و حدیث کو سمجھ سکتا ہے اب جاہلوں کی اصطلاحوں کو کلام میں ٹھونس کر کلام نکالنا چاہتے ہیں جس سے بالکل غیر ممکن ہے کہ حقیقت کا انکشاف ہو سکے اور ان علوم کے ساتھ اس انکشاف کے لئے ذوق کی بھی ضرورت ہے اور ذوق بدون کسی کامل کی صحبت کے پیدا نہیں ہو سکتا مگر ان چیزوں کا اہتمام ہی نہیں اور یہ ساری خرابی اس کی ہیں کہ لوگوں کے قلوب میں خوف آخرت نہیں رہا اور نہ آخرت کی فکر ہے اسلئے ہر شخص مقرر ہے ہر شخص مفسر ہے ہر شخص محدث ہے ہر شخص مصنف ہے آزادی کا زمانہ ہے نہ اصول ہیں نہ قواعد۔ جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں اگر فکر آخرت ہو تو ہر چیز میں احتیاط اور حقیقت کی تلاش ہو اور کس لئے تھے کے اسباب کی

کوشش ہو۔

ملفوظ ۹۲۲:- ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر اختیار ایسا ہی سستا ہے کہ ہر مقصود کیلئے اس کا استعمال جائز ہو اس میں کوئی قید ہی نہ ہو تو اس درجہ میں تو حکومت بھی اختیاری ہے۔ آزادی حاصل کریں یا بعنوان دیگر آج کل کی اصطلاح میں قربانی کریں اور یہ قربانی ایسی ہے کہ ذی الحجہ سے پہلے ذیقعدہ میں بھی ہو سکتی ہے مگر یہ دیکھ لیں کہ یہ حکومت دین کی ہوگی یا بددینی کی جس کا معیار حق تعالیٰ قرآن سے معلوم ہو سکتا ہے۔ الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور ع۱ اگر ایسی نیت ہے تو کوشش کریں یعنی حدود شریعت کا تحفظ شرط ہے مگر اب تو ایسا اطلاق ہو رہا ہے کہ شریعت کے خلاف ہو یا موافق (اس کی پرواہ ہی نہیں) تو ایسی حکومت تو فرعون اور شداد کو حاصل تھی حکومت سے اصل مقصود اقامت دین ہے اور یہ تدابیر اسکے اسباب ہیں اگر دین مقصود نہیں جیسا کہ آج کل کی حالت سے ظاہر ہے تو لعنت ہے ایسی حکومت پر۔

ملفوظ ۹۲۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے ایک انگریز کا قول دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ بغیر حنفی مذہب کے سلطنت چل نہیں سکتی کیونکہ اس قدر توسع اور رعایت مصالح دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتیں مگر باوجود اتنے توسع کے پھر بھی وجدان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اس وقت ہوتے تو اس زمانہ کی حالت پر نظر کر کے غالباً اور توسع کرتے مگر ہماری تو ہمت نہیں پڑتی اپنے اندر قوت اجتہاد بھی نہیں پھر نااہل سے بھی ڈر لگتا ہے نہ معلوم کیا گڑبڑ شروع کر دیں یہ تو بدون اہل فتویٰ کے توسع ہی کے حدود سے نکل کھڑے ہوئے پھر اس کی مثال میں کہ بعض جزئیات میں غالباً زیادہ توسع فرماتے یہ فرمایا کہ مثلاً اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت دار الحرب میں رہتی ہو تو اس کے متعلق بعض ابواب سیاسیہ میں کیا احکام ہیں مفصل مستقل طور پر مدون نہیں اور اس کا ذکر غالباً اس وجہ سے نہیں فرمایا کہ ان حضرات کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ کبھی ایسا ہو گا کہ مسلمان کفار کے ماتحت ہو نگے باقی تفصیل و استقلال کی نفی سے نفس احکام کا غیر مذکور ہونا لازم نہیں آتا اور وہ اتنا کافی ہے اس لئے کافی ہونے کے بعد اب کسی کے اجتہاد کی ضرورت نہیں اب ایسوں کیلئے تفاوت کے سے فتوے دینے سے سکوت ہی اسلم ہے کیونکہ بعض سکوت کبھی بعض نطق سے اچھا ہوتا ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک بہو کسی گھر میں بیاہی ہوئی آئی مگر بولتی نہ تھی وہاں

ع۱ یہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے ۱۲ مد۔

نے کہا کہ بہو بولتی کیوں نہیں کہا کہ اماں نے منع کر دیا ہے ساس نے کہا کہ ماں تو تیری بیوقوف ہے تو بولا کر بہو کہتی ہے کہ بولوں کہا کہ ضرور بول بہو کہتی ہے کہ اگر تمہارا بیٹا مر گیا تو مجھ کو بیوہ بٹھائے رکھو گی یا کہیں نکاح کر دو گی ساس نے کہا کہ تیری ماں نے ٹھیک کہا تھا تو تو خاموش ہی اچھی یا تو بہو بولتی نہ تھی اور بولی تو یہ نور برسائے یہی حالت ہے اکابر کے اصول کو چھوڑ کر نئے لوگوں کے بولنے کی ۔

ملفوظ ۹۲۴: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا آج کل لوگوں نے ایک یہ طرز اختیار کر لیا ہے کہ اہل حق سے تو بطور اشکال کے پوچھتے ہیں کہ آپ یہ فرماتے ہیں اور دوسرے علماء اسکے خلاف کہتے ہیں تو ہم کس کی مانیں اور کس پر عمل کریں مگر اہل باطل سے کبھی یہ سوال نہیں کرتے کانپور میں ایک تھانہ دار تھے میرے ایک وعظ میں شریک تھے جس میں بعض بدعات کی ممانعت بیان کی بعد وعظ وہ تھانہ دار صاحب کہنے لگے کہ آپ تو گیارہویں کو ناجائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں میں نے کہا کہ آپ نے جیسے مجھ سے پوچھا ہے کبھی ان علماء سے بھی اسی طرح پوچھا ہے کہ تم تو جائز کہتے ہو اور فلاں عالم ناجائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کے اس سوال کا سبب تردد ہوتا تو ان سے بھی پوچھتے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خود جی چاہتا ہے یہ کام کرنے کو اس لئے ہم سے ہی اشکال کیا جاتا ہے پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور ایک مولوی صاحب غازی پوری اٹاوہ میں جمع ہو گئے وہ کہنے لگے کہ آپ لوگوں کا ہندوستان میں بڑا اثر ہے جس کی آپ لوگوں کو خبر نہیں صرف ایک کسر ہے۔ اگر آپ لوگ مولود میں قیام کرنے لگیں تو پھر تو سارا ہندوستان آپکا غلام ہو جائے اور میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ سارے ہندوستان کو آپ کا مرید کرا دوں میں نے کہا کہ اگر کسی کو مرید کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو تو کہنے لگے کہ بس یہ بڑی مشکل ہے ۔ بتلائیے یہ علماء کے مشورے ہیں اس ہی سے اندازہ کر لیجئے ان لوگوں کے خیالات کا اور تدین کا ۔

ملفوظ ۹۲۵: ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخ کی دو قسمیں ہیں ایک مبطل (باطل پر عمل کرنے والا) ایک محق (حق پر عمل کرنے والا) پھر محق کی دو قسمیں ہیں ایک محقق ایک غیر محقق شیخ کیلئے محق کے ساتھ محقق ہونے کی بھی ضرورت ہے ۔

ملفوظ ۹۲۶: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ آج کل رسمی پیر جنکا مقصود جاہ طلبی اور مال طلبی کے سوا کچھ نہیں باوجود بیحد مذاہنت کے یہ بھی مصیبت ہی میں رہتے ہیں ایک پیر صاحب یہاں پر آئے تھے کہ میں قرضدار ہوں کہیں کسی کو کچھ لکھدو وجہ قرض کی یہ بیان کی کہ مرید کھا گئے اور دیا کچھ نہیں یہ انجام ہے لنگر خانہ کا میں تو کہا کرتا ہوں کہ آدمی لنگر دینے کیوجہ سے لنگڑا ہو جاتا ہے اور قرض بھی چلتے تھے تین چار ہزار کی رقم میں نے پوچھا کہ ادا کہاں سے کرو گے کہتے ہیں کہ مریدوں سے

وصول کر کے دو دو لنگا بیچ ڈالے پھر بھی مریدوں کے معتقد تھے ان کے نہ دینے پر بھی اعتقاد نہیں ٹوٹا خلوص ہو تو ایسا تو ہو چاہے خلوص نہ ہو۔

ملفوظ ۹۲۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے صحیح اصول دل میں پیدا فرما دیئے باقی اور کچھ آتا جاتا نہیں کتابیں پڑھیں وہ بھی بے تکی سبق میں کبھی حاضر ہوا کبھی نہیں مگر اللہ کا فضل ہے کہ باوجود ان سب کوتاہیوں کے اساتذہ ایسے مل گئے کہ ان حضرات کی تحقیقات معتبر ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے استاذ ملے جو میزان کل تھے کتابوں کے اور علوم کے اور اس کے بعد حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شیخ ملے جو اس فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے سب ان ہی کا صدقہ ہے جو ہم بیٹھ کر باتیں بگھارتے ہیں گو حضرت درسیات پڑھے ہوئے نہ تھے مگر علم جس چیز کا نام ہے وہ حضرت کو عطا ہوا تھا چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا علم کے سبب معتقد ہوں کسی نے اس کی حقیقت پوچھی تو مولانا نے فرمایا کہ ایک تو ہے ابصار (نگاہ) اور ایک ہے مبصرات (دیکھی ہوئی چیزیں) فرض کرو ایک شخص اپنے وطن ہی میں مقیم ہے اس نے سیاحت نہیں کی مگر نگاہ بہت تیز ہے جس چیز کو دیکھتا ہے صحیح دیکھتا ہے سو اس شخص کے مبصرات کم ہیں مگر ابصار زیادہ ہے۔ ایسے ہی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم زیادہ ہے گو معلومات کم ہیں جس چیز کو بھی سمجھے ہوئے ہیں اس کی حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں اور درسیات پڑھنے والے اس شخص کے مشابہ ہیں جس نے سیاحت تو زیادہ کی مگر نگاہ ضعیف ہے اس کے مبصرات زیادہ ہیں اور ابصار کم پھر فرمایا کہ میں مولانا کا مقولہ اس وجہ سے سناتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے متعلق اتنے بڑے شخص کی شہادت ہے یہی تو وہ علوم ہیں جن کی نسبت فرماتے ہیں۔ ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء[1] بے کتاب و بے معید و اوستا

حضرت مولانا یہ بھی فرماتے تھے کہ ہمارے ذہن میں تو مقدمات پہلے آتے ہیں اور مقاصد بعد میں اس لئے وہ مقدمات کے تابع ہوتے ہیں اگر کہیں مقدمات غلط ہو گئے تو مقاصد بھی غلط ہو جاتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یا دوسرے عارفین کے ذہن میں مقاصد پہلے آتے ہیں اور مقدمات کی غلطی کا اثر مقاصد میں نہیں پہنچتا بلکہ بعض حقیقت شناسوں نے تو مولانا محمد قاسم صاحب کے علوم کو حضرت حاجی صاحب کے علوم کا ظل بتلایا ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو ایک لسان عطا فرماتے ہیں۔ حضرت شمس

---

[1] تم اپنے اندر حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم بغیر کسی کتاب اور مددگار اور استاد کے پاؤ گے ۱۲

حضرت شمس تبریز کو حضرت مولانا رومی عطار فرمائے گئے تھے جو ان کی لسان تھے اور مجھ کو مولانا محمد قاسم صاحب عطا فرمائے گئے ہیں جو میری لسان ہیں حاصل یہ تھا کہ میرے ہی علوم کی ترجمانی فرماتے ہیں۔

ملفوظ ۹۲۹: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کانپور الٰہ آباد لکھنؤ میں مخالفین نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کا پاخانہ بنوا دیا ہے میں نے سنکر کہا یہ تو صغریٰ ہے اور کبریٰ کیا ہے اور اس کی کیا دلیل کیا ہے اگر کوئی ایسا کرے تو حرام ہے قرآن، حدیث میں یا حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی کے فقہ میں کس کا یہ قول ہے کہ حجرے کا پاخانہ بنانا جائز نہیں ان لوگوں کے عقائد محض اوہام پرستی پر مبنی ہیں حالانکہ واقع میں یہ روایت ہی غلط اور محض بہتان ہے۔ دین تو لوگوں میں رہا ہی نہ تھا مگر دیانت بھی نہ رہی البتہ اس کا عکس ضرور ہوا ہے کہ پاخانہ کا ایک حجرہ بنا دیا ہے۔

ملفوظ ۹۲۹: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل بدعت کے استدلالات بھی نہایت ہی لچر ہوتے ہیں قبر پر چادر ڈالنے کے متعلق اس سے بعض علماء نے استدلال کیا تھا کہ جنازہ پر بھی تو چادر پڑتی ہے وہاں پر بھی مردہ یہاں پر بھی مردہ اگر قبر پر کپڑا پڑ گیا تو اس میں بدعت کی کیا بات ہے اسی طرح ایک شخص نے کہا تھا کہ پھولوں کے سہرے میں بدعت کی کونسی بات ہے کسی نے سیدھا کرکے سونگھ لیا اور کسی نے الٹا کرکے سونگھ لیا۔

ملفوظ ۹۳۰: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر جس قدر کوئی شخص بھولا ہو گا اس پر کیفیات کا غلبہ زیادہ ہو گا اکثر یہ ذہانت و ذکاوت کیفیات کو ضعیف کر دیتی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ کیفیات کیلئے یکسوئی شرط عادی ہے اور ذہین آدمی کی ہر وقت یہ حالت رہتی ہے الم تر انھم فی کل واد یھیمون[1] البتہ یہ کیفیات لذیذ ہیں مگر ان کا درجہ ایسا ہے جیسے چٹنی کہ مزہ دار ہے مگر تغذیہ کیلئے کافی نہیں۔

۲۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ ۹۳۱: ایک نووارد صاحب نے جن کو اجازت دینے کے ساتھ یہ لکھ دیا گیا تھا کہ آتے ...

---

[1] مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ لوگ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔ ۱۲

خط دکھلا دیں پھر بھی خط نہ دکھلایا حضرت والا نے ان سے مواخذہ فرمایا ان صاحب نے ایک صاحب کے واسطے سے معافی چاہی حضرت والا نے فرمایا کہ معافی تو اسی وقت ہو جاتی ہے مگر اس کا جو اثر ہوتا ہے وہ تو رہتا ہے اور اس کا ازالہ سلیقہ سے ہو سکتا ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ مکالمت کی اجازت نہیں پھر سلیقہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے فرمایا کہ یہ تو مکالمت مکاتبت پر موقوف نہیں ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کون بات پسند ہے کون ناپسند۔ مگر آج کل اصلاح معاشرت کو دین کی فہرست ہی سے خارج کر رکھا ہے اس کی فکر ہی نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے پر اس کا کیا اثر ہوگا ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ صاحب کم سنتے ہیں فرمایا اگر ان میں اہتمام ہوتا تو اس کی بھی اطلاع کرتے کہ میں کم سنتا ہوں میں ان کو مشورہ دیتا کہ تم قریب بیٹھا کرو تاکہ میری باتیں سن سکو مگر سبب اس قدر لاپرواہی ہے تو ایک ہی شخص کہاں تک ان جزئیات کا احاطہ کر سکتا ہے۔

ملفوظ ۹۲۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے بزرگ کسی مضمون کے شروع کرنے سے قبل یا فتاح لکھتے تھے پہلے بزرگوں کی رسمیں بھی صالح ہوتی تھیں مگر اب تو نیچریت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے

ملفوظ ۹۲۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے جیسے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا اس کھیت میں منہ مارا نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے نہ ان کا کیا۔ اس کو تو کوئی کرے غرض ایسے لوگوں میں خود رائی کا بڑا مرض ہے۔

ملفوظ ۹۲۴:- ایک گاؤں کے آدمی نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں کہا کس چیز کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے اور بھی چند درخواستیں تھیں وہ بھی ایسی ہی مبہم۔ اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری تمہارے رگ و ریشوں سے واقف ہوں خوب نبض پہچانتا ہوں ادھوری بات بھی تم کو کہی نہیں سکتے چاہتے ہو ہمارا دماغ آدمی ہمارا تابع ہے ورنہ تم کسی کے تابع نہ ہو اور عرض کیا قصور ہو معاف کر دو فرمایا کہ معافی تو میں پہلے سے تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا غلطی پر متنبہ نہ کروں اسی میں گھیوں اس میں جو یہ بھی کوئی کھیتی سمجھ لی ہے کہ تعویذ بھی دیدو دعا بھی کر دو۔ اس کا بھی مضائقہ نہیں تھی مگر سارا نفع ہی مدد خدا اور دوسروں سے۔ بکھیڑے بھی اسی طرح باندھ کر لایا ہے جیسے یہاں سے ایک ہی میں مرض ایک میں بلا ہی ایک میں تمہارا کو باندھ کر بیٹھا ہے گاؤں والے بھی بڑے ہو سہارا جبرا بھی دوسروں کے بکھیڑے لیکر آیا آج تعویذ نہیں ملے گا کل کو آکر پوری بات کہنا اور نقل نہ ہو تو یہاں سے پوچھ لینا پوری بات کس طرح ہوتی ہے پھر کبھی گڑبڑ کرے۔

ملفوظ ۹۲۹ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہوئی میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں ورنہ مجھ کو تو بڑی الجھن ہوتی اس لئے کہ بچوں کی تربیت بڑی مشکل چیز ہے اور اگر ہو جاتی کیونکہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تو اسے بھی اپنی رحمت سے آسان فرما دیتے ایک مرتبہ بڑے گھر میں کی خالہ نے جو انکی حقیقی خالہ تھیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں عرض کیا تھا کہ اس کے لئے اولاد کی دعاء فرما دیجئے حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری خالہ نے تمہارے لئے اولاد کی دعاء کرنے کو مجھ سے کہا تھا خیر بجائے دعاء کے کیا عذر ہے مگر جی تو یہی چاہتا ہے کہ جو میری حالت ہے وہی تمہاری حالت رہے یعنی اولاد نہ ہو تو یہ حضرت کی تمنا کا بھی اثر ہے۔

ملفوظ ۹۳۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کی کثرت سے بحمد اللہ میں کبھی نہیں گھبراتا ہاں آنے والے جو دق کرتے ہیں اور بے تکا برتاؤ کرتے ہیں اس سے گھبراتا ہوں باقی کام تو روزانہ کثرت ہی سے رہتا ہے آپ لوگ دیکھتے ہی ہیں خود ایک ڈاک ہی کا ایک مستقل کام ہے مگر خدا کے فضل سے روز کے روز پورا ہو جاتا ہے جسکی ایک وجہ مختصر جواب دینا بھی ہے پہلے میں بہت مبسوط جواب لکھتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ جب میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا ایک استفتاء جواب لکھنے کیلئے مجھ کو دیا گیا میں نے اس کا جواب لکھا اور نہایت طویل لکھا اور مولانا کے سامنے تصدیق کیلئے پیش کیا مولانا نے اس پر دستخط تو فرما دیئے مگر یہ ارشاد فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم کو بہت فرصت ہے مگر جب کاغذوں کا انبار تمہارے سامنے ہوگا اس وقت دیکھیں گے کہ ایسے طویل جواب پھر کیسے لکھو گے اب حضرت کا یہ مقولہ یاد آ جاتا ہے۔

ملفوظ ۹۳۱ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا طریق بالکل مردہ ہو چکا تھا اب اللہ کا شکر ہے کہ اس میں دوبارہ روح پھونکی گئی ہے جس کو ناواقفی کیوجہ سے تشدد کہا جاتا ہے لیکن اس وقت طبائع میں بھی بڑھ جانے سے اسی طرز کی حاجت تھی اسی کی نسبت میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ چودھویں صدی میں ایسے ہی لٹھ پیر کی ضرورت تھی جیسا میں ہوں لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ مردے زندہ ہو جائیں اور نفخ صور ہو نہ قیامت قائم ہو نہ میدان حشر ہو نہ میزان عدل ہو یعنی مقصود حاصل ہو جاوے اور کوئی بات ناگواری کی نہ ہو سو سنت اللہ میں یہ کیسے ممکن ہے اگر حسب خواہش نفس کے پیر ساری عمر طالب کی دلجوئی وخوشامد ہی کرتا رہے تو اصلاح کیسے ہو سکتی ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ امیر شاہ خاں صاحب سے سنا ہے کہ جس کا پیر تُرّا نہ ہو اس مرید کی اصلاح نہ ہوگی عجیب شان تھی ان حضرات کی حضرت مولانا ہی کا دوسرا واقعہ اسی اصلاح کے متعلق امیر شاہ خاں صاحب ہی بیان کرتے تھے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے تھے خاں صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب امروہی ہمراہ تھے شب کو دونوں صاحبوں نے چارپائی مولانا سے ادب کے سبب ذرا دور کو بچھائیں خاں صاحب نے

مولانا احمد حسن صاحب سے کہا کہ یہاں جو ایک برج والی مسجد ہے اس میں صبح کی نماز چلکر پڑھیں گے سنا ہے کہ وہاں کا امام بہت اچھا قرآن پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ ارے جاہل پٹھان ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے۔ مولانا نے سن لیا پکار کر فرمایا کہ احمد حسن تو اوروں کو جاہل بتاتا ہے اور خود جاہل ہے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ امامت کے قابل نہیں رہا میں تو اس سے، جس کی دینداری کا معتقد ہو گیا اس نے میری کوئی بات دین کے خلاف سنی ہوگی جس کی وجہ سے میری تکفیر لازم تھی اگر روایت غلط پہنچی تو راوی کی خطا ہے اب میں خود اس کے پیچھے نماز پڑھوں گا مولانا نے صبح کی نماز اس کے پیچھے پڑھی۔ اور ان دونوں کو ساتھ جانا پڑا، تو دیکھئے مولانا احمد حسن صاحب کتنے محبوب تھے مگر اصلاح کیلئے ڈانٹ ان پر بھی پڑی۔

۲۸ / شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

ملفوظ ۹۲۸:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آنیوالوں کے لئے مصلحت یہ ہے کہ پہلے خطوط سے آنیکی اجازت حاصل کر لیا کریں خصوصاً جبکہ عورتیں بھی ساتھ آنا چاہیں اور اول تو میں عورتوں کے آنے کو پسند ہی نہیں کرتا اس سے آگے کو راہ کھلتا ہے اس لئے میری رائے ہے کہ ایسے موقع پر بالکل خشک جواب دیا جاوے تاکہ راہ بند ہو سہارنپور سے دو عورتیں بلا اجازت و اطلاع آ گئیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آسیب کا خلل ہے اور پھر بعض بیماریوں کو بیان کیا میں نے کہا کہ بعض امراض کا تعلق تو طبیب سے ہے اور بعض کا عامل سے میں دونوں فن سے واقف نہیں تو آنا ہی بیکار گیا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تعویذ گنڈوں کی وجہ سے میرے پاس سفر کر کے کوئی نہ آوے اس سے مجھے سخت انقباض ہوتا ہے اگر یہ دروازہ کھلے تو عوام کا ہجوم ہو جاوے کیونکہ تعویذ گنڈوں کے معتقد دنیا میں بکثرت ہیں اور مجھ کو اس سے بڑی وحشت ہوتی ہے میں نے ان عورتوں سے کئی بار یہ بھی دریافت کرایا کہ اس کے علاوہ اور کچھ کہنا ہے کہا کہ نہیں تو اس سفر کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور یہ سب بے اصول کام کرنے کے کرشمے ہیں روپیہ صرف کیا وقت صرف کیا سفر کی صعوبت اور پریشانی اٹھائی اور دوسرے کو پریشان کیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ چھ پیسے صرف کر کے ایک جوابی کارڈ کے ذریعہ پہلے معلوم کر لیتیں تو راحت ہی راحت تھی۔

ملفوظ ۹۲۹:- ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اب ہندوؤں نے قریب قریب مسلمانوں

کو غلو مشتعل کر رکھا ہے مسلمان چاہتے ہیں کہ اتحاد ہو یہ اتحاد ہے یہ تو تابع بننا ہے اتحاد اس وقت
ہوتا ہے جب دونوں قومیں مساوی ہوں خدا معلوم مسلمان ہندوؤں کے اس قدر گرویدہ کیوں ہوئے
ہیں جن کی نظروں میں گذشتہ دور کے واقعات ہیں وہ بھی اس قوم پر اعتماد نہیں کرسکتے مگر آج کل کے
نوجوان اس قوم کی حقیقت سے بے خبر ہیں انکی دوستی کا نتیجہ مسلمانوں کیلئے نہایت خطرناک ثابت
ہوا اور ہوگا مگر ان لوگوں کو کتنا ہی کوئی سمجھائے سنتا کون ہے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مسلمان آج
کل بالکل اس کے مصداق بنے ہوئے ہیں کہ فر منَ المطر و وقف تحت المیزاب[1] مگر کسی طرح آنکھیں
نہیں کھلتیں اس کا کیا علاج کرسکتا ہے۔

ملفوظ ۹۲۴ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون تھوڑے سے بخل کے انتظام ہو ہی نہیں سکتا اور اس
میں مجھ کو چاہے کوئی کچھ ہی کہے مگر حقیقت یہ ہے جو میں عرض کر رہا ہوں بخل مطلقاً مذموم
نہیں بلکہ کوئی ملکہ بھی برا نہیں مثلاً بخل ہے طمع ہے حرص ہے حتیٰ شہوت تک بھی جب تک یہ سب
اپنی حد پر رہیں مذموم نہیں فرماتے ہیں۔ ؎

اے[2] بسا امساک کز انفاق بہ ۔۔۔ مال حق را جز بامر حق مدہ

اور آج کل جس کا نام سخاوت رکھا ہے وہ کھلا اسراف ہے اور یہ لوگ سخی نہیں مسرف ہیں اور اسراف
بلکہ نہیں کہ اس میں دو درجہ ہوں نفل ہے یعنی معصیت میں خرچ کرنا اس کی محمودیت کا کون دعوی کرسکتا
ہے اس لئے اسراف میں تقسیم نہیں کہ اس میں دو قسمیں ہوں کہ ایک محمود ہیں اور ایک مذموم جیسے بخل
کی تقسیم ہوسکتی ہے۔ مثلاً کسی نے روپیہ جمع کیا اور خرچ اس لئے نہیں کیا کہ اس سے مقصود بیوی
بچوں کی راحت ہے آسایش ہے فراغت ہے اس کے محمود ہونیکا دعوی غلط نہیں ہوسکتا مگر مسرف
جب معصیت میں صرف کریگا تو اس میں کیا مصلحت اور کونسا اچھا مقصود سمجھا جاسکتا ہے نفس نے مکر
وفریب سے مسرف کو یہ سمجھا رکھا ہے کہ استغنا ہے یہ نفس بڑی بلا ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں
اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

نفس[3] اژدہا ست او کے مردہ است ۔۔۔ از غم بے آلتی افسردہ است

ہر چیز میں دین کا رنگ ظاہر کر دیتا ہے بلکہ بخل کا جو درجہ برا ہے اسراف اس سے زیادہ برا ہے
باقی محمود درجہ میں تو بڑے مصالح ہیں خصوص آج کل تو سخت ضرورت ہے کہ نفس کو حیلہ سے

---

[1] بارش کے بوندوں سے بھاگا۔ اور پرنالہ کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ [2] بہت سے بخل سخاوت سے بہتر ہیں۔ اللہ
کے مال کو بغیر حکم الٰہی خرچ مت کرو۔ [3] نفس اژدہا ہے جو مرا نہیں ہے بے سروسامانی کی وجہ
سے ٹھٹھرا ہوا ہے ۱۲ جامع

کیلئے انسان اپنے پاس کچھ ضرور رکھے اس میں بڑی مصلحتیں ہیں بہت ہی نازک وقت ہے، مولوی غوث علی شاہ صاحب بڑے حکیم اور ظریف تھے ان کے سامنے دوسرے کو دعا دی کہ ایمان کی سلامتی اور عاقبت بخیر ہو مولوی صاحب نے پوچھا بھائی اس کی حقیقت بھی معلوم ہے اس نے عرض کیا آپ ہی فرمائیے اس پر فرمایا کہ ایمان کی سلامتی تو یہ ہے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جائے اور عاقبت بخیر یہ ہے کہ کھلکر پاخانہ ہو جایا کرے بس یہی بڑی نعمت ہے

ملفوظ ۵۷۵ ملقب بہ حق العمل و توسیع الخلل۔ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے ایک گھڑی خریدی ہے اس میں الارم ہے تہجد کے وقت اس سے آنکھ کھلتی ہے اس کا افسوس ہے کہ اب تک اندر کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی خارجی چیزوں کی حاجت ہے میں نے جواب لکھا کہ افسوس کی کیا بات ہے خارجی چیزوں سے کہاں تک بچو گے ضروری چیزیں زیادہ تر خارجی ہیں چنانچہ روٹی بھی خارجی ہے پانی بھی خارجی ہے ان سے کہاں تک بچو گے یہ سب اللہ تعالٰے کی نعمتیں ہیں انھوں نے گھڑی ایجاد کرا دی تم کو اتنی وسعت دی کہ اس کو خرید سکے اس میں الارم لگوا دیا سو اس سے استغنا کی فکر کیوں ہے تمہیں اللہ تعالٰی کے احسانات کا ان کی رحمت کا ان کی عطا کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور خوش ہونا چاہیئے نہ کہ افسوس معلوم نہیں لوگ بننا کیا چاہتے ہیں بندہ بنکر رہنا تو لوگوں کو دوبھر ہو گیا کمال کے معنی گھڑ کر اس معنی کے اعتبار سے اپنے کو کامل بنانا چاہتے ہیں مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو دیکھئے جو ہر طرح کامل ہیں مگر ان سے پوچھئے کہ وہ اپنی عبادت کو کیا سمجھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لن یدخل الجنۃ احدکم بعملہ کہ جنت میں اپنے عمل کی وجہ سے کوئی داخل نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ولا انت یا رسول اللہ ﷺ فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ اگر آپ اپنے عمل کو کامل سمجھتے تو جنت میں جانے کو عمل کا ثمرہ کیوں نہ فرماتے حضرت وہاں تو فضل ہی پر مدار ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش[1] عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

جب انبیاء علیہم السلام کمال کا دعوی نہیں کرتے تو اور کس کا منہ ہے کہ وہ کامل ہونیکا یا بننے کا دعوی کرے بس عبدیت یہی ہے کہ کام میں لگے رہو اور آگے کو چلتے رہو اگر کوئی شخص چلنے کیوقت ہر

---

[1] بندہ کیلئے یہی بہتر ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی معذرت درگاہ خداوندی میں پیش کرتا رہے۔ ورنہ دربار خداوندی کے لائق اطاعت کون بجا لا سکتا ہے ۱۲ جامع

قدم پر یہ دیکھے کہ رفتار سریع ہے یا بطی (سست) تو منزل ختم ہو چکی اور منزل مقصود پر پہنچ گیا اسے تیز ہے یا سست چلا چل منزل سے قریب ہی بڑھے گا اور ایک روز پہونچ رہے گا مجنوں کی حکایت ہے ایک مرتبہ اپنی محبوبہ لیلیٰ کی ملاقات کیلئے اونٹنی پر سوار ہو کر چلا جس کی سا تھ بچہ بھی تھا جو اونٹنی کے پیچھے آ رہا تھا۔ جب تک مجنون کے ہوش حواس درست رہتے اور مہار ہاتھ میں رہتی اونٹنی چلتی رہتی اور جب اس پر محبت کا غلبہ ہوتا تو بے ہوش ہو جاتا مہار ہاتھ سے چھوٹ جاتی اونٹنی محسوس کر لیتی کہ اب سوار غافل ہے وہ پیچھے لوٹ کر بچے کے پاس جا پہونچتی پھر مجنوں کو جب ہوش آتا دوبارہ پھر مہار سنبھال کر بیٹھتا اور لیکر چلتا پھر اسی مدہوشی کی کیفیت کا غلبہ ہوتا اونٹنی پھر اسی طرح پیچھے لوٹتی ہوش آیا تو دیکھا کہ ابھی وہیں ہوں جہاں سے چلا تھا تب مجنوں نے یہ شعر پڑھا

هوىٰ ناقتی خلفی وقدامی الهوىٰ ❊ فانی و ایاها لمختلفان

یعنی میرا محبوب تو آگے ہے اور اس اونٹنی کا محبوب پیچھے میرا اس کا نباہ نہیں ہو سکتا اور سا تھ ہی اوپر سے کود پڑا چوٹ بھی لگی اس لئے کہ بے تکے پن سے کودا چلنے کی بھی قوت نہ رہی تو زمین پر لیٹے ہی لیٹے لڑھکنا شروع کر دیا تو مجنوں نے تو لیلیٰ کے عشق میں یہاں تک گوارا کیا اور تم خدا سے عشق کا اور محبت کا دعویٰ کرتے ہو پھر انتظار کس بات کا جس طرح بھی ہو اور جیسے بھی ہو تیزی سے سستی سے چل پڑو کیا خدا کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہے خوب فرماتے ہیں۔ ؂

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود ❊ گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اور تم تو رجسٹری شدہ محب ہو فرماتے ہیں والذین آمنوا اشد حبا للہ ــــــــ یعنی جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کو سب سے زیادہ اللہ کی محبت ہونے سے انکار بھی نہیں کر سکتے جب تمہاری محبت اور عشق نص سے ثابت ہو گیا تو عشق تو ایسی چیز ہے کہ سوائے محبوب کے کسی کو نہیں چھوڑتا پھر مولانا پیر تھے کیسی خوب فرمایا ہے۔ ؂

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت ❊ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند ❊ در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت ❊ مرحبا اے عشق شرکت سوز تفت

حضرت عشق سے تو کاروبار ہی نرالے ہیں یہ چیز ہی ایسی ہے کہ بجز محبوب کے قاعدوں کے کوئی قاعدہ

عہ عشق وہ شعلہ ہے کہ جب یہ بھڑکا تو محبوب کے سوا اور سب کو جلا دیتا ہے۔ غیر حق کو فنا کرنے کیلئے جب لا کی تلوار کھینچی تو پھر دیکھو آگے کیا رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ الا اللہ رہ گیا۔ مبارک ہے وہ عشق جو غیر حق کا شرکت کو بالکل فنا کر دینے والا ہے۔ ۱۲ ‌ؕ

قانون ہی باقی نہیں رہتا بلکہ کوئی چیز ہی باقی نہیں رہتی سوائے محبوب کے یہ خدا سے کیسی محبت اور کیسا عشق ہے کہ جس میں ایسی باتوں پر نظر ہے جو محبوب کی راہ میں سد راہ ہیں محب کو تو کسی طرح بھی چین نہ آنا چاہئے اگر چین ہے تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے عاشق نہیں خاتم مثنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک عورت چلی جا رہی تھی اس نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک مرد آ رہا ہے اس عورت نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیسے آ رہا ہے اس نے کہا کہ میں تم پر عاشق ہو گیا ہوں اس عورت نے کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے میرے پیچھے آ رہی ہے مجھ جیسی بدصورت پر کیا عاشق ہوتے ہو وہ زیادہ حسین ہے اس پر عاشق ہو یہ سنکر اس شخص نے منہ موڑ کر دیکھا اس عورت نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا اور کہا۔ ؎

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی — در بیان دعوئ خود صادقی
پس چرا بر غیر افگندی نظر — ایں بود دعوئ عشق اے بے ہنر

اسی طرح وہ شخص کذاب ہے جو خدا کی محبت اور عشق کا دعوی کرے اور اس کے احکام اور اس کے نام سے بغیر اس کو چین ہو اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن — صبر چوں داری ز رب ذو المنن
اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں — صبر چوں داری ز نعم الماہدون

ارے چلو تو چلتے ہیں ڈھنڈکا پن ہی سہی عشق تو حقیقی مدد در غیر اللہ بھی کہاں وہ عاشق کیسا جس کو یہ خیال ہو کہ ہائے فلاں حال نہیں ہوا فلاں کمال نہیں ہوا فرماتے ہیں۔ ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی — کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

اگر آدمی اسی میں رہے کہ میرا کام جنون جنید بغدادی کی جنون تو میں بتلائے دیتا ہوں کچھ بھی نہیں بنے گا بس کام میں لگو بس اور کوشش کرو وہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں فرماتے اور بدون کام میں لگے یہ تمنا کرنا یہ شیطان کا دھوکہ ہے ہمارا مذہب تو یہ ہے جیسے ایک شخص کا مقولہ ہے کہ وہ زرباررا ایسا ہے کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ کیسی کام کی بات ہے ایسے ہی قافیہ دار اور مفید بات ایک مرتبہ دہلی میں ایک گاؤں کا شخص کہہ رہا تھا کہ ٹھیک رہو اور ایک رہو کتنے عالی مضمون کو

---

۱ اس عورت نے کہا کہ اے بیوقوف اگر تو میرا عاشق صادق ہوتا تو میرے سوا دوسری پر کیوں نظر ڈالتا۔ کیا عشق کا دعوی ایسا ہی ہوتا ہے ۲ اے وہ شخص کہ تجھ کو بیوی بچوں بغیر اور گھٹیا دنیا کے بغیر تو صبر نہیں تو تعجب ہے کہ حق تعالی کے بغیر کس طرح صبر آ جاتا ہے۔ ۳ محبوب کو یہ پریشان حالی محبوب ہے۔ تو بیکار کا ناکام کوشش سے بیکار رہنے سے تو بہتر ہی ہے ۱۲

دو مختصر جملوں میں بیان کر دیا آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں غرض یہ شیطان کی راہزنی ہے کہ کھاؤں گا کمی سے ورنہ جاؤں گا جی سے ایک شخص نے یہ سنکر لا صلوٰۃ الا بحضور القلب نماز پڑھنی چھوڑ دی تھی ایک صاحب یہاں پر آئے تھے کسی حاجت کیلئے مجھ سے دعا کو کہا کہ دعا کر دیجئے میں نے کہا کہ تم بھی کرو اور میں بھی کرتا ہوں کہتے ہیں کہ جی ہماری کیا دعا ہماری زبان ایسی کہاں میں نے کہا اسی زبان سے کلمہ شریف پڑھتے ہو جب ایسی زبان نہیں تو اس سے کلمہ شریف بھی نہ پڑھو یہ شیطان نے راہ ماری ہے مثلاً اس شخص کو برکات دعا سے محروم کر رکھا تھا صاحب جو جتنا عمل بھی ہو رہا ہے وہ ناقص ہی سہی کیا ہم اس کے مستحق تھے ظاہر ہے ہمارا کیا استحقاق ہوتا ہے کیا استحقاق استحقاق لئے پھرتے ہیں یہ سب ان کا فضل اور عطا ہے اور استحقاق تو کیا ہوتا ہم نے تو کچھ مانگا بھی نہ تھا خود فضل فرما دیا۔ اسی کو کہتے ہیں ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود لطف تو ناگفتۂ ما می شنود[1]

بس جتنا دیا غنیمت ہے۔ ہمارا حق ہی کیا تھا ارے کمال نہیں تو ناقص نماز کی تو توفیق دے دی۔ دوسروں کو تو ناقص کی بھی توفیق نہیں ان سے تو اچھے حال میں رکھا اب رہ گیا نقص سو اس کا علاج الّٰلھم اغفرلی ہے الحمد للہ کامل تعلیم پیش کر دی گئی اور یہ طفیل اس کا ہے کہ ہم سب خادمان دین کے خادم ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری نظر فقہ اور تصوف دونوں پر ہے دونوں کو ملا کر عمل اور تعلیم کرتے ہیں اسی لئے کسی جگہ پریشانی نہیں دشواری نہیں جو لوگ کمال کی فکر میں پڑ جاتے ہیں ان کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر اس ناقص سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اس کا لیا ناقص پر ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب کے پاس کہیں سے کھانا آیا آپ نے اپنے خلیفہ کے پاس بھیجدیا انہوں نے عرض کیا حضرت تحقیق بھی فرما لیا ہے حرام و مشتبہ تو نہیں فرمایا کہ جا بڑا نکلا ہے حلال حرام والا ہو کا مر جائیگا کھا لیا کر جو خدا دیا کرے مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ اتنی تفتیش اور تحقیق کے پیچھے نہ پڑے۔ ایک شخص تھے یہاں پر ان کی ایک شخص نے دعوت کی جب کھانے بیٹھے تب تفتیش شروع کی کہ یہ چیز کہاں سے آئی یہ برتن کیسی کمائی کے ہیں وہ بیچارا پریشان بھلا پہلے ہی کیوں نہیں تحقیق فرما لی تھی کچھ نہیں یہ بھی ایک مرض ہے جو تکبر سے ناشی ہے ایسے ہی ایک مرتبہ ایک شخص نے میری دعوت کی مجھ کو شبہ تھا حرام کا میں نے تنہائی میں لطف کے ساتھ صاف کہدیا کہ اس شبہ کیوجہ سے مجھ کو عذر ہے اس شخص نے کہا کہ میں نے اس کا کافی انتظام کر لیا ہے مجھکو اس کا

[1] ہم موجود بھی نہ تھے اور نہ ہمارے وجود کا کوئی تقاضا تھا مگر اس کو وقت بھی حق تعالیٰ کا لطف ہماری ان کہی بات کو ہماری درخواست کو سن رہا تھا۔ ۱۲ جامع

خود خیال تھا بس قصہ ختم ہوا ہر چیز اپنے موقع اور حد پر اچھی معلوم ہوتی ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جن دو چیزوں کا آپ کو اختیار دیا جاتا تھا تو سہل کو اختیار فرماتے تھے تو پھر دوسرے کا کیا منہ ہے کہ اعمال میں کمال مزعوم کے درپے ہو اتقتدو مالہ حق الفعل مع الحلال ۔

ملفوظ ۹۲۲ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عبادت کے وقت یوں سمجھے کہ یہ مخلوق سب ایسی ہے کہ جیسے یہ مسجد کی چٹائیاں بورئے اور بدھنے ہیں سب اسکی نظروں میں برابر ہو ۔

ملفوظ ۹۲۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کبر اور خود رائی کا مرض آج کل تقریباً عام ہو گیا ہے خصوص لکھے پڑھوں میں ایک شخص نے جو قاری مشہور تھے یہ استفتاء کیا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے پیچھے ہماری نماز ہو جاتی ہے یا نہیں وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ سب سے زیادہ فاضل اور عالم میں ہوں حالانکہ یہ صاحب بزرگوں کے صحبت یافتہ اور خود حضرت مولانا کے مرید تھے میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر سلسلہ میں داخل ہو کر انکسار اور فنا کی شان نہ پیدا ہوئی جو اس طریق کی پہلی سیڑھی ہے تو وہ شخص بالکل محروم ہے اس قرأت پر یاد آیا کہ ایک بار حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اتفاقاً رات کو کہیں سے آ رہے تھے راستہ میں حضرت حبیب عجمی کا گھر آ گیا وہ تہجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے خیال ہوا کہ میں بھی ان کا اقتداء کر لوں مگر دیکھا کہ بعض حروف انکے نزدیک صحیح نہ تھے اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی حضرت حق جل علی شانہٗ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا ہے جو سب میں زیادہ آپ کو محبوب ہو حکم ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی ان کے پیچھے نماز پڑھنا کہ وہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے ۔ اور یہ ضروری نہیں کہ وہ غلطی مفسد صلوٰۃ تھی مفوت تحسین ہوگی ۔

ملفوظ ۹۲۴ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضرور سمجھنا چاہئے کہ ہمارے اعمال ناقص ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کرے کہ نہ ہونے سے ہونا اچھا ہے جیسے مالگذاری ادا کرنا ہے اور کل روپیہ پاس نہ ہو تو کھوٹا ہی ادا کرو بازار میں جا رہا ہے اور ہاتھ میں کچھ نہیں اس سے یہ زیادہ اچھا ہے کہ کھوٹا ہی روپیہ سہی وہ آٹھ ہی آنہ میں چلیگا تو سہی سیر بھر مٹھائی نہ آوے گی آدھ ہی سیر سہی ۔

ملفوظ ۹۲۵ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے رمضان بو افطار رات کو خوب پیٹ بھر کر کھایا تو روزہ کی حکمت ہی اس کو حاصل نہیں ہے یعنی قوت بہیمیہ کی شکستگی لیکن بوجہ ضعف بدنی تو یہ ہو سکے نہیں لیکن تجربہ ہے کہ شب کو خوب کھا لینے سے بعد بھی روزہ سے ضعف ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ خلاف عادت کھانے سے تجربہ ہے کہ پوری قوت

نہیں ہوتی اور معمول پر کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور ملتا ہے نہیں اس لئے بدن میں ضعف ہوتا ہے اور صوم دہر سے اسی لئے ممانعت کی گئی ہے کہ ایک ہی وقت کھانے کی عادت نہ ہو جاوے حالانکہ تکثیر عبادت ہے اور افضل الصوم اس کو فرمایا ہے کہ ایک دن رکھے اور ایک دن نہ رکھے اس میں عادت نہ ہونے کیوجہ سے روزہ میں زیادہ مجاہدہ ہوگا جو حکمت ہے صوم کی۔

ملفوظ ۹۱۰: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض محبان دنیا اس طریق کو اسلئے مضر سمجھتے ہیں کہ آدمی نکما ہو جاتا ہے مگر یہ بھی معلوم ہے کہ نکما ہو کر کس کا ہو جاتا ہے وہ ایسا نکما ہو جاتا جسکی نسبت فرماتے ہیں۔ ؎

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند　　از ہمہ کار جہاں بیکار ماند
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم　　مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم

باقی یہ طریق ضروری اس قدر ہے کہ بدون اس کے اپنی ہی حقیقت معلوم نہیں ہوتی میں نے ایک شخص کے اندر مرض کبر محسوس کر کے اس کو بتلایا اس نے انکار کیا مگر پانچ برس کے بعد اطلاع کی کہ مجھکو اب معلوم ہوا کہ واقعی مجھ میں کبر کا مرض ہے تو دیکھئے اتنی مدت تک اس کو پتہ نہ لگا اسی طرح ایک شخص نے مجھ کو لکھا کہ میں کس چیز کا علاج کروں مجھ میں کوئی مرض ہی نہیں دیکھئے مریض ہو کر اپنی صحت پر اطمینان تھا

ملفوظ ۹۱۱: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری رائے ہے کہ طریق کی ضروری کتابوں کو درس میں داخل کر دیا جائے کچھ تو اجنبیت جاتی رہے گو پوری تکمیل نہ سہی اس لئے کہ شیخ کی بھی ضرورت رہے گی اس طریق شیخ سے کسی حال استغنا نہیں ہو سکتا مگر درس سے کچھ تو مناسبت ہو جاتی۔

۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

بوقت ۸ بجے صبح در باغ حضرت والا یوم سہ شنبہ

ملفوظ ۹۱۲: (ملقب بہ لزوم الفیل والقال) ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ چار چیزیں ہیں شریعت

ف تاکہ تم جان لو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے بلا لیا یعنی اپنی طرف جذب کر لیا وہ سارے جہان کے کام سے بیکار ہوگیا لہذا ہم اگر مفلس اور دیوانہ ہیں تو کچھ غم نہیں کیونکہ اس ساقی کی شراب کے اور اسی کے پیمانہ کے مست ہیں۔ تو اس دولت کے ہوتے بہشت دولت دنیا کی اگر نہیں ہے تو کیا غم ہے مسہ اسی باغ میں قبرستان ہے کسی کے جنازہ کے ساتھ جانا ہوا تھا۔ ۱۲

طریقت حقیقت معرفت اگر کوئی ان کا منکر ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا کہ تحریر کے ذریعہ سے سب کو الگ الگ پوچھنا چاہیئے اس لئے کہ اس خلط کی صورت میں حکم دینے میں اندیشہ ہے کہ مخاطب کو غلط فہمی ہو جائے ایک کا حکم دوسرے پر لگا لیا جاوے اسی طرح زبانی تقریر میں یہ احتمال زیادہ ہے اور ایک بات ضروری یہ ہے کہ جو شخص منکر ہو اس کو خود سوال کرنا چاہیئے یہ نہیں کہ عمر زید کو فرض کر کے سوال کیا جائے اور چونکہ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا انکار کفر نہیں اور بعض کا انکار کفر ہے اس لئے مخلوط حالت میں فتوی دینا خلاف احتیاط ہے اس کی صورت یہی ہے کہ جو منکر ہے وہ خود سوال کرے اور اس سوال کی یہ صورت ہے کہ اول اس مسئول عنہ کی تعیین لکھے اور اس کے ساتھ سائل اس کا جو مفہوم خود سمجھا ہے اسکی تفسیر کرے اس کے بعد اپنا عقیدہ اس کے ساتھ ظاہر کرے اور سب کے بعد اپنے دستخط کرے تب فتوی سہولت سے ہو سکتا ہے اور جب تک سوال منقح نہ ہو فتوی نہیں ہو سکتا اس قسم کا فتوی بلا تحقیق دینا ایسا ہے جیسے کسی کے قتل کا حکم کرنا جہاں جان میں تصرف ہے وہاں ایمان میں تصرف ہے پھر فرمایا کہ یہ سب اصطلاحات ہیں سہولت تعبیر کیلئے استعمال کی جاتی ہیں حقیقت سب کی باہم متحد ہے کہ ان میں تنافی نہیں ایک ہی ہیں یہی غلطی ہے کہ ان کو الگ الگ بمعنی تنافی سمجھ لیا گیا جیسے ایک شخص ہے اس کو مولوی بھی کہتے ہیں قاری جی کہتے ہیں حافظ جی کہتے ہیں حاجی بھی کہتے ہیں تو یہ چیزیں صفات متبائنہ تھوڑا ہی ہیں ایک ہی شخص میں سب جمع ہیں اور باہم نسبت عموم خصوص کی ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ مقصود اعظم تو شریعت ہی ہے فرمایا کہ خود ایک ہی چیز ہے یعنی شریعت۔ اس کے مقابل کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے اعظم کہا جاوے جس کا حاصل عمل کا خالص کرنا ہے بس شیخ اسی کی تدابیر کی تعلیم کرتا ہے ان تدابیر کا نام طریقت ہے پھر اس برکت سے جو علوم منکشف ہوتے ہیں وہ حقیقت ہیں اور ان ہی کے حقائق میں سے بعض کے انکشاف کا نام معرفت ہے باقی اور جو کچھ ہے مراقبہ مکاشفہ ذکر و شغل سب اسی مقصود کے معین اور متمم ہیں اور اصل وہی ایک چیز ہے اور یہ سب کرنے کے کام ہیں مگر آج کل بجائے کچھ کرنے کے بڑا شغل دوسروں کی عیب جوئی یا فضول تحقیقات رہ گئی ہیں لیکن دوسروں پر تو فتوی جب لگادے جب اپنے سے فراغت حاصل کرلی ہو ایک شخص مدقوق (مرض دق میں مبتلا) ہے اور ایک پڑوس میں مزکوم (جس کو زکام ہو رہا) ہے اب یہ دق والا زکام کا نسخہ تلاش کرتا پھرتا ہے اپنی فکر نہیں اپنی خبر نہیں لیتا مولانا محمد نعیم صاحب سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو جنگ ہوئی کون حق پر تھا مولانا نے دریافت کیا کہ یہ کس نے سوال کیا ہے عرض کیا فلاں حافظ صاحب نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کام کرتے ہیں عرض کیا کہ جوتے بیچتے ہیں فرمایا اور تم کیا کام کرتے ہو عرض کیا کہ میں کپڑے رنگتا ہوں فرمایا کہ جاؤ تم کپڑے رنگو اور ان سے کہو جوتے بیچا کریں علیؓ جانیں اور معاویہؓ

جائیں ان کا معاملہ تمہارے پاس فیصلہ کیلئے نہ آئیگا بعض لوگ خطوط میں مجھ سے استفسار کرتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے میں لکھ دیتا ہوں کہ خود صاحب واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجو پھر کوئی جواب نہیں آتا اگر طالب اور سچے ہیں تو صاحب واقعہ کے دستخط کرا کر بھیجیں حضرت یقیناً سوال میں افترا اور کذب ہوتا ہے یا نیت فاسد ہوتی ہے فتوے کو آڑ بنا کر ایک مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اس کی فضیحت اور رسوائی کے درپے ہوتے ہیں بڑی ہی سخت بات ہے جو نہایت احتیاط کے قابل ہے جیسا بزرگوں نے اس باب میں سخت احتیاط سے کام لیا ہے۔

ایک حکایت اس کے متعلق یاد آئی میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو مرید نے کہا کہ میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانوں مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دور تھا میں نے یہ قصہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ایسے ایسے بھی جاہل ہیں مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو تب میری آنکھیں کھلیں فرمایا کہ کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ بڑی نعمت ہے اس میں مولانا نے تاویل سے کام لیا اور قائل کو بچا لیا۔ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ بعض لوگ ولا الظالین پڑھتے ہیں صحیح کیا ہے فرمایا کہ قرآن شریف میں کیا ہے عرض کیا کہ ولا الضالین فرمایا کہ بس جو قرآن میں لکھا ہے وہی پڑھا کرو دیکھئے کس سہولت سے جھگڑے کو قطع کر دیا اس میں تعلیم تھی کہ جھگڑوں میں مت پڑو۔

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے میں نے کہا کہ اس شخص کو جائز ہے جس کو یہ خبر اور یقین ہو کہ یزید سے اچھی حالت میں مرونگا اگر کہیں اس سے خراب حالت میں قبر میں گئے تو وہ کہیگا کہ مجھ کو تو ایسا ایسا کہتے تھے اب تم دیکھو کس حالت میں ہو کہنے لگے تو یہ کب معلوم ہوگا میں نے کہا مرنے کے بعد کہنے لگے تو قبر میں لعنت کیا کریں میں کہا کہ ہاں کوئی کام تو وہاں ہوگا نہیں۔ بیٹھے ہوئے لعنۃ اللہ علی الیزید پڑھا کرنا یہاں تو کام کی باتوں میں لگو خاتمہ کے خطرہ پر ایک بزرگ کی ایک حکایت یاد آئی کہ ان سے کسی کنجڑن نے سوال کیا ملا جی تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی دم کہا کہ کبھی جواب دیدیں گے۔ ساری عمر گذر گئی مگر اس کنجڑن کو کوئی جواب نہیں دیا جب مرنے لگے تو وصیت کی کہ میرا جنازہ اس کنجڑن کی دوکان کے سامنے نکالنا جب جنازہ وہاں پہونچا اس نے کہا کہ مر گئے میرے سوال کا جواب نہ دیا بس منہ کھولدیا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ الحمد للہ آج میری داڑھی اچھی ہے تیرے بکرے کی دم سے اس لئے کہ ایمان پر خاتمہ ہوگیا اب یہ حکایت صحیح ہو یا غلط مگر مثال اچھی ہے اور مثال دلیل نہیں ہوتی محض توضیح کیلئے ہوتی ہے غرض خاتمہ کے بعد پتہ لگتا ہے باقی اس سے پہلے تو مجدد صاحب کے ارشاد پر عمل کرنا چاہئے انہوں نے فرمایا ہے کہ مومن مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے مطلب یہ کہ کیا خبر کیا

ہو جائے، اور کیا معاملہ پیش آئے کس کو خبر ہے خلاصہ یہ ہے کہ فضول سوالوں میں پڑنا وقت ضائع کرنا ہے ہمارے بزرگ اس قسم کی گفتگو اور مباحثوں مناظروں کو پسند نہ فرماتے تھے خود کام میں لگے رہتے تھے اور دوسروں کو لگائے رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ دہلی تشریف رکھتے تھے اور ان کے ساتھ مولانا احمد حسن صاحب امروہوی اور امیر شاہ خانصاحب بھی تھے شب کو جب سونے کیلئے لیٹے تو ان دونوں نے اپنی چارپائی ذرا الگ کو بچھائی اور باتیں کرنے لگے امیر خاں صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ صبح کی نماز ایک برج والی مسجد میں چلکر پڑھیں گے سنا ہے وہاں کے امام قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے کہا ارے پٹھان جاہل ذرا ایسا میں پڑھکلی بہت تھی اہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے مولانا نے سن لیا اور زور سے فرمایا احمد حسن میں تو سمجھتا تھا تو لکھ پڑھ گیا ہے مگر جاہل ہی رہا پھر دوسروں کو جاہل کہتا ہے ارے کیا قاسم کی تکفیر سے وہ قابل امامت نہیں رہا میں تو اس سے اس کی دینداری کا معتقد ہو گیا اس نے میری کوئی ایسی بات سنی ہوگی جس کی وجہ سے میری تکفیر واجب تھی گو روایت غلط پہنچی ہو تو یہ راوی پر الزام ہے تو اس کا سبب دین ہی ہے اب میں خود اس کے پیچھے نماز پڑھوں گا غرضکہ صبح کی نماز مولانا نے اس کے پیچھے پڑھی یہ ہے ہمارے بزرگوں کا مذاق جس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا ان حضرات کی عجیب و غریب شان تھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بجز کفار کے اور کسی سے مناظرہ نہیں کرتے تھے بہت ہی مجبوری کے درجہ میں، ایک مرتبہ بعض غیر مقلدین کا اور بعض شیعوں کا جواب لکھا تھا تحذیر الناس پر جب مولانا پر فتوے لگے تو جواب نہیں دیا یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونیکا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ ایک مرتبہ میرے لکھے ہوئے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح کردہ ایک فتوٰی پر سائل کیطرف کچھ اعتراضات آئے تھے میں نے جواب لکھنے کی اجازت لینے کے لئے دکھلایا تو فرمایا کہ جواب مت لکھنا صرف یہ لکھدو کہ ضروری جواب دیا جا چکا ہے باقی ہم مرغان جنگی نہیں کہ جنگ و جدال کا سلسلہ دراز کریں اگر ہمارے جواب سے اطمینان نہ ہو۔ فوق کل ذی علم علیم، دوسری جگہ سے اطمینان کر لو ہم کو اس جنگ و جدال سے معاف رکھو، اب وہ بات حضرت کی یاد آتی ہے کہ رد و کد میں وہی پڑ سکتا ہے جس کو کوئی کام نہ ہو اور جس کو کام ہو گا اس کی تو جاہت ہو گی جیسے ایک حکایت ہے کہ ایک شخص کی داڑھی میں کچھ سفید بال آگئے حجام سے کہا کہ سفید بال چنکر نکالدینا نائی نے استرے سے تمام داڑھی صاف کر کے سامنے ڈالدی کہ لو میاں تم بیٹھے چنتے جاؤ مجھے اور بھی کام ہے مجھ کو چننے کی فرصت نہیں تو کام کا آدمی تو بکھیڑوں سے ضرور گھبراتا ہے یہ تو بیکار لوگوں کے مشغلے ہیں اسے برا کہہ لیا اسے بھلا کہہ لیا اس پر فتویٰ دیا اس پر فتویٰ دیدیا۔

ایک غیر مقلد یہاں پر آئے تھے ذکر و شغل کرتے تھے بیچارہ دل کو مجھ سے محبت تھی ایک روز لوگوں سے کہنے لگے کہ یہاں سنت کے خلاف صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، یہ تقسیم کیسی ہے میں نے سن کر کہا کہ اصطلاحات میں سہولت تعبیر کیلئے نام رکھ لئے ہیں یہ کوئی طریق کا جز نہیں نہ مقصود طریق ہے اس کا انکار آپ کو جائز ہے غرض کام کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے مگر لوگوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے کہ اپنی فکر نہیں دوسروں کی فکر میں لگے ہوئے ہیں خصوص عیب جوئی اور عیب گوئی کہ اس میں عام ابتلا ہو رہا ہے اپنے بدن میں تو کیڑے پڑ رہے ہیں ان کی خبر نہیں اور دوسروں کے کپڑوں پر جو مکھیاں بیٹھی ہیں ان پر نظر ہے۔

ارے اپنے کو تو دیکھ کہ کس حال میں ہے ایک مثال عیب چین کی ایک شخص نے عجیب بیان کی کہ باغ میں کوئی جاتا ہے تفریح سیر کیلئے کوئی پھول سونگھنے کیلئے اور کوئی پھل کھانے کیلئے مگر سور جب جائیگا نجاست ہی کو تلاش کریگا کہ پاخانہ بھی کہیں ہے یا نہیں ایسے ہی عیب چین کی مثال ہے کہ کسی میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں مگر اسکی نظر عیوب ہی کی متلاشی رہتی ہے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص طریق تربیت کو مثلاً میرے ہی طرز کو سب اچھا ہی سمجھیں اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے کسی کا لڑکا حسین ہے تو کیا ضرور ہے کہ ساری دنیا اس کو حسین ہی سمجھے بلکہ یہ اچھا ہے کہ دوسرے اس کو بدشکل اور غیر حسین سمجھیں تاکہ لڑکا بچا تو رہیگا اور پاک صاف رہیگا اور اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ایک کی نظر میں اچھی ہے اس کو ساری دنیا اچھا ہی سمجھے ممکن ہے ہم کو ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے کو اچھی معلوم نہیں ہوتی اور اس کی اصلی وجہ ہے کہ اس طریق میں کام کرنے سے حقیقت کا پتہ چلتا ہے کام ہی کرنے سے راستہ سمجھ میں آسکتا ہے اور لوگ کام کرتے نہیں اس لئے اس سے اجنبیت ہے، باتیں محض بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتا بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں اور مضرت نہ ہو اور حقیقت سے دور جا پڑے جیسے ٹیڑھی کھیر کی حکایت ہے ایک حافظ جی مادرزاد نابینا تھے ایک لڑکے نے ان کی دعوت کی حافظ جی نے ان سے سوال کیا کہ کیا کھلاوئے کہا کہ کھیر اب غلطی میں ابتلاء شروع ہوتا ہے حافظ جی نے پوچھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے لڑکے نے کہا کہ سفید حافظ جی نے پوچھا کہ سفید کسے کہتے ہیں کہا کہ جیسے بگلا پوچھا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے اب لڑکا کس طرح سمجھائے ہاتھ موڑ کر سامنے بیٹھ کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے جو ٹٹول کر دیکھا تو کہا کہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے نیچے کیسے اترے گی مشبہ بہ تو تھا بگلا اور لڑکا تھا پگلا کھیر کا طبق بھر کر لاکر سامنے رکھ دیتا کہ لو کھا کر دیکھو کھیر کیسی ہوتی ہے تو اسی طرح بیان کرنے سے اس طریق کی حقیقت معلوم ہو نہیں سکتی بلکہ اور بعید ہو جانیکا اندیشہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ قیل و قال و بحث و جدال اور فضول جواب و سوال چھوڑ دو اور کام میں لگو۔ ولنعم ما قیل۔ ؎

کار کن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کار باید کار

۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

ملفوظ ایک آنے والے صاحب نے ایک دستی خط حضرت والا کی خدمت میں دیر سے پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ فلاں صاحب کا خط ہے بوجہ بھول جانے کے آتے ہی پیش نہ کر سکا فرمایا کہ آپ کو وہیں انکار کر دینا تھا یہی وجہ ہے کہ اپنے دوستوں کو کہا کرتا ہوں اصول کے پابند ہو اس میں بڑی راحت ہے چھوٹی سے چھوٹی بات میں سلیقہ اور انتظام کی ضرورت ہے اصل میں ان باتوں کا سبب بےفکری ہے بھول کم ہے بے فکری زیادہ ہے یہ میں نہیں کہتا کہ مجھ میں بھول نہیں ہے مگر الحمد اللہ بے فکر نہیں ہوں اکثر لوگوں میں بے فکری ہے اسی کی مجھ کو شکایت ہے اور اکثر غلطیاں بے فکری کے سبب ہوتی ہیں پھر فرمایا کہ اس رنگ کو دیکھ کر خیر خواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ دستی خط لینا ہی نہیں چاہیے صاف کہہ دینا چاہیے کہ صاحب ممکن ہے میں بھول جاؤں اور آپ کا حرج ہو یا مکتوب الیہ کا حرج ہو اس میں طرفین کو پریشانی ہوتی ہے اور دستی خط دینا بھی نہ چاہیے کیا اطمینان کیا بھروسہ کہ پہونچا یا نہیں خط ہمیشہ ڈاک ہی میں بھیجنا چاہیے یہ یاد رکھنے کی بات ہے کیونکہ بیداری بہت کم طبیعتوں میں ہے جیسے سوتے ہیں یہ حال ہے۔ پھر اس حالت میں کیوں ذمہ داری لے۔

ملفوظ فرمایا ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نہ نماز پڑھتا ہوں نہ مجھ کو زکوٰۃ کا اہتمام ہے یہ تو دینی حالت ہے اور دنیوی حالت یہ ہے کہ تجارت نہیں چلتی اور جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں اس میں کامیابی نہیں ہوتی نہایت ادب سے خادم کی التجا ہے کہ آپ دل سے دعا فرماویں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ دل بہت خوش کر رکھا ہے جو دعا کروں جو کرنے کے اختیاری کام ہیں وہ بھی نہیں کرتے اس پر ایک قصہ یاد آیا کہ ایک شخص نے بمبئی میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیں کہ میں حج کر آؤں فرمایا کہ جس روز جہاز جانے کو ہو اس روز تمام دن ساتھ رہیے مجھ کو تم اپنے ساتھ رکھو گے کیا عرض کیا کہ کیا ہو گا فرمایا کہ یہ ہوگا کہ ٹکٹ خرید کر تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں ڈال کر آؤں گا پھر ایک زمانہ کے بعد وہ

نہ یہ ہے کام کرو کام اور ان فضول باتوں کو چھوڑو۔ کیونکہ اس راہ میں کام ہی کام آتا ہے ۱۲ ج۔

وہ جہاز تم کو لیکر جدہ پہونچیگا اور پھر وہاں سے مکہ ضرور جاؤ گے اس طرح حج ہو جائیگا اور بدون اس کے میں تو ساری عمر دعا کرتا رہونگا اور تم ساری عمر تجارت کرتے رہو گے بس ہو چکا حج ۔

ملفوظ ۹۵۱:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلم انگریزی اسکولوں کے ہوں یا اردو کے اکثر ان میں دو چیزیں جمع ہوتی ہیں کبر اور کم عقلی ایک حکایت ہے کسی نے نوکر سے بکری کی سری منگائی تھی وہ مغز خود کھا گیا آقا نے پوچھا مغز کیا ہوا کہنے لگا معلم گو سفندان بود ایک صاحب ہیں وہ تعلیم کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں مگر اس قدر کم فہم واقع ہوئے ہیں کہ کوئی بات بھی تو ٹھکانے یا سمجھ کی نہیں جو لکھتا ہوں اس کا جواب تو ندارد اپنی ہی مرغی کی ایک ٹانگ ہانکے چلے جاتے ہیں فرمایا کہ مرغی کی ٹانگ یہ ایک مثل مشہور ہے اس کی بنا یہ ہے کہ کسی آقا نے باورچی کو حکم دیا کہ آج مرغ پکاؤ اس نے حکم کی تعمیل کی مگر جب دسترخوان پر کھانا گیا تو پلیٹ میں مرغ کی صرف ایک ٹانگ آقا نے مطالبہ کیا باورچی کہتا ہے کہ اس کی ایک ہی ٹانگ تھی آقا نے کہا کہ پاگل ہوا کہیں ایک بھی ہوتی ہے اس نے پھر اصرار کیا اچھا کوئی مرغ ایک ٹانگ کا دکھلاؤ آقا نے نوکر کو لیکر چلا اتفاق سے ایک مرغ ایک ٹانگ پر کھڑا اونگھ رہا تھا کہا کہ دیکھئے حضور ہے بھی اس کے ایک ٹانگ آقا نے اس مرغ کیطرف ہاتھ کرکے کہا ہشت مرغ نے دوسری ٹانگ بھی نکالدی اور بھاگ گیا آقا نے کہا دیکھو دو ٹانگ ہیں یا نہیں تو باورچی کہتا ہے کہ آپ نے وہاں ہشت کیوں نہیں فرمایا تھا وہاں بھی دوسری ٹانگ نکل آتی ۔

ملفوظ ۹۵۲:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حسن معاشرت کو تو اچھے لکھے پڑھوں نے بھی دین کی فہرست ہی سے نکال دیا یا یہ باتیں دین ہی نہیں سمجھی جاتیں محض نماز روزہ اور چند عقائد دل کو دین سمجھا جاتا ہے آگے صفر حالانکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے کہ اگر دو مسلمان قصداً پاس بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں جا کر مت بیٹھو ممکن ہے کہ وہ قصداً پاس بیٹھے ہوں محبت کیوجہ سے یا کسی مصلحت کیوجہ سے تو ایسی ہلکی ہلکی باتوں کی جب نصوص میں تعلیم ہے اس سے اندازہ کر لیا جاوے کہ دین میں حسن معاشرت کی تعلیم ہے یا نہیں ۔

ملفوظ ۹۵۳:- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت مزین اور آراستہ رہتے ہیں اکثر ان میں عقل اور بیداری نہیں ہوتی کیونکہ توجہ ایک ہی طرف ہوتی ہے یا تو جسم کو آراستہ کر لو یا قلب کو آراستہ کر لو میں ایک صاحب کو دیکھا کہ ہر اکر تہ پہنے ہوئے طوطے بنے ہوئے ہیں تو آپ جو بات پوچھتا ہوں) وہ گلہری طوطے کی طرح اٹرنگ بٹرنگ ہانکتے چلے جاتے ہیں میں نے محض ان سلامات

لے یہ بکرا دوسرے بکروں کا معلم تھا ۱۲ ...

سے بدون تحقیق کے ان پر کوئی الزام نہیں دیا بلکہ اول پوچھا پھر جواب کیلئے مہلت دی کہ سوچ
کر جواب دو مگر کیا لیکن جو سمجھ سے کام لیا ہو۔ اب دیکھ لیجئے میں نے کیا کیا انہوں نے کیا کیا
میں نے یہی کہا کہ جواب دو تمہاری اس حرکت سے ایذاء ہوئی ہے مگر اس پر بھی خیر سے بتا شداب
بتلایئے کہ اگر چشم پوشی کرتا ہوں اور بفضلہ تعالیٰ کر سکتا ہوں اختیاری چیز ہے اور مواخذہ کے وقت
بحمداللہ اضطرار کی حالت پیدا نہیں ہوتی جو کچھ کہتا سنتا ہوں قصد سے اختیار سے مصلحت سے کہتا
ہوں حتیٰ کہ حالت غیظ میں بھی مغلوب نہیں ہوتا تمام مصالح کی اس وقت بھی رعایت رکھتا ہوں غرض
اگر اختیار سے کام لوں اور چشم پوشی کروں تو اصلاح نہیں ہو سکتی اور اصلاح کرتا ہوں تو بدنامی
ہوتی ہے مگر ہوا کرے بدنامی ایسی تیسی میں جائے ہم کیوں نہ کریں اصلاح ہمارے ذمہ ہے اصلاح۔

ملفوظ ۹۵ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے اور جواب کے مطالبہ پر بھی جواب نہ دینے
پر فرمایا کہ اگر آپ جواب نہ دیں تو میرا کوئی ضرر نہیں نہ مجھ کو جواب کا انتظار ہے اس لئے
کہ جواب میں میری کوئی غرض نہیں مصلحت نہیں اگر غرض ہے تو تمہاری اگر مصلحت ہے تو تمہاری یہ بھی
میرا تبرع اور احسان ہے کہ اپنے کاموں کا حرج کر کے تم کو وقت دیتا ہوں اور تم ہو کہ بت کی طرح
خاموش بیٹھے ہو نہ ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں اگر مصلح کو غلطی کا سبب معلوم ہو جائے تو وہ غور کرے کہ
معقول ہے یا نامعقول اور قابل اصلاح ہو اصلاح کر دے اور جب سبب ہی نہ معلوم ہو تو کس بات
کی اصلاح کرے۔ مگر مرض یہ ہو گیا ہے کہ اصل بات کو بلی کے گوہ کی طرح چھپاتے ہیں پھر جب
انسان خود ہی اپنی اصلاح نہ چاہے تو پھر اصلاح کیسے ہو شیخ اور بزرگ بیچارے تو کیا چیز ہیں اور
بس شمار ہی کیا ہیں انبیاء علیہم السلام ایسے شخص کی اصلاح نہ فرما سکے چنانچہ ابوطالب اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ہی کا واقعہ اس کی دلیل کیلئے کافی ہے آخر وقت تک حضورؐ نے کوشش فرمائی کہ ابوطالب کلمہ
پڑھ لیں مگر جو نتیجہ ہوا اظہر من الشمس ہے تو اصلی شرط طلب ہے اور جب یہ نہ ہو تو اوپر اوپر باتیں
[illegible] طریق ہے اصلاح کا کام نہیں چل سکتا جب تک سچی بات کو ظاہر نہ کرے سچی بات کو
دل قبول کر لیتا ہے قرار پکڑ لیتا ہے باقی کچی پکی باتیں بنا رہے نہ دل قبول کرتا ہے اور نہ قرار
پکڑتا ہے نہ دوسری بات یہ ہے کہ [illegible] وقت یہ سمجھ کر کہ جب اسکو ہی اپنی اصلاح کا اہتمام نہیں
اور فکر نہیں تو مجھے کیا دوسرے کو وہ [illegible] اختیار کر لیتا ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ جب تک اصلی
بات نہ کہی جاوے اصلاح غیر ممکن ہے حضرت یہ اصلاح کا پیشہ بھی بڑا ہی نازک ہے اور کسی کو بھی
اپنے طریق اصلاح پر ناز نہیں ہو سکتا کہ میں بھی بشر ہوں علمی غلطی بھی ہو سکتی ہے عملی غلطی بھی ہو سکتی
ہے مگر [illegible] ہوں اس کام کو فکر ہی رہتا ہوں کہ حق تعالیٰ ایسی طرح مجھ سے تسلط نہ فرمائیں مگر
ان کے فضل پر بھروسہ ہے اور [illegible] آپ سے بھی قسم عرض کرتا ہوں کہ بلا مواخذہ [illegible]

کے وقت مجھ کو یہ استحضار رہتا ہے کہ اس کی یہ باتیں اور یہ خود خدا کے نزدیک مقبول ہو اور اس استحضار کے سبب میرا یہ سب کہنا سننا تحقیر سے نہیں ہوتا محض اصلاح کی غرض سے ہوتا ہے ورنہ عقیدہ سے ہر طرح پر آنے والوں کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں کہ ممکن ہے کہ یہی حضرات میری نجات کا ذریعہ بنجائیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا تو مرید کو جنت میں لیجائیگا اور اگر مرید ۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرحوم ہوگا تو پیر کو جنت میں لیجائیگا۔ تو مجھ کو سب آنے والوں سے یہی توقع ہوتی ہے مگر پھر بھی خدمت اصلاح کو ضروری سمجھتا ہوں اور اسی سے بدنام ہوتا ہوں مگر بجز صبر کے کیا ہو سکتا ہے۔

ملفوظ: فلاں مدرسہ کی سرپرستی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک ممبر صاحب نے جو مولوی صاحب بھی ہیں ایک دلخراش اور فضولیات سے پر تحریر میرے پاس بھیجی مجھ کو اس سے دو رنج ہوئے ایک تو یہ کہ ایک دم اس قدر بڑا انقلاب ہو گیا یہ لوگ تو اپنے پرانے بزرگوں کے دیکھنے والے ہیں ان میں یہ نیا رنگ کہاں سے آگیا دوسرے یہ کہ تہذیب بھی تو کوئی چیز ہے اور جن کی وہ تحریر ہے ان سے ہمیشہ کے تعلقات ہیں اس کے بعد وہ مولوی صاحب جب یہاں آئے اور معذرت اور معافی چاہی میں نے صاف کہدیا کہ اگر معافی چاہنے سے یہ مقصود ہے کہ انتقام نہ لیا جاوے نہ دنیا میں نہ آخرت میں تو معافی ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ رنج نہ رہے تو رنج تھا اور ہے اور رہیگا۔ میں ناراض تھا اور ہوں اور رہوں گا مجھ کو کشیدگی تھی اور ہے اور رہے گی جب تک آپ کا یہ دعوی مجھ کو معلوم رہیگا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے تعلق ہے جس روز یہ ختم ہو جائیگا یہ سب عوارض بھی ختم ہو جاوینگے شکایت اپنوں ہی سے ہوا کرتی ہے اور ویسے تو بریلی کے خاں صاحب نے مجھ کو ساری عمر گالیاں دیں واللہ ذرہ برابر بھی کبھی اثر نہیں ہوا اور یہ جو آجکل رسم ہے معافی کی اس کی حقیقت صرف عدم مواخذہ ہے باقی اثر ضرور رہتا ہے حضرت وحشیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ساری عمر صورت نہ دکھلانا حضرت وحشی نے حالت کفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو قتل کیا تھا بعد میں اسلام لے آئے تھے تو کیا اسلام لے آنے پر معافی نہیں ہو گئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج رہا اس سے بڑی بھلا اور کیا دلیل ہو سکتی ہے بات یہ ہے کہ معافی تو اختیاری چیز ہے رنج کا رفع کرنا اختیاری نہیں وہ صاحب جرم کے اختیار میں ہے کہ ایسے اسباب جمع کر دے جس سے رنج جاتا رہے۔

ملفوظ: فرمایا کہ ایک معلم صاحب کا خط آیا ہے اکثر یہ طبقہ ہوتا ہی ہے بے خوف میں سالہا سال سے تجربہ کر رہا ہوں ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایسے ہو جاتے ہیں یا اس سلسلہ تعلیم میں آتے ہی ایسے ہیں فرمایا کہ ہو جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے ایک جماعت اطاعت گذاروں کی خدمت میں رہتی ہے یہ جو کرتے ہیں وہ بجا اور صحیح سمجھتے رہتے ہیں انکا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ۹۶۵: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وصول مقصود نہیں طلب مقصود ہے احقر۔ کیونکہ اول غیر اختیاری ہے اور ثانی اختیاری ہے۔

ملفوظ ۹۶۶: ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اتباع سنت بڑی چیز ہے۔ مجدد صاحب نے ایک کام کی بات بیان فرمائی کہ کسی شخص میں اگر دو چیزیں ہیں اتباع سنت اور حب شیخ وہ بزعم خود کتنی ہی ظلمات میں مبتلا ہو۔ ظلمات نہیں اور اگر یہ دونوں چیزیں نہیں تو وہ بزعم خود کیسے ہی انوار میں محیط ہو وہ انوار نہیں۔ اور یہ بھی بڑے کی بات ہے کہ اتباع سنت وہ ہے کہ بلا چون چرا ہو اس کے متعلق بھی مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ شرائع میں حکمت کا تلاش کرنا گویا یہ مرادف ہے انکار نبوت کا اگر نبی کو نبی سمجھتا ہے تو پھر مصالح نہ جاننے کا انتظار کیوں ہے مگر جب استغنا ہے تو یہ شخص اپنی عقل کا متبع ہوا اور آج کل اس کو فلاسفی قرار دے رکھا ہے فرمایا کہ جو برتاؤ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے ہیں اور آپ کے احکام میں حکمتیں تلاش کرتے ہیں اگر ہمارا نوکر یا غلام ہمارے کاموں کی حکمتیں پوچھنے لگے مثلاً اس سے کہا جائے کہ ایک گھنٹہ یہاں بیٹھو وہ پوچھے اس میں کیا حکمت ہے تو آپ کی طرف سے غلام کو کیا جواب ہوگا تو گویا یہ شخص اپنے غلام کو تو غلام سمجھتا ہے اور اپنے کو حضورؐ کا غلام نہیں سمجھتا کہیں فرق نکل سکتا ہے۔

ملفوظ ۹۶۷: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر لوگ مولانا کہنے سے بڑے خوش ہوتے ہیں ہمارے بزرگ ایسے ایسے بڑے علماء گذرے ہیں بہت سے بہت مولوی صاحب کا لقب ہوتا تھا اور مولانا بہت کم کسی کسی کیلئے اور اب تو اس قدر انقلاب ہوا کہ مولانا سے بڑھکر کوئی شیخ الحدیث ہے کوئی شیخ التفسیر ہے مجھ کو تو یہ باتیں پسند نہیں سادگی میں جو لطف ہے وہ ان تکلفات میں کہاں ہمارے اکابر اپنے کو مٹائے ہوئے رکھتے تھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہاں پر کوئی ہے بھی یا نہیں زیادہ تر یہ معتقدین حضرت حضرت مولانا مولانا کہکر مزاج بگاڑ دیتے ہیں ایسی ہی تعظیم تکریم کی نسبت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

نفس از بس مدحہا فرعون شد ، کن ذلیل النفس ہونا لا تسد

حقیقت یہ ہے کہ شہرت ہو جانا اور مرجع خلائق بن جانا اکثر کیلئے تو مضر اور ضرر رساں ہے ہی دنیا میں بھی اس کی بدولت بہت سی آفات کا سامنا ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

چشمہا و خشمہا و رشکہا ، برسرت ریزد چو آب از مشکہا

۱؎ نفس زیادہ تعریفوں سے فرعون ہو گیا ہے کبھی کبھی اسکو ذلیل کر دیا کرو۔ ۲؎ لوگوں کے غصے اور رشک و حسد تیرے سر پر اس طرح گریں گے جیسے مشک سے پانی گرتا ہے ۱۲۔

ملفوظ ۹۰: ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حرکت اصول کے بھی خلاف غیرت کے بھی خلاف پھر اگر میں سوال نہ کروں تو اس کے لئے بھی مضر اور جس میں اعانت کیا اپنے مقصود کو ظاہر کرنا طالب کے ذمہ نہیں یہ ہی تو وہ اصول ہیں کہ جنکی بدولت میں بدنام ہوں اور یہ سب کچھ بدنامی وغیرہ میں نے طریق کی غیرت کیلئے گوارا کر رکھا ہے تا کہ اس طریق کی شان محفوظ رہے کیونکہ بدنامی کے اندیشہ سے چاپلوسی کرنا اس کا استخفاف ہے جس کو میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا چاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا برا کوئی بدنام کرے یا نیک نام اس بدنامی میں بھی ایک گونہ لذت معلوم ہوتی ہے کہ بدفہموں میں بدنامی ہو رہی ہے اور اس بدنامی کے متعلق تو میرا یہ مذہب ہے۔ جس کو عارف فرماتے ہیں۔ ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں، مانمے خواہیم ننگ و نام را

۳۰ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۹۱: ایک صاحب نے بذریعہ تحریر اپنی غلطی کی معافی چاہی دریافت فرمایا کہ ان سے پوچھے کہ یہ عبارت کس کی ہے عرض کیا کہ بنگلہ زبان جانتا ہوں اردو اچھی طرح نہیں آتی بہت کم کچی پکی آتی ہے فرمایا کہ اب یہ کیوں اطمینان ہو کہ انہوں نے خود سمجھ کر دوسرے سے لکھوایا ہے ممکن ہے کاتب ہی کا تصرف ہو مثل اصلاح اس طرح ہوتی ہے کہ اس پر بھی نظر کی گئی کہ عبارت انکی ہے یا نہیں اس لئے یہ کام اصلاح کا بڑا مشکل ہے۔

ملفوظ ۹۲: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو ایسی باریک باتیں نہیں طبعی امور ہیں کوئی توجہ ہی نہ کرے اس کا کیا علاج۔ حدیث شریف میں اس کے متعلق بھی تعلیم ہے کہ مریض کے پاس جا کر دیر تک مت بیٹھو فلیخفف الجلوس تا کہ اس کو تنگی نہ ہو۔ وہ ہر ایک کی طرف پشت نہیں کر سکتا پیر پھیلا کر لیٹ نہیں سکتا تو مریض کیلئے بھی آداب ہیں فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے ان امور کو اسی طرح بیان کیا ہے اور شرح کی ہے کہ دوسرا کر نہیں سکتا اگر فقہاء نہ ہوتے تو دوسرے علماء کا قیامت تک بھی وہاں تک ذہن نہ پہونچتا بس حکماء کی دو ہی جماعتیں ہیں ایک فقہاء اور ایک محققین صوفیہ گو محدثین ان دونوں کی حکمت کی

؎ ظاہری عقل والوں کے نزدیک اگرچہ یہ باتیں بدنامی کی ہیں۔ مگر ہم اس ظاہری ناموری کے طالب ہی نہیں۔ ۱۲ جامع

سیاسیات میں کیونکہ روایات ہی تو سب حکمتوں کا ماخذ ہے ۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں پر ایک بی ۔ اے آئے تھے انہوں نے اسقدر ستایا اور اس قدر پریشان کیا جسکا کوئی حد و حساب نہیں پھر فرمایا کہ تہذیب جدا فن ہے وہ کتابوں کی تعلیم تو ہوتی ہے مگر تہذیب نہیں سکھلائی جاتی ۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ رحمدلی سے نئے آنیوالوں کو یہاں کے معمولات و قواعد کے متعلق مشورہ دیتے ہیں مگر ان میں بعض ایسے بدفہم ہوتے ہیں کہ ان پر مشورہ سے برا اثر ہوتا ہے اب اس میں انتخاب بڑا مشکل ہے کہ کون اہل ہے مشورہ کا اور کون نہیں اس لئے صلح یہی ہے کہ خود کسی کو مشورہ نہ دیا جاوے البتہ اگر کوئی خود پوچھے اس کو اطلاع کر دی جاوے ۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا تھا کہ مشورہ دیدینے میں مسلمان کی اعانت ہے فرمایا کہ اس اعانت کی بھی ایک حد ہے وہ یہ ہے کہ اگر قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ اہل ہے تو مشورہ دینا بیشک مسلمان کی اعانت ہے اور اگر نااہل کو مشورہ دیا تو وہ اعانت کہاں وہ تو مضرت کا سبب ہوگا اور میں تو بعض احوال میں مشورہ دینے والے کیلئے بھی مضرت سمجھتا ہوں یعنی اگر اس کو یہ گمان ہو جائے کہ مجھ کو مشورہ دینے کیلئے اور واسطہ بنانے کیلئے منتخب کیا گیا ہے تو اس کا دماغ خراب ہوگا کہ اپنے کو مقرب سمجھنے لگے گا اس لئے اسلم یہی ہے کہ سب کو اپنے اپنے خیال پر چھوڑ دینا چاہئے کوئی کسی کے معاملہ میں دخل ہی نہ دے باقی سفارش جو مشورہ سے بھی زیادہ ہے تو بحمد اللہ میرے یہاں ہے ہی نہیں اس کا تو بالکل ہی سدباب ہے اور سمجھنے کی بات ہے کہ سفارش کی تو وہاں ضرورت ہے جہاں مواخذہ سے انتقام مقصود ہو یہاں انتقام تھوڑا ہی مقصود ہے محض اصلاح مقصود ہے وہاں سفارش کے کیا معنی کیا یہ مقصود ہے کہ اصلاح نہ کروں اصلاح میں سفارش نہ ہونے کی دلیل ایک حدیث ہے وہ یہ کہ ایک عورت نے چوری کی تھی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم فرمایا اس کے متعلقین نے حضرت اسامہؓ سے سفارش کرنے کیلئے کہا حضرت اسامہ کو ایک خصوصیت تھی انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کر دیا حضور نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ کیا حدود میں سفارش کرتے ہو اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتیں تو ان کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا اس عورت کا نام فاطمہ تھا اس لئے حضور نے یہ فرمایا چونکہ حدود سے مقصود اصلاح ہوتی ہے قیاس سے ہر اصلاح کا حکم اس سے ثابت ہو گیا تو اصلاح میں کسی کی کیا رعایت ۔

ملفوظ: خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ جن صاحب کو انکی غلطی پر یہ فرمایا تھا کہ کسی کے واسطے سے گفتگو کرو کوئی شخص واسطہ بننے پر راضی نہیں ہوتا فرمایا کہ اگر کوئی راضی نہیں تو مجھ کو اس ہی کی اطلاع کر دیں میں کوئی اور طریق اختیار کر دونگا ایک ہی طریق بمدار تھوڑا ہی ہے بعض کی رائے یہ ہے

کہ واسطہ بننے کیلئے کسی کو بالالتزام منتخب کر لیا جاوے مگر میں اسکو پسند نہیں کرتا اس میں خرابی یہ ہے کہ جو اس طرح سے واسطہ بنیں گے ان کو مقرب اور مخصوص ہونیکا خیال پیدا ہو جائیگا اور دوسروں پر یہ اثر ہوگا کہ اس کی پرستش ہونے لگے گی بعضے پیروں اور مشائخ کے یہاں یہ بلا موجود ہے الحمد للہ یہاں پر یہ بات بھی نہیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک زمانہ تک اس خیال میں رہا کہ معاملات میں سب کیساتھ مساوات ہونا چاہئے مگر حدیثوں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مساوات نہ فرماتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خود مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین کے ساتھ جو معاملہ لطف و عنایت کا فرماتے تھے دوسروں کی ساتھ نہ فرماتے تھے۔ کما فی جمع الفوائد عن الترمذی عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المھاجرین والانصار لا یرفع طرفہ الا الی ابی بکر وعمر کانا ینظران الیہ وینظر الیھما ویتبسمان الیہ ویتبسم الیھما خاصۃ والی سائر اصحابہ عامۃ۔ جب حضور نے اس کا اہتمام نہیں فرمایا تو ہم کیا چیز ہیں۔

ملفوظ: ایک صاحب کے بہت آہستہ بولنے پر جس سے سنائی بھی نہیں دیا تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ کہتے ہونگے کہ کسی قصائی سے پالا پڑا میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا قصائی اور بیلوں کا جوڑ بھی ہے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب یہاں پر آئے پر تکلف آدمی تھے ظہر سے عصر تک بیٹھے رہے کچھ نہیں بولے بعد نماز عصر کے پوچھتے پھرنے لگے کہ میں کچھ بطور ہدیہ کے لایا تھا کس کے ہاتھ گھر بھیجوں جانے والوں نے ان سے کہا ایسا مت کرنا بیچاروں کو دینے ہی میں پریشانی ہو رہی تھی پھر فرمایا ہدیہ دینا بڑا مشکل ہے لینا تو بہت آسان ہے لیا جیب میں رکھ لیا جیسے ایک پیر جی کا مقولہ ہے کہ کھانا کون مشکل ہے منہ میں رکھا نگل لیا منہ میں رکھا نگل لیا اسی طرح لیا جیب میں رکھ لیا مگر دینا بڑا مشکل ہے اس لئے کہ اس میں یہ رعایات کرنی پڑتی ہیں کہ جس کو ہدیہ دیتے ہیں

۱؎ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی طرف تشریف لاتے تھے جن میں سے مہاجر بھی ہوتے تھے اور انصار بھی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ہی کی طرف نظر فرماتے تھے اور وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے رہتے تھے۔ اور وہ دونوں تبسم کرتے رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے رہتے تھے۔ یہ سب عادت خاص طور پر ان دونوں کے ساتھ ہوتی تھی اور باقی صحابہؓ کی ساتھ عام طور پر ہوتی تھی ۱۲ ھ۔

اس کو شرمندگی نہ ہو حجاب نہ ہو اور کسی عارض کے سبب بے موقع بے محل نہ ہو یہ سب آداب ہیں ہدیہ کے ایسے ہی دعوت کے آداب ہیں آج مولانا شیخ محمد صاحب کی حکایت سنی ہے سہارنپور میں ایک مرتبہ کسی شخص نے دعوت کی قبول کر لی بزرگ تھے شفقت سے قبول کر لی بعد کھانا کھانے کے وعظ کی درخواست کی بہت ناگوار ہوا مگر مولانا غصہ میں غل شور نہ کرتے تھے بہت ہی متانت اور وقار سے رہتے تھے مگر آٹھ آنہ نکال کر پیش کر دئے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا یہ کھانے کی قیمت ہے جس کے زور پر وعظ کی درخواست کی حقیقت میں یہ درخواست نہایت ہی بے محل تھی۔

ملفوظ ۹۲۹: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل تو بزرگ وہ سمجھا جاتا ہے جو فرشتہ صفت ہو مطلب یہ ہے کہ ناگوار بات ان کو ناگوار نہ ہو غصہ کی بات پر اس کو غصہ نہ آئے اس کہتے ہیں کہ فرشتہ صفت ہیں پہلے فرشتہ کی صفت بھی سن لیجئے حدیث شریف سن لو تو انکی کی حدیث ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ منظر قابل دیکھنے کے تھا جب فرعون ڈوبنے کے وقت اللہ پر ایمان لا رہا تھا اور میں اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا کہ اس کے منہ سے یہ نہ نکلے اس حدیث کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فرشتہ کو بھی غصہ کے مستحق پر غصہ آیا۔

ملفوظ ۹۳۰: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تمام تعلیمات و مجاہدات کا حاصل اور مقصود یہ ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے صحیح معنی میں پیدا ہو جائے اس کے پیچھے طالبین نے سلطنتیں چھوڑ دیں اور ایسی چھوڑیں کہ دل میں پھر خطرہ بھی نہیں آیا۔

حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ جب انہوں نے بلخ کی سلطنت چھوڑی ہے تو جنگل میں ایک جگہ نماز کا وقت ہو گیا تو کنوئیں سے پانی کھینچنا چاہا تو ڈول میں بجائے پانی کے چاندی بھری ہوئی آئی اس کو الٹ کر پھر ڈول ڈالا تو اشرفی آئی پھر تیسری بار جواہرات آئے عرض کیا اے اللہ میاں میں امتحان کے قابل تو نہیں مگر ان چیزوں کو تو چھوڑ کر آیا ہوں پھر پانی آیا اللہ اکبر کیا چیز پیدا ہو جاتی ہے تعلق ہی جس نے امارت بلخ کو ہیچ کر دیا ان کا ابتدائی واقعہ ترک سلطنت کا یہ ہوا کہ پڑے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ چھت پر آہٹ معلوم ہوئی دریافت کیا کون۔ کہا کہ میں ایک شخص ہوں جس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کر رہا ہوں کہا کہ بیوقوف چھت پر اونٹ کیسے مل سکتا ہے کہا کہ جب تخت پر خدا مل سکتا ہے تو چھت پر اونٹ کیوں نہیں مل سکتا اس سے ایک کھٹک پیدا ہو گئی اور سلطنت چھوڑ دی یہ ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں بہت بڑے عالم ہیں۔ محدث ہیں نقشبندیہ ہیں۔ بے درویش ہی نہیں اور تبع تابعی بھی ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے مگر راجح تابعیت ہے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مقبولین سے نسبت ہونیکی بھی بڑی برکت ہوتی ہے خواہ حسی ہو یا معنوی ہو ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے فرمایا کہ ہماری طرف سے اپنے پیر کے سر پر ہاتھ رکھنا وہ ہماری اولاد میں سے ہیں صبح کو مرید نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا آپنے سر آگے کر دیا کہ حکم کا امتثال کرو مرید جھجکا کہ میرا ہاتھ اس قابل کہاں فرمایا کہ جھجکتے کیوں ہو یہ تو حکم کا امتثال ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ بعض کاغذات کیوجہ سے مجھکو فاروقیت کے متعلق کچھ تردد ہو گیا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے نسبت کے متعلق پوچھا میں نے کہا سنا ہے کہ فاروقی ہیں اس شخص نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر آؤں میں ڈرا کہ کہیں گڑ بڑی نہ ہو پھر خیال ہوا کہ اچھا ہے ایک طرف معاملہ ہو جاویگا میں نے کہا کہ ہاں پوچھ آؤ وہ روانہ ہو گیا اور لوٹ کر آیا اور کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ آیا ہوں فرماتے ہیں کہ ہاں ہماری اولاد میں سے ہے حافظ غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب تھے والدہ صاحبہ کے متعلق عرض کیا گیا تھا کہ اس کے اولاد زندہ نہیں رہتی انہوں نے فرمایا کہ کیسے زندہ رہے عمرؓ اور علیؓ کی کھینچا تانی میں مر جاتے ہیں ابکی بار اولاد ہو تو علی کے سپرد کر دینا بڑا طویل قصہ ہے بنا اس کی یہ تھی کہ والد صاحب فاروقی ہیں اور والدہ علوی اور اب تک نام والد صاحب کے مناسب رکھے جاتے تھے مجذوب صاحب نے والدہ کے خاندان کے مناسب نام بتلائے اس سپردگی میں اسی طرف اشارہ تھا اسمیں بھی تائید ہے فاروقیت کی گو اس میں حجیت نہیں مگر جیۃ کی تقویت ہے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اہل اموال جو ہم لوگوں کے ساتھ معاشرتی کوتاہیاں اور غلطیاں کرتے ہیں ان کی اصل بے پروائی کیوجہ محض ملانوں کی کم وقعتی ہے کم عقلی نہیں۔ میرے دل میں تو یہ بات تجربہ سے جم گئی تھی بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ذراسی بات پر بگڑے مگر میری نظر اس بات کے منشاء پر ہوتی ہے۔ گو غلطی زیادہ ثقیل نہ ہو مگر جب منشا اس کا تذلیل و تحقیر ہو گا تو ظاہر ہے کہ ناگواری بھی شدید ہو گی۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہوں تو غریب آدمی کوئی ملک میرے ہاتھ میں نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے دل میں اصول ایسے پیدا فرما دئے ہیں جن پر ایک سلطنت چل سکتی ہے اور اسکی رفتار میں ذرہ برابر تنگی یا سد کا دقت نہیں ہو سکتی اور ان اصول کا ماخذ احکام شرعیہ ہیں اس لئے جی چاہتا ہے کہ سب امور میں احکام اسلام کا نفاذ ہو اور شریعت کے موافق سب انتظامات ہوں۔

یکم ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ

مجلسِ خاص بوقتِ صبح یوم پنجشنبہ

ملفوظ ۹ فرمایا کہ آج کل ایک صاحب نے بذریعہ خط اطلاع دی کہ میں ایک منی آرڈر بھیجوں گا اور اس خط میں منی آرڈر کی رقم کے متعلق تفصیل بھی درج تھی کہ کس کس مد میں کتنا کتنا روپیہ صرف کیا جائے، میں نے لکھ دیا کہ میں آپ کے اس خط کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اگر اس منی آرڈر کے کوپن میں یہ تفصیل درج تھی تو میں اس منی آرڈر کو وصول کر لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا اسی کے متعلق زبانی ارشاد فرمایا کہ پہلے میں بانتظار منی آرڈر ایسے خطوط کو محفوظ رکھ لیتا تھا مگر بار بار ایسا ہوا کہ خط مدت دراز تک رکھا رہا اور منی آرڈر ندارد، کہیں کچھ کریں کچھ۔ لکھ تو دیتے ہیں کہ منی آرڈر بھیجوں گا جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قریب ہی آجاوے گا لیکن پھر بھیجا ہے نہیں مجھ تو امانت رکھنے کی زحمت فضول ہی اٹھانی پڑی ان تجربوں کی بنا پر میں نے یہ معمول مقرر کر لیا صاف لکھ دیتا ہوں کہ خط کو محفوظ نہیں رکھ سکتا اگر کوپن میں اس رقم کے متعلق کوئی کافی تحریر نہ ہوئی تو منی آرڈر واپس کر دیا جائے گا واقعی جو ہر تو خط کا یاد رکھنا یا مشاغل کثیرہ میں اس کا محفوظ رکھنا بڑا مشکل ہے اور میں بحمد اللہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتا صاف لکھ دیتا ہوں کہ مجھ سے خط محفوظ نہیں رکھا جاتا چنانچہ آج ہی ایسا ایک منی آرڈر آیا تھا جس کے کوپن میں کوئی تحریر نہیں تھی اور اس کے متعلق کوئی خط بھی محفوظ نہ تھا اس کو میں نے واپس کر دیا اگر واپس نہ کرتا تو اور کیا کرتا اتنا تو البتہ یاد آیا کہ کوئی خط اس رقم کے متعلق آیا تھا مگر مجھے تفصیل تو یاد نہیں رہ سکتی یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ مدرسہ کے لئے روپیہ بھیجنے کو لکھا تھا مگر میں محض اس شبہ کی بنا پر تو وصول نہیں کر سکتا تھا اگر بھیجنے والے باقاعدہ بھیجیں نہ معلوم یہ کیا حرکت ہے جب کہ کوپن میں کافی جگہ موجود ہے مگر ہے مگر اس پر ایک حرف نہیں لکھا۔ کوپن میں تو اتنی گنجائش ہے کہ رقم کے متعلق جو لکھنا تھا لکھ دیتے مگر ایسا نہیں کرتے یہ بھی ایک مرض ہے کہ علیحدہ کارڈ لفافہ بھیجیں گے اور اپنے نزدیک یہ سمجھیں گے کہ یہ کافی ہو گیا مگر خود الگ خط بھیجنا بھی تو سبب ہو جاتا ہے۔ کلفت کا اور جیسا ابھی بیان کیا کہ پھر مدت تک خبر نہیں لیتے اگر اس طرح ستاویں نہیں تو خیر خط کا محفوظ رکھنا بھی کیا مشکل تھا مگر دق جو کرتے ہیں پہلے پہلے میں نے ہر طرح اخلاق کا برتاؤ کیا مگر جب بدتمیزیوں کا تحمل نہ ہوا تو میں نے بھی ضابطے تجویز کئے ایک صاحب نے کسی گاؤں سے جمعہ کے متعلق استفتاء بھیجا تھا میں نے اس پر یہ دریافت کیا کہ وہاں آبادی کتنی ہے انہوں نے اس خط کو تو رکھ لیا اور ایک علیحدہ کارڈ میں لکھ بھیجا کہ یہاں

بازار رہے ہیں میں نے لکھا کہ پہلا خط بھی تو بھیجنا چاہئے تھا کیونکہ جیسے اجزاء اس میں ملفوف تھے جو مجھے زبانی کیسے یاد رہ سکتے ہیں اب دیکھ لیجئے کہ حد ہے اس بدتمیزی کی اپنی حرکتوں کو تو دیکھتے نہیں اور جب میں تنگ آکر ضابطے مقرر کر دیتا ہوں تو کہتے ہیں کہ صاحب بڑے بد اخلاق ہیں آپ ہی لوگوں نے مجھے ہوشیار کر دیا۔ اس پر بعض ذہین لوگ کہتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے کہ سب ایسے ہی بدتمیز ہوں تو قانون عام کیوں مقرر کیا جاتا ہے لیکن جس کو واقعات پیش آ چکے ہوں اس کو یہ کیا خبر کہ فلاں شخص ایسا نہیں ہے واقعات کی بنا پر قانون مقرر کیا جاتا ہے پھر جب قانون مقرر ہو گیا تو اب استثناء کی کیا وجہ بالخصوص جہاں بالکل مجہول حالت ہو جیسے کل وہ صاحب مجھ کو پریشان کر رہے تھے اور باوجود اس سمجھا دینے کے کہ میرا معمول نہیں کہ میں ایسے شخص سے ہدیہ لوں جس سے بے تکلفی نہ ہو پھر کیسی گڑبڑ کی۔ میں نے بہت تجربوں کے بعد قواعد مقرر کئے ہیں جو اپنی اور دوسروں کی راحت کا سبب ہیں۔

ملفوظ ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب میں کسی سے کوئی فرمائش کرتا ہوں تو میرا قاعدہ ہے جس پر ایسے کم عقلوں کے واسطے خود بھی عمل کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی مشورۃً کہہ دیتا ہوں کہ بات کہہ کر مخاطب سے اعادہ کرا لینا چاہیئے تاکہ غلط فہمی کا شبہ نہ رہے اور اصل بات یہ ہے کہ ہر کام میں ہر بات میں سلیقہ کی ضرورت ہے سلیقہ سے طبیعت پر اچھا اثر ہوتا ہے اور بدسلیقگی سے طبیعت مکدر ہوتی ہے مگر آج کل یہ باتیں قریب قریب لوگوں میں مفقود ہیں سمجھانے پر بھی اثر نہیں ہوتا پھر جب آدمی کو خود اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو دوسرا کیا اصلاح کر سکتا ہے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محبت بھی عجیب چیز ہے اس کی بدولت انسان سب کچھ برداشت کر لیتا ہے محبوب کی خفگی بھی محبوب ہوتی ہے کسی نے خوب کہا ہے ؎

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ — ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

اہل محبت کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید حج کو گئے شاہ صاحب نے مرید سے کہا کہ جب مدینہ منورہ حاضر ہو تو روضہ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا چنانچہ یہ بعد فراغ حج مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پیر کا سلام عرض کیا وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا جس کو ان مرید نے بھی سنا جب واپس آئے تو حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب نے پوچھا کہ ہمارا سلام بھی عرض کیا تھا انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کر دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے پیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دینا شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہی الفاظ کہو جو وہاں سے ارشاد ہوئے ہیں عرض کیا کہ جب حضور کے الفاظ حضرت کو معلوم ہیں تو پھر میرے منہ ہی سے کہنے کی کیا ضرورت ہے نیز میری زبان سے وہ الفاظ ادا ہونا سوء ادب ہے

شاہ صاحب نے فرمایا کہ معلوم ہیں مگر سننے میں اور ہی مزا ہے اور بھائی تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور کے ارشاد فرمائے ہوئے ہیں تمہارا ادا کرنا تو حضور ہی کا فرمانا ہے اس لیے بے ادبی کیا ہوتی بالآخر مرید نے وہی الفاظ ادا کر دیئے سن کر شاہ صاحب پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور بکرمٹ ہوکر بے ساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہوگیا کہ ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی ؎ جواب تلخ میزیبد لب لعل شکر خارا[1]

غرض محبت وہ چیز ہے کہ حضور نے بدگفتی بھی فرمایا اور سلام بھی فرمایا اور شاہ صاحب پر حالت بھی طاری ہوگئی اور بدعت سماع کو فرمایا اور سماع جامع شرائط صورۃً بدعت ہے حقیقت میں بدعت نہیں۔

ملفوظ ۸۰۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ سے ایک تاجر نے روایت کی کہ ایک شخص نے جو بریلوی خانصاحب کا مرید تھا کلکتہ میں یہ کہا تھا کہ کون کہتا ہے اشرف علی دیوبندیوں میں سے ہے دیوبندی خواہ مخواہ اس کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں وہ تو ہماری جماعت سے ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں سختی نہیں کرتا ہر چیز کو اس کی حد پر رکھتا ہوں حتیٰ کہ بریلوی مسلک کے متعلق بھی غصہ سے کام نہیں لیتا اس اعتدال سے وہ سمجھ گئے کہ یہ ہمارا ہم عقیدہ ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھ کو اپنے رنگ میں سمجھتا ہے اور میں ہر رنگ سے جدا ہوں اس پر ایک مثال عجیب فرمایا کرتے تھے کہ میری ایسی مثال ہے کہ جیسے پانی کہ اس میں کوئی رنگ نہیں مگر جس رنگ کی بوتل میں بھر دو اسی کا سا رنگ معلوم ہونے لگتا ہے میں اس پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں۔ ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من ؎ وز درون من نہ جست اسرار من

ملفوظ ۸۰۱ ایک شخص نے آکر نہایت بلند آواز سے عرض کیا کہ میں رقعہ لایا ہوں فلاں صاحب نے بھیجا ہے حضرت والا نے وہ رقعہ لے لیا اور مزاحاً فرمایا کہ رقعہ تو دکھایا پیچھے رقعہ اور (شور وغل) دیدیا پہلے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا یہ بدسلیقگی کی بات ہے اتنے زور سے چیخنا کہ جیسے اذان دیا کرتے ہیں اعتدال تو رہا ہی نہیں یا تو اس قدر آہستہ بولیں گے کہ کوئی سن ہی نہ سکے یا تو کانوں کے پردے بھی پھاڑ دیں گے غرض افراط و تفریط سے خالی نہیں۔

---

[1] آپ نے مجھے برا کہا مگر میں تو بہت خوش ہوں اللہ تعالٰی نے آپ کو جزائے خیر دے، خوب کہا۔ آپ کے لب شیریں سے تو تلخ جواب بھی پیارا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ ب۔

یکم ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ ہجری

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

ملفوظ: فرمایا کہ ایک رئیس کی بی بی کا خط آیا تھا اس میں اپنے پتہ کے ساتھ لکھا تھا لیڈی فلاں میں نے لکھا کہ اگر تم بجائے لیڈی لفظ کے اہل خانہ لکھتیں یہ اچھا تھا پھر ایک مہینہ کے بعد خط آیا تھا اس پر اہل خانہ فلاں لکھا تھا تو یہ بڑے شریف خاندان کی عورتوں کی بھی یہی حالت ہے ان میں بھی جدید اثر آ گیا ہے ایسا ہی آج ایک خط آیا ہے اس میں اپنے نام کے ساتھ مسٹر لکھا ہے کیا آفت ہے شریفوں میں بھی یہ بلا گھس گئی ہے نئے الفاظ کو آج کل پسند کیا جاتا ہے کیا اردو میں دلالت کیلئے الفاظ رہے نہیں فنا ہو گئے۔

ملفوظ: فرمایا کہ آج ایک رجسٹری آئی ہے اس میں ایک استفتا آیا ہے کہ یہ رضاعی رشتہ ہے اس کو ایک پیر نے جائز کر دیا ہے خدا معلوم لوگ ایسے جاہلوں سے مسائل پوچھتے ہی کیوں ہیں باوجود اس کے کہ آج کل علم کا زمانہ ہے کثرت سے علماء ہیں مگر پھر بھی جاہلوں سے مسائل پوچھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ جب پیر ہو گئے تو سب کچھ ہو گئے مولوی بھی ہو گئے اور پیر بھی ہو گئے فرمایا کہ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ بالکل حرام بالکل باطل اور یہ قول کہ مرضعہ کا دودھ ہندہ کی پیدائش کے زمانہ کا نہ تھا اس لئے زید و ہندہ رضاعی بھائی بہن نہیں ہوئے بالکل غلط و بالکل باطل زید کو چاہئے کہ فوراً ہندہ کو جدا کر دے اور ان سب کو توبہ کرنا چاہئے نیز پیر صاحب کے اور پیر صاحب سے ادب کے ساتھ کہنا چاہئے کہ پیری ہی رہیں، مولوی نہ بنیں اور فتوی نہ دیا کریں ان کمبختوں نے لوگوں کے دین کا ناس کر دیا خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ بنا رہے ہیں یہاں اس طرح میں تو بفضلہ تعالی ان گمراہیوں کا پتہ نہیں چلتا اپنے بزرگوں کا اثر ہے یہاں سے ادھر ادھر جا کر دیکھئے کیا خرافات برپا ہے ایک مرتبہ بمبئی میں وعظ کا اتفاق ہوا مجھ کو بڑا تردد ہوا کہ کیا بیان کروں اگر مسائل اختلافیہ بیان کرتا ہوں وحشت ہو گی متفق علیہ بیان کروں تو ان کو سب جانتے ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو ضرورت کا بیان کون سا کیا جاوے پھر سوچ کر میں نے آیت ضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ پڑھ کر اس کا بیان کیا کہ اللہ نے آپ کو بہت نعمتیں دی ہیں مگر آپ ان کا شکر ادا نہیں کرتے یہ بیان کبھی ان کے بڑوں نے بھی نہ سنا ہو گا اس کو میں نے بہت اچھی طرح ثابت کیا میں نے بیان کرنے میں ایک شرط یہ بھی لگائی تھی کہ عوام الناس کا وعظ میں اجتماع نہ ہو ہاں جو عمائد اور خوش فہم ہوں ان کو بلایا جاوے اس لئے کہ بڑے درجہ کے لوگ

خواہ وہ دوسرے ہی مذہب کے ہوں عالی حوصلہ ہوتے ہیں اگر ان کے خلاف بھی بیان کیا جاوے وہ ناگواری کا اثر نہیں لیتے اور عوام الناس جاہل اکثر متعصب ہوتے ہیں خصوص بمبئی کے عوام الناس تو نہایت ہی متعصب ہیں ایسے جلسوں میں بیان کرکے دل خوش نہیں ہوتا اگر سامعین خالی الذہن ہوں نہ موافق ہوں نہ مخالف ہوں تو بھی مضائقہ نہیں۔ مگر وہاں تو کثرت سے معاندین ہیں۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کہنے کی تو یہ کوئی بات نہ تھی مگر ذکر آ گیا اس لئے کہتا ہوں آج ایک لفافہ آیا ہے اس میں جو جواب کے لئے لفافہ رکھا ہے اس پر نئے قاعدہ کی رو سے پورے ٹکٹ نہیں ہیں اور جس وقت محصول بڑھا ہے میں نے ایک روپیہ کے ٹکٹ منگا کر رکھ لئے تھے اور ... اور برابر لوگوں کے جوابی کارڈ اور لفافوں پر چسپاں کرتا رہا اور یہ نیت کر لی تھی کہ جس روز پوری ڈاک میں ٹکٹ پورے آنے لگیں گے پھر اس روز سے نہ لگاؤں گا سو جس روز ڈاک میں پورے ٹکٹ آئے ہیں اس روز ایک ٹکٹ بچا ہوا تھا تو پہلے چونکہ ذہن میں ضرورت تھی ایک روپیہ خرچ کرنا بھی آسان تھا اور اب بعد رفع ضرورت یہاں دو پیسے بھی خرچ کرنا مشکل ہیں چنانچہ آج جو بچا ہوا ٹکٹ رکھا ہے اس کے لگانے کو جی نہیں چاہتا اس لئے کہ سب جگہ محصول کا بڑھنا معلوم ہو چکا تو اس کا خیال تو ہونا چاہئے مگر پھر بھی خیال نہ ہونا نہایت غفلت کی بات ہے بات یہ ہے کہ مزاج میں بے فکری بہت ہے اور جس کو بھی اتفاق سے ایسا موقع پیش آ جائے وہ تو اس قسم کی رعایت کر سکتا ہے اور جس کو روزانہ اسی قسم کا سابقہ پڑتا ہو وہ رعایت نہیں کر سکتا۔

۲ ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ ہجری

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نواب وقار الملک مجھ کو علی گڈھ کالج میں لے گئے اور بیان کی درخواست کی وہاں کے طلبہ کی بھی کثرت سے درخواستیں تھیں میرا وہاں بیان ہوا میں بیان کے وقت سے پہلے ہی کالج میں پہنچ گیا تھا وہاں کے ارکان نے بعض مقامات کی سیر بھی کرائی منجملہ سب کے ایک کمرہ تھا جس میں بجلی تھی اس کا بھی معائنہ کیا جب بیان شروع ہوا تو دوران تقریر بجلی کے متعلق بھی کچھ تحقیق تھی اس باب میں جو حدیث آئی ہے وہ بھی بیان کی گئی پھر میں نے کہا کہ شاید آپ لوگوں کو یہ شبہ ہو کہ برق کی حقیقت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے اس پر یہ

حاشیہ صفحہ ... اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن و اطمینان میں تھے ۱۲ ...

یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے ہم نے خود برق بنالی ہے اس کی حقیقت تو وہ نہیں میں نے جواب میں کہا کہ ممکن ہے برق کی دو قسمیں ہوں ایک سماوی اور ایک ارضی تو جس کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی وہ برق سماوی ہے اور جس برق کا آپ کو مشاہدہ ہوا ہے وہ ارضی ہے سو اگر دونوں کی حقیقت مختلف ہو تو اس میں تعارض کیا ہوا چونکہ ایسا قریب الفہم جواب انہوں نے کبھی سنا نہ تھا ان لوگوں پر بے حد اثر تھا تمام وعظ سن لینے کے بعد کہا کہ ہم کو ایسے وعظ کی ضرورت ہے اور اسی طریق سے ہماری اصلاح کی ضرورت ہے اصلاح بھی ہو جاوے اور ہم کو ناگوار بھی نہ ہو اور عام واعظین میں بعض تو ہم پر کفر کے فتوے دیتے ہیں جس سے ہم کو وحشت ہوتی ہے اور بعض ہماری ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جس سے بجائے اصلاح کے ہمارا مرض بڑھتا ہے طلبہ کی خواہش تھی کہ یہ کالج میں آتا رہے تاکہ ہماری اصلاح ہو مگر کالج کے حامی ڈر گئے کہ اگر ایک دو دفعہ اور آگیا تو تمام کالج ہی کی کایا پلٹ ہو جائے گی پھر نہیں جانا ہوا۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک انگریز جنٹ نے جو نہایت اشتیاق سے مجھ سے ملا تھا مجھ سے سوال کیا کہ آپ نے قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے میں نے کہا کہ لکھی ہے کہنے لگا کہ آپ کو کتنا روپیہ ملا میں نے کہا ایک پیسہ بھی نہیں کہنے لگا کہ پھر تم کو کیا فائدہ ہوا میں نے کہا کہ ہمارے مذہب نے تعلیم دی ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے وہاں اسکا فائدہ ہوگا۔ آجلہ (آئندہ کا) فائدہ تو یہ ہے اور عاجلہ (موجودہ) فائدہ یہ ہے کہ شائقین اسکو پڑھتے ہیں مجھ کو دیکھ کر مسرت ہوتی ہے آگے کچھ نہیں بولا یہ لوگ ذہین نہیں ہوتے اس لئے جلد گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے بڑے القاب اور چکنے چپڑے الفاظ میں کیا رکھا ہے خلوص اور محبت ہو تو معمولی الفاظ بھی پیارے معلوم ہوتے ہیں دیکھئے اللہ تعالٰی کا نام صرف سب لیتے ہیں کوئی بھی خداوند مکرما نہیں کہتا مکہ معظمہ میں شریف حسین تھے ایک معمولی بدوی ان کو اس طرح پکارتا یا حسین یا حسین اور وہ نہایت خندہ پیشانی سے خوش خوش گفتگو کرتے تھے اگر یہ سادگی محبت سے ہو تو کیا مضائقہ ہے بلکہ اچھا معلوم ہوتا ہے ایک بڑی بی تھیں میرے سر پہ ہاتھ پھیر کر دعا دیا کرتی تھیں کہ بچے تو جیتا رہ تیری عمر بڑی ہو چونکہ محبت تھی اور سادگی سے ایسا برتاؤ کرتی تھیں ان کی یہ سب باتیں پیاری معلوم ہوتی تھیں ایک بار گھر میں سے کہا کہ برادری میں ایک ہی بڑی رہ گئی ہیں جو تم کو پیار کر سکتی ہیں میرٹھ میں حافظ عبدالکریم رئیس تھے ان کی عادت تھی اکثر بیٹا بیٹا کہا کرتے تھے ایک چمار آیا پرانی عمر کا آدمی تھا اس کو بھی بیٹا کہا اس چمار نے کہا کہ تمہارے باپ کی برابر تو میری عمر اور مجھ کو بیٹا کہتے ہو حافظ صاحب بہت متواضع تھے برا نہیں مانا غرض حافظ

صاحب محبت سے ایسا کہتے تھے کوئی برا نہ مانتا تھا اصل چیز محبت ہے۔ تعظیم میں کیا رکھا ہے بلکہ زیادہ
تعظیم وتکریم تو اس قسم کے حجاب ہیں یہ محبت کی سادگی تو ہم نے اپنے بزرگوں میں دیکھی بالکل اپنے
کو مٹائے ہوئے تھے پھر تکلف کہاں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ اسد
علی حقہ بہت پیتے تھے جب ضرورت ہوتی تو فرماتے کہ بیٹا حقہ بھر دے مولانا کی یہ حالت تھی کہ فوراً حکم کی
تعمیل فرماتے باوجود اس کے مرید اور شاگرد سب موجود۔ مگر کچھ پرواہ نہیں اگر کوئی کہتا بھی تو فرماتے
کہ تمہارا کام نہیں یہ میرا کام ہے اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے اس انکسار اور فنا کا بالکل ہی اپنے کو مٹا دیا تھا
مولوی معین الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک ولایتی درویش آئے بڑے غصہ میں بھرے ہوئے نماز
پڑھکر مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے جب لوگ نماز پڑھکر نکلنے لگے مولانا کے والد بھی آئے ان کا
ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تم مولانا سے حقہ بھرواتا ہے آخر باپ تھے کہا کہ جی ہاں بھرواتا ہوں ان درویش
نے اس کہا کہ کبھی باپ ہونے کے بھروسہ رہو تم جس وقت مولانا کو حقہ بھرنے کو کہتے ہو حاملان عرش
کانپ اٹھتے ہیں اگر تم نے عنقریب توبہ نہ کی تو کوئی وبال نازل ہوگا پھر انہوں نے ایسی فرمائش نہیں
کی دوسرا واقعہ حضرت مولانا ہی کا ہے جلال آباد کے ایک خانصاحب حضرت کے مہمان ہوئے آدھی
رات کو پلنگ پر پڑے ہوئے کروٹیں بدل رہے تھے مولانا بڑے ذہین تھے سمجھ گئے کہ غالباً حقہ کے عادی
ہیں مولانا کی اس وقت محلہ سے حقہ مانگ کر لائے اور بھر کر چارپائی کے برابر میں لاکر رکھکر فرمایا کہ میں بیٹا
نہیں اس لیے بھرنا نہیں آتا دیکھ لیجئے کسی چیز کی کمی بیشی ہو تو ٹھیک کر دوں خانصاحب بیچارے پلنگ
سے اتر کر الگ ہو گئے اور بڑی عذر معذرت کی فرمایا کہ تم مہمان ہو تمہارا حق ہے اس میں شرمندگی
اور محجوب ہونے کی کیا بات ہے ان خانصاحب کے ساتھ ایک بازاری عورت تھی بے نکاحی اور یہ
پہلے سے علماء کے معتقد نہ تھے یہ کہا کرتے تھے کہ سب کو دیکھ لیا ہے صبح ہی کو حضرت مولانا سے مرید
ہو گئے اور اس عورت کو بھی مرید کرایا اور نکاح پڑھوایا۔ تو حضرت مولانا اس قدر منکسر المزاج
تھے کہ اپنے مہمانوں تک کا حقہ بھرتے تھے بھلا باپ کا حقہ بھرنا تو کیسے چھوڑ سکتے تھے اور سچ تو یہ
ہے کہ بڑا بننے میں کیا رکھا ہے بلکہ بعد تجربہ دین کے لئے تو مضر ہے ہی۔ یہ بڑا بننا دنیا میں بھی
مصائب کا نشانہ بنانا ہے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

خشمہا و چشمہا و رشکہا ؎ بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

غرض ضرورت محبت اور خلوص کی ہے بڑائی کی ضرورت نہیں ایک مرتبہ ایک گاؤں کا شخص مجھ سے
بہت تعلق رکھتا تھا اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا ایک دن کہنے لگا کہ ہمارے گاؤں میں ایک فقیر آیا کرتا ہے مگر

؎ غصے اور چشمک ... یعنی غصے اور رشک ... تجھ پر دنیا پڑیں گے جیسے مشک سے پانی گرتا ہے ۱۲

کہو تو اس کا طالب ہو جاؤں (یہ ایک اصطلاح ہے گاؤں والوں کی مرید ہونے کے بعد ایک درجہ نکلا ہے طالب کا) میں نے اس کو غصہ سے بھی نہیں ڈانٹا اس لئے کہ وہ غیر شریعت کا پابند نہ تھا۔ ایک مدت کے بعد میں نے اس شخص سے مزاحاً پوچھا کہ اب کسی کا طالب بنے گا۔ نہایت محبت بھرے لہجے میں سادگی سے کہتا ہے کہ بس اب تو تیرا ہی پلہ (دامن) پکڑ لیا مجھے اس وقت اس کا یہ کہنا بہت ہی پیارا معلوم ہوا اور یہ الفاظ کئی مرتبہ اسکی زبان سے کہلوائے ہر مرتبہ ایک نیا لطف آیا۔ محبت میں کیسے ہی الفاظ ہوں پیارے معلوم ہوتے ہیں اور اس پر ملامت بھی نہیں ہو سکتی اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔

گفتگوئے عاشقاں در کار رب ۔ جوشش عشقست نے ترک ادب

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں ۔ با ادب تر نیست زو کس در نہاں

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم کو عوام کے تابع نہ ہونا چاہئے اس میں علاوہ ان کے ذلت کے دین کا بھی ضرر ہے مجھ کو تو ہمیشہ اس کا خیال رہتا ہے کہ اہل علم کی اور علم دین کی دنیاداروں کی نظر میں تحقیر نہ ہو یہی وجہ ہے کہ میں سب کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرتا رہتا ہوں جس کی وجہ سے آئے دن لوگوں سے شکایت رہتی ہے اہل علم اور علم دین کی حقارت گوارا نہ ہونے پر ایک لطیف واقعہ یاد آیا جب میں کانپور مدرسہ جامع العلوم میں تھا ایک طالب علم نے ایک طالب علم کی کتاب اور کچھ اسباب چرا کر اپنے حجرہ میں لیجا کر چھپا لیا۔ مالک سامان نے اس کی اطلاع پولیس میں کر دی داروغہ تحقیقات کیلئے آ گیا اور اس کے متعلق گفتگو ہوتی رہی داروغہ مجھ سے کہنے لگا کہ افسوس ہے کہ طالب علم بھی چوری کرتے ہیں۔

میں نے کہا کہ طالب علم کبھی چوری نہیں کر سکتا کہنے لگے کہ مشاہدات کی تکذیب ہے دیکھئے یہی ایک واقعہ ہو گیا میں نے کہا کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ طالب علم نے چوری کی بلکہ کبھی چور طالب علمی کرنے لگتے ہیں چور یہ سمجھتے ہیں کہ اس روپ میں مدرسہ کے اندر چوری سہولت سے ہو سکتی ہے داروغہ جی نے ہنسکر کہا کہ صاحب مولویوں سے اللہ بچائے جدھر کو چاہے بات پھیر دیں تو اس واقعہ میں بھی طالب علم کی تحقیر نہیں ہونے دی، اور ہمیشہ اسی کو جی چاہتا ہے کہ اہل علم کی تحقیر نہ ہو کیونکہ اگر عوام اہل علم سے بدگمان ہو جائیں تو اندیشہ ہے ان کی گمراہی کا۔

ملفوظ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علم کے ساتھ تقوی کی سخت ضرورت ہے تقوی سے تو نور پیدا ہوتا ہے جو غیر متقی کو نصیب نہیں ہوتا دیکھئے کہ حضرات صحابہ میں اکثر وہ حضرات

ا‍ے حق تعالٰی کے بارے میں عاشقان حق کی باتیں بے ادبی کیوجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ جوشش محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں ظاہر میں۔۔ تو اس سے زیادہ کوئی بے ادب معلوم نہیں ہوتا اور باطن میں اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہوتا۔ ۱۲

سکتے جو نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا۔ مگر بڑے بڑے شاہان دنیا سے مخاطبت کا اتفاق ہوا وہ توان کی گفتگو سنکر دنگ رہ جاتے۔ یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں اسلام کے قبل بھی ایک استعداد خاص پیدا کر دی تھی مگر ظہور تو اس کا اتباع اور تقوی ہی کی بدولت ہوا۔ اس استعداد پر ایک قصہ یاد آیا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ دو چچا زاد بھائی سفر میں چلے آپس میں کوئی نزاع پیش آیا۔ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا قاتل کا چچا مقتول کا باپ تھا۔ لوگ قاتل کو پکڑ کر اس کے پاس لائے اور واقعہ بیان کیا غائت وقار سے اس شخص کی نشست کی ہیئت تک نہیں بدلی اور بے ساختہ کہا کہ میرے دو ہاتھ تھے ایک ہاتھ نے ایک ہاتھ کو کاٹ ڈالا تو کیا اس ہاتھ کو میں کاٹ ڈالوں مگر مقتول کی ماں کو صبر نہ آویگا اس لئے سو اونٹ ہمارے اصطبل سے کھول کر مقتول کی ماں کو دیت دیدو اس عمل کی کیا حد ہے اور واقعی اہل عرب میں کوئی بات تو تھی جب ہی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں بھیجا ان کے جذبات بڑے اچھے تھے بس قوت کے فعل میں آنے کی ضرورت تھی حضور پر ایمان لاتے ہی تمام کمالات اُبل پڑے۔

۲/ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۰ ہجری
مجلس بعد نماز جمعہ

ملفوظ ۹۰۰:- ایک لڑکے نے آکر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت والا نے فرمایا کہ ابھی سے بدتمیزی کی باتیں سیکھنا شروع کر دو اس وقت کے بگڑے ہوئے ساری عمر بھی سیدھے نہ ہو گے ایک صاحب نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ گھر والوں نے تعلیم نہیں دی فرمایا کہ بالکل غلط گھر والے ضرور کہتے ہیں کہ فلاں چیز کا تعویذ لے آؤ اس سے زیادہ بتلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ سیدھی بات ہے اور سیدھی بات فطری ہوتی ہے اس کے بتلانے کی کیا ضرورت۔ البتہ ٹیڑھی بات سکھلانے کی ہوتی ہے۔ تو آج کل اگر تعلیم کرتے ہیں تو الٹی بات کی چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ ایک شخص مکان سے تعویذ لینے چلا اور یہ بھی اس کے ذہن میں ہے کہ فلاں چیز کے لئے تعویذ کی ضرورت ہے اور فطری مقتضا ہے کہ وہ آتے ہی خود سب کہہ دیتا ہے۔ مگر اب اس کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ جب تک نہ پوچھیں بولنا مت تو یہ بدتمیزیاں البتہ سکھلائی جاتی ہیں رہی سیدھی بات سو وہ اصلی چیز ہے اس میں تعلیم کی کون

ضرورت ہے بغیر اصلی چیز میں تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے حضرت والا نے اس لڑکے سے فرمایا کہ
تم نے اس وقت بدتمیزی کی جس سے سخت طبیعت پریشان ہوئی اس لئے آدھ گھنٹہ کے بعد آؤ اور
اگر پوری بات کہو اس میں تعلیم بھی ہے اور دوسرے کی پریشانی کم ہو جاوے گی تب تعویذ ملیگا اور
پوری بات نہ کہو گے پھر بھی تعویذ نہ ملے گا اس وقت وہ لڑکا چلا گیا اور آدھ گھنٹہ کے بعد
آکر پوری بات کہی تب تعویذ دیدیا گیا۔

ملفوظ :- ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزی کی بدولت آدمیت بھی جاتی رہی حیوانیت
کا غلبہ ہو رہا ہے اور دین بھی بالکل برباد ہو جاتا ہے جنکو اس کا احساس ہو گیا ہے
وہ بچ بھی سکتے ہیں چنانچہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کو انگریزی پڑھانی چاہی اور وہ لڑکا پڑھنا
نہیں چاہتا تھا اس لڑکے نے مجھ سے کہا میں نے تدبیر بتائی کہ تم فیل ہو جایا کرو وہ دو مرتبہ فیل
ہو گیا باپ نے کہا نالائق ہے جا عربی پڑھ ملا بن بس پیچھا چھوٹ گیا ایک خبط اس انگریزی داں
طبقہ میں اکثر یہ ہو جاتا ہے کہ پڑھتے تو ہیں انگریزی اور دخل دیتے ہیں دین میں باقی اللہ
کے بندے یعنی ایسے بھی ہیں جو اس کا احساس بھی رکھتے ہیں اور اپنی غلطی کا اقرار کر لیتے
ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری نے وعظ بیان کیا وعظ میں
ایک صدر اعلیٰ صاحب بھی شریک تھے کسی شخص نے شاہ صاحب سے مسئلہ پوچھا شاہ صاحب نے
مسئلہ کا جواب دیدیا ایک شخص نے کہا کہ صدر اعلیٰ صاحب اس طرح بتلاتے ہیں مولوی صاحب
نے بیدھڑک کہا کہ صدر اعلیٰ گوہ کھاتے ہیں اب ان کی تہذیب اور اہلیت دیکھئے کھڑے ہو کر
کہا کہ مولانا واقعی سود کی ڈگری دینے والے کو یہ منصب نہیں کہ دین میں دخل دے اور میں توبہ
کرتا ہوں پھر انشاء اللہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا اور یہ تمام شغف انگریزی سے صرف دنیوی عزت
کے لئے ہے سو خود عزت دنیوی ہی کیا چیز ہے نہیں اصل عزت آخرت کی ہے حتیٰ کہ اگر ساری دنیا کسی کو
حقیر سمجھے چاروں طرف سے اس کو دھتکاریں تھوکیں لگیں ذلت ہو رسوائی ہو تب بھی کوئی چیز نہیں
اگر خدا کے نزدیک پیارا اور محبوب ہو حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جہاز میں
سفر کر رہے تھے اس جہاز میں ایک رئیس بھی سوار تھا اس کو تفریح کی ضرورت ہوئی چند مسخرے
ہمراہ تھے اب تلاش ہوئی کہ ایسا شخص ملے جس کو تختۂ مشق بنایا جائے تو تفریح مکمل ہو سوائے
حقیر اور پست حالت میں حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ ملے انہوں نے ان ہی کو بچے
مذاق کا تختۂ مشق بنایا یہ کچھ نہیں بولے جب دیر ہو گئی تو غیرت خداوندی جوش میں آئی
الہام ہوا کہ اے ابراہیم اگر کہو تو ان سب کو ڈبو دوں عرض کیا کہ اے اللہ ان کے آنکھیں
نہیں یہ مجھ کو پہچانتے نہیں جیسے آپ میری بددعا ان کے حق میں قبول فرما سکتے ہیں ایسے ہی میری

دعا ان کے حق میں قبول فرما لیجئے میں دعا کرتا ہوں کہ انکو صاحب بصیرت بنا دیجئے تاکہ مجھ کو
پہچان سکیں حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوگئی اور سب کے سب صاحب بصیرت ہوگئے قدموں میں
جا پڑے صاحب نسبت ہوگئے ان کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ صاحب ذلت تھے اور اللہ کے
نزدیک صاحب عزت تھے یہ تھی بڑی عزت ہے کہ مالک وجہاں مشورہ کریں کہ اگر کہو تو سب کو ڈبو
دوں بس عزت یہ ہے باقی یہاں کی عزت سو اسکی کیفیت تو خواب کی سی ہے اگر کوئی خواب
میں دیکھے کہ مجھ کو پکڑ کر حاکم کے سامنے لے گئے اور مجھ کو سزا کا حکم ملا ذلت کے تمام اسباب
جمع ہیں مگر جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں یا دیکھے کہ میں ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوگیا اور حشم خدم ساتھ
ہیں عزت کے تمام اسباب جمع ہیں مگر جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں تو کیا ان دو خوابوں کا کچھ
اعتبار ہوگا ایسے خواب پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شخص رات کو چارپائی پر پیشاب کرتا تھا
بیوی نے کہا کہ تو بڑا حرام زادہ ہے کہ چارپائی پر موتتا ہے اس نے کہا کہ شیطان خواب میں لے
جاتا ہے اور کسی جگہ بٹھلا کر کہتا ہے کہ پیشاب کرلے سو وہ ایسا کراتا ہے میاں بیوی مفلس
تھے بیوی نے کہا کہ جب شیطان سے تیری دوستی ہے وہ تو جنوں کا بادشاہ ہے اس سے مال کیوں
نہیں مانگتا اس نے کہا کہ آج کہوں گا غرض رات کو بدستور شیطان خواب میں آیا اس نے کہا
خانہ [illegible] تم کو یہ خبر نہیں کہ ہم ضرورت مند ہیں تو مجھ سے مال دلوا دو تم کو تو تمام خزانوں
کی خبر ہے شیطان نے کہا کہ پہلے سے تم نے کہا کیوں نہیں چلو میرے ساتھ جس قدر روپیہ کی
ضرورت ہو لے لو یہ ساتھ ہولیا ایک خزانہ پر لیجا کر کھڑا کیا اور وہاں سے ایک بڑا بھاری روپیہ
کا توڑا اس کے سر پر رکھوا دیا اس میں وزن تھا زیادہ بوجھ کی وجہ سے پیشاب تو کیا پاخانہ بھی
نکل گیا آنکھ کھلی تو دیکھتا کیا ہے نہ خزانہ ہے نہ روپیہ صرف پاخانہ ہے خواب میں تو خزانہ تھا
اور بیداری میں پاخانہ نکلا۔ اسی طرح جب عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف جاؤ گے اور
وہاں آنکھ کھلے گی تب معلوم ہوگا کہ وہاں جو خزانہ تھا یہاں پاخانہ ہے پھر اس کی ساتھ ہی یہ
حالت کہ بیکس بے بس اور گوشش تن تنہا۔ نہ کوئی یار نہ مددگار یہ دنیا کے متاع کی حقیقت نظر
آوے گی اور جب وہاں کے درجات اور انعامات دیکھو گے تو یہی کہو گے جو حدیث
شریف میں آیا ہے اگر دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی اور ہم کو یہ درجہ ملتا تو کیا
خوب ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے اکثر بندوں کو دونوں جگہ راحت دیتے
ہیں اور کسی کو تکلیف بھی ہوتی ہے تو وہ محض جسمانی تکلیف ہوتی ہے اور ان کی یاد کرنے
والوں کو اس میں روحانی پریشانی نہیں ہوتی۔

ملفوظ (۹۰۹) ملقب بہ الحرص علی العبادات ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا

کہ جی ہاں آج کل تو بعض علماء بھی لیڈروں کے ہم خیال بن کر سلطنت کے خواہشمند ہیں اور زیادہ حیرت تو اس پر ہے کہ اس خواہش میں احکام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ زمانہ تحریکات میں جو کچھ کیا گیا وہ اظہر من الشمس ہے اور احکام کے سامنے سلطنت تو کیا چیز ہے جن کے قلوب میں حق تعالیٰ کی اور اس کے احکام کی محبت پیدا ہو چکی ہے ان کی نظر میں تمام دنیا کا وجود مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ان کے نزدیک تو اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے چھوٹے چھوٹے بچے مٹی یا ریت کا گھر بنا لیتے ہیں اور وہ اس میں سے کسی کا نام دیوان خانہ اور کسی کا نام بالا خانہ رکھتے ہیں تو عقلاء ان بچوں پر ہنستے ہوئے گزرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ آؤ ہم تم کو حقیقی دیوان خانہ اور بالا خانہ دکھلائیں ان کو دیکھو اسی طرح خاصان حق اہل اللہ آپ کے ان محلوں اور کوٹھی بنگلوں کو دیکھ کر ہنستے ہیں اور آخرت کی ترغیب دیتے ہیں اور تمہاری اس فانی سلطنت کی حقیقت وہ ہے جو ایک بزرگ نے ایک بادشاہ کو بتلائی تھی، یعنی بادشاہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی موقع پر آپ جاتے ہوں اور پانی پاس نہ ہو اور شدت پیاس سے جان پر بن جاوے ہو ایسے وقت پر کوئی شخص ایک کٹورا پانی لیکر آئے اور یہ کہے کہ نصف سلطنت کے بدلے یہ کٹورہ پانی کا فروخت کرتا ہوں۔ تو آپ خرید لیں گے بادشاہ نے کہا ضرور خرید لونگا پھر ان بزرگ نے کہا کہ اگر اتفاق سے تم کو پیشاب کا بند لگ جائے اور کوئی علاج مفید نہ ہو اور کوئی شخص یہ کہے کہ اگر نصف سلطنت دو تو یہ بند کھولدوں تو کیا کرو گے بادشاہ نے کہا نصف سلطنت دیدونگا ان بزرگ نے کہا کہ یہ حقیقت ہے تمہاری سلطنت کی کہ آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پانی اور آدھی سلطنت کی قیمت ایک کٹورا پیشاب کا بس یہ ہے وہ سلطنت جس کے لئے آج کل کے عقلاء اور ان کے ہم خیال بعض مولوی سرگرداں اور پریشان حال ہیں، اور آخرت کو بھی بھول گئے ہیں سلطنت حاصل کرنے کو یا ترقی کرنے کو منع نہیں کرتا خوب ترقی کرو اور خوب سلطنت اور حکومت کرو میں تو خود ترقی کو پسند کرتا ہوں مگر اس میں کچھ شرط بھی تو ہے وہ یہ کہ احکام شریعت کو محفوظ کرتے ہوئے حدود اسلام پر نظر رکھتے ہوئے حاصل کرو البتہ اس کے عکس کے خلاف ہوں کیونکہ ایسی حکومت مسلمانوں کے کام کی نہیں ہو سکتی جس میں پہلے احکام شرعیہ کو پامال کر دیا جائے سو ایسی سلطنت باعث ترقی نہیں ہو سکتی بلکہ باعث نحوست ہو گی مجھ کو مقاصد سے اختلاف نہیں طریق کار سے اختلاف ہے میں یوں کہتا ہوں کہ سلطنت ہو یا حکومت مال ہو یا جاہ عزت ہو یا آبرو اگر تم خدا کے احکام کی حفاظت کرتے ہوئے اور ان پر کاربند رہتے ہوئے حاصل کر سکو تو تم کو ہزار بار مبارک اس لئے کہ اس صورت میں یہ چیزیں احکام اسلام کی اشاعت کا ذریعہ ہونگی اور دیگر اس کے ساتھ اغراض

فاسدہ وابستہ ہیں جیسا آج کل کے واقعات سے بالکل ظاہر ہے تو ایسی سلطنت اور حکومت پر لعنت ہزار بار لعنت ایسی چیز مبغوض ہے منحوس ہے مردود ہے جو خدا کی یاد سے غافل کردے یا احکام سے دور کردے حضرات صحابہؓ کی سلطنت کو پیش کرتے ہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے ساتھ ہی وہ حضرات احکام اسلام پر کس طرح عاشق تھے اور کس سختی سے ان کے پابند تھے عین قتال کے وقت جوش کی حالت میں بھی احکام کا ہوش رکھتے تھے۔ مثلاً یہ مسئلہ ہے کہ اگر عین قتال کے وقت کسی کافر پر تلوار اٹھاؤ جس نے تمہارے باپ بھائی بیٹے کو قتل کردیا ہو اور وہ عین اس حالت میں کلمہ پڑھ دے تو فوراً ہاتھ روک لو کیا اب کوئی ایسا کرسکتا ہے رات دن کے معمولات اور معاملات میں تو حدود اور احکام کی پابندی کی ہی نہیں جاتی ایسے سخت موقع میں تو بھلا کون رعایت کرسکتا ہے غرض ہر چیز کے کچھ حدود ہیں قواعد ہیں پہلے طبیعتوں کو ان کا خوگر بناؤ پھر میدان میں آؤ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ پھر نصرت خداوندی تمہارے ساتھ ہوگی اور پھر تم سلف کی طرح تمام عالم پر حکومت کروگے اور بدون احکام کی پابندی کے اختیار کئے ہوئے حکومت یا سلطنت کا حاصل کرنا ایسا ہے جیسے بلا وضو کے نماز پڑھنا یا بدون منتر جانے ہوئے سانپ پکڑنا جس کا انجام ہلاکت ہے اور اگر بالفرض چند سے یہاں حکومت کربھی لی تو آخرت کی زندگی تو برباد ہو جائیگی اصل چیز تو وہی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی اور وہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں ایمان کی حفاظت کرو اور اعمال صالحہ اختیار کرو پھر اس پر خوشخبری ہے بشارت ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان الارض یرثہا عبادی الصالحون[1] یہ بیان تو ان کے لئے تھا جو جاہ کے لئے حکومت اور سلطنت کے خواہاں اور جویاں ہیں باقی اہل اللہ اور خادمان حق جن کو تم نظر تحقیر سے دیکھتے ہو کہ وہ خستہ حالت میں ہیں میلے کچیلے ہیں بے سروسامانی ان کی رفیق ہے وہ ان چیزوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے گو بضرورت سلطنت بھی حاصل کرلیں اور اس میں بھی کوشش کریں کہ اپنے کو اس سے علیحدہ رکھکر دوسرے کے سپرد کردیں اور اگر بادل ناخواستہ ان کے ذمہ پڑ جاوے تو پھر اس کے پورے حقوق ادا کریں۔ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ یہی حضرات کچھ سلطنت پہچاننے والے ہیں تم نے جن سامانوں کو قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے وہ تم ہی کو مبارک ہوں وہ تو ان سامانوں کو حجاب اور وبال جان خیال کرتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب باہان ارمنی کے دربار میں اپنے اسیروں کو چھڑانے کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے دربار کا فرش دیبا اور

[1] اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے ۱۲ ش۔

حریر کا اٹھا کر پھینکدیا اور اس کے سوال پر جواب میں فرمایا کہ تیرے فرش سے ہمارے اللہ کا فرش افضل ہے حضرت بشر حافیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ جب آپ نے یہ آیت قرآن پاک سنی والارض فرشنٰھا اسی وقت اپنے پاؤں سے جوتے نکال کر پھینکدیئے کہ خدا کے فرش پر جوتے پہن کر چلنا خلاف ادب ہے (یہ غلبہ حال کا جو خوبی ہے مگر حجت نہیں) اب سنیئے کہ تمام چرند پرند کو حکم ہوگیا کہ جس جس طرف بشر حافیؒ کا گذر ہو کوئی بیٹ نہ کرنے پاویں ۔ غرض ہماری عزت اس ظاہری سامان سے تھوڑا ہی ہے اگر عزت ہے تو بے سروسامانی ہی میں ہے جو عبدیت سے مسبب ہو اسی کو فرماتے ہیں ؎

زیر بارند درختاں کہ ثمر ہا دارند ، اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد
دعروساں نباتی ہمہ زیور بستند ، دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

حضرت غوث پاکؒ کی خدمت میں بادشاہ سنجر نے ایک مرتبہ لکھکر بھیجا کہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت کی خدمت میں اکثر مجمع خدام کا رہتا ہے اگر اجازت ہو تو ایک حصہ ملک کا خدام کیلئے حضرت کی خدمت میں پیش کر دوں ۔ حضرت نے جواب میں لکھ بھیجا ؎

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد ، در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم ،
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب ، من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم ،

ایک بزرگ کو کسی بادشاہ نے لکھا تھا کہ ہم مرغ کھاتے ہیں اور تم خشک روٹی ہم دیبا اور حریر پہنتے ہیں اور تم گدڑی اوڑھتے ہو تم بڑی مصیبت میں اور تکلیف میں ہو تم ہمارے پاس آجاؤ تو ہم تمہاری خدمت کریں گے اور یہاں پر تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی ان بزرگ نے جواب میں لکھا کہ ؎

خوردن تو مرغ مسمیٰ و مے ، طعمہ ما نانک جویں ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر ، بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما

اور آخر میں فرماتے ہیں ؎

سہ اور ہم نے زمین کو فرش بنایا ہے ۱۲ سہ پھل دار درخت زیر بار رہتے ہیں مبارک ہو سرو کو وہ تمام غموں سے آزاد ہے سہ حسینان جہاں کو بناؤ سنگھار کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے محبوب کو حسن خداداد حاصل ہے سہ اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ہوس ہو ۔ تو جس طرح سنجر کا چتر سیاہ ہے میرا نصیب بھی سیاہ ہو ، اور جس وقت سے ملک نیم شب (یعنی عبادت نیم شبی) کی مجھے خبر ہوئی ہے میں تو ملک نیم روز کو ایک جو کے بدلے بھی نہ خریدوں ۱۲ سہ تیری غذا بھنا ہوا مرغ اور شراب ہے ہماری غذا جو کی روٹی ہے ۔ نیز تیرا لباس اطلس اور دیبا اور ریشم ہے ۱۲ اور ہمارا لباس ہماری پیوند زدہ گدڑی ہے ۱۲ ۔۔۔

نیک نہیں است کہ بگذرد [illegible] راحت تو محنت و درشتیں ما
پاش کہ تا طبل قیامت زنند ۱ آن تو نیک آید و یا ایں ما

مطلب یہ ہے کہ اس روز معلوم ہوگا کہ یہ حالت اچھی تھی یا وہ اور اصل بات تو یہ ہے کہ ان بادشاہوں کی یہی رائے کہ ان بزرگوں کو تکلیف میں سمجھتے تھے غلط تھی۔ ان حضرات کے قلوب میں ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ وہ سب سے مستغنی کر دیتی ہے۔ انتهت مقالة الحرص على الجاه.

جلدِ اوّل قسطِ پنجم

تمام شُد

ف عنقریب یہ سب چیزیں گذر جاویں گی تیری راحت بھی اور ہماری تکلیف بھی۔ ذرا انتظار کر کہ قیامت کا طبل بجا دیں پھر دیکھنا ہے کہ تیرے حالات درست ہوں یا ہمارے ۱۲ ۔۔